

طائف اشرقی



ملفوظات

محمد امجد علی شاہ صاحب دہلی

تحریر

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

ترجمہ

پروفیسر محمد رفیع الدین

انٹرنیٹ شکر

الحمد للہ ماشاء اللہ طریقت و معرفت کی مشہور و معروف کتاب **اطائف اشرفی** (جلد 3) ملفوظات تارکب سلطنت محبوب یزدانی غوث العالم مخدوم میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ باجائز و بیرو مشد مخدوم المشائخ الحاج مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب اشرفی البیلانی سرکار کلاں، سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص جناب محترم شیخ طریقت الحاج شیخ محمد ہاشم رضا صاحب اشرفی نے کٹاری سے اردو ترجمہ حضرت علامہ مولانا شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کروا کر طبع کرایا۔ آپ کے صاحبزادے حاجی شیخ محمد انور ہاشم صاحب اشرفی نے بھی بھرپور تعاون کیا۔

ہم مندرجہ ذیل معاونین علامہ کے کرام کے مشکور و ممنون ہیں۔ جن کے تعاون سے یہ کتاب

اطائف اشرفی

پاکستان کے اکثر دارالعلوم، لائبریری، یونیورسٹی اور مشائخ عظام تک پہنچائی گئی۔

شیخ الحدادی مولانا سید عبدالرشید صاحب اشرفی البیلانی (سجادہ نشین) الحاج مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی البیلانی (سجادہ نشین) مولانا شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

الحاج مولانا مفتی اعظم پاکستان جناب علامہ مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ الحاج مولانا قادیانی رشاد علی خاں خلیفہ خطیب جامعہ مسجد النبی دارالیت کراچی

پیر طریقت جناب سید مقصود احمد صاحب (خطیب و امام حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)

(عرس داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر انہوں نے اپنے دست مبارک سے محترم علامہ مشائخ، گورنر، وزیر اعلیٰ و دیگر وزراء کو تحفہ میں پیش کیا)

خلیفہ طریقت سرکار کلاں حضرت علامہ مولانا محمد حسن حقانی صاحب اشرفی

پیر طریقت سید شاہ تاج الحق قادری حاجی محمد نسیم صاحب اشرفی پیر طریقت (انگلینڈ) ڈاکٹر سراج الدین اشرفی خلیفہ طریقت سرکار کلاں

جناب محمد عامر عظیم الدین اشرفی (پروفیسر نائن ایتھارٹیٹس) ایڈیٹر اشرفی حوالہ سلسلہ سیرۃ (مولانا قادری - امام) مکتبہ اسلامیہ دہلی (ایڈیٹر)

حاجی محمد نظام الدین صاحب اشرفی حاجی انصر اللہ قادری صاحب اشرفی

آپ سب کا سید مشکور و ممنون

خاک پائے سید مختار اشرف سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عظیم الدین اشرفی پروفیسر شیخ بخش انور پرائیز کراچی۔ پاکستان

منقبت حضور پر نور غوث العالم محبوب یزدانی سلطان الاولیاء تارک السلطنت
سلطان سید اوحد الدین میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از قلم عرفان رقم حضرت شیخ المشائخ والعرفاء سیدی و مرشدی مولانا الحاج
السید شاہ ابوالاحمد علی حسین صاحب اشرفی سجادہ نشین کچھوچھو مقدسہ قدس سرہ

میں بندہ ہے دم ہوں ان کا نزل سے ہوں میں غلام نظر
مجھ وقت تھا جہاں میں بلند تر تھا سمت ام اشرف
ز میں یہ شان غوث عالم فلک پر وہ اشرف
یہ دی بشارت کہ ہم نے رکھتے نام ان کا بنام اشرف
کوئی فلک کہے یہ بھی ٹھٹھا جہاں بنا ہے مقام اشرف
کیسے بے حدت کہیں ہے کثرت عجیب و کثرت نظام اشرف
جو بیٹھوا لالہ میں جا کر تو پاؤ وال فیض ماسم اشرف
ولی زمانہ کے زیر فرمان طبع احکام عام اشرف
ہماری نظروں سے کوئی دیکھے فلک سے بالا ہے نام اشرف
تو بول اٹھے کہ اللہ اللہ عجیب ہے اختتام اشرف
کسی کے سر سے ٹاٹھا جادو کھولیں کیا فیض عالم اشرف
تو بھینچیں ہو جائیں ان کی روشن سے کرامت ماک اشرف
مرضی پیتے ہی ہوویں اچھے عیاں سے یہ فیض عالم اشرف
کہ ہر مرض کی یہی دوا ہے بنابے ہر ایک غلام اشرف
مرضی اچھے ہوں میں سے لاکھوں عجیب یہ فیض ماک اشرف
یہاں نہیں پر وہاں فلک پر کھڑے ہوئے ہیں خیام اشرف
کہ تو قہ ذرا ادھر بھی لے لے رہا ہوں میں نام اشرف
نکا ناک اس کو جلد حضرت کرے گا بنام نام اشرف
جلال و جبروت شہ کا دیکھو عجب ہے عالی مقام اشرف
کہے گا مد ہوش کہ چک ہے بچے دو عالم سے جام اشرف

نہ مجھ سے چھوٹے گا ان کا دامن نہ مجھ کو بھولے گا نام اشرف
میں کن کی مدت بیان کر لیں کیا کہ مدت عالم میں ہے یہ شہرت
انہیں کی محبوبیت کا نعرہ ملا کھنے فلک پر مارا
دخاب کے والد معظم نے خواب دیکھا کہ مصطفیٰ نے
ز میں پر ہوش ہے یا فلک پر کچھ اس کی فطرت یہ کہہ رہی ہے
ہے وحدت آباد جائے خلوت تو کثرت آباد جاہلوت
جو روح آباد جا کے دیکھو تو سیر روحی کا لطف آئے
بنے جہاں گیر غوث العالم جہاں کے اولیاء کے افسر
کسی نے تاریخ عرش کبریا سے روح کی خوب کھنی
عدالت جمع و شام دیکھے جو کوئی دربار اشرفی میں
کیسے پہ جنت بل ہے میں کہیں جناشت تزیں ہے میں
چراغ روضہ سے لے کے کابل لگا دیں اسٹھول میں زنی اٹھے
یہ چشمہ نیر گر در روضہ یہ آب شفاف و صاف جاری
ہو اور کائی کو نیر کے بھی خدا نے بخشی ہے یہ کرامت
یہ خاک روضہ میں ہے تعریف کہ جس کو لیتے ہی بل طہرت
زمین سے تا آسمان جو دیکھا عجیب قدرت کا ہے تماشا
نہید لطف کرم سے تیرے میں مرض حاجت جو کر رہا ہوں
گھٹے جو گندھ ہے ادب آتھائے دربار با صفا میں
ادب سے جس نے کزخ پھرایا غضب کا منہ پر لگا طمانچہ
اگر کے طالب خدا پر ذرا توجہ ہوئی تو ہر دم

بھلا کوئی اشرفی سے روپے کہ شاہ اشرف کی شان کیا ہے

کہے گا وہم و گم سے میرے بلند سے اعتنام اشرف



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

روضہ انوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مکتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدانا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَا لَهُ شَاكِرِينَ إِلَّا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ أُولَئِكَ رَحِمَهُ اللَّهُ الْعَظِيمَ

ہر کتاب و رسم و عبادت
میں ایک نیا رنگ و نیا رخ
ہر کتاب و رسم و عبادت
میں ایک نیا رنگ و نیا رخ

کعبۃ اللہ شریف

آستانہ مجبوب یزدانی حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی قدس سرہ النورانی
درگاہ کچھوچھو شریف (ضلع فیض آباد) یو۔ پی (بھارت)

حب الکلم صدر الاشباح حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مفتی اشرف صاحب قلعہ (سرکار کلاں) کچھوچھو شریف
سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا خواجه عزیز نبی نواز

جہانِ چشتیاں را درختاںی

مضیقاتان و شکستہاں را تو رشتی

مدد کرد یا خواجه عزیز الدین رشتی

الہی ما خدائے دُختر شیریں دہاوی

بگر طالعِ بیلا افتادہ کشتی

مکتبِ خواجہ عثمان حارونی



غرضم توئی عزیز نبی نواز و درساں توں سلطانِ اسرارِ قسبِ انصافِ حضرتِ خدایا محمد صاف الدین سرچشمی رشتی و صاحبِ طبعِ الہیہ شریفی



أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
 سنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔



ملفوظات

امام العارفين زبدة الصالحين غوث العالم محبوب يزداني
 مخدوم حضرت میرا وحید الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ

جامع ملفوظات

حضرت نظام امینی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت شمس بریلوی

نظر ثانی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

مدیر و ناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کرش بینک لیڈ پاکستان

تعلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی
 سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلال کھوجہ شریف انڈیا

لطائفِ اشرفی

حصہ اول

مدیر و ناشر نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

طابع مسیحیہ پریس پاکستان چوک کراچی

کاتب فضل سبحان

بار اول جون ۱۹۹۹ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت Rs [REDACTED]

کتاب ملنے کا پتہ انور ہاشم اشرفی انٹرپرائزز

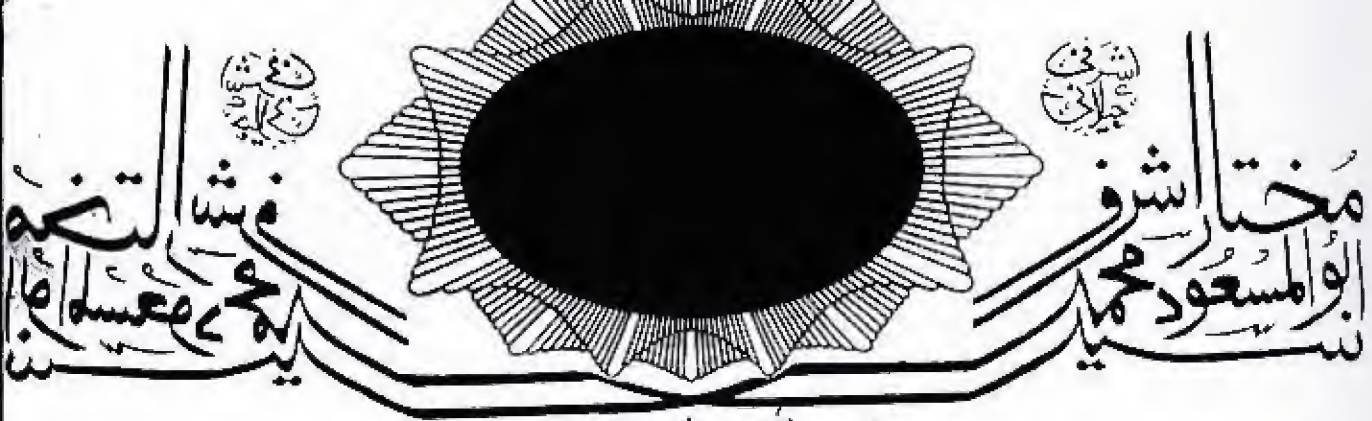
ڈی ۱۰۸ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا کراچی ۷۴۶۰۰ پاکستان

فون: [REDACTED]

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

[REDACTED]

[REDACTED]



بسم اللہ الرحمن الرحیم
محمد کا رخصی علی رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور غیر اہل سنت سلفہ اشرفیہ کیلئے خصوصاً

باعث مسرت ہے کہ مطالعہ اشرفی جس کے ترجمہ کامد توں سے بلا ذوق

انتظار کر رہے تھے ہذا کا شکر ہے کہ میں نے اسے پہنچا ہوا ہے۔ اشرفی

جس کو آستانہ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کیلئے سے پورا کتاب کا ترجمہ

کراہیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منتظر عام ہوا آگئی ہے

جو سب کیلئے ناگزیر ہے میرا دعا ہے کہ سوائی نقائی آنحضرت کا ہذا کتاب کو

قبول فرمائے اور فریادِ نیازت بنائے اور مقبول عام فرمائے جو لوگ

استفادہ حاصل کریں آنحضرت کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرفی سید سید
کبیر چھٹریہ قلعہ نہیں آباد



Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Jilani
SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
جامع اشرف

خاتون اشرفیہ سیدہ سیدہ کلان
دعوتِ بکرمہ اشرفیہ، ضلع فیض آباد (پنجاب)

JAM - E - ASHRAF

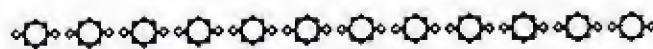
DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

محمّدہ و اعلیٰ علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

لغات اشرفیہ "تاریک السلطنت نموت العالم محبوب نذرانی مہذوم سلطان سید اشرف
جائیدہ سنائی قدس سرہ انورانی کے ملفوظات مبارکہ اور اپنے حالات و واقعات پر
مشغل ایک مستند و مثال لغت ہے جس کو کتب لغت میں ایک نمایاں اور
فصوص مقام حاصل ہے۔ انیسویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن لغت میں ایسی
مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر
صوفیاد کرام نے اپنی کتابوں میں لغات اشرفیہ کو بغور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکور
کو مہذوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا غلام الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ
نے کئی جات مبارکہ میں مرتب کر کے ایک بارگاہ میں منبأ ہے اس نے اس کے
مستند و محقق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ جب کہ کتاب مذکور کے
دیباچہ سے ظاہر ہے۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر
لوگ اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس سے ضرورت تھی کہ اس کا
اردو ترجمہ شائع کر دیا جائے تاکہ لغت کی اس گرانمایہ لغت سے عامہ مسلمین
بھی فائدہ حاصل کر سکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور و ادراک اور
روحانی جذبہ و کیف پیدا ہو۔

بڑی مدت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گزری قدر الحاج نذر اشرف باشم رضا
 صاحب اشرفی خلیفہ سرکار خلدوں نے انجام دیا اور اسکا اردو ترجمہ کروا کر نکالے گیا۔
 یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشقت کا سامنا کرنا پڑا ہے
 اس کا اندازہ کچھ دہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو۔
 ظاہر ہے ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بالکل مخطوط محفوظ ہے اور جس کے گئے چنے
 چند مخطوط و مطبوعہ نسخے لا تیر سروں کی قیمت پنے ہوئے ہیں اور اس کو ایک زبان سے
 دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق ترجمہ
 کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل ٹنگ و درازر چند پیہم ہوا اور اس کی اشاعت
 کے اخراجات کے بارگزر کو برداشت کرنا نہایت حوصلہ مندی کا کام ہے۔ جس پر
 موصوف کو ضعیف بارگبار پیش کی جائے کم ہے۔ لہذا موصوف کا یہ ثناء کا زمانہ انکے ایشاد و
 اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکے والدانہ عقیدت اور
 مشیہ غوث الثقلین اعلموت مودنا الحاج شیخہ علی حسین صاحب قیدہ رضہ اربعہ سہادہ نشین سرکار خلدوں
 سے محبت کا بین ثبوت ہے۔ موصوف کے عہد مانہ کردار و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ خود ہی نشین
 کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور محنت و تانی انکے درلیم فیضان خدمت سمنان جاری
 ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب میں خالقہ اشرف سرکار خلدوں سے کسی عظیم کام کی ابتدا
 ہوئی ہے تو انہوں نے بے لوث اور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامع اشرف ہے۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد خدمت المائے حضرت مودنا الحاج شیخہ محمد خضر اشرف صاحب قیدہ سہادہ نشین سرکار خلدوں
 سے ایسی والدانہ عقیدت ہے جو ایکے درمیں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب میں
 وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو انکیس فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس
 عظیم کارنامے پر بارگبار دہشتے ہوئے دعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور
 اس ترجمہ لطافت اشرف کو قبول عام بنائے (امین) فسطیحہ گو
 سید اللہ اشرف اشرفی بیدنی



فہرست

صفحہ نمبر	عناوین
۱۵-۶	پیش لفظ
۱۲-۱	دیباچہ
۱	(ابتدائیہ کتاب لطائف اشرفی)
۸	(تفصیل لطائف) حصہ اول
۹	فہرست حصہ دوم جو ہنوز زیر طبع ہے
۱۳	مقدمہ: علم اور کتب صوفیہ کے دیکھنے اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب
۱۷	حکایت اسرائیلی عابد
۱۷	تراب کا واقعہ
۲۱	ذکر بشارت مہمان اولیاء اللہ
۲۶	رسالہ مناقب و مراتب خلفائے راشدین
۳۳	شرائط استماع حکایات صوفیہ
۳۵	لطیفہ (۱) توحید اور اس کے مراتب
۳۵	توحید کی تعریف
۳۵	توحید ایمانی
۳۵	توحید علمی
۳۶	ایک بزرگ کا عجیب واقعہ
۳۸	توحید رسمی
۳۹	توحید عالی
۴۲	حولت مشاہدہ سے بہرہ ور کی نشانی

صفحہ نمبر	عناوین
۴۳	ایک آتش پرست کا ایمان لانا
۴۴	شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کا ایک اور واقعہ
۴۶	کمال جوگی کی بتی کی معرفت کا بیان
۵۰	توحید کے بارے میں حضرت قدوة الکبرا کا ارشاد
۵۳	لطیفہ (۲) دلی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام
//	نصوص قرآنی
۵۴	احادیث شریفہ
۵۶	ولایت عامہ
۵۷	ولایت خاصہ
//	ولی کون ہے
۵۸	پاس شریعت
//	اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرط ولایت ہے۔
۵۹	علم وراثت
۶۱	شیخ احمد جام کا نابینا کو بینا کرنا
//	شیخ محمد معشوق طوسی کا اپنی قبا بند کرنا
۶۳	حضرت قدوة الکبرا کا حضرت نور العین سے تعارف کروانا
۶۴	دوسرے شخص کو اپنی ولایت اور نعمت بخشنا
۶۵	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خرقہ
۶۷	حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت نظامی گنجوی کا عجیب معاملہ
۶۸	شیخ رذر بہان کا قبر میں قرآن پڑھنا
۶۹	مشائخ کا موت کے بعد تعارف
//	حضرت غوث الثقلین کا فرمان
۷۰	ادبیاء اور مسلمانوں کے لئے بشارت
۷۳	حضرت شیخ ابوالعباس کا ارشاد
۷۴	حضرت شیخ محمد کوثریؒ کا خطاب
۷۵	دلی کو دلی پہچانتا ہے

صفحہ نمبر	عناوین
۷۵	اولیائے مکہ
۷۶	ہدایت الاولیا اور نہایت الانبیاء
۷۸	امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ
۷۹	ترجمہ عبارت محضر
۸۰	بروایت اہل بیت امام مہدی کے اوصاف
۸۶	ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہیے۔
۸۷	رسالہ کشمیریہ میں ولی کے اوصاف
//	اتباع شریعت
۹۱	مشیت الہی پر اعتراض کی سزا
۹۳	شب قدر کی برکات سے مشرف ہونا
۹۴	حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین کیوں ہوا
۹۵	بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں کرتے
۹۶	لطیفہ (۳) معرفت عارف و متعرف و جاہل
۹۷	مطابق حالی جکایت
۹۹	شیخ منصور کی ناکامی
۱۰۱	عارف کی ہر فتوح کا عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔
۱۰۳	عطا فرمودہ معرفت واپس نہیں لی جاتی
۱۰۵	عارف کون ہے؟
۱۰۶	حضرت کا عزم حج
۱۰۷	ایک شب تراویح میں ختم قرآن
۱۰۹	از خود رفتہ کے افعال ظاہری
۱۱۳	عارف کے دل کا آئینہ
	لطیفہ (۴) صوفی و متصوف و ملاستی و فقیر
	ان کی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و امامان
	و ادناد و ابرار و ابدال و اخبار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح اور
	تعارف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں۔
	و اصلان حق

صفحہ نمبر	عناوین
۱۱۶	گروہ سالکان
۱۱۶	طالبان حق کے دو گروہ ہیں
۱۱۸	طالبان آخرت کے چار گروہ ہیں
//	زہاد
//	فقراء
۱۲۲	حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی کے توبہ کا بیان
۱۲۳	خدام
۱۲۹	عباد
//	صوفیہ متشبہ محق
//	صوفیہ متشبہ باطل
//	مجدوبان و اصل متشبہ محق
۱۳۰	مجدوبان و اصل متشبہ باطل
//	ملا متیہ متشبہ محق
۱۳۱	ملا متیہ متشبہ باطل
//	زہاد متشبہ محق
۱۳۲	زہاد متشبہ باطل
//	فقراء متشبہ محق
//	فقراء متشبہ باطل
//	خدام متشبہ محق
//	خدام متشبہ باطل
۱۳۳	عباد متشبہ محق
//	عباد متشبہ باطل
//	دایان عالم و محافظان ولایت بنی آدم
۱۳۴	قطب، قطب الاقطاب / غوث اعظم
۱۴۰	غوث پر نظام عالم قائم ہے
۱۴۲	حضرت غوث اعظم کا منصب غوثیت

صفحہ نمبر	عناوین
۱۴۶	حضرت قدوة الکبرا کو منصبِ غوثیت عطا ہونا
۱۴۷	غوثیت کے منصب سے پہلے حضرت کا منصب امامان تھا
۱۴۹	شیخ نور کا مرتبہ قطب پر فائز ہونا
۱۵۰	جسمِ غوث انتہائی لطیف ہوتا ہے
۱۵۱	امامان ، اذتاد
۱۵۲	ابدال
۱۵۳	بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں۔
۱۶۰	رجال الغیب کی رفتار کا بیان
۱۶۱	دارہ رجال الغیب
۱۶۲	اخیار ، ابرار ، نقبا
۱۶۳	نجبا ، مکتومان ، مفردان
۱۶۴	صوفی کون ہے
۱۷۱	لطیفہ (۵) : معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ
۱۷۲	معجزہ ، خارق عادات اور استدراج
۱۷۴	کرامت کا ثبوت حدیث شریف سے
۱۷۵	جرحِ راہب کا واقعہ
۱۷۷	حضرت امام قشیری کا ارشاد
۱۷۸	کتاب الہدیٰ کی صراحت
۱۸۱	امام قشیری کا ارشاد
۱۸۲	حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد
۱۸۶	لطیفہ (۶) : شیخ ہونے کی اہلیت ، اقتدار کی شرائط ، مرشد و مرید کے آداب
۱۸۷	مراد اور مرید کے معانی
۱۸۸	ساکب ابتر و مجذوب ابتر
۱۸۹	مرید میں استعداد کمال

صفحہ نمبر	عناوین
۱۹۰	شیخ مجدد الدین کی محرمی
۱۹۳	تربیت سالک کی مثال
۱۹۴	چند مشائخ کے توسط سے تکمیل سلوک
۱۹۸	شیخ ابوالغیث کی کرامت
۱۹۹	تربیت بتدریج کرنا چاہیے۔
۲۰۰	محبوب مطلق سے مراد سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
۲۰۱	شرائط و آداب بنسبت شیخ و مرید
۲۰۶	شیخوخیّت کی شرائط:
۲۰۷	شرط اول: سالک اس وقت تک مندر شاہد پر نہ بیٹھے جب تک اسکی اجازت شیخ سے نہ ملے
۲۰۷	حضرت شیخ علاؤ الدین گنج نبات کا ارشاد
۲۰۸	شرط دوم: "نسبت مع الحق" نسبت حضوری دل میں متوار ہو گئی ہو
۲۰۸	حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا ارشاد
۲۰۹	تحقیق اور تقلید کا فرق
۲۱۰	شرط سوم: مرید کا بے کار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے
۲۱۰	حضرت قدوة الکبرا کا عتاب
۲۱۱	شرط چہارم: مرید کی حرکات و انفعاس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے
۲۱۲	حضرت قدوة الکبرا مریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے
۲۱۴	شرط پنجم: مرید کے سامنے تنزیہ و تقدیس کی سبک زیادہ کامل صورت میں پیش ہو
۲۱۴	شرط ششم: مرید کو اسکی اجازت نہ ملے کہ دوسرے پر یا اُس کے مرید کے پاس بیٹھے
۲۱۷	شرط ہفتم: ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے بلے میں یقین دلائے
۲۱۸	شرط ہشتم: اپنے سے قوی ہم عصر شیخ کی صحبت اختیار کرے
۲۲۰	حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول
۲۲۴	شرط نہم: شیخ کے لئے ضروری ہے کہ اس راہ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو
۲۲۵	شرط دہم: شیخ کو لازم ہے کہ یک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کے
۲۲۶	حضرت قدوة الکبرا کا معمول
۲۲۶	دوسرے مشائخ کرام کا دستور

صفحہ نمبر

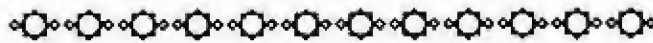
عنادین

- ۲۲۶ مرید اور مستر بشد کی شرائط
- // شرط اول: مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے
- ۲۲۷ شرط دوم: اپنے پیروں سے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے
- ۲۲۸ حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ
- ۲۳۰ شرط سوم: شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو
- ۲۳۳ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا ارشاد
- ۲۳۴ شرط چہارم: ہر معاملہ اور ہر بات میں شیخ کی اقتدار نہ کرے جب تک شیخ اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے
- ۲۳۵ مہستدی مرید ایک بیمار کی طرح ہے۔
- // شرط پنجم: شیخ کے کلام و حکم کے ظاہر معنی پر بٹھرا رہے اور سرگزا کی تاویل نہ کرے
- ۲۳۶ شرط ششم: شیخ کے اشارات اور احکام ظاہری کو بجالائے اور تعمیل میں جلدی کرے
- ۲۳۹ شرط ہفتم: خود کو سب سے کم تر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے، نہ کسی کا اپنے اوپر حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو
- ۲۴۱ شرط ہشتم: کسی امر میں خیانت نہ کرے اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے
- ۲۴۲ حضرت قدوۃ الکبر نے خرقہ ریشخ فقیر کو دے دیا۔
- // شرط نہم: مرید کو درد جہاں سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے۔
- ۲۴۳ حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ
- ۲۴۴ شرط دہم: ہر اس شخص کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر رکھا ہو
- ۲۴۶ مرید حتی الوسع شیخ کی خدمت بجالائے
- // حضرت شیخ سیف الدین باخرزی نے کس طرح شیخ کی خدمت کی
- ۲۴۷ شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے مردمی ہے۔
- ۲۵۳ آداب الشیوخ
- // پہلا ادب: شیخ مرید کی استعداد کو دیکھے
- ۲۶۰ دوسرا ادب: مرید کے مال کی لالچ نہ کرے
- ۲۶۱ تیسرا ادب: شیخ صاحب ایثار ہو۔
- ۲۶۲ چوتھا ادب: شیخ کا فعل قول کے موافق ہو۔

صفحہ نمبر

عناوین

۲۶۵	پانچواں ادب : کمزور ارکم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیئے۔
۲۶۶	چھٹا ادب : کلام کی صفائی
۲۶۸	ساتواں ادب : بات کا بطور کنایہ کہنا
۲۷۳	آٹھواں ادب : نفلوں کا بڑھا دینا
۲۷۵	نواں ادب : مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے
۲۸۰	دسواں ادب : مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے
۲۸۴	آداب مریدین :
//	پہلا ادب : مرید ٹھان لے کہ کشود کار پیر کی صحبت و خدمت میں ہے
۲۸۵	دوسرا ادب : پیر کے تعارف کو مان لینا ہے
۲۸۷	تیسرا ادب : اختیار کو مٹا دینا ہے
۲۸۸	چوتھا ادب : پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے
۲۸۹	پانچواں ادب : پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا کشف و قیام میں
۲۹۱	چھٹا ادب : آواز کا پست کرنا پیر کی صحبت میں
۲۹۲	ساتواں ادب : گفتگو کے اوقات کا جاننا
۲۹۳	آٹھواں ادب : بھیدوں کو چھپانا
۲۹۸	نواں ادب : پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا
۳۰۱	دسواں ادب : جو کچھ پیر سے نقل کرے وہ سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو
۳۰۵	لطیفہ (۷) اصطلاحات تصوف
//	اصطلاحات تصوف کی اہمیت
۳۰۶	شرف الف
۳۱۲	شرف ب
۳۱۴	شرف ت
۳۱۶	شرف ث
۳۱۷	شرف ج



صفحه	عناوین
۳۱۹	شرف ح
۳۲۲	شرف خ
۳۲۵	شرف د
//	شرف ذ
۳۲۶	شرف ر
۳۲۹	شرف ز
//	شرف س
۳۳۲	شرف ش
۳۳۳	شرف ص
۳۳۴	شرف ط
۳۳۵	شرف ظ
۳۳۶	شرف ع
۳۳۹	شرف غ
۳۴۰	شرف ف
۳۴۲	شرف ق
۳۴۴	شرف ک
۳۴۶	شرف ل
۳۴۷	شرف م
۳۵۷	شرف ن
۳۶۰	شرف و
۳۶۳	شرف ه
۳۶۴	شرف ی

لطیفه (۸) : حقیقت معرفت راه سلوک و سلسله تربیت درجه خاص و

حجب ظلماتی و نورانی و انواع تجلیات و تلبیس ابلیس :

۳۶۵

۳۶۸

۳۷۹

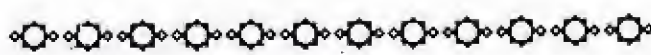
مثنوی از بهار نیکو اشرف

شیخ ابراهیم مجذوب کا حال

صفحہ نمبر	معارفین
۳۷۷	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی
۳۷۸	حکایت بردایت جعفر علیہ السلام
۳۸۳	سائیک کو ان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے
۳۸۴	نور مطلق کیسا ہے
۳۸۷	نور حق کا انعکاس
۳۸۸	ذکر انوار حبیبی
۳۹۲	رومیوں اور زنیگوں کی جنگ
۳۹۸	لطیفہ (۹): شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری و ساری ہے ہیں
۳۹۹	و فضیلت ذکر علی برحق
//	شرائط ذکر
//	شرط اول: مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیئے۔
۴۰۰	شرط دوم: اس میں دردِ طلب ہو
//	شرط سوم: خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو
//	شرط چہارم: ذکر کو مستقل اپنائے اور تمام گناہوں سے باز رہے۔
//	آداب ذکر
//	پہلا ادب: ذکر کرنے وقت پورا وضو کرے
//	دوسرا ادب: کپڑے پاک پہنے
۴۰۱	تیسرا ادب: ایسا گھرا انتخاب کرے جو خالی ہو پاک و صاف ہو۔
//	چوتھا ادب: قبلہ رو ہو کر بیٹھے
۴۰۲	طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی
۴۰۳	ذکر کے اطوار و انداز
۴۰۵	تلقین ذکر کی مثال
۴۰۶	شکوہ مشاہدہ
۴۰۷	ذکر کے اقسام
۴۰۸	ذکر کلمہ نقی و اثبات
۴۱۱	کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی

صفحہ نمبر	عناوین
۴۱۴	خصائص ذکر
۴۱۵	اذکار جہیریہ
۴۲۳	مشائخ چشت اور ذکر جہر
۴۲۶	مقام قاب قوسین
۴۲۷	قرآن کریم کے بعض احکام متعلقہ وقت پر مبنی ہیں
۴۳۰	ذکر خفی سے کیا مراد ہے
۴۳۱	مد ذکر کی تفصیل
۴۳۲	ربط قلب
۴۳۷	طریق ذکر مشرب شطاریہ
۴۳۹	ذکر قلندریہ
۴۴۰	مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے
۴۴۳	تکبیر عاشقان
//	ذکر مشرب وجہ خاص
۴۴۶	پہلا طریقہ
۴۴۸	دوسرا طریقہ - تیسرا طریقہ
۴۵۲	حضرات نقشبندیہ کے مسلک کے اہم اصول
۴۵۴	اذکار حضرت
۴۵۵	طریقہ ارشاد و تربیت مشائخ چشتیہ
۴۵۷	لطیفہ (۱۰): تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط
//	کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے
۴۶۲	مراقبہ
۴۶۴	مراقبہ
۴۶۵	مراقبہ افعال و اوصاف
۴۶۶	مراقبہ صمدیت
//	مراقبہ عینیہ
۴۶۷	مراقبہ

صفحہ نمبر	عناوین
۴۶۷	مراقبہ
۴۶۸	مراقبہ
۴۶۹	مراقبہ
۴۷۰	مراقب منطلق و منظور
۴۷۲	لطیفہ (۱۱) مشاہدہ و وصول دروایت صوفیہ و مومنان و یقین
۴۷۸	روایت کے اقسام و انواع
۴۷۹	وصول کیا ہے
۴۸۰	مومنوں کی روایت
۴۸۷	لطیفہ (۱۲) : صوف و خرقة وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض و طاہر کا تذکرہ
۴۹۱	شرائط بیعت
۴۹۳	مقراض کی ابتداء کا ذکر
۴۹۵	عطائے کلاہ و خسرۃ
۴۹۹	بچپن میں مرید کرنا
۵۰۰	بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے
۵۰۲	عورتوں کی بیعت کا معاملہ
۵۰۶	مرید حقیقت میں مراد ہے
۵۰۷	مرید کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں۔
۵۰۷	خرقة پہنانا
۵۰۹	صوف
۵۱۰	جامہ غیر معین
۵۱۱	خرقة ملمعہ
۵۱۱	خرقة مرقعہ
۵۱۳	خرقة کبود
۵۱۳	خرقة سیاہ
۵۱۴	خرقة سفید

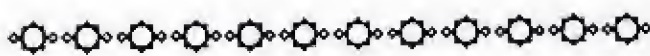


صفحہ نمبر	عناوین
۵۱۵	خرقہ ہزار مینہ
۵۱۶	کلاہ
//	کلاہ چہار ترک
۵۱۷	خرقہ (اقسام)
//	خرقہ ارادت
۵۱۸	خرقہ محبت
//	خرقہ تبرک
//	خرقہ صحبت
۵۱۹	خرقہ حقیقی
۵۲۲	لطیفہ (۱۳): حلق و قصر
۵۲۴	لطیفہ (۱۴): مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں۔
۵۲۵	حضرت حسن بصری
۵۲۸	خانوادہ زیدیاں
۵۲۹	خانوادہ عیاضیاں
۵۳۰	خانوادہ ادہمیاں
۵۳۳	خانوادہ ہبیریاں
//	خانوادہ چشتیاں
۵۳۵	خانوادہ جیبیاں
۵۳۷	خانوادہ یلفوریاں
۵۳۹	خانوادہ کرخیاں
۵۴۰	خانوادہ سقطیاں
۵۴۱	خانوادہ جنیدیاں
۵۴۲	خانوادہ گاذرو نیاں
۵۴۳	خانوادہ فردسیاں
۵۴۴	خانوادہ طوسیاں

صفحہ نمبر	عناوین
۵۴۴	خانوادہ سہروردیاں
۵۴۵	خانوادہ ادیسیاں
۵۴۷	لطیفہ (۱۵) سلسلہ حضرت قدوة الکبرا
۵۴۸	شجرہ اول : سلسلہ مشائخ دودمان چشت و خاندان بہشت
//	حضرت شیخ انجی سراج الدین
۵۵۰	حضرت مولانا شہاب الدین
۵۵۱	حضرت مولانا برہان الدین غریب
۵۵۲	حضرت مولانا علاء الملتہ والدین زنبیلی
۵۵۳	حضرت مولانا وجہ الدین یوسف کلاہری
۵۵۴	حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ
//	حضرت قاضی القضاۃ قاضی محی الدین کاشانی
۵۵۵	حضرت مولانا وجہ الدین
۵۵۶	حضرت مولانا فخر الملتہ والدین
//	حضرت مولانا فیض الدین
//	حضرت امیر خسرو دہلوی
۵۵۷	حضرت امیر حسن
//	حضرت مولانا بہار الملتہ والدین ادھی اودھی
//	حضرت شیخ مبارک گوپاموی
۵۵۸	حضرت خواجہ موید الدین کترہ
//	حضرت شیخ قطب الملتہ والدین
۵۵۹	حضرت شیخ قطب الدین منور
۵۶۰	حضرت قدوة الانام مولانا فخر الدین زراوی
۵۶۱	حضرت شیخ تاج الملتہ والدین
۵۶۲	حضرت مولانا فیاض الدین برنی
۵۶۳	حضرت خواجہ موید الدین انفاری
//	حضرت خواجہ شمس الدین

صفحہ نمبر	عناوین
۵۶۴	مولانا نظام الدین
„	خواجہ سالار سنین
۵۶۵	حضرت مولانا فخر الدین حسرتی
„	حضرت مولانا شہاب الدین کنتوری
„	حضرت سید محمد کرمانی
۵۶۶	حضرت جمشید قلندر
„	حضرت شیخ حیدر
„	خادم سلطان المشائخ بابا اقبال
۵۶۷	حضرت شیخ لطیف الدین
„	حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی
„	حضرت ملک زادہ مسعود بک
„	حضرت ملک بہاؤ الدین کرد
۵۶۸	حضرت سید محمد گیسو دراز
۵۶۹	حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی
„	حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر
„	حضرت مولانا داؤد
„	حضرت مولانا تقی الدین
۵۷۰	حضرت خواجہ قطب الدین بہتیار راشی قطب دہلی
„	قاضی حمید الدین ناگوری
„	مولانا فخر الملت والدین حلوئی
„	مولانا برہان الدین
„	شیخ بدر الدین غزنوی
۵۷۱	حضرت خواجہ مورد چشتی
„	خواجہ ابویوسف چشتی، خواجہ ابو محمد چشتی، خواجہ ابوالاحمد چشتی
۵۷۳	شجرۂ دوم: سلسلہ قادریہ غوثیہ
„	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

صفحہ نمبر	عناوین
۵۷۵	شیخ محی الدین ابن عربی
۵۷۷	شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونیوی
//	شیخ مویذ الدین جندی
۵۷۸	شیخ سعید الدین فرغانی
//	شیخ ابو محمد عبدالرحمان الطوقنجی
۵۷۹	ذکر اصحاب غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
//	شیخ ابو عمر حریفینی
۵۸۰	شیخ بقا بن بطور
//	شیخ قضیب البان الموصلی
//	شیخ ابن القائد
//	شیخ ابوالسعود بن الشبل
//	شیخ ابو مدین المفربی
//	شیخ ابوالعباس بن العریف الاندلسی
۵۸۱	شیخ ابوالربیع الکفیف
//	شیخ ابن الفارض
۵۸۲	حضرت شیخ حماد دباس
۵۸۳	شجرہ سوم : سلسلہ کبیریہ
//	ذکر خلفائے شیخ نجم الدین کبریٰ
//	شیخ سعد الدین حموی
۵۸۴	شیخ مجد الدین بغدادی
//	شیخ سیف الدین باخرزی
//	سلسلہ فردوسیہ
//	شیخ نجم الدین فردوسی، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری
۵۸۶	شیخ جمال الدین گیلی
//	شیخ بابا کمال خجندی
۵۸۷	شیخ نجم الدین رازی



سلسلہ نمبر	عناوین
۵۸۸	شیخ رضی الدین علی لا لا
//	حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی
۵۸۹	شیخ ابوالبرکات تقی الدین
//	امیر سید علی ہمدانی
//	شجرہ چہارم : سلسلہ سہروردیہ
//	حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی
//	شیخ عین القضاۃ ہمدانی
//	شیخ امام احمد غزالی
۵۹۰	حضرت شیخ امام محمد غزالی
۵۹۱	شیخ ابوبکر طوسی نساج
//	شیخ ابوالقاسم گرگانی
//	شیخ ابوعثمان بن سعید
//	شیخ ابوعلی الکاتب المصری
//	حضرت شیخ ابوعلی رودباری
۵۹۲	سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی
۵۹۳	شیخ عمر بن عثمان مکی
//	شیخ یعقوب نہرجوری
//	شیخ ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی
۵۹۴	مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی
۵۹۵	شیخ بہاؤ الدین ولد
۵۹۶	سید برہان الدین محقق ترمذی
//	حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی
//	شیخ نجیب الدین علی بن بزغش
۵۹۷	شیخ ظہیر الدین عبدالرحمان
//	شیخ محمد یمنی
//	حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی

صفحہ نمبر

خانہ نمبر

۵۹۸	شیخ رکن الدین ابوالفتح
//	شجرہ پنجم: سلسلہ نقشبندیہ
//	شیخ ابوعلی فارمدی
//	خواجہ یوسف ہمدانی
۵۹۹	خواجہ عبدالخالق عجمدوانی
//	حضرت خواجہ علی رامینی
۶۰۰	حضرت خواجہ بابا سہاسی
//	سید امیر کلال
//	بابا قثم شیخ
//	شیخ ضلیل اتا
۶۰۱	خواجہ بہاؤ الدین نقشبند
//	شجرہ ششم: سلسلہ یسویہ
//	حضرت سلطان احمد یسوی
۶۰۲	شجرہ ہفتم: سلسلہ توریہ
//	شجرہ ہشتم: سلسلہ خضرویہ
//	شیخ احمد خضرویہ
۶۰۵	حاتم بن عفوان الاصم
//	شیخ ابو تراب نخشبی
//	شاہ شجاع کرمانی
//	شیخ ابو عثمان حیری
۶۰۶	شیخ حمدون قصار
//	شیخ طاہر مقدسی
//	شجرہ نہم: سلسلہ شطاریہ
۶۰۷	شجرہ دہم: سلسلہ سادات حسنیہ و حسینیہ
۶۰۸	سلسلہ سادات بخاری
۶۱۰	حضرت مخدوم جہانیاں کے خلفاء

صفحہ نمبر	عناوین
۶۱۲	شجرہ یازدہم : سلسلہ سادات زاہدیہ
//	حضرت شیخ ابوالحسین با زیارہروی
//	شیخ ابو محمد رویم
//	شیخ عبداللہ خفیف شیرازی
۶۱۳	شجرہ دوازدهم : سلسلہ احمدیہ
//	شیخ احمد النامقی البجائی
۶۱۴	حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر
۶۱۵	شیخ ابوالفضل سرخسی
۶۱۶	شیخ ابونصر سراج
//	شیخ عبداللہ بن محمد العروف بامرتعش
//	شجرہ سیزدهم : سلسلہ انصاریہ
//	خواجہ عبداللہ انصاری
۶۱۷	شیخ ابوالحسن خرقانی
//	شیخ ابوالعباس قصاب آملی
//	حسین بن منصور حلاج
۶۱۸	شیخ ابو محمد جریری
//	شجرہ چہاردهم : ان مشائخ کا تذکرہ جن کا سلسلہ
//	حضرت جنید بغدادی تک پہنچا ہے
//	شیخ ابو حمزہ خراسانی
//	شیخ ابوالخیر تنیاتی
۶۱۹	شیخ حمزہ عبداللہ حسینی
//	حضرت منشاد النوری
//	حضرت بابک جلاذ
//	حضرت سمعون بن حمزہ بن المجیب الکذاب
//	حضرت ابواحمد قلاسی
//	حضرت علی بن بندار بن الحسین صوفی

صفحہ نمبر	عناوین
۶۱۹	حضرت سہیل بن عبد اللہ تتری
//	حضرت ابو طالب مکی
۶۲۰	حضرت ابوبکر الکسائی الدینوری
//	حضرت ابو یعقوب الاقطع
//	حضرت محفوظ بن محمود
//	شیخ ابراہیم الخواص
//	شیخ ابوالعباس بن عطا
//	شیخ ابوالعباس احمد بن یحیی شیرازی
//	شیخ ابوالحسن بن محمد الجمال
//	شیخ ابوبکر داسطی
//	حضرت ابوبکر الکتانی
۶۲۱	شیخ شبلی قدس سرہ
//	شیخ ابوبکر مصری
//	شیخ جعفر نصیر الغلدی
//	شیخ ابوالحسن بصری
//	شیخ جعفر الخزاز
//	شیخ ابوطالب خورج بن علی
//	شیخ ابوالقاسم القصری
//	شیخ عبد اللہ بلیانی
//	شیخ عبد الرحمن سلمی نیشاپوری
۶۲۲	شیخ ابوالقاسم القشیری
//	ذکر خلفائے حضرت قدوة الکبرا
//	شیخ کبیر العباسی
۶۲۵	حضرت شیخ محمد
۶۲۶	حضرت شمس الدین بن نظام الدین صدیقی ادرہی
۶۲۷	حضرت سید عثمان

صفحہ نمبر	عناوین
۶۲۷	حضرت سلیمان محدث
//	شیخ معروف
۶۲۸	شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز
//	شیخ اہیل الدین جسترہ باز
۶۲۹	شیخ جمیل الدین
//	حضرت قاضی محبت
//	شیخ عارف مکرانی
//	شیخ ابوالکلام ہروی
۶۳۰	شیخ صفی الدین ردولوی
۶۳۱	شیخ سماء الدین ردولوی
۶۳۲	شیخ خیر الدین سدھوری
۶۳۳	قاضی محمد سدھوری
۶۳۴	قاضی ابو محمد سدھوری
//	حضرت ابوالمنظف محمد لکھنوی
۶۳۵	مولانا غلام محمد جالسی
۶۳۶	شیخ کمال جالسی
۶۳۷	حضرت سید عبدالوہاب
//	شیخ راجا
۶۳۸	حضرت جمشید بیگ
۶۳۹	حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی
//	شیخ حاجی فخر الدین
//	حضرت داؤد
۶۴۰	حضرت قاضی رکن الدین
//	شیخ نور الدین
۶۴۱	حضرت شیخ الاسلام (احمد آباد، گجرات)
//	حضرت شیخ مبارک

صفحہ نمبر

عناوین

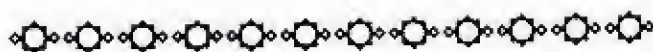
- ۶۴۱ حضرت شیخ حسین
- // شیخ صفی الدین، مسند عالی صیف خان
- ۶۴۲ شیخ محمد کنٹوری
- ۶۴۳ حضرت شیخ عبداللہ صدیقی بناری
- ۶۴۴ لطیفہ (۱۶): شاخ کرام کے کلمات شطیحات کے معانی
اور اس جیسے کلام کی تشریح
- شطح: سلطان العارفین بایزید بسطامی
- ۶۵۰ ”سبحانی ما اعظم شانی“
- شطح: حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول
- يَكُونُ النَّاسُ تَحْتَ لَوَاءِ مُحَمَّدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمُحَمَّدٌ يَكُونُ
تَحْتَ لَوَائِنَا وَقَوْلُهُ لَوَائِي اعْظَمُ مِنْ لَوَاءِ مُحَمَّدٍ۔
- ۶۵۱ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول
- ”اَنَا اَقْلُ مِنْ رَبِّي بِسَلْتَيْنِ“
- ۶۵۳ شطح: شیخ ابوالحسن بن منصور صلاح کا قول: ”أَنَا الْحَقُّ“
- ۶۵۹ شطح: شیخ ابوسعید الہیسی: ”لَيْسَ فِي جَبْتِي سِوَى اللَّهِ“
- ۶۶۰ شطح: شیخ مظفر قرنی: ”الْفَقِيرُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى اللَّهِ“
- ۶۶۲ شطح: ”إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ“
- // شطح: مَا فِي الْجَنَّةِ أَحَدٌ سِوَى اللَّهِ“
- // حضرت معروف کرخی: لَيْسَ فِي الْوُجُودِ سِوَى اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ“
- شطح: شیخ ابوالعباس قصاب: لَيْسَ فِي الدَّارَيْنِ إِلَّا رَبِّي وَإِنَّ الْمَوْجُودَاتِ
كُلَّهَا مَعْدُومَةٌ إِلَّا وَجُودَهُ“
- ۶۶۳ شطح: ابوبکر وراق: ”لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّهِ فَرْقٌ فِي الطَّلَبِ فَإِنْ طَلَبْتِ
وَطَلَبَهُ مَقَارِنَاتُ الْإِنِّانِ تَقْدِمْتُ بِالْمُجَاهِدَةِ عَلَى وَجُودِ
الْعَشْقِ إِلَّا لِهَيْتَةٍ مِنْ غَيْرِ طَلَبٍ مِنْي“
- شطح: سلطان العارفین (بایزید بسطامی) توبۃ الناس من ذنوبهم و
- // توبتی من قول لا اله الا الله محمدا رسول الله“

صغیر نمبر

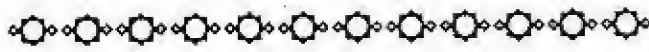
عناوین

- ۶۶۶ شط: شیخ حسین ابن منصور صلاح: "لا فوق بینی و بین ربی الا صفتان صفتہ الذاتیة و صفة القائمة قیامنا به و ذاتنا منه"
- // ایضاً: "الزاهد هو الفقیر و الفقیر هو الصوفی و الصوفی هو الله"
- ۶۶۷ شط: العبودیة بغير المربوبیة نقصان و زوال و الربوبیة بغير العبودیة محال
- // شط: حضرت بانیرید بسطامی: "البشریة ضد الربوبیة احتجب بالبشریة فاتته الربوبیة"
- ۶۶۸ شط: حضرت قدوة الکبرا: "الناس کلهم عبید لعبدی"
- شط: حضرت اشرف جهانگیر سمنانی کا ایک شعر ہے
- // ہمای ہستم چون برزند بال
برد عنقائی وحدت را بچنگال
- ۶۶۹ شط: حضرت اشرف جهانگیر سمنانی: انا الله لا اله غیری
- سط: ابو علی قلندر پانی پتی سے
- ۶۷۱ "والله که آرزوی خدایم محقر است"
- ۶۷۲ لطیفہ (۱۷): آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور و جین سائی
- // دیدار مشائخ کے فوائد
- ۶۷۳ ارادت کیا ہے؟
- ۶۷۴ شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے
- ۶۷۵ آداب لباس
- ۶۸۰ فتوح کا قبول کرنا
- ۶۸۳ زیارت قبور
- ۶۸۵ اکابر کے مزارت پر پیشانی رکھنا
- ۶۸۷ زیارت قبور
- ۶۹۰ لطیفہ (۱۸) معانی زلف و خال و امثال آن
- ۶۹۱ الف:
- // ب:
- ۶۹۲ ت:

صفحہ نمبر	عناوین
۶۹۳	ج، ح، خ، د
۶۹۴	ر
۶۹۵	ز
۶۹۶	س، ش، ع، ف
۶۹۷	ق، ک، گ، ل
۶۹۸	م
۶۹۹	ن
۷۰۱	و، ۷
۷۰۳	ی
۷۰۶	لطیفہ (۱۹) : در بیان معانی آیات متفرقہ جو مجملات مقصوفہ کے متعلق فضلا سے صادر ہوئے۔
۷۱۱	فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گرہوتا ہے تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ چروٹی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔
۷۱۱	پہلی منزل مرتبہ حی
//	دوسری منزل : منزل علم
//	تیسری منزل ارادت
۷۱۲	چوتھی منزل قدرت
//	پانچویں منزل : منزل سمعی
//	چھٹی منزل بصیری
//	ساتویں منزل کلامی
//	آٹھویں منزل عالم ارواح یا عالم ملکوت
۷۲۳	لطیفہ (۲۰) : سماع و استماع مزامیر یہ لطیفہ ایک مقدمہ تین نعمات اور خاتمہ پر مشتمل ہے
۷۲۵	مقدمہ نعمۂ اول : اباحت سماع کے دلائل آیات و احادیث اور اصحاب اجتہاد کے اقوال اور باب ارشاد کے افعال کی روشنی میں



صفحہ نمبر	عناوین
۷۳۰	سماع کے جوازیں آیات قرآنی اباحتِ سماع میں احادیث نبویؐ
۷۳۴	نغمہ دوم: مشائخ و صوفیہ متقدمین و اکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں
۷۴۰	غزل: فرمودہ حضرت اشرف جہانگیر
۷۴۰	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے سماع میں
۷۴۰	شعر سن کر جان دے دی
۷۵۵	قول حضرت علی
۷۵۹	نغمہ سوم: آداب و کیفیتِ سماع و کیفیتِ درخصتِ مزامیر
۷۶۹	خاتمہ
۷۷۰	استماعِ مزامیر



صفحہ نمبر	عناوین
۶۹۳	ج، ح، خ، د
۶۹۴	ر
۶۹۵	ز
۶۹۶	س، ش، ع، ف
۶۹۷	ق، ک، گ، ل
۶۹۸	م
۶۹۹	ن
۷۰۱	و، ۵
۷۰۳	ی
۷۰۶	لطیفہ (۱۹) : در بیان معانی ابیات متفرقہ جو محملات متصوفہ کے متعلق فضلا سے صادر ہوئے۔
۷۱۱	فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جہرتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔
۷۱۱	پہلی منزل مرتبہ ہی
//	دوسری منزل : منزل علم
//	تیسری منزل ارادت
۷۱۲	چوتھی منزل قدرت
//	پانچویں منزل : منزل سمعی
//	چھٹی منزل بصیری
//	ساتویں منزل : کلامی
//	آٹھویں منزل : عالم ارواح یا عالم ملکوت
۷۲۳	یہ لطیفہ (۲۰) : سماع و استماع مزامیر مقدمہ
۷۲۵	نغمہ اول : اہانت سماع کے دلائل آیات و احادیث اور اصحاب اجتہاد کے اقوال اور باب ارشاد کے افضال کی روشنی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

فَعَمَدٌ دُرٌّ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَاجِزٌ عَنْ شُکْرِ لَکَ

پیش لفظ

تمہید اللہ تبارک و تعالیٰ جس کام کی تکمیل چاہتا ہے اس کے لئے پردہ غیب سے وسائل بھی مہیا فرمادیتا ہے۔ انسان کے دہم دگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ کام اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا مثلاً ایزدی اور رضائے الہی سے بظاہر ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو اس کے قبضہ قدرت میں نہیں۔

زیر نظر کتاب ”لطائف اشرفی“ کے اردو ترجمہ کی اشاعت و طباعت بھی اس ذات رحیم و کریم کے لطف و کرم کے بغیر ممکن نہ تھی کاتب تقدیر نے اس عظیم اور رفیع کام کی تکمیل کی سعادت اس عاجز کے نام لکھ رکھی تھی۔ الحمد للہ! یہ
 این سعادت بر در بازو نیست
 تمانہ بخشد خدائے بخشندہ

لطائف اشرفی سے اس عاجز کو جو قلبی، روحانی اور فکری ارتباط ہے وہی اس ترجمہ کا اصل محرک ہے لیکن اس ربط و ضبط کا پس منظر بیان کئے بغیر بات واضح نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ:
فیضان اشرف | اس عاجز (شیخ اشتم رضا اشرفی) نے اپنے خاندانی بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس عاجز (پس منظر) کے نانا صاحب قبلہ شیخ عبدالعزیز اشرفی بیعت ہونے کے ارادے سے مولانا آسی غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر یہ علم ہوا کہ مولانا کا وصال ہو چکا ہے۔ بڑے مایوس ہوئے۔ فضیل واپس آئے مگر روپا میں مولانا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مولانا نے فرمایا کہ آپ کا حصہ سلسلہ اشرفیہ کے معروف بزرگ اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں مجاہد نشین کچھوچھ شریف خاتقاہ حنیہ کے پاس ہے وہیں نمٹ آزمائی کیجئے چنانچہ انہیں اعلیٰ حضرت سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی، اس حوالے سے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ہمارے دیار میں تشریف فرما ہوئے، اس وقت نہ صرف اس احقر کے تمام افراد خاندان نے بیعت کی سعادت حاصل کی بلکہ گاؤں کے دوسرے لوگوں کو بھی حضرت کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل ہوا۔

احقر کی ولادت کا واقعہ

اس احقر کے نانا حضور کی اٹھارہ انیس اولادوں میں سے صرف ایک بیٹی ہی جیات رہیں جو اس احقر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ والدہ کے ہاں بھی جو اولاد ہوتی تھی وہ یا تو مردہ ہی پیدا ہوتی یا پھر پیدا ہوتے ہی مرجاتی تھی۔ نانا حضور نے خدمتِ شیخ سے انتہائی ادب و احترام اور عجز و انکساری کے ساتھ عرض کی کہ یا حضور! کیا آپ کے اس خادم کی نسل اس ایک بیٹی سے بھی نہیں چلے گی؟ حضور کا درجائے رحمت جوش میں آیا اور اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہوا: غم نہ کرو، اس بار انشاء اللہ بیٹا ہوگا، اس کا نام ”نذیر اشرف“ رکھنا۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جس کسی کو بھی اولاد کی دعا دی اس کے ہاں اولادِ زینہ ہی پیدا ہوئی۔

عجیب واقعہ

حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ جب اس عاجز کی ولادت ہوئی تو یہ بھی مردہ حالت میں پیدا ہوا تھا، ولادت ۵ رمضان ۱۳۸۸ھ کو ہوئی۔ اس عاجز کے مردہ پیدا ہونے پر گھر میں کھلم کھچ گیا اس موقع پر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ اور ان کے پیرومرشد نے متمثل ہو کر فرمایا کہ روتے کیوں ہو، بچہ تو زندہ سلامت ہے۔ ادھر اسی وقت دروازے پر کسی فقیر نے صدادی، نانا مرحوم باہر گئے، دیکھا تو ایک درویش دروازے پر کھڑے تھے جو ابھی نا آشنا تھے انہوں نے کہا کہ بچے کو میرے پاس لاؤ، جب اس عاجز کو ان درویش کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے مجھے ہاتھ میں لے لیا، ان کے ہاتھوں میں جاتے ہی اس عاجز نے رونا شروع کر دیا یہ رونا سارے گھر کے لئے خوشی کی ایک لہر بن گیا، وہ گھر جو ماتم کدہ بنا ہوا تھا وہاں سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ مبارک سلامت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ کون تھے یہ اللہ کو معلوم ہے۔ اس درویش نے جب اس عاجز کو واپس کیا اور اسے اندر لے جایا گیا تو فوراً ہی لوگوں نے باہر جا کر درویش کو تلاش کیا مگر وہ غائب ہو چکے تھے۔

کچھ چھ شریف

بچپن میں یہ عاجز مہینوں کچھ چھ شریف میں رہا کرتا تھا، چنانچہ بچپن ہی سے اس روح پرور اور ایمان افروز ماحول سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، اس عاجز کی عمر ابھی سات آٹھ سال کی تھی کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ کا وصال ہو گیا ان کے وصال کے چند سال بعد نانا، نانی اور والدہ محترمہ بھی رحمتِ حق سے جا ملیں، چنانچہ اس کے بعد میرا کچھ چھ شریف جانے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جوانی کا دور

لکھنؤ یونیورسٹی میں داخل ہو کر بچپن کا یہ عقیدت مندانہ رویہ فراموش ہو گیا، نماز، روزہ کی پابندی نہ رہی۔ ۱۹۵۰ء میں ایم کام کر کے ڈھاکہ چلا گیا اور مسلم کمرشل بینک میں ملازمت اختیار کر لی، ۱۹۶۲ء تک سوائے بینکنگ کے اور کوئی کام نہ تھا۔ مذہب سے کوئی تعلق نہ عبادت سے کوئی واسطہ تھا، بس دنیاوی کاموں ہی میں مصروف رہنے لگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب احقر مسلم کمرشل بینک ڈھاکہ کی رہنمائی کا منبج تھا کہ اچانک ایک روز ایک درویش جمعے کی شب کو مجھے

بغدادی شاہ کے مزار پر لے گئے اور وہاں مجھے فاطمہ پڑھنے کا حکم دیا۔ فاطمہ پڑھنے کے دوران غنودگی طاری ہو گئی اور اسی عالم میں صاحب مزار کی زیارت ہوئی، عین اسی وقت درویش نے فرمایا کہ آپ کا کام یہاں سے ہو گیا آپ کا ٹرانسفر چائنگام ہو گیا۔ ایک مہینہ کے بعد ہیڈ آفس کراچی سے چائنگام سے لئے ٹرانسفر آرڈر آ گیا۔ اس غیر معمولی واقعہ نے مذہب کی طرف پھر واپس کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۲ء کا ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۶ء تک مختلف طریقوں سے روحانی تربیت ہوتی رہی۔ بہت سے بزرگوں اور درویشوں سے ملاقاتیں رہیں تا آنکہ ۱۹۶۶ء میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے بنیر سے اور سجادہ نشین سرکار کلان مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ نے عالم رویا میں تشریف لا کر بیعت سے سرفراز فرمایا اور پھر ۱۹۶۷ء میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ کرم پر کرم ہوتے رہے اور اس عاجز کو خوب خوب نوازا گیا۔ کرم کردی الہی زندہ باشی۔

لطائف اشرفی کی تلاش | یہ عاجز ابتداء میں بیان کر چکا ہے کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی دعا سے ولادت، پھر اشرفی سلسلہ کے بزرگوں سے قلبی و روحانی ارتباط، بچپن میں کچھ چھ شریف میں حاضریاں، وہاں مہینوں قیام اور بالآخر اسی سلسلہ طریقت میں بیعت اور پھر خلیفہ مجاز ہونے تک کے تمام مراحل میں نہ جانے کتنی بار لطائف اشرفی کا ذکر سن چکا تھا، گویا یہ نام اس عاجز کے رگ و پے میں سما چکا تھا اور دل میں یہ تمنا مچلتی رہتی تھی کہ کبھی اس گنجینہ علم و عرفان کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہو جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

دہلی میں ملازمت | ۱۹۷۶ء میں دہلی کے مشہور بزنس گروپ الفطیم اور مسلم کمرشل بینک کراچی کے باہمی اشتراک سے ڈل ایسٹ بینک کا آغاز ہوا جس میں اخضر مسلم کمرشل بینک کی طرف سے انتظامیہ میں شامل ہوا اور شروع ہی سے ۱۹۸۱ء کے آخر تک ڈپٹی جنرل منیجر کے فرائض انجام دیتا رہا۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں مسلم کمرشل بینک نے کراچی واپس بلایا جہاں حکومت پاکستان نے احقر کو اسی بینک کا ممبر بورڈ آف ڈائریکٹر مقرر کر دیا۔ بعد میں اس منصب کو ایگزیکٹو ڈائریکٹر کا نام دیا گیا۔ مئی ۱۹۹۰ء میں اسی عہدہ سے سبکدوش ہوا۔

لطائف اشرفی کا دستیاب ہونا | لطائف اشرفی کی تلاش تو ایک عرصے سے تھی۔ ایک بار جب دہلی سے منڈستان گیا تو خوش قسمتی سے گورکھپور میں ہمارے محترم خالو قاضی خلیل الرحمان کی دست سے جناب سبزویش کی لائبریری میں لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ مل گیا، یہ نسخہ کی بات ہے احقر نے ان بزرگوں سے اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی کی اجازت لے لی اور وہ نسخہ اپنے ساتھ دہلی لے گیا۔ وہاں سے فوٹو کاپی کروا کے اصل نسخہ واپس بھیج دیا گیا اور فوٹو کاپی اپنے پاس محفوظ کر لی گئی۔ جب اس کتاب کو پڑھنا چاہا تو اس کی گہری معنویت سے بریزہ فارسی زبان کی تفہیم مشکل محسوس ہوتی چونکہ یہ عاجز فارسی سے معمولی واقفیت رکھتا ہے لہذا لطائف اشرفی کو پڑھنے اور سمجھنے

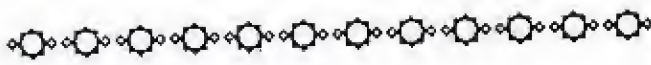
سے قاصر رہا، چنانچہ خیال یہ پیدا ہوا کہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ مخلوق خدا اور بالخصوص وابستگانِ عرفان و تصوف کے استفادے اور سہولت کے لئے کیوں نہ اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔

ترجمہ کی اولین کوشش | لطائف اشرفی کے اردو ترجمہ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار جب اس عاجز نے اپنے اجاب سے کیا تو انہوں نے اس کام کے لئے حضرت شمس بریلوی کو موزوں ترین قرار دیا جب حضرت شمس بریلوی سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بڑی خندہ پیشانی اور خوشدلی سے ترجمہ کی حامی بھر لی۔ کسی فلمی نسخہ کی فوٹو کاپی سے براہ راست ترجمہ کرنا کتنا دشوار کام ہے، اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن حضرت شمس بریلوی نے (جو مستند مترجم کی حیثیت رکھتے تھے) نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ مدینہ پیشنگ کپنی کے فرید الدین صاحب کے تعاون سے اس کی کتابت بھی کروائی، کتاب طباعت کے لئے تیار کر کے ہماری مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا۔

ترجمہ کی دوسری کوشش | اس دوران احقر کو اپنے پیر و مرشد کی کرم نوازی سے لطائف اشرفی کا فارسی والا مستند مطبوعہ نسخہ بھی مل گیا جو علامت حضرت اشرفی میاں نے نصرت المطالع دہلی سے طبع کروایا تھا اور لطائف اشرفی کے اول نو لطائف کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہو گیا جو حکیم سید نذر اشرف صاحب نے کیا تھا، چنانچہ یہ ضروری ہو گیا کہ حضرت شمس بریلوی کے اردو ترجمہ کا مقابلہ مطبوعہ فارسی متن سے بھی کر لیا جائے لیکن قدیم مطبوعہ فارسی متن سے اس ترجمہ کا تقابل بجائے خود بہت دشوار کام تھا۔ اس وقت حضرت شمس بریلوی اتنے ضعیف اور نحیف ہو چکے تھے کہ وہ اس کام کے متمم نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس علمی و تحقیقی کام کے لئے پھر کسی اہل علم و فضل کی تلاش شروع ہوئی۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضرت نوشہ گنج بخش قادری (م ۱۰۶۴ھ) کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان محقق ڈاکٹر خضر نوشاہی جو بزرگان دین سے قلبی و فطری لگاؤ بھی رکھتے ہیں اور فارسی زبان و ادب ہی نہیں بلکہ تاریخ و تذکرہ صوفیہ اور تصوف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اس خدمت کے لئے آمادہ ہو گئے اور انہوں نے نظر ثانی کے دقیق کام کی ذمہ داری قبول کر لی۔

نظر ثانی کے اہم پہلو | نظر ثانی کے دوران متعدد تسامحات اور فرد گذاشتیں سامنے آئیں، مثلاً کچھ مقامات تو حضرت شمس بریلوی کی ضعف بصارت اور عالم پیری کے باعث صمیم ترجمانی سے تشنہ رہے پھر انہوں نے متعدد اشعار کے ترجمہ سے بھی گریز فرمایا تھا، کچھ الفاظ اور فقرے جو خطی نسخہ سے فوٹو کاپی میں آئے تھے وہ بھی نتیجتاً ترجمہ ہونے سے رہ گئے تھے۔ اختلاف متن اور سہو کتابت سے بھی کچھ اغلاط ترجمہ میں درآئی تھیں۔ ڈاکٹر خضر نوشاہی نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد لطائف اشرفی کے تمام خطی، مطبوعہ اور مترجم نسخوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کا نیا متن تیار کیا جو نذر قابین ہے۔ اس میں لطائف اشرفی کے سلسلے میں اب تک انجام دیئے گئے تمام علمی و تحقیقی کاموں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔



اور ان سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔

حکیم سید نذرا شرف صاحب اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے داماد تھے، سب سے پہلے آپ ہی نے لطائف اشرفی کے اولین ۹ لطائف کا ترجمہ کیا تھا جس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی اردو اشعار میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ قارئین کے استفادہ کے لئے نظر ثانی کرتے وقت ان نوابطیفوں میں اشعار کے نثری ترجمہ کو اس منظوم ترجمے سے تبدیل کر دیا گیا۔

ضمناً یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ لطائف اشرفی کے اولین میں لطیفوں کا ترجمہ ہے جو کتاب کا تقریباً نصف حصہ ہے ہم نے اسے جلد اول کا نام دیا ہے۔ بشرط زندگی جلد ہی باقی لطائف کا ترجمہ بھی دوسری جلد کی شکل میں پیش کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

حرف تشکر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے فیضان باطن اور چشم کرم کے بغیر اس کام کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ بیس برس کے طویل عرصے میں یکسوئی سے اس کام میں مصروف رہنا آسان نہیں تھا تاہم اس طویل عرصے میں تمام مراحل سے با آسانی گزر جانا محض اللہ رب العزت کا کرم اور ہمارے مخدوم کا فیض بے پایاں ہے۔ حضرت مخدوم کے لطف و کرم سے یہ انتہائی مشکل کام اس عاجز کے لئے آسان ہو گیا۔ ہر مشکل کے وقت عنایت مخدومی سے ایک ولولہ نازہ پیدا ہوتا تھا اور محنت بندھ جاتی تھی۔ آج جب یہ کام مکمل ہو رہا ہے تو دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مدد سے اس حقیر کا دل کو قبول فرمائے اور اسے مقبول عام بنائے۔

یہ عاجز بطور خاص سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد کے جانشین حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ خانقاہ حنیفہ سرکار کلاں کچھ چھ شریف کا سپاس گزار ہے کہ آپ نے ازراہ کرم اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں خصوصی توجہ سے نوازا اور مفید مشوروں سے راہنمائی فرمائی۔

یہ بندہ ہیچ مدال حضرت شمس بریلوی مرحوم اور ڈاکٹر خضر نوشاہی کا خاص طور پر ممنون ہے کہ انہوں نے لطائف اشرفی کو اردو میں منتقل کر کے عام قارئین کے لئے اس سے استفادے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ الحمد للہ۔ آخر میں اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں جن احباب کا تعاون ہمیں حاصل رہا ان سے شکریہ ادا کرنا بھی اس عاجز پر واجب ہے بالخصوص جناب اقبال شکور اشرفی، جناب جلیس احمد شمس اشرفی، جناب الے ڈبیوراہی اشرفی، جناب نصر اللہ قادری اشرفی، جناب سید معین الدین کاظمی اشرفی، جناب محمد نظام الدین اشرفی کے ہم بے حد ممنون ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کو جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کچھ بھی حصہ لیا ہے اعظم عطا فرمائے اور روحانیت اشرفیہ سے بہرہ مند فرما کر اپنی محبت، اپنے قرب، اپنی اطاعت اور اپنی عنایات و لطف بے پایاں سے نوازے، اتباع رسول کی توفیق عطا فرمائے، قلوب و اجسام کی اصلاح فرمائے اور دینی و دنیوی جملہ ضروریات و مہیات کو انجام دے کر حسن خاتمہ بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔ والصلوة والسلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حرف آخر | یہ عاجز و بیچارہ، بارگاہ اشرفی کا ادنیٰ خادم شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی تمام قارئین سے طالب دعا ہے، درخواست گزار ہے کہ اس عاجز اور اس کے آباد اجداد کے لئے دعائے مغفرت فرمائیے نیز یہ دعا بھی فرمائیے کہ حضرت عورت بطقیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیض حضرت مخدوم اس ناچیز کو لطائف اشرفی کے بقیہ لطائف کے ترجمے اور اشاعت کی توفیق از رانی فرمائے اور یہ علمی کام بھی اس عاجز کی نگرانی میں مکمل ہو جائے اور یہ کہنے کی کہ ”شادم از زندگی خویش کہ کار سے کردم“ سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

خادم الفقرا

ہاشم رضا اشرفی

دیباچہ

کتاب لطائف اشرفی علم و عرفان کا وہ انمول خزانہ ہے جسے کتب صوفیہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے، یہ کتاب تصوف کے طالب علموں کے لئے نصاب کا درجہ رکھتی ہے۔ ہزاروں تشنگانِ عرفان اس کتاب سے سیراب ہوئے، اور اس سرچشمہ فیضان سے فیضیاب ہوئے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اب جبکہ برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان کی جگہ اردو زبان نے لے لی ہے اور فارسی زبان جاننے اور سمجھنے والے قلیل لوگ رہ گئے ہیں تو عوام الناس کے استفادے کے لئے اس خزانہ علم و عرفان کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ الحمد للہ! آج یہ تاریخی کتاب اردو زبان میں نذرِ قارئین کی جا رہی ہے۔

یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ کی مہربانی، رضا، اور فضل کرم سے اور بزرگانِ دین کے فیضان اور بالخصوص صاحبِ ملفوظات حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی چشمِ کرم، استمداد اور روحانی تصرفات کے بغیر ممکن نہ تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ ہم اس کتاب اور ترجمے کے بارے میں کچھ عرض کریں، یہ ضروری ہے صاحبِ ملفوظات کے احوالِ زندگی سے روشناس ہوں۔ اگرچہ یہ پوری کتاب اس مردِ کامل کی حیاتِ طیبہ اور سیرت و کردار سے ہی متعلق ہے، تاہم بعض اہم اور ضروری معلومات یہاں بھی تبرکاً تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ کتاب کے مطالعہ سے قبل صاحبِ ملفوظات کے کچھ احوال قاری کو معلوم ہوں۔

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ اشرفیہ کے بانی و سرِ نجل حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید مولانا اودھ الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی ذات گرامی اگرچہ کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں ہے، تاہم لطائف اشرفی کے قاری کے ذوقِ بصارت اور اپنے اس مقدمہ کی سعادت کے لئے زیرِ تحریر سطور کو ہم ان کے ذکرِ خیر سے مشرف کرتے ہیں۔

حضرت محبوب یزدانی کے والد محترم حضرت سید محمد ابراہیم سمنان (خراسان) کے حاکم تھے جن کا شجرۂ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذریعے حضرت مولانا علی مشکث کرم اللہ وجہہ سے ملتے ہے جبکہ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی خدیجہ تھا، جو معروف صوفی بزرگ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں۔ یہاں تبرک کے طور پر حضرت محبوب یزدانی کا مکمل شجرہ نسب تحریر کیا جاتا ہے۔

شجرۂ نسب :

حضرت مخدوم محبوب یزدانی میر سید مولانا اودھ الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی نوربخشی
سامانی قدس سرہ۔

- ابن حضرت مولانا ابو السلاطین سلطان سید ابراہیم شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سلطان سید عماد الدین شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سلطان سید ظہیر الدین محمد شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سلطان سید تاج الدین محمد بہلول شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا نقیب القبا سید شمس الدین محمود نوربخشی تبرہ سلطان اسماعیل شاہ سامانی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید ابوالمنظر علی اکبر بیل قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید محمد مہدی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید اکمل الدین مبارز قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید جمال الدین ابوالقاسم قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید ابی عبداللہ قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید حسین شریف قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید ابوالاحمد حمزہ قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید ابوالعلی موسیٰ قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید اسماعیل ثانی قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید ابوالحسن محمد قدس سرہ
- ابن حضرت مولانا سید اسماعیل اعرج قدس سرہ

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابی عبداللہ امام جعفر صادق علی جدہ و علیہ السلام

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو جعفر امام محمد باقر علی جدہ و علیہ السلام

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد علی بن امام زین العابدین علی جدہ و علیہ السلام۔

ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو عبداللہ امام حسین سید الشہداء علی جدہ و علیہ السلام۔

ابن حضرت سیدنا و مولانا اسد اللہ الغالب امام علی بن ابی طالب علی نبیہ و علیہ السلام

(مخائف اشرفی ص ۵۳ تا ۵۴)

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں سمنان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی خوشخبری آپ کے والدین کو سمنان کے حضرت ابراہیم شاہ نامی ایک مجدد نے دی تھی۔ چونکہ آپ کے والدین کے ہاں دو تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور پھر آٹھ بارہ برس تک کوئی اولاد نہ ہوئی، جس کے باعث دونوں متفکر رہتے تھے، کہ ایک روز مذکورہ بزرگ آپ کے گھر میں تشریف لے آئے۔ آپ کے والدین متعجب ہوئے کہ محل میں اتنا سخت چوکی پرہ ہے پھر یہ کیسے اندر تشریف لے آئے ہیں، تاہم آپ کی خدمت بجالائے، اور اللہ کے بندے نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا مبارک فرزند عطا کرے گا جس کے نقش مقدس سے ایک عالم فیض یاب ہوگا۔

تعلیم و تربیت

جب آپ چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو خاندانی روایات کے مطابق آپ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ اس روز دربار شاہی میں جلسہ شادی و شادمانی منعقد ہوا، تمام شہر اور چارباغ سلطانی میں آئینہ بندی کی گئی۔ طرح طرح کے عمدہ فرش اور قالین بچھائے گئے اور مسند شاہانہ بچھائی گئی حضرت مولانا عماد الدین تبریزی نے بسم اللہ کرائی اور ابجد پڑھائی۔

آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مرتبہ علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کر لی۔ قرآن کریم کی ساتوں قراتوں کے حافظ تھے لیکن تصوف و عرفان سے انہیں قلبی و روحانی ارتباط تھا، یہی ذوق انہیں کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیا جو اپنے دور کے معروف صوفی تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

تخت و حکومت

اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم کے اس دار فانی سے رحلت کے بعد سترہ سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تخت حکومت پر متمکن ہوئے مگر چونکہ ان کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے اپنے بھائی اعرف محمد کو تخت حکومت سپرد کر کے سلطنت سے دستبردار ہو گئے۔

جہاد

آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیا چنانچہ نہ صرف مالی اور سانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ ترک حکومت سے قبل جب وہ سمنان کے حکمران تھے، کافروں کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا اور دشمنوں کو شکست فاش دی۔

مسافرت ہندوستان

تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ گھڑ سوار اور پیادہ فوج کچھ دور تک آپ کے ہمراہ تھی، لیکن آپ نے انہیں بالآخر واپس لوٹا دیا اور تنہا سفر اختیار کیا، یہاں تک کہ ایک موقع پر اپنا گھوڑا بھی کسی ضرورت مند کو دے دیا اور پیدل سفر جاری رکھا۔ ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہانگشت سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ: ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالب صادق میرے دماغ میں پہنچی ہے اور ایک زمانہ کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیم تازہ چلی ہے۔ فرزند! نہایت مردانہ راہ میں نکلے ہو، مبارک ہو۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت نے آپ کو مقامات فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ جلد پورب ملک بنگال کی طرف جائیے کہ برادرِ علاؤ الدین گنج نبات قدس سرہ آپ کے منتظر ہیں۔ خبردار! کہیں راستہ میں زیادہ نہ ٹھہریے۔ جب آپ سلاؤ سے بہار شریف کی طرف گئے تو وہاں آپ نے حضرت شیخ یحییٰ منبری قدس سرہ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے وہ لے لئے۔

بیعت طریقت

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے تخت و حکومت کو چھوڑا تو یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا۔ آپ کی روحانی تربیت شروع سے ہی حضرت خضر علیہ السلام نے کی اور بعد ازاں روحانی پاک حضرت ابراہیم قرنی رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اذکارِ اویسیہ سے مشرف فرمایا۔ پھر جب حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ اُچ شریف سے دہلی اور بہار کا سفر طے کرتے ہوئے مقام جنت آباد پنڈوا شریف پہنچے تو آپ کے مرشدِ کریم حضرت مخدوم شیخ علاؤ الحق والدین گنج نبات مع خلفاءِ مریدین آپ کے استقبال کے لئے شہر سے چار کوس باہر تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت محبوب یزدانی کو اپنی پاکلی میں سوار کر کے اپنی قیام گاہ تک لے گئے اور فرمایا:

”اے فرزند! جس دن سے تم تارک السلطنت ہو کر گھر سے نکلے ہو ہر منزل میں تمہارا نگران تھا، اور مواصلتِ ملاقات ظاہری کی تمنا رکھتا تھا۔ الحمد للہ کہ جدائی مواصلت سے بدل گئی ہے“

جب محبوب یزدانی اپنے پیر و مرشد کے درِ دولت پر پہنچے تو چو کھٹ پر سر رکھ کر بر جستہ یہ غزل بھی

غزل

ما بر جناب دولت خود سر نہادہ ایم
نظماتِ راہ گر چہ بریدیم عاقبت
بر شاہراہ فقر نہادیم رخ و لے
لے بر حریم عرش جناب تو ماز سر
سر بر حریم حضرت عالی نہادہ او
دارم امید مقصد عالی ز در گہست
رخت وجود بر سر این درکشادہ ایم
تشنہ بر آب چشمہ حیوان فتادہ ایم
بر عرصہ حریم چوں فرزیں پیادہ ایم
پا بر نہادہ ایم چہ بر تر نہادہ ایم
بر روئے تو کشادہ بردار نشادہ ایم
چو در دیار غربت ازیں بہم زیادہ ایم

اشرف مس وجود خود آورد بہر زر

از دولت حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

حضرت علاء الحق والدین گنج نبات نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کر لیا اور اپنے حجرہ خاص میں لے جا کر ایک پہر کامل تنہائی میں تمام اسرار و رموز سے مالا مال کر دیا۔

حضرت محبوب یزدانی کا سلسلہ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے اس طرح ملتا ہے :

حضرت خواجہ محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سنائی قدس سرہ (م ۸۰۸ھ)

حضرت خواجہ شیخ علاء الحق والدین گنج نبات قدس سرہ (م ۸۰۰ھ)

حضرت خواجہ عثمان انخی سراج الحق آئینہ ہند (قدس سرہ) (م ۷۵۸ھ)

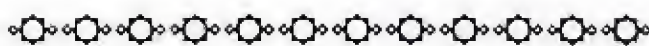
حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ)

مسافرت جہان و حج بیت اللہ شریف

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”سید وافی الارض“ کا حق پوری طرح ادا کیا ہے۔ آپ نے ہندوستان، ایران، روم، عراق، ترکی، دمشق اور ممالک عرب کے تمام بڑے شہروں کا سفر کیا اور دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں گھومے اور راہ گم کردہ لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھاتے رہے۔ تبلیغ دین اور اصلاح و فلاح انسانیت کا فریضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ بالآخر فیض آباد (بھارت) سے ۵۳ میل کے فاصلے پر روح آباد (کچھو چھو شریف کا قدیم نام) میں آکر مقیم ہو گئے۔

شاعری

آپ کی طبیعت بے حد ناز و نفی اور شعر و شاعری سے خاص لگاؤ تھا جب آپ سمنان سے



حکومت چھوڑ کر دنیا کی سیاحت کے لئے رخصت ہوئے، اس وقت آپ کا دیوان مرتب ہو چکا تھا
الوداع ہوتے وقت ایک غزل آپ کی زبان مبارک پر تھی جس کے دو شعر بطور تبرک یہاں نقل کئے
جاتے ہیں۔

ترک دنیا گیسر تما سلطان شوی محرم اسرار با جانان شوی
برگداز خواب و خور مردانہ دار تا براہ عشق چون مردان شوی

(سیرت اشرف ص ۱۲)

کرامات

فرمایا سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ کرامت خلاف عادت ہے کہ ظاہر ہوتی
ہے اس گروہ سے اور موافق ارادہ اور غیر ارادہ کے۔
حضرت محبوب یزدانی کی کرامات اور خوارق عادت اس قدر ہیں کہ شمس اس سے بیان ہو سکے
برسبیل تین و تبرک بعض کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کرامت ۱۔

جب پیر علی بیگ حضرت کی دعا سے ایک مہم کو فتح کر کے واپس آیا تو اس کے لشکر میں ایک بوڑھا
شخص تھا جو سالہا سال سے گھاس لایا کرتا تھا اس نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ آج یوم عرفہ ہے
حاجی اپنے کعبہ مقصود کو پہنچے ہوں گے کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔
حضرت محبوب یزدانی نے یہ سن کر فرمایا کیا تم حج کرنا چاہتے ہو؟
اس نے عرض کیا اگر یہ دولت نصیب ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔
حضرت نے فرمایا آؤ۔
وہ شخص آیا۔

حضرت نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ۔
بفورا اس فرمان کے وہ کعبہ شریف پہنچ گیا اور نہایت حج ادا کی اور تین روز تک کعبہ شریف میں رہا
اس کو خیال ہوا کہ کوئی شخص مجھ کو میرے وطن پہنچا دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت محبوب یزدانی
کو وہاں دیکھا، قدموں پر گر پڑا۔
فرمایا کہ جاؤ۔
سراٹھایا تو اپنے گھر وطن میں موجود تھا۔ سبحان اللہ کیا تصرف علی الحقیقت ہے۔

کرامت ۲۔

حضرت محبوب یزدانی جب احمد آباد گجرات میں تشریف رکھتے تھے، آپ کے اصحاب ہمراہی
تفریحاً سیر کو چلے گئے، ایک باغچہ میں گذر رہا اس میں حسین معشوقوں کا مجمع تھا، اس جماعت میں

ایک فقیر نہایت حسین و جمیل دیکھا گیا، حضرت کے ہمراہی اس فقیر کو دیکھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا ذرا بت خانہ کے اندر جا کر دیکھو جو نگار خانہ چین سے ایک ایک حسین تصویر پتھر کی تراش کر بنائی ہیں۔

سب لوگ بت خانہ میں دیکھنے گئے۔ مولانا گلخنی بھی اس جماعت میں تھے، جب بت خانہ میں گئے ایک عورت کی تصویر حسین و جمیل پتھر کی تراشی ہوئی نظر آئی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گئے۔ بت کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ اٹھ چل۔

ہر چند یاران صحبت نے نصیحت کی ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

عاشقی پیدا است از زاری دل نیست بیماریا چوں بیماری دل
حضرت عشق نے جب اپنا اثر دکھایا، صبر و قرار، ہوش و حواس، شرم و حیا سب سے کنارہ کش کر دیا۔ چند روز بے آب و دانہ اس بت نازنین کا ہاتھ پکڑے ہوئے کھڑے رہے، جب اس حالت پر عرصہ گزر گیا حضرت محبوب یزدانی کے خدمت میں ان کی حالت عرض کی گئی۔ فرمایا میں خود جاؤں گا اور اس کو دیکھوں گا۔ جب تشریف لے گئے بہت سے لوگ حضرت کے ہمراہ چلے، جب آپ کی نظر مبارک مولانا گلخنی پر پڑی عجیب حالت بے خودی میں دیکھا کہ کسی آدمی پر ایسی مصیبت صدمہ عشق سے نہ ہو۔

مولانا کی یہ حالت دیکھ کر حضرت محبوب یزدانی رو پڑے اور فرمایا کہ کیا خوب ہونا کہ اس صورت سنگین میں روح سما جاتی اور زندہ ہو جاتی۔

زبان مبارک سے یہ فرمانا تھا کہ اس صورت میں جان آگئی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی، جتنے لوگ اس مجمع میں حاضر تھے سب نے شور سبحان اللہ سبحان اللہ بلند کیا اور کہا کہ مردوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلا دیتے تھے، حضرت کی یہ کرامت اعجاز عیسوی کی منظر ہے۔

حضرت محبوب یزدانی نے مولانا گلخنی کا نکاح اس بت نازنین سے کر دیا اور ولایت گجرات ان کے سپرد کر کے وہیں ٹھہرا دیا۔

حضرت مولانا نظام الدین عینی جامع ملفوظ لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ اس بت سنگین سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی اس کے ہاتھ کی پھنگلیاں میں ایک گرہ پتھر کی پیدا ہوتی تھی۔ یہ علامت نسل مادری بچوں میں ہوتی تھی۔

کرامت ۱۳

حضرت محبوب یزدانی کے علم اور نشانوں اور باہمی و مراتب کا تزلزل جامع دمشق میں ہوا اور

حضور صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خوبصورت عورت لاجپتی ترک بارہ سال کے بچہ کو جس کی صورت نہایت حسین تھی لا کر رونے چلانے لگی، جب حضرت محبوب یزدانی نے دیکھا تو اس کی حیات سے ذرہ باقی نہ تھا، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور مجھ کو ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا۔ عورت چوں کہ بے حد بے قرار تھی عرض کیا، اولیاء اللہ جاں بخشی اور عطائے حیات میں حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے منظر ہیں۔

جب اس کی بے چینی حد سے بڑھ گئی اور مایوسی انتہا کو پہونچی تو حضرت محبوب یزدانی نے دریائے مراقبہ میں سر ڈالا اور صحرائے مشاہدہ کی راہ اختیار فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد سراٹھایا اور کیفیت وجد کی حالت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ کیوں کہ تیری ماں مرے جاتی ہے اس کا لڑکا اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ گویا اس کی روح جسم سے بالکل علیحدہ تھی ہی نہیں، اس بات کا شہرہ دمشق میں ہو گیا، لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب ہجوم بڑھ گیا تو آپ نے ہمارے ہوں سے فرمایا کہ سامان سفر باندھو اور کوچ کرو، یہاں رہنے سے ہماری اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

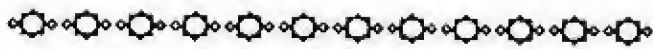
کرامت ۱۷

حضرت محبوب یزدانی دارالسلطنت روم میں عرصہ تک قیام فرماتے تھے اور ہمارے ہوں کے لئے ایک خانقاہ بنائی تھی، اور اس کے پہلو میں ایک خلوت خانہ تیار کر دیا تھا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے ایک دن سلطان دلد کے ہا جنزادے نے جو حضرت مولانا رومی کے سجادہ نشین تھے حضرت محبوب یزدانی کی دعوت کی اور بہت سے مشائخ کو اس دعوت میں بلایا۔ شیخ الاسلام نے جو بڑے عالم و فاضل تھے اور کسی قدر حضرت کے بارہ میں نقطہ چینی دل میں رکھتے تھے، دل میں ٹھان لیا تھا کہ جب حضرت سید سمنانی اس مجلس میں تشریف لائیں تو وہ مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں کہ جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔

جب حضرت کے قدم مبارک نے محفل میں جانے کی راہ اختیار کی اور جب تک حضرت دروازہ پر پہنچیں، نگاہ شیخ الاسلام کی نگاہ میں ایسا نظر آیا کہ ایک صورت حضرت کی شکل میں حضرت کے جسم سے باہر نکلی اور ایک صورت اس صورت سے دوسری پیدا ہوئی۔ اسی طرح مثل حضرت کے سوشکیں شیخ الاسلام کے نظر میں ظاہر ہوئیں۔

مخدوم زادہ رومی استقبال کے لئے دروازہ پر آئے اور بڑی عزت سے آپ کو کیا اور سب سے بلند جگہ ایک تخت پر آپ کو بٹھلایا۔

شیخ الاسلام کی طرف رخ کر کے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ ان میں سے کس صورت سے تم مسئلہ پوچھتے ہو۔ اس بات کے سنتے ہی ان میں اس قدر ہیبت کا غلبہ ہوا گویا آسمان وزمین ٹکڑ ٹکڑ کھا گئے۔



شیخ الاسلام بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ ردی کو اپنا مددگار اور شفیع بنایا اور حضرت کے قدم پر سر ڈال دیا اور عرض کیا کہ عذر خواہ ہوں تقصیر معاف فرمائیے فرمایا چونکہ مخدوم ردی کو درمیان میں لائے ہو تو اب نہ ڈرد ورنہ تمہیں بتا دیا جاتا۔ لیکن اس کے بعد کسی شخص کو اس گروہ کے اور کسی درجہ کے صوفی کو بھی نظر انکار سے نہ دیکھنا۔

کرامت ۵

حضرت محبوب یزدانی جب سفر جوہپور سے بنارس میں تشریف لے گئے اور اپنے خلیفہ خاص مولانا عبد اللہ بنارسی کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کا خیمہ ایک بت خانہ کے متصل صحرائیں کھڑا ہوا، جماعت کفلا بہکمال اخلاص بت پرستی کر رہے تھے، حضرت محبوب یزدانی کو یہ اخلاص پرستش اُن کا ایسا دل پراثر پذیر ہوا کہ زبان مبارک سے یہ شعر نکلا۔

اگر عکس رخ والفت ہوئے درمہا اشیاء مفاہی ہرگز نہ کر دندے پرستش لات و عری را
ایک دن حضرت محبوب یزدانی بنظر سیر و تماشہ معبد کفار میں سمت بت خانہ تشریف لے گئے تمام گردہ کفرہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی درمیان میں تحقیقات مذہبی کا تذکرہ نکل آیا، جس سے اپنے اپنے مذہب کی حقیقت کا اظہار ہونے لگا، اور اظہار قوت استدراجیہ کرنے لگے جفت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ اگر بت سنگین ہمارے مذہب اسلام کی تصدیق کریں اور تمہارے مذہب کی تکذیب کریں تو اس صورت میں تم ایمان لے آؤ گے۔ سب نے اقرار کیا۔ حضرت محبوب یزدانی نے ایک بت سنگین کو لم تھ میں اٹھایا اور فرمایا کہ اگر مذہب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے تو کہہ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اسی وقت بت نے زبان فیصیح بڑھا۔ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ایک ہزار ہندو اسی وقت کفر سے بیزار ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضرت محبوب یزدانی کے دست اقدس پر بیعت کی۔

تصانیف

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی کی تصانیف علم و عرفان کا خزانہ ہیں ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر معروف ہیں (بقیہ تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو، صحائف اشرفی مرتبہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں مطبوعہ ادارہ فیضان اشرف بمبئی ۱۴۸۶ء، جلد اول ۱۱۵-۱۱۶)

۱۔ لطائف اشرفی۔

۲۔ مکتوبات اشرفی

۳۔ بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

مکتوبات اشرفی: حضرت سید عید الزراق نور العین سجادہ نشینؒ نے ۸۶۹ھ/۱۴۶۵ء میں جمع کی ان مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان میں مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کے سبمان کلکشن میں موجود ہے (اردو ترجمہ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱۲) اور ایک نسخہ پاکستان میں شہدادپور ضلع سانگھڑ میں مدرسہ صیغۃ الفیض کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کی کتابت قاضی معین الدین نے کی ہے خط نستعلیق ہے ۶۶۴ صفحات ہیں۔ اس نسخے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

”میر اشرف سمنانی، اور اسیدنا شرف جہا نکیر گوینداز کاملان است صاحب کرامت و تصرف و رسیاحت با سید علی ہمدانی رفیق بود“

مکتوبات اشرفی کا ایک نسخہ ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی تھا۔ (مشترک ج ۳ ص ۱۹۶۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان مکتوبات کی بڑی تعریف کی ہے اور اپنی کتاب اخبار الاخبار میں ایک مکتوب نقل بھی کیا ہے جو مخدوم سمنانی نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۲۵ رجب ۸۴۹ھ) کے نام لکھا تھا۔ اس میں قاضی شہاب الدین کے ایک استفسار کا جواب ہے جو انہوں نے ایمان فرعون کے متعلق کیا تھا۔ (ملاحظہ ہوا اخبار الاخبار کا اردو ترجمہ ص ۲۵۸ تا ۳۶۱)

بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

یہ رسالہ حضرت محبوب یزدانی نے دہال سے دودن پہلے اپنی قبر مبارک میں بیٹھ کر مریدین و معتقدین کی بشارت کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ جناب سید تجمل حسین صاحب نے کیا ہے جو پاکستان اور ہندوستان دونوں ممالک میں شائع ہو چکا ہے۔

لطائف اشرفی

یہ فارسی کتاب حضرت محبوب یزدانی کے ملفوظات اور ارشادات و کمالات و فضائل پر مبنی ہے، جسے ان کے مرید خاص حضرت نظام الدین یمنی المعروف نظام حاجی غریب یمنی نے مرتب کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں مسلسل تیس سال رہے۔ لطائف اشرفی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں نصرت المطابع دہلی سے طبع ہوئی جو کہ ۹۰۰ صفحات پر محیط ہے۔ یہ حضرت کی سوانح عمری بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اس میں کہیں تصوف کی اصطلاحات ہیں کہیں ذکر و فکر کی تفصیلات ہیں، کہیں صوفیانہ قواعد پر مباحث ہیں کہیں صوفیہ کرام کے مختلف خانوادوں کی مختصر تاریخ، کہیں نبی کریم علیہ التحیۃ والسلام، آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، ائمہ کبار اور صوفیہ کے حالات ہیں اور کہیں صوفی شعرا پر دلچسپ تبصرہ ہے بغرض اسے تصوف کی ایک قاموس کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ اس عہد کی علمی، دینی اور عرفانی تاریخ بھی ہے اور بزرگان دین کا تذکرہ بھی۔ بہر حال اپنے موضوع کی منفرد اور لاجواب کتاب ہے۔

ترجمہ لطائف اشرفی

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اگرچہ ماضی میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت کوشش ہوئی ہے لیکن وہ مکمل ترجمہ لطائف اشرفی نہیں ہے۔

مثلاً سب سے پہلے مولانا حکیم سید شاہ نذراشرف صاحب فاضل کچھو چھوی نے کتاب کا اردو ترجمہ شروع کیا جو صرف نو لطیفوں تک پہنچ پایا۔
میرزا احمد کاکوری نے ۱۹۴۲ء/۱۳۶۲ھ میں اس کا اختصار کے ساتھ اردو ترجمہ کیا جو تین تین سو صفحات کی دو جلدوں میں شائع ہوا۔

زیر نظر ترجمہ لطائف اشرفی اپنی نوعیت کا منفرد اور مکمل ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کی مکمل روداد تو ناشر کتاب کے پیش لفظ میں تحریر ہے تاہم یہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان کے شہر گورکھپور میں بنبرویش صاحب کے کتاب خانہ کی زینت ہے۔ اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی سے ہمارے مرحوم بزرگ حضرت شمس بریلوی صاحب نے نہایت محنت سے اس کا اردو اردو ترجمہ کیا تھا لیکن بعد میں جبکہ اس ترجمہ کی کتابت بھی ہو چکی تھی تو راقم (خضر نوشاہی) کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مطبوعہ لطائف اشرفی سے اس اردو ترجمہ کا تقابل اور نظر ثانی کی گئی۔ اس وقت میرزا احمد کاکوری کے اردو ترجمہ اور حکیم نذراشرف صاحب کے نو لطیفوں کے ترجمہ کو بھی ملحوظ رکھا گیا لیکن اس اردو ترجمہ کے حرف اور لفظ لفظ پر محترم بزرگ حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی صاحب مدظلہ کی نظر عمیق نے مسلسل توجہ رکھی اور نہ صرف کتابت اور پروف کی غلط گیری کی بلکہ ترجمہ کے تسامحات اور کنز در پہلوؤں کی بھی وہ نشان دہی فرماتے رہے۔ پھر جا کر کہیں یہ ترجمہ اس شکل میں ڈھلا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اہل نظر نہ صرف اس اہم علمی، عرفانی اور تاریخی کتاب سے استفادہ کریں گے بلکہ دعائے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔ اس کتاب میں جو حسن و خوبی ہے وہ حضرت مخدوم محبوب یزدانی کے فیضان کا مظہر ہے اور اگر کوئی غامی یا کمزوری ہے تو وہ اس ناچیز کے کم علمی کے باعث ہے۔

آخر میں ان تمام احباب اور ان تمام لائبریریوں کا شکریہ ادا کروں کہ جن کی معاونت سے یہ عظیم کام آج اتمام کو پہنچا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ اس سلسلے میں محترم حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی مدظلہ کا خاص طور پر ممنون ہوں کہ انہوں نے اس عظیم کتاب پر کام کرنے کی اس فیکر کو سعادت بخشی، اور اس تمام کام میں ایک ایک لفظ پر اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرماتے رہے اور مجھے ذہنی اور فکری طور پر مکمل تعاون سے نوازتے رہے۔ ان کا بھرپور تعاون ہی اس کار خیر کی تکمیل کا باعث بنا۔

بہر حال یہ ایک انسانی کوشش ہے جس میں سہو و خطا کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اہل علم
 و فن سے التماس ہے کہ ہر سقم و سہو کی اصلاح فرمائیں۔ ومن اللہ التوفیق و علیہ التکلیل
 ڈاکٹر محضر نوشاھی

ساہن پال شریف - ضلع منڈی بہاؤ الدین

الرابع الثانی ۱۴۱۹ھ

۶ جون ۱۹۹۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ
لَكَمُ الْمُحْسِنِينَ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي شَرَّفَ الْعَالَمِينَ بِتَشْرِيفِ الْعُرَفَاءِ وَالْإِنْقَابِ وَتَعَرَّفَ
الْمُؤَحِّدِينَ بِأَنْ لَا مَوْجُودَ غَيْرُهُ فِي عَالَمِ الْغَيْبِ وَالْإِمْكَانِ وَآيَدَهُمْ بِاشْرَافِ
حِكَايَاتِ الصَّالِحِينَ مِنَ الْبَيَانِ وَشَيَّدَ بَصَائِرَهُمْ بِالْجَلِّيَّاتِ مِنَ الْكُشْفِ وَ
الْعَيَانِ وَالصَّلَاةِ عَلَى مَنْ وَضَعَ دُرَّ الصَّوْفِ عَلَى أَطْبَاقِ قُلُوبِ الْإِنْسَانِ وَلَمَعَ
بِجَوَاهِرِ التَّعَرُّفِ فِي أَخْلَاقِ أَهْلِ الْإِحْسَانِ وَإِلَيْهِ وَصَحْبِهِ يَبْدُلُ الْكُفْلَانِ مِنَ الْاِقْرَانِ

حمد و نعت کے بعد اخضر الانام امیدوار قبول کنندہ بے نیاز نظام حاجی غریب مبنی ثبۃ اللہ اس کو عمل
اور قول و اعتقاد میں صدق و راستی کی راہ پر ثابت قدم رکھے عرض پرداز ہے کہ آغاز جوانی اور شباب زندگی کا
کے عہد میں جو وقت غرور اور زمانہ شہر در کا ہے اور خواہش نفسانی و خود رانی کا غلبہ و ساوس و خیالات
شیطانی کا ہجوم ہوتا ہے ناگاہ ہدایت ازلی اور عنایت لم یزلی کے رہبر نے بموجب آیہ کریمہ

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ طے بیچنے فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی محبت کے حصول کا شوق، اصحاب خانقاہ کی معرفت اور ارباب اتباہ کی ملازمت
کی طلب کا داعیہ اور دریافتِ ادب کی خواہش اس فقیر و حقیر کے دل میں پیدا فرمادی اور جیسا کہ اس آیہ کریمہ
میں فرمایا گیا ہے کہ:-

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً
أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَافَهُمْ أَهْلِيهَا
أَذِلَّةً ۝ ۷

تحقیق کہ جب بادشاہ کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو
اس کو دیران کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو
ذلیل اور خوار کر دیتے ہیں۔

جب سلطان محبت حقیقی اور جہانیاں دوستی تحقیقی میرے سر پر دل پر متمکن ہوا تو تمام باطل آرزوؤں اور ذلیل و زبوں
امیدوں کو میرے صحیفہ دل اور میرے خطہ آب و گل سے مٹا دیا، اور ملہم غیبی اور فیاض اسرار لاریبی اس ضعیف و نحیف

کے دل پر اپنے ظلم ارشاد سے اعتقاد کے حروف لکھتی رہی اور جذبہ کی نسیم روضۂ قدس سے چلتی رہی یہاں تک کہ اس سعادت عظمیٰ کے حصول اور اس بلند درجہ پر رسائی حاصل ہوئی جو تمام پاکیزہ بندوں کا منتہائے مقصود اور اوپائے کرام کی غایت آرزو ہے اور کسی کامل مکمل کے تصرفات کی سیزدگی میں دیکھیں بغیر اور ایسے عالم عامل کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے

مظہر حق و مظہر تحقیق	مظہر حق ہے مظہر تحقیق
بر خلائق دلش رحیم و شفیق	خلق پر اس کا دل رحیم و شفیق
ہر کہ باد نشست شاہی شد	پاس بیٹھا جو اُس کے شاہ ہوا
وانکہ آمد بدست ماہی شد	رکھ دیا ہاتھ جس پہ ماہ ہوا

چنانچہ اس نور انزلی کی رہنمائی میں جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ یٰہُدِی اللّٰهُ لِنُورِهِ مَن يُّشَآءُ (اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اس کی رہنمائی فرماتا ہے جس کی رہنمائی وہ چاہتا ہے) بتاریخ ششم ربیع الثانی کے بزرگ ابا دیمین سے اس بقعہ مبارکہ (اللہ تعالیٰ اس کو زمانہ کی تمام آفات سے محفوظ رکھے) اور آستان عالی میں میں نے اپنا سرِ اراادت خم کیا جہاں سیاح صحرائے طریقت، شنادر دریاۓ حقیقت، خواص بحرِ حقائق الہی، خواص سلطانِ کبھی ختم نہ ہونے والی باریکیوں پر کامل اختیار رکھنے والی خاص ذات ہے جو ارباب شہود و عرفان کے جمع ہونے کی جگہ ہے، جن کی جانب اصحاب ذوق و وجدان رجوع کرتے ہیں جو مستفیض و جواں مروی کے صدر نشین ہیں اور صدر بارگاہ ہیں، کرامتِ ولایت کے اُس اُمت کے پیشوا ہیں جس کے بارے میں کُنْفَرٌ خَيْرٌ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ مِّنْہَا (تم وہ بہترین اُمت ہو جو لائی گئی ہے) یعنی اُمتِ مسلمہ کے مقتدر و تمام لوگوں کو پناہ گاہ، پیار دلوں کی شفا، صفاتِ ربانی کے مظہرِ الطافِ سبحانی کے ورود و نزول کی جگہ، محققین کی آنکھوں کی تپلی، انبیاء و مرسلین کے علوم کے وارث، میرے سردار، میرا سہارا اور میری سنجیدہ گاہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا وسیلہ، عرش سے نازل ہونے والی برکات کی منزل (اللہ تعالیٰ اس کی ذات کو ہمیشہ بزرگ مرتبت (عرشِ مجید) اور مستودہ جائے قرار بنا کر رکھے)۔ نیک اور پاکیزہ قلوبوں کے قطبِ اوقاد کے پیشوا، محرابِ انوار کی شمع، اسرار کے خزانوں کی کلید، قلعِ تعلقات کے چمنستان کے سیمرغ، غفائے کی فضا میں پرواز کرنے والے شہباز، علوم و شرف کے سمندروں کے درِ شاہ ہول (مَنْ شَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ شَرَفَ رَبَّهُ) جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے خدا کو پہچانا، خود شناسی اور خدا شناسی کے خزانے کے نگہبان، جس کی ذات وہ ذات ہے کہ بلبلانِ ارواح نے نفسِ ہائے اجسام میں اس کے گلِ جلال کو دیکھ کر ترنمِ سرائی کی اور جس کے کمال کی شعاعوں سے کائنات کی عمارت کا صحن جگمگا اٹھا اور وہ کہ اس کے مانند دریاۓ وجود کی سیپ میں سے اس

جیسا کوئی موتی ایمانِ ثابتہ کی کان سے نکال کر عالمِ شہود کے طباقوں میں نہیں سجا یا گیا۔

قطعہ

آنکہ ز اشرف زبان در جہان
مطلع انوار قدم اشرف است
ذات شریفش کہ بتعریف خویش
از ہمہ عرفائے زمین اعراف است
یعنی مخلوق کے پیشوا، پیشخ اسلام، اوضاعِ شریعت کے نگہبان، انواعِ طریقت کے جامع، جلالِ الہی کے نصیوں میں قیام فرماتے والے، "جمالِ الہی کی تجلیات کی منزل"

مثنوی

در ولایت بمسند شاہی
بر نشستہ ز روئے آگاہی
نہ ز روئے خستہ دلش رنجہ
نہ ز قول کے قوی پنجہ
کیف حالش بصیر ایوبی
سخت راست زشت را خوبی
نہ کے را گرفت بر کارش
نہ شکن در فنون گفتارش
گشت یار از کتاب و از سنت
طالبان را بسعی بے منت
و قتش آں بر سر زبان راند
کہ خدا خوابد و خدا داند
بر تو ہر مشکلی کہ گیرد عقد
کندش بر تو کشف در دم نقد
روح بر عرش و جسم در زندان
چہرہ او کشادہ لب خندان
شہرہ در شہرہ پاک روی
باز دامن کے ہیں عقل و دین سے قوی

تارک ملک ہیں جہان بان ہیں	تارک مملکت و جہان بان
صاحب جاہ ہیں خدا دان ہیں	صاحب شوکت و خدا دان
درجہ اُن کا سلوک میں ادنیٰ	در سلوک از مراتب ادنیٰ
قاب تو سین بیکہ او ادنیٰ	قاب تو سین یا ذت او ادنیٰ
سارے عالم کو کر دیا پر نور	کرد آفاق پر زلمعہ نور
دونوں حاضر ہیں غیب ہو کہ حضور	حاضر و غائبش ز نور حضور
آپ کا دل ہے جلوہ مشہود	در ضمیرش کہ ذات مشہود است
ہے جو معدوم اُس میں ہے موجود	ہر چہ معدوم بود موجود است
مظہر فیض طاعت نبوی	از کمال متابع نبوی
مصدر و ارادت مصطفویٰ	مظہر و ارادت مصطفویٰ
سر عالم کو صورت کعبہ	در خیالش کہ کعبہ علیا ست
آپ کا در ہے آستانِ صفا	ہمہ را سر باستانِ صفات

اور یہ تمام خوبیاں اور کمالات رکھنے والی ذات یعنی سیدنا و مولانا، ہمارے دلوں کی شفاء و صحت اور ہمارے دلوں کا درمان کرنے والے، ادلیائے عظام کے پیشوا اور کثیر التعداد صاحبانِ صفا کے مقداد حضرت قدوۃ الکبرامیر سید اشرف جہانگیر سمانی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ تمام خواستگاروں اور ہدایت کے طلب گاروں کو ان کی ذات شریفہ اور صفات پسندیدہ سے قیامت تک متمتع فرمائے) کے آستانہ عالیہ پر میں نے جبین نیاز رکھی اور ایک طویل عرصہ یعنی تقریباً تیس سال تک اس مضبوط راستہ اور صراطِ مستقیم پر ان کی حضوری میں گامزن رہا اور آپ کے آستانہ ارادت کا اعتراف کرنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا اور آپ کی بارگاہِ عنایت کے زمرہ ملازمین میں شامل اور آپ کے سگانِ درگاہ کا ہم کاسہ بنارہا اور اس خدمت سعادت سے خوشہ چینی کا شرف حاصل کرتا رہا چونکہ سلسلے کا سلوک اور تربیت و تصفیہ کا طریقہ وجہ خاص پر مقرر تھا اس لئے اس کے بعد بقدر قابلیت و استعداد کے بہت جلد معارف تازہ و غوار ف بے اندازہ حاصل کر لیا اور دلالت و عنایت کے آثار و انوار بے حد بے حساب دیکھ لیا حالت یہ تھی کہ آپ کے آفتاب ہدایت کی تاثیر صحبت سے دل کو ارتباط اور سینہ کو خوشی حاصل ہوتی تھی اور باطن میں جذبات الہی کے آثار مشاہدہ کرتا تھا جسقدر دل میں جذب الہی تھا اس کے موافق صورتی و معنوی تعلقات سے علیحدہ رہتا تھا آپ کی جبین پر انوار کا نظارہ ہر وقت مدارج قرب میں ترقی کا باعث ہوتا تھا اور ہر وقت معارج حضور

کو عبور کرتا تھا سہ

مثنوی

درخشان گوہر از بحر الہی
بر آمد از لب دریائے شاہی
ز نور او گرفتہ ذرہ خورشید
ز ملکش زندگی از بہر جمشید
سراسر عالم از نور ولایت
منور کرد از لطف و عنایت
چہ گویم وصف از کشف و کرامات
کہ آمد حل مشکل در مقامات
ہمہ راہ اکابر را چو صعلوک
باقدام تعشق کردہ ملوک
حقائق را بے اظہار کردہ
دقائق ہم مرا ایشار کردہ
عوارف از معارف ہر چہ بودہ
ہمہ اصحاب را ظاہر نمودہ
چو او دیگر بجملہ درکشیدہ
غوس معنوی را رد ندیدہ
درخشان گوہر از دریائے توحید
درافتان جوہر از خضرائے تفرید
در لالائے دریائے حقائق
خور والائے خضرائے دقایق
وجودش نقطہ پر کار مقصود
نمودش زبدۂ اسرار معبود
نمایان در مقید نور مطلق
چو در آئینہ صافی وجہ الحق

درافتاں گوہر بحر الہی
ہوا پید لب دریائے شاہی
ہے اس کے نور کا اک ذرہ خورشید
اسی کے ملک سے زندہ ہے جمشید
زمانے میں جو روشن ہے ولایت
یہ اس کا فضل ہے اس کی عنایت
کرامت کی کروں اسکی صفت کیا
جو ہو مشکل کشا ہر وقت دہر جا
بڑوں کی راہ کو در دیش صورت
کیا طے آپ نے با جوش الفت
حقائق کا کیا اظہار یکسر
دقائق کو کیا ایشار مجھ پر
علوم معرفت جس قدر پائے
تمام اصحاب کو شہ نے سکھائے
سوا ان کے گیا جو سوئے جملہ
غوس معنوی کا منہ نہ دیکھا
درخشاں گوہر دریائے توحید
درافتاں جوہر خضرائے تفرید
حقائق بحر دہرہ تا بندہ گوہر
دقایق دھرہ دہ مہر منور
سراپا نقطہ پر کار مقصود
سراسر زبدۂ اسرار معبود
جہان قید میں وہ نور مطلق
ہو جیسے رخ سے آئینے میں رونق

شراب مشرب عرفاں سے مخمور
کلام مذہب و جداں سے سرور
الط کر پردہ زنگار اس نے
کیا محبوب کا دیدار اس نے
ہیں مست ایسے مئے اسرار سے وہ
کہ سبقت لے گئے ابرار سے وہ
حصول کشف ہے نور خدا سے
زمانے کو فقط اُس کی ضیاء سے
شریروں کے لئے سحران کا جلوا
زمانے کو دکھایا دست بیضا
میز علم و کشف اُس کی نظر سے
جدا جیسے حق و باطل سحر سے
عجب دکان میں شراب آیا
بنام اشرفی سکے چلایا
روان وہ سکے کشف و کرامت
ہے بازار جہاں میں تا قیامت
خوشا اصحاب کی یہ پاک ظرفی
کہ کہتے اشرفی کو ہیں اشرفی

مدام از مشرب عرفان کشیدہ
کلام از مذہب و جداں شنیدہ
دریدہ پردہ زنگار گون را
بدریدہ ردئے بیچون و چگون را
رحیق از ساغر اسرار خوردہ
سبق از مردم ابرار بردہ
گرفت از پرتو نور الہی
ز نورش کشف از مہ تا بہا ہی
بر فرعونیاں سامری سحر
ید بیضا نمودہ اندرین دہر
بقلم و کشف مفرق را سے کامل
چو نور صبح بین حق و باطل
درین دکان خوش شراب طناز
باسم اشرفی زد سکے راز
کہ آن سکے روان است از کرامت
دریں بازار تا یوم قیامت
ہمہ اصحاب را بہرین شنگرفی
چہ می باید کہ می خوانند اشرفی

اس زمانے میں جبکہ مجھے یہ دولتِ عظیم حاصل تھی ملم غیب نے میرے دل میں یہ الفا فرمایا کہ میں حضور کے بعض الفاظ متبرکہ اور معارف و طریقت کے چند وظائف غریبہ کو بطریق کوائف احوال اور کرامات عجیبہ اور ان معارف کو جو زمانہ کے مشائخ حضرات اور اکابر زمانہ سے میں نے حضور و سفر میں حاصل کیے ہیں معرض بیان میں لاؤں اور ان کرامات و خوارق کا بھی ذکر کروں جو بعض بدعقیدہ لوگوں، گمراہوں اور اس زمانہ کے حاسدوں کے روبرو حضور والا سے صادر ہوئے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان واقعات اور ان خفائن کا اظہار کروں جو حضرت شیخ حاجی چراغ اور حضرت تہذیب اکبر کے مابین پیش آئے اس لیے اور بھی کہ ان واقعات کو تحریر کرنے کے لیے حضرت والا ہی نے اشارہ فرمایا تھا۔ واقعات شیخ حاجی چراغ کے تحریر کرنے کے بارے میں اشارہ فرمایا تھا، اگرچہ حضرت کے خوارق و عادات جو کچھ میں پیش کر رہا ہوں وہ بے شمار اور بے تعدد و خوارق میں سے صرف

چند ہیں کہ تمام خوارق کا شمار بیان ناممکن ہے ان میں سے جو ضبط تحریر میں آسکتے تھے اور تکرار تھے قید کتابت میں لایا (تحریر کیا) اور حضرت مخدومی کی خدمت میں پیش کیے اور سمع ہمایوں تک ان کو پہنچایا بلکہ بعض مقامات پر تو حضرت کے بعینہ الفاظ اور اقوال صریحہ کو بیان کیا ہے بعض ان واقعات کو جو حضرت کے وصال کے زمانہ میں پیش آئے اور وہ تقاریر و کلمات تدریجہ جو کہ حضرت قدوة الکبر نے خلافت و سجادہ نشینی حضرت قدوة ابرار زبدہ اخیر نظر انظار شگرفی مظہر اسرار اشرفی جامع مکارم اخلاق، مہبط انوار مشیخت علی الاطلاق حضرت سید عبدالرزاق کی سجادہ نشینی اور عطائے مقام اور دوسرے خلفا کو عطائے خلافت کے وقت ارشاد فرمائے، مجھے اس کے لکھنے کی مجال نہ ہوئی (میں ان کو بلفظ ضبط تحریر میں نہیں لاسکا) ہاں مخدوم زادہ (سید عبدالرزاق) کی سیرت مبارکہ و خصائل پسندیدہ، صدور مقامات طریقت اور ان خوارق عادات کو جو صاحب سجادہ سے حضرت قدوة الکبر کی رحلت کے بعد ظاہر ہوئے میں نے ان لطائف شریفہ و لطائف اشرفیہ کے ذیل میں بیان کیے ہیں تاکہ طالبان صادق اور مخلصان ذاتی کے مشام ہائے جان تک اس ریاض ولایت کی پاکیزہ خوشبوئیں اور حداثۃ عنایت کے نفحات پہنچ سکیں۔ اس طرح ان لوگوں کو یہی محسوس ہوگا کہ وہ حضرت قدوة الکبر کی مجلس میں حاضر ہیں۔

بموجب عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے) اور اولیاء اللہ کا ذکر فیض الہی کے حصول کا واسطہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل لا متناہی کے وصول کی اصل ہے۔ لہذا میں نے اس بزرگوار دین حضرت قدوة الکبر کے اقوال، معاملات و حکایات کو تحریر کر کے مریدوں اور مغفدوں کے دلوں کو خوش کیا ہے اور طالبان طریقت کی انشراح خاطر کا باعث ہوا ہوں۔ حضرت قدوة الکبر کی اولاد، احفاد و خلفاء بلاد میں ہزاروں برس جناب موصوف کا چرچا یاد رہے گا اور جس وقت میری کتاب مطالع کریں گے طالبین کے طلب کو پورا نفع پہنچے گا۔ یقین کی ترقی اور خوش اعتقادی کی استعداد ان کو نصیب ہوگی جب یہ باتیں حاصل ہوں گی تو مجھ بے چارہ و سرگرداں کو دعائے خیر دیں گے یہ بھی ممکن ہے کہ ان کلمات طیبات کے برکات سے ناچیز کو وہ دن نصیب ہو کہ خودی کے ظلمت کدہ سے نجات پادے۔ دھوا الوصول الی لقاء اللہ والاستہلاک فی شہود جلالہ و جمالہ (اور وہ لقاء الہی تک وصول اور مشاہدہ جلال و جمال میں مٹ جانا ہے) چونکہ یہ عجیب و غریب مجموعہ بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوة الکبر کے معارف و کواشف کا جامع اور مقالات اشرفی و حکایات شگرفی کا حامل ہے اپنی اس کتاب کا نام لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی رکھا بالنسبہ والہ الاجاد رب یسر دتم بالخیر، شروع میں مقدمہ اور آخر میں خاتمہ اور درمیان میں ساٹھ لطیفے ہیں جن کی فہرست اگلے صفحات پر آ رہی ہے۔

حصہ اول

مقدمہ۔ علم اور کتب صوفیہ کے دیکھنے اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب۔

- ۱ لطفہ ۱ توحید اور اس کے مراتب
۲ // دلی کی ولایت پہچانتا اور اس کے اقسام
۳ // معرفت عارف و متعرف و جاہل۔
۴ // صوفی و متصوف و ملائم و فقیہ انکی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و امامان و اوتاد و ابرار و ابدال و اخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں۔
۵ // معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ۔

- ۶ // شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب (جو چالیس اکابر کے مقرر کردہ آداب کا مجموعہ ہے اور مسئلہ توحید اور اس کا مطلب)
۷ // اصطلاحات تصوف

- ۸ // حقیقت معرفت راہ سلوک و سلسلہ تربیت و وجہ خاص و جب ظہانی و نورانی و انواع تجلیات و تمیزیں
۹ // شرائط تلقین، اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری و ساری ہے ہیں فضیلت ذکر جلی و خفی۔
۱۰ // تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط
۱۱ // مشاہدہ و وصول درویش صوفیہ و مومنان و یقین۔

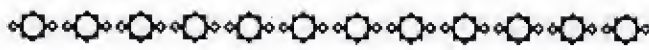
- ۱۲ // صوف و خرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض و طاقیہ کا تذکرہ
۱۳ // حلق و قصر۔

- ۱۴ // مشائخ کے خانوادوں کی ابتدا جو اصل میں جمودہ ہیں۔
۱۵ // سلسلہ حضرت قدوۃ الکبرا اور سلسلہ حضرت نور العین اور سلف و خلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفاء اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنے کا فائدہ کیا ہے۔

۱۶	لطیفہ	مشائخ کرام کے کلماتِ شطیحات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح
۱۷	///	آدابِ صحبت و زیارت مشائخ و قبورِ دجین سانی۔
۱۸	///	معانی زلف و خال وغیرہ۔
۱۹	///	در بیان معانیِ ابیات متفرقہ جو محملاتِ متصوفہ کے متعلق مختلف فضلاء سے صادر ہوئے۔
۲۰	///	سماع و استماعِ مزامیر

فہرست حصہ دوم جو ہنوز زیر طبع ہے

ملکہ جبر و اختیار و قضا و قدر و خیر و شر اور بعض عقائد صوفیہ
 ۲۱ // حضرت قدوة الکبر کا تخت سلطنت کا ترک کرنا اور سریر مملکت سے منہ موڑنا،
 سفر اختیار کرنا اور بعض مشائخ عصر سے راہ میں ملاقات کرنا اور خصوصیت کیساتھ
 حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے شرف ملاقات ہونا اور حضرت یحییٰ
 منیری کے جنازہ میں پہنچنا دہاں سے حضرت شیخ علاؤ الدین پنڈی کے
 حضور میں باریاب ہونا اور تمام مقاصد دلی کو حاصل فرمانا اور شیخ کا اپنے تمام
 مقامات عالیہ کو ان کے حوالے کرنا اور خطاب جہانگیری سے سرفراز فرمانا۔
 ۲۲ // حضرت قدوة الکبر کا نعتین مقام اور ان کی ظفر آباد تشریف آوری اور بعض
 پے پے کرامتوں کا صدور اور حضرت شیخ کبیر سرور پوری کی ارادت۔
 ۲۳ // امراء و سلاطین اور فقراء و مساکین کا ملاقات کرنا اور ان کا مسند عالی
 سیف خان کے مناقب بیان کرنا۔
 ۲۴ // ذکر ایمان و دلائل اثبات صانع و وحدت صانع اور اس کی ازلیت وابدیت
 اور اصول شریعت و طریقت
 ۲۵ // ارباب نظر و برہان و اصحاب کشف و اعیان اور ان دونوں گروہ کی حیرت
 اور آخری گروہ کے عقائد اور شریعت و طریقت کی بحث اور دونوں کا
 ایک ہونا۔
 ۲۶ // دلائل وحدت وجود، بعض مشائخ کا وحدت وجود میں اختلاف اور اقوال
 مختلفہ کے توفیق میں۔



لیفہ ۲۸	بیانِ توبہ۔
۲۹ //	معرفتِ نماز
۳۰ //	معرفتِ روزہ
۳۱ //	بیانِ زکوٰۃ
۳۲ //	بیانِ حج و جہاد
۳۳ //	اقسام امت کی فرقہ بندیاں اور انسانی مراتب کی ماہیت اور انسان صوری و معنوی کا تذکرہ۔
۳۴ //	فوائد سفر اور اس کے شرائط۔
۳۵ //	حضرت قدوۃ الکبر کا دورانِ سفر عجائب روزگار کا مشاہدہ فرمانا اور کوہستان میں سن رسیدہ بزرگوں سے مقاماتِ عالیہ حاصل کرنا۔
۳۶	عقل و شرب کے طریقے اور بعض ماکولات و مشروبات کے فوائد۔
۳۷ //	شرائط اعتکاف و عزت و خلوت، تجرید و تفرید۔
۳۸ //	و ظائف صبح و شام، صلوٰۃ خمسہ اسلام، نوافل، ادعیہ مشہورہ، ایام شہرہ، صیام صوفیہ۔
۳۹ //	عشق اور مراتبِ عشق۔
۴۰ //	زہد و تقویٰ۔
۴۱ //	توکل و کسب و رضا و خوف و رجاء کا ذکر۔
۴۲ //	تعبیر خواب۔
۴۳ //	بخل و سخاوت و رزق و ذخیرہ۔
۴۴ //	مجاہدہ و ریاضت اور سعادت و شقاوت۔
۴۵ //	رسوم خلق و مزاج مستمن
۴۶ //	تذکیر اور وعظ و جن خلق و غضب و شفقت و معاملہ۔
۴۷ //	مومن و مسلم۔
۴۸ //	امر معروف و نہی منکر و اثر بہ مختلف نیہا
۴۹ //	امارت کی شناخت و بیان تولد و تہذیب و ترک علانی و دعوائی۔
۵۰ //	معرفتِ نفس و روح و قلب اور قبض و ادراج، ملائک کا ظہور اور خواہشِ موت۔
۵۱ //	علم و طبل و زنبیل گردانی۔

21

49

①

2

 $\frac{1}{2}$

24

1

1

1

4

ان

✓✓

1

۱۲

6.

11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

مقدمہ

علم اور کتب صوفیہ کے دیکھنے اور کلماتِ مشائخ
کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب

قال الاشرف:

العلم بیضاء زهراء وسائر الفنون ذراتها
(حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ علم ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے اور
تمام ہنر اور پیشے اس کے ذرے ہیں)
حضرت نور العین نے قدوة الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ طالب حقیقت کے لئے ان علوم
کثیرہ میں کون سا علم حاصل کرنا اہم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توحید جان لینے اور ایمان کے پہچان
لینے کے بعد اول اول جس چیز کا جاننا ہر بندہ پر واجب ہے وہ تمام عقائد حقہ شریعت و طریقت
کا جان لینا ہے اور عبادت کا جاننا ہر درویش پر فرض ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:
ادبوا ثما فقہوا ثما اعتزلوا پہلے ادب سیکھو پھر علم دین حاصل کرو بعد ازاں
عزت گزینی اختیار کرو اور جو کچھ حاصل کیا ہے
واعملوا۔ اس پر عمل کرو۔

حضرت قدوة الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جس زمانے میں شیخ الاسلام شیخ احمد جام زندہ پل
چشتیہ حضرات کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے دوسری طرف سے حضرت خواجہ
مودود چشتی قدس سرہ اپنے بہت سے مریدوں کے ساتھ اسی مقصد سے اس طرف روانہ ہوئے
راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات میں کسی بات پر قدرے اختلاف پیدا ہوا ان کی
کدورت دور ہونے کے بعد شیخ الاسلام نے خواجہ مودود چشتی قدس سرہ سے فرمایا کہ تم سب احباب
کو چھوڑ کر صرف دو خدمت گاروں کو روک لو اور تین دن بعد مجھے ملو۔ حسب ارشاد خواجہ مودود چشتی
شیخ الاسلام کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی کیا اب میرے لئے کیا حکم ہے تاکہ میں

دیا کروں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سجادہ کو طاق پر رکھو اور جاؤ علم حاصل کر دو کہ زاہد بے علم شیطان کا تابعدار ہوتا ہے اور عابد بے فقہ کہہا کے گدھوں کی طرح قابل تعریف و تحسین نہیں ہوتا کہا کہ میں نے قبول کیا کچھ اور فرمائیے تاکہ اس پر بھی عمل کروں، فرمایا کہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ اپنے خاندان کو زندہ اور روشن کر دو کہ تمہارے باپ دادے بہت بزرگ اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔

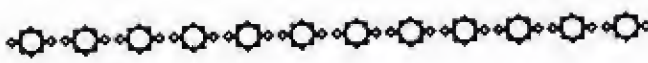
حضرت خواجہ مودود چشتی نے کہا کہ جب آپ مجھ کو خاندان کے زندہ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو برکت کے لئے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیجئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا سامنے آؤ، یہ سنتے ہی قریب شیخ الاسلام کے سامنے آگئے۔ شیخ الاسلام نے ہاتھ پکڑا اور اپنے مسند کے کنارے بٹھالیا اور تین بار فرمایا بشرط علم یعنی یہ تمہاری خاطر ہے کہ مسند پر تم کو بٹھالیتا ہوں، اس مسند پر بیٹھنے کا حق اس وقت پیدا ہو گا جب تم علم حاصل کر لو گے ایک بعد دہ تین روز شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے۔ اس مدت میں ہزاروں فائدے حاصل کئے اور بے شمار نوازشیں دیکھیں تین روز کے بعد واپس آئے اور چند دنوں کے بعد بغرض تحصیل علم بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے۔ چار برس تک اپنی طاقت اور مقدور بھر اس بارے میں کوشش کی اور اس کمال کو پہنچے کہ ان شہروں میں جا بجا آپ سے عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوتیں جن کی تفصیل بے کتاب دراز ہو جاتی ہے اس کے بعد چشت تشریف لائے مرید و معتقد کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوئے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ عالم کو چاہیے کہ بے پوچھے بات نہ کہے جو شخص قبل پوچھنے کے علمی باتیں شروع کر دیتا ہے اس کے کلام کی روشنی کا دھندہائی حصہ زائل ہو جاتا ہے سوال کے بعد جواب ایسا ہے جیسے سلام کا جواب ہے

بیت

تا نہ ہندستان گروفاست جب تک نہ مے نہ لے جو متاع دنا بھی ہو
تا نہ پیرسند مخوان گردعاست جب تک نہ پوچھے کچھ نہ کہے گردعابھی ہو

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ علمائے دنیا و علمائے آخرت میں کیا فرق ہے؟ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ادنیٰ فرق ایسا ہے جیسے کھری کھونٹی چاندی میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عالم بالشد کی فضیلت عالم بالا حکام پر ایسی ہے جیسے دیکھنے کی سننے پر اور یہ ظاہر ہے کہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ بھٹکا ہوا عالم ایسا ہے جیسے کشتی کہ جب ڈوب جاتی ہے اس کے ساتھ ایک خلق کی خلق ڈوب جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم بے عمل مثل کمان بے چلہ کے ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے آئینہ بے قلعی کے، کیونکہ جب تک علم کے کینے میں عمل کی قلعی نہ ہوگی احوال و مقامات کا چہرہ نظر نہ آئے گا اور لطائف قلبی کی لطافت نہ بڑھے گی۔ علم کا طالب جانتا ہے کہ تنہا علم اس کے نجات کا سبب ہوگا۔ مواخذہ آخرت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے علم کا حاصل کر لینا کافی ہے علم کو عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اعتقاد نہایت خراب اور



فلسفیوں کا مذہب ہے۔ سبحان اللہ عجیب طالب علم ہے کہ علم تو حاصل کرتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ جب علم حاصل کر لیا اور اس پر عمل نہ کیا تو مواخذہ اور گرفت کی حجت زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ کیا اس کو خبر نہیں کہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

أشد الناس عذاباً أباً يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَنْ
لَمْ يَنْفَعَهُ اللَّهُ بِعِلْمِهِ -
قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص پر ہوگا
جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں پہنچایا۔
مشائخ عظام کے ارشادات میں ہے کہ کسی بزرگ نے شیخ جنید قدس سرہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اسے
ابوالقاسم آپ کا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا
كَلَّحَتِ الْعِبَادَاتُ وَفَيْتَ لَكَ ارشادات
ما نفعنا إلا ما كُنتَ رَكْعَتاً هَافِ
جوت الیل۔
یعنی عبادتیں مٹ گئیں ارشادات بے کار ہو گئے
اور کسی چیز نے ہم کو نفع نہیں دیا سو اٹھے ان چند
رکعتوں کے جو آدمی رات کو ادا کی تھیں۔

اے فرزند احوال اور احوال سے تہی دست نہ ہو اور اس بات پر یقین کر کہ صرف علم تیری دست گیری نہیں کر سکتا
اس کا اندازہ تجھے اس مثال سے بخوبی ہو جائے گا کہ اگر کوئی شخص جنگل میں جا رہا ہے اور دس اعلیٰ تلواریں اس کے پیٹ
سے بندھی ہیں اور دوسرے آلات حرب بھی اس کے پاس موجود ہیں اور اس کے ساتھ تیر انداز اور جنگی اور لڑنے والا بھی ہے
ناگاہ کوئی شیر اس پر حملہ کر دے اور وہ ان ہتھیاروں سے کام نہ لے تو کیا وہ شیر کے خطرہ اور گزند کو ٹال سکتا ہے؟ (محض اسلحہ
پاس رکھنے سے شیر نہیں بھاگے گا جب تک ان سے کام نہ لیا جائے) اسی طرح اگر کوئی شخص کئی لاکھ مسئلے پڑھ
لے اور اس کو یاد بھی ہوں لیکن عمل نہ کرے تو اس سے کیا فائدہ اور کیا حاصل!! آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی
شخص بیمار ہو اور اس کی بیماری کا سبب حرارت اور صفرا ہو اور جانتا ہو کہ اس کا علاج آتش جو اور سکنجبین ہے اور
وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے تو کیا محض دواؤں کے جاننے سے علاج ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کبھی بھی اس کا
محض دواؤں کے جاننے سے علاج نہیں ہو سکتا۔

بیت

گرمی دہ ہزار رطل خود پیمائی ہزاروں بار کر دتم جو بادہ پیمائی
تامی نخوری نباشد شیدائی اگر پیا نہیں تم نے نہو گے شیدائی
اگر لاکھ برس تک علم حاصل کرتے رہو اور ہزاروں کتابیں پڑھ ڈالو لیکن اس پر عمل نہ کرو تو تم کس طرح خداوند
تعالیٰ کی رحمت کے مزاردار بن سکتے ہو۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک زاہد کے پاس چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے موجود تھے اور
وہ شب و روز مباحثہ اور مذاکرہ میں مصروف رہتا تھا لیکن عمل میں بالکل کور تھا جب وہ مر گیا تو کسی نے اس
کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، مرنے کے بعد سے اب تک

میں چاہ ویل (جہنم کا ایک مقام ہے) میں پڑا ہوں ۵

چو عالم ندارد باعمال میل جو عالم عمل سے نہیں رکھتا میل

بود جائی او درنگ چاہ ویل تو اس کی جگہ ہے تہ چاہ ویل

حاضرین میں سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس پر کوئی قرآنی دلیل بھی ہے کہ عالم بے عمل کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا بہت سے مقامات پر اس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے، سنو! ارشاد ہے۔

آدمی کے لئے نہیں مگر جو اس نے کمایا۔

لَيْسَ لِلَّهِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبَ ۝

ہاں تمہیں بے فرزند یہ معلوم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دوسری آیات کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

تو جو اپنے رب کے حضور حاضری کی امید رکھتا ہو اسے

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

چاہئے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے رب کی عبارت

وَلَا يَتَّبِعْ لَهْ بِعِبَادَةٍ مَّيَّتَةٍ ۝ ۱۵

میں (ہرگز) کسی کو شریک نہ کرے۔

بدلہ اس کا جو وہ (نیک) کام کرتے تھے۔

جَزَاءً ۝ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کئے ان کے لئے فردوس کے باغوں کی نعمانی ہے

كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝

وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

خَالِدِينَ فِيهَا ۝

اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے۔

وَمَنْ ثَابَرَ عَمِلَ صَالِحًا ۝

اس سلسلہ میں احادیث شریفہ بھی موجود ہیں یہ سن کر حضرت کبیر نے عرض کیا کہ کیا بندہ اپنے عمل سے بہشت میں جائے گا یا فضل خداوندی سے اس کو بہشت میں جگہ ملے گی؟ حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا کہ اسے فرزند! میں یہ کہتا ہوں کہ فضل و رحمت حق اتنا ہے اس کو بہشت میں جگہ ملے گی لیکن جب تک وہ خود کو طاعت و عبادت سے رحمت کے قابل اور رحمت کا سزاوار نہیں بنائے گا اس پر رحمت کا نزول نہیں ہوگا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

والوں سے

پس جب تک رحمت اس کے شامل حال نہیں ہوگی وہ جنت میں کیونکر جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف ایمان ہی سے بہشت مل سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں بہشت تک پہنچ جائے گا لیکن خدا تک کب پہنچ سکتا ہے

۱۵ پ ۲۷ النجم ۳۹ ۱۶ پ ۱۹ الکہف ۱۱ ۱۷ پ ۲۱ السجدة ۱۷ ۱۸ پ ۱۶ الکہف ۱۰

۱۹ پ ۱۸ الفرقان ۱۱ ۲۰ پ ۸ الاعراف ۵۶

بہت سی گھاٹیاں سامنے ہیں تاکہ اس تک پہنچ سکے حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ بندہ کے لئے بغیر عبادت کے چارہ کار نہیں، بندہ کو بندگی بجالانا چاہیے اور کریم کو کرم سزاوار ہے۔ اور اس کو بندگی میں ایسا مستغرق ہونا چاہیے کہ اس کی جزا کا خیال بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ بلکہ محض خداوند تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں یہ بندگی ہونا چاہیے (نہ کہ امید ثواب و جزا پر) اگر وہ اس بندگی میں قبولیت کے آثار نہ بھی پائے جب بھی اس سے نہ رُکے۔

حکایت اسرائیلی عابد | حضرت قدوة الکبر اسے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نے اپنے بہت سے ماہ و سال عبادت میں بسر کئے تھے۔ حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ اس عابد کا خلوص ملا کہ کو مشاہدہ کرایا جائے۔ ایک فرشتہ اس عابد کے پاس بھیجا گیا اور حکم ہوا کہ اس عابد سے کہنا کہ یہ مجاہدہ اور ریاضت جو تو کر رہا ہے ہماری بارگاہ کے لائق نہیں ہے۔

یگی ہائف انداخت درگوش پیر	کہا ہائف غیب نے پیر سے
کہ بیجا صلی در سرخویش گیر	کہ ناکام جا اپنی توراہ لے
دریں در دعائی تو مقبول نیست	دعا تیری مقبول اس جا نہیں
بخواری بردیا بزاری بایست	رہو خواری یا جاؤ اندوہ گین

فرشتہ نے یہ پیغام اس عابد کو پہنچا دیا۔ عابد نے جواب دیا کہ مجھے تو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے میرا کام صرف بندگی ہے۔ خداوندی سے مجھے کیا کام ہے کہ خداوندی تو صرف میرا مالک جانتا ہے۔ وہ فرشتہ یہ جواب سن کر بارگاہِ ایزدی میں واپس آیا اور عرض کیا کہ الٰہی اتو تمام پرشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے تو ہی سمجھ سکتا ہے کہ عابد نے کیا کہا ہے۔ بارگاہِ عزت سے اس کو جواب ملا وہ بندگی نہیں چھوڑتا تو ہم بھی اپنے کرم کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (ہمارا کرم اس کے شامل حال رہے گا،

اشھدوا یا ملئکتی انی قد غفرت لہ اے میرے ملائکہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخش دیا

۵

قبولست گرچہ ہنر نیستش	ہے قبول تو گرچہ ہے ناسزا
کہ جز ما پناہی دگر نیستش	کہ کوئی نہیں تیرا میرے سوا

تراب کا واقعہ | طالب علم کی اعانت کے بارے میں بات چلی تو حضرت قدوة الکبر اسے فرمایا کہ ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ تراب نامی ایک کافر تھا ایک دن ایک طالب علم مدرسہ کے چوتھے پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا اتفاقاً اس کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ تراب نے جھپٹ کر وہ قلم اٹھایا اور اس طالب علم کو دے دیا۔ کل قیامت میں اس اعانت کے بقدر تراب کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔ دوسرے کافر یہ دیکھ کر آرزو کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ نَذْرًا يَا
اسے کاش کہ میں نذرانہ ہوتا۔

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی زندگی ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں ہے تب بھی اس کو چاہیے کہ علم فقہ کے حصول میں مشغول رہے (علم فقہ سیکھے) کہ ایک دینی مسئلہ کا جان لینا ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اپنے اعضاء کا عمدہ عبادتوں سے آراستہ کرنا اور باطن کا پسندیدہ خوبیوں سے ستوارنا فیض الہی کا موجب اور لامتناہی الطاف کے درود کا باعث ہے۔ اس بات کو تم ایک مثال سے سمجھو! اگر تم سے کوئی مخبر یہ کہے کہ لگے ہفتے بادشاہ تم سے ملنے آئے گا تو تم آئندہ ہفتہ کسی کام میں مشغول نہیں ہو گے بجز اس کے کہ جس چیز کو تم سمجھتے ہو کہ وہ سلطان کو پسند آئے گی اور اس کی نظر اس پر پڑے گی اس کو پاکیزہ اور صاف کر کے سجا کر رکھو گے۔ تمام جگہ کو، اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھو گے۔ (یعنی بادشاہ کے آمد کی خبر سن کر گھر کو خوب آراستہ پیراستہ کر دو گے) اب ذرا خود سمجھ لو کہ میرا یہ اشارہ کس طرف ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم یہ کرو یا وہ کرو بس اس قدر اشارہ کافی ہے۔

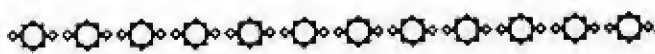
بیت

آنکہ او اہل مہارت آمدہ وہ عقلمند کہ جو صاحب مہارت ہے
بہر او ایما بشارت آمدہ اشارہ اس کے لئے کافی و بشارت ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

ان الله لا ينظر الى صوركم ولا الى
اعمالكم ولكن ينظر الى قلوبكم و دنیا تکم
اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں
دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

شیخ اصیل الدین سفید باز نے کہ حضرت قدوة الکبر کے خلفاء ثلاثہ میں سے ایک ہیں مقالات اربا اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد کے سلسلہ میں حضرت قدوة الکبر سے درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صالحین کا ذکر اور عارفین کا تذکرہ ایک نور ہے جو ہدایت طلب کرنے والوں کے دلوں میں پرتو لگتا ہوتا ہے۔ میں ان ادراک اور اس انتخاب میں اس بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوة الکبر کے اذواق و معارف اور مواجید و احوال اور کسیر مقامات و حالات و کرامات اور بعض صوفیاء کرام اور اس فرقہ عالیہ کے ذکر و کسیر اور ان کی کرامات کا کچھ مذکرہ کروں گا تاکہ وہ حضرات جو عقیدہ کامل رکھتے ہیں وہ اس سے نفع اندوز ہوں اور ان لوگوں کے محروم و غریب سے جو اس پاکیزہ گروہ کی کرامات اور مقامات صوفیہ کی نفی کرتے ہیں اور ان بزرگوں کے الہامات و استقامت کا ابطال کرتے ہیں محفوظ رہیں۔ اعاذنا اللہ



تعالیٰ وایاکم عن مکائدہم (اللہ تعالیٰ ان کے مکر سے ہمیں پناہ دے)
حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے کہ:
حکایات المشائخ جنداً من جنود اللہ تعالیٰ تعین القلوب (مشائخ کی حکایتیں اللہ تعالیٰ
کے لشکر دہ سے ایک لشکر ہے جو دلوں کی اعانت فرماتا ہے)

حضرت شیخ کبیر سرور پوری نے جو حضرت قدوة الکبر کے مخلص اصحاب اور کامل و مکمل خلیفہ ہیں اور اس
کتاب میں جہاں کہیں بھی لفظ حضرت کبیر تحریر ہوگا اس سے مراد آپ ہی کی ذات بابرکات ہوگی۔ حضرت قدوة
الکبر سے عرض کیا کہ مشائخ و صوفیہ کے کلمات مقدسہ کے استماع پر اور ان حضرات کے مقامات پسندیدہ سے
آگاہی کے حصول کے لیے قرآن پاک سے بھی کوئی دلیل ہے؟ حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا ہاں! حق سبحانہ
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ذَکَلَّا نَقْصُصُ عَلَیْكَ مِنْ الْاَنْبَاءِ الْمُرْسَلِ
مَا نُنَبِّتُ بِہِ فَوْاَدَ لَکَ لَہ
اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ
پر بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے (مبارک)
دل کو ٹھہرائیں۔

یعنی ہم آپ کے سامنے پیغمبروں کے واقعات اور اخبار مرسلان بیان کرتے ہیں اور ان کے احوال
سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ کے قلب کو ثبات میسر ہو اور قوت میں اضافہ بھی ہو اور اگر آپ
کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو آپ جان لیں کہ سابقہ پیغمبروں کو بھی اس طرح کے رنج پہنچے تھے اور
انہوں نے ان پر صبر کیا تھا۔

اسی طرح مشائخ اور نیک لوگوں کے واقعات اور حکایات سننے سے مریدوں کے دلوں کی تربیت ہوتی ہے
اور بلا امتحان کے موقع پر ان کی مثالوں میں ثابت قدمی کا سبق ملتا ہے۔ ہاں! اس کے لیے جو ان مردوں کا خرم
دیکھا ہے۔ چاہیے کہ ان بزرگوں کی سیرت اختیار کرے۔

حضرت قدوة الکبر کا ارشاد ہے کہ کسی نے شیخ ابوعلی دقاق سے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایت اور مردان
معرفت کی باتوں کے سننے کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ جبکہ ہم ان کی طرح کام نہیں کر سکتے (ان جیسا مجاہدہ ہم سے
نہیں ہو سکتا) تو انہوں نے فرمایا ہاں! فائدہ ہے! ایک یہ کہ اگر مرد طالب ہے تو قوی ہمت بن جائے گا اور اگر کوئی
نامرد ہے تو مرد بن جائے گا۔ اس سلسلہ سخن میں آپ نے فرمایا کہ فردوسی طوسی نے اسی موقع کے لیے یہ کہا ہے۔

بیت

ہر آنکس کہ شہ نامہ خوانی کند اگر کوئی شہ نامہ خوانی کرے
اگر زن بود پہلوانی کند جو عورت بھی ہو پہلوانی کرے

داخل کر دیتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دوستی دونوں قرابتوں یعنی رشتہ نسبی و تعلق محبت سے ایک قرابت ہے اور کہا ہے کہ کوئی یگانگت دوستی سے زیادہ یگانگت نہیں ہے اور کوئی یگانگی عداوت سے بڑھکر یگانگی نہیں ہے۔

القوم اخوان صدق بینہم نسب
من المؤدۃ لم یعدل بہ سبب

قوم بھائی بھائی ہیں اور دوستی ان میں نسب
دوستی کے مثل کوئی بھی نہیں رشتہ سبب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک قوم دوسری قوم کو دوست رکھتی ہے لیکن انکے اعمال نہیں اختیار کرتی فرمایا
المناء مع من احب انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔

حضرت قدوة الکبر اقدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو گروہ صوفیہ کے کمال معارف اور ان کے احوال کا علم ہے تو وہ خوش بختی ہے۔ اور جس شخص کو یہ باتیں حاصل نہیں ہوئیں (قابلیت ازلی اور اہلیت دائمی سے نصیب نہیں ہوئی) کریمہ دولت تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ) اگر کسی شخص کو اس گھزار مسارت کی ذرا سی خوشبو اور اس لالہ زار کی نسیم حاصل ہو گئی ہے تو یہ بھروسہ سعادۃ کی علامت ہے اگر کوئی شخص اپنی محرومی اور حرماں نصیبی کے باعث ان دونوں فرتوں میں کسی سے بھی نہیں ہے اس کا تعلق نہ گروہ اول سے ہے اور نہ گروہ ثانی سے (نب بھی اس کو چاہیے کہ ان دو انسانِ خدا کی ہم نشینی اور صحبت اختیار کرے اس لیے کہ اس پاک گروہ کے ساتھ اختلاط اور ہم نشینی ہی انبساط کا باعث اور اجرِ جزیل کا موجب ہے۔

ذکر بشارت | حضرت سید الطائفہ ابو بکر عطفی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ
مجان اولیاء اللہ | جو شخص اس گروہ کے انوال پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس گروہ سے عقیدت و ارادت رکھتا ہے اس سے کہو کہ میرے حق میں ضرور دعا کرے۔

حضرت خواجہ منصور (خلّاج) کہتے ہیں کہ
جو شخص ہماری ان باتوں (معارفِ تصوّت) پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی چاشنی اس نے چکھتی ہے اس کو میرا سلام پہنچانا۔

حضرت شیخ عموت قدس سرہ شیخ شروانی قدس سرہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اگر تمہارے پیروں میں طاقت ہے تو خراسان جا کر اس شخص کی زیارت کرو جو ہم کو دوست رکھتا ہے اور میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جو ہم کو دوست رکھتے ہیں نیکی کرنا۔

حضرت قدوة الکبر (قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ اویاٹے اللہ کو دوست رکھنے والا اور حضرات اصفیا کا ہونا خواہ (محبت کرنے والا) اسی گروہ میں سے ایک فرد ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ شیخ ابو جعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنی ارادت اور عقیدت کے ابتدائی زمانہ میں جب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدر مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اور شاخ صوفیہ آپ کے گرد بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر فرمائی آسمان کا دروازہ کھلا اور ایک فرشتہ سونے کا طشت اور چاندی کی چھاگل (آفتابہ) لے کر اتر آیا اور حضور سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا آپ نے دست مبارک دھوئے اور اس کے بعد پھر ہر ایک نے ہاتھ دھوئے لیکن جب میرے سامنے وہ طشت اور آفتابہ رکھا گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ اس کے سامنے سے اٹھا لویا اس گروہ صوفیہ میں سے نہیں ہے۔ طشت بردار نے طشت اٹھا لیا اور واپس چلا گیا اس وقت میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن آپ کو بخوبی علم ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر طشت واپس آگیا اور میں نے بھی ہاتھ دھوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور بتسم فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ہم کو دوست رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ رہو شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ میرا اٹھنا بیٹھنا صوفیہ کرام کے ساتھ تھا۔ (لیکن کسی کامرید نہیں تھا) شیخ ابراہیم ادھم قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک نمرست (طومار) ہاتھ میں لیے کچھ لکھ رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا لکھ رہے ہو۔ فرشتہ نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم نے میرا نام بھی اس نمرست (طومار) میں لکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان میں سے تو نہیں ہوں مگر میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ یعنی اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں یہ گفتگو کر رہا تھا کہ ایک دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ نمرست دوبارہ لکھو اور اس شخص کا نام اس نمرست میں سب سے پہلے لکھو جو میرے دوستوں کا دوست ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روز قیامت بندہ اپنے اعمال (حسنہ) کی کمی کے سبب سے یابوس اور ناامید ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائے گا کہ اے میرے بندے تو فلاں جگہ کے فلاں دانش مند کو یا فلاں عادت کو پہچانتا ہے تو اس وقت وہ کہے گا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں تو بارگاہ الہی سے حکم ہو گا کہ جا تجھ کو بھی اس شخص کی شناخت و معرفت کے باعث بخش دیا۔

حضرت قدوة الکبر (قدس سرہ) نے اس گفتگو کے ضمن میں فرمایا کہ سلطان العارفین حضرت (بایزید بطامی

رضی اللہ عنہ) کا ایک دوست سفر میں ان کے ساتھ تھا یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے اس ساتھی کو خبر پہنچائی کہ تمہارا فلاں دوست مر گیا ہے۔ وہ شخص اس کی عاقبت کا غم کرنے لگا اور اس کے انجام کے بارے میں متاسف ہونے لگا۔ حضرت سلطان العارفین اس کے تاسف اور افسوس سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے مرنے والے دوست نے مجھ کو دیکھا تھا یہ اس نے کہا نہیں، سلطان العارفین نے فرمایا اس نے میرا نام سنا تھا یہ اُس نے کہا جی ہاں! جب میں آپ کی خدمت اور صحبت شریف سے فارغ ہو کر اس شخص کے گھر جاتا تھا اور جناب والا کے اوصاف حمیدہ اور سوانح پاکیزہ اس شخص کو سنایا کرتا تھا وہ ان کو سن کر خوش ہوتا تھا اور بڑے اعتقاد سے سنتا تھا۔ سلطان العارفین نے فرمایا بس اس قدر کافی ہے (اس کی انشاء اللہ بخشش ہو جائے گی)۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں لشکر غیب اور عالم لاریب سے الہام کرنے والوں نے اس فقیر اثر فرما کر بھی بتایا ہے اور پکار کر مجھ سے کہا گیا ہے کہ جو کوئی تجھے اخلاص سے دیکھتا ہے اور پر خلوص دل کے ساتھ اس نے تیری صحبت اختیار کی ہے اس کو بخش دیا جائے گا مجلس والا اور محفل بلند مکان کے حاضرین یعنی حضرت کبیر و شیخ عارف، حضرت شیخ معروف، حضرت قاضی رفیع الدین، حضرت شیخ شمس الدین اودھی (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور بہت سے دوسرے حضرات اس مژدہ جانفزا اور بشارت دکشا کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر ان کی زبان سے نکلا۔

چہ شکر آنکہ مرا مژدہ امان آمد خدا کا فکر بشارت امان کی آئی ہے
نوید فتح و بشارت از انجہان آمد نوید فتح مجھے اس جہان سے آئی ہے

الحمد لله على هذه النعمة الشريفة والوعدة المريعة بار بار کہنے لگے اور شکر الہی بجالانے لگے۔ حضرت قدوة الکبر اقدس سرہ فرماتے ہیں کہ جبکہ صرف شناخت ہی سے نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ اور شہادت کا سبب بن جاتی ہے تو دوستوں کی محبت اور طالبان حق سے پیوستگی اور دوستی اور ان کی سیرت اختیار کرنا اور ان حضرات کی پیروی کس قدر اولیٰ تر اور افضل تر ہوگی (اس کا اجر کس قدر عظیم ہوگا) شیخ ابوالعباس عطا سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر دوستی خدا کی نہیں کر سکتے تو اس کے دوستوں سے دوستی کر دو کہ دوستوں کی دوستی بھی اسی کی دوستی ہے

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جس طرح گروہ صوفیہ کے اقوال کی تکرار اور اس گروہ کے فضائل کا اقرار موجب اجر ہے کیا اسی طرح ان کے اقوال کا انکار قمر عظیم اور زجر الیم (سخت عذاب) کا موجب ہوگا حضرت قدوة الکبر انے ارشاد فرمایا کہ ہاں اور تقریباً ایک حکایت حضرت مولانا روم سے نقل کی کہ حضرت حسام الدین چلیپی نے جو حضرت مولانا روم قدس سرہ کے خلیفہ (اور ان کے پوتے بھی تھے) جب اپنے دوستوں اور اپنے حلقہ کے دوسرے اصحاب کی توجہ الہی نامہ (تصنیف حکیم سنائی) اور منطق الطیر

(تالیف خواجہ فرید الدین عطار) جیسی منظوم کتابوں کی طرف زیادہ دیکھی (دیکھ) کی طرف بہت راغب ہیں) تو انہوں نے حضرت مولوی معنوی کی خدمت میں گزارش کی کہ غزلیات کی کتاب تو بہت ہو چکی ہے اگر اب بچائے غزلیات کے الہی نامہ اور منطق الطیر کے طرز پر کوئی کتاب منظوم تیار ہو جائے جو دوستوں کے لیے یادگار ہو تو بہت ہی خوب ہو، حضرت مولانا روم نے یہ سنتے ہی اپنی دستار مقدس سے ایک کاغذ نکال کر شیخ حسام الدین چلیپی کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کاغذ پر اٹھارہ ابتدائی اشعار مشنوی کے لکھے اس جگہ سے کہ

بشنو ازنی چون حکایت میکند وز جدائی ہا شکایت میکند
اس جگہ تک کہ حال بختہ در نیاید بیچ خام پس سخن کوتاہ باید و اسلام
اس کے بعد ----- حضرت مولانا روم نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ

تمہارے دل میں یہ خواہش اور آرزو پیدا ہو عالم غیب سے میرے دل میں اتھا کیا گیا تھا کہ اس قسم کی کتاب عظیم نظم کرنا چاہیے اس کے بعد وہ مشنوی معنوی کے اہتمام میں مشغول ہو گئے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ اولاً شب سے طلوع فجر تک حضرت مولانا روم اہلا کرتے اور حسام الدین چلیپی اشعار لکھتے جاتے پھر انہوں نے جس قدر لکھا ہوتا اس کو بآواز بلند حضرت مولوی رومی کے سامنے پڑھتے۔ جب پہلی جلد مشنوی کی تمام ہوئی تو حسام الدین چلیپی کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس کام کے تسلسل میں رکاوٹ پڑ گئی (وہ تسلسل ختم ہو گیا) اس کے دو سال کے بعد پھر حسام الدین چلیپی کی فرمائش سے مشنوی کو تکمیل پر پہنچایا چنانچہ جلد دوم کے آغاز میں اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

مدتی این مشنوی تا خیر شد
مہلتی بالیست تا خون شیر شد

شیخ چلیپی حسام الدین فرماتے ہیں کہ جب مشنوی پڑھی جاتی اور حاضرین اس کے کیف میں ڈوب جاتے تو اس وقت میں دیکھتا کہ مردان غیب کی ایک جماعت ہاتھوں میں دور باش اور تلواریں لے کر حاضر ہوتی کہ جو کوئی اخلاص کے ساتھ نہیں سنے گا ہم اس کے ایمان کی جڑیں اور شاخیں کاٹ کر پھینک دیں گے اور اس کو دوزخ میں کیچھ کر لے جائیں گے۔ حضرت مولوی رومی تیس سو نے فرمایا ایسا ہی ہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

دشمن این حرف این دم در نظر شد مثل سرنگوں اندر سقر
امی حسام الدین تو دیدی حال او حق نمودت پاسخ احوال او

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ مشائخ کرام کی تصنیفات اور فرقہ صوفیہ کی تالیفات اللہ تعالیٰ کے انعام و بخشش اور اس کے نانتنا ہی کرم کا نتیجہ ہیں۔ جس زمانہ میں یہ فقیر حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہ سے کاشان میں شرف اندوز ملاقات ہوا تو اثنائے ملاقات میں شیخ محی الدین ابن عربی کا تذکرہ آیا شیخ عبدالرزاق کاشانی نے فرمایا کہ بغداد کے ایک عظیم شیخ نے ان کے فضائل و مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے اور خود حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے بعض احباب و اصحاب کی فرمائش سے ایک رسالہ اپنی تصنیفات کی فہرست میں مرتب کیا ہے اس میں ان کی تصنیفات کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے اور ان سب کے نام تحریر کیے ہیں ان میں زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں شیخ اکبر نے اس رسالہ کے مقدمہ میں خود یہ تحریر کیا ہے کہ ان کتب کی تصنیف و تالیف سے میرا مقصد دوسرے مصنفوں کی تصانیف کا جو مقصد رہا ہے وہ نہیں ہے بلکہ میری بعض تصانیف کا سبب تصنیف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی کوئی ایسا امر واقع ہو جائے کہ اُس کے ضبط سے یہ ڈر ہوتا تھا کہ وہ مجھ کو پھونک ڈالے گا لہذا ایسے واردات و امور میں سے بعض کو میں بیان کر دیتا۔ اور ایک سبب یہ بھی ہوتا تھا کہ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں بطور مکاشفہ حق تعالیٰ کی جانب سے میں اس کے لیے مامور کیا جاتا۔ اس سلسلہ سخن میں حضرت قدوة الکبر (قدس سرہ) نے فرمایا کہ رسالہ غوثیہ کی تالیف کے سلسلہ میں حق تعالیٰ نے مجھ کو بھی اس امر شریف سے سر بلند فرمایا تھا۔ (جسے بھی حکم ہوا تھا کہ رسالہ غوثیہ تحریر کروں) اور میرے سر میں بھی اس کا شوق پیدا کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت نور العین بھی اس واقعہ شریف میں موجود تھے اسی طرح قدوة الکبر کے کلمات اور الفاظ شریفہ کا جامع یعنی یہ خادم جو نظام امتی کے نام سے موسوم ہے اس اشارہ سے سر بلند ہو چکا ہے (اس کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ملفوظات قدوة الکبر کو جمع کرے) اور اس کلام لطیف اور سنن پاکیزہ کے جمع کرنے کے سلسلے میں بعض الہامات اور واردات قلب پر گزر رہے ہیں۔

۱۵ یہاں پر مخطوط میں یہ عبارت موجود ہے میں اسکو بلفظ پیش کر رہا ہوں: قال الا شوف بشرفی اللہ تعالیٰ من اصغی کلامک بحسن القبول والاعتقاد وبطرد الیقین والافیاد فی عرفانی ووجدانی مسمیع جناتی فقد اندرجت فیہ حسناً فیہا نطقہ العالم والمعرفۃ وان التبس علیہ فی الحال فقد یثبت لہ النصیب فی طور من اطوارہ۔ حضرت اشرف تہس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ جس نے میرے عرفان و وجدان کے بارے میں تمہاری بات کو حسن قبول و اعتقاد و طریق یقین و فرمانبرداری کے ساتھ کوشش دل سے سنا تو اس میں بلاشبہ نیکیاں سربست کر گئیں جس میں علم و معرفت کی گویائی ہے اور اگر کلام فی الحال اس پر شبہ ہو گیا تو میرا اس کے لئے ایک قسم کا حصہ ثابت ہوگا (شمس بریلوی)

نوٹ: بعینہ یہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں صفحہ ۱۷ پر بھی موجود ہے اور حاشیہ پر ناسی ترجمہ ہے۔ (نوشاہی)

الفرض مشائخ کے کلمات عجیبہ اور نکات غریبہ کشف و وجدان اور ذوق و عرفان سے مستنبط اور مقنن ہوتے ہیں۔ ذوق و عرفان کی تحریک سے تحریر کئے جاتے ہیں (اور غیبی اشارہ شامل حال ہوتا ہے) اس لئے ان مقالات کا منکر اور کلمات ذوق و وجدان کا معترض جہنم کے گڑھے اور حرمان کے غار میں گر رہا ہے جیسا کہ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے۔

مثنوی

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد	چاک پر دہ کرنا جب چاہے خدا
میاش اندر طعنہ پاکان برد	طعنہ پاکان پہ دل کو دے جھکا
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس	اور گر چاہے کہ ستاری کرے
کم زند در عیب اہل دل نفس	طعن سے پھر دل بھی بیزاری کرے
نکتہا چون تیغ پولاد است تیز	نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نداری تو سپردا پس گریز	ڈھال گر رکھتا نہیں کہ جب گریز
پیش این الماس بے اسپر میا	بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا	کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

حضرت قدوة الکبرا (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی توحید انحال میں تحقیق کر چکا ہے اور توحید صفات سے آگاہ ہے وہ شخص جانتا ہے کہ انحال صوفیہ اور اقوال طائفہ علیہ میں کیا حکمت ہے (وہ صوفیہ کے انحال اقوال حکمت سے خالی نہیں ہوتے) پس ایسے شخص کو جو ان کلمات سے آگاہ ہے کبھی ان کلمات پر حرج گیری نہیں کرنی چاہیے۔

بر حرف یح کس منہ انگشت اعراض	مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعراض
کان کلک تمنع نیست کہ خطی خطا کشد	یہ وہ قلم نہیں کہ کھینچے خط خطا

رسالہ مناقب و مراتب | حضرت قدوة الکبرا نے اصحاب کالمین کے مراتب اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا۔ اس رسالہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کچھ زیادہ بیان کیے گئے تھے جس سے علماء اظہار کا گمان دوسری طرف جاتا تھا جیلہ باز اور جنگ دوست لوگوں کے دل و دماغ میں تفضیلیت و بدعت کی بو جاتی تھی۔ جب حضرت قدوة الکبرا ہنگال سے حضرت زبدۃ الاحرار علامہ والدین والد نیلے ملاقات کر کے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں قصبہ محمد آباد گنہ میں آپ نے نزول فرمایا اور قصبہ کے سواد سے ملحقہ ایک باغ میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں کے علماء فضلا و سکالین اطراف و اکناف سے حضرت قدوة الکبرا کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ وقائے معرفت اور حقائق طریقت پر باتیں شروع ہوئیں۔ اسی دوران صحابہ کرام (خلفائے راشدین) رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بارے میں گفتگو

شروع ہوئی۔ حضرت قدوة الکبر اندس سرہ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق زبان گوہر بار سے ارشاد فرمایا اور آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی اپنی زبان نہ کھول سکا (پھر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس اعتراض کو اٹھاتا) عقاید پر تمہید کے بطور کچھ ارشاد فرماتے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے صابز کرام کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے اگر آپ حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ حاضرین نے پورے شغف اور دلچسپی کے ساتھ اس کے مطالعہ کی اسناد عاکی چنانچہ حضرت کے ہنتم کتاب خانہ مولانا حسین نے حضرت کے اشارہ کے بموجب رسالہ ان لوگوں کو دے دیا قاضی حمید الدین اور بعض دوسرے علماء نے اس کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کے بعد بہت ہی زیادہ تعریف کی۔ ان علماء میں قاضی احمد بھی شامل تھے انہوں نے حضرت علیؑ کے مناقب کی کثرت پر اعتراض کیا اور بحث شروع ہو گئی ہر ایک نے دلائل دینے شروع کیے اور بحث نے طول پکڑ لیا۔ اتوال مختلفہ ثبوت میں پیش کیے جانے لگے۔ بعض علماء بھی بحث میں قاضی احمد کے طرف دار ہو گئے۔ رسالوں اور روایات کے حوالے زیر بحث آئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان لوگوں نے شہزادہ کربز علم خود حضرت کی خطا پر مبنی ایک استفسار تحریر کیا اور ان لوگوں نے باہم طے کیا کہ آئندہ جمعہ کو اس بنیاد پر حضرت سے تعارض کریں گے اور کھل کر اعتراض کریں گے حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کو تندر سے تردد ہوا۔ لیکن جب جمعہ کی نماز کا وقت آیا تو شدید بارش ہونے لگی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوفان نوح آگیا ہے تھبہ کے گھروں میں پانی گھس گیا۔ اتنی شدید بارش میں کوئی بھی مسجد میں نہ پہنچ سکا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی جمعیت میں بھی تفرقہ پڑ گیا۔ اس جماعت میں ایک فاضل و دانش مند سید خان نامی تھے ان کو خواب میں کہا گیا کہ تم نے اشرف جہانگیر کو کیا سمجھ رکھلے وہ معمولی شخص نہیں تم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر دونوں جہانوں کی خیریت اور کوئین کی دولت چاہتے ہو تو جاؤ اس سے عذرخواہی کرو اور اپنے ناشائستہ عمل سے توبہ کرو! جب صبح کو سید خان بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے جو ایک صالحہ خاتون تھیں یہ خواب بیان کیا۔ سید خان کی بیوی نے کہا کہ میں نے بھی بالکل ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور میں تم سے یہ خواب کہنا ہی چاہتی تھی لیکن پہلے تم نے کہہ دیا اب مناسب اور درست یہی ہے کہ حضرت کے حضور میں جاؤ اور عذرخواہی کرو! دیکھو خبردار! نہنگ کے منہ میں جانا غفل مندوں کا کام نہیں ہے۔

نیا دید پسندیدگان را پسند
نہیں اچھے لوگوں کو ہرگز پسند
کہ در بیشہ شیر خیمہ زنند
کہ شیروں کے گھریں ہو خیمہ بلند

لؤنیوالوں سے نکل کر حضرت قدوة الکبر کی خدمت میں جاؤ نیز تمہارے لڑکے نہیں ہونے حضرت سے درخواست کرو شاید تمہیں اسے اس خواب کی تعبیر اس بزرگ کے کرم سے مل جائے جو تم نے چند دن ہوئے دیکھا تھا کہ ایک بزرگ مید جامع فضائل مشرق (بلاد مشرق) سے تشریف لائے ہیں تم بھی ان کی خدمت میں

گئے ہوا انہوں نے تمہیں چار آم مرحمت فرمائے ہیں۔
 سید خان اپنی بیوی کے مشورے کے مطابق فوراً قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ قلب
 مبارک میں کچھ تردد نہ فرمایاں ان سب جواب میں دیتا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے چہرہ مبارک پر اس سے
 بے حد خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور فرمایا کہ اے عزیز مناقب اصحاب کے سلسلہ میں اس فقیر نے
 بھی جواب دے گا بصواب دیے ہیں لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی کے باعث ان جوابات کو تسلیم نہیں کرتے
 سید خان نے عرض کیا کہ آپ نے بجا فرمایا لیکن اب اس مخلص نے ایک دوسری تدبیر کی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا
 نے خوش ہو کر چار آم سید خان کو دیے اور ان سے فرمایا تمہارے چار بیٹے ہوں گے۔ ایک ظاہر دوسرا مظهر
 تیسرا طیب اور چوتھا محمد۔ ان میں سے ہر ایک عالم و فاضل ہوگا اور اپنے زمانہ میں دوسروں سے بلند بالا
 ہوں گے۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے جمعہ کو تمام علماء آئے اور انہوں نے وہ استفتاء حضرت کے سامنے پیش کیا۔
 سید خان وہاں موجود تھے، انہوں نے وہ استفتاء اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پڑھا اور اس کے بعد ان لوگوں
 سے کہا کہ اصل غلطی تمہاری ہے۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب زیادہ بیان کیے گئے ہیں لیکن اگر غیر
 سید ایسا لکھتا تو اس پر اعتراض کیا جاسکتا تھا سید پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی اپنے ماں باپ کی تعریف
 بحد غلو بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سن کر ان عالموں نے کہا کہ اپنے اس قول پر کوئی دلیل پیش کرو! انہوں
 نے قبول کیا اور جامع العلوم سے یہ حدیث شریف نقل کی :-

الناس ابناء الدنيا ولا يلداهم الرجل
 اپنے والدین سے محبت کرے یا انکی تعریف کرے۔
 علی حب ابویہ یبدھما۔
 اس روایت کو سنتے ہی ہر ایک دم بخود اور ناکام ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَبَ الْبَاطِلُ“
 بالآخر سچے غدر پیش کیا اور اب غدر حوا ہی کیا منہ پر ہو سکتی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سید خان اور ان کے ہم خیال
 لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور قاضی حمید الدین اور تمہاری اولاد کو ہر قرن
 و زمانہ میں وارثین کی کمالیت عطا فرمائے بالنبی والہ الامجاد۔ اور معترضوں کو مشر و فساد کے لئے
 سانس نہ لینے دے۔ نعوذ باللہ منها۔ چنانچہ ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہوا۔

ستیزیدن عارفی بید رنگ
 کسی سچے عارف سے لڑ بیٹھنا
 در انداختن در دہان نہنگ
 ہے گھڑیاں کے منہ میں اڑ بیٹھنا
 تقریباً ایسے ہی واقعہ کا حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ بخارا میں علمائے ظاہر و درفضل
 باہر نے فصوص الحکم کے جلا دینے کے بارے میں فتویٰ لکھا تھا اور قریب تھا کہ دو ایک دن کے بعد

فصوص الحکم کے تمام نسخوں کو جلا دیا جاتا کہ اسی اثناء میں ایک دانش مند فاضل اور عالم باعمل جو بہت ہی فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتے اور تمام علوم و فنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے سنجارا میں وارد ہوئے چنانچہ وہاں کے ہر ایک عالم نے اور فاضل نے سنجارا شہر کے باہر اگر ان کا استقبال کیا اور بڑی عظمت و عزت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اثنائے گفتگو میں فصوص الحکم کے جلا دینے کے فتوے کا بھی ذکر آیا ان بزرگوار نے فرمایا کہ جب میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں ہے اور اس کے معانی سے آگاہی حاصل نہیں کی ہے تو پھر میں کس طرح اس کے جلانے کا حکم دے سکتا ہوں۔

چنانچہ کوشش کر کے کہیں سے فصوص الحکم حاصل کی اور ان بزرگ کی خدمت میں مطالعہ کے لیے پیش کر دی۔ انہوں نے چند روز اس کے مطالعہ میں صرف کیے۔ چند روز کے بعد پھر علمائے شہر آپ کے پاس آئے اور فصوص الحکم کے جلانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ :-

فصوص الحکم کے مضامین کے جو معانی میں نے سمجھے ہیں اور میرے ذہن میں ان کا جو تصور ہے اس کی بنیاد میں اس کے جلانے کا حکم نہیں دے سکتا اور وہ حقائق جن تک میری فکر نہیں پہنچ سکی ان کے بارے میں میں کس طرح کہہ دوں کہ وہ جلانے کے لائق ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کی روحانی برکت کے باعث فصوص الحکم کا جلانا موقوف کر دیا گیا۔

اس واقعہ کی مناسبت سے قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ متقدمین صوفیہ حضرات کے کلمات اور ارباب کمال کی تالیفات اللہ تعالیٰ کے رموز میں سے ایک رمز ہے اور باری تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ہر کسی کو اس سے آگاہی حاصل نہیں ہوتی لیکن جس کا باطن نور و وجدان سے اور جس کا قلب حضور عرفان سے بہرہ یاب ہوتا ہے (وہ اس سے آگاہی پا سکتا ہے) حضرات صوفیہ کے ارشادات کے سننے کا استحقاق اور اس پاک گروہ سے آگاہی کے حصول کے لیے ادنیٰ ترین قابلیت اور اہلیت یہ ہے کہ کشف مناس حاصل ہو یا فہم ناشی مقام اختصاص سے ہو، حضرت کبیر نے عرض کی کشف خاص و فہم ناشی عن اختصاص کیا ہے، حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ کشف خاص سے مراد ساکب کے دل میں نور الہی کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا ہے کہ اسکو یقینی عقیدہ اور سچے عوام اس بارے میں حاصل ہوں کہ سوا اللہ کیلئے کوئی وجود نہیں اور بے شک جو کچھ باسوا اللہ دیکھا جاتا ہے کچھ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اس کے ظاہر و باطن و بصیرت کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کشف خاص ہوتا ہے۔ یہ مقدمات عقلیہ اور براہین نظریہ اور مکشوفات ملکوتیہ و جندیہ و ملکیت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کشف الہی سے حاصل ہوتا ہے حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ فہم ناشی عن مقام اختصاص سے مراد ارباب حقیقت کی تقلید ہے اور ان کے کلمات کے مطالعہ اور ان کے رموز و اشارات کے سمجھنے سے ان کے اقوال کو

قبول کرنا، احوال کو ماننا اور ان کے معارف اور کشفوں اور حقائق و دقائق کا ادراک کرنا ہے اور اسی کا نام کشف نظری ہے اور یہ مقام اختصاص و نہایت اخلاص ہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ طریقہ عقل کے طریقوں سے بالاتر ہے۔

اس کے بعد صاحب نفوس الحکم (حضرت شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی قدس سرہ) کے مناقب و اوصاف کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ بندہ مکہ مکرمہ میں شیخ الشیوخ عبداللہ یافعی قدس سرہ (یہ امام ہمام، وجہ عصر، علم و فضل میں یگانہ، اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے اور جن کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً تاریخ مکرۃ الجنان و عبقرۃ البیضان فی معرفۃ حوادث الزمان و روضۃ الیواحین فی حکایات الصالحین دُرر الشظیم فی فضائل القرآن العظیم ان کی یادگار ہیں) کی ملاقات سے مکہ معظمہ میں شرف یاب ہوا اور آپ نے مجھے گونا گوں لطائف معارف اور ظرائف کواشف انگیز سے نوازا۔ اور میں ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر باش رہا تو اُسی زمانہ میں ایک دن حضرت شیخ علی ہمدانی قدس سرہ نے (جو تمام دنیا کا سفر کر چکے تھے) حضرت امام ہمام عبداللہ یافعی (قدس سرہ) سے درخواست کی کہ شیخ اکبر قدس سرہ کے مناقب سے بہرہ اندوز فرمائیں۔ انہی نے فرمایا کہ ان کی ذات وحدت الوجود پر اعتقاد رکھنے والے حضرات کی پیشوا ہے۔ بایں ہمہ فضل و کمال یعنی علماء و فقہاء ظاہر نے ان پر مسئلہ وحدت الوجود میں طعن کیا ہے اور اکثر علماء اور صوفیہ عظام و صلحائے کرام (قدس اللہ اسرارہم) نے ان کو بہت ہی عظیم و بلند پایہ بزرگ گردانا ہے اور ان کی بہت کچھ تعریف کی ہے اور ان کے کلام کو بہت کچھ سراہا ہے اور ان کے اشعار لطیف و غریب و اخبار نادر و عجیب موجود ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

شیخ اکبر قدس سرہ کی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ایک بار ملاقات ہوئی ایک کو دوسرے نے دیکھا اور ایک دوسرے کے مقامات کا ادراک کیا لیکن بغیر بات چیت کے ۷

دو صاحب راز در یک طرفۃ العین	دو صاحب راز بس آنکھیں جھپکتے
سخن بسیار گویند بی کلامی	بہت کچھ کہتے ہیں بے بات بولے
ازان بیرونست ای صاحب معانی	یہ اس سے بالاتر ہے عقل والے
کہ در یابد کلامی خاص عامی	کہ ایسی خاص شے کو عام سمجھے

ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بعد میں شیخ اکبر قدس سرہ کے بارے میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال

۷ وہ قائلین وحدۃ الوجود کے پیشوا ہیں اور زیدۃ عاشقان مشہود ہیں۔

ہے تو انہوں نے فرمایا ہو بھو الحقائق علیہ اور جب شیخ اکبر قدس سرہ سے شیخ الشیوخ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا دجل و ملو من فرقہ الی قد مہ من سنیہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت قدوة الکبرا فرماتے ہیں کہ خواصان دریا سے حقیقت و تباہان صحرائے دقائقی (ارباب حال دقال) جو ان دونوں بزرگوں کے مراتب کے مابین ان کے ارشادات کے پیش نظر فرق کرتے ہیں ان کا کتنا تقریباً اس شعر کے مطابق ہے (یہ فرق اس شعر کے مصداق ہے)

در دولت فرق نکردن توان فرق نہیں تیرے لبوں میں کوئی
خضر ہما نست و مسیحا ہما ن خضر وہی دونوں مسیحا وہی

اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جب حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا مقام اس قدر بلند ہے تو پھر بعض اکابر نے حضرت شیخ اکبر کی تصنیفات پر (جو منظر حقائق اور مصدر دقائقی ہیں) اعتراضات کیوں کئے ہیں۔ حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طعن زنی کرنے والوں کے طعن اور حاسدوں کے حسد کا مبتلایا تلقید نفس اور نعصب ہے یا آپ کے مصطلحات سے بے آگاہی اور ناواقفی ہے جو حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں استعمال کی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ان حاسدوں کے حسد کا باعث شیخ اکبر کے وہ دقائقی و معارف اور وہ کشف و حقائق ہیں جو ان کی تصنیفات میں عموماً اور خاص طور پر فصوص الحکم میں بیان کیے گئے ہیں اور کسی کتاب میں ایسے مباحث موجود نہیں ہیں اور اگر وہ صوفیہ میں سے کسی نے ان کو بیان بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت قدوة الکبرا قدس سرہ نے فرمایا کہ جو کوئی ان مخدومان جہاں کے کمترین خادموں اور ان کا ملین زمانہ کے چاروب کشوں سے حاصل کرتا ہے اور صاحبان بصیرت کا معتقد ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ انشاء اللہ یقیناً اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا اور جو کوئی بے علمی کی بنا پر ان صدیقیوں کا منکر ہوگا اور ان کے خلافت کرے گا تو گویا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلافت کرے گا اس لیے کہ ان اصحاب کا طریقہ اور ان کی روش حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی روش کے عین مطابق ہے۔ ان عارفوں اور عالموں کا یہ روشن طرز بدعت اور مخالفت شریعت سے بالکل پاک و صاف ہے اور ان کے دل کا آمینہ رنگ شوائب (برائیوں) سے بالکل مصفا ہے۔ پس اس طائفہ علیہ سے انکار انوار و اسرار صوفیہ سے محرومی کا موجب ہے۔ حضرت قدوة الکبرا قدس سرہ نے تقریباً ان الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ :-

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ سے اکابر مسادات اشراف میں سے کسی شخص سے کچھ بھرا ہو گئی اس پر

۱۔ وہ حقیقتوں کا ایک سمندر ہیں۔

۲۔ ایسے شخص ہیں جو سرتاپا سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نے شب میں سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس امیر پر عتاب فرما رہے ہیں جب وہ امیر خواب سے بیدار ہوا تو شیخ سعدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذر خواہی کی اور ان کو راضی کر لیا۔ اسی طرح مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ سعدی کی عظمت اور بزرگی کے منکر تھے ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور ملائکہ نور کے طبقے لیے نازل ہو رہے ہیں۔ ان بزرگ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کس کے لیے ہے انہوں نے کہا کہ شیخ سعدی شیرازی کے لیے ہے۔ ان کا ایک شعر بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو گیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

برگ درخان سب در نظر ہو مشیار ہوش مند شخص کی نظر میں ان سرسبز درختوں
ہر درختی دختی ست معرفت کردگار کا ہر ایک پتہ معرفت الہی کا ایک دفتر ہے

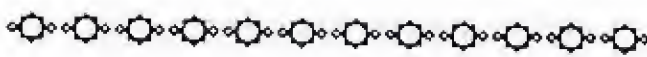
جب یہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو رات ہی تھی یہ اسی وقت رات میں شیخ سعدی کے زاویہ پر پہنچنے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ جلد سے جلد شیخ کو یہ خوشخبری پہنچا دیں۔ وہاں پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ چراغ جل رہا ہے اور دفتر کھلا ہے اور کچھ پڑھ رہے ہیں انہوں نے کان لگا کر نا تو وہی شعر تھا۔

حضرت قدوة الکبرا کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز سفر ہو یا حضر، کبھی نہیں چھوٹی تھی۔ روح آباد کے قرب و جوار کے کسی قصبہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک جامع مسجد کی بنیاد اپنے قصبہ میں قائم نہ فرمائی تھی۔ ایک دن نماز جمعہ کے لئے قصبہ سنجہول تشریف لے گئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اس قصبہ کا ملا اور اس کے کچھ شاگردوں نے حضرت قدوة الکبرا سے علم الکلام کا یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بندہ اختیار رکھتا ہے یا نہیں تیسری چیز بیچ میں نہیں، اگر ہم کہیں کہ صاحب اختیار ہے تو پھر ہم قدر یہ ہوئے اور اگر کہیں کہ بندہ علم اختیار ہے تو پھر جبر یہ ہوئے پس ان دونوں صورتوں کے درمیان ہمارا مذہب کونسا ہے؟ حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار و کلاموں سے شکل چلا آتا ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار ظاہر تو اختیار ہے اور باعتبار حقیقت جبر ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب بزدوی میں حضرت امام فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ صورتہ اختیار ہے اور حقیقتاً جبر ہے۔ ملائے حضرت قدوة الکبرا کی مراد و منشا کو غور سے نہ سنا اور اپنے علم کے غور میں چند ایسی علمی بحثیں چھیڑ دیں جن کا کچھ مفہوم و مقصود نہیں تھا بلکہ ان باتوں سے اس کا مقصود اپنی فضیلت کا اظہار تھا اور اس کی ان باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ حضرت سے حسد رکھتا ہے۔ حضرت اس کی باتوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دیتے تھے۔ چنانچہ باہمی ایک دوسرے کی باتوں اور دلائل کے ثابت کرنے میں اصل بات لمبی ہو گئی اور عنقریب اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔ قصہ مختصر بحیث اس مرتبہ کو پہنچی کہ اس ملا کی زبان سے خلاف ادب بات نکل کئی۔ حضرت قدوة الکبرا کے دل میں اسم القهار کی بجلی پرتون لگن ہوئی اور آپ نے فرمایا ”اب تک تیری زبان چل رہی ہے“ یہ فرماتے ہی اس کی زبان تالو سے کھینچ کر باہر آگئی بولنے کی سکت باقی نہیں رہی تمام حاضرین محفل حیران و پریشان تھے اور ہر ایک عذر خواہی کرنے لگا۔ اس ملا کی ماں بہت ہی بوڑھی

تھی۔ مشائخ اور بزرگوں سے اس کو بڑا اعتقاد تھا اس نے اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر پشیمانی سے بھر پوری طرح روٹی کھا کر مجلس کے دل بھر آئے وہ روتی جاتی اور کہتی جاتی کہ یا میسریت بھگتے! جب اس کی فریاد وزاری سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ مائی! تیرا نشانہ پر پہنچ چکا اور اب وہ لوٹ نہیں سکتا ہاں! اتنا ہو جائے گا کہ اس کی زبان جو باہر نکل آئی ہے وہ منہ کے اندر چلی جائے گی اور ہکلا کر بولا کرے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی اولاد پوتے، پڑپوتے، سب کے سب ہکے ہوں گے اور اس قصبہ میں کوئی عالم زندہ نہیں رہے گا۔ جو عالم بنے گا وہ مرجائے گا۔ ان ملفوظات کا جامع یعنی نظام حاجی غریب یعنی اس واقعہ کے ایک عرصہ کے بعد اس قصبہ میں ایک مرتبہ گیا میں نے تلاش کیا تو وہ بے ادب ملا مرچکا تھا اس کے ایک بیٹا ہے جو اس سے زیادہ ہکلا ہے اور اب وہی قصبہ جو فاضلوں اور عالموں سے بھرا رہتا تھا آج ویران پڑا ہے بہت سے عالم انتقال کر چکے ہیں بعض نے جو کچھ پڑھا لکھا تھا بھول چکے ہیں حق تعالیٰ سب کو اس طائفہ کی بے ادبی اور صوفیہ سے لڑائی جھگڑا کر نیسے محفوظ رکھے بالنبی واللہ اکابر۔

شرائط استماع | اس اثنا میں اس خادم (مولف ملفوظات) نے عرض کیا کہ اس بزرگ گروہ صوفیہ کی حکایات اور ان کے کلمات سے استفادہ کی شرائط کیا ہیں (کن امور کو اس صورت میں ملحوظ رکھا جائے) حضرت نے فرمایا کہ ان حضرات کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ اور ملاحظہ کے وقت چار باتوں کا خیال رکھنا چاہیے ایک تو یہ کہ اس مطالعہ کی غرض دعاوت اور اس کی بنیاد کسی خواہش نفسانی پر نہ ہو جیسے کسل اور سستی کو دور کرنے یا طبیعت کی پرمردگی کو مٹانے کے لیے مطالعہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان حکایات و روایات کے مطالعہ اور بلند و بالا کلام کا مطالعہ حصول آگہی کے لیے ہونا چاہیے یا مقصد یہ ہو کہ جہاں جہاں شکوک واقع ہو گئے ہیں ان شکوک کو رفع کرنے کے طریقہ سے اطلاع پانے اعتراض اور خطا گیری مقصد نہ ہو، غرضیکہ نفس کے اخلاق و ذمہ کا اس سے تعلق نہ ہو کہ ایسے معنی براغراض مطالعہ سے کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس چاہیے کہ مطالعہ کا باعث طلب حق اور طریق مطلق (حرف) کے سوا کچھ اور نہ ہو تاکہ اس صدق و خلوص کی برکت سے یہ دروازہ طالب صادق پر کھل جائے۔

دوسرے یہ کہ مطالعہ میں اعتدال کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور طبیعت میں اضطراب پیدا ہونے سے پہلے ہی مطالعہ ترک کر دے اور اس میں افراط نہ پیدا ہونے دے جس سے فہم اور معنی رسی میں اشکال پیدا نہ ہو اور فہم کی صفائی مکدر نہ ہو تیسرے یہ کہ مطالعہ کے دوران فہم معانی کے وقت معنی ظاہری پر قناعت نہ کرے اور جان لے کہ کلمات نبوی سے ہر کلمہ کے لئے اور سالکان سنن مصطفوی کی باتوں سے



ہر بات کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ قال الما شرف :
 کلمۃ التصوف وحکایت التعلف بجمہر منہا ما دا لعرفان و معذک من معادن الوجدان
 یخرج منہما اللؤلؤ والدرجات تصوف پر مبنی ہر کلمہ اور معرفت کی حکایات میں سے ہر
 ایک حکایت عرفان کا ایک سمندر اور وجدان کی ایک کان ہے جس سے مونگا اور مردار پیدا نکلنے
 ہیں۔ جیسے حضرت شیخ سعدی کے بعض اشعار ایسے ہیں کہ ان کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں جس
 اعتبار سے بھی ان کے معانی بیان کیے جائیں وہ درست ہوں گے، مثلاً

سواری کو ہر جانہ در آئیے	نہ ہر جائی مرکب تو ان تا نختن
کہ بہتری جا عجز دکھائیے	کہ جا ہا سپر باید انداختن
گئیں اس بھنور میں بہت کشتیاں	درین ورطہ کشتی فرد شد ہزار
کنارے پہ جن کا نہیں کچھ نشان	کہ پیداشد تختہ بر کنار

پس اس طائفہ علیہ (بزرگان طریقت) کے کلمات میں جتنا غور کیا جائے گا ایک سے ایک بڑھ کر
 معانی ان کلمات سے حاصل ہوں گے۔ پس فہم کو ان معانی کے حصول میں حد کمال تک پہنچانا چاہیے (فہم
 معنی میں تعمق سے کام لینا چاہیے) تاکہ آہستہ آہستہ طالب معنی اپنے مقصود کو پہنچ جائے۔
 چوتھے یہ کہ طلب کے دشواریوں کی برداشت اور اس کے زمانہ کے طول پر بھی صابر ہے
 اور ہر سمجھ کے موافق ایک علم پیش کرے تاکہ آہستہ آہستہ انشاء اللہ تعالیٰ منزل تک پہنچے۔
 حضرت توفیق الکبرا (قدس سرہ) نے اثنائے بیان میں فرمایا کہ بزرگوں کے کلمات اور صالحین کے
 حکایات بہت اثر رکھتی ہیں لیکن جب تک ان حضرات کی سیرت کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور ان بزرگوں
 کے طریقہ کو نہیں اپنایا جائے گا راہِ رو طریقت اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت سلطان العارفین کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کا ایک مرید ایک بار حضرت کے پیچھے پیچھے
 چل رہا تھا اور آپ کے قدم مبارک پر قدم رکھ کر آگے بڑھ رہا تھا اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کرتا
 ہوا چل رہا تھا، اتفاقاً حضرت سلطان العارفین نے پیچھے کی طرف دیکھا اور اس مرید سے فرمایا یہ کیا کر رہے
 ہو؟ مرید نے جواب دیا کہ میں آپ کے قدم پر قدم رکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! قدم پر قدم
 رکھنا تو کیا اگر تم بائزید کی کھال بھی پہن لو تو جب تک بائزید جیسے کام نہیں کر دے گا شریعت مقصود نہیں
 پائی سکتے۔

قال الما شرف

من لم یعمل الکتاب المجاہدہ	لم یصل الی جناب المشاہدہ
جس نے کسب مجاہدہ کا عمل نہیں کیا	وہ حضور شاہدہ تک (درگزر) نہیں پہنچ سکتا ہے

سورہ رحمن ۲۲

لطیفہ ۱

توحید اور اس کے مراتب

توحید کی تعریف | قال الاشرف: التوحید فناء العاشق فی صفات المحبوب۔

(فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید عاشق کا مٹ جانا ہے محبوب کے صفات میں)

حضرت نور العین نے حضرت قدوة الکبر سے عرض کی اور اس لفظ قدوة الکبر سے مراد اس کتاب میں جہاں جہاں یہ لفظ مذکور ہے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سنائی ہوں گے کہ اگرچہ یہ ارشاد بیان اظہار توحید و تغذیہ کے ہر نوع پر شامل اور جامع ہے اور اصحاب ذوق و وجدان اور ارباب شوق و عرفان کا مقصود و مراد اس میں موجود اور داخل ہے لیکن عنایت فرما کر توحید کے مراتب تفصیلی طور پر بیان فرمائیں تاکہ حاضران مجلس فائدہ حاصل کریں۔

حضرت قدوة الکبر نے حضرت نور العین کی درخواست پر توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ترجمہ عوارف میں مذکور ہے کہ توحید کے چند مرتبے ہیں:

توحید ایمانی | پہلا مرتبہ توحید ایمانی ہے اور وہ یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے وصف الوہیت کی بے مثلی اور اس کے معبود حق ہونے کی یکتائی کا موافق قرآن و حدیث کے اشارات و دلائل کے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور یہ توحید نتیجہ ہے خبر دینے والے کو سچا ماننے اور خبر کی سچائی پر اعتقاد رکھنے کا اور ظاہر علم سے یہ توحید حاصل ہوتی ہے اور اس کا اختیار کرنا شرکِ جل سے بچنے اور سلسلہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے فائدہ مند ہے، اور صوفی لوگ ضروریات دین کے حکم میں اس توحید میں عام اہل ایمان کے شریک ہیں۔ ہاں اور دوسرے مراتب میں یکتا اور مخصوص ہیں اور اسی مرتبہ پر قناعت کر لینا دینِ عجاڑ کا اختیار کرنا ہے جو اس حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے کہ علیکم بدین العجاڑ۔ (یعنی بوڑھی عورتوں جیسا دین رکھو)

توحید علمی | توحید علمی، باطن سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ دوسرا درجہ علم باطن سے متعلق ہے اور

اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کو علم الیقین بھی کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ ابتداء سے طریق تصوف میں ہی یقین سے اس بات کو جان لے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق سوائے خداوند عالم جل جلالہ کے اور کوئی نہیں ہے اور جملہ نزوات و صفات و افعال اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے آگے بالکل ناچیز ہیں اور ہر ذات کے فروغ کو خداوند تعالیٰ کے نور ذات کا نتیجہ سمجھے اور ہر صفت کو اللہ تعالیٰ کی صفت مطلقہ کا پرتو جانے پس جہاں کہیں قدرت، علم، ارادہ، سمع و بصر کا اثر دیکھے اس کو باری تعالیٰ کے سمع و بصر، علم و ارادہ و قدرت کا اثر سمجھے اس طرح تمام دوسری صفات و افعال پر قیاس کرنا چاہیے۔

حضرت قدوة الکبرا نے قریب قریب یہ بات، طبقات الصوفیہ سے نقل کرتے ہوئے بیان کی کہ۔

شیخ سعد الدین حموی نے کہا ہے کہ توحید البشریت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کو حق و قیوم قبول کرے اور تمام احوال میں اس کی طرف متوجہ ہو!

یعنی جو کچھ بھی مظاہر حلقہ و کونہ میں یعنی دنیا میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ موافق طبع ہو یا ناپسند خاطر ان سب کو حضرت جل شانہ کے سپرد کرے اور کسی واسطہ کو نظر میں نہ رکھے بلکہ واسطہ کو اللہ تعالیٰ کے دست تصرف میں (بلا تشبیہ) ایسا سمجھے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم کی حرکت و اصل حرکت دست کاتب کی ہے اور لکھنے والا قلم ہے، اس کے علاوہ سب کو معذور سمجھے اگر کوئی فائدہ پہنچے تو شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف مائل بکرم ہے اور اگر نقصان اور ناپسندیدہ بات ظہور میں آئے تب بھی یہی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جلوہ ذرا کر اس کو تنبیہ و تادیب فرما رہا ہے تاکہ اطوار ناپسندیدہ سے گریز کرے اور رضاد و تسلیم کے راستے پر چلے پس کسی مصیبت اور تکلیف پر سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنی ذات میں غور کرے اور اپنے ظاہر و باطن کا جائزہ لے اور بڑے صلوات و ترک صفات محمودہ (ترک آداب، غفلت، انفعیج اوقات، عبادات میں سستی اور تمام قبیح اعمال سے رجوع کر کے اپنے آپ کی اصلاح کرے جس کام سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے یا جو بات اس کے حق میں ایذا رساں ہے اس کو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ نے اس صورت سے ظاہر ہو کر اس کو تنبیہ فرمائی ہے موصیہ کرام کے یہاں ایسے ہر شخص کو موقعہ کہتے ہیں۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ حضرت قدوة الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ نے سوار ہو کر لالہ زار کی طرف کسی کام سے جانا چاہا انکے سواری کے جانور (خچر) پر زین کس کر لایا گیا۔ تو انہوں نے اپنے موزے طلب کیے جب موزے لاتے گئے تو ایک موزہ تقریباً دو انگل چوڑے نے کاٹ ڈالا تھا۔ دیکھتے ہی وہ بزرگ رونے لگے ان کے اصحاب و احباب نے جو اس وقت خدمت میں موجود تھے عرض کیا کہ اتنے معمولی نقصان پر اس قدر افسوس کیوں فرما رہے ہیں ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں اس وجہ سے تاسف کر رہا ہوں ملول ہوں اور رو رہا ہوں کہ چوہے

لے طبقات الصوفیہ عربی زبان میں سب سے پہلا تذکرۃ الصوفیہ ہے شیخ سلمیٰ بیٹا پوری دکن کے بزرگ و تصنیف ہے



نے موزہ کاٹ ڈالا اور اس کو نقصان پہنچایا ہے بلکہ میں تو اس سبب سے فحاش اور گریہ کرتا ہوں کہ خدا معلوم مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی پاداش میں چوہے نے میرا موزہ کاٹ ڈالا ہے اور اس کو نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت قدوة الکبرا نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ جب موجد کثرت میں وحدت کے مطالعہ و مشاہدہ میں مشغول ہوں تو جب جمال الہی کا ظہور ہو اس وقت تو اس کی حمد و ثنا بجالاتے اور اگر پر تو ہوتے جلال کا مشاہدہ کرے تو اس کے جمال کی پناہ چاہے چنانچہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام نے منظر قہر سے ہٹ کر اس کے لطف کی پناہ حاصل فرمائی۔ اور یہ دعائیں لکھیں: **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْکَ** الہی میں تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ کا طالب ہوں (مسلم شریف روایت از حضرت عائشہ)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موجد کیلئے جلال منظر جمال بن جاتا ہے اور قہر تبدیل بر لطف و کرم ہو جاتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور یدر بیض کا فرد کے لئے اثر دہا تھا اور آپ کے لئے عصا اور کھٹکنا ہوا نور تھا۔ حضرت قدوة الکبرا قدس سرہ ابھی سفر کی حالت میں حال سے کبھی خالی نہیں ہونے لگے۔ ایک بار جب کہ آپ دہلی کی طرف سرگرم سفر تھے ایک عجیب و غریب حالت کا آپ پر غلبہ تھا۔ جو اس ظاہری سے بالکل بیگانہ تھے راستہ میں ایک سمت ہاتھی جس کے پاؤں میں تین من وزنی زنجیر پڑی تھی آزاد ہو گیا اس کو روکنے اور پکڑنے کے لیے پانچ چوتھائیوں کو لگے پیچھے لگایا گیا۔ ہر شخص پر فیلیان موندھے اس کے پکڑنے کی تدبیر کی جا رہی تھی جس طرف سے سمت ہاتھی آ رہا تھا۔ اس کی مقابل سمت سے حضرت قدوة الکبرا (قدس سرہ) گذر رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر فیلیان نے بہت شور مچایا لیکن آپ کو ظنی خبر تھیں ہوئی اور جب تک ہمراہی صوفی حضرت ہمایا ہو رہے تھے وہ فیلیان سے آپ کے پاس سے گذر گیا اور کسی قسم کا نقصان اس کی ذات سے آپ کو نہیں پہنچا لوگوں کا شور حد سے زیادہ تھا لیکن آپ دریائے شہود سے نکل کر ساحل شعور تک نہیں آئے۔

چنان غرقیم در دریائی وحدت	میں ایسا ہوں غریق بحر وحدت
کہ ہوش از گوہر عالم ندارم	سمجھ کچھ مجھ میں عالم کی نہیں ہے
چنان مستغرقم اندر خیالت	تصور میں ترے ایسا ہوں ڈوبا
خبر از عالم و آدم ندارم	خبر عالم و آدم کی نہیں ہے

حضرت قدوة الکبرا (قدس سرہ) نے فرمایا کہ یہ حالت و کیفیت اہل خصوص و اہل توحید کے اولین احوال کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے (بعض اہل خصوص کے اولین مراتب توحید میں سے ایک مرتبہ ہے) اس کی ابتدا اور اس کا مفہم توحید عام سے الگ ٹھٹک نہیں ہے بلکہ ابتداً توحید عام سے ملتی ہے۔ اس مرتبہ سے مشابہ ایک مرتبہ اور ہے جس کو کوٹاہ نظر افراد توحید علمی کہتے ہیں حالانکہ وہ توحید علمی نہیں ہے بلکہ وہ ایک رسمی توحید ہے اور وہ درجہ الجبار سے ساقط ہے۔

توحید رسمی | تیسرا مرتبہ توحید رسمی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک فرد فطین و ذکی کتابوں کے مطالعہ سے یا کسی بزرگ سے سن کر توحید کے بارے میں گفتگو کرے اور بحث و مباحثہ میں بے مغز باتیں کرے لیکن حال توحید سے اس کے دل میں کوئی اثر نہ ہو۔

حضرت قدوة الکبرا (قدس سرہ) ایک روز اصحاب صدق کے ساتھ جامع دمشق میں تشریف رکھتے تھے۔ اطراف و اکناف کے کچھ صوفیہ حضرات اور کچھ طالبانِ معرفت بھی موجود تھے ایک شخص نے معرفت پر گفتگو شروع کر دی اور بڑی چرب زبانی سے بولتا رہا اور حاضرین میں سے ہر ایک سے شطیحات صوفیہ کے معنی دریافت کرنے لگا جبکہ اس کا مقصد استفادہ نہیں تھا بلکہ اپنی حقائق دانی اور دقائقِ رسی کا اظہار مقصود تھا۔ اس کی یہ الاطائل گفتگو سن کر قدوة الکبرا نے فرمایا: ایک شتمہ صفات الہی کا اور ان لائفنا ہی اشعات کا وجود بشری میں پنہاں ہے حادث، قدیم کی مائیت کو کس طرح جان سکتا ہے۔

شعر

چون قدیم آید حدث گردِ دعبث پس قدیمی را کجا داند حدث
ہے عجب حادث جو آجائے قدیم کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

حقائق الفاظ کے بیان کو تقلید نہیں سمجھ لینا چاہیے اور دھوکہ میں نہ آجانا کہ ان الفاظ کے جاننے سے آگاہ ہو گئے اور اس کے حقائق سے بخت ہو گئے محض الفاظ کے جان لینے سے تم کو توحید کی کیا خبر من لہد بذاق لہد بدرگد جب تک اس کا ذائقہ نہیں چکھو گے اس کا ادراک نہیں کر سکو گے۔ جب تک علاقہ زمانہ اور عوالم دوراں سے باہر نہیں آؤ گے اور ریاضت شدید اور عبادات پسندیدہ میں مشغول ہو کر مہذب نہیں بنو گے اس وقت تک خالی باتوں سے کیا فائدہ!

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اغیار سے کنارہ کش ہو جاؤ تاکہ مجھ تک پہنچو۔

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی معشوق دو جہاں میں خوبی میں ہو جب کتنا
عاشق نشاید الا از ہر دو کون فردی دونوں جہاں میں عاشق کی کتنا ہے اسکو زیبا
ہر رد بھی نیارد در راہ عشق رفتن رو بہ مزاج کوئی اس راہ میں نہ آئے
در راہ عشق باید مردی د شیر مردی اس راہ عشق میں تو بس شیر مرد ہوگا

کوشش کرنا چاہئے تاکہ یہ صفتیں تیری ذات میں قائم و موجود ہوں اور اس کے بعد وحدت کا بھیدا پناہ تر ہے جسم سے نکالے کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

یک رنگ کند شراب مارا نیک رنگ کرے شراب مجھ کو
تا ہر دو شود یکی کہ دمہ تا چھوٹے بڑے ہوں ایک دونوں

اس وقت معلوم ہوگا کہ وحدت کیا چیز ہے ورنہ ان کلمات کا پڑھ لینا اور سن لینا ایسا ہے کہ کوئی مصری

کی تعریف کرے تو سننے والے کو سننے سے حظ تو ہوتا ہے لیکن اس کے مزہ اور مٹھاس کو نہیں جانتا جب تک کہ نہ لے
 گر بسخن کار میسر شدی بات ہی سے کام اگر بن چیلے
 کار نظامی بفلک بر شدی کام نظامی کا فلک پر چڑھے
 کارکن کار بگذر از گفتار کام کر کام چھوڑ دے گفتار
 کا ندرین راہ کار دار و کار اس طریقہ میں کام سے ہے کار

بار خدا یا ہم کو اس بڑی نعمت پر ثبات قدم رکھو اور اس کو تمام مومن مرد و عورت اور مسلم مرد و عورت کو عطا فرما، اے
 گناہوں اور خطاؤں کے بھٹنے والے بلاشبہ تودعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ توحید علمی اگرچہ توحید حالی سے کم درجہ کی ہے لیکن توحید حالی
 سے اس کا مزاج ملا جلا ہے۔

وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۖ عَيْنًا شَرِبَ
 بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۖ لَہ
 اور اس کی آمیزش سے (چشمہ) تسنیم (کاپانی) (ایسا)
 چشمہ جس سے پیئ گئے (اللہ کے) مقرب بندے،

اس توحید کی شرب کی صفت ہے اور اسی لئے ایسا موجد زیادہ تر ذوق و سرور میں رہتا ہے یوں کہ بعض
 واقعات میں اپنے علم کے مطابق کام کرتا ہے اسباب کے وجود کو جو رابطہ اور واسطہ افعال الہی کے ہیں ان کو
 نہیں دیکھتا لیکن اکثر حالتوں میں اپنے وجود کی تاریکی کے باقی رہ جانے کے سبب سے اپنے علم کے موافق زیر حجاب
 رہتا ہے اور اس توحید سے بعض لوگ شرک خفی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

توحید حالی | چوتھا مرتبہ توحید حالی ہے اور وہ یہ کہ توحید کی حالت ذات موجد کا وصف لازم ہو جائے اور علالت
 وجود کی تمام تاریکیاں بجز اس کے جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہیں نور توحید کی چمک میں جویندہ اور گم شدہ
 ہو جائیں اور نور توحید اس کے نور حال میں پوشیدہ و داخل ہو جائے جیسا کہ تاروں کی روشنی آفتاب
 کی روشنی میں فنا ہو جاتی ہے۔

فلما استبان الصبح ادرج ضروکہ
 باسفارہ اضواء نور الکواکب
 صبح جسد ہو گئی داخل ہوئی اسکی چمک
 نور میں سارے تاروں کی جو ہیں زیب فلک

اور اس مرتبہ میں موجد کا وجود واحد کے جمال وجود کے مشاہدہ میں ایسا غرق دریائے یگانگت ہوتا ہے کہ ذات
 و صفات واحد کے سوا اس کی نگاہوں میں کچھ نہیں سماتا یہاں تک کہ اس توحید کو واحد کی صفت جانتا ہے
 اور اپنی صفت نہیں خیال کرتا اور اس مشاہدہ کو بھی اسی کی صفت قرار دیتا ہے اس طریق میں اسکی ہستی قطرہ کی
 طرح بحر توحید کے تلاطم امواج میں گرتی ہے اور یگانگت میں ڈوب جاتی ہے۔ وَقَالَ الْأَشْرَفُ
 التَّوْحِيدُ بَحْرٌ وَالْمَوْجِدُ فِيهِ قَطْرَةٌ لَمْ يَبْقَ مِنْهُ أَشْرَفٌ۔ توحید ایک سمندر ہے اور موجد اس
 میں ایک قطرہ کے مانند ہے جس کا خود کوئی اثر و ظہور باقی نہیں رہتا اس سلسلہ میں آپ نے حضرت جنید
 کا یہ ارشاد بھی ذکر فرمایا کہ التَّوْحِيدُ مَخْنَعٌ تَصْمَحُ حُلٌّ فِيهِ الرُّسُومُ وَتَنْدَرُجُ فِيهِ الْعُلُومُ وَيَكُونُ

اللہ کما لَمْ یَزَلْ یعنی توحید ایک ایسے معنی ہیں جس میں رسوم داخل ہو کر مٹ جاتے ہیں اور علوم اس میں اس طرح مندرج ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا وجود ہی باقی رہ جاتا ہے جس طرح وہ ازل میں تھا۔ حضرت قدوة الکبرا (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ ما وراء النہر کے مشائخ میں سے شیخ محمد ابن ابی نصر حسینی قدس سرہ نے خواجہ ابوبکر خطیب مرد کے ذریعہ حضرت شیخ ابوسعید الخیر (قدس سرہ) کے پاس ایک مکتوب ارسال کیا۔ ان کے ذریعہ ایک سوال کا جواب دریافت کیا گیا تھا۔ شیخ نے خطیب مرد سے کہا جب تم شیخ ابوسعید الخیر کی خدمت میں اس کو پیش کرو اس کا جواب ضرور لانا لیکن یہ خیال رکھنا کہ شیخ ابوسعید الخیر یہ سمجھنے پائیں کہ یہ سوال میں نے کیا ہے سوال یہ تھا کہ کیا آثار بھی محو ہو جاتے ہیں۔ خواجہ ابوبکر نے کہا کہ ہاں سوال کا بار نہیں اٹھا سکتا یعنی زبانی مجھے یاد نہیں رہے گا، آپ اس کو تحریر کر دیجیے۔ انہوں نے مذکورہ سوال مجھے لکھ کر دے دیا۔ خواجہ ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ۔

ہم نیشاپور پہنچا اور ایک کارواں سرائے میں قیام کیا۔ کچھ دیر بعد دو صوفی حضرات آئے اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہاں خواجہ امام ابوبکر خطیب کون صاحب ہیں؟ میں نے پکار کر کہا کہ میں ہوں انہوں نے کہا کہ شیخ ابوسعید نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہتے ہیں کہ میں سن چکا ہوں میری نشانی اس میں نہیں ہے کہ آپ سرائے میں تریں مناسب ہے کہ میرے پاس آجائیں اس پیام و سلام سے مجھ پر ایک کیفیت اور وجد کی حالت طاری ہو گئی کیونکہ مجھے تو یقیناً معلوم تھا کہ میرے متعلق کسی نے انکو خبر نہ دی تھی، میں نے صوفیوں سے کہا اچھا میں نہا دھو کر تیار ہوتا ہوں میں نہا دھو کر باہر آیا تو ان دونوں درویشوں کو دیکھا کہ عود دگلا ب لئے کھڑے ہیں کہنے لگے کہ شیخ نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے انکے ساتھ جب میں شیخ ابوسعید الخیر کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: اے قاصد خوش آمدید بیٹھنے والے کی محبت کے باعث مجھے قاصد بھی عزیز ہے۔ میں نے سلام کیا شیخ قدس سرہ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم نے اس شیخ کے پیغام کو حقیر سمجھا لیکن ہمارے نزدیک ان کی بات کی بہت قدر ہے تم جب سے مرد سے نکلے ہو میں منزل بہ منزل شمار کر رہا ہوں (کہ تم یہاں کب پہنچو گے) لاؤ کیا لاتے ہو اور انہوں نے کیا کہا ہے۔

شیخ ابوسعید کی بہت سے وہ سوال میں بھول گیا تھا لہذا میں نے وہ کاغذ جس پر سوال تحریر تھا نکال کر پیش کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر میں اس کا جواب ابھی دیجئے دیتا ہوں تو تم کو فوراً واپس ہونا پڑے گا۔ اب تم کو نیشاپور میں جو کچھ کام ہیں وہ کر لو جب تم جلتے لگو گے تو میں اس کا جواب لے دوں گا۔ میں چند روز نیشاپور میں رہا۔ ہر رات شیخ قدس سرہ کی مجلس میں حاضر ہوتا جب میری واپسی کا وقت آیا تو میں نے شیخ قدس سرہ سے عرض کیا کہ اب ان بزرگ کے پیام کا جواب مرحمت فرما دیجئے۔ شیخ ابوسعید قدس سرہ نے فرمایا کہ تم ان بزرگ سے کہنا کہ لَا تُبْغِیْ وَلَا تَدْرِیْہُ اثر نہ باقی رہتا ہے نہ بچتا ہے ذات ہی نہیں رہتی تو اثر کیسے ہے میں نے کچھ دیر غور کیا اور پھر عرض کیا میری سمجھ میں اس کا مفہوم نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ دانشمندی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے یہ بات عقل سے نہیں

کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی لیکن آخری کوڑے پر میں اس کے مشاہدہ سے محروم تھا۔ اس کی بار سے غافل تھا، اس لیے چوٹ محسوس ہوتی۔

حضرت قدوة الکبر (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ اس توحید یعنی توحیدِ حالی کا مشا نورِ مشاہدہ ہے اور توحیدِ علمی کا مشا نورِ مرآۃ ہے اس توحیدِ حالی میں اکثر رسومِ بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور توحیدِ علمی میں بہت کم رسومِ بشریت فنا ہو پاتے ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ توحیدِ حالی میں اکثر رسومِ بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں یہ کچھ رسوم اس وجہ باقی رکھے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے افعال کی ترتیب اور صدور ہو سکے (افعال انسانی سرزد ہو سکیں) اور موجد کے اقوال میں شاکستگی پیدا ہو سکے یہی سبب ہے کہ حالِ حیات میں حق توحید جیسا کہ ادا کرنا چاہیے اس سے ادا نہیں ہوتا۔ اسی کے پیش نظر شیخ ابوعلی دقانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ:-

التَّوْحِيدُ غَرِيبٌ لَا يَقْضِي دُيُنًا وَغَرِيبٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهُ یعنی توحید ایک ایسا قرضِ خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا غریب ہے جس کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا توحیدِ حالی میں خواص کے لیے کبھی کبھی ایسا ہونا ہے کہ کیا رگی تمام آثار و رسوم فنا ہو جاتے ہیں لیکن ایسا چند لمحات کے لیے ہوتا ہے وہ بھی ایسا جیسے بجلی کا چمکا کر ابھی چمکی پھر اس کی روشنی ختم !! اسی طرح چند لمحات کے بعد اس کے بقایا رسومِ عود کر آتے ہیں۔ اور اس حلال میں وہ کلیمہ مشترک کی نفی کر دیتا ہے۔

توحیدِ حالی میں موجد کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں ہے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی یہ دولت ہر شخص کو اس کے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے اعتبار سے مختلف درجہ و مرتبہ پر نصیب ہوتی ہے یکساں طور پر نہیں بعض حضرات کو حق تعالیٰ اس مشاہدہ کے شرف سے ہمیشہ شرف فرماتا ہے (اسکو یہ مشاہدہ علی الدوام حاصل ہوتا ہے) بعض کو شب و روز میں اکثر اوقات یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور بعض کو بہت کم سنا کے لیے یہ دولت حاصل ہوتی ہے اور بعض حضرات مرتبہ شہودی اس مرتبہ پر ہیں کہ ان کے کانوں میں اَللّٰهُ یَرْزُقُکُمْ ذَاکُمْ کا نغمہ گونجنے لگتا ہے اور وہ اسکو کبھی نہیں بھولتے۔ اس سلسلہ میں حضرت نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے جو سادہ فیت سے پرستار اور حقانیت سے پرستار تھے ان کا شمار اصحابِ حق کے گروہ میں کیا جاتا تھا اور ان کو زمانے کے سابقوں کا محبوب کہا جاتا تھا۔ ایک دن ان کے حضور میں بہت سے اصحابِ سلوک اور اربابِ طریقت موجود تھے۔ ان سب ماضی نے اَللّٰهُ یَرْزُقُکُمْ ذَاکُمْ کا نغمہ بھڑکایا اور ان کے اس بلے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے جس دم اللہ تبارک و تعالیٰ فرمایا تھا اور یہ ندا کی گئی تھی۔ وہی ندا اور خطاب بعینہ آج بھی میرے گوشِ جاں میں موجود ہے اور جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا تھا میری قربت انکے آئینہ زانوں میں موجود تھی۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کی تخلیق کے بعد ان سے خطاب فرمایا اَللّٰهُ یَرْزُقُکُمْ ذَاکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تمام ارواح نے جواب میں عرض کیا۔ بلی بے شک تو ہمارا رب ہے اس کو پیشانی ازل و یہاں ازل و بعد اللہ وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے صوفیہ کرام کے یہاں یہ پیمانِ محبت اور پیمانِ عشق ہے جو بکثرت ان کے کلام میں ان کی تصانیف میں استعمال ہوا ہے (مترجم) ۱۔ پ ۱۵۰ عرف ۱۲۲

دولت مشاہدہ سے
بہرہ درمی کی نشانی

اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ اس گروہ میں دولت مشاہدہ کے اثر کا نشان اور علامت کیا ہے؟ کس طرح سے معلوم ہو کر یہ لوگ دولت مشاہدہ سے مستفید اور بہرہ ور ہیں اور توحید حالی کا ان پر غلبہ ہے، حضرت قدوة الکبر نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس اسرار کی بہت سی نشانیاں ہیں ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے حضرات کا دیدار حق تعالیٰ کے ذکر کا موجب بن جاتا ہے (ان حضرات کو دیکھ کر انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اور وجدان حق کا سبب بنتا ہے)

اذا ذا وجوههم ذکر الله جب وہ ان کے چہرے دیکھتے ہیں تو اللہ کی یاد کرنے لگتے ہیں۔ ان علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ حضرات کسی تکلیف کا اثر قبول نہیں کرتے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ کافروں سے ایک جنگ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت سے زخم آئے اور آپ کے جسم میں تیر کے پیکان بھی رہ گئے جب ان کے نکالنے کی تدبیر کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی مت نکالو جب میں حرم کعبہ میں نماز میں اپنے جاں نواز کے ساتھ مشغول نیاز ہوں تو اس وقت اس پیکان کو نکال لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان کو کچھ بھی تکلیف کی خبر نہ ہوئی جب حال مشاہدہ ختم ہوا تب آپ کو معلوم ہوا۔

ایک آتش پرست کا
ایمان لانا

حضرت قدوة الکبر نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابوالادیان کا آتش پرستوں سے مناظرہ رہتا تھا۔ ان کو ابوالادیان اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ وہ بد دینیوں اور بد مذہبوں سے ہمیشہ مناظرہ کیا کرتے تھے اور اپنے مخالفوں کو شکست دیا کرتے تھے، ایک دن شیخ ابوالادیان اور مجوسی میں بات چیت سو رہی تھی شیخ نے فرمایا کہ آگ تو حق تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے۔ آتش پرست نے کہا کہ نہیں جلتا آگ کا خاصہ اور اس کی طبیعت ہے اگر تم یہ دکھا دو کہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے اور کام کرتی ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا چنانچہ پہلے پایا کہ آگ جلاتی جلتے اور ابوالادیان اس آگ میں جاتے چنانچہ بہت سی لکڑیاں جلاتی جلتیں جب تمام لکڑیاں جل گئیں تو انگارے زمین پر پھیلے گئے یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ اب شیخ ابوالادیان کو ان انگاروں پر چلنا تھا۔ لہذا شیخ ابوالادیان نے جاتے نماز پچھائی اور نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر انگاروں پر چلنے لگے۔ جب وہ پچھے ہوئے انگاروں کی آخری صف پر پہنچے تو انہوں نے مجوسی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ انا کالی ہے یاد و بارہ جل کر دکھاؤں یہ بات جب انہوں نے کہی تو ان کے چہرے پر صدمہ کے آثار پیدا ہوتے رہے دیکھ کر آتش پرست مسلمان ہو گیا کہتے ہیں کہ جب رات کا وقت ہوا تو شیخ کے خادم احمد نے دیکھا کہ ان کے پاؤں کے انگوٹھے کے نیچے چھ لاپڑا ہے۔ اس نے کہا کہ اے شیخ یہ کیل ہے؟ شیخ ابوالادیان نے کہا کہ جب میں آگ پر چل رہا تھا تو میں بشریت سے غائب تھا لیکن کنا سے پڑھ بیچ کر حاضر ہو گیا تھا۔ تاکہ مجوسی سے بات کروں پس یہ اسی کا اثر ہے اگر کہیں یہ شعور آگ کے درمیاں پیدا ہو جاتا تو میں پورا جل جاتا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ارباب بصیرت اور اصحاب طریقت اس سے یہ استدلال کرنے میں کہ جلالہ والی

آگ اگر کسی مخصوص وقت میں حق تعالیٰ کے بندوں کے حق میں خدا کے حکم سے وہ کام نہ کرے جس پر وہ مقرر و متعین ہے یا جو اس کی فطرت ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں فرمان ہوا **وَابْتَغِ الْفِلْسَافَ** یا **يَا كَاهِنُ كُوْنِي بَزْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ** ہم نے کہا اسے آگ ٹھنڈی پڑ جائے سلامتی بن جائے ابراہیم کے لیے اس موقع پر حضرت قدوة الکبر نے حضرت کبیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جانتے ہو سلامنا میں کیا کہتا ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ حضرت قدوة الکبر از یادہ جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر فرمان الہی میں یعنی اس آیت کریمہ میں سلامنا کا لفظ موجود نہ ہوتا تو آگ حضرت خلیل (علیہ السلام) کے لیے اتنی سرد ہو جاتی کہ آپ اس میں زندہ نہ رہ سکتے۔ پس آگ حکم الہی کے بموجب اتنی سرد ہوئی کہ حضرت خلیل اللہ (علیہ السلام) کے جسم کی سلامتی کا نشان بن گئی۔ اس سلسلہ کے باقی مباحث **ان شاء اللہ** حسب موقع و محل بیان کیے جائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوة الکبر کے خلفاء عظام میں سے تھے، غیر براثر شاہد کے بارے میں عرض کیا تو حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب شہرہ کی آگ کسی عارف کے وجود کی منتقلی (انگلیشی) میں جلتی اور شعلہ زن ہوتی ہے تو اس حالت میں اگر عارف کسی پر شرارہ کے بمقدار تصرف کرے جب بھی اس کا اثر سربست کرے گا حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ (جن کو شیخ ولی تراش بھی کہا جاتا ہے) اور اس لقب کا موجب یہ تھا کہ آپ کی نظر غلبات و جہد میں جس کسی پر بھی پڑ جاتی وہ دنیایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا تھا) سے تفریق آپ نے نقل فرمایا کہ ایک روز ایک سوداگر یونانی تفریقاً آپ کی خانقاہ میں پہنچ گیا۔ شیخ کا اس وقت حال بہت قوی تھا۔ آپ کی نظر اس سوداگر پر پڑ گئی اسی وقت وہ مرتبہ ولایت کو پہنچ گیا۔ شیخ نے دریافت فرمایا کس ملک کے رہنے والے ہو اس نے جواب دیا کہ غانا ملک کا باشندہ ہوں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اسی وقت اس مملکت میں ارشاد کا اجازت نامہ لکھ کر اس کو دے دیا کہ اس ملک میں لوگوں کی رہنمائی خداوند تعالیٰ تک کرے (اور اس کو اسی دن روانہ کر دیا) ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب طریقت کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ یکایک آپ نے دیکھا ایک باز ایک چڑیا کے پیچھے چھپٹ رہا ہے۔ ناگاہ شیخ کی نظر اس چڑیا پر گئی پس اسی دم وہ چڑیا پٹی اور اس نے باز کو پکڑ لیا اور شیخ کے سامنے اس کو لا کر ڈال دیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کا ایک واقعہ | ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب کبھت کا فقہ حاضرین سے بیان فرما رہے تھے۔ شیخ کے مریدوں میں سے شیخ سعد الدین سوی کے دل میں بہ خطرہ اور دوسوسہ پیدا ہوا کہ آیا اس امت میں بھی ایسا کوئی شخص موجود ہے جس کی محبت کا کتنے پر اثر ہو۔ شیخ نور فرست سے ان کے دوسوسے سے آگاہ ہو گئے۔ اور اپنی جگہ سے اٹھے۔ خانقاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ دفعتاً ایک کالا کتا خود دار ہوا اور وہاں کھڑا ہو کر دم ہلانے لگا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی اسی دم وہ بے خود اور متحیر ہو گیا اور شہر چھوڑ دیا۔ گورستان کو اپنا ٹھکانہ بنایا اس کا حال یہ تھا کہ زمین پر سر ٹپکتا اور دنا تھا۔

کہتے ہیں کہ جس طرف سے وہ کتا نکل جاتا تھا اسی وقت پچاس ساٹھ کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور اس کو حلقہ میں لے لیتے۔ نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اسی طرح بیٹھے رہتے اور اس کتے کی بڑی آذ بجلت کرتے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ کتا مر گیا۔ شیخ نے فرمایا اس کو دفن کر دیں اور اس کی قبر پر عمارت بنائیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ ہی کا یہ واقعہ ہے کہ وہ شہر تبریز میں حضرت محی السنہ کے شاگرد سے کتاب شرح السنہ پڑھا کرتے تھے۔ جب کتاب ختم ہونے پر اُن کی تراستاد کے سامنے آئمہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور شرح السنہ پڑھ رہے تھے کہ ایک درویش درسگاہ میں تشریف لائے۔ شیخ ان کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی شیخ کے حال میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ پڑھنے کی قوت باقی نہ رہی۔ شیخ نے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ بابا فرح تبریزی ہیں مجدد ہیں اند خدا کے محبوب مسندوں میں ہیں۔ شیخ تمام رات بے قرار رہے۔ صبح دم استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استاد سے عرض کیا کہ بابا فرح تبریزی کی زیارت کے لیے چلیے چنانچہ استاد اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوئے۔ جب بابا فرح کی خانقاہ پر پہنچے بابا فرح اس وقت خانقاہ کے اندر موجود تھے۔ بابا شاداں نامی ایک درویش نے جب اس جماعت کو خانقاہ کے دروازہ پر دیکھا تو اندر جا کر بابا فرح سے اجازت حاضری طلب کی۔ بابا فرح نے فرمایا کہ جس طرح خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں اس صورت میں میرے سامنے آئیں شیخ نجم الدین فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھ پر بابا فرح کی نظر پڑ چکی تھی اور اپنا اثر کر چکی تھی۔ لہذا میں ان کی اس بات کو سمجھ گیا۔ چنانچہ جو کچھ ہم پہنچے ہوئے تھے وہ اتار دیا اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے پہنچے (درویشوں نے بھی ایسا ہی کیا) ان کے سامنے اس طرح جا کر بیٹھ گئے ایک لحظہ کے بعد ہماری حالت متغیر ہو گئی اور ان کی صورت میں ہم کو ایک عجیب عظمت نظر آئی۔ ان کا چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں ہو گیا۔ اور وہ جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کے جسم ہی پر پارہ پارہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنے اصل حال میں واپس آئے۔ اٹھے اور وہ لباس مجھے پہنا دیا (جو ان کے جسم سے استفراق کی حالت میں الگ ہو گیا تھا)۔ اور فرمایا تمہارے پڑھنے کا وقت نہیں ہے اب تو وقت آگیا ہے کہ تم دنیا کے سرور و ترنوں کے (دنیا کے پیشوا) یہ سنتے ہی میری حالت متغیر ہو گئی اور میرے باطن میں جو کچھ بھی غیر حق سے موجود تھا منقطع ہو گیا (باطن بالکل صاف ہو گیا)۔ جب ہم بابا فرح کی خانقاہ سے واپس آئے تو میرے استاد نے فرمایا کہ شرح السنہ تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے در تین دن میں اسے ختم کر لو گے یوں تمہیں اختیار ہے۔ میں پھر سبق پڑھنے پہنچ گیا (خیال آیا کہ کتاب کو مکمل کر ہی لیا جائے) بابا فرح چہرہ درسگاہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ کل تم نے علم یقین کی ہزاروں منزلیں طے کر لی تھیں اور آج پھر تم درس لینے آ گئے! یہ سنتے ہی میں نے درس کا سلسلہ ختم کر دیا اور ریاضت و خلوت میں مشغول ہو گیا اور مجھ پر واردات غیبی اور علوم کدنی ظاہر ہونے لگے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ باتیں بھول نہ جاؤں لاڈ انہیں لکھ لوں کہ بابا فرح پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ شیطان نے تم کو تشویش میں ڈال دیا ہے (اور وہی

اکسار ہا ہے کہ ان باتوں کو ضبط تحریر میں لائی تم ان باتوں کو مت لکھو۔ میں نے ذرا آدوات اور قلم پھینک دیا اور پھر یاد حق میں سب سے منقطع ہو کر مصروف ہو گیا۔

کمال جوگی کی بلی کی معرفت کا بیان | حضرت قدوة الکبرا جب اس کلام سے فارغ ہوئے تو فاضل رفیع الدین اودھی کے دل میں یہ خطرہ اور دوسرہ پیدا ہوا کہ حضرت نجم الدین گبرلی قدس سرہ کی نظر مبارک میں یہ تاثیر تھی کہ کثیف جانوروں میں بھی ان کا اثر ہوتا تھا۔ کیا اس زمانہ میں بھی بزرگوں میں سے ایسا کوئی ہے کہ اس کے نگاہ کی تاثیر سے اسی طرح کسی جانور کو جذب کر لے حضرت قدوة الکبرا نے اپنے نور باطن سے ان کے اس دوسرہ اور خطرہ کو معلوم کر لیا ہے

جام جہان نمائی ضمیر تو یافتہ تیرا منہ پاک ہے جام جہاں نما
ہر ذرہ بجانش درو عکس یافتہ دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اس میں ذرا ذرا
ہنس کر فرمایا ہاں شاید اس زمانہ میں کوئی ایسا ہو مصرعہ

تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد کیا خبر تم کو اس گرد میں کوئی ہو سوار
کمال جوگی کی ایک بلی تھی کبھی کبھی حضرت قدوة الکبرا کی نظر مبارک سے گزرا کرتی تھی، فرمایا کہ کمال جوگی کی بلی کو لاؤ۔ اس بلی کو لایا گیا اس وقت حضرت نے معارف طریقت اور حقائق معرفت بیان کرنے شروع کیے ابھی تھڑا ہی بیان ہوا تھا کہ اس کے اندر بھی تغیر پیدا ہوا اور ان کلمات کا اثر ظاہر ہونے لگا اور وہ بھی از خود درفتہ ہو گئی۔ ایک پیرنگ وہ اسی طرح بے خود رہی جب ہوش میں آئی تو حضرت قدوة الکبرا کے پاؤں چومے اور پیروں میں لٹٹنے لگی اور اصحاب مجلس و حاضرین محفل کے گرد چکر لگانے لگی اب اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جس وقت عارفانہ گفتگو کا آغاز ہوتا تو وہ مجلس شریف سے کہیں دور نہیں جاتی تھی (مجلس شریف میں موجود رہتی) جب خانقاہ میں وہاں آتے تو ہماروں کی تعداد کے مطابق میاؤں میاؤں کر کے خادمان عالی کو بتا دیتی کہ ہماروں کی تعداد اتنی ہے۔ لنگر کی تقسیم کے وقت دوسرے لوگوں کے برابر اس کو بھی حصہ ملتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس بلی کو بعض اصحاب کے بلانے کے لیے بھیج دیا جاتا ہے بلی جاتی اور اس شخص کے پاس پہنچ کر غراتی لوگ سمجھ جاتے کہ حضرت قدوة الکبرا نے بلایا ہے۔

ایک دن حضرت کی خانقاہ میں چند درویش سفر سے آئے بلی نے عادت کے بموجب میاؤں میاؤں کیا لیکن جب بادرجی خانہ سے کھانا بھیجا گیا تو ایک شخص زیادہ ہوا (ایک شخص کا کھانا کم تھا) حضرت قدوة الکبرا نے بلی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اسے گریہ؟ آج یہ غلطی کیوں کی؟ بلی یہ سن کر فوراً باہر گئی اور ان نور سیدہ ہماروں میں پہنچی اور ان میں سے ہر ایک کو سونگھنا شروع کیا اس طرح اس نے ہر ایک کو سونگھا لیکن جب ان نور سیدہ درویشوں کے سر حلقہ کو سونگھا تو اس کے زانو پر بیٹھ کر پیشاب کر دیا وہ درویش اٹھا اور اسی وقت حضرت قدوة الکبرا کے پیروں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ بارہ سال سے میں دہریہ ہوں اور اسلامی لباس میں اگر زمانہ کے بڑے بڑے صوفیوں کو دیکھتا ہوں اس نیت کہ کوئی میرے نفاق کو ظاہر کرے تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں

پیش خمیر تو کہ ز خورشید انور ست دل میں ترے چمک میں جو اک آفتاب ہے
ذرات کائنات چو مہتاب ظاہر ست ہر اک ذرہ دنیا کا اک ماہتاب ہے
بل خطرہ کہ در دل موران کند خطور ہر اک خیال و خطرہ جو جیوٹی کے دل میں ہو
در گوشہ خمیر سلیمان منور ست نور دل سلیمان پہ وہ بے حجاب ہے

کسی نے اس بھید کو ظاہر نہ کیا لیکن بیابان تصوف و معرفت کے شیر حضرت قدوة الکبرا کی بلی نے اس راز سر بستہ کو کھول دیا سبحان اللہ کتنا بڑا افضل حق تعالیٰ کا حضرت قدوة الکبرا پر ہے کہ آپ کے اثر سے بلی کا یہ مرتبہ ہو جائے کہ حق و باطل کی جدا کرنے والی ہو پھر اس موقع کا کیا کہنا ہے اگر نظر کیمیا اثر کسی خاکسار کی حالت پر فرمادیں ۵ آنا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند جن کی نگاہ خاک کو کوئی ہے کیمیا
آیا بود کہ گوشہ جشمی بماندند اے کاش ہم پہ چشم کریں ایسے اولیا

آج یہ ہدائی مَن کِشَاءُ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے (کا سورج افق ہدایت سے چمکا لہذا میں حضرت قدوة الکبرا کے سامنے اسلام قبول کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مبارک ہو۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت قدوة الکبرا سے بیعت کر لی اور پھر شدید ریافتوں اور مجاہدوں اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد اس میں اتنی قابلیت پیدا ہو گئی اور تصفیہ باطن کی اس منزل پر پہنچ گیا کہ حضرت قدوة الکبرا کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفہ عالی قدر وہ بھی تھے اور حضرت نے اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا کہ استبذل جاناؤ اور وہاں مغرق کو رشد و ہدایت کے راستہ پر لاؤ (خلافت عطا فرما کر استبذل روانہ فرمایا کہ وہاں تبلیغ و ترویج سلسلہ کا کام کریں)۔

حضرت قدوة الکبرا کے وصال کے بعد چند سال تک یہ بلی حضرت مخدوم زادہ کے عہد میں بھی زندہ رہی ایک دن خادم مطبخ نے دودھ دیگ میں گرم کرنے کے لیے چڑھایا تاکہ دھانوں کے لیے کھیر تیار کرے اس آتش میں ایک ناگ دیگ میں گر گیا (اور مر گیا) یہ بلی سانپ کا دیگ میں گرنا دیکھ چکی تھی۔ چنانچہ وہ دیگ کے گرد چکر لگاتی رہی اور بقیار پھرتی رہی۔ خادم مطبخ اس بقیار کی کاسبب نہیں سمجھ سکا اور ہر بار وہ قریب آتی تو جھپک دیتا اور بھگتا دیتا۔ جب بلی نے دیکھا کہ خادم کسی طرح اس کی بات نہیں سمجھ پا رہا ہے تو وہ خود دیگ میں کود گئی اور جان دیدی۔ جب کھیر کو لوگوں نے پینکا تو ایک سیاہ ناگ اس میں سے نکلا اس وقت حضرت نور العین نے فرمایا کہ دیکھو اس بلی نے خود کو درویشوں پر قربان کر دیا۔ اب تم لوگ اس کی قبر بناؤ اور اس کی زیارت کیا کرو۔ چنانچہ اس کو دارالامان میں دفن کر کے اس پر عمارت بنا دی گئی ۵

رباعی

ہر گہ کہ از دوحش فدائی تو گشتہ اند جب جانور بھی تم پہ ہوا کرتے ہیں نثار
انسان اگر فدا نشود کمتر از دوحش انسان کچھ نہیں ہے جو تم پر نہ ہو فدا

حیوان بخد مت تو بجائی رسیدہ اند
کز شیوہ صفاء زند طعنہ بر سر و شش
در کار مس جسم کہ اکسیر خدمت است
انداخت ذہب خالص شد بر گہ فروش
حیوان کو تیرے فیض سے وہ مرتبہ ملا
اگر فرشتے دیکھ لیں یہ خوبی صفا
ہے جسم تا بنا اس میں ہے اکسیر چاکری
جب ڈالا جسم بن گیا سونا تپا کھرا

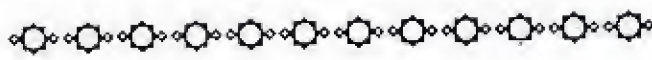
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے کہ خواجہ سری سقطی قدس سرہ نے مجھ سے فرمایا کہ مجلس منعقد کرو اور اس مجلس میں تم وعظ کرو میں اپنے اندر یہ صلاحیت نہیں پاتا تھا اور خود کو اس بات کا مستحق نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ ایک جمعہ کی شب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا تکلم علی الناس لوگوں سے کلام کرو (یعنی وعظ کرو) جب میں خواب سے بیدار ہوا اور صبح ہونے سے پہلے ہی میں حضرت سری سقطی قدس سرہ کے دروازہ پر پہنچا اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر ہی سے فرمایا کہ تم نے مجھے راست گو نہیں سمجھا تھا بیان تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے مجلس وعظ منعقد کی اور وعظ شروع کر دیا۔ شہر بھر میں یہ خبر پہنچ گئی کہ جنید وعظ کر رہا ہے۔ ایک آتش پرست پارسا اور متقی لوگوں کے لباس میں مجلس کے ایک کنارہ پر کھڑا تھا اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے شیخ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں؟ اتقوا ضلالة المومن فانہ ينظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

شیخ جنید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کچھ دیر تامل کیا۔ اس کے بعد میں نے سرائٹھا کر کہا کہ اب تو اسلام قبول کر لے کہ تیرے اسلام قبول کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔

حضرت امام یافعی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرت جنید کی ایک کرامت تھی اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ان کی دو کرامتیں تھیں۔ ایک تو اس جوان کے کھر سے واقف ہونا اور دوسرے اس کی خواہش سے آگاہ ہونا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا کہ وہ اسی وقت اسلام قبول کر لے گا۔

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابوالاسحاق ابراہیم بن شہریار کا ذرونی نے خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار حاصل کیا تو آپ سے عرض کیا کہ ما التوحید توحید کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توحید کے بارے میں جو کچھ تیرے خیال میں گزرے یا دل میں آئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توحید اس کے ور ہے۔ یعنی خیال کی رسائی اس کی توحید تک نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شکر، شک اور معطل ہونے سے پاک سمجھا جائے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ سالک جب عقائد صریفہ سے بہرہ ور ہو جائے اور اس کو اس طائفہ علیہ کی اصطلاح سے وقوف حاصل ہو جائے تو اس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اکثر اوقات محفل توحید میں اور زیادہ تر مجالس تفرید میں بیٹھے اور کچھ دیر بے تیمار بھی بیٹھے۔ اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ بے تیمار بیٹھنا



کے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بغیر تلاس کے پالینا اور بغیر دیکھے دیدار کرنا (بے تیمار بیٹھنا کہلاتا ہے) کہ دیدار میں بیٹھنے والا خود ایک علت ہے اس سلسلہ میں آپ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل فرمایا کہ سب سے اعلیٰ اور بہترین مجلس یہ ہے کہ میدان توحید میں فکر کے ساتھ بیٹھیں (توحید الہی میں فکر کرنا سب سے افضل ہے) آپ نے پھر فرمایا کہ اپنی ہمت کو خداوند عزوجل کی طرف صرف کر اور ایسا نہ کرنا کہ جس آنکھ سے نور اللہ تعالیٰ کا شاہدہ کیا ہے اس آنکھ سے غیر خدا کی طرف دیکھے۔ اگر ایسا کیا تو حق تعالیٰ کی نظر سے گر جائے گا۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ حضرات کو عقیدہ علم توحید سے ضرور آگاہ ہونا چاہیے کہ اہل طریقت کا اصول اور خداوندان حقیقت کا وصول ہی علم شریف ہے۔ اس موقع پر بابا حسین نے علم توحید کے فوائد سے آگاہ ہونے اور معاملہ تفرید سے برہ دور ہونے کی درخواست کی (عرض کیا علم توحید کے فوائد اور عالم تفرید کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں) حضرت نے اپنی زبان گہر بارے ارشاد کیا کہ اصحاب توحید کے عقائد پر ایمان لانا اور ارباب تفرید کے قواعد سے وابستگی بہت ہی اہم چیز ہے۔ اس لیے کہ بہت سے محققین صوفیہ اور عارفان طاغیہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ یقین جو صوفیہ کا ملین کے مقدمات سے اور وہ عقیدہ جو صوفیہ متقدمین کے کلمات کے ملاحظہ اور مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ اس زمانے کے اصحاب مجاہدہ کے مکاشفے سے کہیں بہتر ہے! ان حضرات نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کشف کے بعد بیان کیا ہے اور کشف کے لیے ریاضت اور مجاہدہ شرط ہے۔ پس ان کے اقوال مجاہدہ و ریاضت سے اشرف و بہتر ہوئے۔ گمنا قال الاشراف من کم یعمل اکتب المجاہد لا کم یعصل لہ جناب المشاہدہ (جو عمل سے کسب ریاضت نہیں کرتا اس کو مشاہدہ سے برہ دور نہیں کہا جاسکتا) اور اگلے کاملوں کی ریاضت و مشقت علم و یقین پر ہے برعکس پھلوں کی ریاضت کے کہ رسمی اور کتابی ہے چنانچہ حضرت امام غزالی اجیاد علوم میں فرماتے ہیں جس کو اس علم سے حصہ نہیں ملا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ برائی پر ہوگا (انجام بخیر نہیں ہوگا) اور ادنیٰ درجہ کا حصہ ان محققین کو دل سے ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔

لیکن کمال کا درجہ تو یہ ہے کہ معنی توحید کو اپنی صورت میں طلب کرے اور معنی توحید کا اظہار التزام نسبت کی صورت کے بغیر ممکن نہیں (نسبت کا ہونا ضروری ہے) اس موقع پر حضرت شیخ سعیدی نے عرض کیا کہ معنی توحید کا التزام اہل تجرید کے دل میں کس طرح کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ صوفیہ نے التزام معنی توحید کے لیے تفصیل کے ساتھ ایک راستہ وضع فرمایا ہے تاکہ ہر طالب کی طبیعت کے مطابق آسکے۔ اس ایک نوع کو یہاں بیان کیا جاتا ہے اس کے باقی انراغ اقسام لطیفہ افکار و مشاہدہ میں انشاء اللہ ذکر کیے جائیں گے۔

فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید کی حقیقت حق کا مشاہدہ کرنا ہے بطور ملکہ کے اس طرح کہ تصور حقیقت اس مشاہدہ سے جدا نہ ہو۔ دل میں تصور جمالے۔ یہ بالکل ظاہر ہے ان مظاہر میں اسکی

ملکہ اس عادت کو کہا جاتا ہے جو ملامت کے باعث نفس انسانی سے جلد فنا پذیر نہ ہو سکے۔

واقعی حقیقت و ذات کی بنا پر۔ بار خدایا ہم کو اور سب طالبوں کو یہ بزرگ نسبت اور لطیف مشاہدہ نصیب کر صدقہ نبی کا اور ان کی اولاد پاک کا۔

حضرت قدوة الکبر افرماتے تھے کہ ارباب ذوق و عرفان اور اصحاب شوق و وجدان کے نزدیک جس نے نسبت شریفہ کی نگہانی میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں دم بھر کے لئے بھی غفلت و فراموشی کی تو اس کو مردار کہا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کل نفس ینحرج بغیر ذکر اللہ فهو میتة (جو جان ذکر خدا کے بغیر بچکے وہ مردار ہے) اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مردہ جان کی موت کے خبر دینے والے تو کچھ آدمی اور بڑوسی ہوں اور جو مشاہدہ کی دولت سے محروم ہو وہ ایسا مردہ ہے کہ دنیا کے چوپائے اس کی خبر دیتے ہیں اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ سے دو شخص شیخ البرکہ واسطی قدس سرہ سے ملاقات کے ارادہ سے روانہ ہوئے جب یہ دونوں آپ کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو سنا کہ دو بلیاں آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہی ہیں کہ شیخ البرکہ واسطی قدس سرہ گلزار کثیف سے نکل کر لالہ زار لطیف میں تشریف لے گئے ہیں بہ سن کہ یہ دونوں حضرات بہت غلگین ہوئے اور افسوس کیا کہ ہم ان کا شرف صحبت حاصل نہ کر سکے یہ لوگ اسی مقام سے لوٹ جانا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے پھر یہ سوچا کہ شرف صحبت و ملازمت تو نہ حاصل ہو سکا چلو ان کے مزار کی زیارت ہی کر لیں۔ جب یہ دونوں افراد آپ کی قیام گاہ پہنچے تو حضرت شیخ کو بقیہ حیات اور تندرست پایا بہت ہی متعجب ہوئے، ان کو ترنعت غیر ترقیہ مل گئی۔ ان لوگوں نے یہ ماجرا حضرت شیخ سے بیان کیا حضرت شیخ یہ واقعہ سن کر بہت روئے اور فرمایا ان بلیوں نے درست کہا تھا کہ البرکہ جب خداوند تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس وقت وہ ایک مردہ ہوتا ہے جس کی تمام حیرانات کو خبر ہو جاتی ہے۔

توحید کے بارے میں حضرت قدوة الکبر کا ارشاد | حضرت قدوة الکبر قدس سرہ نے فرمایا توحید

الہی یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ سے اپنی ذاتی یکتائی سے نہ کہ کسی کے ایک کہنے سے بے مثل اور تفرد سے موصوف ہے۔ کان اللہ ولم یکن معه شیء (اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی) اب بھی ازلی صفت اور انٹیکتائی سے متصف ہے اکتان کما کان (آج بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا) اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا کل شیء ھالک الا دجھہ (ہر چیز مٹنے والی ہے سوا اللہ کی ذات کے) یہاں لفظ ھالک ہے لفظ یھلک نہیں ہے تاکہ معلوم ہو کہ تمام چیزوں کا وجود اس کے وجود میں آج ٹا ہوا ہے اور اس مشاہدہ کو قیامت کے دن پر رکھنا محروموں کے لئے ہے ورنہ بصیرت والے اور مشاہدہ والے جو زمان و مکان کی تنگی سے رہائی پا چکے ہیں ان کے حق میں یہ وعدہ دم نقد ہے اور یہ وہ خدائی توحید ہے جو نقصان کے عیب پاک ہے اور مخلوقات کی توحیدان کی ناقص الوجودی کے سبب غیر مکمل ہے حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوة الکبر کے خلفائے بزرگ سے ہیں نیاز مندانہ عرض کیا کہ آدمی بڑا بلند جو صلا اور باہمت واقع ہوا ہے توجہ مراتب و کمالات کے میدانوں کا چکر لگا کر بھی ذات بحت تک اس کی رسائی نہ ہوئی تو پھر

اس کا مقصود کیا ہوا فرمایا کہ درجات تحقیق پر قدم بڑھانے والوں اور اس بیابان توفیق کے سیاحوں کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ دریائے احدیت میں ڈوب جائیں اور صحرائے الوہیت مطلقہ میں گم ہو جائیں بلکہ سلوک میں سالک کا کمال یہ ہے کہ اپنی صورت علیہ اور وجود ثابتہ کے ساتھ احکام جاریہ کو قبول کرے (احکام کے نفاذ کو برضائے خاطر قبول کرے) مثلاً مجازی سلطنت میں کسی کو بہت زیادہ قرب حاصل ہے تو اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کی ذات پر تصرف حاصل کرے بلکہ اس کا کمال قرب بس یہی ہے کہ وہ منصب وزارت حاصل کرے یا کسی محکمہ میں صدارت سے مشرف ہو جائے اسی طرح یہ منصب خاص عارفوں کے لیے مخصوص ہے۔ پس اس کی ذات پر تصرف کے حصول کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ اس سے مقصود قرب خاص ہے نہ کہ ذات پر تصرف (قال الاشراف الذات البحت محتجب برداء کبر یا اہر سہامنا ولم یصل الیہ من الموجودات احداً ابداً) اثر کرتا ہے کہ وہ ذات محبت کبریائی کی چادر سے ہمیشہ سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور مخلوقات میں سے کوئی شخص اس تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام کاملین اور بزرگان طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حقیقت جس طرح سے کہ وہ ہے (حقیقت ہی کما ہی) کائنات میں سے کسی کے لیے بھی مدرک نہیں ہے۔ موجودات میں سے کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا چاہے وہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی ہو یا اولیاء مکمل میں سے کوئی ہو۔ وہ ہمیشہ پردہ خفایں ہے اور اب تک حجلہ قدم میں مستور رہے گا۔ وہ پس پردہ عزت انبیاء کی نظروں سے مخفی ہے، حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے

معشوق چون نقاب زرخ برنیکشد
میرکس حکایتی تصور چراکنند
معشوق جب نقاب کورخ سے الٹا نہ دے
ہر شخص اس کے خیال کی باتوں کو کیوں کرے

اور صوفیوں کے قبضہ اور عارفوں کے نشانہ میں بیابان کے چکر لگانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ قاف یکتائی کے عنقا اور اطراف بے نیازی کے شیر کو جال میں پھنسانا محال ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے

عنقا شکار کس نشود دام باز چین
کایجا ہمیشہ باد بدستست دام را
لے جاؤ جال ہو گا نہ عنقا کبھی شکار
ہوتا نہیں ہے دام یہاں پر کبھی بکار

لا تدركہ اکا بصاد (انکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں) کے تیر نے حاملان اسرار کے سینوں کو چاک کر ڈالا اور میخذا کہہ اللہ نفسہ (اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے) کے خنجر نے نورانی لوگوں کے کلیجوں کے ٹکڑے کر دیئے

کشیہ خنجر از ہیبت ذات
دریدہ فرق عرفا را بکرات
بذات او نباشد سیر مردم
کسی کا پنجا رسیدہ گشت سرگم

بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
سر عارف کو کتنی بار کاٹا
نہیں اس ذات تک ہے سیر مردم
یہاں کوئی جو پہونچا ہو گیا گم

ازین حیرت ہمہ عرفاء ماناک اسی حیرت سے ہیں عرفاء ماناک
کشیدہ سرنجیب ماعرفناک کشیدہ سرنجیب ماعرفناک
نبردہ کس ازین دریاء ذخار نہ اس دریائے کشتی کو نکالا
بدرکشتی حصول این راست پندار کسی نے اس کو سمجھے عقل والا

حضرت قدوة الکبر افراتے تھے کہ ایک رات شیخ ابراہیم حق کا ڈرونی آسمان رفعت ماہ کابل اور الزمان
شوکت کے مد حضرت رسالتا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوئے تو انہوں نے خدمت والائیں
کیا ما العقل؟ قال (صلی اللہ علیہ وسلم) ادنا ترک الدنیا واعلاء ترک التکلفی ذات اللہ نقد
صلی اللہ علیہ وسلم انه قال کل الناس فی ذات اللہ محقق ای فی معارفہ ذاتہ والیضا
قال تفکروا فی آیاتہ ولا تفکروا فی ذاتہ !

یار رسول اللہ عقل کیلئے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ادنیٰ درجہ ترک دینا ہے اور اس
کا بلند درجہ ذات الہی میں غور و خوض کا ترک کرنا ہے۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی اور
ارشاد کیا کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت ذات میں نادان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرو اس کی ذات میں غور نہ کرو۔

حضرت صاحبِ فصوص (شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) نے فرمایا ہے التفکر فی ذات اللہ
محال فلہ یبقی التفکر الا فی الکلون (ذات الہی میں فکر محال ہے۔ پس فکر باقی نہ رہی مگر دنیا میں یعنی دنیا کے
امور میں فکر کی جاسکتی ہے)۔

ہر کہ در ذاتش تفکر کرد نیست کوئی اس کی ذات کو سوچے اگر
فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست ذات تک پہنچے نہیں اس کی نظر
ہست آن پندار او زیرا براہ کون پہنچے گا بھلا اس را تک
صد ہزاران پردہ آمد تا اللہ لاکھوں پردے ہیں پڑے اللہ تک

اس موقع پر حضرت کبیر نے عرض کیا جب ذات بحت کا حصول اور اس کا وصول اس طرح
ناممکن و ممتنع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یحیطون بہ علما (یعنی علم سے
اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں) پس اس صورت میں صوفیہ کرام کے درجات و مقامات میں لغات
کس اعتبار سے ہے اور اس کا کیا محل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ عارفان روزگار اور سالکان نامدار کی
کامیابی و مدح اور ناکامی و زوال کی تفریق مرتبہ صفات و سننات میں ہے جس کا بیان عنقریب اپنے
محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

لطیفہ ۲

ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقام

(در بیان ولایت ولی و اقام اور)

قال الاشرف:

الولاية هي قيام العبد مع البقاء بعد الفناء وإتصافه بصفة التمكن والصفاء. (یعنی بندہ کا قائم رہنا بعد فنا کے بقا کے ساتھ اور متصف ہونا صفتِ تمکین و صفائے ولایت ہے) حضرت کبیر نے عرض کیا کہ آیاتِ بنیات قرآن حکیم ہیں کوئی ایسی آیت ہے جو ادلیا اور اس گروہِ عالیہ کی ولایت کے سلسلہ میں مشعر و مظهر ہو۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم ربانی امام عبد اللہ یا نعم البیسی (قدس سرہ) نے اپنی بعض تصانیف میں دس قرآنی آیات اور صحیح ستہ سے دس احادیث بیان کی ہیں اور ان کو اس گروہِ صوفیہ کی جلالتِ شان اور علم و مرتبت پر دلیل بنایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ بہت سی دلیلیں قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سلسلہ میں موجود ہیں لیکن بحیالِ اختصار صرف تین آیات (نصوص) اور تین احادیث بیان کی جاتی ہیں:

نصوص قرآنی

- ۱- فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا ۝ ۱۷
 - ۲- أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۚ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ط ۝ ۱۸ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ۱۹
 - ۳- إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا ۝ ۲۰
- وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیلئے انبیاء صدیقین، شہداء اور صلحا میں اور یہ اچھے رفیق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفل ہے۔ اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔
- تحقیق کراد لیائے الہی کیلئے نہ خوف ہے اور نہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہیں ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے اور یہ بڑی مراد پر پہنچنا ہے تحقیق جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے

۱۷ پ سورہ نساء ۶۹، ۷۰ ۱۸ پ سورہ یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴

تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا
تَحْزَنُوْا وَاَبَشِرُوْا بِالْحَسَنَةِ الَّتِي كُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلٰٓئُكُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ
فِيْهَا مَا تَشْتَهٰٓى اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ
فِيْهَا مَآثِرُ عُوْنٍ ۝ نُّزِّلَ مِنْ
عَفْوٍ رِّسًا حَنِيمٌ ۝

اور انہوں نے اس پر صبر استقامت کی توان بر فرشتے
نازل ہوتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم مت ڈرو اور غمگین
مت ہو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے
وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی
اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا بی
چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو مہربانی
بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

احادیث شریفہ

۱۔ روينا في الصحيح البخاري عن
ابي هريرة رضي الله عنه قال
قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ان الله قال من عادي
لي وليا فقد اذنته بالحرب
وما تقرب الي عبدي بشئ
احب الي مما افترضت عليه
وما يزال عبدي يتقرب الي
بالنوافل حتى احبه فاذا احببته
كنت سمعه الذي يسمع به
وبصره الذي يبصر به و
يده التي يبطش بها ورجله
التي يمشي بها وان سألني
لا اعطينه ولئن استعاذني لاعيدنه
وروي استعاذني بالنون والباء
و اذنته بالحرب اعلمته
باني محارب له۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
مردی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے
میرے کسی دلی سے دشمنی کی اس سے میرا اعلان جنگ
ہے اور میرے بندوں میں سے جس نے مجھ سے تقرب
جایا اور اس نے کسی ایسے شے کو مجھ سے تقرب کا ذریعہ
نہیں بنایا اُن کی چیز کے مقابل میں جو میں نے اس پر
فرض کیا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نفلوں کے ذریعہ نزدیک
حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالینا
ہوں پس جب اسکو دوست رکھتا ہوں تو اس کی
شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی
بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ
ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں
ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی
سوال کرے تو پورا کروں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔
اور حدیث میں استعاذنی بھی مردی ہے ان اور ب دونوں
سے اور حدیث میں اذنتہ بالحرب کے معنی ہیں کہ میں نے
اعلان کر دیا کہ میں خود اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔

۵۔ اللہ قوم فی الحماء کرام
مستیقظون والورے ینام
أولوا مقامات علت واحوال
هم کشمش فی السماء یقام
روینا فی الصحیح المسلم عن
۲۔ ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم رب اشعث
مدفوع بالابواب لواقسم
علی اللہ لا یرہ۔

خدا کے ایسے بھی ہیں بعض بندگانِ کرام
کہ جاگتے ہیں اور خلق کو بے خواب سے کام
بلند تر ہے روشن ہیں حالتیں اُن کی
ہے آفتاب کا جس طرح آسمان میں مقام
میں مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ بہت سے ایسے پرانندہ سو ہیں جو دروازوں
سے دھکے دینے جاتے ہیں اس مرتبہ کے ہیں کہ وہ
کسی بات کیلئے قسم کھالیں تو اللہ ان کے قول کو
سچا کر دیتا ہے۔

۵۔ اخص الناس بالایمان عبد
حفیف الحاذ مسکنہ العقار
لہ فی اللیل حظ من صلوة
ومن صوم اذا طلع النہاس
بقوت النفس یاتی بالکفاف
وکان لہ علی ذلک اصطبار
وفیہ عفتہ وبہ حمل
الیہ بالاصابع لا یشاد
فذلک قد بجا من کل شر
ولہ تمسہ یوم البعث نار
۳۔ روی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل
المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ

وہ ہے ایمان میں مخصوص بندہ
سبک دست اور زمین جس کا ہے گھربار
نمازوں میں ہے کشتی رات اس کی
ہے دن میں صوم سے اس کو سرد کار
غذا اس کی نہیں کافی سے زیادہ
اور اس پر صبر کرنے سے نہیں عار
پسند اس کو ہے گناہی و تقویٰ
عوام اس سے نہیں بالکل خیر دار
وہی محفوظ ہے ہر شے سے لاریب
قیامت میں نہ ہوگا داخل نار
حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں
نے کہا کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
امت باران کی مانند ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسکا
اول اچھا ہے یا اس کا آخر بہتر ہے۔

اس کلمہ (حدیث شریف) سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ سے صادر ہوا یہی مفہیم ہوتا ہے کہ یہ امت
محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی زمانہ میں کسی وقت بھی اولیا مشائخ اور علماء و راسخ سے خالی نہیں ہوگی جو شریعتِ ظاہری
کے علمدار اور بطون حقیقت کے منظر ہیں اور یہ اپنی عمدہ باتوں یا اچھے کاموں سے امت کو آداب شریعت و طریقت کا

پابند کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس طائفہ مقدسہ کے اسلاف کا طریقہ عمل یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال و انحال کے انوار کو ریاضت و مجاہدات سے جن کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے حاصل کر کے اپنے سر میں اور استفادہ کرنے والوں کے بطون کو متاثر و منور کیا ہے وہ حکایات و روایات میں مشغول نہیں ہوتے تھے اس دور میں تصنیفات بھی کم تھیں اور لسان الحال اَنْطَلَقَ مِنْ لِسَانِ الْمُفَقِّلِ یہ مسئلہ ہے کہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہوتی ہے یہی حضرات حقیقت میں انبیاء و رسل کے وارث و خلیفہ ہیں اور یہی ارباب حقائق توحید ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو صادق فراست سے اور الہامات سے نوازے گئے ہیں اور قیام قیامت تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا رہنے والے ہوں گے اور عالم ہونے ان کے نور ولایت سے منور اور روشن رہے گا۔ اور ہر اک زمانہ میں اس گروہ کے برگزیدہ انخاص کو روشن نشانیوں کے ذریعہ ان کے ساتھ اس مہم پر نصب کیا گیا ہے تاکہ وہ اس امت کی رہبری کریں اور لوگوں کو انسانی خواہشات کی پستی سے نکال کر خالق کائنات کی بندگی کی بندگی پر پہنچائیں۔

اہل تحقیق کی اصطلاح میں یہی طائفہ صوفیہ کے نام سے موسوم ہے (یہی لوگ صوفی کہلاتے ہیں) یہی وہ حضرات ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی کے باعث مرتبہ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد یہ حضرات اس منصب پر بطریق متابعت مازدون دماور کئے گئے کہ اتباع شریعت کی لوگوں کو دعوت دیں، جیسا کہ امام قشیری (ابو القاسم) قدس سرہ نے فرمایا کہ۔

عہد اسلام میں کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ اس میں اس گروہ صوفیہ کے مشائخ میں سے کوئی شیخ جو توحید و معرفت کے مرتبہ عالی پر فائز ہو موجود نہ رہا ہو اور اس نے عوام کی امامت کا فرض ادا نہ کیا ہو اور اس زمانہ کے ائمہ اور علما اس شیخ کے مطیع نہ رہے ہوں اور اس کے حضور میں انہوں نے عجز و انکسار نہ کیا ہو اور اس سے برکتیں حاصل نہ کی ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

و صار یخدمنی من کنت اخدمہ	کل جو تھا مخدم خادم ہو گیا
مولی الوری مذ صرت مولائی	جب مرا مولا ہوا تو اے خدا
ترکت للمخلوق دنیا ہمد و ینہم	تیرے حب میں دین و دنیا چھوڑ دی
شغلا لحبک یا دینی و دنیا	تو مری دنیا ہے تو ہے دین مرا

حضرت نور العین نے قدوة الکبرا کے حضور میں درخواست کی کہ "ولایت" کے معنی سے آگاہ و سرفراز فرمائیں، حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ولایت دلائے مشتق ہے جس کے معنی قرب کے ہیں۔ ولایت دو طرح ہے۔

ولایت عامہ | ولایت عامہ تو تمام اہل ایمان میں مشترک ہے، ہر صاحب ایمان اس میں شریک ہے ولایت عامہ کو لطف الہی سے قرب ہے اور اس طرح تمام مومنین حتی سبحانہ و تعالیٰ کے لطف سے قریب ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعہ کفر سے ان کو نکال لیا ہے اور نور ایمان عطا فرما دیا ہے اور وہ اس کے نزدیک ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ**

إِلَى التَّوْبَةِ ۖ لَعَنَ (یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اور ان کو وہ تاریکی سے روشنی میں نکال کر لایا) یہ بھی ولایت عامہ۔

ولایت خاصہ | ولایت خاصہ ارباب سلوک میں جو حضرات واصلان حق ہیں ان کیلئے مخصوص ہے۔

وہی عبارت عن فناء العبد فی الحق وبقائه۔ قالوا الولیٰ هو الغانی فیہ والبقای بہ (اور اس سے مراد بندے کا حق میں اور اس کی بقا میں فنا ہونا ہے اور کہا ہے کہ دلی وہ ہے جو اللہ میں نانی ہو اور اس کے ساتھ باقی ہو)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ فنا سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ فنا سے مراد سیر الی اللہ کی ختمیہ ہے۔ اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔

سیر الی اللہ کا اختتام اس وقت ہوتا ہے کہ درویش باوہ وجود کو صدق کے قدیموں سے یکبارگی طے کر لے اور سیر فی اللہ اس وقت متحقق ہوگی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو وجودی اور ذاتی فنا مرطلقی کے بعد تمام آلات حدوت سے پاک فرما دے تاکہ وہ اس عالم میں اوصاف الہی اور اطلاق نامتناہی سے منصف ہو کر نہ ترسی کرے شیخ ابو علی جرجانی قدس اللہ سرہ کہتے ہیں۔ الولیٰ هو الغانی من حالہ والبقای فی مشاہدۃ الحق لم یکن لہ عن نفسه اخبارا مع غیر اللہ قرار (یعنی ولی وہ ہے جو فانی ہوا اپنے حال سے اور مشاہدہ حق میں اس طرح باقی ہو کہ اس کو نہ اپنے نفس کی خبر ہو اور نہ غیر اللہ کے ساتھ قرار ملے)

حضرت ابراہیم ادہم نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم دلی بننا چاہتے ہو، اس نے کہا جی ہاں؛ چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو پھر تم دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہ رکھو اور نہ عقبنی کی کسی چیز سے، اپنے نفس کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ بنا لو اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ولی کون ہے | حضرت قدوة الکبر نے رسالہ تشریح سے یہ قول نقل فرمایا: تحقیق دلی کے دو معنی ہیں ایک فعل کے وزن پر بمعنی مفعول یعنی وہ شخص جس کے امر کا متولی اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ (اور وہ ذمہ دار ہے صالحوں کا) اور وہ اس کو اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا۔ ایک لفظ کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری کی رعایت فرماتا ہے۔ اور دوسرے معنی فعل بمعنی فاعل ہیں۔ یعنی وہ ذمہ دار ہے حق تعالیٰ کی بندگی اس کی اطاعت اور عبادت کا اور اس پر تواتر کے ساتھ یہ ذمہ داری جاری ہے بغیر اس کے کہ نافرمانی درمیان میں آئے پس یہ دونوں وصف موجود ہونے چاہئیں تاکہ ولی دلی بن جائے یعنی اس کا حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی پر تمام و کمال قائم ہو جانا اور حق تعالیٰ کا ہمیشہ اس کا محافظ ہونا خواہ خوشی ہو یا رنج۔ حضرت کبیر نے شرائط ولی کے بارے میں عرض کیا کہ ان کی صراحت فرمائیں:

قال اکا شرف : الولی قلبہ مستانس باللہ متوحش عن غیر اللہ -
 اشرف نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کا دل حق سبحانہ و تعالیٰ سے انس رکھے اور غیر حق سے متوحش اور
 گریزاں ہو۔ اس ارشاد کے بعد حضرت قدوة الکبر نے شرائط ولی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ :-
 شرط ولی یہ ہے کہ گناہوں سے محفوظ ہو جس طرح نبی کی شرط یہ ہے کہ معصوم ہو اور جس کسی پر بھی ازراہ
 شریعت اعتراض ہو (للمشرع علیہ اعتراض) پس وہ مغرور اور فریب خوردہ ہے -
 (ولی نہیں ہے)

پاس شریعت | حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہ ایک ایسے شخص سے ملنے کو چلے جس کی ولایت
 آپ سے بیان کی گئی تھی جب ان کی مسجد کے قریب آپ پہنچے تو ان کے باہر آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے
 کچھ دیر بعد وہ شخص باہر نکلا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ وہاں سے پلٹ پڑے
 اور اس شخص کو سلام بھی نہیں کیا اور فرمایا کہ جب آداب شریعت کا بھی اس شخص کو پاس نہیں ہے تو یہ اسرار خداوندی
 کا امین کس طرح ہو سکتا ہے -

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ کوئی شخص شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا اور
 اس نے اپنا بایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھا شیخ قدس سرہ نے اس سے فرمایا لوٹ جاؤ کہ جو شخص دوست کے گھر
 میں داخل ہونے کے آداب سے واقف نہیں ہے اس سے ہم کلام وہم نشین ہونا مناسب نہیں ہے حضرت کبیر
 نے عرض کیا کہ ولی کے لیے شرط محفوظ سے مراد نام عیال سے محفوظ ہونا ہے یا بعض سے؟ تو آپ نے فرمایا کہ شرط
 یہ ہے کہ اصرار علی معصیت سے محفوظ رہے ناک گناہ پر اس کا قیام نہ ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولی صغیرہ گناہوں پر بھی
 قائم رہنے سے محفوظ ہے و صغیرہ گناہوں پر اصرار نہیں ہے (جنید قدس سرہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ولی سے
 زنا سرزد ہو سکتا ہے؟ اے ابوالقاسم!! آپ کچھ دیر سوچو کہ جسے پھر فرمایا خداوند تعالیٰ نے ہر کام کا امارہ مقرر
 کر دیا ہے (یعنی جو کچھ اس نے مقرر کر دیا ہے اس کا صدور ضروری ہے)

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ میں نے شیخ علاؤ الدین اسماعیل (قدس سرہ) سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا
 کہ انبیاء علیہم السلام عملاً اظہار گناہ کرنے سے معصوم ہیں اور اولیاء کرام گناہ کی ذلت سے
 محفوظ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ :-

إِنْ تَغْفِرُ اللَّهُمَّ تَغْفِرُ جَمًّا
 وَ آتَى عَبْدٍ لَكَ لَا تَمْنًا
 بخشتا ہے تو بخش سب کو خدا
 کون بندہ ہے بے گناہ ترا

مجھ بچا رہے کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بدتر نہیں کہ بندہ خود کو خطا کا راہ و مجرم نہ سمجھے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قولاً و فعلاً اور اندرونی اعتقاداً تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
 شرط ولایت ہے

ہے کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ۔ اے رسول فدا دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو) پس سلوک و طریقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے راستہ کو طے کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ تابع پابند ہے اپنے منبوع کے حکم کا انہی لوگوں کے حق میں ہے ماسوائے کئی طور پر اعراض کرے اور خواہشات (ہوا) سے فطری گریزاں رہے اسی طرح دنیاوی حیر و شمر کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ ولی کی نظر میں کونین کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں جس کو یہ دولت دارین (ولایت) مل گئی ہے اُس کو تخت سلطنت پر جلوں فرمانے کی مطلقاً خواہش نہیں ہوتی۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت نے اپنے دیوان سے یہ نغزل پڑھی :

دھل تو چون دست ادمک جہان گو مباحش	دھل ترا جب ہوا ملک جہاں گو نہو
لعل تو چون حاصل است گو ہر جان گو مباحش	لعل لب ہے رونما گو ہر جاں گو نہو
آیت حسن ترا حاجت تفسیر نیست	مصحف رخ کو نہیں حاجت تفسیر ہے
صورت خورشید را شرح دیان گو مباحش	صورت خورشید کی شرح دیان گو نہو
صف شکن عاشقان فتنہ آخ زمان	صف شکن عاشقان فتنہ آخ زمان
غمزہ ابروی تست تیر دکان گو مباحش	غمزہ ابرو ترا تیسر دکان گو نہو
عاشق ردی تو نیست طالب دنیا و دین	ہاں ترا عاشق نہیں طالب دنیا و دین
آرزوی جان توئی کون و مکان گو مباحش	آرزوئے جاں ہے تو کون و مکان گو نہو
گردش گردن اگر قطع شود گو بشو	گردش گردن اگر ختم ہو تو کہہ سے ہو
حاصل فطرت توئی در زمان گو مباحش	حاصل فطرت ہے تو دور زمان گو نہو
بی تو نیز زرجوی ہر چہ بود در جہان	تیرے بغیر دو جہاں جو کے برابر نہیں
مایہ جانہا توئی سود و زیان گو مباحش	مایہ جان تو ہی ہے سود و زیان گو نہو
آتش عشق را بسوخت خرمن ما گو بسوز	آتش عشق گر جلائے مجھ کو تو کہہ سے جلا
اشرف شوریدہ را نام و نشان گو مباحش	اشرف شوریدہ کا نام و نشان گو نہو

حضرت قدوة الکبر افراتے تھے کہ ولی کی ایک شرط یہ اور ہے کہ وہ عالم ہو جاہل نہ ہو منفصل ہو متصل نہ ہو۔ جب منفصل ہو جائے گا تو پھر متصل ہو جائے گا جیسا کہ شیخ شبلی نے فرمایا ہے کہ طہارت انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔ اگر طہارت میں غیر خدا سے منفصل نہ ہوگا تو نماز میں اللہ سے متصل بھی نہ ہوگا۔ جب اتصال انفصال کا نتیجہ ہے تو منفصل صاحب کشف ہوگا اور صاحب کشف عالم ہوگا اور جاہل نہ ہوگا اور عالم ربانی ولی ہو جائے اور حق تعالیٰ کا ولی جاہل نہیں ہوتا۔ ان الله لا ینخذ و لیا جاہلا قطا (اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتا)

علم وراثت حضرت قدوة الکبر نے فرمایا اگر علم کا چراغ دلی کے دل میں نہ ہو تو اُسے شر کی خبر نہیں

ہو سکتی اور وہ صحرائے ظلمت اور دشتِ کدورت میں بارامداد پہنچنا رہے۔ ہاں اس علم سے مراد علمِ مدرسہ نہیں ہے بلکہ وہ علم ہے جسے علمِ دراثت کہا گیا ہے۔ علماءِ انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ یہ علم نہ صرف الہی اور اسکی لاشناہی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔

قال کلا شرف :

ان الله ناصر الذين امنوا ثم اخراجهم عن حجب الطبيعة وكشف عن قلوبهم نور الاحديت
 ابیعنی اللہ تعالیٰ ان حضرات کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حجاب ہائے طبیعت سے باہر نکالا اور نورِ احدیث ان کے دلوں پر ظاہر کر دیا۔ اگر اس علم سے علمِ مدرسہ و دراستہ مفصلاً ہوتا تو پھر علمائے ظاہر ہی سرمقلدِ اولیاء و زوگاہ اور مشیو تھے اصفیائے نامدار ہوتے اور ایسا نہیں ہے اس لحاظ سے یہ ثابت ہو کر دلی کو علمِ دراثت کا عالم ہونا چاہیئے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علمِ دراثت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا علمِ دراثت وہ علم ہے جو بغیر تعلیم کے حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا سبق ہے کہ بغیر رابطہ کلم کے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ میت کا ترکہ جو علماء ظاہر میں مشہور ہے کہ بغیر محنت کے صرف رشتہ قرابت سے حاصل ہو جاتا ہے اور وہ علم لدنی ہے وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عَلِمًا اور ہم نے اپنے پاس کے علم سے اس کو تعلیم دی کے خزانہ سے دلی کو کچھ حصہ دیا جاتا ہے اگرچہ از روئے ظاہر ابجد آشنا بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے مجذوب حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے :

نگار من کہ بکتاب نہ رفت و خط نہ نوشت
 مرا حبیب کہ مکتب گیا نہ کچھ لکھا
 بغیر مسئلہ آموزہ مدرس شد
 ادا و ناز سے لکھے پڑھوں کو درس دیا

چنانچہ ایسے حضرات متقدمین صوفیہ کرام میں بھی بہت ہیں اور متاخرین بزرگوں میں بھی بکثرت ہیں۔ ایک ان میں سے حضرت شیخ الاسلام احمد انامقی الجاجی رحمۃ اللہ علیہ تھے ۲۲ سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی پہاڑ پر جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ اٹھارہ سال کے بعد جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی تو انہیں مخلوق میں بیضیا گیا۔ علم لدنی کے دروازے ان پر کھولے گئے تھے چنانچہ تین سو سے زیادہ رسالے انہوں نے علم توحید و معرفت علم ستر حکمت و روش طریقت و اسرار حقیقت میں تصنیف کئے ہیں اور اتنے بلند پایہ کہ کوئی عالم اور دانشمندان کے کسی قول پر اعتراض نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے آپ کی یہ تمام تصنیفات نصوص قرآنی اور احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں۔ ہر قول کی دلیل نص یا حدیث سے لاتے ہیں آخر عمر تک حضرت شیخ الاسلام احمد انامقی کے ہاتھ پر تقریباً تین لاکھ افراد نے توبہ کی سعادت حاصل کی اور گناہ کے راستے سے پلٹے اور سعادت و معرفت کی راہ پر گامزن ہوئے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے اس خرقہ کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چلا آ رہا تھا اور میں مشائخ کاملین نے اسکو پہنا تھا شیخ الاسلام کو دیا۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی اور حضرت شیخ ابوالعباس نقاش

قدس اللہ سرہا بھی محض امی تھے اور ایسے امی کہ کاف اور کاف میں بھی تمیز نہیں کر سکتے تھے ایک بزرگ شخص کو کہتے تھے انت ماشوکی دانت معشوقی، اس کے باوجود یہ حضرات یگانہ روزگار اور فرید عصر گذرے ہیں اور غوث جو اکابر کا سر حلقہ اور سردار ہوتا ہے وہ تھے اور ہر ایک بزرگ ان سے فیض حاصل کرتا تھا۔

شیخ احمد جام کا | حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت شیخ احمد جام کو شیخ الاسلام عبد اللہ نابینا کو بینا کرنا | الفاری کی خانقاہ سے کسی دعوت میں لوگے جا رہے تھے جب خادم نے جو تاسانے رکھا شیخ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ایک ضروری کام ہے کچھ دیر کے بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اس کے ساتھ ایک ۳۳ سال کا بہت ہی خوبصورت لڑکا بھی تھا لیکن نابینا! انہوں نے کہا کہ اے شیخ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی ہے لیکن اس بیٹے کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں ہے جہاں کہیں کسی بزرگ طیب یا مزار کے بارے میں ہم نے سنا ہم وہاں گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا ہم نے سنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب فرماتے ہیں وہ پورا ہو جاتا ہے آپ ہمارے اس لڑکے پر توجہ فرمائیں تاکہ اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ پر فرماں!! اگر ہمارا مقصد پورا نہیں ہوا تو ہم آپ کے در پر سر ٹیک ٹیک کر جان دے دیں گے۔ حضرت شیخ نے فرمایا عجب معاملہ ہے سرور زندہ کرنا اور نابینا کو بینا کر دینا کوڑھی کو تندرست کرنا یہ سب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ احمد کون ہے اور اس کی کیا ہستی ہے اس سے بھلا یہ محال کام کیسے ہو گا یہ کہہ کر وہ جانے لگے ترکمان اور اس کی بیوی نے سر زمین پر ٹیکنا شروع کر دیا جب حضرت شیخ والاں میں پہنچے تو ایک عظیم حالت آپ پر طاری ہوئی۔ اور آپ کہنے لگے ہم کریں گے ہم کریں گے۔ وہاں موجود چند حضرات نے یہ جملے سنے حضرت شیخ والاں ہی سے پلٹ پڑے اور خانقاہ میں نشر و نفاذ لائے۔ اور چوڑے کے کنارے پر بیٹھ گئے اور فرمایا اس نابینا لڑکے کو لایا جائے چنانچہ لڑکے کو آپ کے روبرو لایا گیا آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے اس کی دونوں آنکھوں پر رکھا اور کہینچ لیا اور فرمایا اَنْظُرْ بِاَذْنِ اللّٰهِ (دیکھ اللہ کے حکم سے) اسی وقت اُس نابینا لڑکے کی دونوں آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی۔ وہاں موجود چند حضرات نے آپ سے دریافت کیا کہ پہلی مرتبہ تو آپ کی زبان مبارک سے وہ کلمات ادا ہوئے اور پھر یہ کلمات ادا ہوئے کہ ہم کریں گے ہم کریں گے یہ دونوں باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ جو کچھ اول مرتبہ کہا گیا وہ احمد کا قول تھا اور اس کے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا تھا جب میں والاں میں پہنچا تو نہ آئی کہ احمد ٹھہرو! زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا کام تھا۔ اور کوڑھی کو اچھا کرنا بھی ان ہی کا کام تھا اب تم بھی کہہ دو کہ ہم کریں گے ہم کریں گے ہم نے اس لڑکے کی آنکھوں کی روشنی اب میرے اختیار میں دے دی ہے۔ عجب کی یہ آواز میرے دل میں اس طرح آئی اور یہ کلمات اس طرح دل میں انہرے کہ میری زبان سے بھی وہی کلمات ادا ہو گئے! پس وہ قول اور فعل جو کچھ بھی تھا وہ حق تعالیٰ کی طرف سے تھا جو احمد کے ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہوا۔

شیخ محمد معشوق طوسی کا اپنی قبا بند کرنا | حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ معشوق طوسی مجذوب زمانہ کے

بہترین دانشمندوں میں سے تھے۔ طوس میں آپ کا قیام تھا اور آپ کا مزار بھی طوس میں ہے۔ حضرت قدوة الکبرا محض آپ کی زیارت کے لیے نیشاپور تشریف لے گئے تھے۔ یہ مزار طوس کے ایک گاؤں میں واقع ہے۔ بقول ایک دردیش شیخ عین القضاہ ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ شیخ محمد معشوق ناز نہیں پڑھتے تھے۔ خواجہ محمد عمویہ اور شیخ احمد غزالی قدس اللہ سرہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن صدیقیوں کو یہ نما ہوگی کہ وہ خاک ہوتے اور محمد معشوق اس خاک پر اپنا پاؤں رکھنے۔ یہی مجذوب محمد معشوق ایک روز طوس کی جامع مسجد میں پہنچ گئے اس وقت شیخ ابوسعید البونجر (قدس سرہ) وعظ کہہ رہے تھے۔ محمد معشوق نے اپنی قبا کا بند (جس کو وہ ہمیشہ کھلا رکھتے تھے) باندھ لیا۔ بند قبا باندھتے ہی شیخ ابوسعید خاموش ہو گئے (زبان کو یارائے گویائی نہ رہا) کچھ دیر کے بعد جب بولنے کی سکت پیدا ہوئی تو بولے اے سلطان عصر! اے سرور! قبا کا بند کھول دیجئے کہ آپ نے اپنا بند باندھ کر ساتوں آسمانوں اور زمین کو باندھ دیا ہے۔

اللہ اللہ! یہ کیسے اقی تھے کہ علوم اولین و آخرین کے چشمے ان کی زبانِ دل سے جاری تھے۔ پھر حضرت نے زبان مبارک سے فی البدیہہ شعر ارشاد فرمایا:-

زہے معشوق چوں بند قبا بست خوشا معشوق بندش کی قبا کی
ہزاران بند بردل از جفا بست تو دل پر گتھیاں ڈالیں جفا کی

ایک دن حضرت قدوة الکبرا کے سامنے عطاء علم غیبی کی بات نکلی فرمایا کہ اہل اللہ اور ولیوں کے لئے علم غیبی عطا کرنا اور پوشیدہ سچی باتوں کو ظاہر کر دینا آں جو کھانے سے زیادہ آسان ہے۔ حضرت قدوة الکبرا کا حضرت | حضرت کی خاطر شریف میں اکثر یہ بات پیدا ہوتی کہ حضرت نور العین کے تصرف نور العین سے تصرف کروانا | کو در سرون کے اندر بچشم خود ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ حضرت کا کمال تصرف ان میں سرایت کر چکا ہے یا نہیں جیسا کہ استاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اپنی تربیت کا اثر اپنے شاگرد میں بچشم خود ملاحظہ کرے تاکہ اس میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے کہ اس کی تربیت اثر کر چکی ہے اور اگر شاگرد کے معاملہ میں کہیں غامی ہو گئی ہو تو اس غامی کا تدارک کر دے اس خیال کے پیش نظر حضرت قدوة الکبرا نے حضرت نور العین سے ارشاد کیا کہ امیر علی بیگ نے ایک عرصہ دراز سے اس خاندان اور دودمان عالی کی خدمت کی ہے۔ اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ وہ راہ سلوک پر گامزن ہو اور طریقت کے سفر کو اختیار کرے اور کسی نے بھی اس کی باطنی تربیت اب تک نہیں کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے سامنے ہی اس کی تربیت معنوی میں مشغول ہو جاؤ تاکہ میں اس کا اثر ملاحظہ کر دوں اور مجھے تمہاری قوت تصرف پر بھی اعتماد ہو جائے۔ حضرت نور العین نے جب یہ سنا تو از روئے انکسار و عنبر و اضطراب عرض کیا کہ جہاں آسمان ہدایت کا آفتاب اور زمانہ پیشوائی کا سلطان جمشید جناب کے رحم و کرم کے محسوس شرافت میں جلوہ افروز ہو وہاں میری کیسا طاقت ہے اور اللہ تعالیٰ اس آفتاب عالم تاب پر زوال نہ ڈالے بالنبی والہ الامجاد۔

بحالت آفتاب ہر نظر باد
ز خوبی روئی خوب تر باد
ہمائی ہمت را ہچو شہباز
رہ شاہان عالم زیر پر باد

تیرارخ آفتاب ہر نظر ہو
صفایں خوب سے بھی خوب تر ہو
رہے ہمت کا طائر مثل شہباز
کہ ہر اک شاہ جس کے زیر پر ہو

اور ذات باہرکات کہ اسرار الہی کی مظہر ہے اور صفات والا درجات کہ نامتناہی انوار کا سرچشمہ ہے
آسمان وزمین کا ماد اولجہ ہے۔ تندرستی و صحت کی گودوں میں ہمیشہ پلا کرے

مثنوی

جنابت تا قیامت در امان باد
ترا سرچہ از خدا خواہم ہمان باد
چو در کون و مکان تنفیذ حکمت
ردان در تن روان حکمت روان باد
برین کون و مکان حکمت چہ باشد
مثال تو ردان برلا مکان باد
جو بیت الشرق شوکت آفتاب
بر برج اقتدایت و درخشان باد
رایت تا قیامت من چہ خواہم
کز امکان بیش صدک سالیان باد
بساط شرف را دیگر حریفی
جہان را نیست تا آخر جہان باد
بچشم معرفت چون قرۃ العین
بہر کس بشکری از عارفان باد
بصدر عارفان و کاملان ہم
مکان مصدر تو جاودان باد
نگاہ یمن بحثا بر یسانی
از عین لطف چون جزو میان باد

قیامت تک ہے یہ در امان میں
جو میں مانگوں ملے تم کو جہاں میں
ترے احکام عالم میں ہوں نافذ
ہے جیسے جسم میں جاں جان جاں میں
فقط کون و مکان پر حکم کیا ہے
ترا فرمان ہو جاری لا مکان میں
ترے اقبال کے مطلع سے سورج
رہے روشن زمین و آسمان میں
قیامت تک تمہیں میں کیا دعا دوں
رہو بعد از قیامت بھی جہاں میں
مقابل تیری عظمت کا نہیں ہے
کہیں کوئی زمین و آسمان میں
جسے دیکھو مثال قرۃ العین
وہ داخل ہو گروہ عارفان میں
بزرگوں کی مجالس کے رہو صدر
صدارت ہو تری ہر اک زمان میں
یسانی پر نگاہ لطف ہو جائے
گنا جائے گروہ مومنان میں

آفتاب عالیاں کے ہوتے کسی دوسرے کی کیا مجال کہ تصرف و جذبہ کے زور میں اپنے کو
دشواری میں ڈالے اور غریب ستارہ کی کیا طاقت کہ صاف اور روشن آفتاب کے سامنے تصرف کا دم مارے

گفتن بر خورشید کہ من چشمہ نورم
خورشید سے کہنا کہ میں ہوں چشمہ انوار
دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست
معلوم ہے سب کو کہ سہا کو نہیں زیبا
لیکن جب ادھر سے اصرار زیادہ ہوا تو سرتابی کی مجال نہ تھی اور آداب و طریقت کے خلاف تھا لہذا امیر علی بیگ کی باطنی تربیت پر آپ (نور العین) کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت نور العین مرقبہ میں بیٹھے اور امیر علی بیگ کے تصرف باطن پر متوجہ ہو گئے اور انجذاب روحانی پر توجہ فرمائی۔ ذرا سی دیر کے بعد تصرف کے آثار امیر علی بیگ کے بشرہ سے ظاہر ہونے لگے اور توجید آمیز اور وجد انگیز کلام ان کی زبان سے ادا ہونے لگا۔ اس کلام کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ اس وقت بعض عالم بھی جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے اس کو نہیں سمجھ سکے ان علما میں بعض ایسے بھی تھے جو درویشوں کے حال کے منکر تھے۔ حضرت قدوة الکبرائے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمام لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ امیر علی بیگ ایک ان پڑھ ترک ہے۔ اب آپ میں سے جس کو کسی علم میں کچھ اشکال پیش ہو تو امیر علی بیگ سے دریافت کیجئے اگر وہ اس کو حل نہ کر دیں تو میں ضامن !!

آپ کے ارشاد کے موجب علما نے عجب عجب سوالات کیے اور علم ہیئت فلک کے چچیدہ مسئلے امیر علی بیگ سے دریافت کیے انہوں نے ہر مشکل کا ایک جواب نہیں بلکہ دس دس جوابات دیے۔ بلکہ دس کے سو درست جوابات دیے۔ اور وہ ان مشکل مسئلوں کو اس طرح حل کر رہے تھے کہ ان عالموں کے فہم سے بھی بالاتر تھا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کے التفات کے آفتاب کا ایک پرتو بھی اگر کسی پر پڑ جائے ذرہ کے نور سے تمام عالم جگمگا اٹھے۔

چوتنا بد ذرہ از خورشید اطلاق
چمک اٹھے اسی دم سارا آفاق
درخشانند سراسر جملہ آفاق
جو پڑ جائے کسی پر نور خورشید
برافتہ بر دلی از نور خورشید
تو بالکل ملک لے لے مثل جمشید

دوسرے شخص کو اپنی حضرت کبیر نے خدمت والا میں عرض کیا کہ عام و خاص میں یہ بات مشہور ہے کہ فلاں بزرگ ولایت اور نعمت بخشا نے اپنی وفات کے وقت اپنی ولایت کے آثار اور اپنی نعمت دوسرے کو بخش دی۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ولایت جو ہزار محنت کے بعد حاصل کی جاتی ہے اور وہ نعمت جو صد ہا محنتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اور جب کہ آخرت میں اس سے محفوظ ہونے میں اور درجات عالیہ اس کی بدولت نصیب ہوتے ہیں پس ایسی ولایت اور نعمت دوسروں کو کس طرح دی جاسکتی ہے اور اگر دے دینا درست مان لیا جائے تو بعض اولیائے کرام میں وہ تصرف جو زندگی میں ان کو حاصل تھے انتقال کے بعد کس طرح باقی رہتے ہیں جبکہ وہ اپنی ولایت اور نعمت دوسرے شخص کو بخش چکے ہوتے ہیں۔ حضرت کبیر کے مذکورہ سوال کے جواب میں حضرت قدوة الکبرائے نے فرمایا کہ اس ایثار و ولایت اور عطائے نعمت سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی مخصوص ولایت اور اپنی خاص نعمت دوسرے کو دے دیتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ اور شعار کسی کو بخش دیا

جاتا ہے جو بخشے والے کی ذات تک مخصوص تھا اور دوسرا اس سے محروم تھا تا کہ جسے یہ نعمت درویش اور طرز خاص بخشی گئی ہے اس روش اور اصول سلوک کو اپنا کر اس راہ کو طے کرے۔

حضرت شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ شیخ کے پاس نعمت ولایت (داؤ کو زیر سے) اور دولت ولایت (داؤ کو زیر سے) دونوں ہوتی ہیں۔ جو کچھ خلق سے لگاؤ ہے وہ پہلی ولایت ہے مثلاً مرید کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جائے اور طریقت کے آداب اس کو سکھائے جائیں۔ لیکن دوسری ولایت محبت الہی اور حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے جب ایک شخص دنیا سے انتقال کرتا ہے تو اس پہلی ولایت کو جس کسی کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اگر وہ خود کسی کو نہیں دیتا تو حق تعالیٰ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بخش دیتا ہے۔ لیکن دوسری ولایت (محبت خدا و رسول) وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور وہ اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

اگر زینبا سفر در پیش گیرم کر دل کا کوچ جب دنیا سے اندر
ز عشقت زادراد خویش گیرم تو تیرا عشق ہو گا تو شہ راہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | حضرت تذوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید الخدری (قدس سرہ) جس خرقہ کو پہن کر عبادت کیا کرتے تھے وہ حضرت ابوبکر صدیق کا خرقہ

رضی اللہ عنہ سے ان کو مشائخ سے سلسلہ پہنچا تھا۔ ان کو بتا دیا گیا تھا کہ تم یہ خرقہ احمد کے سپرد کر دینا۔ شیخ ابوسعید الخدری نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے چند سال بعد ایک نوجوان، نوخط بلند بالا حسن میں یوسف، نیلگوں چشم، جس کا نام احمد ہو گا تمہاری خانقاہ میں آئے گا۔ اس وقت تم اپنے اصحاب و اجاب کے درمیان میری جگہ بیٹھے ہو گے۔ تم یہ خرقہ یقیناً اس نوجوان کے سپرد کر دینا جب شیخ ابوسعید الخدری کا وقت آخر آیا تو شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی ولایت و نعمت حضرت شیخ مجھے عطا فرمادیں۔ حضرت شیخ نے آنکھیں کھل دیں اور فرمایا کہ جس ولایت و نعمت کی تم آرزو کر رہے ہو وہ دوسرے کو دے دی گئی ہے اور ہماری مشغلت کا علم خرابات کے دروازہ پر گاڑ دیا گیا ہے اور ہماری روش اور ہمارا کام ان کے سپرد کر دیا گیا ہے کوئی بھی اس صورت کو نہ سمجھ سکا۔ شیخ کی وفات کے چند سال بعد ایک ات ابوطاہر نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ شیخ ابوسعید اپنے چند دوستوں کے ساتھ بہت تیزی کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں ابوطاہر نے پوچھا کہ شیخ یہ کیسی عجلت ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم بھی چلو! کہ قطب الاولیاء تشریف لائے ہیں۔

دوسرے دن شیخ ابوطاہر خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان داخل ہوا جو ان صفات سے موصوف تھا جو شیخ ابوسعید نے بیان کی تھیں ابوطاہر فوراً سمجھ گئے کہ یہی وہ عظیم ہستی ہے شیخ ابوطاہر نے ان کی بہت عزت و تکریم کی لیکن تقاضائے بشریت انہیں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے باپ کا خرقہ ہاتھ سے کیوں جانے دوں شیخ ابوطاہر نے دل میں یہ خطرہ گندہا کہ اس نوجوان نے کہا کہ اے خواجہ امانت میں خیانت روا نہیں ہے خواجہ ابوطاہر بہت خوش دقت ہوئے اور فوراً اٹھے اور وہ خرقہ جو شیخ ابوسعید الخدری کے وقت سے اب تک یہاں موجود تھا لا کر

اس نوجوان کو پہنایا شیخ احمد جام قدس سرہ کے بعد معلوم نہیں وہ غرقہ کس کے پاس گیا اور یہ شیخ احمد جام قدس سرہ اپنی ابتدائی زندگی میں مٹھے سے میخوار تھے ۔

حضرت کبیر نے قدوة الکبریٰ سے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کی رفعت شان اور ان کے مقام اعلیٰ کے سلسلہ میں جو یہ مقولہ لطیف اور کلمہ شریف بیان کیا جاتا ہے اس کا کیا مفہوم ہے یعنی ان اولیاء اللہ لا یموتون و لکن ینتقلون من دایر الی دایرہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب منتقل ہو جاتے ہیں)

حضرت قدوة الکبریٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ جاننے والا ہے ۔ اس مقولہ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ موت سے یہاں مراد مرکب طبعی نہیں ہے ۔ بلکہ اس سے مراد موت ارادی ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے ظاہر ہے موتوا قبل ان تموتوا (مر جاؤ قبل موت آنے کے) یعنی دوستان حق تعالیٰ اور سالکان راہ خداوند تعالیٰ موت ارادی سے مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اپنی منزل سے دوسری منزل اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ جب کوئی سالک مراتب کمال کا عبور کرے اور ہر سائنس پر اسے ایک دوسری رسائی نصیب ہو اور ہر دم پر دوسری کامیابی حاصل ہو تو یہ سب حاصل شدہ نعمتوں کا مجموعہ ایک قطرہ ہے اور جو باقی رہ گیا وہ دریائے ۔ اس کی تمام ظاہری حالت ایک ذرہ ہے اور جو باقی ہے وہ آفتاب ہے ۔ حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ اللہ جس کی ذات میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہے اور نہ اس کے صفات کے حاصل ہونے کی کوئی انتہا ہے شیخ سعدی نے بھی اس دریائے بے پایاں کا ایک قطرہ چمکھا ہے اور اس آفتاب انوار کا ایک ذرہ دیکھا ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

نہ حسنت غایتی دارد نہ سعدی را سخن بیان نہ تیرے حسن کی حد ہے نہ سعدی بات میں کم ہے
بمیر و نشنہ مستقی و دریا ہر چنان باقی مرے بیمار استقامت پیاسا بحر پھر باقی

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اولیاء اللہ اس دنیا میں اپنے تزکیہ جسم و قلب سے اور انوار نبوی و اسرار الہی کے کشف و ظہور سے اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنے مراتب باطنی پر آگاہ ہو جانے میں اور اسی طرح منزلات کی منازل سے ان کو آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اور موت طبعی ایک صنعت جسمانی ہے اور ایک نفسانی کیفیت ہے ، بخلاف روحانی صورتوں کے کہ مثالی لباس پہن کر اور تمثیلی جام پیکر میدان اجسام میں تصرف کرتی ہیں تب ایک مرکب جسمانی میں شان سکندری پیدا ہو جاتی ہے اور عناصر کی تاریکیاں مٹ جاتی ہیں اور حضرت درمانی جن نے اب حیات پیاسے میدان رسائی میں مثالی گھوڑے پر سوار ہو کر اور دریائے کامیابی کشتی خیال پر سوار ہو کر دوڑتا ہے ۔

چو فرس عنصریم را بخورد اسکندر یقین کہ مرکب دیگر دہند زین خوشتر

جو میرا غصہ مری کسی سبب سے مرا۔ یقین ہے اس سے بھی بہتر خدا کرے گا عطا
لیکن عام لوگ کہ جنہوں نے اپنی نگاہ کو نور عرفان سے روشن نہیں کیا ہے اور اپنی باطنی آنکھ میں کیف و حال کا سرہ
نہیں لگایا ہے بے شک اس بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمٰی فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ
اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا
پس جو دید و مشاہدہ کی زندگی میں نہ جیسا مثل مرد فکے ہے کہ وہ مردوں کے زمرہ میں ہے اور کما تَقِیْمُوْنَ تُوَكُّوْنَ میں اس کا
شما ہے ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ قول تصرف کے بارے میں ہو کیونکہ بعض اولیاء کو جیسا زندگی میں تصرف
نفا اسی طرح مرنے پر ہے جس طرح کہ سانپ ایک گھر سے دوسرے گھر چلا جاتا ہے اور اس کا تصرف
باقی رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین گجوی (صاحب خمسہ نظامی) کے بارے میں حضرت
قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ حضرت نظامی علوم ظاہری میں درجہ کمال پر فائز تھے لیکن
سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی عمر گراں نمایہ کو اذل سے آخر تک قناعت بقنوی
اور عزت گزینی میں صرف کیا اور دوسرے شعرا کی طرح حرص و ہوس سے مطلوب ہو کر انہوں نے سلاطین زمانہ
کی ملازمت و مدح سرائی اختیار نہیں کی۔ بلکہ خود زمانہ کے سلاطین نے ان سے کسب فیض کیا ہے ان کی پانچوں
مثنویاں جو بیخ گنج کے نام سے مشہور ہیں ان میں بظاہر قصہ کہانی ہے لیکن حقیقت میں ان اشعار میں حقائق و
معارف بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے کلمات لطیفہ اور ابیات شریفہ اس بات پر مشعر ہیں کہ اگر کوئی شخص
ان کا مقابلہ کرے یعنی ان اشعار کے مقابل میں اشعار کہے یا ان کا جواب دے تو اسے نقصان پہنچے، خود
انہوں نے مخزن اسرار میں کہا ہے ۷

تیغ ز الماس زبان سا ختم	ہے مری الماس زبان تیر تیغ
ہر کہ پس آمد سرش اندا ختم	نکتہ چین کو کاٹ دیا بید ریغ

حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت نظامی گجوی نے اپنی تصنیف میں خود اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری
تصانیف کے مقابل میں لوگ اپنی تصانیف سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ
معاقل کہتے ہیں ۷ بیت

دو ہندی برآید ز ہندوستان۔ نکل آئے دو اہل ہندوستان
یہی دزد باشد دگر پاسبان کہ اک چور ہے دو سراپا سبان

خمسہ نظامی کی تصنیف کے وقت سے تا این دم جس کسی نے بھی از روئے مخالفت ان کے کلام کے مقابل
میں لکھا یا ان کے خیالات کو اپنی تصنیف میں بنیاد بنایا اس کو ضرور نقصان پہنچا۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو نے بھی خمسہ
لکھا اور پے خمسہ میں ان کے شعر مذکورہ کا جواب اس طرح دیا انہوں نے کہا تھا کہ ۷

ملک بمیراث نیا بد کسی ملک وراثت میں نہ پائے کوئی
تا نہ زند تیغ دو دستی بسی تیغ دو دستی نہ بہت گر چلی

حضرت امیر خسرو اس کے مقابلہ میں فرماتے ہیں :-

گر چہ زند تیغ دو دستی بسی تیغ دو دستی جو بہت بھی چلی
تا نہ ہد حق نہ بیابہ کسی حق جو نہ دے کچھ بھی نہ پائے کوئی
ایضاً :-

دبدبہ خسرویم شد بلند خسروی کامی سری ہوا غلغلہ
غلغلہ در گور نظامی فگند قبر نظامی میں پڑا زلزلہ
جب مقابلہ و مکابہ اس حد تک پہنچ گیا تو ایک رات حضرت نظامی گنجوی کی تلوار ابدار پیکر بہت کے غلاف
ویران سے نکلی اور میدان شعرو سخن کے سلطان حضرت امیر خسرو کے سر پہنچ گئی تھی کہ فوراً سپر پناہ حضرت نظام الدین
اولیاء پنج میں آگئے :-

تیغ نظامی کہ برآمد چو برق تیغ نظامی جو چلی مثل برق
تا کہ خسرو سرمو بود فرق یک سرمو تھا سر خسرو سے فرق
ماہ رخس راست دو پیکر شدی ہوتے دو ٹکڑے رخ روشن کے گر
گر نہ بودی پنجرہ پریش چو ورق پنجرہ پیر آتا نہ بالائے فرق

لیکن حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی پناہ میں لے کر فرمایا

”فرزند من است از سرے در گنہ رید“ خسرو میرا فرزند ہے اس سے درگزر کر دو اور اس کا جرم بخش دو۔ روح
نظامی نے جواب دیا کہ مردوں کی تلوار بیکار نہیں چلتی پس باغ میں باد خزاں چلنے کی طرح تیغ بے دریغ چلا
دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے اپنی آستین اس تلوار کے نیچے رکھ دی اور وہ
کٹ گئی :-

پیش این الماس بے اسپرمیا بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

شیخ روز بھان کا حضرت قدوة الکبر نے فرمایا: شیخ ابوبکر نے جو شیخ روز بھان قدس سرہ
قبیل میں قرآن پڑھنا کے اصحاب سے تھے فرمایا ہے کہ ہر صبح کو ہم دونوں ساتھ ساتھ قرآن پاک
کی تلاوت کیا کرتے تھے تین پاروں کی تلاوت میں کیا تھا۔ جب میں تین پارے ختم کر لیتا تھا
تو پھر تین پارے شیخ روز بھان رحمۃ اللہ علیہ تلاوت فرماتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو دنیا مجھ پر
تنگ ہو گئی میں رات کے آخری حصہ میں اٹھا اور میں نے نماز ادا کی اور ان کے منرار کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر میں نے تلاوت
م شروع کر دی تلاوت کرنے کرنے میں رونے لگا کہ اب میں تنہا رہ گیا ہوں ساتھ پڑھنے والا جدا ہو گیا ہے جب تین پارے

میں نے غنم کر لیے تو شیخ کی قبر سے میں نے ان کی آواز سنی یہاں تک کہ دوسرا عشر در دوسرے تین پارے (انہوں نے پڑھا جب دوسرے اجباب (صبح کے وقت) آنا شروع ہوئے تو تلاوت کی آواز ختم ہو گئی۔ ایک عرصہ تک یہ صورت حال رہی یہ معاملہ جاری رہا) ایک دن میں نے کسی دوست سے یہ صورت حال بیان کر دی اسی دن سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور پھر وہ آواز میں نے نہیں سنی۔

مشائخ کا موت کے بعد تصرف | حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا ہے کہ طبقات الصوفیہ میں شیخ ابوالحسن قزوینی کا یہ قول مذکور ہے کہ مشائخ کبار میں سے پانچ مشائخ کو میں جانتا ہوں کہ جو اپنی قبروں سے تصرف فرماتے ہیں بالکل ویسا ہی جیسا کہ وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ یعنی حضرت معروف کرخی شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ محی الدین ابن عربی شیخ عقیل منبجی اور شیخ جات حرانی۔

حضرت کبیر نے معروف کیا کہ یہ حضرات نو بیرونی مالک سے تعلق رکھتے ہیں (دوسری ولایتوں کے ہیں) یہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے مشائخ میں وہ کون سے حضرات ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کے تصرفات باقی ہیں حضرت نے فرمایا کہ مشائخ ہند کے مابین فرق مراتب کرنا سوتے ادب ہے خصوصاً خانوادہ چشتیہ کے مشائخ میں جو ہمارے پیرو مرشد ہیں یہ فرق مراتب بے ادبی ہے۔ اس خانوادہ عالی کے اکثر و بیشتر اولیاء میں پوری پوری قوت تصرف عالم مہات میں باقی ہے خصوصاً سیدی و مرشدی حضرت علامہ الحجتی والدین حضرت نظام الدین اولیاء حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ معین الدین حسن سبجری (قدس اللہ تعالیٰ و اسرارہم)

حضرت غوث الثقلین کا فرمان | حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا کہ میں نے طبقات الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) کا تصرف مہات میں حیات سے زیادہ ہے کہ حیات میں تھوڑی سی کثافت بشری اور کچھ خبیث طبعی باقی تھا جو آپ کے بعض کمالات کے ظہور و مدد در میں مانع آتا تھا۔

حضرت غوث الثقلین کے کلمہ "قدمی ہذہ علی رقبہ کل ولی اللہ" کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دن جوانی کی عمر میں آپ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جب آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ دباس نے فرمایا کہ اس عجیب کا قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہو گا وہ یقیناً اس پر مامور ہو گا بلکہ کہے گا:

قدمی ہذہ علی رقبہ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم سب اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) جب یہ کہے گا تو تمام اولیاء اس وقت اپنی اپنی گردنیں جھکادیں گے چنانچہ ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

سلسلہ از حضرت سلی منشا پوری۔

اپنی خانقاہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اور اس وقت مشائخ زمانہ میں سے تقریباً پچاس حضرات وہاں موجود تھے۔ ان مشائخ میں شیخ علی ہیتنی، شیخ بقا ابن بطو، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ ابوالنجیب ہروردی، شیخ قنصیب ابان موصلی اور شیخ ابوالمسعود بھی موجود تھے جیسے ہی اثنار وعظ میں آپ نے فرمایا قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ تو شیخ علی ہیتنی منبر کے قریب گئے۔ اور آپ کا قدم مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور شیخ کے دامن کے نیچے آ گئے۔ اسی طرح تمام مشائخ عظام نے اپنی گردنیں آپ کے سامنے کر دیں شیخ ابوسعید قیلوی کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ عبد القادر نے قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے دل میں تجلی فرمائی اور میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ مقربین کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے تمام متقدمین اور متاخرین جو حیات تھے۔ وہ اپنے اجساد کے ساتھ اور جو انتقال کر چکے تھے وہ اپنے ارواح کے ساتھ وہاں موجود تھے اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثالی خلعت آپ کو پہنائی ملاکر اجل العیب نے آپ کی مجلس کو اپنے گھرے میں لے لیا۔ اور فضائیں ان کی صفیں ایسا دکھائی گئیں اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں رہا جس نے اپنی گردن اس وقت نہ جھکا کی ہو بعض حضرات کا قول ہے کہ ملک عجم میں ایک ولی نے اپنی گردن نہیں جھکا کی اس کی شامت اعمال کے باعث اس کا حال چھین لیا گیا۔

حضرت شیخ ابودین اس زمانہ میں دیار مغرب کا سفر کر رہے تھے ایک روز اشنا سے سفر میں آپ نے اپنی گردن جھکا کی اور کہا کہ ”اے اللہ میں تیری ذات اور نیرے فرشتوں کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی“ آپ کے ہمراہیوں نے دریافت کیا آپ یکس وجہ سے کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آج ابھی ابھی شیخ عبد القادر جیلانی نے بغداد میں قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ۔۔۔ فرمایا ہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے بعض اصحاب جب بغداد سے آئے تو انہوں نے اہل مدینہ کی کہ شیخ عبد القادر جیلانی نے اسی وقت وہ کلمات ادا کیے تھے جس وقت یہاں شیخ ابودین نے گردن جھکا کر اقرار کیا تھا۔ اولیاء اور مسلمانوں | حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا آیت کَاٰتٍ اَوْلِیَاۤئِہٖ لَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ (یعنی آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں کو خوف نہیں ہے اور وہ غمگین نہیں ہوتے) کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے (ذہن میں یہ بات آتی ہے) کہ اولیاء کو آخرت میں خوف اور اصفیا کو سراسے عاقبت میں کسی قسم کا حزن نہیں ہو گا یہ بات اور یہ معنی اصحاب سلت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ منتخب واعاظم علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ سوائے انبیاء علیہم السلام اور حضرات عشرہ مبشرہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے کسی اور کے لیے حسن خاتمہ اور عاقبت بخیر ہونے کا قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس بات کا حجاب چند وجوہ پر مبنی ہے۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی شفقت پر نظر کرتے ہوئے اس طائفہ کو حزن و ملال نہیں ہوگا اس لئے کہ رحمت الہی کا مقتضا اور اس کی شفقت اور اس کے الطاف نامتناہی کا تقاضہ ہے کہ عامۃ المؤمنین و مسلمین

باس مغفرت سے ملبوس کر دیئے جائیں گے (تمام مسلمانوں کو بخش دیا جائے گا) جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
 اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اس وقت حضرت
 قدوة الکبر نے یہ شعر پڑھا ہے

گرم آنودہ دامن چہ زیان پاک دامن جو میں نہیں نہ سہی
 ہمہ عالم گواہ عصمت ادست اسکی عصمت کا دو جہاں ہے گواہ
 جب عامۃ المؤمنین کے حق میں یہ نوید مخلوس انگیزاوردہ لٹارت نجات امیر موجود ہو تو اولیا بطریق اولیٰ و رطہ خوف
 سے آزاد اور حزن و ہراس سے مصون و محفوظ ہوں گے۔

آن کیمچی کہ اور حسیم و عفور وہ شاہنشہ جو ہے غفور و رحیم
 از ازل بود تا ابد باشد تا ابد ہے ازل سے جس کی جناب
 دان کسی کو سپرورد دشمن کیا جو دشمن کی پرورش بھی کرے
 دوستان را عذاب بد باشد دوستوں پر کرے گا سخت عذاب
 دم یہ کہ ظہور جمال صدور جلال پر غالب ہے اور مقتضایہ جمال کا مغفرت ہے اسلئے جمال مغفرت جلال
 عقوبت پر یقیناً غالب ہے گا۔ پس ادب اللہ اس کے جمال پر نظر رکھتے ہوئے جلال عذاب سے ایمن و بے خوف رہیں
 تو کیا عجب ہے

اگر در دھدیک صلائی کرم کرم کا جو اعلان مولیٰ کرے
 عز ازل گوید نصیبی برم عز ازل بولے مجھے کچھ ملے
 چنانچہ کلام قدسی میں وارد ہے ان رحمتی سبقت علی غضبی (تحقیق کر میری رحمت میرے
 غضب پر سابق ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید خدری کا ارشاد ہے کہ روایت میں ہے ان اللہ لا یعذب احداً
 واللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا) بعض حضرات نے بغیر ذنب زیادہ کیا ہے یعنی بغیر گناہ کے اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب
 نہیں کرتا۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ تفسیر شہابی میں اللہ تعالیٰ کے اس قول وَكَسَوْتَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ
 فَخُذْ ضَعْفَ اَمِّ دَآپ کو آپ کا پروردگار اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راہنی ہو جائیں گے، کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے
 کہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ بھی دوزخ میں نہ جائے گا تو آپ راہنی نہ ہوں گے
 سوئم یہ کہ جب مہمان عزیز ارجمند اور ذیشان آتا ہے تو اس کا طفیل بھی گوارہ ہو جاتا ہے۔ تو کیا عجب ہے کہ
 مہمان سرا نے دار السلام میں حضور سرور کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تصدق اور طفیل میں امتی بھی داخل ہو جائیں گے
 تو جب کہ عام امتی آپ کے طفیل ہوں گے۔ تو اولیاء امت تو بطریق اولیٰ آپ کے طفیل ہوئے و اور وہ جنت میں داخل

ہوں گے، پھر حضرت قدوة الکبرا نے حضرت شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھے :
 چہ کم گردد ای صدر فرخندہ پی
 ز قدر رفیت بدر گاہِ حی
 کہ باشند مشتی گدایان خیل
 بہمان دار السلام از طفیل
 گھٹے اس سے کیا لے در عالم کے صدر
 خدا کے یہاں تیری شان اور قدر
 کہ منگتا پہ تیرا ہو رجمان و میل
 ہو مہمان جنت میں تیرے طفیل

چہام یکہ میں نے حضرت شیخ علاؤالدولہ سنائی سے سنا ہے کہ وہ اس کلام قدسی وَالَّذِي تَنفِيهِ يَبِيْه لَمْ يَتَّ نَبِوًا لِّذَهَبِ اللّٰه بِكُمْ وَلِجَاءِ بَقَوْمٍ يَذْنِبُونَ فَيَسْتَخْفُونَ فِيْخَفِ لَهْم۔
 (قسم اس ذات کی جس کے قبض میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو مٹا دیتا اور تمہارے عوض دوسری قوم کو لاتا جو گناہ کریں پھر توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے) کے سلسلہ میں فرما رہے تھے کہ اگر مسلمانوں اور ایمانداروں سے گناہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاری کا صد در کس طرح ہوتا۔ بار بار زبان مبارک سے یہ شعر نکلا۔

گراہین بندہ رد از گتہ تافتی
 بآمرزش تو کہ رہ یافتی
 گناہ من ز نادہی در شمار
 ترا نام کی بودی آمرزگار
 گناہ من ز عدم گریامدی بوجود
 وجود عفو تو در عالم عدم بودی
 گناہوں سے بندہ جو منہ پھیرتا
 تو کس کو تو لے میرے رب بخشتا
 نہ گر ہوتا میری خطا کا شمار
 تیرا نام کب ہوتا آمرزگار
 گناہ میرے عدم سے نہ ہوتے گر موجود
 تو تیرا عفو بھی شان ظہور کب پاتا

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارہم الراحمین ہے اور اشتغالِ رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی مومن بھی اس کے جبطِ رحمت سے خارج نہ رہے پائے۔ حضرت شیخ مبارک نے درخواست کی کہ اکرم الاکرمین کے معنی سے مستفید فرمائیں تو حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا: حضرت شیخ شبلی قدس اللہ سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اکرم الاکرمین کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اکرم الاکرمین وہ ہے کہ ایک شخص کا تصور معاف کیا ہو تو کسی دوسرے کو اسی نوع کے تصور پر غذاب نہ دے کیونکہ یہی خطا فلاں درست یا بندہ کو معاف کی جا چکی ہے حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کل قیامت میں ایسا اکرم کا شامیانہ نصب فرمائے گا کہ اگلے پچھلوں کے گناہ اس میں چھپ جائیں گے، الحمد للہ علی ذلک اس موقع کے مناسب حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا: میں کا شان میں شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں حاضر تھا کہ مغفرت کی بات چھڑ گئی تو حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ اور خفیہ راز ہیں علمائے ظاہر ان کو پورے طور پر نہیں جانتے پس اسی عدمِ فہم کے باعث ان کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ منورہ کے

کسی کو چم سے گذر فرما رہے تھے اور آپ کے بعض اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی آپ کے ساتھ تھے ایک عورت گھر سے نکلی اور اس نے سب کو قسم دلائی کہ اندر چلیں، پس سب حضرات گھر میں گئے دیکھا کہ آگ جل رہی تھی اور اس عورت کے بچے آگ کے گرد کھیل رہے تھے۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ رحم کرنے والا ہے یا میں اپنے بچوں پر زیادہ رحم و شفقت کرنے والی ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرنے والا ہے اور رحم الراحمین ہے۔ اس عورت نے کہا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کیا میں اپنے ان بچوں کو آگ میں ڈال سکتی ہوں پس اللہ تعالیٰ اپنے ناکارہ بندوں کو کس طرح آگ میں ڈالے گا جو ان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ عورت کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی اور فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی وحی فرمائی ہے (قال الراوی فیکئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ہکذا وحی اللہ الیّ)

پنجم یہ کہ صاحبانِ دلایت (اولیاء اللہ) میں بعض حضرات اصحابِ فرائض ہیں اور بعض اربابِ قرب نوافل ان دونوں قرب کے معنی حضرت قدوة الکبر نے یہ بیان فرمایا کہ قرب فرائض میں حق ظاہر ہوتا ہے اور بندہ پوشیدہ رہتا ہے اور قرب نوافل میں حق مخفی ہوتا ہے اور بندہ ظاہر، چونکہ قرب نوافل میں سالک کا وجود باقی رہتا ہے اور خلقت مٹ کر حقیقت نہیں بن جاتی اس لئے اس کا اتنا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ سالک کی قوتیں اور اعضاء و جوارح اس معنی میں عین حق ہو جاتے ہیں کہ مخلوقیت پر حقیقت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے اور مغلوقت کا پہلو دب جاتا ہے اس قرب میں کرنے دھرنے سمجھنے بوجھنے والا بندہ ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس کا آلہ و سبب ہوتا، جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے کنت سمعہ و بصرہ و لسانہ و یدہ و رجلہ فہی یسمع و یدبصر و یدب و یسلط و یدب یبطش و یدب یبشی (کہ قرب نوافل میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں، اس کی بصارت بن جاتا ہوں اور زبان بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ذریعہ بنتا ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے پکڑتا ہے اور چلتا ہے۔ اس کے برعکس اہل قرب فرائض میں سالک کا وجود باقی ہی نہیں رہتا اس کا نتیجہ ذاتِ سالک کا مٹ جانا اور خلقت کا حقیقت میں گم ہو جانا ہے اس حال قرب میں حق تعالیٰ فاعل و مدبر ہوتا ہے اور سالک کے قویٰ اور جوارح بمنزلہ آلہ ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوا یا کہ حق تعالیٰ گویا ہوتا ہے حضرت عمر کی زبان سے (ان الحق لینطق علی لسان عمر) جب سالک فنا کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو صفات کیونکر اس سے منسوب ہو سکتی ہیں اور خوف و غم کا دھنچکا جو مفتضائے بشریت تھا دور ہو گیا اس بنا پر کہ خوف علیہم دلا ہوا یحزنون اولیاء اور اصفیاء کی سیرت و محصلت ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالعباس | حضرت قدوة الکبر نے حضرت ابوسعید الخدری کی یہ روایت بیان کی ایک شخص شیخ ابوالعباس کا ارشاد تھا کہ خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دونوں میں اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ ایک کہتا ہے کہ ازل وابد دکھ اور تکلیف ہی تکلیف ہے، دوسرا کہتا ہے کہ ازل وابد مسرت ہی مسرت ہے اس

سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ یہ سن کر ابوالعباس قصاب نے دونوں ہاتھ اپنے سر اور منہ پر رکھ لیے اور پھر فرمایا کہ الحمد للہ کہ قصاب کے بیٹے کی منزل میں خوشی ہے نہ غم ہے لیس عند ربکو صبح دلا مساء (تمہارے رب کے پاس نہ صبح ہے نہ شام ہے) اندوہ اور شادی تو تمہاری صفات ہیں جو حادث ہیں اور حادث کا قدیم تک گذر ہی نہیں ہے

چون قدیم آید حادث گردد عبث پس قدیمی را کجا داند حادث
ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
کس طرح حادث بھلا جائے قدیم

اس کے بعد انہوں نے فرمایا پس قصاب (ابوالعباس) تو بندہ خدا ہے امر و نہی میں اور اتباع سنت حضرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب یہ دونوں حضرات باہر چلے گئے تو معلوم ہوا کہ ایک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی تھے اور دوسرے ابو عبد اللہ داستانی قدس اللہ سرہما۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اگر وہ صوفیہ کے نزدیک وجود اور قدرت و فعل کا دعویٰ محض شرک ہے اور پھر آپ نے یہ اصول مسلم بیان فرمایا کہ اولاً دیوار بعدہ نقش و نگار پہلے دیوار پھر نقش و نگار، اسی معنی کو کسی نے اس رباعی میں پیش کیا ہے

ذات نبود صفات چون باشد نسبت فعل خود زدن باشد
ذات ہی جب نہیں کہاں کے صفات مدعی فعل کا ہے بس کم ذات
ہے مثل اول جدار انگہ نقش ہے مثل پہلے نقش پھر دیوار
داند آنکس کہ ذوقون باشد اس کو جانے گا صاحب درجات

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ عزیز گرامی شیخ ابوالوفانے جن کو مشرب توجہ سے اور ذوق مواجید سے بہرہ دانی ملا ہے اور حقائق و معارف تصوف کو نظم کرنے میں بڑا ملکہ رکھتے ہیں ایک دن انہوں نے افعال ممکنات کی جزوی قدرت اور ارادہ پر فی البدیہہ ایک رباعی کہی ہے جو یہ ہے

بد کردم داعست زار بدتر از گناہ ہر بد ہے گناہ اور عذر بڑھکر ہے گناہ
چون ہست درین عذر سہ دعویٰ تباہ اس عذر میں ہیں تین دعویٰ تباہ
دعویٰ وجود و قدرت و دعویٰ فعل دعولے وجود و قدرت و دعویٰ فعل
لاحول ولا قوۃ الا باللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت شیخ محمد کو حضرت شیخ محمد ابھی کسں ہی تھے کہ ان کے والد حضرت شیخ کبیر نے سفر آخرت دہشتیم کا خطاب اختیار کیا لہذا ان کی پردریش اور دوسری تمام ضروریات حضرت قدوة الکبر نے انجام دیں یہاں تک کہ تنگنی کے لیے سرور پور کے اطراف میں ایک تاجر کے یہاں آپ خود نشریہ لے گئے ان کے ظاہری حال اور غربت کے باعث وہ تاجر اس نسبت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن حضرت قدوة الکبر نے بڑے اصرار کے ساتھ اس کو آمادہ کر لیا۔ تعلیم کے معاملہ میں جو کچھ ظاہری تعلیم ضروری تھی ان کو دولائی اور باطنی تربیت اول سے آخر تک بنفس

نفس فرمائی اس تعلق خاطر پر بسا اوقات حضرت نور العین رشک فرمایا کرتے تھے حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ بکر کی یادگار یہی درتیم شیخ محمد ہے جو اس لائق ہے کہ میرے اصحاب اجاب اس کو اپنے سر کا تاج بنائیں۔ اگر میں اس کی تربیت میں کوتاہی کروں تو یہ بعد از انصاف ہوگا۔ حضرت شیخ کبیر محمد عجبو بہ دودگاد اور ملتنب او بیائے زمانہ تھے۔ یہ فرزند ان کی یادگار ہے۔ پس آپ نے شیخ زادہ کو اپنی بیعت کرائی اور بہت سے چلے کرائے۔ اس کے بعد ان کو لباس خلافت عطا فرمایا اپنا فیلف نامزد کیا اور درتیم کے خطاب سے نوازا۔ اس مجموعہ ملفوظات میں جہاں کہیں بھی درتیم کا لفظ استعمال ہوگا اس سے مراد ہی شیخ محمد ابن شیخ کبیر ہوں گے

ولی کو ولی پہنچاتا ہے | ایک دن حضرت درتیم نے قدوة الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اقوال مشائخ میں آیا ہے کہ ولی کو ولی ہی پہنچاتا ہے۔ (ولی را ولی می شناسد) دوسری طرف حدیث میں آیا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یخرفہم غیرہ (میرے اولیا میری قبائ کے نیچے ہیں ان کو سوائے میرے کوئی نہیں پہنچاتا) اولیا اللہ کے مذکورہ قول سے عدم انحصار ثابت ہوتا ہے یعنی جس کے پاس نور ولایت موجود ہے وہ اولیا کو دیکھ سکتا ہے اور اصغیانک اس کی رسائی ہو سکتی ہے اور حدیث قدسی سے صحر و انحصار کا اظہار ہوتا ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کوئی دوسرا ان اولیائے کرام کو جو قبائے عزت کے ساکنین ہیں نہیں دیکھ سکتا ان مختلف المعنی کلمات میں تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے۔

اولیائے مکتوم | حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ احتمال یہ ہے کہ ان اولیائے کرام سے مراد اولیائے مکتوم ہیں۔ یعنی وہ چار ہزار اولیائے عظام جو باری تعالیٰ کی قبائے عزت میں چھپے ہوئے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ان سے آگاہ نہیں ہے ان کے احوال کا جمال ہمیشہ غیروں سے پوشیدہ رہتا ہے اور احتمال یہ ہے کہ غیروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسرار ولایت سے محروم ہیں۔ اور انوار ہدایت سے محروم ہیں اور وہ حضرات جو اپنے اوصاف کی فناءت کے بعد یعنی اپنی قدرت، ارادت، سمع اور بصر کو حق تعالیٰ کی قدرت، ارادت اور اس کے اوصاف سمع و بصر میں فنا کر چکے ہیں اور قرب نوافل کی منزل پر فائز و متمکن ہیں یا اس گروہ کے برعکس وہ حضرات جو قرب و فراق حاصل کر چکے ہیں یعنی ارباب قرب نوافل و صاحبان قرب و فراق ہیں سے کوئی بھی گروہ ہو وہ ایسا میں داخل نہیں ہیں۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اولیائے مکتوم دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کے بارے میں ابھی بیان کیا گیا ہے دوسرے ان کے سلسلے میں لیفہ چہارم کے تحت بیان کیا جائے گا انشاء اللہ اور ایک طائفہ ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ بیگانگی کے لباس میں لبوس رہتے ہیں۔ دعاء فقر اور اولیائے کرام کے ظاہری احوال کی طرح ان کی حالت نہیں ہوتی چنانچہ جو غیر ہے وہ انہیں نہیں پہچان سکتا۔ شیخ محمد شگوف سے منقول ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی کا باپ بیکنگیں بہرائت میں پہلی بار آیا تو اس کے لشکریوں میں سے ایک سپاہی نے ایک دہقان سے گھاس کا گٹھا خرید اور اس کی پوری قیمت ادا کی اور مہربانی سے پیش آیا اور اس دہقان سے کہا کہ تم میرے گھوڑے کے لیے پھر گھاس لے کر آنا اس طرح گھاس کی خرید و فروخت جب جاری رہی تو اس دہقان کے باب کی سپاہی سے دوستی ہو گئی۔ اسی زمانہ میں بعد فرماں کا یوم عرفہ دیوم حج آگیا اس دہقان نے کہا آج کے دن لوگ حج ادا کر رہے ہوں گے

مے سبوا ایک شعر دیکھا جاتا رہے ملاحظہ فرمائیے نور ۲ دیو کی آنکھ کیسے دیکھے حور

کاشش میں بھی آج وہاں بڑتا۔ سپاہی نے کہا کہ تم چاہو تو میں تم کو دیاں پہنچا دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا اس نے وعدہ کیا کہ وہ کسی سے ذکر نہیں کرے گا۔ اس لشکری نے اسی دن اسے عزت کے میدان میں پہنچایا۔ دونوں نے حج کیا اور پھر واپس آ گئے۔ دہقان نے کہا کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ تم اس حال کے مالک ہو اور سپاہیوں میں شامل ہو۔ صاحب مال سپاہی نے کہا کہ اگر مجھ جیسے لوگ لشکر میں نہ ہوں تو پھر تیرے جیسے کمزور اور بڑھوں کی داد دینی کون کرے یا اگر لشکری کسی عورت کو زبردستی لے جائیں تو اس کو ان کے ہاتھ سے کون چھڑائے (پس ہم مخلوق کی خدمت کے بننے لشکر شاہی میں بظاہر ملازم ہیں) پھر آپ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو چشم حقارت سے نہیں دیکھا چاہیے کیونکہ اللہ کے دوست پوشیدہ رہتے ہیں جب تک بعیرت و فراست حاصل نہ ہوگی اللہ کی مخلوق پر اختیار نہ جتاؤ کہ شاید تم پر میں خود اپنے اوپر ظلم کرو۔ تقریباً زبان گوہر نشاں سے فرمایا۔

خاکسارانِ جہان را بحقارت منکر
خاکسارانِ جہاں کو تو حقارت سے نہ دیکھ
توجہ دانی کہ درین گرد سوامی باشد
کیا خبر تجھ کو کہ ہو اس گرد میں کوئی سوار
آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ علاء الدین سمنانی تدریس سرہ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اللہ مخلوق کی نگاہوں سے اس کو چھپا دیتا ہے، پس اولیائے تحت تبتائی کے ہی معنی ہیں۔ اور یہ قبائلیت کی صفت ہے کپڑے وغیرہ کا پردہ نہیں سے اور بشریت کا خاصہ ہے کہ ان کا عیب بیان کرے یا ان کے ہنر کو لوگوں کی نظریں عیب کی شکل میں ظاہر کیا جائے لایعصر فہم غیری کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کسی کے باطن کو اللہ تعالیٰ نور ارادت سے منور نہیں فرماتا اس وقت تک وہ اس ولی اللہ کو نہیں پہچانتا۔ پس حقیقت میں شناخت تو وہ نور کرتا ہے نہ کہ وہ شخص (جب شناخت کرنے کی توانیت ہو کہ لایعصر فہم غیری یعنی شناخت اللہ تعالیٰ نے فرمائی)

یار شاد گرامی بھی شیخ علاء الدین سمنانی قدس سرہ کا ہے کہ آپ نے فرمایا: درویش لوگ کہ کلام میں مشغول ہیں مناسب ہے کہ ناکاروں کے لئے اُن تک آنے کو راستہ نہ ہو کیونکہ ایک بیکار آدمی کلام کے سوا آدمیوں کو بیمار کر دیتا ہے
دعدوی البلید للجلید سریعۃ
احمقوں میں آگیا دانا تو نا داں ہو گیا
الجہم فی وضع فی الرصاد فی حمدہ
راکھ میں اخلو جو رکھا سر دوبے جاں ہو گیا

بدایت الاولیا اور حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ شیخ علاء الدین سمنانی کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے
نہایت الانبیاء، ان میں بدایت الاولیا و نہایت الانبیاء کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو حرج کا قول ہے کہ اولیاء کی ابتدا انبیاء کی انتہا ہے وہ اپنے اس قول کے سلسلہ میں ایک غرض پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قول سے جاری مراد یہ ہے کہ بدایت الاولیاء نہایت الانبیاء فی الشریعت (شریعت میں انبیاء کی ابتدا ہے) اور نہایت الاولیاء نہایت الانبیاء فی الطریقہ (اولیاء کی نہایت انبیاء کی ابتدا ہے) طریقت میں (یعنی جب کمال شریعت نبی آخر الزماں پر تمام ہو گیا اللہ اکملکم ذلکم فرمادیا گیا تو جب تک شریعت میں کمال

حاصل نہ کرے ولایت کی حدود میں قدم نہیں رکھ سکتا پس بنی کی جو کچھ شریعت میں انتہا سے کار ہے وہ دلی کی ابتدا ہوتی ہے اسی لیے کہ اگر کوئی مکی احکام پر عمل کرے اور مدنی احکام کو نہ مانے اور ان کی طرف التفات نہ کرے وہ ہرگز ولایت کی منزل پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اگر انکار کر دے تو کافر ہو جائے گا پس ابتدا سے ولایت اس سے ہوتی ہے کہ وہ تمام احکام شریعت کو ان کے کمال کے ساتھ (بتمام و کمال) قبول کرے اور ان کی پیروی و اطاعت کرے اور طریقت میں یہ ہے کہ دلی خواہ کتنی ہی کوشش اپنے مرتبہ کو بلند کرنے میں کام میں لائے پھر بھی اس کی روح کو وہ بلندی حاصل نہیں ہو سکتی جو جیم اندس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں حاصل ہوئی اور یہ ایک امر محال و ناممکن ہے کہ دلی اس بلندی کو پہنچ سکے، پس چونکہ ولایت کے انتہائی درجہ پر دلی کی روح کو ایک گونہ مشابہت جیم بنی کے ساتھ درکار ہے اسی لیے طریقت میں نہایت الادلیا و ہدایت الانبیاء ہے۔

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ بعض اکابر روزگار حضرات متقدمین نے ولایت کی چار قسمیں بتائی ہیں تو اس کی تشریح اور توضیح کیا ہے، حضرت تذوق الکبر نے فرمایا کہ دیوان امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شرح میں اس بیان کیا گیا ہے کہ ولایت چار قسم کی ہے اول وہ ولایت جو نبوت مطلقہ کا باطن ہے، دوم ولایت مقیدہ، ہر ایک نبی کی اپنی خاص ولایت کا پر تو۔ سوم ہر نبی کی ولایت مطلقہ، اور یہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انوار ولایت انبیاء کا چراغدان ہے اور دوسرے انبیاء میں انوار ولایت اولیاء کا چراغدان ہے، چوتھے ولایت مطلقہ عامہ جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ولایت کا ایک خاتم ہے۔ قسم اول کی ولایت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہے اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور خاتم اندلسی میں ادریشخ کے پیرو حضرات کے نزدیک خود شیخ اکبر کافض نفیسہ ہے۔ شیخ مویا الدین جندی شرح فصوص حکم میں کہتے ہیں کہ شیخ پہلی محرم کو مقام اشبیلیہ ملک اندلس میں خلوت میں بیٹھے اور نو مہینے تک کچھ نہ کھایا اور عید کی پہلی تاریخ میں ان کو باہر نکلنے کا حکم ہوا اور خوشخبری دی گئی کہ وہ خاتم ولایت محمدیہ ہیں۔ اسی طرح فصوص میں ہے کہ اس خاتمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ شیخ کے دروں شانوں کے درمیان بیضہ کبوتر کا نشان سا تھا اسی جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابھرا ہوا نشان نبوت مثل بیضہ کبوتر تھا۔ اور ولایت مطلقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے۔

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ کا خاتم قلب محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایت مطلقہ محمدیہ کا خاتم روح محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایت مطلقہ عامہ کے خاتم عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کے زمانہ میں مہدی ظاہر ہوں گے اور یہ رد ہے اس کے قول کا جو کہتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے) اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں کچھ لفظ محذوف ہیں اصل یوں ہے کہ لا مہدی بعد المہدی المشہور الذی من اولاد سیدنا محمد وعلیٰ الا عیسیٰ۔ (نہیں ہے کوئی مہدی بعد ان مشہور مہدی کے جو اولاد

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں سوا عینے علیہ السلام کے) حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے۔ ایک بار جب شیخ شرف الدین محمود سے عرض کیا کہ بندہ کے بیسے کیا حکم ہے تو انہوں نے نوحہ فرمائی اور ارشاد کیا کہ حکم یہ ہے کہ تم اطراف عالم میں پھرو۔ تین مرتبہ آباد زمین کی سیر کی ایک مرتبہ جیب آفتاب کی طرح زمین کا چکر لگایا تو یہ فقیر بھی جو موسوم بہ اشرف ہے ان کی رکاب میں ذرہ کی طرح پھرا کرتا تھا۔ اور میں نے ان کی ذات سے سلوک و معرفت کے اس قدر فوائد حاصل کیے ہیں کہ اگر میرا ہر سر ہو شکر ادا کرے جب بھی ہزار میں سے ایک شکر ادا نہ ہو سکے

شعر

گر برتن من زبان شود ہر موٹی
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد
ہر بال مرے بدن کا بن جائے زبان
ممکن نہیں اک شکر بھی تیسرا ہوا
حضرت سید علی ہمدانی فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار چار سو ادلیائے کرام کی معیت کا شرف حاصل کیا ہے
ادھر ایک کی ذات والا سے مجھے نام نہ پہنچا ہے۔

بیت

تمتع ز ہر گوشہ یافتم
ز ہر خرمی خوشہ یافتم
مجھے نافع ہوا ہر ایک گوشہ
ہر اک خرمی سے میں نے پایا خوشہ
اور فرمایا کہ اے فرزند اشرف! ان فوائد سے تم کو بھی حصہ ملا ہے ایک دن حضرت سید علی ہمدانی مدنیۃ الاولیاء میں چار سو ادلیاء کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف لے گئے تو یہ فقیر اشرف بھی حاضر تھا اور وہ ذوق اور وہ لطف جو اس روز آپ کے دیدار سے میں نے اٹھایا میں اس کو فراموش نہیں کر سکتا۔
کسی کو چنان روز بے بند بہ خواب
بود تا شب مرگ دہنش پر آب
کوئی دیکھے گرد و یادن خواب میں
رہے مرنے تک اُس کا منہ آب میں
امام مہدی علیہ السلام حضرت یر تیم نے قدوة الکبر کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض زمانوں میں بعض لوگوں نے خود کا تذکرہ کو مہدی کھلوا یا ہے لیکن ان میں مہدی کوئی بھی نہیں تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مہدی کی علامات اور اس کے مقامات کیا ہوں گے کہ اگر آئندہ کوئی دعویٰ دے پید ہو تو اس میں ان علامتوں کو دیکھا جائے محض دعویٰ کی طرف نہ جایا جائے، حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب دکن کے سفر میں ہم سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں ٹھہرے تو وہاں ایک شخص تھا جو خود کو مہدی کھلواتا تھا۔ وہاں کے اکثر علماء و فقہا نے ایک محضر مرتب کیا اور انہوں نے دلائل و براہین قائم کیے کہ دلائل کی کسوٹی پر اس کو پرکھا، لیکن مہدی کے آثار اس میں نہیں پائے گئے لہذا اس کو وہاں سے نکال دیا۔ حاجی نظام غریب یمنی جو ان اوراق کا مولف اور جامع ہے اس محضر کی تجارت کو بعینہ فصل الخطاب سے نقل کر کے پیش کرتا ہے۔

ترجمہ عبارت محضر

امام مہدی علیہ السلام کے ذکر میں اکابر صوفیہ میں سے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ہماری اور تمہاری مدد فرمائے تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ حق تعالیٰ کا ایک خلیفہ ہے جو اس وقت ظہور کرے گا جب تمام زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی وہ تمام روئے زمین کو انصاف اور عدل سے پُر کر دے گا اگر اس وقت دنیا کی عمر سے صرف ایک دن بھی باقی ہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ خلیفہ حکومت کر سکے۔ یہ مہدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا۔ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے مطابق ہوگا اور اس کی کنیت سیدنا حسن کے جد کی کنیت ہوگی۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ اس سے بیعت کریں گے۔ وہ صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہوگا اور اخلاق میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہوگا اس لیے کہ کوئی شخص بھی اخلاق و اوصاف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے: **اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ** (بے شک آپ خلقِ عظیم پر ہیں) مہدی سے اہل کوفہ سب سے زیادہ سعادت پائیں گے وہ مال کو برابر اور مساوی تقسیم کرے گا، رعیت میں عدل و انصاف کرے گا، مقدمات کا فیصلہ بہت جلد کرے گا جب کوئی شخص اس کے پاس آکر کہے گا کہ اے مہدی! میری مدد کیجیے مال سے۔ اس کے پاس مال کا انبار ہو گا پس وہ دونوں ہاتھوں سے مال اٹھا کر اس کے جامہ میں ڈال دے گا اور اس میں جس قدر اٹھا کر لے جائے گی طاقت ہوگی اٹھا کر لے جائے گا۔ وہ اس وقت نکلے گا جب دین میں سستی آجائے گی اور جوان کا انکار کریگا قتل کیا جائے گا اور جوان سے لڑے گا شرمندہ و رسوا ہوگا اور وہ اُس دین کو ظاہر فرما دے گا جو واقعی دین ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو اُسی کا حکم دیتے ان کے دشمن اور جو لوگ ان کی پیروی کرنے والے ہوں گے وہ آپ کے حکم کے نیچے مجبوراً داخل ہوں گے ان کی تلوار اور حملہ کے خوف سے اور ان کے پاس جو مال ہوگا اس کے لالچ سے۔ عرفاء اہل حقیقت صاحبان مشاہدہ و کشف عرفان الہی سے انکی بیعت کریں گے ان کے ساتھ کچھ لوگ اہل اللہ سے ہوں گے جو ان کی تبلیغ کو پھیلائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے وہ لوگ وزیر ہوں گے بارِ سلطنت اپنے اوپر لیں گے اور ان کی اعانت کریں گے ان ذمہ داریوں میں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں گی۔ وہ محتون (فتنہ شدہ) پیدا ہوگا، گمراہی سے پاک ہوگا، آگے پیچھے برابر دیکھے گا جب وہ شکم مادر سے پیدا ہوگا تو دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر آئے گا اس طرح کہ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہوگا اس کو کبھی احتلام نہیں ہوگا اس کی آنکھیں سوں کی مگر دل بیدار رہے گا وہ صاحب الہام ہوگا اور رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی زمرہ اس کے جسم پر ٹھیک آئے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسلحے اس کے پاس ہوں گے اس کی تلوار کا نام ذوالفقار ہوگا اس کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قرآن کریم ہوگا اور ایک کتاب ہوگی جس میں قیامت تک کے دوست و دشمن کے نام لکھے ہوں گے۔ اس کے بول و بارز (پیٹ سے نکلنے والی غنائط) کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ زمین کو اس پر مامور فرما دے گا کہ جو کچھ شکم سے باہر نکلے اس کو اپنے اندر چھپا لے۔ اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوگی۔ وہ لوگوں پر ان کے نفس سے زیادہ مہربان ہوگا بلکہ والدین سے زیادہ مہربان ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ عاجزی کرنے والا ہوگا۔ تمام لوگوں سے زیادہ احکام الہی پر عمل کرنے والا ہوگا اسی طرح تمام لوگوں سے زیادہ ممنوعات سے گریزاں ہوگا۔ وہ مستجاب الدعوات ہوگا۔ اس قدر کہ اگر کبھی کسی بھیکو کو بد دعا دے گا تو وہ بھی شق ہو کر دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ روح القدس سے اس کی تائید کی جائے گی۔ اس کے اور حق تناسل کے دریاں نور کا ایک ستون ہوگا جس میں بندگان خدا کے اعمال وہ دیکھے گا جس کی ان کو ضرورت پڑتی ہے اور جو کچھ ان کو وسعت اور تنگی دی جائے گی تو وہ سب جان جائے گا اور دوسروں کو خبر نہ ہوگی وہ ماں باپ سے پیدا ہوگا اور اس کی اولاد ہوگی اس کو صحت و بیماری سب ہوگی۔ وہ کھائے گا بھی اور پیئے گا بھی۔ وہ نکاح بھی کرے گا اور سوئے گا بھی وہ غلگین بھی ہوگا اور شادال بھی، وہ ہنسے گا بھی اور روئے گا بھی۔ وہ زندہ رہے گا اور مرے گا بھی اس کی قبر ہوگی اور اس کی زیارت کی جائے گی، اس کا حشر ہوگا اور وہ حشر میں کھڑا ہوگا اس کی خدمت میں اس کے اعمال حسنہ پیش کئے جائیں گے اور اس سے سوال ہوگا اور اس کی عزت محشر میں کی جائے گی اور اس کی شفاعت ہوگی اور اس کی پہچان دو باتوں میں ہے علم میں اور قبولیت دعائیں۔

(فصل الخطاب کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا)

بروایت اہل بیت | اہل بیت کی روایت کے اعتبار سے امام مہدی کے اوصاف یہ ہونگے (امام مہدی امام مہدی کے اوصاف) کی علامات یہ بتائی گئی ہیں کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کرے گا۔ مقام نہامہ سے بامراد خدج کرے گا۔ حق تعالیٰ کے کلام کے صدق کی تصدیق کرے گا اور حق تعالیٰ در دراز کے شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳ افراد کو اس کی حمایت میں اس کے گرد جمع کر دے گا اس کے پاس ایک مرشد کتاب ہوگی جس میں اس کے حامیوں اور خادموں کی تعداد نام بنام مع شہروں کے نام کے مندرج ہو گی اس کے پاس ایک علم ہوگا جو اس کے ظہور کے وقت پھیل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت اس علم کو گویا کر دے گا اور وہ اس کو ندا دے گا کہ، باہر آجاسیے اسے اللہ کے ولی، پس اس ندا کو سنی کر وہ باہر نکلے گا اس کے پاس ایک تلوار نبیام میں ہوگی جب ظہور کا وقت ہوگا تو تلوار میان سے خود نکل پڑے گی۔ حق تعالیٰ اس کی تلوار کو بھی گویا کر دے گا اور وہ پکارے گی، "اے دلی اللہ باہر آئیے، پس وہ باہر نکلے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو قائم کرے گا، حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اس کے دائیں بائیں ہوں گے،

مترہ ہوا اس کو جو اس کا ندائی ہوا اور خوشخبری ہوا اس کو جو اس سے قول و قرار کر لے اور قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مبعوث ہوا ہوں قیامت کے ساتھ ان دو کے مانند راہی کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور انگشت وسطیٰ کو باہم ملا کر اشارہ فرمایا اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام احادیث سے مراد قیامت ہے اور اس کے جلد واقع ہونے سے مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۖ

اس کی علامتیں تو آہی چکی ہیں۔

۲۔ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا دَاخِرَةٌ كَلْبُحٍ بِأَبْصَرِ ۖ

اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا

۳۔ إِنْ قَرَّبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ ۖ

لوگوں کا حساب نزدیک ہے۔

۴۔ إِنْ تَرَيْتِ السَّاعَةَ ۖ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۖ

پاس آئی قیامت اور چاند شق ہو گیا۔

۵۔ آتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۖ

اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو۔

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو گئے بعض علما نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلد بیٹھ گئے اس خوف سے کہ قیامت جیسے قائم نہ ہو گئی ہو۔ حضرت ضحاک و حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کی اول شرط حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق اپنے والد داروہ اپنے والد یعنی امام محمد باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں قیامت کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ قیامت قریب ہے اس کی دل شرط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس لئے کہ وہ نبی آخر الزماں ہیں جو مبعوث فرمائے گئے آپ کے اور قیامت کے درمیان کوئی اور دوسرا نبی نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قرب قیامت بیان فرمائیں کہ لونڈی بچے اور ذلیل لوگ حاکم و صاحب دولت ہوں گے آپ (امام محمد باقر) نے فرمایا کہ حضور کی امت سے مہدی پیدا ہوں گے جو ظہور کے بعد سات ورنہ نو برس حیات رہیں گے اور ان سے لوگ رکن (حجر سودہ) اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پس وہ مہدی ہوں گے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے و تمام دنیا کے مالک ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام دنیا کے بادشاہ چار ہیں ان میں درموز ہیں اور دو کافر مومنین ہیں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور اسکندر بن فیلعوس ہیں اور دو کافر ہیں ایک نمرود ہے اور دوسرا بخت نصر ہے اور اس امت میں پانچواں سلطان ہفت اقلیم مہدی ہے جو میری اولاد سے ہوگا۔ شیخ ابوصدیق ناجی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ

۱۰ سورہ محمد ۱۱ سورہ قمر ۱۲ سورہ الانبیاء ۱۳ سورہ قمر ۱۴ سورہ قمر ۱۵ سورہ النحل ۱

علیہ وسلم نے ایک بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کے نصیب میں آئے گی اور وہ ایسی بلا ہوگی کہ کسی شخص کو ایسی جگہ پتھر نہیں آئے گی جہاں پناہ ملے سکے اور ظلم سے محفوظ رہے۔ پس حق تعالیٰ میری بعثت بامیر سے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا پس اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی، تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہو جائیں گے۔ آسمان اپنے ہر قطرے کو باہر نکال دے گا۔ یعنی شدید بارش ہوگی۔ یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کے زندہ ہو جانے کی آرزو کریں گے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے والد کا نام ہوگا۔ ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے اور معنٰی اسکو حدیث صحیح کہا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر دراز فرمادے گا کہ سب کا والی ایک شخص میری نسل سے ہو۔ اس کے دو برو فرشتے ہوں گے وہ اپنے سلام کو ظاہر فرمادے گا فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہے جو بعد ظہور پانچ سال یا سات سال یا نو سال زندہ ہے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مہدی میرے اہل بیت سے ہوگا اور سات برس حکومت کرے گا اور زمین انصاف سے بھر دے گا ائمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خروج کرے گا اور نسل دجال میں وہ ان کی مدد کرے گا وہ اس امت کی امامت کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ اس بات میں احتمال ہے۔

حضرت دہلوی نے عرض کیا کہ اکثر اہل بیت صحیح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی شخصیت ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہوگا جیسا کہ اخبار سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس قول اور اہل بیت مذکورہ کا کس طرح تطابقی کیا جاسکتا ہے حضرت قدوة الکبر نے فرمایا یہ قول شاذ ہے اور اس قول میں تاویل کا بھی احتمال ہے یعنی لا مہدی کاملاً معصوماً الا عیسیٰ ابن مریم (نہیں ہے کوئی کامل اور معصوم مہدی سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے) اس قول کو حذف پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے یعنی لا مہدی بعد مہدی المشہور الذی ہو من اولاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) و علی (رضی اللہ عنہ) الا عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) نہیں ہے کوئی مہدی اس مہدی مشہور کے بعد جو اولاد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولاد علی سے ہوگا سوائے عیسیٰ ابن مریم کے (اور اللہ زیادہ جانتے والا ہے) اسی طرح حدیثوں میں تطبیق کی جاتی ہے اور تعارض دفعہ کیا جاتا ہے اور امام مہدی آخر زمان میں ظاہر ہوں گے آپ کے ظہور پر چالیس سال گزریں ہوں گے کہ مغرب میں قتل و غم ہوا ہوگا اور بھوک اور دشواری کا غلبہ ہوا ہوگا اور بہترے فتنے برپا ہوئے ہوں گے اور آدمی ایک دوسرے کو کھا گئے ہوں گے۔ ان حالات کے بعد ایک مرد مغرب بعید سے خروج کرے گا جو اہل فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا یعنی مہدی القائم آخر الزماں اور یہ قیامت کی علامات میں

سے پہلی علامت ہوگی۔

مولف اوراق عاجی نظام غریب میں عرض پر داز ہے کہ اس حدیث میں جو حضرت معاویہ سے مروی ہے ہم کو ان شہروں میں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سب سے بڑی علامت ظہور مہدی کی یہ ہے کہ اس سال ماہ رمضان میں سورج گرہن ہوں گے حضور پر نور علیہ النقیۃ لثنا نے دوبار فرمایا کہ ہمارے مہدی کے لیے دو علامتیں ہیں کہ جب سے حق تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں ان دو علامتوں کا ایک ساتھ ظہور نہیں ہوا ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں (بینکست الشمس اول لیلۃ من رمضان) چاند کو گرہن لگے گا اور نصف رمضان میں سورج گرہن لگے گا۔ ینکست الشمس فی النصف منه اشرف کہتا ہے کہ شیخ امی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے: اصحاب اور دشمنان امام مہدی میں ہر دو فریق ایک حملہ میں شکست نہیں کھائیں گے بلکہ ثابت رہیں گے یہاں تک کہ جھوٹا قتل کیا جائے یا بھاگ کھڑا ہو، یہ صادق اصحاب مہدی کے وزیر ہوں گے۔ کیا تم ان یاران مہدی کو نہیں دیکھتے کہ وہ تجیر (الشہ کبر) سے شہر روم کو فتح کریں گے اور جب وہ پہلی مرتبہ تجیر کہیں گے تو شہر تباہ کامر حصہ گر پڑے گا اور ان کی دوسری تجیر پر دوسرا ٹکٹ یعنی ۲۲ حصہ منہدم ہو جائے گا اور جب وہ تیسری تجیر کہیں گے تو بقیہ تیسرا حصہ بھی منہدم ہو جائے گا تو بلا تلوار چلائے شہر فتح ہو جائے گا پس یہ سچائی کی عین دلیل ہے۔ وہ شہر مفتوحہ میں دین کو قائم کرے گا اور اسی کتاب میں ہے کہ: اسلام میں تازہ روح پھونکے گا اور اس کی وجہ سے اسلام کو عزت حاصل ہوگی۔ ذلت و خواری کے بعد گویا وہ موت کے بعد پھر زندہ ہوگا وہ جزیرہ کو موقوف کر دے گا اور تلوار کی زور سے لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا، پس جو کوئی حق کا انکار کرے گا اسے قتل کر دے گا جو کوئی نزاع کرے گا اس کی مدد نہیں کرے گا وہ دین کو اس چیز سے پاک کر دے گا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو اس کی پاکی کا حکم فرماتے (غیر شرعی چیزوں اور امور سے دین کو پاک کر دے گا) بس کوئی مذہب خالص اسلام کے سوا باقی نہیں رہے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مہدی کا خروج یمن کے ایک گاؤں سے ہوگا جس کا نام کرعہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نازل ہوں گے تو دو تے زمین پر امن و امان ہو جائے گا ایسا امن ہوگا کہ بھیڑیے اور بکری ساتھ چریں گے، اودنچے ساپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائے گا اس کے چالیس سال بعد حق تعالیٰ ان کو موت دے دے گا (وہ وفات پا جائیں گے) مسلمان ان کے جنازہ کی نماز ادا کریں گے اور ان کو دفن کر دیں گے۔

سلحہ خسوف (یعنی چاند گرہن) بعد رکی حالت میں ہوتا ہے، ہلال یا شب اول کے چاند میں گرہن نہیں لگتا۔ یہ انہونی اسی وقت ہوگی جب ظہور مہدی ہوگا۔

اسی طرح حضرت دانیال نبی کی کتاب میں پایا گیا ہے کہ جب مہدی (علیہ السلام) وفات پا جائیں گے تو پانچ شخص (دوستے زمین) کے مالک ہوں گے اور وہ سبط اکبر (یعنی امام حسن بن علی، رضی اللہ عنہم) کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے بعد پھر پانچ افراد سبط اصغر (حضرت حسین) کی اولاد سے مالک ہوں گے اس کے بعد ان کا پچھلا وصیت کرے گا اس شخص کے حق میں جو سبط اکبر کی اولاد سے ہوگا۔ پس وہ مالک ہوگا اس کے بعد اس کا بیٹا مالک ہوگا اس طرح کل بارہ بادشاہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک امام مہدی ہوگا۔

حضرت تہودۃ الکبیر نے فرمایا بعض زمانوں میں اکثر لوگوں نے یعنی بعض لوگوں نے مختلف زمانوں میں اس منصب کا دعویٰ کیا ہے لیکن وہ دلائل سے اپنے دعویٰ کو پرستش نہیں کر سکے۔ اتفاقاً اس فقیر کا نندہ۔

شہر روم میں ہوا، سب ساتھی جامع مسجد میں اترے، شہر کے اکثر علماء و فضلاء مثلاً روم کے قاضی زادہ اور مخدوم زادہ مولوی حضرت شیخ ابوالفضل امینی ملاقات کو آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یہاں (روم میں) ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ ہم مہدی کی علامت سے آگاہ نہیں ہیں لوگ اس کے گردیدہ اور مطیع ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ احادیث شریفہ میں مہدی کی علامات موجود ہیں اور مشہور ہیں اور بہت زیادہ ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے لیکن اس شخص کو بھی دیکھنا چاہیے۔ جب دوسرا جمعہ آیا وہ شخص حضرت تہودۃ الکبیر کو دیکھنے خود آیا کچھ دیر آپ نے اس پر نگاہ کر کے فرمایا اے عزیز! انسان صرف دعویٰ سے مہدی نہیں بن جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو اس منصب پر مشرف و سر بلند فرمائے گا تو اس کے آثار و نشانیاں بھی ظاہر فرما دے گا پس تم کیوں خود کو اس مصیبت میں ڈال رہے ہو۔

دلالتا بزرگی نیاری بدست بزرگی جو تو نے نہ پائی ابھی
بجائی بزرگان نباید نشست بزرگوں کی جا بیٹھنا مت کبھی

حضرت شیخ صدر الدین فزوئی قدس سرہ کے زمانے میں بھی ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ کہتا تھا کہ میں مہدی ہوں حضرت شیخ موبد الدین جندی سے منقول ہے کہ ایک شخص میرے مکان پر آیا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مہدی ہے اور وہ مجھ سے اس کی تصدیق چاہتا تھا اور میں کہتا تھا کہ تم مہدی نہیں ہو اور جھوٹ بول رہے ہو میرے اس انکار کے باعث وہ میرا دشمن بن گیا اور ایذا رسانی کے درپے ہوا نصرانیوں اور ملحدوں کی ایک جماعت کو میری ایذا رسانی پر مقرر کر دیا، میں نے شیخ بزرگ شیخ محی الدین ابن العربی کی روح سے پناہ طلب کی اور ان سے مدد چاہی میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ظاہر ہوتے اور اپنے ایک ہاتھ سے اس مہدی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور مجھ سے کہا کہ میں اس کو زمین پر بیٹھ دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے سردار آپ کا جو حکم و فرمان ہو یہ کہہ کر حضرت شیخ واپس تشریف لے گئے میں اٹھ کر مسجد میں چلا گیا میرے پیچھے پیچھے وہ مدعی مہدویت اپنے عقیدہ مندوں کے ساتھ وہاں مجھے ایذا دینے کے لیے جمع تھا لیکن میں نے ان کی طرف

اتفاقات نہیں کیا اور محراب مسجد میں اپنی نماز ادا کی اور وہ لوگ باوجود ارادہ کے میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچایا اس کے علاوہ اس مدعی مہدویت نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب و عجم کا مالک نہیں ہو جائے گا اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت ام سلمہ کی روایت سے بھی آئی ہے لیکن اس میں لفظ عجم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوسری روایت میں یہ لفظ آیا ہو) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حنا آپ نے فرمایا کہ :-
”مہدی میری عمرت میں اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگا۔“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہیں کشادہ پیشانی، لمبی اور اونچی ناک، میانہ قد سے بلند اور دراز قد سے کم بلند سر پیوستہ مو اگر ناک نکلے تو وہ جدا ہوئے ورنہ نہیں اور جب آپ بالوں کو کان تک لے جائیں گے تو موئے مبارک کان کی نو تک پہنچیں گے۔ آپ کا رنگ چمکتا پیشانی کشادہ، ابرو کشیدہ فراخ غیر متصل ہوگا اور ان کے درمیان ایک رگ ہوگی جس کو جلال چمکا دیا کرے گا، آپ کی ناک بلند ہوگی اور اس کے لئے ایک نور ہوگا جو بلند ہوتا نظر آئے گا، آپ بلند سرگنتی ریش مبارک والے سیاہ چشم، نرم رخسار، کشادہ دہن چمکتے دانت والے آگے کے دانت کی کھڑکی کھلی ہوئی سینہ کے بال باریک شکم و سینہ برابر دونوں قدم برابر اور ہموار دونوں شانے جدا جدا تمام اعضاء فرہ اور سڈول بدن بغیر لباس کے روشن چمکدار ناف اور سینہ کا درمیانی حصہ پیوستہ ہوگا اور آپ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہوگی آپ سات برس حکومت فرمائیں گے اور انہیں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر کیا جو اس امت پر نازل ہوگی ایسی کہ کوئی شخص اس کے ظلم سے پناہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پس خداوند تعالیٰ میری عمرت اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا ربیعۃ اللہ تعالیٰ رجبہ من عمرت قیامت و ماہ بیتی اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا اسی طرح جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے پر تھی۔

پس علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ بادشاہ عادل ہے جس کو حق تعالیٰ جناب فاطمہ (علیہا السلام) کی اولاد سے پیدا کرے گا اس وقت جب کہ اس کی مشیت ہوگی اور اس کو اپنے دین کی مدد کے لیے ظاہر فرمائے گا۔ علمائے شیعہ کا خیال ہے کہ مہدی محمد بن حسن عسکری (رضی اللہ عنہ) ہیں جو دشمنوں کے خون سے منجی ہو گئے ہیں۔ ان کی درازی عمر میں حضرت نوح اور حضرت خضر علیہما السلام کی درازی عمر کی طرح کوئی استخلاف نہیں ہے (اس

قدرِ طویل عمر ناممکن نہیں ہے) اس بات سے تمام دوسرے فرقوں (کے علماء) نے انکار کیا ہے اسی لیے کہ یہ دعویٰ ایک امر بعید ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی طویل عمر یا ناممکن نہیں رہا ہے بغیر کسی دلیل اور علامت کے۔ اور امام محمد بن حسن عسکری کے اس قدر اخفا کے سلسلہ میں کوئی علامت اور دلیل مذکور نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی اشارہ بھی نہیں فرمایا ہے۔ اس انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ امام کا اتنے دنوں تک اس طرح پوشیدہ رہنا کہ نام کے سوا کچھ بھی ان کا ذکر مذکور نہیں ایک بعید از قیاس امر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس پوشیدگی کے ہوتے امام کی بعثت بے کار ہو جاتی ہے کیونکہ امامت سے مقصود اقامت شریعت ہے اور ظلم کو دفع کرنے والے انتظام کا قائم کرنا ہے اسی طرح کے اور امور ہیں اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو چاہیے تھا کہ ظاہر ہو جاتے ہاں امامت کا دعویٰ نہ کرتے جیسے تمام ائمہ اہلبیت تھے تاکہ اولیاء اللہ ان سے مدد و غلبہ حاصل کرتے اور سب لوگ نفع اٹھاتے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ زمانہ تو ان کے ظہور کے لئے سب سے اچھا تھا کیونکہ یقینی بات ہے کہ آپ کی نیاز مندی کے لئے عورتیں، بچے اور بڑے چھوٹے بڑی جلدی کریں گے۔

ولی کو ناموزوں | حضرت فدۃ الکبر نے فرمایا کہ دلی کو چاہیے کہ وہ ناموزوں نہ ہو۔ حضرت نور العین نے عرض نہیں ہونا چاہیے کیا کہ موزوں سے کیا مراد ہے؟ حضرت فدۃ الکبر نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اس کے تمام افعال و حرکات پسندیدہ ہوں اور میزان شریعت و طریقت پر موزوں ہوں کہ ایک بات بھی اور ایک کام بھی صوفیہ و طائفہ علیہ کی روش اور شریعت کے خلاف نہ ہو، حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند زبان مبارک سے اکثر یہ اشارہ پڑھا کرتے تھے۔

قطعہ

سہ نشان بود دلی راز نخست آن بمعنی
کہ چون روی او بہ بلندی دل تو بدو گراید
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند بمعنی
ہمہ راز ہستی خود بحدیث می ربايد
سوم آن بود بمعنی دلی آنخص عالم
کہ بیچ عضو اورا حرکات بد نیاید

موزوں سے یہی باتیں مراد ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اشعار موزوں طریقہ پر پڑھنا ہو یا خود موزوں اشعار کہنا ہو۔ اس موقع پر حضرت شیخ مبارک نے عرض کیا کہ اہل ولایت کے کچھ مزید اوصاف کے بارے میں حضرت بیان فرمائیں ارشاد فرمایا ابو عبد اللہ سالمی سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ہم مخلوق کے درمیان اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانیں تو انہوں نے فرمایا اولیاء کی شناخت لطافت زبان، حسن اخلاق،

تازہ ردی، سخاوت نفس، قلت اغراض، ہر عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا اور تمام مخلوق پر شفقت خواہ وہ نیکو کار ہوں یا بدکار، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر خصوصیات اور اکثر مصطفوی اوصاف اس میں موجود ہونا چاہیے کہ دلی ہر حال میں نبی کا تابع ہے اور المشیخ فی قومہ کا لنبی فی امتہ (دلی اپنے تابعین میں ایسا ہے جیسے پیغمبر اور نبی اپنی امت میں) رسالہ قشیریہ میں دلی حضرت قدوۃ الکبیر نے ان کو جواب دیا کہ میں نے رسالہ قشیریہ میں یہ پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کو رسولوں اور نبیوں (علیہم السلام) کے بعد اپنے بند دل میں ہر فضیلت بخشی ہے اور اپنے دوستوں کے زمرے میں ان کو چن لیا ہے، ان کے دلوں کو اپنے بھید دل کی کان بنایا ہے اور امت مرحومہ میں ان کو اپنے انوار کی چمک کے لئے مخصوص فرمایا ہے اور ان کو بشریت کی کدورتوں سے صاف کر دیا ہے اور مقامات مشاہدہ تک ان کو عروج دیا ہے کہ اسکی یکتائی کی حقیقتیں ان پر تجلی فرمائیں اور ان کو آداب بندگی کے قائم رکھنے کی توفیق دی ہے اور احکام ربوبیت کے مقامات کا اُن کو مشاہدہ کرا دیا ہے۔

اہم قشیری مزید فرماتے ہیں کہ لوگ یا تو اصحاب نقل و روایت ہیں یا ارباب عقل و فکر ہیں اور شیوخ صوفیہ اس سے ترقی کر چکے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ چیزیں جو تمام لوگوں سے پوشیدہ ہیں ان پر ظاہر ہیں اور جس چیز کی معرفت مخلوق کو میسر نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے موجود ہے پس یہ حضرات (صوفیہ) اہل وصال ہیں اور عوام اور دوسرے لوگ اہل استدلال ہیں۔

شعر

لیلیٰ بوجہٗ مشرق
وخللا مہ فی الناس ساس
والناس فی صدف الظلام
و نحن فی ضوء النہاس
مری شب میں تجھ سے ہے روشنی
اور اندھیری خلق پہ چھائی ہے
ہیں وہ ظلمتوں میں گھرے ہوئے
اور مجھے تو دن کی صفائی ہے

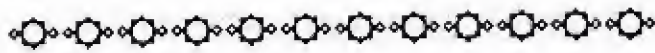
اتباع شریعت | حضرت قدوۃ الکبیر حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل فرماتے تھے کہ میں ایک دن خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا کچھ لوگوں نے ادبیہ کرام کے اوصاف کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی روش کے اعتبار سے ادبیہ دو طرح کے ہیں ایک دلی عزت دوسرے دلی عشرت، دلی عزت کا مرتبہ مثل ندیموں کے ہے کہ جب تک وہ مقربین سلطنت کا قرب حاصل نہیں کر لیتا اس کو سلطان کے حضور میں بار یا بی نہیں ہوتی، دلی عشرت کا مرتبہ وزراء جیسا ہے کہ حضرت سلطان کا وہ نائب مناسب و خلیفہ ہوتا ہے اور ملکی تقرقات کے دروازے اس کے اوپر کھلے ہوتے ہیں وہ صاحب اختیار ہوتا ہے اور اے مطلق العنان بنا دیا جاتا ہے (جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے) پس دلی عشرت کا حال زوال سے محفوظ ہوتا ہے وہ جب چاہتا ہے ایک صفت سے دوسری صفت میں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے احوال باطنی پر متصرف ہے لیکن اس کے ادب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اپنے احوال کو میزان شریعت پر ترتیب ہے اگر اس کا حال قواعد شریعت کے مطابق ہوتا ہے تو اس پر اعتماد کرتا ہے اور اس کو ظاہر کرتا ہے اس کے برخلاف اگر ہوتا ہے تو

اس پر اعتماد نہیں کرتا۔

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلافِ شریعت ایک ذرا سی بات بھی (ایک ذرہ) وہ اپنے لیے رد نہیں رکھتے ہیں بلکہ باطنی طور پر بھی کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوتی کہ جو موجبِ حرام ہو۔ وہ کبھی بھی اسرار و معارف کی بات کسی صورت میں بیان نہیں کرتے کہ محض ایک ادب کے خلاف عمل پر شیخ احمد نصیر کو ایک سال تک سُر چرانے پڑے تھے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ احمد نصیر قدس سرہ کبار مشائخ سے تھے۔ یہ شیخ ابو العباس نقاب کے معاصرین میں سے تھے انہوں نے بامیسس حج کیے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ خراسان ہی سے احرام باندھ لیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حرم میں صوفیہ کے اسرار و حقائق سے اصحابِ طاعات کے کچھ اقوال بیان کیے، دو سو اسی مشائخ کرام اس وقت حرم میں موجود تھے ان سب نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسی بات کیوں کہی اور پھر ان کو حرم سے نکال دیا۔ اس وقت شیخ خضریٰ (جو ان کے مرشد تھے) اپنے گھر سے باہر آئے اور خادم سے کہا کہ وہ خراسانی جو ان جوہر سال ہمارے پاس آتا ہے اس بار اگر وہ آئے تو اس کو میرے پاس نہ آنے دینا۔

جب کچھ عرصہ بعد احمد بندہ اپنے پیچھے تو حسبِ معمول شیخ خضریٰ کے دولت کدہ پر گئے تو خادم نے کہا کہ شیخ فلاں دن فلاں وقت خلوت سے باہر تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اندر نہ جانے دوں شیخ احمد نے جب یہ بات سنی تو بے ہوش ہو گئے اور چند دن اسی طرح گزر گئے آخر کار ایک دن شیخ خضریٰ باہر تشریف لائے اور شیخ احمد سے کہا کہ حرم میں تم سے جو ترکِ ادب سرزد ہوا ہے اس کی سنراہ ہے کہ تم روم جاؤ اور ایک سال ایک دن تک سُر چراتے رہو اور رات کو وہاں ایک مقام طرطوس ہے جس کو کافروں نے مسلمانوں سے لے لیا ہے اور دیوان کر دیا ہے اس جگہ صبح تک نماز پڑھا کر داور خبردار ذرا نہ سونا ممکن ہے کہ پیروں کا دل تم کو قبول کر لے، شیخ احمد چونکہ جذبہ صادق رکھتے تھے ان کے شیخ نے جو کچھ فرمایا اس کو قبول کر لیا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ اس عمل کے بعد جب شیخ احمد اپنے شیخ کے مکان پر واپس پہنچے تو خادم نے کہا کہ آج سات مرتبہ شیخ تمہاری طلب میں خلوت خانہ سے باہر تشریف لائے ہیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخ خضریٰ باہر تشریف لائے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا یا احمد دلہی قدوۃ عینی دے احمد میرے فرزند! میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ سن کر احمد نے خوشی میں کہا بیٹیک! پھر وہ مکہ معظمہ حرم شریف گئے تو تمام پیرانِ حرم نے ان کا استقبال کیا اور سب نے فرمایا اے ہمارے فرزند عزیز! اے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبر نے بعض خلفاء کے التماس پر اولیائے معاشر کا بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ اولیائے معاشر وہ ہیں کہ جن کو حال بقا سے بہرہ وافر مل چکا ہے بقا باللہ کی منزل اور مقام پر پہنچ کر وحدت و رکشیت کے مشاہدہ سے مشرف ہو چکے ہوں ان حضرات کے لیے یہ تمام عالم مجلی ہے۔



اور آئینہ حسن مقصود ہے بموجب اس ارشاد کے کہ سادایت شیئا الا درایت اللہ فیہ و رکسی چیز کو نہیں دیکھتے مگر ہر چیز میں ان کو جمال الہی نظر آتا ہے۔ ہزاروں رحمتیں خدا کی خواجہ کرمانی کی روح پر ہوں کہ فرمایا ہے۔ ۵

بیت

کہ جہاں صورتست و معنی دوست ہے جہاں لفظ اُس کے معنی دوست
و معنی نظر کنی ہمہ دوست معنی کی حیثیت سے بس ہمہ دوست
بایں صورت معاشرہ سے کوئی چیز بھی ان کے لئے گراں اور ثقیل نہیں ہے بلکہ قرابت اشیا اور جمال مقصود کے شہود
کے باعث جو ان کو مرأت جہاں میں نظر آتا ہے اس لئے وہ جمال معاشرہ کے ذریعہ کمال عشرت سے متصف ہیں
پھر آپ نے حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا یہ شعر پڑھا ہے

بیت

راہ بوحدت نبرد ہر کہ نشد در طلب پائی نہ وحدت کی راہ جو نہ طلب میں ہوا
جملہ ذرات را از دل و جان از مرید دنیا کے ہر ذرہ کا جان و دل سے مرید
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ یہ ادیان اللہ مختلف ہیں اپنے اپنے احوال میں، بعض ان میں بے صفت اور بعض
بے نشان ہیں اور بعض باصفت اور بعض صفات و نشان سے بلند و بالا تر ہوتے ہیں مثلاً بعض کو اہل معرفت یا اہل محبت
یا اہل توحید سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ادیان اللہ کی نہایت ان کی بے صفی و بے نشانی ہے کیونکہ یہی
بے نشانی کشف ذات ہے جو ایک بلند مقام اور بہت ہی شریف و درجہ و مرتبہ ہے۔ ہماری عبادات اور اشارات اس
مرتبہ کی کمنہ اور حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اس گرد کے جس کسی فرد نے بھی روش نبوی اور اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
قدم اٹھایا وہ کبھی بھی اپنے مقصود کو نہ پاسکا جیسا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔ ۵

خلاف پیمر کسی رہ گزید خلافت پیمر وہی ہے چلا
کہ ہرگز بمنزل خواہد رسید جو منزل پہنچنا نہیں چاہتا
محالست سعدی کہ راہ صفا نہوگا یہ سعدی کی راہ صفا
توان رفت حسن در پئی مصطفیٰ چلے کوئی بے سنت مصطفیٰ

حضرت قدوة الکبر نے حضرت شیخ علاء الدولہ سنائی سے یہ روایت (تقریباً ان الفاظ میں) بیان فرمائی کہ وہ
فرماتے تھے کہ شیخ محمد الدین بغدادی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے حالت خواب میں حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور آپ کا ابن سینا کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک شخص
تھا جس نے میرے واسطہ اور ذریعہ کے بغیر خدا تک پہنچنا چاہا اور میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے (دہاں تک پہنچنے سے) روک دیا
یہاں تک کہ وہ نار جہنم میں گر گیا۔

میں نے یہ واقعہ اپنے استاد مولانا جمال الدین چلی سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا عجیب بات ہے اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں بغداد سے شام کی طرف جا رہا تھا کہ شام سے روم چلا جاؤں جب میں شرمول میں پہنچا تو رات میں نے ایک مسجد میں بسر کی جب میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہاں نہیں جاتے جہاں کچھ فائدہ پا جاتے میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور ایک نورانی صورت والی ہستی ان کے درمیان تشریف فرما ہے ایک نوران کے فرق مبارک سے نکل کر آسمان تک پہنچ رہا ہے ۵

شعر

زنور روئی اوچون ذرہ خورشید اسی کے نور کا خورشید ذرہ
دلی این را زوال آن نور جاوید مگر اس کو فنا اور وہ ہمیشہ

وہ کچھ گفتگو فرما رہے تھے، یہ تمام حضرات توجہ کے ساتھ اسے سن رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا اور سلام پیش کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے بھی اس حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جب میں بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابن ابی سینا کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے علم کے مطابق گمراہ کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: آپ شہاب الدین (مقتول سہروردی) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابی سینا کے متبعین میں سے ہے میں نے خیال کیا اب چند علمائے اسلام کے بارے میں بھی دریافت کروں لہذا میں نے دریافت کیا: آپ فخر الدین رازی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عتاب کردہ شخص ہے، پھر میں نے عرض کیا: حجۃ الاسلام غزالی کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ حضور علیہ التقیۃ والثناء نے فرمایا کہ وہ ایسا شخص ہے جس نے مقصد کو پالیا۔ میں نے پھر عرض کیا: آپ امام الحرمین جوینی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میرے دین کی مدد کی ہے، میں نے پھر دریافت کیا ابوالحسن اشعری کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا قول ہے اور میرا قول سچا ہے کہ ایمان و حکمت یمن میں ہے۔ یہ میں دریافت کر رہا تھا کہ میرے قریب بیٹھے ہوئے کسی شخص نے کہا کہ یہ کیا سوالات کر رہے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کر رہا تھا کہ تم کو اس سے کچھ فائدہ پہنچے، یہ سن کر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللّٰهُمَّ تُبِّ عَلٰی حَتّٰی اَتُوْبَ وَ اَعْصِيْ بِمَنْی حَتّٰی لَا اَعُوْدَ وَ حَبِّبْ اِلٰی الطَّاعَاتِ وَ كَبِّرْ اِلٰی الْخَطِيْئَاتِ۔ بارالہا! میری طرف رجوع فرما تا کہ میں توبہ کروں اور مجھے محفوظ رکھ تا کہ میں پھر گناہ نہ کروں اور میرے لئے طاعتوں کو محبوب بنادے اور میرے دل کے لئے گناہوں کو ناپسندیدہ بنادے) یہ دعا بتانے کے بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ارض روم جا رہا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا الروم ما دخلہ المعصوم (روم! اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس مسجد میں ایک حجرہ تھا شیخ مولانا موفی الدین کواشی وہاں فردکش تھے۔ شیخ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے میں ان کی ملاقات کے لیے پہنچا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہو؟ میں نے عرض کیا جمال الدین ہوں۔ فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟ میں نے کہا بغداد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ارض روم۔ فرمایا روم جا رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! تو فرمایا الروم ما دخلہ المعصوم (یہ بے بیہ وہ الفاظ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمائے تھے) یہ سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اور میں ان کے دامن سے لپٹ گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ بھی کل رات کی مجلس میں موجود تھے فرماتے لگے دعنی، دعنی مجھے چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔ چنانچہ میں نے ان کا دامن چھوڑ دیا اور وہاں سے واپس چلا آیا اور ارض روم نہیں گیا۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا اولہا بارگاہ الہی کے ندیم اور وزیر ہیں اور وہ خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں ان سے عوارق کا کبھی کبھار جو اظہار ہوتا ہے وہ بھی مشیت الہی کے مطابق ہوتا ہے وہ اپنی مراد سے کوئی تصرف نہیں کرتے (و اگر نہ اصلا درطور مراد خود قیام نمی نمایند) جس قدر اظہار خواندنی کا خیال ان میں قوی ہوتا ہے اسی قدر ان کے مراتب میں نقصان سرایت کرتا ہے۔ ان کے پیش نظر ہر وقت بہتات رہتی ہے کہ ما صنع اللہ فہو خیر (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ بہتر ہی ہے) یہ حضرات ملاحظہ فرمادیں۔ دھو جس شخص (جو کچھ طور میں آیا ہے وہ محض خیر ہے) میں اس طرح مشغول و مستغرق رہتے ہیں کہ وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ یوں ہونا یا یہ ہونا چاہیئے خواہ اس میں تمام عالم کی خیر اور بھلائی ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً دبا کا پیدا ہونا کہ بظاہر وہ ایک بری چیز ہے اور ہر شخص کو لازم ہے کہ اس کے تھرسے بچنے اور اس کے لطف کی پناہ میں آنے کی درخواست کرے اور دبا کے دغ ہونے کی دعا کرے لیکن اولیائے کاملین مراد خداوندی کو قبول کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ دبا بر طرف ہو جائے یا نہ ہو (دبا دور ہو جائے یا وہاں نہ ہو)۔

مصرعہ

ترک کام خود گرفتار آید کام دوست چھوڑنا اپنی رضا تا دوست کی مرضی رہے

مشیت الہی پر حضرت قدوة الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں (فرمایا کہ میں نے طبقات الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن نے جو شیخ احمد سید کبیر کے معاصر تھے کہا کہ ایک روز میں اپنے ماموں (سید احمد کبیر) کی غلوت گاہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان کے پاس کسی شخص سے باتیں کرنے کی آواز سنی۔ اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہت دیر تک یہ دونوں حضرات باہم گفتگو کرتے رہے، جب بات بہت ختم ہوئی تو وہ شخص اس دیوار کے روضہ سے نکل گیا جو شیخ کی غلوت گاہ میں

نٹھا۔ اور بجلی کی طرح ہوا میں غائب ہو گیا۔ میں شیخ کے سامنے گیا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ کچن صاحب مٹھے انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں ! انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص اور وہ عظیم ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی حفاظت اور نگرانی پر مقرر فرمایا ہے یہ رجال اربعہ میں سے ایک ہیں تین روز سے یہ مجبور و معذوب ہیں لیکن خود ان کو اس کی خبر نہیں ہے۔ یہ سن کر میں نے سید احمد کبیر سے عرض کیا کہ اے میرے شیخ ! ان کی معذولی کا باعث کیا ہے؟ کس سبب سے یہ مجبور ہیں ! شیخ نے فرمایا کہ بحر محیط کے ایک جزیرہ میں ان کا قیام ہے۔ اس جزیرہ میں مسلسل تین روز تک بارش ہوتی رہی تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش یہ بارش آبادی میں ہوئی ہوتی۔ اس کے بعد وہ کچھ سمجھے کہ میرا یہ خیال ایک اعتراض ہے تو انہوں نے توبہ و استغفار کی۔ پس وہ اس اعتراض سے مجبور ہیں میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ان کو اس مجبوری سے آگاہ کر دیا ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔ مجھے اُن سے یہ بات چتے ہوئے شرم آئی تب میں نے عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کو اس مجبوری سے آگاہ کر دوں۔ شیخ نے فرمایا تم ایسا کر سکو گے میں نے کہا جی ہاں ! یہ سن کر مجھ سے فرمایا سر جھکا لو میں نے تعمیل کی میرے کان میں آواز آئی کہ اے علی اب اپنا سر اٹھا لو میں نے سر اٹھایا تو اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرہ میں پایا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اٹھ کر تھوڑی دور چلا کہ مجھے وہ صاحب دجن کی مجبوری کا ذکر ہو چکا ہے (مجھے نظر آئے میں نے ان کو سلام کیا اور پھر وہ تمام فقہ ان سے بیان کیا۔ سن کر انہوں نے مجھے قسم دی کہ جیسا میں کہوں تم ویسا ہی کرو۔ میں نے کہا کہ جو آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا انہوں نے کہا کہ میرا خرقہ اتار کر میری گردن میں ڈال دو اور مجھے زمین پر گھسیٹو اور یہ آواز لگاؤ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے کار خداوندی پر اعتراض کیا تھا چنانچہ میں نے حسب وعدہ ان کی گردن میں ان کا خرقہ ڈال کر چاہا کہ ان کو گھسیٹوں کہ بانٹ فیبی نے پکارا اے علی ! ان کو چھوڑ دو کہ زمین اور آسمان کے فرشتے ان کے اس حال پر گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی میں بخود مدہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو وہاں موجود پایا جہاں پہلے تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس جزیرے میں کس طرح پہنچا اور کس طرح وہاں سے واپس آیا۔

اس موقع پر حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ ابوالسعود نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ پندرہ سال ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی مملکت پر تصرف عطا فرما دیا ہے لیکن آج تک میں نے تصرف نہیں کیا شیخ ابن قاعد نے ایک دن اُن سے عرض کیا کہ آپ تصرف کیوں نہیں فرماتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تصرف کو خداوند تعالیٰ کے حوالہ کر دیا ہے وہ جس طرح چاہے تصرف فرمائے وہ مالک ہے جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف فرماتا ہے۔

ہر چہ خواہد می کند پروردگار بندہ را در کار مولیٰ نیست کار

جیسی مرضی ہو کرے پروردگار اس کے کاموں میں نہیں بندہ کا کار
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اولیاء باہم دگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کے ماہر اور اس کے
رازوں کے جاننے والے ہیں ایک معمولی سا حکم بھی جو عالم بالا سے عالم سفلی میں نازل ہوتا ہے ایک ذرا سی
دیر میں (طرفہ البین میں) ایک سے دوسرے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج فلاں شخص کے سلسلہ میں غائب
نازل ہوا ہے یا حق تعالیٰ کی جانب سے فلاں شخص کو خطاب مرحمت کیا گیا ہے (الہام خوشنودی فرمایا گیا
ہے) اس بات کا اہل ہر شخص نہیں ہوتا۔

شب قدر کی برکات | حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ رمضان المبارک ۱۲۸۴ھ کی ۲۷ تاریخ کی شب کچھ چھپہ
سے مشرف ہونا | شریف میں تمام ساتھیوں کو میں نے شب قدر کی برکات سے مشرف کیا چنانچہ حضرت
نور العین، حضرت درتیم، حضرت شیخ رکن الدین شاہ ہزار، شیخ اصیل الدین سفید باز، شیخ جمیل الدین جردہ باز، قاضی
رفیع الدین اودھی، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ عارف اور شیخ معزوف اور کچھ قلندر جو زیور تہجد سے آراستہ اور
خوبی دیکھائی سے پیراستہ تھے اور ملک محمود جو نہایت خالص و مخلص مرید با اعتقاد تھے اور بہت سے خدام بارگاہ اور
مصاحبین درگاہ اس خصوصیت سے مشرف ہوئے اور جس وقت اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے فرشتے اترتے ہیں اور رحمن
کے عنایات نازل ہوتے ہیں ہاتھ غیبی نے لاکھوں تعظیم و تکریم کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف سے ندری کہ اشرف میرا
محبوب ہے۔

قطعہ

ہاتھ غیبی کہ حکم الہ	ہاتھ غیبی نے حکم خدا
کردندا در حرم خانقاہ	دی حرم پاک میں آکر ندا
کای شرف عالم بہر تراست	ہے شرف دد جہاں حصہ ترا
گفت خدا اشرف محبوب ماست	بولا خدا پیارا ہے اشرف مرا
ہر یک از اصحاب بدین مژدہ	جیکہ احببائے یہ مژدہ سنا
کرد چو گلزار ز جان نھندہ	جو تھا وہاں گل کی طرح کھل گیا

سب اس مژدہ جانفز آکرسن کرا اور اس اشارت دلکش سے آگاہ ہو کر دونوں جہاں کی خوشیوں سے مالا مال ہوئے
اور ان کی زبان حال یہ ترانہ سرئی کر رہی تھی

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست	ہے قربان جان اس خوشی پر مری
کراین مژدہ آسانش جان ماست	کہ اس مژدہ سے راحت جاں ملی

حضرت کا طریقہ اور عادت معبودہ تھی کہ آپ صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے، اس
روز بھی نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرمانے کے لیے تشریف لے گئے اور پوری شرائط کے ساتھ وہاں نماز
ادا فرمائی۔ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی نے (جو اصحاب حرم کے قید اور ارباب کرم کے پیشوا تھے)

جیسے بنی آپ کو دہاں دیکھا (اور آپ کے چہرے پر نظر پڑی) تو فرمایا اسے محبوب یزدانی آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب اشرف سنانی کو مبارک ہو۔ یہ سن کر حضرت قدوة الکبرا نے تسلیم کے لیے اپنے سر کو جھکا دیا۔ حضرت شیخ نجم الدین نے بہت تکریم و تحریم کے ساتھ آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ (آپ سے بٹل گیر ہوئے) اس وقت حرم میں تقریباً پانچ سو مشائخ موجود تھے، ہر ایک پر اس حال سے ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی اور ہر ایک پر عجیب و غریب دھند کا عالم طاری ہوا۔ ان سب حضرات نے حضرت قدوة الکبرا کو مبارک باد پیش کی۔ جو کوئی بھی حضرت قدوة الکبرا کو دیکھا وہ اسی خطاب (محبوب یزدانی) سے آپ کو مخاطب کرتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ | حضرت درہم نے بعد تکویم عرض کیا کہ حضرت غوث الثقلین نے کو
کالقب محی الدین کیوں ہوا، | محی الدین کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں اس کا دافعہ کیا ہے۔
(آپ کا یہ خطاب کس طرح پڑا) حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ بغداد میں میں نے حضرت غوث الثقلین کے صاحب زادگان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس بار سے میں حضرت غوث الثقلین نے ہم سے فرمایا تھا جمعہ کا دن تھا میں بغداد کے اطراف سے سیاحت کر کے واپس آ رہا تھا میں برمنہ پا تھا، میرا گذر ایک بیمار پر ہوا جس کا رنگ بدل ہوا اور بدن کمزور تھا اس نے مجھے سلام کیا (السلام علیک یا عبد القادر) میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس نے کہا کہ آپ میرے قریب آئیے۔ میں اس کے قریب پہنچا، اس نے کہا کہ آپ مجھے پکڑ کر بٹھا دیجیئے۔ چنانچہ اس کو میں نے پکڑ کر بٹھا دیا۔ فوراً اس کا جسم تروتازہ ہو گیا۔ رنگ بھی نکھر گیا اور خوبصورت نظر آنے لگا۔ چہرے پر تازگی آگئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ دین اسلام ہوں۔ آپ نے پہلے مجھے جس حال میں دیکھا تھا میری حالت ایسی ہی ہو گئی تھی، مجھے خداوند تعالیٰ نے اب آپ کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے۔ انتھی الدین تم محی الدین ہو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا (پھر میں اس کے پاس سے چلا آیا) اور جامع مسجد پہنچا۔ وہاں ایک شخص میرے سامنے آیا اور اس نے میری جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے لا کر رکھ دیں اور مجھ سے کہا یا شیخ محی الدین۔ جب میں صبح کی نماز سے فارغ ہوا تو ہر طرف سے لوگ میرے پاس آ کر جمع ہو گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور پابوسی کی اور وہ یا شیخ محی الدین یا شیخ محی الدین کہہ رہے تھے، اس سے بٹل مجھے کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔

حضرت قدوة الکبرا نے ایک عزیز سے یہ بات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ادیباء کی معراج ظاہری بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ معراج معنوی دو طرح کی ہوتی ہے ان میں سے ایک تو صفات ذبیہ کی پستی سے نکل کر صفات محمودہ کی بلندی پر پہنچنا اور دوسرے ماسوا اللہ سے قطع تعلق کر کے اللہ سے لو لگانا۔ اگر بعض ادیباء اللہ کو بحیثیت ظاہری عروج مکانی بھی حاصل ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے کہ اس طائفہ مقدسہ سے بہت سے خلاف عادت

امور ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں کرتے | حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں فرماتے کہ الشہرت آفة والمخولة راحة شہرت آفت ہے اور گناہی راحت ہے اور ان حضرات نے اپنے احوال کو غیروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی ان کے بصید دل سے واقف نہیں ہوتے، ایک دن میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ نے کسی ایسے ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے جن کا مرتبہ آپ سے زیادہ بلند ہو تو انہوں نے فرمایا ہاں ایک بار میں مدینہ منورہ میں مسجد الرسول میں پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ ہیں، اور وہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں اور تمام لوگ ادب سے سُن رہے ہیں۔ اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک نوجوان کو میں نے بیٹھا دیکھا۔ وہ سر براؤ تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا اے نوجوان کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سب لوگ شیخ عبدالرزاق سے حدیث شریف سن رہے ہیں تم ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہیں سننے اور یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس نوجوان نے نہ سراٹھایا اور نہ میری طرف دیکھا لیکن مجھے جواب دیا کہ وہاں تو لوگ شیخ عبدالرزاق سے سُن رہے ہیں اور میں یہاں رزاق سے سُن رہا ہوں نہ کہ اس کے بندہ سے، میں نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ بتاؤ میں کون ہوں؟ یہ سن کر اس نوجوان نے سر کو اٹھایا اور کہا کہ اگر میری فراست ٹھیک ہے تو تم حضرت خضر علیہ السلام ہو، تب مجھے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا اور ان کے بلند درجے کو میں نہیں جانتا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ کی دو قسم ہے کچھ لوگ نوگربان محبوبیت سے سر کو بلند فرماتے ہیں اور کچھ لوگ آئین محبت میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور اس مرتبہ کو جبکہ جانین کی کشش سے جرحمت و محبوبیت کے درمیان ہے ٹھیک برابر وسط میں واقع ہو تو اصطلاح صوفیہ میں منازل کہتے ہیں جانین سے جو کچھ حصول ہوتا ہے وہ اس درمیانی درجہ میں وصول ہوتا ہے پیغام محب کی طرف ہو یا محبوب کی طرف سے وسط میں اس کی اطلاع پہنچ جاتی ہے چنانچہ حضرت عبدالرزاق کاشی سے جو حضرت شیخ قنوی کے پیر دہتے نقل فرماتے تھے کہ منازل درجہ جانب کو چاہتا ہے اور وہ دو کے درمیان نزول کی نسبت ہے کہ ہر ایک دوسرے کا طالب ہے اور ہر ایک دوسرے پر نزول کرتا ہے اور یہ نزول بندہ کے حق میں درحقیقت عروج ہے اور ہم لوگوں نے اس کو نزول اس لئے کہا ہے کہ بندہ اس عروج سے دربار حق میں نزول چاہتا ہے اور جب وہ مرتبہ التقاء وسط میں واقع نہ ہو تو جدھر نزدیک ہو گا اس جانب والا محبوبیت میں مقدم ہو گا اور محبت میں موخر ہو گا۔ مثلاً اگر جانب حق تعالیٰ زیادہ قریب ہو تو اس قرب کو جب بندہ کی طرف نسبت کریں گے تو تبادلی کہیں گے اور اگر مثلاً بندہ سے زیادہ قرب ہو تو اس قرب کو جب حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں گے تو تبادلی کہیں گے، چنانچہ اس کی شرح لطیفہ اصطلاح میں لفظ منازل کے ضمن میں مذکور ہو گی۔

لطیفہ ۳

معرفتِ عارف و متعرف و جاہل

(در بیان معرفتِ عارف و متعرف و جاہل)

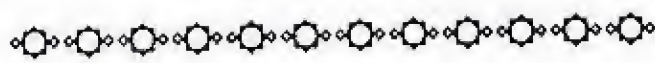
قال الاشرف:

المعرفة هي روية الحق في مراتب الظهور من الأفعال والصفات والذوات ووصف
من حيث الصدور۔

ترجمہ۔ اشرف (قدوة الکبر) کہتا ہے کہ معرفت یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ کیا جائے افعال و صفات و ذات
اور وصف کے مراتب الظہور میں باعتبار صدور کے۔

اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوة الکبر کی خدمت گرامی میں عرض کیا کہ اہل معرفت دارباب کشف
کا انتہائی درجہ حضور بیان فرمادیں۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ عارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ معرفت سے مراد معلوم مجمل کا صورت تفصیل
میں جاننا ہے مثلاً علمِ نحو یہ بتاتا ہے کہ فلاں عامل نقلی اور معنوی طور پر کیا عمل کرتا ہے، یہ جاننا گویا علمِ نحو کا برسپیل
اجمال جاننا ہے پھر ہر عامل کا تفصیلاً جاننا عبارتِ عربیہ کو بے توقف و تکلف پڑھنے کے وقت اور عامل کا اس
کے موقع پر استعمال کرنا یہ معرفتِ نحو ہے اور دوبارہ جاننے میں فکر اور تکلف سے کام لینا یہ تعریفِ نحو ہے اور
جاننے کے باوجود اس سے غفلت کرنا یہ سہو و خطا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
ذات و صفات کو تفصیلی صورتوں اور نئے نئے واقعوں میں دوبارہ پہچاننا بعد اس کے کہ اجمالی طور پر معلوم ہو چکا
ہے کہ موجود حقیقی اور فاعل مطلق اسی کی ذاتِ پاک ہے اور حجبِ تک توحید کا اجمالی علم نہ ہو تفصیلی مشاہدہ
نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا موحد تفصیلی صورتوں میں اور احوالِ متحدہ و متضاد کے وقوع میں جیسے نفع و نقصان، عطا
و منع میں قبض و بسط میں یا نقصان پہنچانے، نفع پہنچانے والے، معطی و مانع کی صورت میں قابض و باسط
کے حال میں صرف حق سبحانہ تعالیٰ کو سمجھتا ہو جھٹتا ہے بغیر کسی توقف و تکلف کے اور اے عارف کہتے ہیں جیسا کہ
فرمایا کہ عارف ایک آئینہ ہے جس میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ظاہر ہوتا اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہو گیا اور پھر
جلد اس خیال پر آگیا اور درمیانی چیزوں کی صورتوں میں فاعل مطلق کو پہچاننے لگا اُس کو متعرف کہتے ہیں عارف
نہیں کہتے اور اگر اللہ تعالیٰ سے بالکل ہی غافل ہوا اور افعال کی تاثیروں کو وسائل کے حوالہ کرے اُسے بھولا بھٹکا
اور مشرکِ خفی کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی توحید پر تقرر کر رہا ہے اور اپنے کو دریائے توحید میں مستغرق ظاہر کرتا ہے اور کوئی دوسرا
انکار کر کے اعتراف کرے اور کہے کہ اس کی باتیں وجد و حالت سے خالی ہیں بلکہ غور و فکر کا نتیجہ ہیں تو فوراً دوسرا نخبیدہ



ہو جاتا ہے اور غصہ دکھاتا ہے اور اس کی خبر نہیں رکھتا کہ یہ رنج منکر کے قول کا عین مسداق ہے کہ وہ: بعد اور حالت سے خالی ہے۔ فوراً فرمایا ہے

بہر تقدیر گویا ہست دلدار ہر اک تقریر میں گویا ہے دلدار
اگر اقرار باشد خواہ انکار اگر اقرار ہو یا خواہ انکار

ورنہ اس انکار کی صورت میں فاعل مطلق کو پہچان لینا تو منکر پر غصہ نہ کرتا۔

حضرت قدوة الکبر نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی قدس سرہ سے عارفوں کے مراتب کے سلسلہ میں وحشت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم کے ارشادات میں آیا ہے یعنی صاحب فصوص فرماتے ہیں عارفین کے کئی طبقات ہیں بعض اُن میں سے وہ لوگ ہیں جو باری تعالیٰ کی معرفت بذریعہ عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے وجود پر استدلال عقلی پیش کرتے ہیں یعنی اثر و فعل و موجودات کو دیکھ کر موثر و فاعل و موجد پر دلیل لاتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ حضرات ہیں جو حق کو حق سے پہچانتے ہیں جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے: معرفت ربی ہوئی (میں نے اپنے رب کی معرفت رب کے ذریعہ سے حاصل کی) اور عرفان حق کو حق سے حاصل کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کو آفتاب سے پہچاننا، اور حق کی تلاش عقل سے کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کے طلوع کو چراغ سے پہچاننا کہ جب صبح ہوئی چراغ دھما پڑ گیا جیسا کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے حضرت کیل سے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ صبح ہو گئی اور معرفت تو کشف کے بعد ہوتی ہے اور علم کشف سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہوتا ہے اور عارف وہ ہے جو اشیاء میں مشاہدہ حق کرے وہ اشیاء ظہور و جمال و تجلیات جلال حق کی آئینہ ہیں۔ چنانچہ بعض ارباب کشف کا قول ہے کہ میں نے جس چیز کو دیکھا اس میں اللہ کو دیکھا تو میں نے اس کی معرفت حاصل کر لی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ماسوی اللہ کو اس کے نور کے ذریعہ سے جانا۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ عارف کو چاہیے کہ تمام مظاہر کائنات اور موجودات میں انوار الہی کا مشاہدہ کرے، اگر کوئی نفع پہنچے تو سمجھ لے کہ اس میں اسم التافیح کی تجلی جلوہ گر ہے جو مجھے نفع پہنچا رہی ہے اور اس پر شکر ادا کرے اور اگر نقصان کا ظہور پایا جائے تو یہ جانے کہ اسم الضائع کی تجلی اس میں جلوہ گر ہے اور مجھے صرف مضر میں ڈالتی ہے اگرچہ بظاہر نقصان پہنچ رہا ہے حالانکہ بالحق نفع ہی نفع ہے سے

شعر

اگر دار وئی تلخ آرد طبیب جو کڑوی دوا بھی پلائے طبیب
بخور کا ندرو ہست نفع غریب تو پی لے کہ ہے نفع میں وہ عجیب

مطابق حالی | حضرت قدوة الکبر نے (تقریباً) فرمایا حضرت شیخ نظام الحق والدین کا ایک مرید کسی ایسے حکایت
گاؤں میں جہاں سے دہلی صرف دو منزل تھا، رہتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیا کے ارشاد کے مطابق اسی گاؤں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہ کر منازل سلوک کو طے کر رہا تھا اتفاقاً راہ سلوک

میں اس کو وقفہ پیش آگیا اس نے اس وقفہ کو دور کرنے کے لیے بہت کچھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، آخر کار حضرت پیر و مرشد سے رجوع کیا کہ اس کی دست گیری فرمائیں، حضرت تو ایک طبیب حاذق تھے آپ نے اس کے درد کا مادا کر دیا اور وہ وقفہ ختم ہو گیا خوش خوش وہ اپنے مقام پر واپس آیا اور پھر اپنے اشتغالِ ادا میں حسب سابق مصروف ہو گیا اور بہت جلد منازلِ سلوک کو طے کرنے لگا۔ ایک رات کے بعد وہ پھر ایک حجاب سے دوچار ہوا اس کے حصولِ مقصود میں پھر رکاوٹ پیدا ہو گئی اور اس کے حال کا آئینہ رنگ آلود ہو گیا۔ وہ پھر ضرورتاً آپ کی خدمت کی طرف رجوع ہوا کہ کہا گیا ہے کہ بیمار طبیب کی خدمت میں پہنچتا ہے۔

غزل

درد مندی میرود سوئی طبیب	جاتا ہر بیمار ہے سوئے طبیب
خانہ جواد می پر۔ بد غریب	پوچھتا گھر ہے سخی کا ہر غریب
ہر کسی را چشم کو رست میرود	آنکھ سے مغدور جاتا ہے وہاں
ہر کسی کو دارد از کحل عجیب	جس جگہ پاتا ہے وہ کحل عجیب
درد مندی را کہ می باید دوا	جسکو حاجت ہو دوا کی اسکو کاش
باید ادرا شربت اشرف نصیب	شربت دیدار اشرف ہو نصیب
بردش چون کعبہ مقصود ماست	اُن کا در جو کعبہ مقصود ہے
خاک بوسد ہر کہ او باشد بعیب	چومتا ہے ہر عقیل و ہر لبیب
جو ہری باید کہ داند جو بہت	قدر جو ہر جانتا ہے جو ہری
اشرف عالم نجیب است و نجیب	اشرف عالم ہیں اشرف اور نجیب

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے دردِ عالم کا اظہار کیا۔ آپ نے اپنی مذاقت کے بموجب اس کے مناسب حال اس کا تدارک فرمایا۔ مرید نے ہر چند کوشش کی لیکن اس مرتبہ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اس کا درد دوا پذیر نہیں ہے تو آپ نے مرید سے فرمایا کہ اب تدبیر صرف یہ ہے کہ صبر کرو اور اس وقت تک انتظار کرو کہ مفتوحِ الابواب اپنی رحمت اور کرم کا دروازہ تم پر کھولے۔ بے چارے نامراد مرید نے مایوس ہو کر اپنے گھر کی راہ لی، راستہ میں ایک گاؤں تھا وہاں ٹھہر گیا۔ ایک مسجد میں آیا اس مسجد کی چھت پر چند نوجوان بیٹھے خربوزے کھا رہے تھے، انہوں نے جب اس نوجوان صوفی کو دیکھا تو ازراہ تمسخر اس پر خربوزے کے پھینکنے لگے، جتنی بار اس پر پھینکے پھینکے جاتے کچھ نہ کچھ اس کی عقدہ کشائی ہو جاتی، یہاں تک کہ اس کی تمام دشواریاں جو اُسے ورپیش تھیں درجور کا دھیں راد سلوک کے طے کرنے میں سامنے آئیں، سب کی سب دور ہو گئیں اور پھر کوئی عقدہ باقی نہیں رہا وہ اس عقدہ کشائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا

لایا یہ نتیجہ تھا اس صبر کا جو ان نوجوانوں کے تسخیر پر اس نے کہا۔ اس کے راہ کی رکاوٹیں دور ہو گئیں
 حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب کوئی عارف اسم القہار کی تجلی کے محل میں آجائے تو اس کو چاہیے
 کہ وہ فوراً اسم الحفیظ یا اسم اللطیف کی تجلی کی پناہ میں آجائے لیکن یہ خیال رکھے کہ اگر وہ یہ دیکھے کہ حق
 تعالیٰ اسم "القہار" کی تجلی میں جلوہ فرما رہے تو پھر البیانہ کرے (پناہ طلبی میں دلیری نہ کرے) اس موقع پر
 حضرت قدوة الکبر نے (تقریباً) یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ بلبانی کا ایک مرید آپ کے فرمانے
 کے بموجب کسی کو ہستانی علاقہ میں ریاضت میں مصروف تھا۔ ایک دن ایک کالا سانپ اس کے سامنے
 پہنچ گیا۔ اس نے سانپ کو پکڑنا چاہا مگر سانپ نے اس کو ڈس لیا اور اس کا تمام جسم سوج گیا۔ اس نے
 اپنے شیخ کے پاس یہ خبر بھی کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور شیخ کے پاس لے گئے شیخ نے مرید سے کہا کہ تو
 نے سانپ کو کیوں پکڑا جو اس نے تجھے ڈس لیا۔ مرید نے کہا اے شیخ آپ نے فرمایا تھا کہ غیر خدا کچھ نہیں
 ہے میں نے اس سانپ کو غیر خدا نہیں سمجھا اور اسی سبب سے اسے پکڑنے کی جرأت کی۔ شیخ نے کہا کہ جب خداوند
 تعالیٰ تجھ کو لباس قدر میں نظر آئے تو اس وقت پہننا چاہیے اور اس کے پاس مت جا اور اگر ایسا کرے
 گا تو یہی حال ہو گا جو اس وقت ہوا ہے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ دیا اور اس کو اٹھا کر بٹھایا
 اور فرمایا کہ آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا تا دقیکہ اس کے جلال و جمال کی تجلی کو بھی طرح نہ پہچان لو۔ اس کے بعد
 شیخ نے دعا پڑھی جس کی برکت سے چڑھی ہوئی تمام سوجن دور ہو گئی۔ شفا پا کر وہ اپنے مقام پر لوٹ آیا۔
 حضرت قدوة الکبر نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ صوفیہ عظام اور عارفین متقدمین
 نے خواجہ منصور (حلاج) کے کمال حال میں کچھ نقصان اور کمی بتائی ہے۔ اسی لیے کہ انہوں نے رعایت
 شریعت کا لحاظ نہیں رکھا مینا اور اسم "القہار" کی تجلی سے اسم اللطیف کی پناہ میں نہیں آتے
 اسی لیے کہ وہ اولیائے کاملین اور اصفیائے صادقین جو درنا و الفنا کی صفت سے موصوف اور عزائم
 حقانیت و دقائق میں معروف و مشہور گزر رہے ہیں وہ اپنے احوال ذکیہ اور مقامات اعلیٰ پر ہمیشہ غالب
 رہے ہیں (منلوب نہیں ہوئے) اس موقع پر حضرت نے شیخ عبداللہ بلبانی قدس سرہ سے مروی یہ حکایت
 بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ عبداللہ کی حضرت شیخ زاہد البو بکر سے جو ایک صاحب کشف کامل اور
 معارف آگاہ تھے، بڑی بے تکلفی تھی اور ان سے اکثر ظریفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ عبداللہ
 کا بیان ہے کہ :-

شیخ منصور | ایک دن میں شیخ زاہد البو بکر کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم کہاں تھے
 کی ناکامی | اور کیا لائے ہو۔ میں نے تواضع اختیار کی اور خاموش رہا اور کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔ انہوں
 نے مجھ سے دریافت کیا کہاں سے آ رہے ہو میں نے عرض کیا کہ اللہ کے گھر سے آ رہا ہوں۔ یہ سُن کر انہوں
 نے فرمایا اے مردک! یہ کیا کہہ رہے ہو میں نے کہا میں غیر خدا نہیں ہوں (گفتم من غیر خدا نیستم) شیخ زاہد نے

فرمایا کہ تم نے پھر منصور کی بات کہہ دی۔ میں نے کہا کہ میں ایک آہ سے صد ہزار منصور پیدا کر سکتا ہوں۔ جیسے ہی میں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنا عصا میرے مارنے کے لیے اٹھایا میں نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور عصا کی زد سے نکل گیا۔ شیخ زاہد نے مجھے ایک موٹی سی گالی دی اور فرمایا کہ منصور کو سولی پر پڑھا دیا گیا اور وہ نہیں بھاگا اور تو صرف عصا کی ضرب سے ٹھکر کر بھاگ گیا میں نے کہا وہ منصور کی ناتوانی اور خامی تھی اگر پختہ اور کامل ہوتے تو بھاگ جاتے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دونوں باتیں ایک ہی ہیں جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے فرمایا کہ تو گھاس کھا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے گھاس کھائی ہے لیکن حیثیت کے سبزہ زار سے کھائی ہے۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھی طرح کھائی ہے اور خوب کھائی ہے آؤ میرے سجادہ پر بیٹھو اور اس سجادہ کی حفاظت کرو، میں نے تعمیل کی، پھر شیخ زاہد نے فرمایا کہ تم نے منصور کے بارے میں یہ کہا کہ ان کا دار پر چڑھنا اور نہ بھاگنا ان کی خامی اور ناتوانی کے سبب تھا، اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟ دس دلیل کی بنیاد پر یہ بات کہی، میں نے کہا دلیل یہ ہے کہ جو سوار اپنی شہسوار کی دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اس کا گھوڑا بدک جائے اور باگ مارتا ہے تو اگر ایسے موقع پر وہ گھوڑے کے سر کو پکڑ کر اس کو روک لے تو بے شک ایسے سوار کو ہوشیار اور چالاک کہا جائے گا اور اگر اس حالت میں وہ گھوڑے کو قابو نہیں کر سکا تو پھر وہ تمام جہان میں رسوا ہوگا۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے میرے قول کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ میں نے تم سے زیادہ دیدہ ور اور کسی کو اب تک نہیں پایا۔

حضرت درّیقیم نے بھڑکیم عرض کیا کہ عارف کے لئے یہ بات بہت اہم اور ضروری ہے کہ مظاہر خلیفہ میں بھی وہ شہود حقیقت سے غافل نہ ہو اور مصادر کو نہ (ذیادہ امور) میں مشاہدہ وجوب سے بیگانہ و غافل نہ ہو۔ سلاطین کے مظالم سے جو واقعی ظلم اور اندھیروں بادشاہوں کا انکار کرنا چاہیے یا اقرار؟ اس کے جواب میں قدوۃ الکبر نے حضرت شیخ بہار الدین نقشبند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا من ادعی المعرفۃ ولم یتذلل للاغنیاء فهو کذاب فی المعرفۃ۔ (جس نے معرفت کا دعویٰ کیا اور اس نے اغنیاء کے سامنے تواضع اختیار نہیں کی تو وہ معرفت میں جھوٹا ہے) کیونکہ جب عارف توحید حقیقی تک پہنچ جاتا ہے اور کثرت میں وحدت کے مشاہدہ سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ مکونات (مظاہر) عالم میں محبوب کے جمال و کمال کے علاوہ اور کچھ ظاہر نہیں ہے۔ پس دو لہندوں کے سامنے جو مظہر صفات غائبیں اگر تواضع اختیار نہ کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عارف میں اس شہود کا فقدان ہے (وہ کثرت میں وحدت کے مشاہدہ اور ہر چیز میں جمال و کمال حقیقی کے مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں ہے) یہ سن کر حضرت درّیقیم (پسر شیخ کبیر) نے عرض کیا کہ صبیح حدیث میں وارد ہے من تواضع اغنیاء لغناہ فقد ذهب له ثلثا دینہ (جس نے دولت مند کی تواضع اسکی دولت مندی کے سبب کی اس کے دین کا ۲ حصہ جاتا رہا) بظاہر دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے کہ اگرچہ بظاہر منہور حدیث منافی دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لغناہ کی تفسیر غنی کی طرف

پھرتی ہے کہ اسکی غنا ذاتی ہے اور دین میں نقصان اس لئے ہوتا ہے کہ جو غنا درحقیقت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی حالانکہ واقعہ میں یہ غنا اسکی غنا نہیں ہے چنانچہ لفظ لغنا سے یہ ظاہر ہے

شعر

غنی مطلقاً در جہان کردگار غنی دو جہاں میں ہے بس کردگار
غنا جائی دیگر بود مستعار غنا دوسری جا پہ ہے مستعار

عارف کی ہر فتوح کا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ عارف کو جو فتوح بھی پہنچتی ہے وہ جانتا ہے کہ اسکا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور جس کسی سے بھی اس کو فیض پہنچتا ہے تو اس کی عزت میں وہ مبدا فیاض کا مشاہدہ کرتا ہے عجیب بات تو یہ ہوگی کہ کوئی عارف فتوح کو قبول نہ کرے سوائے اس صورت کے کہ اس کو اندیشہ ہو کہ اس میں حرام مال کی آمیزش ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوة الکبریٰ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ زمانہ سابق میں ہرات میں کا فور نامی بادشاہ تھا اس نے بطور ہدیہ کچھ روپیہ اور ایک خط شیخ احمد اسلم طوسی کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے قبول نہیں کیا اور واپس کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے، جن لوگوں سے تم نے زبردستی اسے وصول کیا ہے انہی کو دے دو کیونکہ یہی بہتر ہے جب ناصر واپس بادشاہ کے پاس شیخ احمد اسلم کا پیغام لایا، کانور نے قلم درات منگایا اور پھر شیخ احمد کے نام خط لکھا کہ اے صاحب میں اپنے حق کا مال خواہ زبردستی وصول کروں خواہ نرمی سے لوں تم کو اس سے کیا غرض ہے شاید قرآن شریف میں تم نے نہیں پڑھ لیا ہے کہ **وَاللّٰهُ مَالِیَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) دیکھو ایسا کافور (اور درمیان میں کافور کہاں ہے؟) تم نے اس تذکرہ کو کیوں نہ قبول کیا؟ کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے خط و کتابت اور ہر ایک کا قول جب شیخ عبداللہ انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کافور کی یہ ایک معرفت کی بات اور خدا شناسی اسلم طوسی کی ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا! سبحان اللہ سبحان اللہ! گزشتہ زمانہ میں بادشاہ ایسے ہی ہوتے تھے کہ بادجو د کمال شان و شوکت کے وہ خود کو سوائے اس کے اور کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ قضا و قدر کے مظہر ہیں (اس کے علاوہ ان کا کمال ذاتی کچھ نہیں ہے) بلکہ وہ باین ہمہ عظمت و شہرت خود کو اسماء حق کا مقتضایاً کرتے تھے (یعنی ان کی شان و شوکت حق کی شان و شوکت کا ظہور ہے) اس زمانہ میں ان درویشوں اور صوفیوں سے بھی جو خود کو دریائے توحید کا غریق اور بحر وجد و کیف کا غواص کہلاتے رہتے ہیں ہرگز اس قسم کا عقیدہ ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں حضرت قدوة الکبر نے امیر تیمور (گورگان) کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر تیمور شہر سبزہ وار سے سمرقند جا رہے تھے اُس روز پانچ سو صاحب شوکت و ولایت امراء درو سائے ان کے ہمراہ تھے، امیر گھوڑے سے اتر پڑے، تمام امراء اور سردار بھی اپنی اپنی سواریوں سے اتر آئے۔ امیر تیمور کی خواہش تھی کہ وہ کچھ راستہ پیدل چلیں دو خوبصورت غلام انکی بغل میں ہاتھ ڈال کر انکو لے کر چلے کیونکہ ان کے پیروں میں لنگ تھا، جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے غلاموں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں خود چلوں گا۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا، امیر گر پڑے تین بار اسی طرح ہوا پھر غلاموں نے پکڑ لیا تب امیر تیمور نے اپنے امراء کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیمور ایسا بے کار لنگڑا ہے کہ اپنے آپ دو قدم بھی نہیں چل سکتا میری یہ شان و شوکت جو تم دیکھ رہے ہو میری طاقت اور شوکت نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی عظمت و جمال ہے۔ مجھے اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور میں بیچ میں نہیں ہوں،

حضرت قدوة الکبر نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بیان فرمایا۔ صاحبان بصیرت کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ یہ تمام کائنات اسما و اوصاف الہی کی مظہر ہے لیکن سلاطین کی مظہریت بالکل واضح اور زیادہ ظاہر ہے (ان کا مظہر اوصاف الہی ہونا زیادہ واضح ہے) شاہان زمانہ امر انجمن کے مظہر ہیں۔ ان کے مقاصد کا حصول ان کے لیے تدریجی نہیں ہے (وہ جب چاہتے ہیں اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے امر کو چاہتے ہیں (جس کے ذریعہ کائنات کا نظام قائم رہتا ہے) اسی لیے ان کے سامنے حدود و احکام اور مصلحتیں اور ان کے آداب کی رعایت بدرجہ اتم لازم ہے (آداب شاہی کو بجا لانا بے حد ضروری ہے)۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ عارف باللہ اپنی رفتار، گفتار اور کردار میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی نسبت سے غافل نہیں ہوتا بلکہ کھانے پینے، سوچنے، بولنے اور سننے میں بھی اس کو غفلت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا یہ پیکر غصری اور یہ ترتیب جسمانی اس پہلی کی طرح ہے کہ پس پردہ پہلی نچانے والا اس پر پردہ پورا نصرت رکھتا ہے۔ پردہ کے پیچھے سے جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے (اور اس پہلی کا اس حرکت میں کوئی دخل نہیں ہوتا، حضرت نظامی بخوی نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر

لعبت بازی پس این پردہ است پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پل بازیچہ بہ پردہ نشست اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا

قال لا شرف: التصرف في الحقيقة من الله تعالى لان الكمال في ان يتصدر
الافعال كلها بارادته واختياره اذ صدورها بلا اختيار و ارادة نقص والكمال
في ان يكون سميعاً وبصيراً ومتكلماً وموجداً الى سائر صفاته الذاتية والفعلية
والكمال في ان يكون جميع صفاته دائمة الثبوت ازلاً وابدأ اذا تخلف عن واحدة

منہا وقت ما نقص۔

ترجمہ: حضرت اشرف نے فرمایا کہ تصرف در حقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کیونکہ شان کمال اسی میں ہے کہ سارے افعال اس کے ارادہ و اختیار سے صادر ہوں کیونکہ بے اختیار و ارادہ افعال کا صادر ہونا نقص و عیب ہے اور شان کمال اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر و متکلم و موجد اور تمام صفات ذاتیہ و فعلیہ سے متصف ہو اور کمال اس میں ہے کہ اس کے تمام صفات ازلی وابدی ہوں ان میں سے کوئی بات بھی کسی وقت نہ ہوئی تو نقص و عیب ہے۔

حضرت قدوة الکبر حضرت نظامی گنجوی کے یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے۔

قطعہ

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پی و بازیچہ ہمردہ نشست	ادب سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا
دیدہ دل محرم این پردہ ساز	دل کو تو اس پردہ کا محرم بنا
تا چہ بردن آید این پردہ راز	تاکہ ملے راز کا تجھ کو پتا

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو جس قدر اپنی معرفت سے حصہ عطا فرماتا ہے تو اسی قدر بلا اس پر نازل کرتا ہے تاکہ وہ اس بلا کو اپنی قوت معرفت کے سہارے برداشت کرے جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کو معرفت سے کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اور بقدر معرفت اس پر بلا نازل کرتا ہے تاکہ وہ معرفت اس بلا کی برداشت کے لیے اس کی حمد و مداد بن جائے۔

عطا فرمودہ معرفت | حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت سے کچھ حصہ عطا فرماتا ہے تو اس کی معرفت کے مقتضیات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کی معرفت میں اضافہ کر دیتا ہے اور اگر وہ معرفت کے برخلاف عمل کرتا ہے تو اس معرفت کو عطا کردہ سے واپس نہیں لیتا تاکہ کل تباہی میں اس معرفت کے بموجب اس سے معاملہ کیا جائے لیکن پھر اس میں زیادتی اور اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو معرفت کے موتی اور کشف کے جواہر عطا فرماتے اور ان کو بندہ کے دل میں ڈال دے تو پھر وہ تانہ دل میں دوسری بیکارا شیا، کو نہ رکھے اور کسی غیر مراد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔

رباعی

دلی کو دران عشق جا میکند	وہ دل جس میں کرتا ہے عشق اپنی جا
مرادات عالم فنا می کند	ہر اک آرزو کی ہے اس میں فنا
اگر غیر حق را مکان دل کند	اگر غیر حق کا مکان دل بنت
دل و جان خود را ہبا می کند	دل و جان کو کر دیا بس ہبا

حضرت قدوة الکبر نے (تقریباً) فرمایا کہ فتوحات میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالعباس حریری فرماتے تھے کہ میں شیخ ابو عبد اللہ فرغانی کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا، انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے لئے (جو بیمار تھا) قصریہ خریدی تھی۔ قصریہ اس طرف یا بوقل کو کہتے ہیں جس میں مریض کا پیشاب طیب کو دکھانے کیلئے رکھتے ہیں تاکہ طبیب اس قصریہ یا قاروری کو دیکھ کر مریض کا مرض تشخیص کر سکے۔ راستہ میں ہماری ملاقات کچھ درویشوں سے ہو گئی، سب ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ وہاں کچھ کھا پی لیں۔ دل میں آیا کہ درویشوں کے ساتھ کچھ دودھ شکر خرید لیں، اس وقت دودھ کھیلنے کوئی ترن نہیں تھا تو لوگوں نے کہا کہ قصریہ ہی ہے ابھی ناپاک نہیں ہوئی ہے۔ دودھ اس قصریہ میں لے لیا جائے، جب درویشوں نے اس قصریہ سے بیٹھا دودھ پی لیا تو سب نے اپنا راستہ لیا اور اور دھڑ دھڑ چلے گئے۔ میں شیخ ابو عبد اللہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قصریہ شیخ کے ہاتھ میں تھی (گھر لے جا کر اس میں پیشاب رکھنے کا ارادہ تھا) خدا کی قسم! میں نے اور ابو عبد اللہ فرغانی دونوں نے یہ سنا کہ قصریہ سے آواز آئی کہ اے درویشو! اب کہ بھرتے ہو لیا، اللہ نے کچھ کھایا پیسا ہے (اور ان کے لب بھر سے مس ہو رہے ہیں) تو اب بھر میں پیشاب نہیں رکھا جا سکتا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس آواز کے آتے ہی قصریہ ان کے ہاتھ سے اچھل کر زمین پر گر گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اس حال کے مشاہدہ سے ہم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ ابوالعباس سے کہا کہ شاید تم نے اس قصریہ کی موعظت اور پند کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ بات نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو کہ اب اس میں پیشاب نہ رکھا جائے بہت سے ایسے ظوف ہیں کہ ان میں تم سے بہتر لوگوں نے کھایا پیسا ہے اور وہ ناپاک ہو گئے ہیں بلکہ اس سے مفقود تم کو تنبیہ کرنا تھا کہ جب کہ تمہارے دل خداوند تعالیٰ کی معرفت کے مقام بن گئے ہیں پس چاہیے کہ ان کو غیر کا مقام نہ بنایا جائے اور ان میں وہ چیزیں نہ رکھی جائیں جن سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قصریہ جو ہاتھ سے نکل کر ٹوٹ گئی اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہمیشہ اسی قدر شکستہ رہو۔ شیخ ابوالعباس نے از سر انصاف کہا کہ واقعی آپ نے جو کچھ کہا ہم وہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت قدوة الکبر نے شیخ سہل بن عبد اللہ تستری کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ :-

اللہ تعالیٰ نے زیر عرش مومن کے دل سے بہتر کوئی مکان اور مقام پیدا نہیں فرمایا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے عزیز اور قابل قدر پونجی مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ عطا نہیں کی ہے (معرفت خداوندی ان تمام چیزوں میں افضل و اعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خلق کو عطا فرمائی ہیں) پس عزیز ترین پونجی کو عزیز ترین مکان ہی میں رکھا جانا ہے۔ اگر عرش سے فرش تک کوئی اور مکان و مقام دل مومن سے زیادہ بہتر اور عزت والا ہو تا تو وہ اپنی معرفت کی عزیز ترین متاع کو اس میں رکھتا! پس وہ بندہ بڑا ہی بے ہمت اور خیس ہے کہ وہ اس مکان کو جو تمام مکانات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو عزیز ہے بغیر حق سے محروم کرے اور غیر حق میں مشغول رکھے اس لیے کہ مناسب نہیں جو دل اس کی نظر گاہ ہے اس کو غیروں کی نظر گاہ (منظر)

بنایا جائے۔ بزرگ اس سے ڈرا کئے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کے دیکھنے کی چیز کو غیر کے شغل میں ڈال دیا تو خدا انہوں سے مجھ سے حق تعالیٰ جدا نہ ہو جائے جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے ابراہیم میں نے تجھے اپنا دوست بنایا ہے پس اس بات کا خیال رکھ کہ تیرا دل میرے علاوہ کسی غیر کا مشاہدہ نہ کرے اگر کسی غیر کا گذر تیرے دل میں ہوا تو میں تجھ سے دوستی کو قطع کر لوں گا۔

حضرت قدوة الکبر نے شیخ ابو بکر نیر دیناراؤسی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے المحرفة لتحقيق القلب بوحدا نیة اللہ یعنی دل میں حق تعالیٰ کی وحدانیت کا متحقق ہو بانا معرفت ہے

عارف کون ہے؟ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ شیخ ابوتراب مجبھی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تاریک نہ کر سکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ خود کو لباس معرفت سے آراستہ کرنا اور دل میں عوفان کی بنیاد رکھنا جیسے بہتر ہے خواہ وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا کہ معرفت کے سبب سے بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود مریدوں اور مبتدیوں کے اخلاص سے بعد مرتبہ افضل و بہتر ہے، اس بارے میں حضرت شیخ ابوالحسن نورانی قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: عارف کی کچھ دیر کی معرفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابدوں کی ہزار سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بغیر معرفت کے عبادت کرنی مثالی نہیں کی گئی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ شریف حمزہ عقیلی نے ایک موقع پر مبلغ میں یہ بات فرمائی کہ زمانہ کے عارفوں کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی اور پردہ کار عالم کی معرفت رکھنے والوں کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اس کے درمیان جو ذرہ بھی موجود ہو اس کا اُسے علم ہو یا ملک میں کوئی چیز پیدا ہو یا حرکت میں آئے تو اس کی اُسے خبر ہو حضرت قدوة الکبر نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابن البرقی بیار تھے ان کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ایک حادثہ پیش آیا ہے جب تک اس افتاد کی تفصیل معلوم نہ ہو جائے تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ خبر آئی کہ قرامطہ نے حرم پر حملہ کر دیا ہے بہت سی مخلوق کو قتل کر ڈالا اور حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب انہوں نے کھایا پیار شیخ ابوعثمان مغربی نے یہ قصہ سن کر حضرت شیخ ابوعلی کا تب سے کہا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی (کوئی بڑا کام نہیں) بات تو جب ہے کہ یہ بتاؤ آج مکہ میں کیا ہو رہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آج مکہ میں تنواریں رہی ہیں (روانی ہو رہی ہے) آگ تلخ اور آل بکر کے درمیان جنگ ہو رہی ہے آل ظہر کے لشکر کا سردار ایک ایسا جوان ہے جو سینا گھوڑے پر سوار ہے اور سرخ عمامہ باندھے ہے۔ اس بات کو (تاریخ کے ساتھ) لکھ لیا گیا۔ جب سادات مکہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بیسہا ہی ہوا تھا جو کہ شیخ نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت قدوة الکبر نے اتنا تے گفتگو میں فرمایا کہ یہ شرط عارف کے لیے بکسیل غوم نہیں ہے کہ وہ

ہر وقت ہر بات سے آگاہ رہے، صفت عبودیت اور عالم بشریت سے متعلق ہوتے ہوئے اس سے اتنا کچھ نہیں ہو سکتا، بندہ پر وہی بوجھ رکھا جاتا ہے جو وہ اٹھا سکتا ہے کوئی نہیں اٹھا پاتا اور کوئی اٹھا لیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۚ
 وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ۚ
 تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنس پسند زبانا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔
 اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔

شعر

دانش جزو کل ز عادتِ اوست علم ہر شے کا ہے اسی کی شان
 عالم الغیب والشہادۃ اوست عالم الغیب ہے وہی سبحان

حضرت کا | حضرت قدوة الکبر نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ بعض خدام بارگاہ اور مخصوصانِ حضرت عزم حج جیسے حضرت نور العین، شیخ ابوالوفا خوارزمی و خواجہ ابوالکلام، شیخ الاسلام، بابا مبین اور شنگولہ یہ سب حضرات آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوئے۔ بندرگاہ روم سے جہاز میں سوار ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا، ہوگا کہ موافق ہوا کا چلنا بند ہو گیا تین روز اسی حال میں گزر گئے اور کسی وقت بھی باد موافق نہیں چلی اس صورت حال سے تمام ہمراہی پریشان ہو گئے۔ اس عرصہ میں حضرت قدوة الکبر پر ایک خاص کیفیت اور ایک عجیب حالت طاری رہی اس عرصہ میں آپ نے اپنے ان ملازمین خاص کی اس پریشانی کی طرف نظمی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ بس اداسے نماز اور اورادِ مخصوصہ اور وظائفِ معہودہ کے پڑھنے میں مصروف رہتے تھے لیکن آپ کے اصحاب کے خیال میں یہ بات میٹھی ہوتی تھی کہ آپ خود ایسا نہیں کر رہے۔ (یہ سب کچھ فعل اضطراری ہے) جب سب لوگوں کی بے قراری اور جہاز میں سفر کرنے والوں کا بجز و نیاز حد سے بڑھ گیا تو مجبور ہو کر حضرت قدوة الکبر کو اس حال سے آگاہ کیا گیا تو تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت مجذب و کشیرازی (حافظ شیرازی) یاد آ رہا ہے۔ اس کا شعر پڑھو (جو حسب حال ہے)۔

شعر

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ بر خیز کشتی شکستہ ہم ہیں چل اٹھ ہوا موافق
 باشد کہ باز بینیم آن یار آشنارا شاید کہ دیکھیں پھر ہم اس یار آشنا کو
 جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا اور آپ نے شعر تمام کیا اسی دم باد موافق چلنے لگی اور جہاز تیسری سے منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب جہاز نے کافی راستہ طے کر لیا تو اس فقیر یعنی غریب نظامِ یمنی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معرفتِ دل کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ اس وقت

۱۔ پٹ سرہ جن ۲۶ ۲۔ پٹ سرہ ال عمران ۱۴۹ ۳۔ جہان سے مراد بڑی باد بانی کشتی ہے

کوئی ایسا عارف ہوٹا تو اچھا ہوتا جو ہم کو عارفان و سالکانِ بحر کے بارے میں کچھ بتلاتا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت قدوة الکبر نے اس خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔
 فرزند نظام الدین اتنی آگاہی اور اتنی خبر تو اللہ تعالیٰ کے عارفوں کی نظر میں گھاس کٹے نیکے کے علم سے بھی کم ہے۔ ابھی یہ سلسلہ کلام جاری تھا کہ دریا کا پانی پھٹ گیا اور ایک شخص اس میں سے نمودار ہوا اور کہا کہ اسے نظام الدین میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عابدانِ بحر ہیں۔ (سمندر کے اندر عبادت کرتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ اور آپ لوگوں میں بھی مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کا طریقہ ہے جیسا کہ زمین کے اولیاء اللہ میں رائج ہے! انہوں نے جواب دیا کہ اس سمندر کے اندر ایک شہر ہے جس کو مدینۃ الاشرف کہا جاتا ہے اس شہر میں ایک شیخ ہیں جن کو در البحر کہا جاتا ہے وہ خود کو اشرفی سلسلہ کا ایک کترین غنیفہ کہتے ہیں۔ شیخ در البحر کے دس ہزار غفلس مرید ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں میرا نام ”کیکل“ ہے۔ تب میں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارے یہ خود کو جس ہستی سے منسوب کرتے ہیں وہ اس وقت اس جہان میں تشریف فرما ہیں۔ میری یہ بات کہتے ہی کیکل پانی سے باہر آ گئے ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ پریوں کے لباس کی طرح خفادہ اسی وقت حضرت قدوة الکبر کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے اور حضرت قدوة الکبر اسے ایک گھڑی تک مسنون کلام رہے لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ان حضرات کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکا۔

ایک شب تراویح | حضرت قدوة الکبر ایک سال رمضان کے مہینہ میں صلیحہ دمشق میں جامع مسجد میں ختم قرآن کی خانقاہ میں متکلف تھے۔ حضرات صوفیہ اور ارباب طریقت کی دمشق میں اتنی کثرت ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی ہے۔

شعر

چستانِ مجموعی بود کز اژدحام | کچھ ایسا تھا مجمع وہاں اک قدم
 درانجائی مردم نمیداشت گام | نہ رکھتا تھا کوئی وہاں ایک دم
 اس بات سے سیاحانِ زمانہ اور وہاں کے آنے والے بخوبی واقف ہیں، وہاں کے تمام اکابر صوفیہ، فضلا اور فقرا اس ارشاد کے مطابق کہ من صلی خلفا امام تقی فکانما صلی خلف امام النبی (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے کسی نبی (علیہ السلام) کی امامت میں نماز ادا کی) حضرت قدوة الکبر کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک رات میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ یعنی اgram پسند لوگ اتنی دیر کھڑے رہنے کی زحمت برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ختم قرآن کی سعادت سے محروم رہتے تھے لیکن عبادت گزار حضرات اس طرح کے قیام کو اپنی مزاج سمجھتے تھے تقریباً ایک سواہل کمال اس طرح شریک ہوتے تھے۔ جب عید کا چاند ہوا تو

دشمن والے دنیاوی مشاغل میں لگ گئے ہر طرف سے طبل و نقاروں کی آوازیں آنے لگیں سے
گمان شد کہ آمد اسرافیل صور
اسرافیل نے گویا پھونکا سے صور

اور جیسا کہ شہر کے لوگوں کا قاعدہ ہے عام شور و غل بڑھ گیا، حضرت قدوة الکبر پریشان ہو گئے اور ایک زور کا
نعرہ لگایا اور اس کے بعد مراقبہ میں مستغرق ہو گئے ایک گھڑی تک آپ کی یہ کیفیت رہی ہے

شعر

بدر یائی حیرت فرد بردہ سر تحیر کے دریا میں ڈالا جو سر
ز صحرائی فکر ت بر آوردہ بر تفکر کے صحرا سے نکلے بدر

ایک گھڑی کے بعد آپ اس عالم تحیر سے باہر آئے تو فرمایا کہ رہنما کی بیسیوں تاریخ سے
مجھے عالم مشاہدہ میں ڈال دیا کیا تھا اور میں اسرار الہی کے معاینہ میں مشغول و منہور تھا اس تمام
مدت میں مجھ پر بے خودی طاری رہی مجھے یا نہیں کہ ان ایام میں نمازیں ہیں اور اگر سکھوں یا نہیں انہیں
نے عرض کیا کہ حضرت قدوة الکبر اسے آداب نمازیں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں
فرد گزشتہ نہیں ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا الحمد للہ! اشرف کے وقت کو بھی شیخ اکبر اور سیدہ عائشہ
شیخ جنید بغدادی کے اذقات کی طرح (فرد گزشتہ) سے محفوظ رکھا گیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد
فرمایا کہ فتوحات مجیکہ کے چالیسویں باب میں مذکور ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آپ سے
باہر کر دیا اور ایک غرض مجھ پر گزاردیا کہ میں باجماعت نماز ادا کرتا تھا امام ہوتا تھا اور نماز کے تمام
ارکان جیسا چاہئے بجا لاتا تھا لیکن مجھے اس کا کچھ شعور نہیں تھا نہ جماعت کا اور نہ مقام کا نہ عالم محسوس
سے مجھے کسی چیز کی خبر ہوتی تھی۔

یہ ہیں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ حال سے افاتہ کے بعد مجھے اس سے خبردار کیا گیا۔ مجھے
خود اس کا کچھ علم نہیں ہوا جو کچھ اس مدت میں واقع ہوا وہ ایک سو سے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھا
کہ اس کو اپنی ان حرکات کا علم نہیں ہوتا ہے جو اس سے صادر ہوتی ہیں۔ مجھے یہ علم ہو گیا کہ حق تعالیٰ
نے میرے اذقات کو محفوظ رکھا ہے اور میرے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت شبلی کے ساتھ کیا تھا کہ اذقات
نمازیں ان کا شعور واپس آ جاتا تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو خود اس کا شعور تھا یا نہیں۔ اس
بات کو حضرت جنید قدس سرہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا

الحمد لله الذي لم يجر علي لسان ذنب (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زبان گناہ

اس پر جاری نہ فرمائی)

از خود رفتہ کے | اس موقع پر حضرت درہم نے عرض کیا کہ جب کوئی شخص از خود رفتہ ہو جائے
افعال ظاہری تو اس سے افعال ظاہری کس طرح سرزد ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک تو
اس طرح کہ مانتیکہ اس سے یہ افعال ظاہری کراتے ہیں اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور دوسرے یہ
کہ جب اعضاء و جوارح عادی ہو جاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ فقدان شعور کے باوجود کاربائے مینہ
ان سے سرزد ہوں (بطور ملکہ وہ کام انجام دیتے ہیں)۔

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ فوائد معرفت کے سلسلہ میں حضور کچھ عنایت فرمائیں (بیان
فرمائیں) حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ پیر ہدی (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) شیخ ابی عبداللہ
باکو سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا ہے کہ احمد بن حسین بن منصور حلاج نے تجند میں بیان
کیا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو کسی کام میں لگا لو
قبل اس کے کہ وہ تم کو کسی امر میں ڈال دے۔

شعر

اگر نفس خود را نہ آری براہ کیا گر نہیں نفس کو رواہ
برو تا ترا انگشت زیر چاہ تو جاتا کہ ڈالے تجھے زیر چاہ
میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے تو انہوں نے کہا کہ جس وقت کہ سارا عالم کام میں لگ جائے تو اس چیز
میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ کوئین کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا
معرفت حق سبحانہ تعالیٰ۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عارف خلق خدا کی موافقت میں حق تعالیٰ
کی پرستش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خالق کی موافقت میں کام کرتا ہے اور پھر معرفت اس پردہ کو چاک
کردیتی ہے جو بندہ اور خالق کے درمیان ہوتا ہے۔

شعر

بر در یقین پردہ ہائی خیال یقین پھاڑتا ہے حجاب خیال
نماند سرا پردہ الاجلال سرا پردہ رہتا نہیں جز جلال
عارف کو چاہیے کہ وہ عوام کے ساتھ سنی طریقہ پر رہے اور خواص کے ساتھ عارف بن کر اپنی
ذات کے ساتھ موجد بن کر اور اپنے نشان کے لحاظ سے گم ہو کر رہے۔

شعر

سلاطین عزلت گدایانِ حی تجرد کے شاہ و گدائے الہ
منازل شناسانِ گم کردہ ہی منازل سے آگاہ گم کردہ راہ

شیخ مرتعش سے منقول ہے کہ میں نے اس وقت تک اپنے کو باطن میں خاص کی صورت میں نہیں دیکھا جب تک ظاہر میں خود کو نام کی طرح نہیں دیکھا۔ اس نام سے مراد وہ عمومیت نہیں ہے جس کو عوام کہتے ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد تہذیب اور تربیت وسطیہ ہے۔

حضرت درنیم نے عرض کیا کہ معرفت رسمی کے کیا فائدے ہیں؟ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ پیر ہروی (خواجہ عبداللہ انصاری) سے منقول ہے کہ کوئی چیز جسم نہیں پاتی ہے مگر عارفانہ معرفت سے نہ تصدیقی معرفت سے۔ شیخ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں: معرفۃ رسمیۃ کقطرۃ دسمیۃ لا علیلا تشفی ولا غلیلا تسقی۔ رسمی معرفت چکنائی کی بوند کی طرح ہے نہ اس سے غلیل کو شفا ہو سکتی ہے اور نہ وہ پیاسہ کو سیراب کر سکتی ہے، لیکن نجات معرفت رسمی سے بھی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ۔ حضرت قدوة الکبر نے ارشاد کیا کہ معرفت عواطف الہی کے دریاؤں کا ایک موتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطائف نامتناہی کی معادن کا ایک جوہر ہے۔ دیکھئے وہ کون سا سعادت مند ہے جس کے احوال کے تاج کے لئے یہ دُر التاج بنتا ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس موتی کو اپنی دُر جہ دل میں بطور امانت سنبھال کر رکھے۔

قطرہ

در دُر جہک دلی کہ بود در معرفت
آن دل بہ از ہزار جہا نیست بالیقین
از صد ہزار عالم و از ہر چہ در ولیست
بہر تو گرد ہند ہمین معرفت گزین۔

جس پاک دل کے خانہ میں ہو در معرفت
وہ دل ہزاروں خلق سے بہتر ہے بالیقین
لاکھوں جہان اور جواہریں سے دیں اگر
کہ معرفت قبول فقط اور کچھ نہیں۔

اسے عزیز بزرگوارانہ مردہ ہے جو مقصد کو بین کو ترک کر دے اور معرفت الہی میں مستغرق ہو جائے۔ اور کامل وہ شخص ہے جو تعلیم کے وجود کو نہیں رکھتا (دونوں عالم سے اس کو سروکار نہیں ہے) اور حقوق معرفت و عرفان کو ادا کرتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ :-

شیخ محمد بن یوسف عشاکی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور صبح تک وہاں رہتے اور بار بار کہتے الہی؟ مجھے یا تو اپنی معرفت اور شناسائی غطا کر دے یا پھر اس پہاڑ کو حکم دے کہ وہ میرے سر پر ٹوٹ پڑے۔

شعر

مرا بار کو ہی کہ چنداں بود
مجھے کوہ کا بار چنداں نہیں
ز بار فراق تو آسان بود
جدائی مگر تیری آسان نہیں
تیری آشنائی اور شناسائی کے بغیر میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند بوڑھے مقام ابراہیم علیہ السلام پر بیٹھے ہیں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ قاری نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کی۔ میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا میں وہیں چھینے اور فریاد کرنے لگا۔ بوڑھوں نے قاری سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اسے جوان! تجھے کیا ہو گیا کہ تو فریاد کرنے لگا اور ابھی تو قاری نے ایک آیت کی تلاوت بھی نہیں کی ہے۔ میں نے کہا کہ بسم اللہ کے کچھ معنی مجھے معلوم کرادیئے ہیں جو وجد کا سبب ہوا سب نے کہا کہ تم کو کیا معنی بتاتے گئے۔ میں نے کہا باسمہ قامت السموات والارض باسمہ قامت الاشياء وکفی باسم اللہ سہما عا (اس کے نام سے تمام آسمان اور زمین قائم ہوتے اور تمام چیزیں اس کے نام سے قائم ہوتیں۔ پس اللہ کا نام سن لینا کافی ہے) یہ سنتے ہی تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے پیچ میں مجھے بٹھا لیا اور میری بہت عزت و توقیر کی۔

شیخ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ کلمہ معظمہ میں یہ دعائیں کیا کرتا تھا:-

یار رب مجھے اپنی معرفت عطا فرما ورنہ میری جان بے لے کہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک ماہ کے روزے رکھو اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔ روزے ختم کرنے کے بعد تم چاہ زمزم پر جانا اور پھر وہاں اپنی حاجت طلب کرنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک ماہ گزر گیا تو میں زمزم پر آیا اور دعا کی۔ چاہ زمزم سے ہاتھ نے مجھے پکار کر کہا۔ یا ابن یوسف اختر من الامرین واحدا ایھما احب الیک العلم مع الغنی والدنیا والمعدۃ مع الفقر (مے ابن یوسف تم کو اختیار دیا جاتا ہے ان دو باتوں میں سے ایک جو تم کو زیادہ پسند ہو اختیار کر لو۔ علم دولت و دنیا کے ساتھ یا معرفت فقر اور فقر کے ساتھ) میں نے کہا کہ میں معرفت ملت و فقر کیساتھ اختیار کرتا ہوں پس چاہ زمزم سے آواز آئی کہ تمہیں عطا کیا، عطا کیا۔

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ جب عارف کو وجدان میسر آجاتا ہے اور وہ کمالات سے موصوف ہو جاتا ہے تو اس کے ان کمالات کے آثار میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ نسبت غالب رہتی ہے۔ چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ علی ابن سہیل اصفہانی کو تحریر کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ ابو عبد اللہ سے دریافت کرو کہ تم پر کون سی چیز غالب ہے۔ چنانچہ علی ابن سہیل نے اپنے شیخ سے یہی سوال کیا ان کے شیخ نے فرمایا ان کو کھردر و کھردر و کھردر علی امیر کلہ (اللہ جل شانہ اپنے کام پر غالب ہے)

حضرت قدوة الکبر نے اکابر صوفیہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ عالم تم کو سرکہ اور خنظل چکھاتا ہے اور عارف تم کو مشک اور عنبر کی خوشبو سونگھاتا ہے۔ العالم ید یقلک الخنظل والعارف یشمک المسک العنبر

اس سلسلہ میں حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ علماء چونکہ احکام تکلفی (تشریحی) کے بیان کے منہ پر نہیں (وہ احکام شریعت بیان کرتے ہیں) اس سلسلہ میں ان کے نفس کو جو کفایت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو انہوں نے عقل و غفل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ارباب معرفت اور اصحاب دہد ان حیات اعلیٰ اور حقیقی کے چشمہ کے دھانہ پر پہنچ گئے ہیں اور حضرت فخر علیہ السلام کی طرح احوال شریفہ کے آب شیریں سے آسودہ ہیں اکابر کی ہم نشین اور ان کے فیض صحبت کے باعث ان کے احوال سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی جمعیت خاطر سے جو بہت ہی خوشبودار ہے متاثر ہیں (اثر پذیر ہیں) اس لیے ان کی فیض رسانی کو مشک و عنبر سونگھانے سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت دریشیم نے قدوة الکبر کی خدمت میں عرض کیا کہ تارک دنیا زاہدوں کے مراتب اور خدا پرست عارفوں کے مناصب کے مابین کیا فرق ہے؟ کہ زاہد صرف دنیا کو ترک کیے ہوئے ہے اور عارفان حق آخرت کے بھی خواہاں نہیں! سوائے ذات حق کے۔

حضرت قدوة الکبر نے جواب میں فرمایا کہ ادنیٰ ترین فرق وہ ہے جو ایک ذرہ اور آفتاب میں ہے اس لیے زاہد کا مقصود آخرت کی لذتوں سے محفوظ ہونا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے جب کہ عارف کی خواہش اور آرزو مولیٰ کی تجلیات اور جلالِ الایزال کا نظارہ کرنا ہے۔

مصرعہ :- بہ بین تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

تو دیکھ راستہ کا فرق ہے کہاں سے کہاں

حضرت قدوة الکبر جامع صالحہ دمشق میں تشریف فرما تھے ایک صاحب جو اوصاف عابدانہ اور کمالِ زاہدانہ سے متصف تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا :-

شعر

سیر زاہد ہر مہی یک روزہ راہ ماہ بھر زاہد چلے اک دن کی راہ

سیر عارف ہر دمی تا تحتِ شاہ سیر عارف ہر گھڑی تا تحتِ شاہ

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ عالی کے ایک مجذوبوں میں سے ہیں اور وہ بارگاہ حق تعالیٰ کے ایک محبوب بندے ہیں وہ مجھ فقیر کے ساتھ نیاز مندی کا تعلق رکھتے تھے ایک مدت تک ہماری ان کی صحبت رہی ہے ایک روز ہم سہراہ بیٹھے تھے کہ اہل معارف اور زاہدوں کے مراتب کی بات ہونے لگی۔ خواجہ حافظ شیرازی نے یہ شعر پڑھا ہے

شعر

زردی دوست دل دشمنان چہ دریابد رخ حبیب سے دشمن کے دل کو کیا حاصل

چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا چراغِ مردہ کہاں شمعِ آفتاب کہاں

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ کسی نے شیخ جعفر خلدی سے دریافت کیا کہ عارف کون ہیں

معرفت ذاتیہ اور معرفت صفاتیہ۔ صفات کے عارف کی زبان دراز ہو جاتی ہے اور ذات کے عارف کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ یعنی جب بندہ نے کُل کی نفی کی البتہ جزر وجود کُل میں داخل تھا اور وہ بھی حقیقت نفی میں ہے اور حقیقت مثبت چاہئے کہ شے کا اثبات کر سکے۔ نفی میں اثبات کا حکم اُس سے اٹھ گیا، ضرور زبان کا گونگا ہو گا اور جب نفی کے جھگڑ سے سر کو باہر لاتا ہے اور اثبات کے کوچہ میں آتا ہے تو احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے۔ کوئی احکام شریعت کی باریکی اُس سے نہیں چھوٹی باغیچہ دل بے حد شاد رہتا ہے اور نور بصیرت انوار الہی کے مشاہدہ اور اسرار نامتناہی کے معاشرے سے مسرور ہوتا ہے تو ضرور یہ کہنا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہو گئی اس کی حالت ہو جاتی ہے۔

قطعہ

بڑی ہیبت سے ہے خجبر کو کھینچا
سر عارف کو گتہی بار کا ظما
پیا اسکی صفت کا جب پیال
گریبان خودی سے سر نکلا

کشیدہ خجری از ہیبت ذات
دریدہ فرق عرف را بکرات
چو از جام صفاتش می چشیدہ
ز جیب لا ابالی سر کشیدہ

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی (قدوة الکبر) نے نہایت معرفت کی اس طرح تعریف فرمائی کہ نہایت معرفت حق کا پانا ہے اس طرح کہ اس سے یہ وصف معرفت کبھی جدا نہ ہو جس طرح سے بینائی آنکھ سے اور سماعت کانوں سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔

جمع میں غرق ہیں اور فنا کے عالم میں پہنچ کر اس طرح ناجیز اور اس میں مستہلک ہوئے ہیں کہ ان کو ساحل تفرقہ و بقا سے کوئی خبر نہیں ملی ہے۔ حال جمع سے نکل کر حال تفرقہ میں نہیں پہنچے ہیں۔ سالکان گنبد غیرت اور دیار حیرت کو طے کر نیوالے حضرات کے زمرہ میں تو یہ حضرات شامل ہو گئے ہیں لیکن درجہ کمال کے وصول کے بعد درجہ کی تکمیل ان کے سپرد نہیں کی گئی ہے اور یہ بحر حیرت میں اس طرح مستغرق ہوئے اور منزل نمایاں اس طرح پہنچے کہ پھر کسی کو ان کی خبر نہیں ملی۔

گردہ سالکان | حضرات سلوک بھی دو قسم کے ہیں ایک تو طالبان مقصد اعلیٰ، یہ مریدان وجہ اللہ میں جن کے بت میں کہا گیا ہے یُوْبِدُّوْنَ وَبُحْبُطُوْا (وہ اس کے دیدار کے خواہاں ہیں) دوسرے گردہ سالکان متوسلہ سفلی کا ہے یہ مریدان آخرت ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا رُوْمُکُمْ هُنَّ یُوْبِدُّوْنَ الْآخِرَةَ هُنَّ (وہ آخرت میں ت

طالبان آخرت ہیں)

طالبان حق کے دو گردہ ہیں | ۱۔ متصوفہ۔ ۲۔ ملا متیہ

متصوفہ:- یہ وہ جماعت یا گردہ ہے کہ بعض صفات نفسانی سے ان کو رہائی مل گئی ہے اور صوفیہ کے بعض اوصاف و اقوال سے متصف ہو گئے ہیں اور صوفیہ کرام کے احوال کی نہایت سے ان کو آگاہی حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن ابھی تک کچھ نفسانی صفات کے دامنوں میں جو ان کے اند باقی رہ گئے ہوں ابھی ہوئے ہیں جس کے باعث اہل قرب کی نہایت و غایات تک وصول سے محروم ہیں۔

ملا متیہ:- یہ وہ جماعت ہے جس کے افراد صدق و اختصاص کے قاعدوں کی محافظت اور اخلاص و محبت کے معنی کی رعایت میں انتہائی جد و جہد کرتے ہیں لیکن اپنی طاعات کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے نیک کاموں کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کرنا اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں باوجودیکہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کچھ بھی فرد گذاشت نہیں کرتے ہیں اور تمام فضائل و نوافل پر کار بند رہنا اپنے لئے لازم جانتے ہیں ان کا مشرب ہر حال میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کی لذت اسی میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ ان کے کاموں اور حالتوں کو دیکھے جس طرح گنہ گار گناہ کے ظاہر ہو جانے سے بچتا ہے اسی طرح یہ حضرات اپنی بندگی کے ظہور سے گریزا کا گمان ہے بچتے ہیں تاکہ قانون اخلاص بگڑنے نہ پائے۔

حضرت قدوة الکبر نے تقریباً اس شعر کے مضمون کو ارشاد فرمایا ہے

بیت

چور وئی پرستیدن تہ در خداست عبادت تری گر ہے بہر خدا
اگر جبرئیل تہ بسند رواست تہ جبرئیل دیکھیں اُسے ہے روا

۱۔ پٹ سورہ انعام ۵۲ ۲۔ پٹ سورہ آل عمران ۱۵۲

بعض حضرات نے طبقہ ملامتہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الملامتی ہوا الذی لا یظہر خیرہ
لا یُخسر شرہ (لامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو چھپاتے) قال
اکاشاف الملامتی ہوا الذی لا یظہر خیرہ و شرہ ۱۔ اثرن کہتا ہے کہ ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو
ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے ملامتی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ملامتی وہ گروہ ہے کہ جو کچھ ان
کے باطن میں ہے وہ اپنے ظاہری احوال سے اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ باطن کا کوئی اثر ظاہر سے نمایاں
نہیں ہوتا اور یہ ایک بہت ہی اعلیٰ گروہ ہے یہ اپنے اطوار سے بڑے بوڑھوں کی نقل کرتے ہیں۔
خود کو بوڑھا اور نامرد ظاہر کرتے ہیں اور شرح اس کی یہ ہے کہ ملامتی حجب اخلاص کا مزہ حاصل کر لیتا
ہے اور صدق اس کے اندر متحقق ہو جاتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کے احوال سے اس کے
حسن و جمال سے اور اس کے اعمال سے آگاہ ہو۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب میں سفر روم کی مسافت طے کر رہا تھا وہی روم جس کے
بارے میں کہا گیا ہے ما دخلہ المعصومہ اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا، تو جنگل میں ایک شخص
کا ساتھ جو گیا۔ مجھے قطعاً پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے اور کس قسم کی عبادت
کرتے ہیں آخر کار مدت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک دل کمال ہیں۔ اور فقیر کے ساتھیوں میں کمال
جوگی اسی طبقہ سے ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بار شہر سبزوار کی جامع مسجد سے گذر رہا تھا قریب ہی ایک باغ گلہاڑ خانہ
سے آراستہ تھا بڑی عمدہ عمدہ رویش اور پھولوں کے تختے کھلے ہوئے تھے، ایک شخص پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا
اور اس کے پہلو میں ایک حسین و جمیل عورت تھی اور صراحی سامنے رکھی تھی اور طرح طرح کے ماکولات
موجود تھے اور وہ کچھ شعر گنگنا رہا تھا اور خوب ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی تھیں ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان
شراب پیئے ہوئے ہے اور لہو میں مبتلا ہے نشہ میں چہک رہا ہے یہ سب کچھ نفس المارہ کا کرشمہ ہے
آخر کار یہ پتہ چلا کہ وہ عورت اس کی بیوی تھی اور صراحی میں شربت گلاب تھا جو پی رہے تھے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ ملامتی صوفیہ کا گروہ عزیز الوجود اور شریف الحال ہونے کے باوجود
چونکہ ان سے کلی طور پر وجود حقیقہ کا حجاب دور نہیں ہوتا اس لیے وہ جمال و جید کے مشاہدہ اور ذل
توحید کے منائیمہ سے محجوب رہتے ہیں کیونکہ خلق کی نگاہ سے اس درجہ اعمال و احوال کو چھپانا ٹھیک طور
پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ خلق اور اپنے نفس کے وجود کو دیکھتے ہیں جو حقیقت توحید کے خلاف ہے اور نفس
بھی حال اغیار سے ہے وہ لوگ اب تک اپنی حالت کو دیکھتے ہیں اپنے اعمال و احوال کے مشاہدہ و انکار
کو پوری طرح نہیں نکال رہے۔

ان کے اور صوفیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ عنایت ایزدی کی بدولت صوفیہ کو اپنے وجود سے بطور کلی بہائی لگتی ہے اور خلقی کا اور انانیت کا حجاب ان کے مشاہدہ (شہود) کی نظر سے پورے طور پر اٹھایا گیا ہے۔ پس بے شک و شبہ یہ حضرات طاعات و بندگی اور صد درخیزات (اعمال خیر) میں خود کو اور مخلوق کو اپنے درمیان نہیں پاتے ہیں اس طرح نظر خلق کی اطلاع سے محفوظ و مامون رہتے ہیں اور وہ اپنے احوال کے انخفا اور سزا احوال میں کسی خاص بات کے پابند نہیں ہیں اگر وہ اظہار بندگی کو مسلمات و نعت سمجھتے ہیں تو اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اور اگر اس کا انخفا مناسب سمجھتے ہیں تو اس کو چھپاتے ہیں۔ پس ملائقیہ مجلس ہیں دلام کے زیر کے ساتھ اور صوفیہ مخالف ہیں دلام کے زیر کے ساتھ، ارشاد ہے کہ ان اخلصہم بخالصتہ دہم نے ان کو خالص کر دیا ہے نعمت خاص کے ساتھ ان کا وصف حال ہے

طالبان آخرت کے
چار گروہ ہیں

۱۔ زہاد ۲۔ فقراء ۳۔ خدام ۴۔ عباد

زہاد :- یہ وہ لوگ ہیں جو نور ایمان و ایقان سے جمال آخرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو صورت قبیح میں دیکھتے ہیں اور یہ حضرات فنا ہونے والی بیہودہ رذیت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہمیشہ رہنے والی حقیقی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں اور ان لوگوں کی صوفیہ سے علیحدگی یہ ہے کہ زاہد اپنے حظ نفس کے سبب حق سے حجاب میں رہ جاتا ہے کیونکہ بہشت حظ نفس کا مقام ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے رَبِّهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ سَعَا (اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے گا) اور صوفی تو جمال ازل کے مشاہدہ اور ذات لم یزل کی محبت میں دونوں جہاں سے محجوب ہوتا ہے جس طرح دنیا میں اس کو رغبت نہیں رہتی اسی طرح آخرت سے بھی اس کی رغبت ختم ہو جاتی ہے پس صوفی کا زہد میں جو مرتبہ اور درجہ ہے وہ اس زاہد کے مرتبہ سے جدا گانہ ہے کہ جس سے خواہش نفس بالکل علیحدہ ہے۔ فقراء :- یہ ایسا گروہ ہے جو دنیاوی ساز و سامان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور جنہوں نے فضل و کرم ایزدی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر سب چیزوں کو ترک کر دیا ہے ترک اسباب دنیاوی کا باعث ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔ پہلی چیز اور پہلا باعث تو حساب میں تخفیف یا خوف عذاب ہے کہ طلال چیزوں کے صرف کا حساب ہوگا۔ اور حرام چیزوں پر عذاب و غناہ، دوم یہ کہ توفیق فضل ثواب میں اور رغبت میں اغنیاء سے پہلے داخل ہونے کی امید میں کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ سوم یہ کہ سکون دل و اطمینان قلب نصیب ہوتا کہ حضور دل کے ساتھ زیادہ عبادت کی جاسکے۔ فقراء کا ملائقیہ و متصوفہ سے فرق اس میں ہے کہ وہ طالب بہشت اور اپنے حظ نفس کے خواہاں ہیں اور یہ حضرات حق تعالیٰ اور اس کے قرب کے خواہاں ہیں اور اس

مرتبہ کے سوا فقر میں ایک مرتبہ اور مقام ایسا ہے جو علامتہ اور متصوفہ کے مقام سے بلند اور ور ہے۔ اور وہ خاص صفت صوفی کی ہے اس لیے کہ صوفی کا مرتبہ اگرچہ فقر سے ورا اور بلند ہے لیکن اس کے مقام کا خلاصہ اس کے مقام میں موجود ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ صوفی کے لیے شرط ہے کہ وہ جملہ شرائط و لوازم کے ساتھ مقام فقر سے عبور کر چکا ہو۔ اب وہ جس مقام پر اپنے اس مقام سے نرنی کرے گا اس کے لغوی اور صفائی اضافہ ہوگا اور وہ زیادہ نمایاں ہوگا اور ہر مقام پر وہ اپنا رنگ دکھائے گا۔

پس فقر صوفی کے مقام میں یعنی فقر صوفی کے اندر ایک مزید وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ صوفی میں یہ فقر تمام اعمال و احوال و مقامات میں اس کی ذات سے سلب نسبت بن جاتا ہے اور پھر کسی چیز پر اس کا تملک باقی نہیں رہتا۔ اس طرح کہ وہ کسی کام میں یا اپنے کسی حال میں اور کسی مقام میں خود کو موجود نہیں پاتا۔ اور اپنی ذات سے عمل، حال اور مقام مخصوص نہیں گردانتا بلکہ وہ خود کو بھی بھول جاتا ہے ان احوال میں اپنی ذات کو کارفرما نہیں پاتا۔ پس اس صورت میں نہ اس کا وجود رہتا ہے، نہ ذات اور نہ صفت وہ خود موجود و مفاد و فنا کی منزل پر ہوتا ہے۔ یہی وہ فقر ہے جس کے فضائل میں مشائخ کرام نے بت کچھ فرمایا ہے۔ اس سے قبل جو کچھ فقر گئے بارے میں کہا گیا ہے وہ فقر رسمی ہے اس فقر کے بارے میں شیخ عبد اللہ خفیف قدس سرہ فرماتے ہیں۔ الفقیر عدم الاملاک والخروج عن احکام الصفات (مالکیت کا نہ ہونا اور احکام صفات سے باہر ہونا فقر ہے) یہی فقر کی جامع تعریف ہے فقر کی رسم و حقیقت دونوں کو شامل ہے۔ بعض مشائخ نے فقر کی تعریف اس طرح بھی کی ہے الفقیر هو الذی لا یملک ولا یملک (فقر وہ ہے جو نہ مالک ہو نہ مالک کرے)

صوفی کی مقام فقر سے برتری اس اعتبار سے ہے کہ فقر ارادت فقر اور ارادت حظ نفس سے محبوب ہوتا ہے یعنی وہ ارادتا فقر اور ترک حظ نفس کو اختیار کرتا جبکہ صوفی کے لیے کوئی ارادہ مخصوص نہیں ہے فقر ہو یا غنا اس کا ارادہ ارادہ حق میں محو ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ارادہ عین ارادت حق ہوتا ہے اس لیے اگر وہ صورت فقر اور رسم کو اختیار کرتا ہے تو اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ تو حق کی ارادت ہے۔

حضرت قدوة الکبرائے شیخ ابو عبد اللہ کا اس سلسلہ میں یہ قول نقل فرمایا کہ :-

الصوفی من استصفاه الحق لنفسه تؤدرا والفقیر من استصفاه نفسه فی فقره تقربا (صوفی وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے لئے منتخب فرمایا ہے اور فقیر وہ ہے جو خود اپنے فقر میں بغرض عبادت صفائی کا طالب ہے)

بعض حضرات نے اس طرح تعریف کی ہے :-

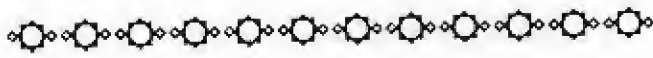
الصوفی هو الخاضع عن النعمت والمسرور بالفقیر هو العائد للاشیاء (صوفی وہ ہے جو بابرکت گیا ہے صفات رسوم (دکیتود) سے اور فقیر وہ ہے جس نے چیزوں کو کم کر دیا)

حضرت نورالعین کی درخواست پر حضرت قدوة الکبراء نے آثار فقیر کے متعلق فرمایا کہ جب حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی نے دریافت کیا گیا کہ درویش کے بیٹے کم سے کم کیا خوبی اور وصف ہونا چاہیے کہ فقر کا نسب اس کے لیے مفید اور موزوں ہو جائے انہوں نے فرمایا ان تین باتوں سے کم اس میں نہیں ہونا چاہیے اول بیخ اور درست پیوند گانا باتنا ہو۔ دوم سچ بولنا جانتا ہو اور سچ بات سننا پسند کرتا ہو۔ سوم زمین پر ٹھیک طرح پاؤں رکھنے سے واقف ہو۔ جب انہوں نے یہ بات فرمائی تو اس وقت میرے ساتھ فقیر اور درویش بھی بیٹھے تھے۔ جب ہم ان کی خدمت سے اٹھ کر اپنی منزل پر واپس آئے تو میں نے کہا کہ اؤ تم میں سے ایک اس سلسلہ میں کچھ کہے۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس میں کہا جب میری نوبت آئی تو میں نے کہا کہ ٹھیک ٹھیک پیوند گانا یہ ہے کہ مریخ کو فقر کے ساتھ سیار جاتے نہ کہ زہیت کے ساتھ اگر مریخ میں تم فقر کے ساتھ پیوند لگاؤ گے تو درست نہ ہونے کی صورت میں بھی درست اور موزوں ہو جائے۔ چنانچہ درست کہنا اور سننا یہ ہے کہ زندگی میں اسکو سننے نہ کہ مردگی میں اور معقول بات کہ نہ کہ مذاق کرے اور اسکے بھید کو کیف و حال سے سمجھے نہ کہ عقل سے اور زمین پر ٹھیک پاؤں رکھنے سے مراد یہ ہے کہ زمین پر پاؤں دھک کے عالم میں کھے و جب میں پاؤں زمین پر مارے ہو قلب کے لیے نہیں! میری اس تشریح کو بعینہ ان بزرگ دانشمندانہ القاسم گرگانی کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے سن کر فرمایا:۔ اصحاب علی اجر اللہ تعالیٰ اس نے حق تعالیٰ کے اجر پر ٹھیک بات کہی دینی جو کچھ کہا درست کہا۔ اللہ اس کا اجر عطا فرمائے) حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا کہ یہ اوصاف اس کے لیے ضروری ہیں جو فقر حقیقی پر پہنچ گیا ہے بزرگان فقر اوسمی کے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے ضروری ہے کہ خود کو لباس فقر سے آراستہ کریں اگر اس کا فقر درجات اخروی کے حصول کے لیے ہو تو بہتر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر کو اختیار فرمایا ہے۔ فقر کے درجات عالیہ اور مقامات متعالیہ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ان سے معمولی سی بے التفاتی فرمانے پر باری تعالیٰ کی جناب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا:۔

وَأَصْبَحَ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ لَهُ

(۱) اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رکھیے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کے دیدار کے خواہاں ہیں)

بات یہ تھی کہ جب تک اصحاب صفہ میں سے ایک بھی صحابی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ہی کی طرف توجہ فرماتے اور مصروف گفتگو رہا کرتے اور کسی



کی طرف آپ توجہ نہ فرماتے اور حضور کی چشم مبارک انہی پر مرکوز رہتی۔ یہ آیت ان ہی اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے :-

قریش کے سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحابِ صفہ کے ساتھ یہ التفاتِ خاص حصہ کا باعث بن گیا۔ چنانچہ یہ لوگ سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کہا کہ اگر آپ ان مسلمانوں کے ساتھ جو سوائے حق پرستی اور عبادتِ گزاری کے اور کسی حیثیت کے ہنگ نہیں ہیں، باتِ حیت ترک نہ کریں گے تو ہم آپ کے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ سردارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول فرمانا مناسب نہیں سمجھا۔ جب کفار اس امر سے ناامید ہوئے تو بولے کہ اچھا ان سے قطعِ کلام نہ کیجئے تو اتنا ہی کیجئے کہ ہماری موجودگی میں اور ہم سے گفتگو فرماتے وقت آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا کرتے گے جب تک ہم اسلام قبول نہ کر لیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط منظور فرمائی کہ مجلس میں ان سرداروں کی موجودگی میں آپ اصحابِ صفہ کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ ہمیشہ سے اس امر کے خواہاں تھے کہ یہ رؤسائے قریش اسلام قبول کر لیں اس وقت اس بارے میں اس آیت کا نزول ہوا۔ ان ہی اصحابِ صفہ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی تھے جب کبھی ان پر خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی تو اس وقت وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ ہوں جس کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوشی کا اظہار فرمایا ہے ان کا اشارہ اس وحی کی طرف ہوتا تھا جو اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی۔

حضرت درہم نے بعدِ تکریم عرض کیا کہ بعض ارباب فضائل فقر پر غنا کو فضیلت دیتے ہیں یہ کیا صورت ہے اس لیے کہ اگر غنا کو فقر پر فضیلت حاصل ہوتی تو سرکارِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح مَا ذَاغَ الْبَصَرِ وَمَا ظَلَفِي ۝ (آپ کی نگاہ نے کسی طرف میل نہیں کیا اور نہ حد سے بڑھی) کے لباسِ اعلیٰ سے آراستہ ہوتے ؟

آداب المریدین میں کہا گیا ہے کہ ارباب تصوف و مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے وہ بھی جبکہ دولتِ مندی رضاءِ الہی کی موجب ہو تو اگر کوئی دلیل میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ادب کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پیش کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ ادب والا ہاتھ بزرگی حاصل کرتا ہے اپنے پاس کی چیز کو نکالنے سے اور نیچے والا ہاتھ نقصان پاتا ہے ادب والا ہاتھ چیز کے لینے سے تو سخاوت اور بخشش کی فضیلت بیان کرنے میں فقر کی بزرگی کی دلیل ہے تو جس نے فقر پر دولتِ مندی

کو ترجیح عطا و بخشش کے سبب دی ہے وہ ایسا ہے جیسا کسی نے گناہ کو خیانت پر ترجیح دینے کی توبہ کے سبب دی۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو اور بلاشبہ تھوڑی روزی پر خوش رہنا تھوڑے سے عمل کو پاک کر دیتا ہے۔ (ہر عمل میں اعتدال اختیار کرنا چاہیے اور قلیل روزی پر بھی خوش ہونا چاہیے اور قناعت اختیار کرنا چاہیے)

حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس نہادندی فرماتے ہیں کہ:

الفقر بیدایۃ التصوف فقر تصوف کی ابتداء ہے۔

زہد اور فقر میں فرق یہ ہے کہ فقر بغیر زہد کے پایا جاسکتا ہے جیسے کوئی شخص غم راسخ و ثابت کے ساتھ دنیا کو ترک کر دے لیکن اس کی رغبت پھر بھی دل میں باقی رہے اسی طرح زہد بغیر فقر بھی ممکن ہے جیسے کوئی شخص اسباب رغبت مال و متاع کے باوجود اس سے گریزاں ہو۔ فقر کی ایک رسم ہے اور ایک حقیقت ہے، فقر کی رسم کا تو املاک کا نہ ہونا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا اختصاص اپنے ساتھ نہ رکھے اس اختصاص کو سلب کر لے اور اس کی صفات سے بلند ہو جائے کسی شے کی صفات اور اختصاص کو اپنے ساتھ باقی نہ رکھے رسم فقر زہد میں موجود ہے (کہ زہد میں کمال کا نہ ہونا ہے) اور حقیقت و معنی زہد یہ ہیں کہ رغبت دنیا سے صرف نظر کر کے دنیا سے رغبت نہ رہے خداوند تبارک و تعالیٰ جب اپنے بعض خاص بندوں (اولیاء) کو اپنی عزت کے دامن میں پناہ دے دیتا ہے تو ان کو غیروں کی نظروں سے چھپا دیتا ہے اور بظاہر ان کو غنا (توانگری) کا لباس پہناتا ہے جو رغبت کی ایک صورت ہے تاکہ اہل ظاہر ان کو دنیا کے توانگوں ہی میں شمار کریں (ان کو صاحبان دولت جانیں) اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے جمال حال کو نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فقر و زہد دونوں ہی صوفی کے حال کے لوازم ہیں۔

چنانچہ حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ مجد الدین بغدادی (قدس سرہ) کی خانقاہ کے لشکر کا خرچ ۲ لاکھ دینار زر سرخ تھا (دو لاکھ اثنی عشری) میں نے حساب لگایا تھا کہ انہوں نے ۵ لاکھ دینار کی جائیداد خانقاہ کے لیے وقف کر دی تھی کہ یہ ان صوفیہ پر خرچ کی جائے جن کا تعلق ہمارے سلسلہ سے ہو۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی | حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی (قدس سرہ) کے توبہ کا بیان سمنان کے شاہی خاندان سے تھے اور اس فقیر (شرف جہانگیر) کے اقربائے

سے تھے ان کے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں سلطان وقت کی خدمت میں رہتے تھے ایک جنگ کے دوران جو حضرت سلطان ابراہیم (نور اللہ مرقدہ) کے دشمنوں سے لڑنا پڑی تھی آپ پر جذب و شوق پیدا ہوا اور آپ میدان جنگ سے نکل کر عازم بغداد ہو گئے، اور بغداد پہنچ کر حضرت شیخ نور الدین عبدالرحمن کسری

کی صحبت میں سلوک کی منازل طے کیں، ترک تجرید و تفرید کے بعد آپ کی خانقاہ کا یومیہ خرچ ایک سواشرنی تھا۔ یہ خانقاہ سکاکیہ جو اس فقیر کے آباد اجداد کی طرف سے سمنان میں تعمیر ہوئی تھی۔ موجود ہے اس زمانہ میں شیخ خانقاہ، شیخ علاء الدولہ سمنانی تھے۔

بعض مشائخ صوفیہ نے رسم فقر کو اختیار کیا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کریں اور دنیا سے کم سے کم تعلق رکھیں اور اپنی زبان حال سے طالبان حق کو دعوت دیں اور ان میں رغبت پیدا کریں۔ ان کا رسم فقر کو اس طرح اختیار کرنا اختیار حق کے لیے ہوتا ہے حظ آخرت کے حصول کے لیے نہیں ہوتا۔

خدا م۔ یہ وہ حضرات ہیں جو فقیروں اور طالبان حق کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یا داؤد اذا رأیت لی طالباً فکن لہ خادمًا (اے داؤد! جب تم میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے لئے خادم بن جاؤ)

یہ حضرات اپنا تمام وقت ادائے فرائض کے بعد حضرات صوفیہ کی خدمت میں ان کی آسودگی خاطر کے لیے صرف کرتے ہیں اور ان کے لیے امور معاش کے اہتمام میں مصروف رہتے ہیں اور جب استغناء و امر معاد میں بھی تعاون کرتے ہیں۔ اس خدمت کو نوافل اور عبادتوں سے مقدم سمجھتے ہیں ان حضرات کی ضروریات کی فراہمی میں ایسے ہر طریقہ کو اختیار کرتے ہیں جو نہ مومن نہ ہو۔ ان میں سے بعض حضرات کسب کو بعض گداگری کو اختیار کر لیتے ہیں اور بعض فتوح حاصل کر کے ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور اس لینے دینے (اخذ و عطا) میں ان کی نظر حق پر ہوتی ہے اور خلق کو لینے میں عطاء الہی کا واسطہ جانتے اور دینے میں قبول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا (تقریباً یہ الفاظ تھے) کہ حضرت شیخ ابوالاسحاق بن شہریار گاذرہ فی فقراد ہی کی خدمت سے اس بلند مرتبہ پر پہنچے تھے اور مقصود اعلیٰ کو حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالاسحاق قدس سرہ گاذرون کے ایک گاؤں میں کپڑا بننے کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شیخ ابوعلی حنین بن محمد فیروز آبادی جو اصحاب توحید کے پیشوا اور متقدم تھے ارباب تفرید گزرے ہیں اور ایک صاحب ولایت اور صاحب تصرف بزرگ تھے سفر کی حالت میں تھے اتفاقاً ان کا گزر اس گاؤں میں ہوا۔ شیخ ابوالاسحاق کو انہوں نے تانے بانے کی درستی میں مشغول پایا جیسے ہی شیخ ابوعلی کی نظر شیخ ابوالاسحاق پر پڑی تو اپنے ذر ولایت سے ان کو حاصل ہونے والے مراتب کی حقیقت کو پہنچ گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نساخ اپنے زمانہ کا قدوة الادبیاء اور زبدۃ الاصفیاء ہو گا۔ آپ نے شیخ ابوالاسحاق سے فرمایا آؤ! میرے مرید ہو جاؤ شیخ ابوالاسحاق نے کہا کہ میں مریدی کے آداب اور طریقوں سے واقف نہیں ہوں یہ بہت ہی سادہ لوح تھے انوار شد

ہر بیت دمیر و مراد کے مکرر و آواز سے ان کو آگاہی نہیں تھی حضرت شیخ ابو علی نے فرمایا کہ :-
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَکَ اِنَّمَا یُحِبُّوْنَکَ لِلّٰہِ (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں)
 کے ارشاد کے مطابق اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور کہو کہ میں آپ کا مرید ہو گیا۔ چنانچہ حضرت
 شیخ ابواسحاق نے ایسا ہی کیا اور اس طرح وہ حضرت شیخ ابو علی کے مرید ہو گئے۔ جب
 ان کو مرید کر لیا گیا اور شیخ ابو علی سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضرت شیخ ابواسحاق نے
 عرض کیا کہ اب جب کہ آپ نے مجھے مرید کر لیا ہے تو مجھے کچھ وصیت بھی فرمائیے تاکہ میں اس پر کاربند
 رہوں۔ آپ نے فرمایا کہ فی الوقت تمہارے لیے میری یہی وصیت ہے کہ غرقن کے ادا کرنے کا
 پورا پورا خیال رکھو اور جو کچھ کھاؤ اس میں سے کچھ فقراء کا حصہ مقرر کر دو تاکہ ان کی ممانی میں صرف
 کرداروں نے اس بات کو قبول کر لیا اور وہ پیر کے اشارہ پر کاربند ہو گئے اور اپنی خوراک کا کچھ حصہ
 فقیروں کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے تین بزرگ جو صاحب تصرف تھے
 ان کے گاؤں میں وارد ہوئے۔ شیخ ابواسحق ان حضرات کیلئے آشس جو پکانے لگے کھانا ابھی
 تیار نہیں ہوا تھا کہ تینوں درویش ان کے گاؤں سے روانہ ہو گئے حضرت شیخ ابواسحق اسی طرح
 بے پکا ہوا کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان بزرگوں کے پیچھے دوڑے اور اپنے حصہ کی تین روٹیاں
 جو موجود تھیں ان کے سامنے رکھ دیں جب انہوں نے وہ روٹیاں کھالیں تو کہا کہ اس باغ سے
 (جو لہجہ نے تو اپنا کام پورا کر دیا ہم کو بھی اس کیلئے کچھ کرنا چاہیے۔)

شعر

کسی کو تو وفائی پیش کردہ کسی نے کیا تم سے گرے وفا
 چو از وی بگذری انصاف نہو جو منصف ہو دو اس کو پوری جزا
 چنانچہ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ میں اس کو دنیا دیتا ہوں دوسرے نے کہا کہ دنیا کی راحت و آسودگی
 سے یہ تفرقہ میں پڑ جائے گا میں اس کو دین دیتا ہوں تیسرے بزرگ نے فرمایا کہ ہم لوگ جو ان
 مرد ہیں اور اللہ کے عزاء میں جو خزانہ السموات والارض سے کسی چیز کی کمی ہے اس کو ہم دنیا
 بھی دیتے ہیں اور دین بھی دیتے ہیں۔ یہ فرما کر تینوں بزرگ روانہ ہو گئے۔
 حق تعالیٰ نے ان بزرگوں کے پاک انفس کی برکتوں سے دین کی منزل میں آپ کو ایسے
 بلند مرتبہ پر پہنچا یا کہ شیخ ابواسحاق بہت سے اکابر کے پیشوا بن گئے اور دنیا کے معاملات اور اسباب
 میں آپ کی حیثیت یہ ہوئی کہ ان کے مزار میں کھجور، سو دینار کا لنگر فقراء کو کھلایا جاتا ہے۔
 آپ کا مرقہ اور مزار شریف ایک گھاٹ کے قریب واقع ہے۔ فائدہ والے اور مسافر اس قدر

سے پ ۲۶ سورہ فتح ۱۰

فتوح اور نذرانے پیش کرتے ہیں کہ اسکی تشریح و تفصیل ناممکن ہے۔
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ بہت سے اہل حرفہ اس شرف و بزرگی سے مشرف ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے علم حال کو علم قال پر فوقیت بخشی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں: شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساچ را

بندہ سر دار بخارا خواجہ نساچ کا
بہت سے اکابر صوفیہ نے خواجہ نساچ سے ان بزرگ ابوالاسحاق نساچ کے علاوہ ایک دوسرے خواجہ ابوبکر نساچ کو سمجھا ہے یعنی ابوالاسحاق نساچ کے علاوہ ایک دوسرے بزرگ کی ذات گرامی مراد لی ہے اور بعض اکابر نے خواجہ نساچ سے شیخ ابوالاسحاق گادرونی ہی کی شخصیت مراد لی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ صوفیہ کا ملین بھی خدام کے لیے جو کچھ مناسب ہوتا تھا اس کا خیال رکھتے تھے اور ان کی کسی ایسی بات کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے تھے جو ان کے لیے ناگوار ہی کا موجب بنتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابولعباس قصاب جو ایک صاحب کرامات بزرگ تھے اور بڑے صاحب فہم و فراست تھے اور وہ غوث وقت تھے ایک دن ان کی ملاقات کے لیے ایک نادان مصر سے شہر آمل میں ان کی خدمت میں آیا لیکن اس نادان نے شیخ کو سلام تک نہیں کیا اور پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد وہ طہارت خانہ میں گیا وہاں کچھ کوزے رکھے ہوئے تھے جن سے لوگ ہاتھ منہ دھوتے تھے وہ ان میں سے ایک اٹھ ایتا اور توڑ ڈالتا یہاں تک اس طرح اس نے وہ تمام کوزے توڑ ڈالے اس کے بعد اس نے خدام سے کہا کہ جاؤ اپنے شیخ سے کہو کہ مجھے اور کوزے درکار ہیں لوگوں نے شیخ سے یہ بات کہی اور کہا کہ جس قدر کوزے وہاں تھے وہ سب کے سب اس نے توڑ دیے ہیں۔ شیخ نے فرمایا جاؤ بازار سے اور خرید لاؤ، لوگ نے آئے، وہ اس بات سے غافل طہارت خانہ سے نکلا اور کہا کہ مزید کوزے کیوں نہیں لائے اگر کوزے نہیں ہیں تو شیخ سے کہو کہ اپنی داڑھی مجھے دے تاکہ میں اس سے استنجاکراؤں۔ شیخ نے اسکی یہ بات سن لی، اپنی جگہ سے کودے اور اپنی لمبی سفید نورانی داڑھی کو دونوں ہاتھوں میں لئے ہوئے آگے بڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ لہر قصاب کا نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ اس کی داڑھی استنجا کرنے کے قابل ہے، اس غافل نے یہ بات سن لی اور فوراً شیخ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ لے شیخ! میں آپ سے مسلمان ہوتا ہوں۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا بھائیوں کی خدمت سے جی چرانا مقصود خدمت سے محرومی کا موجب ہے۔ شیخ ابوعبداللہ کا ارشاد ہے: «من تعذر عن خدمة اخوانه اورشہ اللہ تعالیٰ ذلک لا انفکاک منه له ابداً» (جو کوئی اپنے دوستوں کی خدمت میں دیرین کرتا ہے اس کو حق تعالیٰ ایسی ذلت دیتا ہے کہ پھر کبھی اس سے چھٹکارا نہیں ملتا، حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ مخلوق کی خدمت سعادت کی نشانی ہے، ہر کئی خدمت خلق کا عادی ہو جاتا ہے وہ خالق کی خدمت باکسانی کر لیتا ہے۔ مظاہر کائنات خداوند تعالیٰ کی صفات کے

منظر ہیں۔ اس اعتبار سے مخلوق کی خدمت عین خالق کی خدمت ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ ابو طالب خورج شیرازی آتے وہ پیٹ کے مرض (علت شکم) میں مبتلا تھے۔ خانقاہ کے مشائخ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کون اپنے ذمہ لیتا ہے۔ شیخ خفیف نے ان کی خدمت کرنا قبول کیا۔ ہر رات میں وہ پندرہ مرتبہ یا سترہ مرتبہ (پانزدہ یا ہفتدہ بار) ضرورت کے لیے اٹھتے تھے (اور شیخ خفیف ان کی خدمت بجالاتے تھے) شیخ عبد اللہ خفیف فرمانے ہیں کہ ایک رات میں ان کی خدمت میں حسب دستور موجود تھا۔ بہت رات ہو چکی تھی۔ مجھے کچھ غنودگی سی آگئی۔ یکبارگی انہوں نے مجھے آواز دی۔ میں نہیں سن سکا۔ دوبارہ انہوں نے مجھے بھر پکارا میں نے پھر نہیں سنا۔ ان کے تیسری بار آواز دینے پر میں اعتقاد طشت لے کر ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اسے برخواستہ کر جب تم مخلوق کی خدمت بھی اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے تو تم خالق کی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہو۔ اسی طرح ایک اور موقع پر میں موجود نہ تھا تو انہوں نے مجھے پکارا اسے شیرازی! میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔ دوسری مرتبہ پھر آواز دی اور فرمایا اسے شیرازی! تجھ پر اللہ کی پھسکار۔ میں یہ سن کر فوراً طشت لے کر دوڑا۔

اس موقع پر شیخ علی دہلوی نے شیخ ابو عبد اللہ خفیف سے دریافت کیا کہ تم نے ان کی پھسکار اور لعنت کس طرح سُن لی۔ انہوں نے جواب دیا جس طرح دَحَمَكَ اللہ دعا کی صورت میں سنا جاتا ہے۔ دینی مجھ پر ان کی لعنت کچھ بار نہیں گزری اور میں نے اس کو خوش دلی کے ساتھ سن لیا، پس جس شخص نے استاد کے سامنے عاجزی نہیں کی اس کی مار نہ کھائی اور اس کی لعنت و پھسکار نہیں سنی اور یہ حَمَكَ اللہ سننے کن خواہش دل سے دور نہیں کی اور دردنا کامی کو گوارا نہیں کیا وہ خودی سے آزاد نہ ہوگا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ درویشوں کی خدمت کے سلسلہ میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ وہ حضرات جنہیں تم خدمت میں امتیاز دو گے ان کا حال تم پر ظاہر نہیں ہے تو تم سب کی خدمت کرو تاکہ تمہارا مقصد حاصل ہو اور مطلب فوت نہ ہوتے سے

بیت

خورش وہ بہ بخشک و کبک و حمام	کبوتر، چڑا کبک کوڑے غذا
کہ یک روزت افتد ہمائی بدام	کہ اک دن ترے دام میں ہو ہما
در او باکش پاکان شوریدہ رنگ	ہیں ادباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائی تار یک لعل است و سنگ	اندھیرے میں ہے نعل بھی اور سنگ

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ بسن لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نقلی عبادت خدمت سے بہتر ہے ان کا یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ خدمت کا نتیجہ دوسرے دلوں میں اپنی محبت اور اپنا مقام پیدا کرتا ہے اسی لیے کہ خدمت احسان ہے اور محسن سے محبت کرنا لازمی بات ہے: حببت القلوب علی حب من احسن الیہا۔

(دونوں کی فطرت میں ان سے محبت کرنا جنہوں نے احسان کیا ہے داخل کر دیا گیا ہے) نفلی عبادتیں بلحاظ شرع و نتیجہ پاک دل والوں کی محبت جو خدمت کا نتیجہ ہے اُس کے برابر نہیں ہوتی۔ آپ نے مکرر یہ شعر پڑھا ہے

خدمت ترا بختگرہ کبریا کشد
این سقف گاہ را بہ ازیں نردبان مخواہ

خدمت سے ہو رسائی بدرگاہ کبریا
اس چھت کا اس سے بڑھ کے نہ زینہ تلاش کر

شعر

ارادت نہ اداری سعادتی مجوی
بچو گان خدمت توان برد گوی

ارادت نہیں تو سعادت نہیں
بغیر اس کے جیتا ہے کوئی کہیں

شعر

دست بزن در کمر مقبلان
سر مکش از خدمت روشندان

خوب پکڑ لے کمر مقبلان
چھوڑ نہ تو خدمت روشندان

تقریباً ان الفاظ میں آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوعلی فارمدی جو پیشوائے اولیاء تھے اور سرآمد علمائے زمانہ تھے، جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو منزل طریقت و تصوف کے راستہ پر قدم رکھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ان کی خدمت میں مصروف رہنے لگے ایک روز امام کے استاد گراما بہ میں تشریف لے گئے تھے۔ امام کہتے ہیں کہ میں تنہا گیا اور غسلا خانہ میں پانی کے چند ڈول ڈال دیئے۔ جب استاد ابوالقاسم غسل خانہ سے باہر تشریف لائے اور نماز ادا کر لی تو فرمایا کہ گراما بہ میں پانی کس نے ڈالا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید مجھ سے کوئی بے ادبی ہو گئی ہے اس وجہ سے میں خاموش رہا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا میں نے پھر جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ جب انہوں نے معلوم کیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے پانی ڈالا۔ یہ سن کر استاد نے فرمایا کہ اسے ابوعلی جو کچھ ابوالقاسم نے ستر سال کی محنت و ریاضت کے بعد پایا تھا تم نے وہ ایک ڈول پانی ڈال کر حاصل کر لیا۔

حضرت قدوۃ الکبرائے فرمایا کہ کسی شخص نے مجھے اپنا اس قدر ممنون احسان نہیں کیا ہے جیسا نورالعین نے میری خدمت کر کے مجھے اپنا بندہ بنالیا ہے۔

شعر

اگر بندہ درکار مولیٰ بود
نہ مولیٰ بود بلكہ مولیٰ بود

اگر بندہ کرتا سے مولیٰ کا کام
نہیں بندہ وہ اس کا مولیٰ ہے نام

انہوں نے بیس سال تک میرے وضو کا پانی چھپا کر پیا ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اس آب حیات کے آثار اور اس کے برکات ابد الابد تک ان سے اور ان کی اولاد سے کبھی بھی نہ جائیں۔

مدارج میں روز بروز ترقی ہو بظیفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس ^{شعر} خدا داد بردا وہ کردم سپاس
خدا سے ہے کی میں نے جس کی دُعا تو الحمد للہ اُس نے دیا

حضرت قدوة الکبرائے نقل فرمایا کہ شیخ علی موزوں فرماتے تھے کہ جب میری روح کو جوارِ تقدس اور مغزارِ محبت تکالِ کر تلقین بدن کی خاطر لے چلے تو اس روح کو جس آسمان پر سے جاتے تھے وہاں کے ملائکہ دریافت کرتے تھے کہ تم اس روح کو اس عالمِ قدس سے کیا ایسے عالم میں لے کر جا رہے ہو جہاں شر ہی شر ہے۔ بارگاہِ الہی سے جواب آیا کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر ایک لاکھ برس یہ روح ہمارے جوارِ پاک میں رہے تب بھی ایسی نہیں ہو سکتی جیسی کہ وہ ایک کمزور و ناتواں ضعیفہ کو پانی کا ایک گھونٹ پلا کر اعلیٰ اور شائستہ ہو سکتی ہے ایک شخص جو اس موقع پر حضرت کی خدمت کے شرف سے مشرف ہوا اس نے دریافت کیا کہ کیا امور ممنوعہ سے بھی دوسرے کی حاجتوں کو پورا کیا جائے۔ حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ شریعت کے اعتبار سے بظاہر اکابر نے ایسی خدمت سے منع کیا ہے کہ شریعت نے جن ماکولات و مشروبات سے منع فرمایا ہے ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا جائے لیکن ہمارے مشائخ کی سنت یہ ہے کہ اگر مسکرات منوۃ کا کوئی مخمور (یعنی نشہ کرنے والا) حالتِ خمار کی ابتداء میں کسی کے پاس پہنچ جائے تو اس کو جیائیے کہ اس کے خمار کی تکلیف دور کرنے کے لیے اس کی مراد پوری کر دے اگر اس کے پاس اس وقت رقم نہ ہو تو اپنے خرچہ دار سجادہ کو ہی گروی رکھ کر اس کی خدمت سے عہدہ برآ ہو۔

قطعہ

مرا این خسرقہ از بہر آنست ^{مرا ہے اس لئے خرقة کہ اک دن}
کہ روزی دہن می را کار آید ^{دہ دہن مئے میں بھی با کار ہوئے}
پریشان باد از جمعیت ما ^{پریشان میری جمعیت سے ہو وہ}
کسی کورا ازینہا عار آید ^{کہ جس کو اس عمل سے عار ہوئے}

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مقامِ خدمت و ہم نشینی کی خصوصیت اور فضیلت کو اس مرتبہ پر رکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقامِ بلند کی تمنا فرمائی سے چنانچہ ردایت ہے کہ حضور علیہ التحیۃ والثناء نے ایک روز صحابہ کرام کی دعوت فرمائی تھی اور جب آپ اُن کو کھانا کھلا رہے تھے دیہات کے چند لوگ (چند اعرابی) اس دعوت کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے آپ ہی سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کا سردار کون ہے؟ ان سید ہم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا سید ہم و خادماہم (میں ان کا سردار

سہ مسکرات ممنوعہ میں شرب داخل نہیں ہے کہ وہ حرام قطعی ہے۔

ہوں اور ان کا خادم ہوں،

اس موقع پر حضرت ذوالعین نے عرض کیا کہ خادم دیشخ کے حال میں کیا فرق ہے؟ آپ وضاحت فرما دیں۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ مقام خدمت کی عزت کے سبب ایک جماعت پر خادم دیشخ کا حال کچھ مشتبہ ہو گیا ہے یعنی شیوخ و اکابر صوفیہ نے خادم اور شیخ کے حال و مقام میں فرق بیان کیا ہے اور فرق یہ ہے کہ خادم مقام ابرار میں ہے اور شیخ مقام مقربان میں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ خادم خدمت کر کے ثواب آخرت کے حصول کا خواہاں رہتا ہے ورنہ وہ اس کو اختیار نہ کرتا اور شیخ مراد حق پر قائم رہتا ہے کہ اس میں مراد نفس کا شائبہ نہیں ہوتا۔

عبادہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ وظائف عبادت اور طرح طرح کی نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں لیکن ان کا مقصد اس سے ثواب اخروی کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وصف صوفی میں بھی موجود ہوتا ہے لیکن وہ غفل و اغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ حضرات صوفیہ حق کی بندگی اور عبادت محض حق کے لئے کرتے ہیں وہ ثواب اخروی کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے اور عبادتِ باریک فرقی یہ ہے کہ رغبت دنیا کے باوجود بھی عبادت کی صورت ممکن ہے اور عبادت و فقر میں فرق یہ ہے کہ غنا کے باوجود ممکن ہے کہ کوئی عابد ہو۔ پس معلوم ہوا کہ داصلان میں ذکر وہ ہیں اور سالکوں میں چھ جماعتیں ہیں اور ان آٹھوں جماعتوں کی نقل اتارنے والے دو قسم کے ہیں ایک سچی نقل اتارنے والے مشبہ حق اور دوسرے جھوٹی نقل اتارنے والے مشبہ باطل۔

صوفیہ مشبہ حق | صوفیہ کے مشبہ حق تو وہ متصوفہ ہیں کہ صوفیوں کے انتہائی احوال سے باخبر اور اس کے مشائخ ہوں اور صفات کے لگاؤ کے باقی رہ جانے کی وجہ سے مقصد و مقصود پر پہنچنے سے رکے ہوئے اور ممنوع ہوں۔

صوفیہ مشبہ باطل | صوفیہ کے مشبہ باطل وہ لوگ ہیں کہ اپنے کو صوفیوں کی طرح ظاہر کرتے ہیں اور ان کے عقائد و اعمال و احوال سے برہنہ و خالی ہوتے ہیں اور حلقہ طاعت کو گردن سے نکال کر شربے مہار ہو کر چراگاہ ابا حست میں چرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ احکام شریعت کی پابندی عوام کا طریقہ ہے ان کی نگاہ صرف ظاہری اشیاء پر رہتی ہے لیکن خواص و اہل حقیقت کا حال اس سے بلند ہے کہ ظاہری رسم کے پابند ہوں اور ان کا اہتمام حضور باطن کے لئے بہت نہیں ہوتا۔ اس گروہ کو باطلیہ اور اباضیہ کہتے ہیں۔

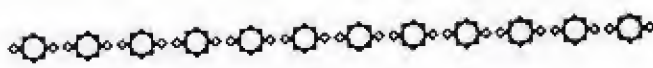
مجذوبان واصل | مجذوبان واصل کے مشبہ حق وہ اہل سلوک لوگ ہیں کہ جن کی سیرا بھی منازل مشائخ نفوس کے طے کرنے میں ہے اور طلب کی گرمی کے بھڑکنے سے ان کی ہستی فاق اور بے مینی میں ہے اور کشف ذات و استقرار و ممکن کے سپیدہ صبح کے ظہور سے پہلے مقام فنا میں کبھی کبھی کشف ذات کی بجلیوں سے کوئی بجلی ان کی نگاہ شہود میں چمک جاتی ہے اور وصل کی خوشبودار ہواؤں سے

کوئی ہوا گذرگاہ فنا سے ان کے مشام دل تک پہنچ جاتی ہے اس طرح کہ ان کے نفوس کی تاریکیاں اس بجلی کی چمک میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں اور اس خوشبودار ہوا کا چلنا ان کے دل کو آتش طلب کی بھڑک اور شوق کے قلق سے ایک طرح کی راحت و آرام بخشتا ہے۔ دوبارہ جب وہ بجلی منقطع ہو جاتی ہے اور ہوائیں کھڑ جاتی ہیں تو صفات نفوس کا ظہور اور طلب کی گرمی اور شوق کا قلق روٹ آتا ہے اور سالک چاہتا ہے کہ اس کی ہستی بالکل لباس صفات نفوس سے جدا اور علیحدہ رہے اور دریا ئے فنا میں ڈوب جائے تاکہ وجود کی دشاؤں سے یکبارگی آرام پائے اور چونکہ یہ حال ابھی اس کا مقام نہیں ہوا ہے اور کبھی کبھی اس پر اس حالت کا نزول ہوتا ہے اور اس کا دل پوری طور پر اس مقام سے باخبر اور اس کا مشتاق ہے لہذا اس کو مجذب واصل کا متشبہ حق کا لقب دیا جاتا ہے۔

مجذب واصل | یہ گردہ ان لوگوں کا ہے جو بحر فانی استغراق کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عین توحید ہیں متشبہ باطل مستہکم میں اور اپنی تمام حرکات و سکنات کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ ہماری حرکات تو دروازے کی حرکات کی طرح ہیں کہ بغیر محرک کے اس کی حرکت ممکن نہیں ہے یہ بات اگرچہ سچ ہے لیکن اس جماعت کے حسب حال نہیں ہے اس لیے کہ ان لوگوں کی مراد اس قول سے صرف یہ ہے کہ اپنے معاصی اور خطا کاری کا اس کو مذر رنگ بنا کر پیش کریں اور اپنے تمام گناہوں اور خطا کاریوں کو حق تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے منسوب کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو ان معاصی پر ملامت نہ کریں اس طائفہ کو زنداقہ کہتے ہیں۔ (یہ لوگ زندیقی ہیں) اس سلسلہ میں منقول سے کہ کسی نے شیخ سیل بن عبد اللہ سے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میرے فعل کی نسبت حق تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے بالکل ایسی ہے جیسے دروازے کی حرکت کی نسبت محرک کی طرف انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ بات کہنے والا اگر ایسا شخص ہے جو شریعت کی رعایت، حدود الہی کی حفاظت اور احکام عبودیت کی بجا آوری میں مشغول ہے تو منجملہ صدیقین کے ہے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو احکام شریعت کے مخالفت فعل کرتا ہے اور یہ بات صرف اس لیے کہتا ہے کہ اپنے افعال کو مشیت الہی کے حوالہ کر کے وہ اپنے آپ کو ملامت اور دین و ملت سے خارج ہونے سے بچائے تو وہ منجذب و نذیقیوں کے ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے (تقریباً) فرمایا کہ میں نے سیاحت کے دوران بعض ملاحدہ کو دیکھا ہے جو شریعت کا انکار کرتے ہیں اور مناہی و معاصی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور اپنی معصیت و بدکاری کو انہوں نے طریقت سمجھ رکھا ہے اور صرف زبان سے توحید کا اظہار کرتے ہیں میں نے دلائل نقلی اور برہان عقلی سے ان پر ثابت کر دیا کہ تمہارا یہ طریقہ باطل محض زنداقہ ہے اور الحاد ہے۔

ملاقیہ متشبہ حق | یہ وہ لوگ ہیں جو مخلوق کی تعمیری اور تخریبی معاملات سے سرد کار نہیں رکھتے بلکہ اکثر انہی کوشش



ہی ہوتی ہے کہ معاشرہ کے قیود اور اس کے آداب اور مخلوق کے عادات و رسوم کے خلاف کریں یا ان سے انگ ٹکد رہیں انکا سرمایہ حال سرے فراغ خاطر اور طیب قلب (خوشدلی) اور کچھ نہیں ہوتا اور زاہدوں اور عابدوں کے مراسم کبجا آدمی ان سے نہیں ہوتی اور یہ لوگ کثرت کے ساتھ نوافل اور دوسرے اعمال کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اور فرائض کے سوا کسی عمل کی پابندی نہیں کرتے اور سامان دنیا کا بڑھانا اور جمع کرنا ان کی جانب منسوب ہوتا ہے اور اپنے طہارت قلب پر قانع و مطمئن رہتے ہیں اور مزید احوال طلب نہیں کرتے ان کو قلندر یہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے عمل میں ریا نہیں ہوتا اس لئے یہ ملائکہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ انکے اور ملائکہ کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ ملائکہ تو تمام نوافل اور فضائل سے تسک حاصل کرتا ہے لیکن مخلوق سے اس سلسلہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اس فقیر اشرف کی نظر میں قلندر وہ ہے جو خوائی و علائق زمانہ سے بالکل آزاد ہو اور جس کو تجرید و نظاہری اور تفرّد باطنی حاصل ہو اور وہ شریعت کے دقائق اور طریقت کے خفائے میں کسی قسم کی فرد گشت نہ کرے وہ بحر شہود کا غواص اور دریائے موجود میں مستغرق ہو۔ صفوت یعنی نقیص اور مشرب قلندر یہ میں مختوڑا سا ہی فرق ہے۔ میں انشاء اللہ اس برگزیدہ (صوفیہ) کے چہارہ خانہ اول کا جس لطیفہ کے نعمت ذکر کروں گا وہاں تفصیل کے ساتھ ان حضرات قلندر یہ کے اطوار و آثار کی کیفیت و کیفیت کا بیان کر دوں گا، ہاں یہ بات ضرور کہوں گا کہ اس زمانہ میں دس گھنٹوں صدی ہجری میں ہو گوردہ قلندر یہ کے نام سے موسوم ہے اور بس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا ہے (احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے) وہ ان اوصاف سے جو اوپر بیان کیے ہیں خالی ہیں ان لوگوں کے سینے قلندر کا نام پس عاریٹا ہے۔ ان کو اگر حشویہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہو گا۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ یہ بلند حضرات کی تقلید کرتے ہیں مناسب ایسا ہی ہے کہ سب کا منکر نہ ہو اور قول سعدی کے مضمون پر عمل کرے

بیت

در او باشش پاکان شوریدہ رنگ ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
بہمان جائی تار یکٹ لعل است و رنگ کہ ظلمات میں لعل ہے اور سنگ

ملائکہ متشبیہ باطل | یہ سب کے سب زندیق ہیں کہ دعویٰ تو اخلاص کا کرتے ہیں لیکن فسق و فجور کے اظہار میں ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس ملائکہ سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں گر جائیں اور ان کی نگاہوں میں ہماری کوئی وقعت نہ رہے۔ خداوند سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کی طاعت سے بے نیاز ہے اور بندوں کی معصیت سے اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف مخلوق کو آزار پہنچانا معصیت ہے اور طاعت صرف احسان کرنے کو جانتے ہیں۔
زہد و متشبیہ بحق | یہ گروہ وہ ہے جس کی رغبت کلی طور پر دنیا سے ختم نہیں ہوتی ہے اور چاہتا ہے کہ رغبت

آزاد ہو جائے۔ ایسے لوگوں کو مترتبہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ فرزند عزیز قل علی لایحین ترکوں میں سے تھا مدتوں تک اس نے یہ کوشش کی کہ علائق دنیوی سے دست کش ہو جائے اور ظاہری و باطنی قدرت حاصل کر لے۔ آخر کار سب کچھ چھوڑ کر صوفیان باصفا کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔

زہاد
متشبیہ باطل
یہ وہ لوگ ہیں جو محض قبولِ خلق کیلئے دنیا کو ترک کرتے ہیں اور اسبابِ دنیوی کی جمع آوری سے محض اس لئے الگ تھلگ رہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں جاہ و مرتبت کو حاصل کریں۔ ممکن ہے کہ ان کے بعض احوال پر لوگوں کو شبہ ہو اور وہ سمجھیں کہ انہوں نے دنیا سے بالکل منہ پھیر دیا ہے حالانکہ انہوں نے ترکِ مال سے شان و شوکت کو خرید لیا ہے۔ انہوں نے دنیا ترک کی ہے حصولِ دنیا کے لئے اور ممکن ہے کہ خود ان پر اپنی حالتِ متشبہ ہو جائے اور یہ گمان کرنے لگیں کہ یہ جو ان کا دل اسبابِ دنیا کے طلب میں مشغول نہیں ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سامانِ دنیا سے انہوں نے روگردانی کی ہے۔ اس طائفہ کو مایہ کہا جاتا ہے۔

فقراء
متشبیہ محق
یہ ان لوگوں کا گروہ ہے جن کا ظاہر فقر کے لباس سے آراستہ ہوتا ہے اور ان کا باطن حقیقتِ فقر تک پہنچنے کا خواہاں ہوتا ہے لیکن ابھی تک وہ غنا کی طرف راغب ہیں وہ اپنے فقر پر بہ تکلف صبر کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس جو فقیر حقیقی ہے وہ فقر کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت خاص سمجھتا ہے اور اس نعمت خاص کے عطا کئے جانے پر ہمیشہ وظائفِ شکر بجالاتا ہے۔

فقراء
متشبیہ باطل
یہ گروہ وہ ہے جن کا ظاہر تو لباسِ فقر سے آراستہ ہو لیکن باطن فقر کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو۔ اور صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہو محض خلقِ خدا میں قبولیت کے لئے۔ یہ گروہ بھی مایہ کہلاتا ہے۔

خدام
متشبیہ محق
یہ وہ گروہ ہے جو ہمیشہ بندگانِ خدا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور دل سے اس بات کا خواہاں ہے کہ اس کی اس خدمت کو کسی دنیوی مال و دولت یا جاہ و منصب کے حصول کی غرض سے وابستہ نہ سمجھا جائے اور اس کی نیت کسی رغبت اور خواہش کی آمیزش و آویزش سے پاک ہو اور اس خدمت میں کسی قسم کے ریا کا شائبہ نہ ہو لیکن یہ حضرات ابھی تک حقیقتِ زہد تک نہیں پہنچ سکے ہوں اس گروہ کے افراد کبھی تو خدمتِ خلق نورایمان کے غلبہ سے بغیر شائبہ نفس کے کرتے ہیں اور بعض صحیح موقع اور محل پر خدمت بجالاتے ہیں اور کبھی یہ خدمت غلبہ نفس کے باعث خواہشات اور ریاسے خلاط ملط ہو جاتی ہے اور محض تعریف و توصیف کے لئے ایسے لوگوں کی خدمت بلیغ کرتے ہیں جو اسکے مستحق نہیں ہوتے اور اس طرح مستحقینِ خدمت انکی خدمت گزاری سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسے شخص کو خدام کہا جاتا ہے۔

خدام
متشبیہ باطل
ایسا شخص خدام کا متشبیہ باطل ہے کہ اس میں اس کی نیت ثوابِ آخرت پر نہ ہو بلکہ وہ خدمتِ خلق کو دنیاوی منافع کے لئے ایک دام بنائے تاکہ اس کے ذریعہ سے غذا اور

سامان غذا کھینچ کر جمع کر لے اور اگر اس کی یہ خدمت اس کے مقصد و اس کی مراد کے حصول میں کارگر نہ ہو تو خدمت کو ترک کر دیتا ہے۔ پس اس کی خدمت کی بنیاد طلب جاہ و مال پر اور تابعین اور ماننے والوں کی کثرت پر ہے اور محفلوں اور مجلسوں میں اظہارِ مفاخرت کرتا ہے اور اس طرح اس کا مطلع نظر اس خدمت سے اپنا حظ نفس ہوتا ہے ایسے شخص کو خادم نہیں مستخدم کہتے ہیں۔

عباد متشبہ محق یہ گروہ وہ ہے جو اپنے اوقات کو عبادات میں مصروف رکھنا چاہتا ہے لیکن چونکہ ابھی اس میں اسباب طبعیت باقی رہ گئے ہیں اور تزکیہ نفس کے کمال پر نہیں پہنچا ہے جس کے باعث اس کے اعمال و وارد و طاعات و بندگی میں فتور اور رکاوٹیں پڑ جاتی ہیں اور تسلسل میں تعویق پیدا ہو جاتی ہے یا ایسا شخص جس نے ابھی کامل طور پر لذتِ بندگی نہیں پائی اور تکلف کے ساتھ اسے ادا کرتا ہے ایسے شخص کو متعبد کہتے ہیں۔

عباد متشبہ باطل یہ وہ گروہ ہے کہ اس کی نظر میں عبادات صرف قبولِ خلق کا ذریعہ ہیں اور اس کے دل میں ثوابِ آخرت پر ایمان نہیں ہوتا جب تک اس کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ دوسرے لوگ اس کی طاعات و عبادات سے آگاہ ہی رکھتے ہیں وہ طاعت و بندگی میں مصروف نہیں ہوتا۔ یہ شخص بھی منجملہ مرائیہ ہے اللہ تعالیٰ ہم کو عبادت و بندگی کی تشہیر اور ریلے اپنی پناہ میں رکھے تمام تر حفاظت و توفیق اس کی طرف سے ہے۔

دالیانِ عالم و محافظانِ ولایت بنی آدم حضرت نور العین نے دالیانِ عالم و محافظانِ ولایت بنی آدم کے بارے میں سوال کیا فرمایا کہ جس وقت دائرہ جبلِ الفتح میں ہم داخل ہوئے بہتیرے اولیاءِ زمانہ اور مشہور بزرگوں کو دہاں پایا اور زیارتِ غوثِ وقت سے بھی ہم مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو غوث کی بعض حالتوں سے باخبر فرمایا کہ عالمِ سفلی کی نبیوں اور مقاماتِ علوی کے آثار اس سے ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوی حجت کو باقی رکھا ہے ادا دلیاءِ عظام کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا ہے تاکہ ہمیشہ کھلی کھلی نشانیاں اور دینِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر کرتے رہیں اور ان کو دنیا کا مالک اور بنی آدم کے بوجھ کو اٹھانے والا کیا ہے یہاں تک کہ وہ حضور کی بات کو سنوارنے والے اور اسی لباس سے ملبوس ہو گئے ہیں اور متابعتِ نفس کی راہ کو مٹا دیا ہے۔ آسمان سے بارش انہیں کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور فوجِ کفار پر مسلمانوں کی لوٹ اور اہل ایمان کی فتح انہیں کے ہمت سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ ازراہِ عنایتِ اربابِ ولایت و اصحابِ ہدایت یعنی ابدال و اوتاد اور غوث کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ان میں سے ہر ایک کا کیا مرتبہ ہے اور اس کا منصب کیا ہے اور یہ حضرات کہاں کہاں ہوتے ہیں؟ حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض

حضرات کو اپنی درگاہ قدس کا سرہنگ اور نائب بنایا ہے اور اہل عالم کی اصلاح کا ارادہ کے سپرد کر دی گئی ہے اور بنی آدم کی ضروریات کے سلسلہ میں اجرائے احکام ان کے سپرد ہے۔ یہ برگزیدہ حضرات باہمی ایک دوسرے کے محکوم و محتاج ہیں اور یہ ایک دوسرے کے مشورے سے کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ حضرات دس قسم کے ہیں ان دس میں سے دو قسم کے اصحاب یعنی مکتوم اور مفرد حضرات احکام عالم اور امور بنی آدم سے کچھ تعلق نہیں رکھتے جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں انشاء اللہ بیان کی جائے گی اور وہ دس اصناف یہ ہیں:-

- ۱۔ غوث ۲۔ امامان ۳۔ اوتاد ۴۔ ابدال ۵۔ اخبار ۶۔ ابرار ۷۔ نقباء ۸۔ نجباء ۹۔ مکتومان ۱۰۔ مفردان۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا الحمد للہ کہ مجھے اس کی خبر دی گئی ہے اور کشف سے گمان کا پردہ چاک ہو گیا ہے اس سلسلہ میں اخبار مرویہ موجود ہیں اور ارباب طریقت اور اہل حقیقت نے اسکی صحت پر اتفاق کیا ہے۔

قطب، قطب الاقطاب / غوث اعظم | اس سلسلہ میں صاحب فتوحات مکیہ (رضی اللہ عنہ) فصل باب ۱۹ میں فرماتے ہیں:- قطب سے مراد وہ ایک فرد ہے جو کہ ہر عالم و ہر حال میں اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قطب اسرافیل علیہ السلام پر ہے اور قطبیت الکبرا جسے کہتے ہیں وہ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا باطن ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اکملیت کے سبب یہ درجہ ان کے جانشینوں ہی کو حاصل ہو گا پس خاتم ولایت و قطب الاقطاب صرف باطن خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو گا اور اس کے سوا نہیں۔

شیخ کبیر نے حضرت قدوة الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ قطب اور قطب الاقطاب میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ قطب سے مراد وہ حضرات اور وہ متعدد مبارک ہستیاں ہیں جو مختلف آبادیوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ اگر وہ ولایت میں قطب کا وجود نہ ہو تو برکتوں کے آئنا را اور نیکیوں کا اظہار اور دنیا کا قیام ناممکن ہو جائے اگر یہ حقیقتاً حکومت اور ہفت اقلیم کی آبادی کی درستگی و درست دلیوں کے سپرد ہے۔

حضرت قدوة الکبرا نے ایک دوسرے طریقے پر ارشاد فرمایا کہ و اسلان بارگاہ الہی جن کو اہل اللہ کہا جاتا ہے دو طرح کے ہیں۔ ان حضرات کی ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کو دنیا کے ساتھ کسی قسم کی نسبت اور تعلق نہیں ہوتا لیکن یہ حضرات تہود شریعت اور احکام شریعت سے سلامتی کے ساتھ عہدہ برآ ہو جاتے ہیں (سلامت روی کے ساتھ اتباع شریعت کرتے ہیں) اور نیم بہشت کے لیے دنیا کو دے کر بہشت خرید لیتے ہیں جیسا کہ حضرت یحییٰ بن سہب رازی قدس سرہ نے فرمایا۔ دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جنہیں معاش کی فکر آخرت سے غافل کر دی ہے اور یہ ہا لیکن یعنی ہلاک ہونے والوں کے مرتبہ پر ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو دین و دنیا دونوں کی فکر میں گئے رہتے ہیں ان کے لئے فائزین کا درجہ ہے، تیسرے وہ لوگ ہیں جو آخرت کی فکر میں معاش سے بالکل غافل رہتے ہیں ان کے لئے مخاطرین کا مرتبہ ہے اور ارباب اخلاص عظیم معطر وہ ہیں۔

ان کے علاوہ ایک خاص قسم اور ہے جو انھیں کہلاتے ہیں ان حضرات نے دنیا کو اہل باطن دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کو مومنوں پر ایشار کر دیا ہے اور مشاہدہ ذات میں مشغول ہیں ان کو قطب کا درجہ ملتا ہے اور دنیا کا مدار انہیں پر موقوف ہے لیکن جو اہل فوز ہیں دنیا کا تمام انتظام ان کے سپرد ہے۔ یہ حضرات صاحبانِ دعوت ہیں جب وہ دین کے راستہ میں کسی قسم کا فوز دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے دور کر دیں تو قطب کے مشورے کے محتاج ہوتے ہیں۔

رَبَّنَا اخْرُجْنَا مِنْ بَيْنِنَا وَيُنْزِلْ عَلَيْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً يَغْسِلُ بَيْنَنَا مَاءً يَكْفِيهِ ۝

ان والیان عالم کے گروہ کو حضرت قدوة الکبر نے اپنا گروہ اور اپنی جماعت فرمایا ہے۔ بس اس بات سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ حضرت قدوة الکبر اغوش وقت ہیں۔ اسی لطیفہ کے تحت انشاء اللہ اس کی وضاحت کی جائے گی۔ بعض مشائخ اور ادیبانے راسخ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ہر نوع کے لئے قطب جداگانہ ہوتا ہے یعنی زاہدوں اور عابدوں، عارفوں، ادباء اور عشاق (راہی) کا قطب الگ الگ ہوتا ہے جس کے توسط سے اس صنف کے ہر فرد کو فیض پہنچتا ہے۔

چہ باشد گر ازان فیاض مطلق
عجب کیا گر خدا کی بارگہ سے
رسد فیضی بسوی بندہ الحق
کسی بندہ کی جانب فیض پہونچے

اللھم رقبنا بزلال فیضہ و جمیع اھلہ (اے اللہ اس کے صاف آب فیض سے ہمیں اور اس کے تمام لوگوں کو سیراب کر) لیکن قطب الاقطاب تمام عالم کے لئے صرف ایک ذات واحد ہوتی ہے۔ قطب الاقطاب کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعض قطب الدائرہ کہتے ہیں اور بعض غوث الاعظم و انسان کامل و قطب الاقطاب کہتے ہیں اور انہیں قطب الاعلیٰ مظہر کلی اور جہانگیر بھی کہتے ہیں لیکن باری تعالیٰ کے یہاں غوث کا نام نامی عبداللہ ہوتا ہے۔ یہ ذات یگانہ روزگار ہوتی ہے اور فرید عصر۔ حق تعالیٰ اس کی ذات یگانہ کو اپنے اسرار کا مظہر کلی اور اہل عالم کا منظور نظر بنا دیتا ہے۔ قطب الاقطاب کے وجود عنصری و صورت پکری کا قیام قلب ابراہیم علیہ السلام اور بعض کے نزدیک قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ اس موقع پر شیخ کبیر نے دریافت کیا کہ قلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبیر نے فرمایا کہ قلب اسرافیل سے مراد ان کا مشرب ہے اس لئے کہ ہر ایک ولی اللہ کسی نہ کسی نبی کے مشرب اور ان کی روش پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں قدوۃ الکبیر نے فرمایا کہ جب شیخ مصلحت خجندی کی قوت جذبہ کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا یعنی کمالات ولایت کا شہرہ در در دور پہنچ گیا تو شیخ نجم الدین کبریٰ نے اپنے ایک مرید کو ان کی ملاقات کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ تم ان عزیز سے سناؤ، ہم سے آکر ویسا ہی بیان کرنا۔ جب مرید خجندی میں

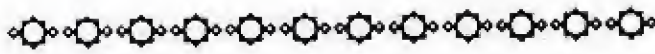
حضرت شیخ مصلحت نجدی کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا اے درویش ! کہاں سے آنا ہوا ؟ مرید نے جواب دیا خوارزم سے حاضر ہوا ہوں ۔ یہ سنتے ہی شیخ مصلحت نے فرمایا کہ وہ یہودی اچھا تو ہے ؟ یہودی کہنے سے ان کا مطلب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ذات تھی ۔ شیخ کے مرید کو اس لفظ سے سخت ناگواری پیدا ہوئی وہ شیخ مصلحت سے پرسن کر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خوارزم واپس پہنچا ، تو شیخ نے مرید سے کہا کہ جو کچھ تم نے ان بزرگ سے سنا ہے وہ مجھے بتاؤ مرید نے کہا جناب والا، انہوں نے تو ایسی بات کہی ہے کہ میں آپ کے سامنے کہہ نہیں سکتا ۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا تم کو اس سے کیا سروکار ؟

شعر

ترا باپیام بزرگان چہر کار
تصرف نیابہ درین پردہ بار
بزرگوں کا پہونچا دے تو ہر پیام
تصرف کا اس پردہ میں کیا ہے کام
تم نے جو کچھ سنا ہے وہ ضرور کہو، تب اس مرید نے کہا کہ جب میں شیخ مصلحت کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا ”جہود تو خوش است“ (تیرا یہودی تو اچھا ہے) حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ پر یہ سنتے ہی ایک کیفیت طاری ہو گئی اور مجلس سماع متعقد کی گئی ایک عجیب و غریب حالت و وجد ایک پہونچ ان پر قائم رہا جب وہ حالت گئی تو اس مرید نے دریافت کیا کہ اس مسرت کا سبب کیا تھا ؟ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ میں ایک عرصہ اور زمانہ سے اس امر میں متردد تھا کہ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کس پیغمبر کے قلب پر ہوں ان بزرگوں کے اشارہ سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میں قلب موسیٰ علیہ السلام پر ہوں کہ یہود موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے

شعر

چہ داند مرغان دام ہوا
ترنم سرائی طیور عسلا
نہ جانیں گے مرغسان دام ہوا
کہ ہے طائر قدس کا نغمہ کیا
اس طرح قاضی رفیع الدین صاحب اس امر میں بڑے مضطرب تھے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت قدوة الکبر کس نبی کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں ان کو کس نبی کے قلب پر رکھا گیا ہے اور اصفیا میں سے کس کے مشرب کے حامل ہیں چنانچہ اپنے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے حضرت قدوة الکبر سے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی ایک ہر صحت تک اس معاملہ میں شبہ رہا کہ میں کس نبی کے قلب پر ہوں میں خیال کرتا رہا کہ شاید اس سلسلہ میں مجھے بتا دیا جائے آخر کار میں نے فرزند دلہند تکر علی کو حضرت نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں بھیجا اور فرزند تکر علی قطع منازل کے بعد ان کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ خوب آئے اس آفتاب پرست کا نور میں تیری پیشانی میں مشاہدہ کر رہا ہوں اور سورج کے ہمسایہ کا طور تیرے چہرے میں ظاہر پاتا ہوں ۔ تیرا آفتاب پرست اچھا تو ہے جیب تکر علی



نے یہ سنا تو انہیں ناگوار گذرا لیکن چونکہ وہ قدوۃ الکبرا کی طرف سے اس بات پر مامور کئے گئے تھے لہذا امثال امر کے طور پر انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں اچھے ہیں اور آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ شیخ نجم الدین نے پھر فرمایا تیرا آفتاب پرست کس کام میں مشغول ہو گیا ہے؟ تنکر قلی کہتے ہیں چونکہ میں حضرت قدوۃ الکبرا کے فیض نظر سے بہرہ مند تھا اسلئے سمجھ گیا کہ توجہ الی اللہ کے بارے میں اشارۃً دریافت کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ نور آفتاب کو مختلف رنگ کے شیشوں میں اور چہرہ کو مختلف جواہر کے آئینوں میں دیکھتے ہیں۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا ہاں! اگر اسکی تجلی سے نگاہ خیر نہ ہو تو اُسے آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے اگر ان کا آئینہ رنگ آلود نہیں ہے تو پھر اپنے ہی وجود میں اُسے نہیں دیکھتے۔ فرزند تنکر قلی نے ان کا یہ کلام سنکر حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف رخ کیا کیونکہ حضور کا دل منتظر اور آنکھیں ہر دم دروازہ پر تھیں، تنکر قلی پر بڑا کرم فرماتے رہے ہیں۔ اس جواب بالصواب سے انہوں نے مقصد کلی کا پتہ لگالیا تھا۔

قطعہ

چہ خوش آن روز کہ اذیاریا می برد
کہ پیامی کہ کلامی کہ سلامی برد
قاصد یار اگر گام نہ برد
دل شوریدہ ازان گام بکامی برد
حضرت قدوۃ الکبرا بھی ان کے انتظار میں تھے کہ اس عرصہ میں تنکر قلی واپس پہنچ گئے آپ نے دریافت کیا کہ شیخ نے کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ شیخ نجم الدین نے مجھے دیکھتے ہی دریافت فرمایا "آفتاب پرست توجہ کاری کند" اور جو کچھ اوپر بیان کیا گیا وہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کے بشرہ پر مسرت کا اثر نمایاں ہونے لگا اور فرمایا کہ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قدم عیسیٰ (علیہ السلام) تک رسائی عطا فرمائی اور میرے کلام کو قلب عیسیٰ (علیہ السلام) پر انجام دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ ابو الوفا فرماتے ہیں کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے طریقوں سے بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ عیسیٰ مسلک کے ہیں یعنی قلب عیسیٰ (علیہ السلام) پر ہیں۔ کیونکہ مردہ کو زندہ کرنا اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی اسی قسم کے خوارق ظہور میں آتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فقراء کے مراتب کی بلندی اور علو حال کے اظہار کے لیے جامع دمشق میں مقیم تھے۔ اس وقت آپ حنن مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت عورت لاطینی ترک اپنے ایک بارہ سالہ بیمار لڑکے کو جس کا چہرہ چودھویں رات کی چاندنی کی طرح تھا۔

شعر

رخش ز افنابی درخشنده تر تھا چہرہ چمکدار سورج سے بھی
قدش از سہی ہم خرامندہ تر تھی رفتار قد مثل سرو سہی
لے کر خدمت میں حاضر ہوئی اور رونے چلانے لگی۔ حضرت قدوۃ الکبر نے جب لڑکے کو دیکھا تو اس میں زندگی
کے آثار ذرا بھی باقی نہیں تھے، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا مجھے برگز
یہ کام نہیں پہنچتا، عورت بقرار تھی سہ

بیت

چنان آہنگ را آغاز کردہ کیا تالے کا اس نے ایسا آغاز
کہ زہرہ ز آسمان غم ساز کردہ ہوئی زہرہ فلک اس کی غم ساز
عرض کیا کہ اویا اللہ و برگزیدگان خدا جاں بخشی و عطاء حیات میں عیسیٰ و خضر علیہما السلام سے کم نہیں ہیں سہ

قطعہ

رسم جان بخشی و آئین حیات رسم جان بخشی اصول زندگی
از لب عیسیٰ و خضر آموختہ لب سے خضر و عیسیٰ کے حاصل کیا
ای لبانت در مکلم میدہد اسکی خبریں دیتے ہیں لب تیرے آج
ہر چہ خضر از سالہا اندوختہ خضر کو برسوں میں جو کچھ ہست ملا

جب اس عورت کا اضطراب حد سے بڑھ گیا تو حضرت قدوۃ الکبر نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور عالم مشاہدہ میں
رہے۔ حقوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم باذن اللہ اللہ
کے حکم اور ارادہ سے اٹھ کھڑا ہو، تیری ماں تیرے غم میں مری جا رہی ہے فوراً اس کا بیٹا اٹھ کھڑا ہوا اور دنیا
سے روانہ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کی روح اس کے بدن سے جدا نہیں ہوئی تھی۔ دشمنین تو دھوکہ
دے گئے سہ

قطعہ

چون زین کار مردم خبر یافتند جو لوگوں نے سن پائی اسکی خبر
بیدار شان پاک بشتافتند تو دیدار کو آیا ہر اک بشر
چو دیدند دیدار جان بخش او زیارت جو کی دیکھا اک ذات میں
دم خضر و عیسیٰ بہم یافتند ملے خضر و عیسیٰ ہیں با ہمدگر

سہ یہ قطعہ نظام بینی کا ہے۔

لوگ ہر طرف سے ٹٹ پڑے۔ جب یہ اثر دم حد سے بڑھ گیا تو آپ نے ہمزہوں سے فرمایا کہ یہاں سے کوچ کی تیاری کرو کہ یہاں رہنے سے ہمارے اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت قدوة الکبرا کا ایک مرید جو ہرنامی تھا اس کے جسم پر برص کے آثار نمایاں ہوئے اور ایک بڑا خطرہ درپیش ہو گیا کہ خراسان میں جو کوئی برص کے مرض میں مبتلا ہوتا اسکو شہر سے نکال دیا جاتا تھا، جو ہرنے حضرت قدوة الکبرا سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ان لوگوں سے مل آؤں اور عالم گننامی میں چلا جاؤں۔ اگر اٹھارہ ہزار عالم کی مصیبتیں مجھ پر نازل ہو جائیں وہ اس سے آسان تھیں لیکن آپ کے پاکیزہ کلام سننے سے محروم رہنا ان مصیبتوں سے زیادہ سخت ہے۔

شعر

مرا از درد عالم نیست اندیش نہیں ہے درد عالم کا مجھے غم
دیک از درد ہجرت ہست دل ریش مگر دل تیری فرقت سے ہے برہم

حضرت قدوة الکبرا کی مہربانیاں جو ہر کے حال پر بہت زیادہ تھیں کہ فقیہوں کا گوہر اور اشعار کا نوقیہ کی ذات سے چمکدار تھا اس وقت جو ہرنے کچھ اس طرح کی بے قراری کا اظہار کیا کہ حضرت بھی اس سے متاثر ہوئے۔

رباعی

نالہ و افغان کہ بود از درون نکلے اگر آہ دل بے قرار
اشک کند از دل مردم برون سن کے ہوں سب سننے والے اشکار
دل چہ بود از گذر این الم دل ہے کیا اس رنج کا گر ہو گذر
گر چہ بود سنگ بتر قد زہم ٹکڑے ٹکڑے سنگ کا بھی ہو بگر

حضرت قدوة الکبرا اور آپ کے ساتھیوں کو ان کی آہ و زاری سے رقت آگئی۔ تب حضرت نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لاؤ، پانی لایا گیا، آپ نے تھوڑا سا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ جو ہرنے تھوڑا سا پانی اس میں سے پیا اور باقی پانی اپنے جسم پر مل لیا۔ اسی وقت برص کا اثر اس کے جسم سے زائل ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکو یہ مرض کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔

شعر

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید فیض روح القدس اب بھی جو مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ میخواست دوسرے بھی وہ کریں جو تھے میخواست

ایک بار حضرت قدوة الکبرا جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد قصبہ سنجولی سے روانہ ہوئے، جب آپ سکندر پور میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے سیدوں کی خوشبو آرہی ہے۔ میرے سید جمال الدین خرد

سے حفظنا اللہ وایاکم عن ہذا البلیۃ (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس بلا سے محفوظ رکھے)



اس موضع کے زمیندار تھے جب وہ حضرت قدوة الکبرا کی خدمت میں شرف نیاز کے حصول کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ سیادت کی خوشبو اب زیادہ آکر ہی ہے اور بدلتوں کے بعد سیادت کی خوشبو سونگھنے میں آئی ہے۔ سید جمال الدین جب آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے تو حضرت قدوة الکبرا کی نسبت ان کا اعتقاد اور دائم ہو گیا اور دل دجان سے ان کے مطہع ہو گئے۔ وہ اکثر حضرت قدوة الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرتے آئے گئے۔ سید جمال الدین خرد کی دوزخیں پشتیں اسی طرح کوزر چلی بغیں کہ ہر پشت میں صرف ایک بیٹا پیدا ہوتا تھا، اس سلسلہ میں حضرت قدوة الکبرا سے عرض کیا اور دل میں ارادہ کر رکھا کہ کسی دوسرے بزرگ سے بھی اس حاجت برآری کے لئے عرض کریں گے۔ ایک دن حضرت قدوة الکبرا چل پڑی طاری تھا سید جمال الدین ادب کھڑے ہوئے اور شانہ زندانہ عا خدمت والا میں پیش کیا۔ جواب میں ارشاد فرمایا! سید تمہیں مبارک ہو تمہارے بہت سے بیٹے اور پوتے ہوں گے تمہیں عرض حال کے لئے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے اور تم کو مال و دولت بھی بہت کچھ ملے گا جب آپ ان کی عرضی قبول فرما کر فارغ ہوئے تو ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیمار لڑکے کو لاکر حضرت قدوة الکبرا کے قدم پکڑ لئے اور عرض کیا کہ میرا بس یہی ایک لڑکا ہے اور اللہ کے حکم سے اب یہ مرنے کے قریب ہے، خدا کے واسطے آپ اس کیلئے دعا فرمائیے کہ یہ اچھا ہو جائے، آپ نے فرمایا کہ اے اماں میں نے اعیان ثابتہ (روح محفوظ) میں دیکھا ہے کہ تمہارے بیٹے کی عمر اب کچھ دیر کی رہ گئی ہے۔ بوڑھی عورت نے کہا اگر میرے بچہ کو زندگی نہ ملی تو میں حضور کے سامنے اپنی جان دے دوں گی۔ حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک سو بیس سال کی عمر عطا فرمائی ہے میں اس میں سے دس سال تمہارے بیٹے کو دیتا ہوں۔ آج کی تاریخ لکھ لو اس حساب سے اس کے بعد تمہارا بیٹا آج ہی کی تاریخ میں مرجائے گا۔

غوث پر نظام عالم قائم ہے | غوث کے سلسلہ میں کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ زمانہ کی گردش اور عالم ناپائیدار کی بقا غوث کے پیکر لطیف اور عنصر شریف کے واسطے قائم ہے اور اگر غوث کا وجود ایک طرفہ العین کے لئے بھی باقی نہ رہے تو یہ عالم نابود ہو جائے جیسا کہ صاحب فصوص شیخ ابن العربی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ دنیا اس وقت تک محفوظ رہے گی جس وقت تک اس میں یہ انسان کامل (غوث) موجود رہے گا کیونکہ ہمیں دیکھتے کہ جس وقت وجود غوث نہ رہا اور خزانہ عالم سے علیحدہ ہو گیا تو اس میں خزانہ حق جو کچھ تھا باقی نہ رہا اور جو کچھ تھا نکل گیا اور آپس میں خلط ملط ہو گیا اور معاملہ منتقل ہو کر آخرت (قیامت) تک پہنچا۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ جب میں شیخ عبدالرزاق کاشی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان سے بہت سے فوائد حاصل کئے۔ ایک بار غوث کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی فرمایا کہ غوث بھلے برس جس حال میں ہو پوشیدہ نہیں رہتا چنانچہ طبقات الصوفیہ (از شیخ عبدالرحمن سلمیٰ نیشاپوری) میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ابوالحسن دراج نے بیان کیا کہ مجھے دو سفر میں ہمراہیوں سے تکلیف پہنچی وہ باہمی کیسہ رکھتے تھے

اور ایک دوسرے سے عار کرتے تھے، میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب میں تنہا ہی سفر کروں گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، جب میں تنہا سفر کرتا ہوا مسجد فارسیہ میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک بوڑھے کوڑھی کو بیٹھا ہوا پایا سخت بلا میں مبتلا تھا۔ شیخ نے جب مجھے دیکھا تو سلام کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن کیا حج کا ارادہ ہے میں نے اس سے گھن کھاتے ہوئے ناگواری سے جواب دیا کہ ہاں! جاتو رہو ہوں اور شیخ نے کہا کیا اپنا شریک سفر چاہتے ہیں نے دل میں کہا کہ تندرست ساتھیوں سے بھاگتا تو ایک جذامی کے ہاتھ میں پڑا۔ میں نے کہا نہیں، شیخ نے کہا کہ ساتھ لے لو۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں کسی کو ساتھ نہیں لوں گا۔ شیخ نے کہا اے ابوالحسن یَصْنَعُ اللَّهُ بِالضَّعِيفِ حَتَّى يَتَجَبَّ الْقَوِيُّ۔ (اللہ تعالیٰ کمزور کے ساتھ رد کرتا ہے جسے قوی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے) میں نے کہا جی ہاں! یہ درست ہے لیکن میں اس کو ساتھ لے کر چلنے سے انکار کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں دوسری منزل پر پہنچا تو چاشت کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ شیخ مجھ دم وہاں بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے دیکھتے ہی کہا اے ابوالحسن یَصْنَعُ اللَّهُ بِالضَّعِيفِ حَتَّى يَتَجَبَّ الْقَوِيُّ میں نے جواب نہ دیا اور چلا گیا لیکن میرے دل میں اسکی نسبت ایک طرح کا تردد اور دوسرے پیدا ہوا جب جلد جلد صبح کے وقت دوسری منزل پر میں پہنچا تو مسجد میں داخل ہوا، اسکو دیکھا کہ با اطمینان بیٹھا ہے اُس نے کہا یَصْنَعُ اللَّهُ بِالضَّعِيفِ حَتَّى يَتَجَبَّ الْقَوِيُّ۔ میں ان کے سامنے گیا اور زمین پر گر پڑا اور عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ اور آپ سے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اس معذرت طلبی سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے غلطی کی کہ آپ کو ساتھ لینے سے انکار کر دیا۔ اب میں آپ کو ساتھ لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے انکار کر دیا تھا اور ساتھ نہ لینے پر قسم کھائی تھی۔ اب مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں تمہاری قسم کو توڑ دوں، میں نے کہا اگر آپ ساتھ چلنے پر تیار نہیں تو کم از کم اتنا کیجئے کہ میں ہر منزل پر آپ کو دیکھ لیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں مضائقہ نہیں۔

یہ سنکر سفر کی تھکان اور جھوک اور پیاس سب جاتی رہی، ہر فکر دل سے دور ہو گئی۔ اب بس یہی گھن نھی کہ کب منزل پر پہنچوں اور ان کا دیدار کروں۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو دوسرے صوفیوں سے میں نے یہ قصہ بیان کیا تو شیخ ابو بکر کتابی اور شیخ ابوالحسن منزہ نے مجھے بتایا کہ وہ شیخ ابو جعفر مجذوم ہیں۔ تیس سال ہو گئے ہیں کہ ہم ان کے دیدار کے خواہاں ہیں۔ کاش ہم ان کو دیکھ سکیں۔ میں جب طواف میں مشغول ہوا تو میں نے ان کو پھر دیکھا، میں نے اس ملاقات کا ذکر پھر اپنے دوستوں سے کیا انہوں نے کہا کہ اب اگر تم ان کو دیکھو تو ہمیں آواز دے دینا اور ان کا دھیان رکھنا میں نے کہا کہ اچھا ایسا ہی کروں گا لیکن میں نے مٹی اور عرفات میں ان کو نہیں دیکھا۔ رمی جمار کے دن کسی نے میرے پیچھے سے کہا السلام علیکم یا ابوالحسن! میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت شیخ موجود تھے۔ ان کو دیکھتے ہی مجھ پر عجیب حالت طاری ہو گئی، میں نے ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہو گیا، اور وہ وہاں سے کہیں چلے گئے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا بعض اولیاء اللہ بالکل ان پڑھ گزرے ہیں اور باہنہ وہ مرتبہ غوثیت پر فائز

ہوے ہیں چنانچہ شیخ ابوالعباس قصاب اپنے وقت کے غوث اور قبلہ زمانہ گزرے ہیں۔ اُمی محسن تھے اور از روئے علم ان کا یہ حال تھا کہ کان اور قاف میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح شیخ ابوالحسن خرقانی بھی ان پڑھ تھے لیکن اپنے وقت کے غوث تھے حضرت پیر ہدی (حضرت عبداللہ انصاری ہدی) فرماتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کچھ اندہ تکلیف ہوتی تو وہ خواجہ کے پاس حاضر ہوتا وہ اس پر الحمد للہ پڑھ کر دم فرماتے اسی دم اس کو آرام ہو جاتا اور یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے ایک بار ایک فاضل شخص کے دانت میں درد ہوا وہ آپ کے پاس گیا آپ نے الحمد پڑھ کر دم فرما دیا۔ اسی وقت درد مٹا رہا۔ اس نے کہا کہ آپ الحمد للہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے آئیے میں آپ کو صحیح کرا دوں اور اچھی طرح یاد کرا دوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ پہلے اپنے دل کو جھیک کر اس کے بعد وہ شخص پھر اسی درد میں مبتلا ہو گیا شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ خرقانی کی زبان سے الحمد للہ سنی ہے۔ چونکہ وہ اُمی محسن تھے اسی لیے صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ غوث زمانہ تھے۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ غوث کعبہ کے مجاور ہوتے ہیں ہمیشہ کعبۃ اللہ میں رہتے ہیں، اس موقع پر ایک عزیز نے عرض کیا کہ معین حضرات اولیاء اکرام میں سے مختلف شہروں اور قریوں میں پائے گئے ہیں اور وہ غوث روزگار کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالعباس اعلیٰ میں اور غوث الثقلین بغداد میں مقیم تھے لیکن یہ حضرات غوث زمانہ تھے اور ان جیسے معین دوسرے حضرات بھی گزرے ہیں پس اس صورت میں اگر مجاورت کعبہ غوثیت کے لیے شرط ہوتی تو پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا اور یہ تعارض کس طرح دور ہو سکتا ہے، حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ مجاورت کعبہ کوئی لازمی شرط نہیں ہے اور اولیائے کاملین کو حق تعالیٰ نے ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ ایک طرفۃ العین میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور غوث توان حضرات میں اکمل ترین ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد (حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات) کے حکم کے بموجب معین مہدین مختلف جگہوں پر مختلف پہاڑوں میں صوفی گزین ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے درمیان کم از کم دس دس کا فاصلہ ہوتا تھا۔ یہ حضرات حکم کے بموجب اپنی ریاضت کی مدت پوری کر کے ان پہاڑوں کے صوفی خانوں سے نکل کر حضرت مخدومی کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا کہ فلاں تاریخ کو پیر و مرشد میرے پاس تشریف لاتے تھے اور تعبیر و اقرار بیان کیا اور تجلیوں میں فرق ظاہر کیا لیکن حقیقت حال یہ تھی کہ حضرت مخدوم (بظاہر) اپنی خانقاہ سے ان تاریخوں میں ایک ساعت کیلئے بھی باہر نہیں گئے۔

حضرت غوث اعظم کا منصب غوثیت

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ غوث لوگوں کی نگاہ سے کبھی پوشیدہ رہتا ہے اور کبھی ظاہر ہوتا ہے بھی روا ہے کہ ایک غوث کی دعا سے دوسرے دلی کو غوثیت کا منصب حاصل ہو جائے چنانچہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک غوث ہی کی دعا سے اس منصب سے مشرف ہوئے تھے شیخ ابوسبیر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن علی بن ابی عمر تمیمی شافعی رحمہم اللہ تھلے سے منقول ہے کہ میں ایام شباب میں

حصول علم کے لئے بغداد میں مقیم تھا۔ ابن سقا ان دنوں میرے دوست تھے، نظامیہ بغداد میں ہم تعلیم حاصل کرتے تھے عبادت و فراغت کے بعد میں صلحا کی زیارت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ اس زمانہ میں بغداد میں ایک دلی اللہ تھے ان کو ثروت و ثناء تھا وہ جب چاہتے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے تھے اور جب چاہتے ظاہر ہو جاتے ایک دن میں، ابن سقا اور شیخ عبدالقادر یمینوں نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا ابن سقا نے چلنے سے پہلے کہا کہ آج میں ان سے ایک البیبا مسئلہ دریافت کروں گا کہ ان سے جواب بن نہیں پڑے گا۔ میں نے کہا ایک مسئلہ مجھے بھی دریافت کرنا ہے دیکھتا ہوں کہ ان کی اس مسئلہ میں کیا راستے ہوتی ہے۔ شیخ عبدالقادر نے کہا کہ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں میں تو محض ان کے شرف دیدار اور حصول برکات کے لیے ان کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس گفتگو کے بعد ہم یمینوں ان کے مقام پر پہنچے تو وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھے لیکن کچھ دیر کے بعد ہی وہ ظاہر ہو گئے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے بڑی غضب ناک نظروں سے ابن سقا کی طرف دیکھا اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے البیبا مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ جس کا جواب میں نہیں جانتا۔ سن تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یاد رکھ ابن سقا میں تیرے اندر کفر کی آگ شعلہ زن دیکھ رہا ہوں! اس کے بعد شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عبداللہ تو بھی مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے سن کہ میں اس مسئلہ میں کیا کہتا ہوں تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے لیکن بے ادبی کے باعث تو دنیا میں اپنے کانوں کی ٹونک غرق رہے گا یہ فرما کر شیخ عبدالقادر بیلانی کی طرف متوجہ ہوئے ان کو اپنے پاس بلایا ان کی تعلیم کی اور فرمایا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے حسن ادب سے خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا ہے۔ اس حسن ادب کے باعث میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک دن بغداد کے منبر پر بیٹھو گے۔ اور بر ملا کہو گے۔

قد می هذا علی رقبۃ کل ولی اللہ میرا یہ قدم تمام ادبیار اللہ کی گردن پر ہے۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام ادبیاء نے تمہاری تعظیم کے لئے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔ یہ فرما کر وہ اسی وقت نکلا ہوں سے ادب چلے ہو گئے پھر ہم میں سے کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ تھوڑی مدت میں بزرگی کی نشانیاں شیخ عبدالقادر میں بغایت الہی ظاہر ہونے لگیں ان کی ولایت پر خاص دعاء نے اجماع کر لیا اور ایک دن وہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: قد می هذا علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اور اس وقت کے تمام ادبیاء نے آپ کی بزرگی کا اقرار کیا، دوسری طرف ابن سقا نے تحصیل علم کے بعد علوم شریعت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ بہت سے علماء عصر سے بازی لے گئے اور ہر طرف بقطع مناظرہ در جمیع العلوم ان کی شہرت پھیل گئی۔ ان کی زبان بڑی فصیح تھی اور بیان بڑا لطیف تھا، خلیفہ نے ان کو سفیر نامہ مملکت روم میں بھیجا۔ شاہ روم نے جب ان کے کمال علمی کو دیکھا اور ان کو زبردست فسخ پایا تو اس نے نصرانی علماء اور قسطنطین کو جمع کیا اور ان سے مناظرہ کرایا جب مناظرہ ہوا تو ابن سقا نے سب کو شکست دے دی اور اپنے برائین قاطعہ سے ان سب کو عاجز کر دیا۔ ملک روم کے دربار میں ان کی بڑی منزلت ہونے لگی اور ان کو زبردست

رتبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ بادشاہِ روم کی حسین و جمیل بیٹی کو انہوں نے دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گئے۔

شعر

مبتلا شد در زمان جان شریف مبتلا اُس دم ہوئی جان شریف
بر جمال و حسن آن روح لطیف دیکھا جب اُس روح کا حسن لطیف

انہوں نے شاہِ روم سے درخواست کی کہ اپنی لڑکی ان کے جلالِ عقد میں دیدے۔ شاہِ روم نے کہا کہ اس کی شادی تمہارے ساتھ صرف اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ تم عیسائی ہو جاؤ۔ یہ فوراً عیسائی ہو گئے

غزل

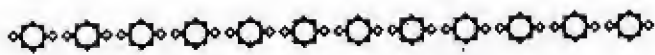
آتشِ حشش درونِ جان گرفت حُسن کا شعلہ جو سوز جاں ہوا
در بہاٹی عشق داد ایمان گرفت عشق کا بدلہ مرا ایساں ہوا
در دلِ کان عشق آمد از نظر دین و دنیا پھر کہاں اُس دل میں جو
جائی دین نبود کہ شہ ایوان گرفت شہریارِ عشق کا ایوان ہوا
عشق در ملک دلت چون بادشاہ ملکِ دل میں عشق ہے اک بادشاہ
رفت غوغا ملک چون سلطان گرفت غلِ مشا جب حکمرانِ سلطان ہوا
بادشاہ عشق را نبود زوال بادشاہ عشق کو کیسا زوال
آفتاب است ظلِ او توان گرفت پر تو خورشید کب پہناں ہوا
پنج نوبت میزند بر تختِ بخت پنج نوبت تخت پر بجتی ہے جب
عشق تو چون اشرفِ سمنان گرفت تیرا عاشقِ اشرفِ سمنان ہوا

اور اس لڑکی کو انکا اور غوث کی بات یاد آئی اور سمجھ گئے کہ یہ کچھ اس بے ادبی کا نتیجہ ہے کہ

قطعہ

بی ادب ہرگز نباشد رستگار بے ادب ہوتا نہیں ہے رستگار
از ادب گرد و نیست با عز و وقار آسماں کا ہے ادب ہی سے وقار
گر نہ گردد مارِ حلقہ از ادب اگر ادب سے باندھ لے حلقہ نہ سانپ
چون بود بالائی گنجی مہرہ دار ہو خزانہ پر وہ کیسے مہرہ دار

اب میرِ احوال مٹینے۔ میں وہاں سے دمشق آگیا۔ سلطانِ نزال الدین دزنگی، شبیہ نے مجھے طلب فرمایا اور وزارتِ اوقات میرے سپرد کر دی اور مجھ پر کمالِ درجہ مربانی فرمائی اور اس طرح ان غوثِ وقت کا ارشاد دیکر تم سراپا دنیا میں گھر جاؤ گے (مجھ پر صادقی آگیا۔ اس حکایت کے بیان فرمانے کے بعد حضرت نے فی البدیہہ یہ رباعی ارشاد فرمائی۔



رباعی

ہر چہ در تقدیر یزدان رفتہ است جو مقدر ہو چکا، ظاہر اُسے
آید از درویش و سلطان بر زبان کرتی ہے درویش و سلطان کی زبان
در میان دیدہ و نادیدہ کوئی دیکھے بے دیکھے کی باتوں میں ہے فرق
ہست فرقی از زمین تا آسمان ایسا جیسے یہ زمین و آسمان
حضرت نورالعین نے حضرت قدوة الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عنقریب غوث
دوزگار کا دھال ہونے والا ہے اس سے آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔ حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کچھ
پیسوں کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ پھر یہ نوبت کس کے دروازہ پر بھائی جائے گی۔

قطعہ

آنکہ باشد بر در او بر زنت کون ہے در پر بھاتے جس کے ہیں
کوس دولت از مثال کبریا کوس دولت حسب فرمان خدا
کیست کورا از حرم خاص تر کون ہے جس کو حرم خاص سے
بانگ بر غیرت کہ از بیرون بیا ہے ندا آتی کہ تو باہر سے آ
اتفاق سے کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوة الکبرا نے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبر نے اس موقع پر عرض کیا
کہ میں حضور والا میں چند بار یہ درخواست کر چکا ہوں کہ مجھے بھی رکاب سعادت سے مشرب ہونے کا موقع دیا
جائے۔ سفر میں اپنے ساتھ رکھیں، لیکن اب تک مجھے یہ شرف حاصل نہیں ہوا ہے اس بار مجھے امید ہے کہ
حضور کی ہمراہی کا شرف ضرور میرے ہوگا اور میں حاضر خدمت رہوں گا۔ حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی
ہوگا۔ تنہا ہی رفاقت کے بغیر مجھے بھی قرار نہیں آتا لیکن درگاہ کی دیکھ بھال اور ولایت اسلام کے بند و بست کی خاطر
میں نہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاتا تھا

شعر

مرا از روی تو دوری غریبست مجھے بھاتی نہیں ہے تیری فرقت
ضرورت می شود امر عجیبست مگر مجبور کرتی ہے ضرورت
لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا اور جو کچھ تم چاہتے ہو ویسا ہی کیا جائے گا چنانچہ صوبہ ہجرات کی طرف روانگی اختیار
کی گئی تاکہ وہاں سے اطراف دکن اور ولایت گلبرگہ کا قصد کیا جائے کیونکہ اطراف دکن وراجی گلبرگہ حضرت قدوة الکبرا
کو بہت پسند تھی کیونکہ اس طرف کی آب و ہوا مزاج اندس کے موافق اور مناسب تھی۔ شعر
ندیم تہ سبزگوں برگہ تہ چرخ دیکھا نہ اک لالہ زار
بگلزار عالم جو گلبرگہ کہ گلبرگہ کی طرح ہو پر بہار

ہتھ عنقا کی طرح ہاشندہ قاف

حضرت قدوة الکبرا کو
منصب غوثیت عطا ہوتا

شعر
ہمہ کس بمیدان کوشش دراند
ولی گوی دولت نہ ہر کس برند
تھے کوشش کے میدان میں سارے گئے
مگر گیند کو سب نہیں لے گئے
حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور اپنے لطف بے پایاں سے غوثیت کا دہ تاج اس فقیر کے سر پر رکھ دیا۔

الحمد لله

مگر گیند کو سب نہیں لے گئے

حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور اپنے لطفِ بے پایاں سے غوثیت کا وہ تاج اس فقیر کے سر پر رکھ دیا۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ ۱۷
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ
بہت بڑے فضل والا ہے۔
اور یہ شکرانہ اسی سلسلہ میں تھا جیسا کہ مجذوب شیرازی نے کہا ہے ۷

شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا
بر منتہائی ہمت خود کا مران شدم
یہ خبر سنتے ہی تمام مریدین اور رفقاء میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور حد درجہ مسرور ہوئے ۷

چون نوامی پردہ آمد بشوق
صوفی گردون بہرخ آمد ز ذوق
خوش بشارت از حرم خاص شد
کز نوایش ہریگی ر خاص شد
اب سے عزل و نصب کا حکم اس فقیر کو دے دیا گیا اور دورۂ عالم میرے سپرد کیا گیا ۷

جو پائی شہ فر افتاد از گاہ
بتختش کہ نشیند جز شہنشاہ
غوث وقت کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نے ان کے نماز جنازہ کی امامت کی اسلئے کہ غوث کی نماز جنازہ
غوث کے سوا کون پڑھا سکتا ہے۔ چاروں قیوم (قیم) اس فقیر اور دوا اماں یعنی عبدالرب اور عبدالملک اور ایک
اوتاد نے مل کر ان کی میت کو اٹھایا اور ان کے مقام ہی پر ان کو دفن کر دیا

غوثیت کے منصب سے پہلے | حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ اس عہدہ کی تفویض سے پہلے میں اماں ہیں
حضرت کا منصب اماں تھا | سے ایک تھا اور مجھے عبدالملک کہا جاتا تھا اور غوثیت کے تخت کے بائیں
جانب میرا مقام تھا، جب اس فقیر کو غوث کا منصب عطا فرمایا گیا تو عبدالرب کو جو غوث کے دائیں طرف بیٹھے تھے انہیں
بائیں طرف جگہ دے دیجی اور دائیں طرف جو جگہ خالی ہوئی اوتاد میں سے ایک کیلئے مخصوص کر دی گئی، اور اوتاد میں جو
خالی ہوئی تھے ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اختیار سے پر کر دیا گیا۔ اور اخیر میں اس ترقی سے جو جگہ خالی ہوئی وہ ابراہین
سے ایک کو ترقی دے کر رکھی گئی اور ابراہین کی جگہ پر ایک نجیب کو ترقی دی گئی اور نجیب کی خالی جگہ پر ایک نقیب اور نقبا

میں جو جگہ خالی ہوئی اسکو مومنوں سے ایک ہستی کے لئے مخصوص کیا گیا۔ اس دفعہ میری درخواست پر نقبائیں خالی ہونے والی جگہ پر عزیزم تنگ قلی کو منصب کیا گیا اور وہ جگہ تنگ قلی کو دے دی گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرائے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کافروں میں سے کسی ایک کو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ہی ان لوگوں میں شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ :- حضرت غوث الثقلین ریشخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں عرصہ سے حضرت غوث کی خدمت بجا لاتا تھا اور خدمت شریف میں اکثر اترتیں جاگ کر گزار دیتا تھا۔ ایک رات حضرت غوث الثقلین خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ میں نے پانی کی جھانگ پیش کی لیکن آپ نے التفات نہ فرمایا اور آپ مدرسہ کی طرف روانہ ہو گئے، دروازہ کھل گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے باہر نکل آیا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ کو میری اس عقب روی کا علم نہیں ہے جب ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچے تو دروازہ فوراً کھل گیا، آپ باہر نکل آئے اور میں بھی باہر نکل آیا پھر سامنے ایک اور دروازہ آیا، ہم کچھ دور اور آگے چلے اور ایک شہر میں پہنچ گئے جس کو میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے آپ مسافراں میں آئے دہاں پر چھ افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ لوگ حضرت غوث الثقلین کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب آ کر سلام کیا میں دہاں ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اسی رباط کے ایک کونہ سے آواز کی آواز آئی لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ آواز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک شخص نمودار ہوا اور وہ رباط کے اس طرف چلا گیا جہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی، اس کے بعد وہی جانے والا شخص واپس نکلا، اس وقت وہ کندھے پر ایک شخص کو اٹھائے ہوئے لا رہا تھا پھر ایک شخص اور آیا اس شخص کا سر بربند تھا اور اس کی لبوں کے بال بڑے ہوئے تھے۔ یہ شخص محترم کے ربوہ واکر بیٹھ گیا۔ حضرت ریشخ نے اسکو کلمہ طیبہ پڑھایا اور اس کے سر اور لب کے بال جو بہت بڑھے ہوئے تھے کاٹ دیے، اس کے بعد اس کو طاقیہ پہنائی اور نام ”محمد“ رکھا۔ اس کے بعد آپ نے ان چھ افراد سے جو پہلے سے دہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ میں اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ اس کو اس ستونی کا بدل بنا دوں۔ ان سب نے بیک زبان کہا ہمیں قبول ہے۔

اس کام کے بعد ریشخ وہاں سے واپس روانہ ہو گئے میں بھی حسب سابق ریشخ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا مقررہ فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے جس طرح دروازہ پہلی مرتبہ خود بخود کھل گیا تھا اس بار بھی کھل گیا پھر ہم مدرسہ کے دروازہ پر پہنچ گئے وہ بھی اسی طرح کھل گیا اور پھر ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں ریشخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا سبق پڑھنا چاہا لیکن رات کے مسائل کی سبب فجر پر اس طرح طاری تھی کہ اپنا سبق نہیں پڑھ سکا۔ ریشخ نے فرمایا اسے عزیز! پڑھو! تب میں نے ریشخ کو قسم دے کر کہا کہ رات جو کچھ میری نظروں سے گزرا ہے اس کی وضاحت فرمادیں۔ میری قسم سے مجبور ہو کر انہوں نے فرمایا کہ رات جو شہر تم نے دیکھا وہ شہر نہایت فسادہ چھ حضرات جو وہاں موجود تھے ابدال تھے اور جس

میت کے لئے رورہے تھے وہ ان کا سردار تھا اور وہ شخص جو کاندھے پر ایک شخص کو ڈالے ہوئے باہر آئے حضرت خضر علیہ السلام تھے اور اپنے کندھے پر اس مردہ کو لائے تاکہ اس کی تجنیۃ و تکفین کی جائے اور وہ شخص جسے میں نے کلمہ شہادتین پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا ایک آتش پرست تھا کہ مجھے حکم ہوا تھا کہ اُسے اس مردہ کا جانشین بناؤں لہذا اُسے میرے پاس لائے اور وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اب وہ بھی انہیں کا ایک ہے۔

حضرت شیخ مبارک نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غوث کے داہنے جانب جو بیٹھا ہے اس کو غوث کے بعد غوث کا منصب ملنا چاہیے کیونکہ اصحاب یمنین درائیں ہاتھ والے (اصحاب یسار) بائیں ہاتھ والے (پر برتری رکھتے ہیں اور یہاں یہ صورت ہے کہ بائیں جانب الے اس منصب پر پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ اہل یسار عالم انسانی کے ناظر اور نگران ہیں اور انام کے دائرہ کے محافظ ہیں (یعنی دنیا کے) اور اہل یمین عالم ملکوت کے ناظر ہیں۔ اس صورت میں عالم انسانی کے ناظر کا مرتبہ ناظر عالم روحانی سے اعلیٰ ہوا۔ پس ہر صورت میں اہل یسار ہی غوث کا منصب خالی ہونے پر اس کی جگہ ممکن ہوتے ہیں۔

ایک دن شیخ اصل الدین سپید باز نے حضرت مخدوم زادہ شیخ نور الدین نقاے ان کے قلب کو زرا بیان سے منور فرمایا،

کے قطب ہونے کے بارے میں گفتگو شروع کی اور دریافت کیا کہ ان کی قطبیت کا کیا مقام اور درجہ ہے ؟ حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت مرشدی و سیدی (شیخ علاء الدین گنج نبات) کی خدمت میں مجھے باریابی حاصل تھی اور میں ان کے حضور میں رہتا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو غوثیت کے مرتبہ پر پہنچائے تو تم فرزند نور کے لیے قطب ہونے کی کوشش کرنا

مصرعہ :-
گفتہ چشم ہر چہ تو کوئی ہمان کنم
بولے کردں گا یہ بسر و چشم میں ادا

حضرت مخدومی کے انتقال کے عرصہ دراز کے بعد ولایت بنگالہ کے قطب نے انتقال فرمایا پس تمام ادویائے کرام اور ذریعہ بارگاہ ربانی کا ہم نے اجتماع کیا تاکہ بالاتفاق مخدوم زادہ کو قطبیت کے منصب پر فائز کریں۔ اس وقت بعض لوگوں نے ان کے قطب ہونے کی دلیل چاہی۔ اس فقرے مخدوم زادہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ان لوگوں کے سوال کی طرف توجہ مبذول کیجیے اور اس پہاڑ کو اسٹ رہ کیجیے کہ آپ کے پاس آتے۔ بابا حسین قادم کہتے ہیں کہ جیسے ہی حضرت قدوۃ الکبرا کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے پہاڑ روانہ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اسے پہاڑ اپنی جگہ چھڑ جا کہ میں تو پیر زادہ کو تعلیم دے رہا ہوں اور ان کو مغلط کر رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مخدوم زادہ نے قدوۃ الکبرا کے ارشاد کے مطابق پہاڑ کو انگلی سے اشارہ کیا کہ اسے پہاڑ یہاں آ۔ پہاڑ بہت تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ بہت سے لوگوں نے

اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا اور آپ کی ثنا و توصیف کی

رباعی

ہمہ گفتند از دل بر زبان	لگے کہنے یہ دل سے سب زبانی
کہ بہتر زین نمی باید نشانی	کہ اس سے بڑھ کے کیا ہوگی نشانی
چو قطبی را نشان زنگونہ آید	جو قطبیت کی ہو ایسی علامت
دگر از حجت و برہان چہ باید	تو پھر کیا چاہیے برہان و حجت

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ حضرت مخدوم نے جو کچھ وصیتیں کی ہیں وہ سب کی سب ہم نے پوری کر دی ہیں صرف ایک وصیت باقی رہ گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کو بھی ہم پورا کریں گے۔ بعض اکابر صوفیہ نے اس قسم کا بار اٹھانے اور عہدہ دار ہو کر زندگی بسر کرنے سے کنارہ کشی کی ہے۔ اپنے حال کی مشغولیت کے باعث وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں لیکن بایں ہمہ بنی آدم کی ضروریات کا پورا کرنا اور دنیا کے بوجھوں کو اٹھانا بعض اکابر نے اہم قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے اپنے اقبال باطن پر دوسروں کی حاجت روائی اور کار برآری کو مقدم سمجھا ہے۔

جس وقت کہ حضرت مخدوم زادہ کو قطب کا منصب عطا کیا جا رہا تھا بارگاہ الہی کے بعض نائبین یہ چاہتے تھے کہ شیخ شرف الدین کو اس شرف سے مشرف کیا جائے اس وقت شیخ شرف الدین کے اندر عجیب اضطراب پیدا ہوا اور ایک رات وہ تمام شب خائفانہ میں ٹھہرتے رہے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ اگر اس بار قطبیت کو کوئی دوسرا اٹھائے تو بہتر ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد یہ اضطراب اور بے قراری ماضی رہی۔ بعض اصحاب نے ان سے ان کی اس بے قراری کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ بعض شخصیتیں چاہتی تھیں کہ قطب کا منصب میرے سپرد کر دیا جائے لیکن میں اس سے بچنا چاہتا تھا، الحمد للہ میرے بھائی نور نے اس بار کو اٹھالیا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ غوث کا جسم جس قدر بیان کریں اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ شیخ اکبر سے منقول ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ

کے طواف کے دوران ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہا تھا اور کسی سے مزاحمت نہیں کرتا اور اگر دو شخصوں کے درمیان آجاتا اور نکل جاتا تو ان کو جدا نہ کرتا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ کوئی روح ہے، میں نے تجسس کے ساتھ ان کی گذرگاہ پر نظر رکھی جب وہ سامنے آئے تو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ میرے ان کے درمیان بات چیت بھی ہوتی تب مجھے پتہ چلا کہ وہ شیخ احمد سبطی ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قطب وقت کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ہی قطب وقت ہوں۔ میرے بعد سیدہ جلال اور ان کے بعد سیدہ اشرف جہانگیر سمفانی ہوں گے رطبقات الصوفیہ

حضرت قدوة الکبرا کے بارے میں بار بار یہ بات مشاہدہ سے گزری ہے کہ بعض سلاطین اپنے قصروں میں حضرت کو ٹھراتے تھے اور جس قدر بادشاہوں کے محل مکلف و محفوظ ہوتے ہیں ویسے ہی وہ ہوتے تھے آدھی رات کو حضرت باہر تشریف لے آتے اور کہیں جاتے تھے، دروازہ اور قلعہ اسی طرح بند رہتا، اکثر ایسا ہوا کہ خادم یعنی نظام یعنی حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا بار بار ایسا ہوتا کہ جب میں ہاتھ کمر تک پہنچاتا تو میرا ہاتھ اُدھر سے اُدھر نکل جاتا۔ آپ کا جسم مبارک قطعاً میرے ہاتھ کو حائل نہ ہوتا کبھی کبھی حائل بھی ہوتا لیکن اس قدر لطیف تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ میں نے غوث کے سلسلہ میں بہت کچھ اپنے ”رسالہ غوثیہ“ میں تحریر کر دیا ہے وہاں سے اس سلسلہ میں بہت حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس طائفہ قدسیہ کی ماہیت و حقیقت کا جاننا بہت اہم اور مبارک ہے بار خلیا اہم کو اور تمام مومنوں کو یہ رتبہ شریعی اور مرتبہ بلند عطا فرما۔

امامان وہ کیا ہیں؟ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ دو اصحاب ہیں ایک کا نام عبدالرب ہے اور دوسرے کا نام عبدالملک! عبدالرب کی مسند وزارت تخت غوثیہ کے انہیں طرف ہوتی ہے اور وہ عالم ملکوت کا ناظر ہے۔ دوسرے عبدالملک کا مقام تخت غوثیہ کے بائیں طرف ہے اور وہ ملک ماسوت کے ناظر ہیں! یہ اپنے منصب کے اعتبار سے دائیں ہاتھ کے امام سے برتر اور افضل ہیں اور دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی ہے

شعر

چو برادرنگ باشد بادشاہی ہوا مندر نشیں جب تخت پر شاہ
ضرورت بی وزیران نیست جاہی وزیروں کے بغیر اسکی نہیں جاہ

اوتاد جن کی ذات سے اللہ تعالیٰ عالم کی نگرانی فرماتا ہے سارے عالم یعنی ہفت اقلیم و جہات عالم میں صرف چار ہوتے ہیں۔

شعر

ز چار اوتاد گردو پنج پایہ ہیں چار اوتاد برج پنج پایہ
کہ آں اورنگ شد این چار پایہ کہ ہے وہ تخت یہ ہیں چار پایہ

اور یہ ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں نہ ان کی تعداد گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی ہے ان میں سے ایک شرق میں ہوتے ہیں ان کا نام عبدالحی ہے اور دوسرے غرب میں ہیں ان کا نام عبدالحلیم ہے، تیسرے جنوب میں ہیں ان کا نام عبدالقادر ہے، چوتھے شمال میں ہیں ان کا نام عبدالرید ہے۔

چو غوث این خیمہ را بر کار کردہ کیا جب غوث نے خیمہ کو آباد
لناب چارکش اندر چار کردہ طنائیں چار و اسکی چار اوتاد

حق تعالیٰ ہفت اقلیم کی چاروں جہتوں کی حفاظت و نگرانی ان اوتاد کے توسط سے فرماتا ہے۔

کہ یہ حضرات الطاف الہی کا مظہر و منظر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے الطاف بے پایاں ان کے شامل حال رہتے ہیں جس طرح سے پہاڑ زمین کے سکون و قرار کا سبب ہیں زمین ان کے باعث ہل نہیں سکتی اذنا و تمام عالم اور ربیع سکون دنیا کے قیام و قرار کا موجب ہیں پورب و پچم میں ناچاران کی تعبیر پہاڑ سے کی گئی ہے۔

اَللّٰهُ يَجْعَلُ الْاَرْضَ وَمِثْلَ مَا فِي الْجِبَالِ اَذْوَادًا ۝ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اسکی سنجین نہیں بنایا
ابدال | سات ہونے میں وہ اپنے مقام سے جب کبھی سفر کرتے ہیں تو ایک جسم انسانی اپنا ہم صورت مستقر پر چھوڑ جاتے ہیں، تاکہ ان کی عدم موجودگی کو کوئی نہ سمجھ سکے۔ پس حقیقت میں نہ وہ بدل ہے نہ غیر اور ان میں سے ہر ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔

بیت

طناب خیمہ چون در چرخ یخ است طنائیں خیمہ کی ہیں چرخ میں یخ

تن ابدال دروی ہفت میخ است تن ابدال اس میں سات ہیں میخ

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ چالیس سے زیادہ ہیں اور بعض نے چالیس تن کو ابدال کہا ہے۔

حضرت قدوة العبراء لے ارشاد فرمایا کہ خاندان چشت کے سردار اور پیشوا حضرت شیخ ابوالاحمد منصب ابدال پر ناز ہے یہ ان چالیس حضرات میں سے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر آسودہ ہیں آپ کے آباء و اجداد سلطین چشت میں سے تھے آپ کی ایک بہن تھیں بڑی ہی عابدہ اور صالحہ آپ کے گھر کبھی کبھار شیخ ابوالاسحاق شامی ندس سرہ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کا فقہ یہ ہے کہ ابھی خواجہ ابوالاحمد کی عمر بیس سال کی تھی کہ آپ اپنے والد کے ہمراہ پہاڑی علاقہ میں شکار کھیلنے کے لیے گئے۔ شکار کے دوران آپ اپنے والد اور دوسرے ہمراہوں سے بچھڑ گئے اور صراصر بھرتے ہوئے آپ ایک گھاٹی میں پہنچے تو دیکھا کہ چالیس مردان خدا و ہاں ایک پتھر پر تشریف فرما ہیں اور شیخ ابوالاسحاق شامی ان کے درمیان ہیں ان پر بہتر حالت طاری ہوئی، گھوڑے سے اتر آئے اور شیخ کے پیروں پر سر رکھ دیا گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ تھا چھوڑ دیا۔

شعر

چو گوہر کان خود را دید پر سنگ جو دیکھا کان کو گوہر نے پر سنگ

زدہ بر شیشہ ناموس بے تنگ تو پشکا شیشہ عزت کو بے تنگ

اور کبل اور ڈھا اور ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے زکروں اور والد نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن یہ ان کو نہ ملے چند روز کے بعد خبر ملی کہ شیخ ابوالاسحاق شامی کے ساتھ پہاڑ کے فلاں علاقہ میں ہیں۔ ان کے والد نے کچھ لوگوں کو ان کے لانے کے لئے بھیجا، بہت کچھ سمجھا یا اور ساتھ چلنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی

اور ان کو اپنے ہمراہ واپس نہ لائے۔

ایات

نہ فرزانه از علم باقل بود ہنر سے ہنرمند باقل نہ ہو
نہ دیوانہ از پسند عاقل بود نصیحت سے دیوانہ عاقل نہ ہو
بخوان عاقلش گرفتہ فرزانه کہے اس کو عاقل جو فرزانه ہو
جو دیوانہ خوانیش دیوانہ کہے جو کہ دیوانہ دیوانہ ہو

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابدال سات ہیں اور ان سات میں سے چار اوتا دہیں اور قسّی امامان ہیں اور ایک قطب کہا جاتا ہے۔ ان حضرات کا نام ابدال اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کا انتقا ہو جانا ہے تو دوسرا اس کا بدل ہو جاتا ہے۔ اور ان چالیس حضرات میں سے ایک چن کر یہ تعداد پوری کر دیجاتی ہے اور ان چالیس میں جب ایک کمی ہوتی ہے وہ کمی تین سو میں سے ایک شخص کو منتخب کر کے پوری کر لی جاتی ہے اور جب ان تین سو میں سے ایک کم ہو جاتا ہے تو صاحبین مومنین میں سے ایک شخص کا انتخاب کر کے ان تین سو کی تعداد کو پورا کر دیا جاتا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ان حضرات کا نام ابدال اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کو یہ قدرت عطا کی گئی ہے کہ یہ اپنا بدل پیش کر دیتے ہیں اپنی مشاک کے مطابق کسی لیے امر کیلئے جو قائم ہے ان کی ذات میں اس حکم حال سے جو ان کے نفوس میں موجود ہے دینی ان کو اس حال کا علم ہوتا ہے اور اگر کسی کو اس امر کا علم نہ ہو تو ایسا شخص ابدال نہیں ہوگا۔ وہ اس مقام کے صاحبان سے نہیں ہے۔

بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں | صورت کا تبدیل کرنا صرف ابدال کے لئے مخصوص و منحصر نہیں ہے بلکہ بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں۔ میں نے بعض ایسے بزرگوں کو دیکھا کہ ان کی صورت روحانہ

صورت جسمانیہ کا روپ اختیار کر لیتی ہے وہ اسی صورت جسمانیہ میں رہ کر بات چیت بھی کرتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں اور دیکھتے دالے بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی صورت جسمانیہ میں موجود ہیں (یعنی زندہ ہیں) اور اس طرح کہتے ہیں کہ ہم تے نلال صاحب کو دیکھا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے۔ حالانکہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوتا۔ ہم نے تم تے بارہا ایسے حضرات کا مشاہدہ کیا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت مخدوم (شیخ علاؤ الدین گنج نبات قدس سرہ) کو ان کے بعض مرید سلاطین اور نامدار بادشاہوں نے جنگ و جدال اور میدان کارزار میں اپنی مدد کے لیے یاد کیا ہے تو انہوں نے فریق مخالف سے جدال و قتال اور باغیوں سے مقابلہ کیا ہے اور بعد میں یہ سپنہ پلا کہ حضرت نے تو منافقانہ سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا تھا۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ اس بزرگ و کریم خاندان و سلسلہ کے بہتیرے افراد منصب ابدال پر فائز ہے ہیں (خاندان حضرت شیخ علاؤ الدین گنج نبات مراد ہے) اور اس قسم کے بہت سے خوارق عادات ان سے ظہور میں آئے ہیں بلکہ بران چشت اہل بہشت کے بعض پاسبانوں اور دربانوں سے اس طرح کے خوارق صادر ہوئے

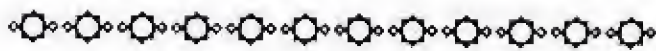
ہیں۔ میں اپنے مرشد گرامی کے بارے میں کیا کہوں؟ کہ ان کی ذات سامی قدوۃ اصحاب تصوف اور مقدمہ
 ارباب تعریف ہے۔ حضرت خواجہ محمد ابن احمد چشتی قدس سرہ، سلطان محمود بنگلیں دجوال سامان سے ہیں۔ اور
 اس فیقر کا بھی نسب اس خاندان سے ملتا ہے، کے ہمراہ سو منات کے جہاد میں موجود تھے۔ ہوا یوں کہ حضرت خواجہ
 محمد بن احمد چشتی کو مرقبہ میں بنایا گیا کہ سلطان محمود بنگلیں کی مدد کے لیے جانا چاہیے۔ چنانچہ، سال کی عمر میں وہ
 اپنے چند اصحاب و اصحاب اور چند خدام کے ساتھ بنفس نفیس براجام مشرکوں کے مقابلہ کے لیے وہاں پہنچے اور
 ان سے جنگ شروع کر دی۔ جنگ کے انہی دنوں میں ایک دن اسلامی لشکر پر کافروں کا دباؤ بڑھ گیا اور سامان
 کے لشکر نے دباؤ سے ہٹ کر ایک جنگل میں پناہ لے لی۔ یہ خیال تھا کہ عنقریب اسلامی لشکر کو شکست ہو جائے
 گی۔ حضرت خواجہ کا چشت میں ایک مرید چکی پیسے والا محمد کا کو تھا آپ نے آواز دی کہ کا کو خبر لو۔
 اسی وقت لوگوں نے دیکھا کہ بڑھ بڑھ کر کا کو نے دشمن پر وار کرنا شروع کر دیے یہاں تک کہ لشکر اسلامی
 ظفر باب ہوا اور کافر شکست کھا کر مہاگ گئے۔ حالانکہ محمد کا کو اس تاریخ اور وقت میں چشت میں دیکھا گیا
 تو انہوں نے اپنی جی کا کھنٹا اٹھ کر دیوار پر مارنا شروع کر دیا۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں
 نے وہی بات بنائی اور وہ سارا قصہ بیان کیا کہ اس طرح انہوں نے اپنے شیخ کی آواز سنی اور اسلامی لشکر کو
 انہوں نے مدد پہنچائی۔

شعر

جو مردان دین حکم دادر کنند جو مردان دین حکم داور کریں
 ز مغرب شدہ کار خادر کنند جو ہوں غرب میں شرقی کو مگر کریں

حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ بعض اکابر صوفیہ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس افراد ہوتے ہیں جو سنت نبوی اور احکام مصطفوی
 صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کار بند ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا۔ میری امت میں چالیس ابدال ہیں ان میں سے بارہ
 ابدال عراق میں اور اٹھائیس شام میں ہیں۔ اس موقع پر حضرت درینیم نے عرض کیا اگر ابدال صرف انہی دو ملکوں
 میں پائے جاتے ہیں تو پھر دائرہ ابدال کا یہ قول کہ ہر ماہ کی ہر تاریخ میں حضرت ابدال جماعت ہشتگانہ میں موجود
 ہوتے ہیں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور دوسرے اقتضاء میں کس طرح پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا
 کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو دو حصوں میں فرض کیا ہے نصف شرقی اور نصف غربی
 عراق سے آپ کی مراد نصف شرقی کے ممالک ہیں اور شام سے نصف غربی کے ممالک مراد ہیں۔ پس عراق
 وغیرہ مثلاً خراسان، ہندوستان، ترکستان اور تمام دوسرے ممالک مشرقیہ یہ سب عراق میں شامل ہیں
 اور شام وغیرہ مثلاً مصر اور مغرب کے تمام ممالک شام میں داخل ہیں۔

حضرت خواجہ غلب الدین یحییٰ جامی نیشاپوری ان بارہ ابدال میں شامل ہیں جو عراق سے تعلق



رکھتے ہیں اور یہ تقسیم اس تقسیم کے مطابق ہے جو شہنشاہ فریدوں کے دور میں دو حصوں میں کی گئی تھی تاکہ فریدوں کے شہزادے ان مملکتوں پر حسب تقسیم حکمرانی کریں جیسا کہ لفظ ایران اور توران سے ظاہر ہے۔ یہ تقسیم فریدوں کے بیٹوں کے لیے مملکت کے دانشمندیوں نے کی تھی۔

بہت سے ہفتیا نے زمانہ اور اکابر روزگار کہتے ہیں کہ ”ربال الغیب“ سات حضرات ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بین کو جس طرح سات مملکتوں (ہفت اقلیم) پر تقسیم فرمایا ہے اسی طرح ان سات مملکتوں کے لیے سات ربال الغیب بھی اس کے منتخب فرماتے ہیں اور انہی منتخب حضرات کا نام ”ابدال“ ہے۔ ان سات حضرات میں سے ہر اقلیم کے وجود کا بندوبست اور دیکھ بھال ایک کے ذمہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال تیس ہیں، یہ سب قلب ابراہیمؑ پر ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا بدل پیدا فرمادیتا ہے اور دوسرے کو اس کی جگہ پر فائز فرماتا ہے لیکن جب تیز تیاست ہوگا تو وہ سب کے سب دفات پا جائیں گے۔ ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں مذکورہ چیزوں میں اختلاف نہیں ہے کہ ان چالیس میں تیس ایسے افراد ہیں کہ جو قلب ابراہیم علیہ السلام پر ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبر نے ارشاد فرمایا کہ کشف المحجوب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابدال سات ہیں۔ چنانچہ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ تین سوہ حضرات ہیں جو اختیار کہلاتے ہیں۔ چالیس حضرات ابرار ہیں اور ہفت ابدال ہیں۔ چار افراد اذنا دکھلاتے ہیں تین حضرات نقباء ہیں اور ایک شخص ہے کہ اس کو قطب بھی کہتے ہیں اور غوث بھی (کشف المحجوب)

حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ جو موجودات خارج ہیں یا سے ہاتے ہیں۔ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق، ابدال ان میں سے کسی کو گزار نہیں پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ”بحول“ کو بھی نہیں آتے۔ چنانچہ حضرت ”امیر چپ“ سفال فروش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی دوکان سے بچھو پڑ کر چل میں بے جا کر پھوڑ دیتے تھے۔

شعر

میا زار موری کہ دانہ کش است ستامت کسی مور کو لے جو ان
کہ جان دارد و جان شیرین خوش است کہ جاندار ہے اور شیریں ہے جان

خواجہ عبداللہ ہروی فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کسی جانور کو بھی گزار نہیں پہنچاتے تھے کہ یہ ابدال کا مسلک ہے اور وہ ابدال تھے۔ ان کا ایک دقت اچھا ہوا تو اپنے فرشتہ کو دیکھا اس سے کہا کہ میں کون سا طریقہ اختیار کروں جس کے باعث تم کو مشکل آدمی دیکھا کروں اس نے کہا کہ کسی جانور کو مت ستا یا کرو۔ اس طرح وہ اس پر عمل کرتے اور ہمیشہ فرشتہ سے ان کی ملاقات ہو جاتی۔ ایک بار ایک چوہے نے انہیں کاٹ لیا کوئی چیز اس کے ماری اور وہ مر گیا اس کے بعد کبھی اس فرشتہ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ بعض اکابر سے ایسے اسرار ظاہر ہوئے ہیں کہ عقل ان کے اور اک سے عاجز ہے اس طرح کی باتیں ابدال و اہل کمال سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔

شیخ قاضی البان موصیٰ سے موصیٰ کا قاضی عقیدت نہیں رکھتا تھا۔ ایک دن قاضی موصیٰ نے ان کو ایک گلی میں سے سامنے آتے دیکھا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ آج ان کو پکڑ لینا چاہیے۔ اور معاملہ حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ ان کو واقعی سزا دے اب جو سامنے دیکھتا ہے تو ایک گڑ گڑا ہوا دکھائی دیا۔

د قاضی البان موصیٰ غائب تھے جب وہ اور قریب آیا تو ایک انورال کو سامنے پایا جب وہ اور قریب آیا تو دیکھا کہ ایک فقیہ سامنے کھڑا ہے جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو انہوں نے کہا کہ اسے قاضی تم کون سے قاضی البان کو پکڑ کر حاکم کے پاس سزا دلوانے کے لیے لے جاؤ گے۔ اسی وقت قاضی نے اپنے سر و ظن سے توبہ کی اور ان کا مرید ہو گیا۔

حضرت قدوة الکبر شہر روم میں جس کے بارے میں مشہور ہے کہ روم میں کوئی معصوم نہیں گیا۔ ایک بار ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے اور ہمراہیوں کے لئے خانقاہ بنوائی اور ایک خلوت خانہ اس کے پہلو میں تیار کرایا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے۔ ایک دن سلطان ولد جو حضرت مولانا رومی کے صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا روم کے سجادہ پر رونق افروز تھے، انہوں نے حضرت قدوة الکبر سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کی۔ حضرت قدوة الکبر کے علاوہ بعض دوسرے مشائخ کو بھی مدعو کیا تھا۔ روم کے شیخ الاسلام کے دل میں حضرت قدوة الکبر کی جانب سے کچھ میل تھا حالانکہ وہ بہت بڑے دانشمند اور پایہ کے عالم تھے۔

شعر

دلی کان بود فارغ از درد و غم وہ دل جس میں بالکل نہیں درد و غم
درد جائی کیسہ بود بی الم نہ ہے جلے کینہ نہ جائے الم

انہوں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ جب سید سمنانی اس مجلس میں آئیں تو ایک مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔ وقت مقررہ پر جب حضرت اس محفل کی جانب روانہ ہوئے اور اس مکان تک پہنچے تو شیخ الاسلام نے دیکھا کہ حضرت کے جسم مقدس سے ان ہی جیسی ایک صورت باہر نکل کر آئی اور اس سے پھر ایک صورت بنی اور اس طرح ویسی ہی تقریباً ستر صورتیں شیخ الاسلام کی نگاہوں کے سامنے متماثل ہو گئیں۔ اس وقت حضرت قدوة الکبر نے بدیہتہ یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

نظم

ہر دلی کا نیمہ صورت گراست ہر وہ دل خالق کا جو ہے آئینہ
صد ہزار ان صورت ازوی بردرست لاکھوں شکلوں کی ہے اس دل سے بنا

صورتی عالم چہ باشد کاندرو
عش و فرش و ہر چہ دروی مضمر است
مخدوم زادہ سلطان ولد نے جیسے ہی آپ کو دیکھا دروازہ تک استقبال کو آئے اور بڑے تپاک و اعزاز کے ساتھ آپ کو سب سے بلند تر جگہ پر بٹھایا۔

شعر

کسی را برترین باشد مکانی
کہ ہر دزد و جواہر راست کانی
مکان ہوتا ہے اس کا سب سے برتر
کہ جو ہے معدن ہر دزد و گوہر
آپ نے شیخ الاسلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان بہت سی صورتوں میں سے تم کس صورت سے اپنا مسئلہ دریافت کرو گے؟ شیخ الاسلام نے جیسے ہی یہ بات سنی ہیبت سے لرز گیا۔

شعر

پہچان ہیبت افتاد در جان او
کہ گویا دریدند ہیجان او
پڑی اس طرح ان کی ہیبت میں جان
کہ گویا ہوئی چاک مشل کتان
بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ سلطان ولد کو اپنا سفارشی بنایا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے مخدوم زادہ کو بیچ میں ڈالا ہے اور اپنا سفارشی بنایا ہے اس لئے معاف کرتا ہوں ورنہ تمہیں معلوم ہو جاتا۔ یاد رکھو ان صوفیہ میں سے کسی کی طرف انکار کی نظر سے نہ دیکھنا۔

مثنوی

میں در سوئی شان از چشم انکار
کہ محرومی بسی میدارد این کار
مگو شان را کہ تنہا می نشیند
کہ تنہا می شود ز ایشان پدیدار
ظہور ذات حق را در مظاہر
ہمین تمثیل می باید کہ انکار
چو ذات اونداد جز در تبعیض
مدور کثرت از وحدت چنین دار
اگر باید ترا تمثیل دیگر
نشان آئینہ برابر ری دیوار
نہ دیکھوان کو تم با چشم انکار
کہ محرومی کا مستوجب ہے یہ کار
کہومت یہ کہ وہ تنہا ہیں بیٹھے
کہ ان سے ہیں بہت سے تن پدیدار
مظاہر میں ظہور ذات حق کو
اسی تمثیل کا لائق ہے اقرار
نہیں جب ذات میں اس کے کوئی جز
تویوں وحدت سے کثرت کا ہے اظہار
اگر تم دوسری تمثیل چاہو
تو آئینوں کو کر بالائے دیوار

ہر اک آئینہ کا ہو مختلف رنگ
مربع مستطیل و دائرہ وار
ہر اک آئینہ کے جوہر جدا ہیں
کہ ہے سب سے نئی صورت کا اظہار
اسے تم رنگ سے گر صاف کر دو
ہر آئینہ میں دیکھو صورت یار
جو نصب العین ہو جائے یہ نسبت
شہود اسکو ہیں کہتے اہل اسرار
تم اپنا حسن دیکھو مثل اشرف
مگر اے دل نہ کہنا یہ ہے تکرار

ہر آئینہ نامی مختلف رنگ
مربع از مدس نوع بسیار
جواہر مختلف آئینہ ہر اک
کہ ہر ایک عکس دیگر کرد اظہار
بر آید چون زدائی رنگ از وی
بہر آئینہ دیدن صورت یار
جو نسبت این نصب العین کر دو
شہودش گفتہ اند اصحاب اسرار
جمال خویش را بین ہمچو اشرف
ولی امی دل مگوین ہست تکرار

حضرت ذرا العین نے عرض کیا کہ ابدال و اقناد و اخبار کے سلسلہ میں جو روایتیں ہیں ان میں ان حضرات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت قدوة الکبرا کو اللہ تعالیٰ نے اس عہدہ کے شرف سے مشرف فرمایا اس لیے اس سلسلہ میں جو حقیقت ہے اس کو از راہ کرم بیان فرمادیں۔ یہ سن کر حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اس فیقر پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جو کچھ ظاہر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو فرزند نظام الدین نے تحقیق کر کے بیان کیا ہے۔ شیخ اصیل الدین سپید باز نے عرض کیا کہ رجال الغیب پر کس طرح توجہ کرنا چاہیے اور ان مردان غیب کو کس طرح شفع بنانا چاہیے۔ یہ ہمیں کی مشہور تاریخوں اور دنوں میں کہاں کہاں ہوتے ہیں ان حضرات کے ٹھکانے کس طرح معلوم کیے جاسکتے ہیں کہ یہ حضرات کہاں کہاں موجود ہیں (حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ان حضرات کے ٹھکانے اور رہنے کی جگہ کا معلوم کرنا اور ان حضرات کی طرف توجہ کرنا ایک ضروری اور خاص بات ہے (صوفیہ کے لیے اس کا جاننا بہت اہم اور ضروری ہے) جیسا کہ فتوحات مکیہ میں ہے جماعت عالیہ صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ابدال کے جائے قیام کی جانب لازمی طور پر ضرور خیال کیا ہے اور جس نیت سے کہ ان کا وسیلہ کوئی لائے اور دل میں ان کی موجودگی کا خیال کرے وہ کام ضرور برآوے اور جو کام پیش آوے ابدال سے مدد و اعانت طلب کرے اور ہر موقع پر ان کو دل سے رد و رد تصور کر کے پیچھے پیچھے رکھے اور اپنا پشت پناہ جانے خصوصاً سفر میں یا کسی شورش میں ان کے مقابلہ پر نہ آئے اور جنگ و قتال میں ان کے رد و رد ہونے سے پرہیز کرے۔

اثنائے گفتگو میں حضرت قدوة الکبرا نے اشارہ فرمایا کہ سلطنت و حکومت کے دنوں میں ترکمانوں اور مغلوں

۱۔ ترکمانوں کے دو مشہور قبیلے تھے۔ آق قویلو اور قر اقویلو۔ جہاں سے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کا سردار دسپہ سالار بردیگ تھا، دیدہ دلیری سے عہد شکنی پر آمادہ ہوا اور سردار لشکر مقام صفا اور محل اتفاق سے ہٹ کر نفاق کی طرف متوجہ ہوا اور سرکشی و بغاوت کے مرکب کو اچھی طرح کھینچ کر تیار کیا اور سرکشی کے مرکب پر لباس رسوائی کو دست عناد میں پہنا سر کو غلامی کی رسی سے نکال دیا اور فرما بنواری کے طوق سے گردن پھیر لی اور پاؤں کو قانون اطاعت اور سرحد نیاز مندی سے باہر رکھا، دائرہ اطاعت کہ مثل پر کار کے نقطہ کی طرح گھومتا تھا اس کو لات ماردی اور ظلم و جور کے ہاتھ کو سمنان کے بعض اطراف اور کچھ پر تفریح دیات کے لوٹ سے دراز کیا۔

اشعار

ہوا جنگ آزما لشکر خزاں کا کیا تاراج سبزہ بوستاں کا
عجب کیا ہے کہ لیکر نیرۂ خار کرے گلہائے بستان کو تن انگار
سپاہ باغ یعنی سرد و گلہام بھڑا شیروں سے جا کر تاکہ ہونام
ایک جرار لشکر اور غدار فوج کے ساتھ اس سرحد کی جانب رخ کیا اسکی فوجوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ زمین میں ان کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اس خبر کے سننے سے مادراء النہر کے بادشاہ کو یارائے ضبط نہ رہا اور وہ بھی اسلام کی نصرت کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور ایک لشکر جرار کے ساتھ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے، جب دونوں لشکر صف آرا ہوئے اور ایک دوسرے سے مقابلہ میں مشغول ہوئے تو حضرت سلطنت پنا نے دائرہ رجال الغیب دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ آج کارزار میں مصروف نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ رجال الغیب سامنے ہیں ہم رجال الغیب سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ کل میدان کارزار گرم ہوگا اور ایسی جگہ ہوگی کہ سپہ کشان روزگار اس جنگ پر رشک کریں گے جب دوسرا دن ہوا اور طبل جنگ بجوایا گیا بادشاہ عالیجاہ غور شبہ زبان، حمید مکان، سکندر صفت، جید قدرت بھی اعدائے دین سے منقادہ کر کے لے کر بستہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لطائف کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے دہاں سے اس (۱۷) عبارت تک تقریباً چار صفحات ہوئے ہیں۔ ان چار صفحات میں نظام حاجی غریب بینی (جامع ملفوظات نے اپنی نثر نگاری کا کمال دکھایا ہے۔ مبالغہ اور غلو، استعارات، تشبیہات اور مترادفات کی بہتات ہے۔ اور حاصل صرف یہ سطور ہیں جو میں نے پیش کر دی ہیں۔ اس عبارت کا اگر میں لفظی ترجمہ کرتا تو وہ قارئین کرام کے لئے بے سود اور بے حاصل ہوتا۔ مترجم شمس بریلوی۔ ۱۲

ہوتے اور اعدائے دین کی ہر بہت کے لیے بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان کارزار میں آتے تین روز تک گھمان کی جنگ ہوتی رہی۔ حامیاں اسلام یعنی سپاہیان اسلام کے دل میں ایک عجیب طرح کا غور بیٹھ گیا تھا آخر کار بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۳ ربیع الاول (۱۰ شادی لشکر ترکمانوں کی چھاؤنی تک پہنچ گیا۔ بہادروں نے داد شجاعت دینا شروع کی۔ دونوں طرف سے فوجیں جی توڑ کر لڑیں۔ دوپہر تک خونریز جنگ جاری رہی۔ دوپہر کے بعد گراہوں کا لشکر تباہ مقابلہ نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور میدان سے فرار کر کے جنگل میں نکل گیا۔ اور نہایت عجلت اور سرعت کے ساتھ میدان جنگ خالی کر دیا۔

مخالف لشکر کے بہت سے سردار اسیر کر لیے گئے اور تقریباً پچاس ہزار قزلباش لشکر مغول کے قتل ہو کر واصل جہنم ہوئے۔ لشکر اسلام کو مال غنیمت میں بہت کچھ حاصل ہوا۔ تقریباً بیس ہزار غلام اور آٹھ سفید باغی، بیشمار جانور اور اسلحہ جنگ ہاتھ آیا۔ (۱۷ صفحہ ۴۵)

نظام غریب یعنی عرض کرتا ہے کہ قدوة الکبرائے یہ واقعہ جنگ و جدال اور معرکہ آہنگ و قتال کے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ فتح و نصرت جو محمد کو حاصل ہوئی سب کچھ رجال الغیب کی برکت سے حاصل ہوئی۔ چونکہ اس قسم کی فتح و نصرت ان کی اعانت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے اس لیے زمانہ کے سلاطین اور سرداروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ بغیر ان کا سامنا کئے جنگ کریں۔

جب میں تخت سلطنت سے دستبردار ہوا اور امور سلطنت کی انجام دہی اور یہ تمام امور و احکام بھانڈاری اور نظام شہر باری اپنے برادر عزیز مؤید سلطان محمد کے سپرد کر دیا ان کو جو پہلی نصیحت میں نے کی وہ یہی تھی کہ دائرہ رجال الغیب کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ان مردان غیب کی ملازمت تمام دنیوی اور دینی مہمات میں فائدہ بخش ہوگی۔

رجال الغیب کی رفتار کا بیان

اس موقع پر حضرت نور العین نے قدوة الکبرائے خدمت میں عرض کیا کہ رجال الغیب کے التزام کا کب طریقہ ہے؟ ان سے کس طرح پلا جائے اور کس طرح پران کی مدد حاصل کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ صبح کے وظائف سے فراغت کے بعد ان کے ”دائرہ“ پر غور کرنا چاہیے۔ وہ اس دائرہ میں جس طرف بھی ہوں اُردو متوجہ ہو کر کہنا چاہیے ”دل کو اس طرف متوجہ کر کے کہیں“ کہ ”یا اُدْوَا حِ الْمَقْدَسَةِ یا رِجَالَ الْغِیْبِ اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّتِیْ وَ اَنْظُرْ لِّیْ بِنَظَرِیْ“۔ (اے ارواح پاک، اے مردان غیب میری مدد کر اپنی قوت سے اور مجھے دیکھو نظرِ کرم سے) اور پوری توجہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ رہے آخر میں انکی طرف پنیٹھ کرے اور انکو

474

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ یاد کر لینے کے لئے میں نے مختصر ساقاعدہ نظم کیا ہے تاکہ طبع اصحاب و فہم احباب کو پسندیدہ و مرغوب ہو اور یاد کر لینے میں آسانی ہو اور وہ یہ ہے یہ

اگر ہو چاہتے جانو مقام ابدال کا ہر آن
حساب ابجد از حرفش شماری کن یقین میدان
ز۔ ی۔ ک۔ پ۔ ک۔ ط۔ ہے شرقستان
۲۹ - ۲۲ - ۱۳ - ۷

ح۔ ی۔ ک۔ پ۔ ک۔ ط۔ ہے شمالستان
۳۰ - ۲۳ - ۱۵ - ۸

د۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ہے غربستان
۲۴ - ۱۹ - ۱۲ - ۴

ج۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ہے جنوبستان
۲۶ - ۱۸ - ۱۱ - ۳

مقام انکا سنوا شرف سے اسکا قاعدہ آساں
تمہارا جوارا رہ ہوگا برائے گادہ یزداں
یہ تین سو ہیں، صاحب کشف المحجوب کا قول ہے کہ اختیار سو ہیں۔

اگر خواہی کہ بدلا را بدانی از رونفلیان
حساب ابجد از حرفش شماری کن یقین میدان
ا۔ ط۔ ی۔ و۔ ک۔ د۔ ہے کیرت میں
۲۴ - ۱۶ - ۹ - ۱

و۔ کا۔ ک۔ ک۔ کو ایساں میں
۲۸ - ۲۱ - ۶

ک۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ہے جانب بائیں
۲۰ - ۱۳ - ۵

ب۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ی۔ ہے کیرت
۲۵ - ۱۴ - ۱۰ - ۲

زا شرف مزج ایشان شتو از مضابط آسان
اگر درکار بر بندی بر آید کامت از یزدان
یہ تین سو ہیں، صاحب کشف المحجوب کا قول ہے کہ اختیار سو ہیں۔

اختیار

شعر

ہوئے ہیں بادشاہ غوث کے یار
ہمیشہ تین سو اس شخص اختیار

مشہد آن بادشاہ غوث را یاد
سیاہی جاودانہ سیدہ اختیار

بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حضرات سات سو ہیں اور اٹھارہ افراد کا ایک گروہ ان اختیار میں سے درگاہ باری تعالیٰ کے ثواب ہیں اور بارگاہ ایزدی کے دربان ہیں۔

ابرار وہ سات شخص ہیں بعض نے کہا ہے کہ چھ ہیں۔

نقباء وہ ایسے لوگ ہیں کہ ٹھیک ہوئے اسم باطن میں۔ پس مطلع ہوئے لوگوں کے پوشیدہ امور پر تو دلوں کے بھیدوں کو نکال دیا بسبب کھل جانے پردوں کے اسرار کے

بہرہوں سے اور دہ تین سو ہیں اور یہ صاحب قصص اور ان کے مقلدوں کا قول ہے۔ صاحب کشف

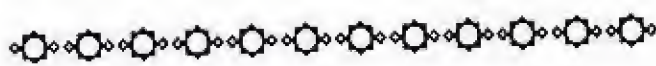
المحجوب (علی ہجویری) فرماتے ہیں کہ نقباء صرف تین حضرات ہیں۔ اس موقع پر حضرت نور الدین نے

قدوة الکبراک خدمت میں عرض کیا کہ جہاں کہیں بھی نقباء، نجباء، اور ابدال کی تعداد کا ذکر ہوا ہے وہاں لفظ

نفس کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مرد کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے! نفس کہا ہے رجلاً نہیں

کہا ہے۔ حضرت قدوة الکبراک نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی صالحہ عورت بھی اس مرتبہ پر

فاتر ہو! پس رجلاً کس طرح کہا جاسکتا ہے۔



نچیا | حضرات نچیا کی تعداد چالیس ہے یہ لوگوں کے امور کی اصلاح اور ان کے بار کے اٹھانے کے لئے قائم ہیں صرف خلق کے حقوق میں تصرف کریں گے۔

مکتومان | یہ چار ہزار اشخاص ہیں جو قبہ عزت نقاب عفت میں پوشیدہ دستور ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے خود اپنے حال کے جمال سے بے خبر ہیں، ہر حالت میں خود اپنی ذات کے امور سے اور خلق سے مستور و پنهان رہتے ہیں۔ بعض مشائخ کرام نے حدیث قدسی *أَفْرِيكَايَ تَحْتَ قُبَايَ لَا يَعْصِي فَضْرُ غَيْرِي* (ادیا میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو کوئی نہیں پہچانتا) کا اطلاق ان حضرات پر کیا ہے اور ان مکتومان کو حضرات درگاہ حق تعالیٰ کے سپاہی اور بارگاہ مطلق کے عہدہ داروں سے جو مہمات عالم میں ارباب حل و عقد میں باہر جانتے ہیں۔

مفردان | یہ ان لوگوں سے مراد ہیں جو نظر قطب سے علیحدہ ہیں حضرت شیخ معروف دیموی نے عرض کیا کہ قطب و غوث کے احاطہ علم و اطلاع سے کوئی شخص باہر نہیں ہے۔ حضور کے ارشاد میں کہ وہ نظر قطب سے خارج ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ خارج سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی فرد قطب کے ادراک یا غوث کی اطلاع سے خارج ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ابدال و اتاد، اختیار اور دوسرے حضرات جو درگاہ الہی کے سرہنگ ہیں اور حضرت سبحانی کے نائبین ہیں امور عالم ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد انجام دیتے ہیں اور غوث کے مشورہ کے محتاج ہیں برخلاف مفردان کے کہ وہ ان احکام سے خارج ہیں اور دائرہ ہدایت میں داخل ہیں مثل مکتوم حضرات کے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین، حضرت ابن القاعد کو یکتائے بارگاہ فرمایا کرتے تھے اور ان کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے کہ محمد بن القاعد مفردین سے ہیں۔ صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں کہ مفردین ایک ایسی جماعت ہے جو قطب کے دائرے سے باہر ہے اور خضر علیہ السلام انہیں سے ہیں، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت انہیں سے تھے۔ اس سلسلہ میں باقی تحقیق اور اس بزرگ جماعت کا بیان میں نے شرح رسالہ غوثیہ میں کیا ہے جو حضرت قدوة الکبر کی تصنیف ہے جو اس سلسلہ میں تحقیق کا طالب ہے وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب بارگاہ الہی کا کوئی نائب فوت ہو جاتا ہے تو دوسرے کو اس کی جگہ پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل اس ترتیب کو بیان کیا جا چکا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں مجھ پر مکشفت فرمایا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ بعض مشائخ نے درجہ بدرجہ ان کی منتقلی کے بارے میں ایک دوسری ترتیب بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ مشرق تعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی امت چار سو ابدال سے خالی نہیں ہے (ہر امت میں چار سو ابدال ہوتے ہیں) ان حضرات میں چالیس اتاد ہوتے ہیں ان چالیس اتاد میں چار نقیب ہوتے ہیں اور چار نقیبوں میں ایک قطب ہوتا ہے۔ کافروں کی سلامتی مسلمانوں کی برکت کی وجہ سے ہے اور تمام مسلمانوں کی سلامتی ابدال کی وجہ سے ہے اور ابدال کی سلامتی

اوقات کی وجہ سے ہے اوقات کی سلامتی نقبا کی برکت سے وابستہ ہے اور نقبا کی سلامتی قطب کی برکت سے ہے جب قطب وقت انتقال فرماتا ہے (چوں قطب ہم میرے) تو نقبوں میں سے ایک نقیب ان کی جگہ کو پُر کرتا ہے اور جب نقبا میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اوقات میں سے ایک اس کی جگہ کو پُر کرتا ہے اور جب اوقات میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو ابدال میں سے ایک اس کی جگہ آ جاتا ہے اور جب کوئی ابدال اپنی جگہ خالی کرتا ہے تو ایک بندوں اور مومنوں میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ پر فائز کیا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ مردان غیب ۲۵۶ حضرات ہیں یہ ہمیشہ دنیا میں موجود رہتے ہیں جب ان میں سے ایک نصرت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اس طرح تین سو چھپن (۳۵۶) کی یہ تعداد کبھی کم نہیں ہوتی یہ تین سو چھپن حضرات چھ طبقوں پر تقسیم ہیں پہلا طبقہ تین سو حضرات پر مشتمل ہے یہ اولیاء کا طبقہ ہے ان کو مردان غیب بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ چالیس نفوس پر مشتمل ہے ان کو ابدال و مردان غیب کہتے ہیں۔ تیسرا طبقہ سات افراد پر مشتمل ہے ان کو اوقات دیکھا جاتا ہے مردان غیب بھی کہا جاتا ہے۔ چوتھا طبقہ پانچ نفوس پر مشتمل ہے ان پانچ حضرات کو اختیار کہتے ہیں مردان غیب بھی کہا جاتا ہے پانچواں طبقہ تین افراد پر مشتمل ہے یہ تینوں حضرات نقباء کہلاتے ہیں ان کو مردان غیب بھی کہا جاتا ہے طبقہ ششم میں صرف ایک ذات داخل ہے جس کو عزت یا قطب کہا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ عالم کا وجود عالم کثرت عزت یا قطب کے دم قدم سے قائم ہے جب اس عالم سے نصرت ہوتا ہے تو دوسرا شخص اس کی جگہ لے لیتا ہے کوئی مخلوق یا پہاڑ اور صحراء ان کے لیے حجاب نہیں بن سکتا اگر وہ مغرب میں رہتے ہیں تو اہل شرق کو دیکھ لیتے ہیں اور اگر شرق میں رہتے ہیں تو اہل مغرب کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں لیکن لوگ ان کے پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کا پہچانا ناممکن ہے یعنی وہ زہد و پارسائی اور فیوض سے خود کو منسوب نہیں کرتے ہیں بس بظاہر دوسرے لوگوں کی طرح رہتے ہیں لیکن اپنے باطن کو ماسوی اللہ سے بالکل خالی رکھتے ہیں۔ دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار کبھی نہیں کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کو مردان غیب کہا جاتا ہے۔

قطعہ

ازان در پردہ می باشند مستور	وہ ہیں اس واسطے پردہ میں مستور
کہ در چشم کسان نبوند منظور	کہ چشم غیر میں وہ ہوں نہ منظور
مرا نشان را نباشد هیچ آثار	نہیں ان کے لئے ہے کوئی آثار
کہ از دی می توان کردن پدیدار	کہ جس سے ہو سکیں سب پہ پدیدار

حضرت ذرا العین نے حضرت قدوة الکبرا سے درخواست کی کہ تصوف کے نام کا اطلاق اس کی کیفیت اور صوفی نام کا کس طرح آغاز ہوا اور اس کی تعریف کے سلسلہ میں کچھ ارشاد فرمائیں

صوفی کون ہے

حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ رسالہ فیشر یہ میں اس طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرماتے کہ تم کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو حضرات

بزرگ شمار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی نام نہیں رکھا گیا یعنی وہ کسی علمی نام سے موسوم نہیں کیے گئے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں تھی اسی لیے ان اصحاب کو صحابہ کہا گیا (صحابہ کے افضل نام سے موسوم کیے گئے) اور ان کے بعد کے زمانہ والوں کا جنہوں نے صحابہ کرام سے فیض صحبت حاصل کیا تھا تابعین نام رکھا گیا کہ ان کے لیے یہی سب سے بڑی اور بزرگ علامت تھی۔ اور ان کے بعد جو حضرات گئے ان کو تبع تابعین سے موسوم کیا گیا اس کے بعد اپنے مراتب کے اعتبار سے مختلف طبقہ میں بٹ گئے۔ تبع تابعین کے بعد جو لوگ خواص میں شمار کیے جانے لگے اور ائمہ دینی میں کافی اہتمام کرتے تھے ان کو زاہدوں اور عابدوں کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ ان حضرات کے بعد بہت سی نئی نئی باتیں ظہور میں آئیں اور بہت سے مدعی پیدا ہو گئے اور گردہوں میں بٹ گئے اور ہر فرقہ پر دعویٰ کرنے لگا کہ وہ زاہد ہیں ہے پس اہل سنت و جماعت سے جو حضرات خواص تھے وہ ان سے الگ تھلگ ہو گئے وہ اپنے اذنان اللہ کی یاد میں صرف کرنے لگے اپنے دلوں کی نگرانی کرتے تاکہ غفلت کی آہوں پر قدم نہ پڑیں انہوں نے لفظ تصوف کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ اور یہ نام دوسری صدی ہجری سے صل ہی مشہور ہو گیا اور یہ خواص اہل سنت و جماعت صوفی کہلانے لگے (۱۱)

حضرت تادۃ الکبر نے فرمایا کہ اس گردہ میں سب سے پہلے صوفی کے لقب سے جس بزرگ کو موسوم ملقب کیا گیا وہ ابوالہاشم صوفی ہیں۔ آپ سے پہلے جو بزرگ گزرے ہیں وہ اپنے ذہد و دمع سے موصوف تھے اور توکل و عبادت اور طریق محبت میں مشہور و معروف تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی صوفی نہیں کہا گیا۔ ان حضرات کو زاہد، عابد، متوکل کہا جاتا ہے) چنانچہ حضرت سفیان ثوری قدس سرہ سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر ابوالہاشم صوفی نہ ہوتے تو ہم ریاکی باریکیوں کو نہ سمجھ پاتے، وہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جب تک ہم نے ابوالہاشم صوفی کو نہیں دیکھا تھا ہم کو معلوم نہیں تھا کہ صوفی کون ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلی خانقاہ جو صوفیوں کے لیے بنائی گئی وہ شام کی ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ خانقاہ کی تعمیر کا سبب یہ ہوا کہ ایک عیسائی امیر شکار کے لیے گیا ہوا تھا۔ راستہ میں اس نے دو افراد کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے ملے۔ ایک دوسرے سے بٹل گیر ہوئے پھر اسی جگہ بیٹھ گئے اور کھانے پینے کا جو سامان ان کے پاس تھا ان دونوں نے نکال کر سامنے رکھا اور دونوں نے مل کر کھایا اور اس کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے راستہ پر روانہ ہو گئے۔ عیسائی امیر کو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا ان میں سے ایک فرد کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ دوسرا شخص کون تھا انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں! کیا! انہارا اس سے رشتہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ امیر نے کہا کہ وہ کیا کہاں سے تھا تو انہوں نے کہا مجھے بھی معلوم نہیں۔ اس امیر نے کہا پھر یہ محبت کیسی تھی جو

تم نے آپس میں کی ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ دستور اور طریقہ ہے ! امیر نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں تم سب لوگ جمع ہوتے ہو۔ درویش نے کہا نہیں ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے امیر نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے جگہ کا انتظام کر دوں جہاں تم سب یکجا ہو سکو۔ درویش نے کہا کہ ایک کو اختیار ہے۔ پس حاکم نے شام میں رملہ کے مقام پر ایک خانقاہ بنوا دی۔ پیر پری حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ نے اس خانقاہ کی تعریف میں کچھ شعر بھی کہے ہیں۔

اشعار

خیر دایرہا جل فیہا خیر ارباب الدیار	کیا ہی اچھا گھر ہے جس میں اتریں فخر رزگار
وقد یمادق اللہ خیر الاخیار	اور ہمیشہ اچھوں کو اس میں رکھے پروردگار
ہی المعالیم والاطلال علیہا	چوٹیاں ہیں اور ہیں ٹیلے علامت کے لئے
من الاحباب الاشار	اسپہ ہیں احباب کے آثار کیسے خوشگوار

حضرت قدوة الکبر نے شرح تفریق سے یہ قول نقل فرمایا کہ اس میں آ رہا ہے کہ : جب پوچھا گیا کہ صوفیہ کو صوفیہ کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ صوفی کو اس وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے ان کا ہر باطنی راز اور ہر ظاہری اثر درست و راست ہوتا ہے۔ یعنی ان کا ظاہر و باطن روشن ہوتا ہے۔ باطن کی پاکیزگی یہ ہے کہ حق کے سوا ہر چیز سے انہوں نے اپنے باطن کو الگ کر لیا ہے (غیر حق سے باطن کو پاک کر لیا ہے) نہ غیر خدا سے امید رکھتے ہیں اور نہ غیر خدا سے کچھ سوال کرتے ہیں۔ اور جو چیز ان کو حق تعالیٰ سے باز رکھے اور اپنا مشغول کرے اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور آثار ظاہر کی پاکیزگی یہ ہے کہ ان میں ریاء نہیں ہوتا عجب و غرور سے پاک ہوتے ہیں۔ غرض دطبع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس قدر خدمت زیادہ کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ اپنے آپ کو تصور وار سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات نے صوفی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے صاف ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بزرگی و کرامت کی نسبت عطا کی گئی ہو۔

حضرت نور العین نے صوفی کی تعریف دریافت کی آپ نے حضرت محرز سے نقل کیا کہ صوفی تو نیست ہوتا ہے اور اگر هست ہے تو صوفی نہیں ہے اور وہ یوں ہے کہ اس نے کہا حالانکہ وہ اس کی طاقت سے نہ تھا خبر نہیں کہ اس نے کہاں سے اور کس سے سنا تھا۔ سبحان اللہ اس سے زیادہ عجیب امر کس نے دیکھا کہ جہاں میں نہیں ہے اور اگر ہے تو کوئی لباس میں پوشیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ مع اس جسم کے میرے دل میں گم ہے اور دل جان میں ہے اور وہ اس سے ہمیشہ زندہ ہے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ کسی نے شیخ ابوالحسن خرقانی سے پوچھا کہ صوفی کون ہے ؟ فرمایا صوفی سجادہ و مرتب سے صوفی نہیں ہوتا اور رسم و رواج سے صوفی نہیں ہوتا صوفی وہ ہے کہ نیست ہو بلکہ اس کا دن ایسا ہو کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور رات ایسی ہو کہ چاند اور تاروں کی ضرورت نہ ہو ایسا نیست ہو کہ اس کو ہستی کی

حاجت نہ ہو اور صوفی ہونے کے لئے شرط ہے کہ رات دن حق تعالیٰ کی یاد میں بیدار ہو اور صوفی کی بیداری کے لئے شرط ہے کہ جب یاد حق کرے تو اس کا سر سے پاؤں تک حق تعالیٰ کی یاد سے باخبر رہے نہ یہ کہ صرف لباس بدل ڈالے اور صوفی ہو جائے۔

رباعی

پوشندہ مرقع اند این حامی چند نادان خرقة پوش اعوام ہیں چند
بر بستہ طامات الف لامی چند مجوس ہوا حریص الف لام ہیں چند
نارفتہ رہ صدق و صفا گامی چند رکھتے نہیں ہیں راہ صدق میں گام ہیں چند
بد نام کنندہ نکو نامی چند بد نام کنندہ نکو نام ہیں چند
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اے عزیز صوفی بننا صرف دعوے سے ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے گواہ چاہیئے۔ ایک پوری عاجزی و سرسراہیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

رباعی

ہر کہ اور دعویٰ تصوف می کند جس نے بھی دعویٰ تصوف کا کیا
در رہ عرفان تعرف می کند اور عارف راہ عرفاں کا بنا
کرد شاہد از توجہ و انگشار لائے دو شاہد توجہ انگشار
آورد در نہ تکلف می کند در نہ دعویٰ ہے تکلف سے بھرا
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں یہ فقیر اور حضرت میر سید علی ہمدانی اور مشایخ زمانہ کا ایک گروہ سب بیٹھے ہوئے تھے کہ تصوف کے معنی اور اہل عرفان کی بات نکل۔ مجلس شریف و محفل لطیف کے حاضرین سے ہر ایک نے القاء وقت اور اپنی رسائی کے موافق معانی تصوف و ارباب تعرف کو تکلف کلام در بار اور گویائی گوہر شار سے بیان فرمایا۔ کسی نے کہا تصوف بالکل ادب ہے اور کسی نے کہا تصوف بالکل فضول کو ترک کر دینا ہے۔ کسی نے کہا تصوف اب نام ہے نہ کہ حقیقت اور پہلے حقیقت تھانہ کہ نام ہی نام۔ ردیم سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ صوفی وہ ہے کہ نہ کسی چیز کا مالک ہو نہ کسی کو مالک بنائے یہ بھی کہا کہ تصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ بالکل ادب ہی ادب ہے جب سب بزرگوں نے باری باری معانی کے موتیوں کو درشتہ بیان میں پر دیا حضرت عبدالرزاق کاشی نے صاحب فتوحات سے نقل کیا کہ فرمایا تصوف خلق کا حق سبحانہ و تعالیٰ میں گم ہو جانا ہے۔ فرمایا تصوف خارج ہونا ہے اور داخل ہونا ہے یعنی تم سے نکلنا اور تم میں داخل ہونا۔

حضرت قدوة الکبر نے شیخ عبدالرزاق کاشی سے پوچھا کہ حضرت شیخ اکبر نے صوفی کے بیان میں کیا فرمایا ہے؟ فرمایا صوفی وہ ہے جس کا نہ کوئی نام ہے نہ رسم ہے اور نہ وصف ہے اور اس کی نشانیاں مٹ چکی ہیں۔ فرمایا صوفی

وہ ہے جس میں کوئی وصف قابل بیان نہیں پایا جاتا اور نہ ان کا پہچانا خلق پر مشتبہ ہے۔ فرمایا جس نے دنیا کو اہل دنیا کے لئے اور آخرت کو اس کے طالب کے لئے اور انانیت و غرور کو شیطانوں کے لئے چھوڑ دیا اور جہل کی تاریکی اور علم کی روشنی کے درمیان سے نکلا اور شرک خفی سے بچا اور ماسوا اللہ سے نظر ہٹایا تو اس کے باطن قلب نے جمال صدیقیت کے نور کو عرش پر حاصل کیا اور یہ پہلی صفت صوفی کی ہے۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ بعض اکابر مشائخ نے تفصیلی طور پر ادبیت سے بزرگوں نے تادیل کے ساتھ معانی بیان فرماتے ہیں لیکن مجھے ان تمام تعریفوں میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کا مقلد بہت پسند آیا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے التصوف کلمہ ادب (نصرت تمام نرا دہ ہے) اس لیے کہ تصوف کے تمام مجموعی معانی بلکہ ابتدا سے انتہاء تک تصوف کا جو کچھ مفہود و مطلوب ہے اور جو کچھ اصحاب دار باب تنبیہ کے لیے ہے وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اس طائفہ علیہ کے اکثر احوال اور صوفیہ کلام کے مقامات موجود ہیں۔ مثلاً اولاً اس جہد میں یا اس تعریف میں وحدانیت کا اقرار ہے اور فردانیت کی اطلاع موجود ہے۔ درویشوں کی خدمت کے تمام لوازم ادب میں داخل ہیں۔ تمام عبادات و معاملات جیسے نماز، روزہ اور اس طرح کے دوسرے امور سب کچھ ادب ہے۔ سلوک میں جس قدر مختلف اذکار و اشغال ہیں اور جلسہ ہائے متنوعہ، مراقبہ، مشاہدہ اور وہ تمام دوسرے امور جو اس گروہ کے لیے مخصوص ہیں وہ حقیقت میں ادب ہی میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ اس ادب سے بالاتر اور کون سا ادب ہو سکتا ہے کہ صوفی دوست کی عظمت و کبریائی اور اس کی بزرگی کے ملاحظہ کے بعد ہم دوست کا لغو بلند کرتا ہے اور سالک کو مراقبہ وحدت اور کثرت میں مشاہدہ و وجہ خاص سے فنا الفنا حاصل ہوتا ہے اور حقیقی بقا و انتقام سے مل جاتا ہے۔

غزل

کمال شان وحدت نے جو چاہا
وجود خلق کو بالکل چھپایا
جو دیکھا بارگہ سالک نے اُس کی
ادب یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا
شعور نفی سے گذرا جو سالک
وجود اپنا فنا سے تب بچایا
لگایا کھل و جہان آنکھ میں جب
تو آنکھوں نے اسے سب حق دکھایا
سنا اشرف نے ہر ہرزہ سے ہے
”انا الحق“ مثل بویچی تھا کہتا

کمال وحدتش چون اقتضا کرد
وجود کائنات او انتفا کرد
حضور حضرتش چون دید سالک
ادب آن بود کہ خود را فنا کرد
چو سالک از شعور انتفا رفت
وجود خویش را آننگہ بقا کرد
چو چشم از کھل و جہان کرد مکھول
ہمہ حق دید ہر کہ چشم دا کرد
بل از ہرزہ اشرف شنیدہ
”انا الحق“ ہم چو بویچی ندا کرد

حضرت قدوة الکبرا حضرت پرہردی قدس سرہ سے نقل فرماتے تھے کہ وہ کہتے ہیں تصوف اور تصوف جمع نہیں ہوتے اور دنیا کا افسوس کرنا اور اس کی قیمت رکھنا انسان کو نفیوں کے دائرہ سے نکال لیتا ہے بالکل اس طرح جیسے خیر سے بالکل لیتے ہیں۔ صوفیوں کی نظر میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اس کے لیے وہ غمگین نہیں ہونے اگر تم دنیا کو ایک لقمہ بنا کر صوفی کے منہ میں ڈال دو تو یہ اسراف نہیں ہے بلکہ اسراف یہ ہے کہ اس کو حق نقالے کی رضا جوئی میں خرچ نہ کرو۔ حق نقالے تم سے ترک دنیا اس قدر نہیں چاہتا جتنا کہ وہ دنیا کی دوستی اور محبت کو تمہارے دل سے مٹانا چاہتا ہے یعنی تم دنیا کی محبت کو ترک کر دو! دنیا تو تمہارے لئے ایک مٹی کا ڈھیلہ ہے اور تم کو اس سے غیرت ہے۔

شیخ ابوالوفا خوارزمی نے حضرت قدوة الکبرا سے دریافت کیا کہ ان حضرات (فقراء) کو صوفی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے؟ حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ دو اعتبار سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے یا حفاہ اسرار کی وجہ سے یا اس لئے کہ وہ وصف میں اول ہوتے ہیں باعتبار ان دونوں معنی کے صوفی ان کو سب نے کہا ہے اکثر لوگ تو اس لحاظ سے ان کو صوفی کہتے ہیں کہ انہوں نے صوف کا لباس اختیار کر لیا ہے (صوف کا لباس پہنتے ہیں) اور صوف پیغمبروں (علیہم السلام) کا لباس ہے اس کی تشریح حسب مرفع انشاء اللہ کی جائے گی حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اصحاب تصوف کی نسبت صفا دار باب صفت سے نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ صوفیوں کے اخلاقی اصحاب صفہ سے لیے گئے ہیں۔ صفہ مدینہ منورہ میں اس جگہ کا نام ہے جس کو تنبا کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ سے یہاں کا فاصلہ ”دو فرسنگ“ کا ہے۔ وہ درویش جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے یہاں رہتے تھے۔ یہ حضرات دنیا اور اصحاب دنیا سے الگ تھلک رہا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک ذلت ایسا بھی گذرا ہے کہ یہ اصحاب صفہ جن کی تعداد چالیس افراد یعنی صرف ایک ایک خراکھا کر ذلت گزارا کرتے تھے اور ان کے پاس پہننے کے لیے بہت کم کپڑے تھے اکثر برہنہ رہتے تھے، اور یہ حضرات خود کو ریت میں چھپا لیا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو سب کے لیے صرف ایک جوڑے کپڑے تھے۔ ایک فرد یہ کپڑے پہن کر نماز ادا کرتا باقی ریت سے جسم ڈھانچے رہتے۔ یہ شخص جب نماز ادا کر لیتا تو یہ کپڑے دوسرا شخص پہن لیتا اور نماز ادا کرنا اس طرح یکے بعد دیگرے سب اسی ایک لباس سے نماز ادا کرتے۔ مذہب تصوف کی اصل اسی سے ہے۔ یعنی دنیا سے اعراض کرنا، مخلوق سے خصوصیت نہ کرنا جو کچھ مل جائے اسی پر قناعت کرنا اور جو نہ ملے اس کی طلب و جستجو نہ کرنا، ناکل پر زندگی بسر کرنا اور اختیار اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا اور قصاصے الہی پر راضی رہنا۔ اہل وطن اور دوستوں سے الگ تھلک رہنا یہ تمام صفیں اہل صفہ کی تھیں اور بعینہ یہی تمام صفات اصحاب تصوف کی ہیں اور صوفیہ کا اصل طریقہ یہی تھا۔ امتداد زمانہ سے یہ تمام صفات تباہ ہو گئیں جس طرح اور بہت سی خرابیاں دوسرے معاملات میں پیدا ہو گئیں۔ اصل مذہب میں طعن نہیں ہے بلکہ طعن تو اس شخص کے بارے میں ہے جو مذہب کے خلاف کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی سوداگر خیانت و بددیانتی کرے

تو اس سے اصل تجارت پر حرف نہیں آتا بلکہ قصور سارا تاجر کا ہے (نہ کہ تجارت کا) یا کوئی غازی میدان جنگ سے بھاگ جاتے تو اس سے جہاد پر حرف نہیں آتا کوئی عالم دنیا کا طلب گار بن جاتے تو اصل شریعت نباہ نہیں ہو سکتی بادشاہ ظلم و ستم پر کمر باندھے تو بادشاہیت کا قصور نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں ہر گروہ ایک دوسرے کے لائق ہوا ہے (ہر روز گار سے ہر گروہ سے درخور یکجہ مگر باشند) صوفیہ بھی اصل میں اسی طریقت کے حامل گزرے ہیں حضرت قدوة الکبر سے ایک عزیز نے دریافت کیا کہ صوفیوں کے لیے دسبند و دوال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیر ہر دی فرماتے ہیں۔ حال محال اور کلام میں باطل اشارات۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو بکر یزدنی از قدس نے خواب میں خداوند عزوجل کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا کہ الہی میری ایک حاجت ہے اس کو پورا فرمادے۔

شعر

شبی حق را کسی در خواب دیدہ کسی نے خواب میں حق کو جو دیکھا

نیازی خواست شد در آب دیدہ مدد چاہی ہوا وہ آب دیدہ

ان کو جواب ملا کہ اب اور اس سے بڑھ کر کیا چاہتا ہے کہ میں نے تجھ کو صوفیوں کے دستبند سے رہا کر دیا ہے۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ صوفی تو یہاں دنیا میں مہمان ہے اور مہمان کا میزبان سے کسی بات کا تقاضا کرنا شرط ادب نہیں ہے۔ اس کو تو منتظر رہنا چاہیے تقاضا کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بغداد کے عجائب تین ہیں :- (۱) شبلی کی فریاد ، (۲) مرتعش کے نکات اور (۳) خلدی کی حکایات۔

شیخ عبداللہ باکو فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ ردوباری کا ارشاد ہے کہ تصوف تکلف کو ترک کرنا اور یکسوئی کو اختیار کرنا ہے اور دعویٰ بزرگی کو ترک کر دینا ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی نے فرمایا ہے کہ تصوف نام ہے تمکین و تلوین کے تحت پر جلوس کرنے کا۔ الہی ہم کو اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر ثابت قدم فرمادے۔

لطیفہ ۵

معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق

اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ

(در بیان تفریق معجزہ و کرامات و استدراج و دلائل اثبات کرامت

و ذکر معراج رسول علیہ السلام)

قال الا شرف :

الكرامة هي خارق العادة تصدر عن هذه الطائفة على حسب المراتب والغير

ترجمہ :- اشرف کہتا ہے کہ کرامت ایک امر خارق العادة ہے جو صوفیہ کرام سے ان کی مراد کے مطابق اور بغیر مراد کے ظہور میں آتا ہے۔

حضرت نور العین نے خوارق و استدراج کی اقسام کے بارے میں درخواست کی تو حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر (تفسیر کبیر) میں بیان کیا ہے :-

”جب انسان سے کوئی فعل خلافِ عادت سرزد ہوتا ہے تو یا تو دعویٰ کے ساتھ ہوتا ہے یا بغیر دعویٰ کے ہوتا ہے اس کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ دعویٰ کے ساتھ ہو۔ اب یہ دعویٰ خدائی کا ہوگا یا پیغمبری یا دلالت کا یا جادو کا ہوگا یا اطاغیاء شیطانیہ کا پس اس کی پہلی قسم کی بھی چار قسمیں ہوں گی ہیں اول یہ کہ وہ دعویٰ خدائی کا ہو اور ہمارے اصحاب نے ایسا دعویٰ کرنے والے سے ان خوارق کے ظہور کو ممکن قرار دیا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور اس سے خلافِ عادت امور ظہور میں آئے تھے کہ جب وہ پانی پر چلتا تو پانی کے اوپر سے عام راستے کی طرح گزر جاتا اور جب سوار ہوتا تو اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور جب اترتا تو پچھلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے تاکہ آسانی سے اتر سکے اور چڑھ سکے۔ یہ تمام امور خلافِ عادات ہیں۔ علاوہ ازیں دجال کے بارے میں بھی ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس سے خوارق کا ظہور ہوگا۔ یہ بات سولے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ یہ اس لئے ممکن ہو گیا کہ اس کی شکل اور اس کی صورت اس کے دروغ پر دلالت کرتی ہے اور سولے تلبیس کے ظاہر ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس طرح خلافِ عادت امور کے ظہور سے کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہوتا۔

اب قسم دوم ہے۔ یعنی دعویٰ نبوت۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں جن کی صورت یہ ہے کہ وہ دعویٰ نبوت کرنے والا یا تو صادق ہے یا کاذب پس اگر وہ صادق ہے تو خوارق عادات کا ظہور اس کے ہاتھ پر واجب ہے اور یہ بات متفق علیہ ہے ان تمام لوگوں پر جنہوں نے نبوتِ انبیاء کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اگر یہ دعویٰ نبوت

کرنے والا کاذب ہے تو اس سے خوارقِ عادات کا ظہور ممکن نہیں اور اگر ظاہر ہو جائے تو پھر حصولِ معارضہ واجب ہوگا۔

اب قسم سوم کی طرف آئیے۔ یہ دعویٰ دلالت ہے پس جو لوگ کرامتِ اولیاء کے قائل ہیں ان کے مابین اس امر پر اختلاف ہے کہ دعویٰ کرامت جائز ہے یا نہیں۔ پھر اس میں کہ خلافِ عادت امور اس کے دعویٰ کے مطابق ظاہر ہوں گے یا نہیں۔

قسم چہارم کا تعلق ادعائے سحر و طاعتِ شیطانی سے ہے۔ ہمارے اصحاب (اشاعرہ) نے ایسے لوگوں سے بھی خوارقِ عادات کا ظہور ممکن قرار دیا ہے لیکن معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ بغیر دعویٰ کے کسی انسان سے امر خارقِ العادت سرزد ہو۔ پس وہ انسان جس سے

اس کا صدر ہوا تو مرد صالح اور بارگاہِ الہی کا پسندیدہ شخص ہوگا یا کوئی پلید اور گناہ کار بندہ ہوگا۔ پس اول کا

تعلق کراماتِ اولیاء سے ہے اور ہمارے اصحاب وائمہ اشاعرہ نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے لیکن معتزلہ

نے انکار کیا ہے۔ سولے ابوالحسن بصری اور ان کے شاگرد محمود خوارزمی کے کہ انہوں نے انکار نہیں کیا ہے۔

اس سلسلہ کی قسم دوم یعنی امر خارقِ العادة کا مردودِ بارگاہِ الہی سے صادر ہونا استدراج کہلاتا ہے؟

حضرت قدوة الکبرا کے بعض حضرات نے سوال کیا کہ کراماتِ اولیاء کے اثبات میں دلائل کیا ہیں (وہ کو

سے دلائل ہیں جن سے کراماتِ اولیاء ثابت ہے) آپ نے فرمایا کہ ہمارے امام امام متغری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

ہے کہ کراماتِ اولیاء کا ثبوت کتابِ حق میں موجود ہے اور صحیح روایات اور اجماعِ اہل سنت و جماعت سے بھی ثابت

ہے کتابِ الہی میں یہ ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ صَلَواتُہُمْ عَلَیْہِمْ ذَكَرُوا لَهُمْ حَقَّ رَبِّہِمْ فَكَانُوا مِنْ السَّاجِدِینَ

وَجَدَ عِنْدَ ہَا رِئْسَ قَاجِہ

رب (موجود) پاتے۔

مفسرین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ بالاجماع وہ دیکھا جاتا تھا تو یہ آیت کراماتِ اولیاء کے منکر کے لئے حجت ہے۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ کرامات کا ظہور اولیاء اللہ سے جائز ہے یقلاً اور نقلاً دونوں اعتبار سے۔ اس

سلسلہ میں جواز عقلی تو یہ ہے کہ قدرتِ حق تعالیٰ میں کسی کو مجال و دخل نہیں ہے اور یہ ممکنات میں سے ہیں جس طرح

انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اہل سنت و جماعت کے مشائخ عارفین و علماء اصولین و فقہائے محدثین کا مذہب

ہے اور ان کی کتابیں اس بارے میں ناظرین ہیں شرق و غرب اور عرب و عجم میں اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک

پسندیدہ اور صحیح قول یہ ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات سے جائز ہے اولیاء کے لئے اس کے مثل کرامت

سے جائز ہے لیکن عدم دعویٰ شرط ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ معجزہ اور کرامت میں فرق نہیں ہے وہ غلط کہتا ہے اس لئے کہ ظہور معجزہ کے سلسلہ میں نبی پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کا دعویٰ کرے اور کرامت میں ولی پر واجب ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھے البتہ ضرورت کے وقت اس کو ظاہر کر سکتا ہے۔ یا ایسی حالت ہو جس پر ولی کو اختیار نہ ہو یا اس کا اظہار محض اس لئے ہو کہ مریدوں کے اعتقاد کو ظہور کرامت سے تقویت حاصل ہو۔

معجزہ، خارق عادت اور استدراج | حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ خارق عادات، معجزہ، استدراج اور سحر ایک ہی امر ہے جب کسی پیغمبر یا مدعی نبوت سے زمانہ جواز نبوت میں کوئی خلاف عادت امر ظاہر ہو تو اس کو معجزہ کہیں گے اور اگر ولی سے جواد صاف دلالت سے متصف ہو اس کا ظہور ہو یعنی کوئی امر خلاف عادت ظہور میں آئے تو کرامت ہے اور اگر کسی مخالف شریعت سے ایسا عمل صد دریں آئے تو استدراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت مائتہ گنج بخش) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتب سماویہ دقرآن پاک، زبور و تورات، میں آصف بن برخیا (وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام) کی کرامت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملک بلقیس کا تخت بلقیس کے دربار میں آنے سے پہلے ان کے سامنے حاضر کر دیا جائے اور خداوند تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت آصف برخیا کا یہ شدت مخلوق کو شاہدہ کراتے اور اہل زمانہ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور جائز ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں ایسا کون ہے کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے تو

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اَتِيكَ بِهِ
قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَقَامِكَ ۚ ۱۷

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی جلد چاہتا ہوں اس وقت آصف بن برخیا نے کہا: اَنَا اَتِيكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ اِلَيْكَ
طَرَفُ قُلْعٍ ط ۱۸

میں اے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی پلک پھٹے۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس کام پر ان کو مامور کر دیا۔ نہ اس سے انکار کیا اور نہ اس امر کو انہوں نے ناممکن سمجھا۔ اور یہ امر بہ حال معجزہ میں داخل نہیں تھا۔ اس لیے آصف برخیا پیغمبر نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کو کرامت ہی سے موسوم کیا جائے گا۔ اسی طرح اصحاب کہف کا معاملہ ہے۔ ان کے کتے کا ان سے باتیں کرنا ان کا طویل مدت کے لیے سونا، غار کے اندر ان کا دائیں بائیں کرو میں لینا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَنَقَلَهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ
وَكَلَّمَهُمْ بِاسْطُ ذَرَأَعَيْنِهِ بِالْوَحِيدِ
اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کرؤں پہنچتے رہتے
ہیں اور ان کا کتا دغا رکھے، دہانے پر اپنے بازو پھیلائے رکھا ہے
یہ تمام امور غلافِ عادت ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نہیں ہیں اس کو کرامت ہی کہا جائے گا۔

کرامت کا ثبوت حدیث شریف سے
حدیث صحیح ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، گزشتہ لوگوں کے عجیب و غریب واقعات ہیں سے کوئی واقعہ (انوارِ کرم) ارشاد فرمائیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

”تم سے پہلے تین افراد کہیں جا رہے تھے جب رات کا وقت ہوا تو ایک میں رات بسر کرنے
کے لیے چلے گئے۔ جب کچھ رات گزر گئی تو ایک چھان پہاڑ سے ٹوٹ کر غار کے دہانہ پر گری اور
اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے اور واپس میں کہنے لگے کہ اب
ہم کو یہاں سے کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔ بجز اس کے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے کسی
نیک عمل کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں بطور شفعہ پیش کرے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک
شخص نے کہا کہ میرے ماں باپ زندہ تھے اور دنیاوی مال و دولت سے میرے پاس کچھ
نہیں تھا جو میں ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ میرے پاس ایک بھری مٹی اس کا دودھ میں ان
کو پلا دیا کرتا تھا۔ میں ہر روز لکڑیوں کا گٹھا جھگل سے باندھ کر لاتا اور اس کو پکڑ کر اپنے
کھانے پینے کا سامان خریدتا۔ ایک دن میں دیبر سے واپس آیا رات ہو گئی تھی میں نے گھر آ کر
بھری کو دودھا اور اس دودھ میں کچھ کھانے کی چیزیں ملا کر اپنے ماں باپ کے پاس لایا۔ یہ
دونوں سو گئے تھے۔ دودھ کا وہ پیالہ میں ہاتھ میں لیے ان کے پاس اسی طرح کھڑا رہا میں
بالکل بھوکا تھا۔ میں ان لوگوں کے جاگنے اور انتظار میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح
ہو گئی۔ یہ دونوں بیدار ہوئے اور انہوں نے وہ دودھ پیا۔ جب وہ دونوں کھانا کھا چکے
تب میں بیٹھا۔ اللہ العالین! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو میری مدد فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد اس
پتھر میں جنبش آئی اور حضور اس اشکات غار کے دہانہ پر نمودار ہوا۔

اب دوسرے شخص نے کہا کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی۔ بہت حسین و جمیل! میں اس کی محبت
میں گرفتار تھا ہر چند کہ میں اس کو اپنے پاس بلاتا تھا لیکن وہ کسی طرح میری بات ماننے پر
تیار نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر میں نے اس کو تنہا دینار دے کر اس بات پر
راضی کر لیا کہ وہ ایک رات تنہائی میں میرے ساتھ رہے گی۔ وہ جب حسب وعدہ میرے پاس

اگر تو میرے دل میں غوثِ خدا پیدا ہوا اور میں نے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بارالہا! اگر میں یہ بات سچ کہہ رہا ہوں تو میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے۔ پیچھے دین غار سے ہٹ جاسے (حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد پیچھے کچھ اور ہٹ گیا اور شفا مزید چوڑا ہو گیا۔)

شعر

اگر راست گویم درین بید رنگ اگر ٹھیک کہتا ہوں میں بید رنگ
خدا یا فراخی دہ از نائی تنگ تو کردے کشادہ تو یہ راہ تنگ

اب تیسرے ساتھی نے کہا کہ میرے پاس کچھ مزدور کام کر رہے تھے ہر ایک اپنی اپنی مزدوری روزانہ لے لیتا تھا۔ جب عمارت مکمل ہو گئی تو تمام مزدوروں نے اپنا اپنا حساب بے باقی کر لیا۔ لیکن ایک مزدور نہیں آیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے ایک بھیڑ خرید لی اور اس کی پرورش کرتا رہا اس طرح چالیس سال گزر گئے اور وہ شخص واپس نہیں آیا۔ میں اس کی بھیڑ اور اس کے بچوں کی پرورش کرتا رہا چالیس سال گزرے گئے بعد ایک دن وہ مزدور آیا۔

شعر

گزشت از ماجرائی او چهل سال رہا چالیس برس جب یہی حال
کہ پیدا شد ز جائی صاحب مال تو پھر آیا کہیں سے صاحب مال
اس نے کہا کہ شاید تمہیں یاد ہو کہ میں نے تمہارے یہاں مزدوری کی تھی ،
اب مجھے اجرت کی ضرورت ہے (جو تمہارے ذمہ باقی ہے) وہ مجھے اب ادا کر دو۔ میں نے کہا کہ بھیڑوں کا یہ ریلوے تمہارا ہے اسے لے جاؤ۔ یہ سُن کر اس شخص نے کہا کہ تم مجھ سے ملنا کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں مذاقی نہیں کر رہا ہوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے پس میں نے وہ سارا ریلوے اس کے حوالہ کر دیا اور وہ ریلوے گر ملا گیا۔ بارالہا! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو مجھے پر کشادگی فرما دے (غار کا راستہ کھول دے)۔
پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیچھے غار کے دھانے سے بالکل ہٹ گیا اور وہ تینوں افراد غار سے باہر نکل آئے ، غار ہر ہے کہ یہ بات بھی خوارقِ عادت میں سے ہے۔

جریح راہب کا واقعہ | اسی طرح قوم بنی اسرائیل کے ایک راہب جریح نامی کا یہ واقعہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جریح نام تھا۔ جریح بہت ہی عبادت گزار شخص تھا۔ اس کے ایک پردہ نشین ماں تھی۔

شعر

در اسرائیلیان یک را ہسی بود تھا اسرائیلیوں میں ایک عابد
کہہ جان در راہ دین اورا ہسی بود کہہ راہ دین پہ تھا صدقہ دہ زاہد

ایک دن جریح کی ماں اس سے ملنے کیلئے آئی۔ جریح نماز میں مشغول تھا اس لئے اس نے عبادت خانہ کا دروازہ نہیں کھولا۔ جریح کی ماں بیٹے سے ملے بغیر واپس چلی آئی اسی طرح وہ دوسرے دن، تیسرے دن ملنے کے لیے گئی اور بے نیل و مرام واپس چلی آئی۔ ایسی ہی حالت کے عالم میں اس نے بد دعا کی کہ الہی! جریح کو رسوا کر دے اور میرا حق نذا کر نے کے باعث اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ جریح کے قریب وجہ میں ایک بہت ہی بد سیرت عورت رہتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں جریح کو بڑے راستہ پر ڈالوں گی وہ خانقاہ کے اندر گئی اور جریح سے اپنا مطلب نکالنا چاہا لیکن جریح نے اس کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ خانقاہ سے واپسی میں اس بد کردار عورت نے ایک گڈر پیسے سے زنا کرایا اور اس سے حمل بڑھ گیا۔ وضع حمل کے وقت وہ شہر میں آئی۔ جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریح کا ہے لوگ جریح کی خانقاہ کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو بچہ کر بادشاہ وقت کے پاس لے گئے۔ جریح نے اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے، اس بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسے بچے! بول کہ تیرا باپ کون ہے؟ خدا کی قدرت سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے تم پر بہتان لگا دیا ہے۔ میرا باپ تو فلان گڈر پیسے (پس بچہ کا اس طرح کلام کرنا بھی ایک کرامت ہے)

شعر

ترا مادر من این بہتان نہاد و است مری ماں باندھتی تم پر ہے بہتان
کہ جز چوپان مرا دیگر نژاد است ہمارا باپ ہے بس ایک چوپان

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں۔ مجملہ ان کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ سے یہ فرمایا ہے کہ اے میرے فرزند اگر کسی دن عرب و عجم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو تم اس غار میں جا کر بیٹھ جانا جہاں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تھا (یعنی غار ثور میں) تمہارا رزق صبح و شام تمہارے پاس پہنچے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں اولیاء اللہ کی کرامت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

حضرت امام مستغفری اپنے استاد سے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو اس دروازہ پر لے جا کر رکھ دینا جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کے اندر مزار اقدس ہے) تم اس دروازہ پر ہاتھ مارنا۔ اگر ہاتھ مارنے سے دروازہ کھل جائے تو اس کے اندر مجھے دفن کر دینا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ انتقال کے بعد ہم نے ایسا ہی کیا اور مزار اقدس کے دروازہ پر ہاتھ مار کر عرض کیا یہ حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ یہ آپ کے پہلو میں دفن ہو کر چاہئے ہیں ہمارے یہ عرض کرتے ہی دروازہ کھل گیا اور ہم کو یہ

نہ معلوم ہو سکا کہ دروازہ کس نے کھولا۔ ہم سے کسی نے کہا کہ اندر داخل ہو جاؤ اور ان کو دفن کر دو۔ تنہا ہی عزت و توقیر کی جاتے گی۔ ہم کو یہ آواز کس نے دی اور کس نے کہا؟ ہمیں نہیں معلوم، کہ ہم نے وہاں کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

امام متنفذی نے مالک بن انس کی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نافعؓ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے (خطبہ دے رہے تھے) کہ آپ نے اثنائے خطبہ میں فرمایا:۔

اے ساریہ بن زہم! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ جس نے بھیڑیوں کو بھیڑیں چرانے پر مقرر کیا اس نے ظلم کیا۔

لوگوں کو دوران خطبہ ساریہ کے ذکر سے بڑی حیرت ہوئی کہ اس وقت ساریہ عراقی ہیں اسلامی لشکر کے ساتھ تھے لوگوں نے اس بات کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا کہ آج خطبہ میں ہم نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی زبان سے ساریہ کا ذکر منبر پر کرتے سنا اور ساریہ عراقی ہیں! یہ کیا بات ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تنہا ہر جگہ ہوا ان پر اعتراض کرو۔ وہ جس بات کو کہتے ہیں اس سے عہدہ برا ہونا خوب جانتے ہیں قریب تھا کہ ساریہ آئیں اور دشمن سے بھڑیں پھر وہ ان کو شکست دے پھر وہ پہاڑ کی طرف آیا تو آسمان سے آواز آئی اے ساریہ پہاڑ کی طرف پہاڑ کی طرف جس نے مشبانی بھیڑیوں کے سپرد کر دی اس نے ظلم کیا اور یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی جس کو انہوں نے سنا۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام و تابعین و تابعین حضرت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور طبقہ بطبقہ مشائخ طریقت سے اس قدر کرامتیں اور خلافِ عادت امور ظاہر ہوئے ہیں کہ تحریر و تقریر میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

شعر

قلم بے شکافتہ از شرح تحریر قلم کو ہے نہیں یارا مٹے تحریر
زبان عاجز شدہ از حسن تقریر زبان عاجز کہلائے حسن تقریر

حضرت امام قشیری کا ارشاد | امام قشیری اپنے رسالہ قشیرہ میں فرماتے ہیں

”جنس کرامت اس قدر کثرت و تواتر سے پائی جاتی ہے اور اخبار و حکایات اس سلسلہ میں اس قدر موجود ہیں کہ اولیاء اللہ سے ان کے ظہور میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ جو کوئی اس گروہ میں موجود رہا ہے ان کی معیت میں رہا ہے، اور اس نے ان حکایات کو متوازن سنا ہے اور ان کے اخبار سے آگاہی حاصل کی ہے اس کے لیے پھر اس سلسلہ میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔“

ہم نے اس سلسلہ میں معنی کرامات اولیاء کے اثبات میں جس تاکید و تظہیر سے کام لیا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ سلیم القلب جس نے ان بزرگوں کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا ہے اور ان حضرات کے اقوال اس کے مشافہ سے نہیں گنہ رہے ہیں وہ ان جاہلوں اور گمراہوں کی کجی بالوں اور نادار حکایتوں سے جو اس زمانہ میں بکثرت موجود ہیں

اور انہوں نے کرامات اولیاء بھی سے انکار نہیں کیا ہے، بلکہ یہ لوگ تو معجزات انبیاء (علیہم السلام) کے بھی منکر ہیں۔
دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اور ان کے قریب میں نہ آئے اور اپنے دین کو برباد نہ کرے۔

یہ لوگ جو اولیاء کرامات کے منکر ہیں اس کا باعث خاص یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ خود کو دلائل کے مراتب اعلیٰ پر فائز ظاہر کریں، باوجودیکہ ان لوگوں کو ان احوال و الزامات سے خود کو کوئی خبر نہیں ہے پس یہ اس کی نفی محض اس لیے کرتے ہیں کہ عوام میں ان کی رسوائی نہ ہو۔ لیکن انہوں نے اس میں رسوا ہونے کا کوئی گڑ نہیں ہے۔ اب اگر ان لوگوں سے اجاباً نامیزاروں خوارقِ عادت ظہور میں بھی آجائیں تو چونکہ ان کا ظاہر احکامِ شریعت کے موافق نہیں ہے اور نہ ان کا باطن آدابِ طریقت کے مطابق ہے، وہ تمام خوارقِ معجزات مستدرج ہوں گے۔ ان کو مقولات و دلائل و کرامات نہیں کہا جائے گا۔

کتاب الہدیٰ کی صراحت | کتاب الہدیٰ میں ہے ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولیاء کے لئے کرامتیں ہیں اور اسی طرح ہر رسول کی امت میں ان کے فرمانبردار تھے ان کے لئے کرامتیں ہیں اور خلافِ عادت امور ہیں اور اولیاء کی کرامتیں انبیاء کے معجزات کا تتمہ ہیں۔ اور جس کے لئے اس کے ہاتھ پر خلافِ عادت امور ظاہر ہوئے اور وہ احکامِ شریعت کا پابند نہ ہو تو ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ زندیق ہے اور جو اس سے ظاہر ہوا مکروہ استدرج ہے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ کرامتوں کی قسمیں بہت ہیں مثلاً ناپید کا پید کر دینا اور موجود کو ناپید کر دینا اور پوشیدہ امر کو ظاہر کر دینا اور ظاہر امر کو چھپا دینا اور دعا کا مقبول ہونا اور تھوڑی دیر میں بڑی مسافت کو طے کرنا اور امور غیب پر مطلع ہونا اور غیب کی خبر دینا اور مختلف جگہوں پر ایک وقت میں موجود ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مار ڈالنا اور حیوانات و نباتات و جمادات کی کلمات تبسج وغیرہ کو سننا اور کھانا پانی بلا سبب ظاہری کے مہیا کر دینا اور ان کے سوا وہ ہر طرح کے کام جو خلافِ عادت ہیں مثلاً پانی پر چلنا اور ہوا میں سیر کرنا اور مثلاً خالی پیالہ سے کھانا اور جنگلی جانوروں کو مسخر کرنا اور مثلاً ان کے بدن کی ظاہری قوت مثل اس کے جو درخت کو ایک ٹھوکریں جڑ سے اکھاڑ دے حالانکہ وہ محفلِ سماع میں وجد کر رہا ہے اور ہتھ دیاوار پر مارا تو وہ پھٹ جائے اور بعض انگلی سے کسی کی طرف اشارہ کرتا ہے پس مار پڑی کسی کی گردن پر اشارہ سے تو ظاہر ہوتا ہے اصل مشار الیہ کا سراور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کسی ایک دوست کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر کرتا ہے تو مادیاتِ عالم میں جو تعریف چاہے وہ کر سکتا ہے اور درحقیقت وہ تاثیر دے صرف حق سبحانہ و تعالیٰ کا ہے جو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ درمیانی نہیں ہے۔

کراماتی اگر بینی کم و بیش
کرامت تم اگر دیکھو کم و بیش
زردوشی کہ ادب گانہ از خویش
کسی در دیش سے جو ہے حق اندیش

ازدکاری گر آید در میان نظر آئے اگر اس سے کوئی کام
زحمتی آید آن اور در میان نہ تو وہ حق سے ہے اس کلمے فقط نام

بعض بزرگان عارفین نے فرمایا ہے کہ وہ قاعدہ کلیہ جو سب کی جامع ہے یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس میں خلاف عادت امر ایسا کیا جس کا دنیا بھر کا نفس یا اس کا نفس ہمیشہ سے عادی تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابل اسی طرح خلاف عادت امر ظاہر کر دیتا ہے جس کا نام عام و خاص کے نزدیک کرامت ہے پس کرامت ان کے نزدیک وہ فضل خداوندی ہے جس نے ان کو توفیق اور قوت عطا کی یہاں تک کہ نفس کی عادتوں کے خلاف انہوں نے کیا یہ تو کرامت ہے ہمارے نزدیک۔ لیکن وہ جس کو عام طور پر کرامت کہا جاتا ہے لوگ اس کے دیکھنے سے بچتے ہیں اس میں صاحب استدراج کی اس کے ساتھ شرکت کی وجہ سے اور اس کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے تو بزرگ لوگ ڈرتے ہیں کہ وہ شاید ان کے عمل کا ثواب ہے کیونکہ ثواب کا محل تو دارِ آخرت ہے تو جب ثواب میں عجلت ہوئی تو ڈر گئے کہ آخرت کا حصہ ہو۔ اس بارے میں حدیثیں وارد ہیں اور کرامت و خوف کا جمع ہونا کہاں سے ٹھیک ہے تو اب وہ کرامت نہیں ہے بلکہ صرف خلاف عادت امر ہے پس اگر اس کے ساتھ خوشخبری اس کی ہے کہ وہ زیادتی فضل ہے اور ثواب آخرت نہیں گھٹاتا اور نہ کم کرتا ہے اس وقت اس کا نام کرامت ہے۔ پس درحقیقت کرامت وہ بشارت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے بڑی اور بزرگ کرامت تنہائی میں لذتِ عبادت پانا ہے اور یہ سانس کی اللہ کے ساتھ حفاظت کرنی ہے اور یہاں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور اسی سے ابدی سعادت کی آخرت میں بشارت ہے اور یہاں اس کے رب کا لحاظ کرنا ہے واردات ہر وقت اس میں اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اس گروہ نے خلاف عادت امور کو اختیار سے ظاہر نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ طالب کے اطمینان قلب کے لئے اور اپنا شمار و عادت اس کو نہیں بناتے۔ جب مرتبہ وحدۃ الوجود کو پہنچ گئے تو تصرف تکلیف دینے کا کس پر کس اور محسن ہونے کا بار کس کے دل پر رکھیں۔

شعر

تیر میفکن کہ ہدف رائی تست تو ہے ہدف تیر کو مت چلا
مقررہ کم زن کہ فرس پائی تست مار نہ کوڑا ہیں فرس تیرے پا

کیونکہ بعض اس گروہ کے جو دریاے وحدۃ الوجود میں ڈوبے ہیں اور ذات کے احاطہ کائنات کے ملائقیہ تحقیق کر چکے ہیں وہ دوسرے کے رنج سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور غیر کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ شیخ ابو الوفا غزالی فرماتے تھے کہ حضرت قدوة الکبر! جب سرزمینِ شردان سے گذرے اتفاقاً ایک گاؤں کی مسجد میں اترے جو ان برف باری اس قدر شدید تھی جس کی شرح نہیں ہو سکتی۔

شعر

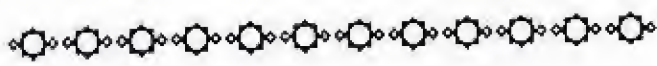
شد از ابر باران جهان نا امید ہوئے ابر باران سے سب نا امید
جوان چون زنی پیر موی سفید جوان کے ہوئے بال بالکل سفید

کمال جوگی کو رفع حاجت کا تقاضا ہوا رات میں اٹھے اور ایک گوشہ میں گئے ان پر برف کا ایسا اثر ہوا کہ بالکل حرکت نہ کر سکتے تھے۔ ان کی زندگی میں ایک سانس سے زیادہ باقی نہ رہی حضرت قدوة الکبرا اس وقت تازہ وضو فرما رہے تھے۔ ابھی وضو سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت کو سردی لگنے لگی اور اتنی سخت سردی لگی کہ اس کی شرح ناممکن ہے تمام لوگ حیران تھے کہ گرمی پہنچانے کے تمام لوازم موجود تھے۔ پوشین کا لباس موجود تھا۔ نوشک، گدے اور نندے کے نتیجہ تھے آگ جل رہی تھی۔ پھر اتنی سردی ان کو کیوں محسوس ہو رہی تھی کسی کے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا خواجہ ابوالقاسم چونکہ شراب معرفت کے کچھ گھونٹ پیئے ہوئے تھے (دور معرفت سے بہرہ ور تھے) سمجھ گئے کہ حضرت کا یہ عالم اپنے کسی دوسرے شخص کی تکلیف کے باعث ہے۔ وہ مسجد سے باہر نکل کر آئے اور تمام ساتھیوں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ کمال جوگی اندر موجود نہیں ہیں اور وہ باہر گئے ہوتے ہیں۔ وہ کمال جوگی کی تلاش میں گئے اور انہیں ڈھونڈ نکالا وہ برف میں دبے پڑے تھے۔ ان کو نکال کر لائے۔ اور طرح طرح کے موٹے کپڑے ان کو پہنائے۔ جوں جوں کمال جوگی کی سردی کم ہوتی جاتی تھی حضرت قدوة الکبرا کی حالت بھی سمجھتی جاتی تھی۔ جب کمال جوگی کے جسم سے سردی بالکل جاتی رہی حضرت قدوة الکبرا کی حالت بھی بالکل ٹھیک ہو گئی اور سردی کا اثر بالکل زائل ہو گیا۔

حضرت قدوة الکبرا کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوالخیر تیسنانی قدس سرہ کا فرمانا ہے کہ

جو کوئی اپنے عمل کو ظاہر کرتا ہے وہ شیعہ باز ہے اور جو کوئی اپنے حال کا اظہار کرتا ہے وہ مدعی ہے ایک مرتبہ اپنے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پانی پر چل رہا ہے آپ اس وقت دریا کے کنارے پر تھے۔ اس کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر شیخ نے فرمایا کہ یہ کیا بدعت ہے اور خشک پر آ جاؤ۔ پھر دوبارہ اس کو پکارا اور کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حج کو جا رہا ہوں برسن کر انہوں نے کہا اب جاؤ کرامت بیچنے والا دیر میں مقبول ہوتا ہے کیونکہ محروم ہے اور خریدار کرامت اگر چہ کئے کی آواز نہ بولے سواکتے کے کچھ نہیں ہے یعنی حقیقت کرامتوں کیلئے نہیں ہے۔ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ اس کے بندوں کے لیے ہے اور آخرت کا ثواب اسی کی طرف سے ہے۔ ان حضرات سے بہتر وہ جماعت اور وہ لوگ ہیں جن کے سامنے سے حجاب بالکل اٹھ گیا ہے اور جن کے باطن نقیین کی روح سے اور معرفت کے شرف سے مشرف ہیں۔ بس ان کے نقیین کو خوارق عادت کی کیا ضرورت ہے اور دشمنان انہوں کے مشاہدہ کی (جب کہ وہ سامنے ہیں دیکھنے کی کیا حاجت ہے۔

اس موقع پر شیخ ابوالکلام نے حضرت قدوة الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہِ ادراپ کی رسالت کا (جوان مردوں میں) سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کچھ زیادہ کراہتیں اور خوارق عادت کا صدور منقول نہیں ہے۔ اور اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم



کے دوسرے اصحاب کرام سے خوارق عادت منقول نہیں ہیں لیکن صحابہ کرام میں سے جو حضرات متاخرین میں شمار ہوتے ہیں ان کے بہت سے خوارق منقول ہیں (جیسا کہ مشہور ہے) اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت قدوة الکبر کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے باطن حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت، الوارثت کے مشاہدہ، نزول وحی، ملائکہ کے نزول کے سبب سے انوار یقین کی تعبیروں سے متور تھے۔ امور اخروی ہر ذلت ان کے پیش نظر رہتے تھے۔ وہ صلب حضرات دنیا سے گریزاں دنیا والوں کی عادات سے خالی تھے۔ ان کے نفوس پاک تھے اور ان حضرات کے دلوں کے آئینے جلا پائے ہوئے تھے۔ پس اس صورت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے ان کو جو کچھ مرحمت فرمادیا تھا اس کی بناء پر کرامات کے مشاہدہ (اور اظہار) سے وہ مستغنی تھے۔ الوارثت کا مشاہدہ ہوادروں کے لیے وجہ یقین بنتا ہے ان کو اس طرح حاصل تھا کہ جو کچھ دوسروں کے لیے غیب ہے وہ ان کے لیے شہادت (مشاہدہ) تھا۔

امام قشیری کا ارشاد | حضرت امام قشیری فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تقسمہ ہیں۔ ہر رسول علیہم السلام کے ایسے متنبین گزرے ہیں جن سے کرامات اور خوارق عادت ظاہر ہوتے ہیں اور ایسا ہر زمانہ میں ہوا ہے۔
جناب سید اشرف (قدوة الکبر) فرماتے ہیں کہ جس نبی کی امت کے کسی فرد سے اس نبی کے بعد کرامت کا اظہار ہوا یہ امر بھی اس نبی کے معجزات میں سے ہے۔
حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا بھی عجیب حال ہے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کی تاثیر اور بہت سے واقعات جو عین کشف ہیں اور اسلاف و اعدا سے منقول ہیں اور اکثر حضرات سے تو اس تدبیر و واقعات (کرامات) سرزد ہوتے ہیں کہ ان کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی یہ لوگ کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ یہ نادان اگر کوئی فارق عادت دیکھتے ہیں تو اس کو سحر اور عمل شیطان پر محمول کرتے ہیں اور صاحب کرامات کو ساحر کہتے ہیں۔

حضرت ابوالکارم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت قدوة الکبر کا قافہ ایک ایسے علاقہ سے گزر رہا تھا کہ جو سانپوں اور اڑدہوں کا مسکن تھا (سانپ اور اڑدے وہاں کثرت سے موجود تھے) چوتھو لوگ ان کی ایذا رسان کے واقعات سن چکے تھے اس بناء پر بہت سے ہمراہی اس راستہ سے گزرنا نہیں چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت قدوة الکبر کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت راستہ سنا گیا ہے کہ بہت ہی پرخطر ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ انشا اللہ اس راستہ سے ہمارا گزر آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔ جب کچھ قلندر اور مجرد حضرات ان اڑدہوں اور اجگوں کے قریب سے گزرے تو ایک اڑدہ ظاہر ہوا جو گویا سب کو منگل جائے گا۔

نمایاں بر زمین شد اڑدہ از غار
کہ گوئی اڑدہ مئی آسمان وار
زمین پر آ کے نکلا اڑدہ غار
کہ گویا اڑدہ ہے آسمان دار

اس وقت حضرت قدوة الکبر نے اپنے عصا کی جانب اشارہ کیا اور وہ عصا شیر بن گیا اور جہاں جہاں
اجرا اور اثر دے تھے ان سب کو نکل گیا ۔

شعر

عصا را کر د چون موسی اشارت عصا کو کی جو موسی نے اشارت
متاع مار داژ در کرد غارت تو پونجی سانپ کی کی اس نے غارت

اسی قافلہ کے ساتھ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ارباب تصوف کے منکر اور معرفت کے آثار و علامات سے مغرور
تھے جب ان کو اس عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع ہوتی تو کہنے لگے کہ ان صوفیوں نے تو عجیب جادو کر دیا اور ایک
عجیب و غریب شیعہ ان لوگوں نے دکھا یا ہے ایک صوفی ان کی یہ بادہ گوئی سن رہا تھا اس نے حضرت قدوة الکبر کی
خدمت میں ان کی یہ بادہ گوئی دہرائی ۔ حضرت قدوة الکبر نے سن کر فرمایا جن لوگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر سحر و سحر کا اتہام لگا یا ہو وہ بھلا مجھے کس طرح اس اتہام سے چمڑے ہو گئے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا
هَذَا سِحْرٌ (یہ جادو ہے) اور جبکہ اس گروہ کو کسی ایسی بات سے منسوب کریں جس کا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی نسبت انکار کر چکے ہیں سنت پر اس کا صدور سمجھنا چاہیے اور آپ کی فرمانبرداری کا فہور اس سے ہوتا ہے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | حضرت امام یافعی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ :-

”سحر و کاشیاطین کی نسبت، مقررین اولیاء، صالحین، ابرار کی طرف کس طرح کی جاتی ہے جب کہ یہ حضرت
دنیا کو ترک کرنے والے، خداوند تعالیٰ کے عبادت گزار بندے، صبر و شکر کرنے والے ہیں حق تعالیٰ سے ڈرتے اور
اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں، پرہیزگار ہیں حق تعالیٰ پر توکل کرنے والے ہیں، نیک کاموں پر مزا و امت کرنے
والے ہیں، خداوند تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں، پاک نہاد عارفوں کی نصیحت سنے والے ہیں اور مذموم صفات
سے پاک و صلت ہیں، عمرہ صفات کے حامل ہیں اور اخلاق الہی جیسے اخلاق سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں
مصرورت ہیں، شریعت کے آداب سے عہدہ برآ ہونے والے ہیں پستیوں سے نکل کر بلندیوں کی طرف چڑھنے والے
ہیں اور بلند مرتبوں کی چوٹیوں پر پہنچنے والے ہیں نہ صرف دنیا سے اعراض کرنے والے ہیں بلکہ آخرت سے بھی اعراض کرتے ہیں۔
وہ لوگ جن کے نفوس نے مریضوں کی جادو بکشی کی جب کہ اس کو انہوں نے مارا تاکہ ہمیشہ زندہ رہے۔“

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ جس قدر خلاف عادت امور اور معمول کے خلاف حضرت غوث الثقلین سے ظاہر ہوئے کسی سے بھی اس
گروہ میں ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ کسی بزرگ نے اور روئے زمین کے کسی فرد کامل نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے
زمانہ سے اس وقت تک یعنی ہمارے زمانہ تک ایسی بات نہیں کہی جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے ارشاد

۱۔ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مرآة الجنان سے ماخوذ ہے ۔ مترجم نے عربی اقتباسات کا صرف
ترجمہ پیش کر دیا ہے ۔

فرمائی۔ یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض سالک ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے سلوک کو مکانِ تابِ نورِ حسین کے مقصد تک اور اپنے وصول (الی اللہ) کے عمل کو مقصود کے بابِ اعلیٰ تک پہنچا دیا ہے اور اودانی کے دشوار گزار راستہ تک اپنے حصول کی کشتی کو لے گئے ہیں لیکن ان مقامات سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔ بجز اس فقیر کے کہ باعتبار نصرتِ کیں تقاضا و نذر کی سرحد سے بھی گزر جاتا ہوں۔

شیخ سیف الدین عبدالوہاب ابن غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے آغاز سے قبل والد محترم کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔ اگر اس مہینہ میں سختی ہوتی اور بدی مقدر ہوتی تو وہ ابھی صورت کے بجائے کہ یہ صورت میں والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اگر کسی مہینے میں نعمت اور بھلائی مخلوق کے لیے مقدر ہوتی تو ابھی شکل میں حاضر ہوتا ماہِ جمادی الآخر کی آخری تاریخ محلی اور جمعہ کا دن تھا (سنتھہ) بہت سے مشائخ حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خوب رو جوان حاضر ہوا اور اسلام علیکم یا ولی اللہ کہہ کر اس نے بتایا کہ میں ماہِ رجب ہوں اور آپ کو مبارک باد دیتے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے اندر کسی قسم کی برائی اور سختی نہیں پائیں گے چنانچہ اس ماہِ رجب میں سوائے اچھائی اور بہتری کے لوگوں نے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ مہینہ بڑی خیر اور بھلائی کے ساتھ گزرا لیکن جب ماہِ رجب کا آخری دن آیا یہ یکشنبہ کا دن تھا تو ایک گریہ منظر شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور کہا اسلام علیکم یا اہل اللہ میں شعبان کا مہینہ ہوں اور میں آپ پر یہ واضح کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ بغداد میں کثرتِ اموات، حجاز میں گرانی اور خراسان میں قتل و غارت میرے اندر مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ جب شعبان کا مہینہ آیا تو جو کچھ شہر شعبان نے کہا تھا وہی وہاں ہی وقوع میں آیا۔

حضرت غوث الثقلینؒ ماہِ رمضان میں چند روز علیل رہے۔ دو شنبہ کا دن تھا اور ماہِ رمضان کی ۲۹ تاریخ محلی بہت سے مشائخ خدمت میں حاضر تھے۔ جیسے شیخ علی ہمدانی، شیخ نجیب اللہ (قادر الدین البراۃ الخیب) سہروردی جعفریہم کو ایک بہت ہی پرہیزگار و پارسہ شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اسلام علیکم یا ولی اللہ! میں ماہِ رمضان ہوں اور آپ کے پاس عذر خواہی کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں آپ کو الوداع کہہ سکوں۔ آپ کے پاس میری یہ آخری حاضری ہے یہ کہہ کر وہ واپس ہو گیا اور آئندہ سال کے ماہِ ربیع الآخر میں حضرت شیخ قدس سرہ کا وصال ہو گیا اور آئندہ رمضان آپ کو نہ مل سکا۔ مہینوں کی طرح ہر مہینہ کے ہفتے بھی حضرت شیخ کے سلام کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ اور ان میں جو کچھ خیر و شر مقدر ہوتا تھا اس سے شیخ محترم کو آگاہ کر دیا کرتے تھے۔ صرت ہفتے ہی نہیں بلکہ ایام بھی حضرت شیخ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔

حضرت نذوقہ الکبر لے فرمایا کہ حضرت مخدومیؒ فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے احوال کے مقاماتِ عروج سے آگاہ کیا گیا (میں اپنے مقامات کے عروج کا مشاہدہ کر رہا تھا) کہ اس حال میں میرے مشاہدہ میں آیا کہ کسی کا قدم مجھ

سے حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات قدس سرہ مرشد حضرت نذوقہ الکبر۔

سے بھی آگے ہے اس وقت مجھے اس پر رشک ہوا کہ یہ کون ہے جس کا قدم مجھ سے بھی آگے ہے۔ آخر الامر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت کا قدم تھا۔ یہ معلوم کر کے میں شکر بجالایا۔ حضرت ندوۃ الکریم نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ ہمنانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص نے یہ عرض کیا کہ فلاں صاحب پک بھیکے سمرقند سے مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں۔ شیخ قدس سرہ نے یہ سن کر فرمایا یہ تو بہت آسان بات ہے ایسی تو اس سے بھی کم مدت میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کو بھی کوئی نہ کوئی کام درپیش ہوتا ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جن پر خفائق کے دروازے ابھی نہیں کھلے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤ الدولہ نے مزید فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ صدقہ ہندادی حضرت غوث الثقلینؒ کی مجلس وعظ میں آئے اور مشائخ کے دروازے پر بیٹھ گئے جب حضرت غوث الثقلینؒ باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے آپ نے کسی شخص سے گفتگو نہ کی اور قاری سے بھی آپ نے تلاوت کے لیے کچھ نہ فرمایا۔ دیکھ پڑھے اس کے باوجود لوگوں میں وجد کی کیفیت پیدا ہو گئی اور حال قوی سب پر طاری ہو گیا۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ شیخ قدس سرہ نے تو کچھ نہیں فرمایا اور نہ قاری نے کچھ پڑھا پھر یہ وجد کیسے طاری ہو گیا۔ مثنوی

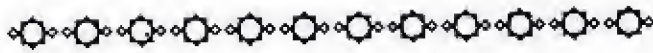
نہ مطرب دمی جنگ بر جنگ زد
نہ نغمہ کی کانوں میں آئی صدا
نہ نہیں کان نے جبکہ گانا سنا
نہ معلوم پھر وجد کیوں آگیا

حضرت شیخ قدس سرہ نے شیخ صدقہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ سنو میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں (بغداد میں) ایک قدم میں آیا ہے۔

رباعی

ز بیت المقدس برآورد کام
درینجا رسانید خود را بکام
کسی کو زند از سر حال دم
سر سرزمین را نہد در قدم
جو بیت المقدس سے رکھا قدم
تو پہنچایا اپنے کو یاں ایک دم
چلے وجد میں کوئی ہستی کہیں
تو زیر قدم اس کے ہے کل زمین

اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آج کے دن حاضرین مجلس اسی کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہ کے دل میں پھر خیال پیدا ہوا کہ جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں تک آجائے ایسے باکمال شخص کو توبہ کی کیا حاجت ہے؟ اور شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت پھر حضرت غوث الثقلینؒ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو! اس نے اس بات سے توبہ کی ہے کہ وہ آئندہ کبھی ہوا میں نہیں اڑے گا اور اس کو میری ضرورت اس لیے ہوتی کہ میں اس کو حق تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھا دوں۔



شعر
چہ شد سر آسمان زیر پا است ہوا کیا جو ہے آسماں زیر پا
کہ راہ محبت ازینہا جدا ست کہ راہ محبت ہے اس سے جدا
اللہ تعالیٰ اپنی محبت سب کو روزی کرے۔ بحرمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الانجاد۔

حضرت ندوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خاکفہ صوفیہ کے لیے بہت اہم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے احوال کو چھپائیں اور اپنے معاملات کا اخفاء کریں۔ حضرت خیر الدین سہروردی ابتدائے سلوک میں اپنے بعض واقعات اور واردات بلند کو حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کر دیا کرتے تھے۔ حضرت ندوۃ الکبرا کے پاک دل پر یہ بات خوب واضح تھی کہ شیخ خیر الدین کی طبیعت اس طرف مائل ہے لہذا حضرت قدوۃ الکبرا نے ان سے ننہائی میں فرمایا کہ اسے سہروردی اس قسم کے امور کی طرف مقامات کے حصول کی ابتدا میں ملقت ہونا ایسا ہی ہے جیسے بچوں کو مویز دمنقی، دیگر پہلانا ہے تاکہ وہ مکتب چلے جائیں جس طرح پہلا پھینکا کر کچھ مٹھائی وغیرہ دے کر مکتب بھیجا جاتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد وہ مکتب جانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ نے اپنے بعض احوال و واقعات سے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ کو آگاہ کیا کچھ دیر غور فرمانے کے بعد خواجہ ابو یوسف نے فرمایا کہ، یہ وہ چیزیں ہیں جن سے آزمودنِ طریقت کی پرورش کی جاتی ہے۔ (انہیں پہلایا جاتا ہے)۔

الغرض اکابر و زکا و صوفیہ عظام نے کبھی کبھی جو اپنے احوال کا اظہار فرمایا ہے اس کا سبب اپنے مریدوں کی ان کی تابلیت اور ان کی استعداد اس اظہار کی متقاضی ہوتی تھی یا وہ کبھی کبھار اپنے مریدوں کے اطمینان کی خاطر اور دوستوں کے یقین کی پختگی کے لیے اس طور پر اظہار کر دیا کرتے تھے کہ اس طرح وہ سعی و کوشش کے ذریعہ اس درجہ بلند تک پہنچ جائیں ان کا یہ بیان اور احوال اظہار خود نمائی اور سخن طرازی کیلئے نہیں ہوتا تھا۔

۱۰ اصل الفاظ یہ ہیں: تِلْكَ خِلَالَاتُ تَرْبِيَّتِهَا أَطْفَالُ الطَّرِيقَةِ۔

لطیفہ ۶

شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب
(در بیان اہلیت شیخ و شرائط اقتداء و آداب مرشد و مرشد)

قال الا شرف : ان يكون الشيخ عارفاً باحوال المرید و عالمًا بعلوم المتجربین المتقین الخ
حضرت سیّد اشرف قدس سرہ نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ شیخ مرید کے احوال سے واقف ہو۔ ترک دنیا اور
تنہائی کے علوم کا عالم ہو، (عالمًا بعلوم التجربید و التقربید) تاکہ اس کی خبر خواہی کر سکے اور مرید کو راہ راست دکھائے اس
کے مال کے مناسب اس کو اس راہ کے خطرات اور فسادات سے آگاہ کر سکے۔ اگر شیخ ان اوصاف مذکورہ سے
منتصف نہیں ہوگا تو اس کی پیروی کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور ان سے گناہ حاصل کرنا کس طرح روا ہو
سکتا ہے ؟

اے عزیز! اللہ تعالیٰ تیرے باطن میں حقیقت وصال کو ثابت کرے اور تجھے اپنی محبت کی شراب صبح
شام پینے والوں میں شامل فرمائے (اس راہ (طریقت) کے طالب اور اس گروہ کے محب اس راہ پر نیز قدم رکھنے
والے اور میدان تحقیق میں اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑانے والے "اللہ تعالیٰ روز قیامت تک ان کی کثرت فرمائے اور ان کو
مقام رفیع پہنچائے" اولیاء اللہ ننانی اللہ اور بقا باللہ کے بلند مقام پر بزرگوں کے قائلوں کے پیشوا اور اولیاء کے
ظائقوں کے مقتدائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری اور باطنی، قولی، فعلی، اعتقادی اور اعمال
پیروی کے بغیر نہیں پہنچے ہیں (اور نہ پہنچ سکتے ہیں) اور جو کوئی گمراہ کرنے والے نفس کی تار بیکوں میں پھنسا ہوا ہے
اور باطل کے چمندوں میں گرفتار ہے اور طبیعت کے سب سے نیچے درجہ کی خواہشات میں مقید ہے اور گمراہی ضلالت
میں اسیر ہے اور اخلاق ناپسندیدہ میں مبتلا ہے تو اگر ایسا شخص صاحب علم ہے اور وہ اپنے علم کے نقصان کے
مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور بشرط علم جمیع اوقات و احوال میں شریعت کی پیروی نہیں کرتا ہے تو وہ کبھی بھی بلند
درجہ اور معارف ربانی کے اعلیٰ مقامات اور عرفان کی صداقت تک نہیں پہنچ سکتا اور معرفت الہی کے شیریں پانی
کو جو ظلمات طبیعت انسانی میں آبیات کی طرح ہے نہیں پی سکتا اور اس کی شیرینی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا اور
اپنے ایمان و ایمان کو شراب و مہمان کشی میں جام نہیں پلا سکتا ہے (ایمان و ایمان دو صدان سے کوئی حصہ نہیں
مل سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ سَقَمُھُمْ رَبُّھُمْ شَرَّآبًا طَهُورًا) (اور ان کا پروردگار انہیں
پاکیزہ شراب پلائیگا) وہ اس ارشاد کا مصداق نہیں بن سکتے ان کو یہ شراب میسر نہیں ہو سکتی اور حقیقت کے باغات کی ہرلہ

سے وہ خوشبو نہیں حاصل کر سکتے۔ جس کے بارے میں ارشاد ہے **مِنْ لَسَنِیْمٍ عِیْنًا یَشْرَبُ بِهَا الْمُقْتَرِبُونَ** (تسلیم سے جو ایک چٹم ہے مقرب بندے پہنچے گئے) ان کے مشام جاں محروم رہیں گے۔ یہ لوگ گلشنِ مراد میں پہنچ کر گلِ مقصود میں چن سکیں گے اور ضلالت، گمراہی اور جہالت کے میدان میں یونہی سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ پس اس طریق کے طالب (صوفی و سالک) کو چاہیے کہ اپنی پوری ہمت اور توجہ اس طرف (مثابت شریعت پر) مبذول رکھے۔ ہاں دول کے ساتھ اتباع شریعت میں کوشاں رہے ایک لمحہ کے لیے بھی اس راہ میں آرام نہ کرے اور شریعت کی راہ میں درست ایمان اور یقین کامل کے ساتھ صدق و صفا کا قدم رکھے اگر ایسا نہیں کرے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ صحرا کے گمراہی میں مارا مارا پھرتا رہے گا قطعاً

خلاف پیغمبر کسی رہ گزید	چلا راستہ جو خلاف نبی
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید	تو ہرگز نہ پہنچا وہ منزل کبھی
کسانیکہ زمین راہ برگشتہ اند	نبی کی اطاعت سے جو ہیں پھرے
برفتند و بسیار سرگشتہ اند	پریشان و برگشتہ آخر رہے

مراد اور مرید کے معانی حضرت درّتیم نے بصدّہ تحریم قدوة الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اربابِ تقویٰ لفظ مراد و مرید کے کیا معنی مراد لیتے ہیں و تقویٰ کی اصطلاح میں ان الفاظ کے کیا معنی ہیں) حضرت نے فرمایا کہ ان الفاظ کا اطلاق دو معانی پر کیا گیا ہے اولاً مقتدی و مقتدا دوم محب و محبوب پھر مرید کے معانی حسب موضع ان شاء اللہ بیان کیے جائیں گے۔ البتہ مراد کے معانی بیان کیے جاتے ہیں ان کو وسیع اعتقاد سے سننا چاہیے معنی اول تو یہ ہیں کہ قوت و ولایت الہی اور اس کی نامتناہی عنایت کا جذبہ اس کے تصرف میں اس درجہ پر ہو (وہ اس پر اس قدر تصرف رکھتا ہو) کہ سب ضلالت کے مریضوں اور جہالت میں گرفتار بیماروں کا علاج کر سکے اور ایسے لوگوں کی استعداد اور قبولِ ہدایت کی اہمیت کا اختلاف اس کی نظر میں ہو اور ارشادِ معاملات کے تمام راستوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ (مریدوں کے اختلاف استعداد اور راہِ ہدایت پر رہنمائی کے متعدد طریقوں سے کما حقہ اس کو واقفیت ہو) ایسا شخص ”سالک مجذوب“ ہوتا ہے یعنی پہلے تو اس نے صفات انسانی کے تمام ہلاکت خیز مقامات کو قدمِ سرک سے طے کر لیا ہو اور پاکیزہ جذبات کی مدد سے اور واردات و کیفیات ربّانی کے مدّتِ مرید تک جاری رکھنے کے نتیجہ میں واردات و کیفیات کی مداومت سے وہ مدارجِ قلبی و روحانی کی بلندیوں کو عبور کر کے کشف و یقین کے عالم میں پہنچ گیا ہو۔ الزارِ حقّی کا مشاہدہ اور اسرارِ دقائق کا معائنہ اس کی منزل بن گیا ہو اس کی نظر الزارِ حقّی کا مشاہدہ کر رہی ہو اور اسرارِ الہی کے دقائق اس کے معائنہ میں ہوں (ایسا سالک مجذوب ہے) اور مجذوب سالک وہ ہے کہ اولاً ابد الہی کی قوت اور جذبات کی اعانت سے اس نے مقامات کی بساط کو طے کر لیا ہو اور عالم کشف و عیان میں پہنچ گیا ہو۔ اس مقام پر پہنچ

جانے کے بعد معرفت اور قربت کے ان تمام منازل اور مراحل کو قدم سلوک سے (سلوک کے طریقہ سے ان مراحل سے گزرا ہو) اور حقیقت حال کو صورت عالم میں دوبارہ پایا ہو (یہ مجذوب سالک ہے) پیری و پیشوائی کا مرتبہ بس اپنی دو اصحاب کے لیے مسلم ہے۔ (سالک مجذوب یا مجذوب سالک) اور بس۔

ایامات

سالک مجذوب و مجذوب سلوک	سالک مجذوب و مجذوب سلوک
بر سریر مقتدائی دو ملوک	بر سریر مقتدائی دو ملوک
آنکھ باشد سالک و مجذوب بس	آنکھ باشد سالک و مجذوب بس
رہنمائی را نگفتہ یسوع نس	رہنمائی را نگفتہ یسوع نس
لیک ز انفاکس شریف این دوشیر	لیک ز انفاکس شریف این دوشیر
میشود رو باہ بر ضیغم و لیسر	میشود رو باہ بر ضیغم و لیسر

سالک ابتر (یہ خیال رہے کہ سالک ابتر اور مجذوب ابتر بھی ہوتے ہیں) سالک ابتر وہ ہے کہ جوابی تک مجاہدہ و مجذوب ابتر کی تنگیوں سے نکل کر مشاہدہ کی صفائی تک نہیں پہنچا ہو اور مجذوب ابتر وہ ہے کہ جس نے ابھی سیر سلوک کی باریکیوں اور درجات و مقامات درویشی کی حقیقتوں و خطرات و تدابیر دفاع سے آگاہی نہیں پائی ہو ان دو شخصوں میں سے کوئی بھی اقتدائی اور شیوخت کا استحقاق نہیں رکھتا (شیخ نہیں بن سکتا) اس کا سبب یہ ہے کہ مرید کی استعداد و قابلیت میں تصرف کا اختیار قانونِ طریقت کے موافق ان کے سپرد نہیں ہوا وہ جو تصرف کرتے ہیں درحقیقت اس کی خرابیاں اس کی خوبیوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔

بیت

ہر تداوی را کہ ایشان می کنند	کرتے رہتے ہیں وہ جس دل کی دوا
آن عمارت نیست دیران می کنند	ہو گیا دیران نہیں کچھ بھی با

مرید میں استعداد کمال | مرید میں استعداد کمال کی مثال انڈے کی سی ہے کہ اس میں اڑنے کی استعداد موجود ہوتی ہے اور اگر ایسا انڈہ ایک بالغ مرغ کی حمایت و تاثر ہمت اور تصرف میں آجائے کہ جس میں قوت تو والد و تفریح کا پہچان موجود ہو اور ایک عرصہ تک اس کے روحانی تصرفات اور کمال پر واز کے خواص اس کے اندر نفوذ کر جائیں تو آخر کار اس بیضہ سے بیضی کا لباس اتار لیا جائے (بیضہ میں پرندہ پرورش پانے لگتا ہے) اور پھر وہی مرغ بالغ اس کو کمال استعداد تک پہنچا دیتا ہے یعنی بیضہ مرغ میں پرورش پانے والے پرندہ ہیں اسی طرح اس کی جس قدر استعداد ہوتی ہے یہ حیانت اس کمال تک اس کو پہنچا دیتی ہے۔ اگر ایک بیضہ کو کسی ایسے مرغ کے تصرف و حیانت میں دے دیا جائے جو ابھی تک بلوغ و تفریح کے مرتبہ تک نہیں پہنچا ہے اور حیانت کی یہ مدت پوری بھی ہو جائے پھر بھی اس بیضہ میں اثران

کی جو استعداد تھی وہ فاسد ہو جائے گی اور پھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

اسی طرح اگر ایک مرید اپنے وجود کو ایسے شیخ کے تصرف میں دے دیتا ہے جو مرتبہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور سیر و طیر و سلوک و جذبہ کے مراتب حاصل کر چکا ہے (یہ سب مراتب و اوصاف اس کی ذات میں موجود ہیں) تو پھر اس کے وجود کے بیٹھنے سے مرعہ حقیقت (جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) باہر نکل کر ہوتیت ذات کی فضا میں اڑنے لگتا ہے اور فیض رسائی کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔

اگر مرید کسی سالک ابنز یا مجذوب ابنز کے تصرف میں ہو گیا (اس کو اپنا شیخ بنالیا) تو پھر کمال انسانیت کی جو استعداد اس کے اندر موجود تھی وہ فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ انسانیت کے مقام اور کمال کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا جس طرح کہ دنیا میں حکمت بالغہ اور خدائے سنت جاریہ کا مقتضی ہے کہ تو والد و ناسل اور طرح طرح کی صورت کا بقا پایا نہیں جاتا مگر بعد مرد و عورت کے تعلق زوجیت کے ذریعہ اور ان کے درمیان تاثیر و اثر پذیری بواسطہ شہوت قائم ہے۔ اسی طرح عالم معنی میں بھی حقیقت آدمی جو عبودیت محض کا نام ہے مرید و مراد کے رابطہ و محبت اور مراد و شیخ کے تصرفات کو قبول کرنے کی ہی صورت میں وجود میں آ سکتی ہے۔ اسی کا نام طرفیت میں ولادت ثانیہ ہے کہ اکابر صوفیہ اور اہل مکاشفہ کے ارشادات اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ فرماتے ہیں۔ من لحد یولد مرتین لحد یلیم ملکوت السموات و الارض (جو دوبارہ پیدا نہیں ہوا وہ آسمانوں اور زمین کی حکومت میں داخل نہ ہوا)

رباعی

چون دوبار است شرط زائیدن	جب ولادت کو چاہیے دوبار
یک ز مادر دگر ز صلب پدر	ماں سے۔ اپنے بدن سے لے ہشیار
یک بزادن دین جہان غرور	ایک کا گھر ہی جہان غرور
یک شدن زمین ظلام تن سوئی نور	دوسرے کا محل ہے عالم نور

ہر چند کہ بغیر باپ کے بھی فرزند کا وجود قدرت الہی میں ممکن ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) لیکن حکمت ظاہر کے اعتبار سے ناممکن ہے۔ اسی طرح بے پدر (بے شیخ) مجذوبوں کی ولادت بھی آفات کا سبب ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت (بے پدر) عالم ناسوت و ملکوت میں معین نصاریٰ کی ضلالت اور گمراہی کا سبب بنی تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ ہوئے اسی طرح ایک ایسا مجذوب جو شیوخت اور ارشاد کی راہ میں کامل و مکمل نہیں ہے صاحب کشف بن جاستے تو دوسرے اس کے سبب سے آفات کی توقع سے محفوظ و مامون نہیں ہو سکتے۔

حضرت قدوة الکبر افراتے تھے کہ سلسلہ ادیبیہ والوں کے احوال کا قیاس ان بے پر مجذوبوں

پر نہیں کرنا چاہیے کہ ان (ایسی حضرات) کی روحانی تربیت کے مرتل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں یا کوئی اور بزرگ دین روحانی طور پر ان کی تربیت فرماتا ہے۔ ان حضرات کے مقامات کا بیان انشاء اللہ حسب موقع آئندہ کیا جائے گا۔

حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ جب کسی طالبِ سالک کے دل میں جذبہ طلب پیدا ہو تو اس کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان دو بزرگواروں یعنی سالک مجذوب یا مجذوب سالک میں سے کسی ایک کا دامن پکڑے اور اس کی متابعت دل و جان کے ساتھ قویاً، نقلاً اور عملاً بجالائے۔ اگر سلوک کی راہ میں اس کو کسی دیگر عظیم اور کسی بلند مقام سے گزرنا پڑے کوئی مقام بلند اس کے سامنے گئے تو ضرور ضرور اپنا نگران رہے، اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے بڑائی اور اتانیت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے کہ بہت سے اہل اللہ اور طریقت کی راہ پر چلنے والے محض اسی کی بدولت قرب الہی اور وصول الی اللہ کی منزل سے دور رہ گئے ہیں۔ خواہ سالک نے اس راہ کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے کر لی ہوں۔ اور بارگاہ الہی کے راستہ کے منزل سے گزر گیا ہو لیکن وہ شیخ (دک رہی) کا بھر بھی محتاج ہے اور کسی حال میں بھی اس سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔

حضرت قدوة الکبریٰ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی چند درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سکر کی کیفیت ان پر طاری ہوئی اسی عالم سکر میں انہوں نے کہا کہ ہم بیضہ بکھڑے تھے اور ہمارے مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ ایک مرغ تھے انہوں نے اپنی تربیت کے پردہ بال کے نیچے ہم کو بے لبا (ہماری صیانت کی) ہم پھر اس آئندہ سے نکل آتے چونکہ ہم بیضہ بکھڑے تھے آئندہ سے نکل کر دریا میں پہنچ کر تیرنے لگے اور ہمارے شیخ اسی طرح دریا کے کنارے کھڑے رہے (ان میں ہماری طرح تیرنے کی استعداد نہیں تھی) شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اپنے اس مرید کے قول سے اپنی فراست کے نور سے آگاہ ہو گئے (ان پر یہ قول کشف ہو گیا) اسی وقت ان کی زبان سے یہ بد دعا نکل کہ

الہی! اس کی موت دریا میں واقع ہو۔ شیخ مجد الدین کے کاڑن تک یہ آواز پہنچ گئی۔ رز گئے اور رونے پیتے شیخ سعد الدین حموی کے پاس پہنچے۔ شیخ سعد الدین حموی - شیخ نجم الدین کبریٰ کے علقائے اعظم میں سے تھے۔ شیخ مجد الدین بغدادی ان کے پاس پہنچ کر بہت روئے پیٹے اور کہا کہ آپ شیخ سے میری خطا معاف کرادیں انہوں نے کہا کہ اچھا جس روز شیخ خوش حال ہوں اس وقت تم مجھے خبر کرنا میں تمہارے تصور کی سمائی کے لیے کوشش کروں گا۔ ایک دن سماع میں شیخ خوش حال تھے اس وقت شیخ مجد الدین بغدادی نے شیخ سعد الدین کو خبر کی کہ اس وقت موقع ہے۔ شیخ مجد الدین برہنہ پا ایک طشت آگ سے بھرا ہوا سر پر رکھ کر ان کی جوتیوں کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ چونکہ تم درویشوں کے طریقہ پر اپنی پریشان گوئی کی عذر خواہی کے لیے آئے ہو لہذا تمہارا ایمان اور دین تو سلامت رہے گا لیکن تمہارا سر ضرور جائے گا دہم نے اپنا دین اور ایمان تو بچا لیا، اور تمہاری موت دریا میں واقع ہوگئی۔ ہمارا بھی سر جائے گا اور ملک خوارزم کے بہت سے سرداروں

کے سر تنہا سے سر کے ساتھ قلم ہوں گے دنیا نہ وہ بالا ہو جائے گی۔ یہ سن کر شیخ عبدالدین بغدادی شیخ نجم الدین کبریٰ کے پاؤں پر گر پڑے اور دین و ایمان کی سلامتی کے مشرکہ کے باعث اپنی موت کا غم بھول گئے۔

مثنوی

ازان مژدہ شیخ عالی قدر سنا مژدہ شیخ عالی قدر
نبودشس ہمانا غم جان و سر نہیں رہ گیا پھر غم جان و سر
کہ گردین و ایمان سلامت بود اگر دین و ایمان رہے با امان
اگر جان رود از عزامت بود تو پرواہ کیا ہے نکل جائے جان
تھوڑے زمانہ کے بعد شیخ کی بات ظہور میں آئی۔ شیخ مجدد الدین خوارزم میں وعظ فرمایا کرتے تھے
اور سلطان کی ماں بڑی خوبصورت عورت تھی مصرعہ
جہاں گرو بردار آفتاب مقابل نہ تھا حسن میں آفتاب
شیخ مجددین کے وعظ میں آیا کرتی تھی اور کبھی شیخ کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھی دشمن لوگ موقع کی تلاش میں
تھے یہاں تک کہ ایک رات جب بادشاہ بے حد مست تھا سب نے عرض کیا کہ تیری ماں نے مذہب اہم ابوحنیفہ کے
موافق شیخ مجدد الدین سے نکاح کر لیا ہے۔ سلطان اس بات کو سن کر رنجیدہ ہوا حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ
میں ڈال دو سب نے ڈال دیا ہے

مثنوی

زہی نا خدا ترس باختہ عجب ہے نڈر اور خطی مثال
کہ گوہر بدربا در انداختہ کہ موتی دیا جا کے دریا میں ڈال
دری کان بود صد جہاں خراج وہ موتی جو سودنیا کا تھا خراج
بہ بحر افگند میر و تخت و تاج ڈبویا الہی مٹے تخت و تاج
یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی تو حالت غیر ہو گئی اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ لوگوں
نے فرزند مجدد الدین کو پانی میں ڈال دیا اور وہ انتقال کر گئے

ابیات

دُری را کہ پروردہ بودم بجان وہ در تھا جو پروردہ روح و جان
شدہ گوش آرائی اہل جہان جو تھا زینت گوش اہل جہان
چہ بودہ کہ دراب انداختند ہوا کیا جو ڈالا اُسے زیر آب
گران گوہری را سبک ساختند بھلا قیمتی دُر کیا کیوں خراب

و لیکن چہ افسوس از رفتہ کار گزشتہ کا صدمہ ہے لیکن جنوں
گناہ من آمد نہ از روزگار خطا میری ہے شکوہ کس کا کروں
پھر سر کو سجدہ میں رکھ دیا اور ایک عرصہ تک سجدے میں رہے پھر سر کو سجدے سے اٹھایا اور فرمایا حضرت عزت
جل جلالہ میں میں نے عرض کیا تاکہ فرزند کے بدلہ میں سلطان محمود سے ملک لے لیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول
فرمایا لوگوں نے سلطان کو اس واقعہ کی خبر دی وہ اپنے نعل پر بہت نادم ہوا اور پیادہ حضرت شیخ کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ سونے سے بھرا ہوا ایک طشت جس پر کفن اور ایک تلوار رکھی ہوئی تھی، لے کر شیخ کے سامنے آیا اور
ننگے سر جوتا اتارنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ خون بہا چاہتے ہیں تو یہ سونا موز ہے
اور اگر آپ کو قصاص درکار ہے تو یہ تلوار ہے اور میرا سر موجود ہے شیخ نے جواب میں فرمایا۔
كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝۱۰ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

شیخ عبد الدین کا غضبناک ہوا اس ملک ہو گا۔ نہ ہارا سر بھی جاتے گا اور میرا سر بھی اس کے علاوہ بہت سی مخلوق
کے سر بھی کاٹے جائیں گے۔ یہ سن کر سلطان محمود بالواس ہو کر لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی چنگیز خاں نے خروج کیا
اور پھر جو کچھ گزرنا تھا وہ گزرا۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ ایک دن نوال نے شیخ نجم الدین کی مجلس میں یہ بیت پڑھی ہے

بیت

خوش یافتہ اند در ازل جامہ عشق پایا ہے ازل میں خوب یہ جامہ عشق
گر یک خط سبز بر کنارش بودی گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا
یہ شعر کہ شیخ نے اپنی داڑھی پکڑ کر اوپر اٹھائی اور ہاتھ تلوار کی طرح اپنی گردن پر رکھ کر یہ مصرعہ پڑھا
گر یک خط سبز بر کنارش بودی
گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

گویا یہ اپنی شہادت کی طرف ان کا اشارہ تھا اس کے بعد شیخ نے یہ رباعی پڑھی ہے

رباعی

در بحر محیط غوطہ خواہم خوردن ہوں گا میں سمندر میں بھی اب غوطہ زن
یا غرق شدن یا گہری آوردن یا ڈوبوں گا یا لاؤں گا موتی روشن
کاری تو مخاطرہ است خواہم کردن خطر ہے ترا کام کروں گا لیکن
یا سرخ کنم روی ز تو یا گردن ہوں سرخ یا لال کروں گا گردن

تریت سالک کی مثال حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ سالک کی تربیت
 اس انداز سے کی طرح ہے جو مرشد کی تربیت و ارشاد کے تحت پرورش
 پا رہا ہے۔ اگر خدا خواستہ اس تربیت کے زمانہ میں مرید کے دل میں شیخ کی نسبت کسی قسم کا انکار پیدا ہو جاتے تو پھر
 وہ اندہ گنہا ہو جاتا ہے اس گندے اندہ کو خواہ دنیا کے کسی سالک یا مشائخ عالم میں سے کسی شیخ کی تربیت کے پڑن
 کے بیچے (صیانت) میں رکھ دیا جائے اس کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ (اور نتیجہ برا نہیں ہو سکتا)۔
 اس موقع پر حضرت شیخ اصیل الدین سپید باز نے کہا کہ حضرت قدوة الکبرا کا پیر علی نامی ایک مرید تھا وہ
 شخص ہزارہ کا رہنے والا تھا اور منازل سلوک طے کرنے میں مصروف تھا۔ بہت سے عالی مقامات اور بلند منزلوں
 کو عبور کر چکا تھا۔ لیکن ابھی تک اپنی منزل (سیر حد اعیان ثابۃ) مقصود تک نہیں پہنچا تھا اور نور الانوار تک اس
 کا انجام کار نہیں ہوا تھا (نور الانوار کے مرکز تک رسائی نہیں ہوئی تھی) ایک دن حضرت قدوة الکبرا کی نسبت
 اس کے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا جس سے اس کے اعتقاد میں کچھ تنزل اور اطاعت و انقیاد میں کچھ کمی واقع ہوئی
 اور بعض بے ادبانہ امور اس سے ظہور میں آئے۔ ایک شخص نے حضرت قدوة الکبرا کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بے
 ادبیوں کا ذکر کیا۔ حضرت شیخ نے سن کر فرمایا کہ وہ ہمارے بزرگ خانوادہ اور قدیم سلسلہ سے راندہ
 ہے بس اتنا کر دکھ اس کو اس دائرہ سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت قدوة الکبرا
 جب کبھی جلال کے عالم میں ہوتے تھے تو آپ میں رنج و ملال کے آثار پیدا ہونے لگتے تھے تو اس وقت کسی کی مجال نہیں
 ہوتی تھی کہ آپ کے حضور میں حاضر ہو سکے۔

شعر

جو شمع جلاش زند شعلا
 اگر شعلہ زن ہو چسراغ جلال
 بسوزد جو پروانہ صد قلہ
 پہاڑوں کی چوٹی ہوں آتش مثال

جب پیر علی ہزاروی کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ کے بعض مریدوں سے یہ التجا کی کہ اس پناہ عالم کی درگاہ میں
 میری سفارش کر کے تصور معاف کرا دیں۔ احباب نے ہر چند کوشش کی لیکن آپ کی کدورت دور نہیں ہوتی۔ آخر کار
 مجبور ہو کر اس نے سفر کا ارادہ کیا اور ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب ہمدان میں پیر علی حضرت میر علی ہمدانی کی
 خدمت میں پہنچا اور تمام حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو دروازہ فرزند عزیز سید اشرف جہانگیر نے بند
 کر دیا ہے اس کو ہم نہیں کھول سکتے جب پیر علی کو یہاں بھی کامیابی نہیں ہوئی تو ہمدان سے مکہ معظمہ کا رخ
 کیا۔ بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں پہنچا جو مکہ معظمہ میں مقیم
 تھے۔ یہاں بہت کوشش کے بعد شیخ نجم الدین اصفہانی سے مقصد برآری کا طالب ہوا۔ انہوں نے فرمایا
 کہ اے مرد جس دروازے کو میرے بھائی شرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا
 بلکہ آج رو سے زمین پر کوئی نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑا ہو سکے۔

کسی امروز در روی زمین نیست
کہ پہلو بر زند باوی بتوقیر
نیار دُسر بر آرد دن بہمت
کس از زیر کمند آن جہانگیر
نہیں روئے زمیں پر آج کوئی
جو ہوان کے مقابل یہ ہے تو قیر
نہیں ہمت نکالے سر کو اس سے
کوئی ہے یہ کمند شہ جہانگیر
حضرت قدوة الکبرا غلبہ حال دستنی و صدمہ و وجد و تحیر میں اس قسم کے اشعار اپنے اور دوسروں کے پڑھا کرتے تھے۔

رباعی

ہر دو عالم را بہ پیچم سر نہد در پائی من
عرش و کرسی قطرہ باشد در دل دریائی من
بلکہ از غیب و شہادت غیر ذات مطلقش
قطرہ نم آمدہ بر سبزہ صحرائی من
دونوں عالم گر لپیٹوں سب ہیں میرے زیر پا
عرش و کرسی قطرہ ہے اور بحر ہے یہ دل مرا
ذات مطلق کے سوا غیب شہادت سب سب
سبزہ صحرا پر میرے قطرہ تر ہو گیا
اور حضرت شیخ روز بھان کی رباعی بھی اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا خوب فرمایا ہے۔

رباعی

آئم کہ جہان چو حقہ مشمت منست
این قوت حق نہ قوت پشت منست
این کون و مکان ہر چہ درین عالم منست
در قبضہ قدرت دو انگشت منست
وہ ہوں کہ جہان ہے حقہ مشمت مرا
ہے قوت حق نہ دبدبہ پشت مرا
یہ کون و مکان جو بھی ہے عالم میں رہے
مقبوضہ قدرت دو انگشت مرا

جس وقت کہ شیخ روز بھان بقلی کا ذکر ہوتا تھا تو عجیب و غریب حالت وجد حضرت قدوة الکبرا پر ہو جاتا اور فرماتے تھے کہ سبحان اللہ مرد ایسا ہونا چاہیے جس طرح کہ روز بھان کوہ قاف وحدت کے عنقا اور ہوائے احدیت کے ہما تھے۔ ہم انہیں کی بدولت سر بلند ہوئے اور ان کی مذکورہ رباعی کے پڑھنے میں چہرہ مبارک و پیشانی مقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا اور ان کے اس قطعہ کو بھی پڑھتے تھے۔

درین زمانہ منم قائد صراط اللہ
ز حد خاور تا آستانہ اقصی
روندگان معارف مرا کجا بینند
کہ ہست منزل جانم بہ ماورائی ورا
میں اس زمانہ میں ہوں ہادی صراط خدا
حد و شرق سے لے تا مغرب اقصی
کہاں سے دیکھ سکے محکو رہرو عرفاں
کہ ہے مقام مرا ان کی منزلوں سے جدا

اور حضرت قدوة الکبرا اور دوسرے مشائخ کے شہیادت کا ترجمہ اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا
حضرت کبیر نے تخت سلطنت ولایت و مملکت و ہدایت کے حضور عرض کیا کہ متعدد بزرگوں سے سلوک کی تکمیل کس طرح

چند مشائخ کے توسط سے تکمیل سلوک

ہوتی ہے فرمایا اگر طالب صادق و سادک واثق کا مرغ استعداد و طائر قابلیت بلند پرواز واقع ہوا ہو تو اس کے پر کو چاہیے کہ اس کو دوسرے شیخ کے سپرد کرے جو حصول مقامات و وصول مرادات میں اس سے زیادہ بلند پایہ و مقرب ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ اس نے رہنمائی کا منصب امر الہی کے سبب اختیار نہیں کیا ہوا ہے بلکہ اپنی جاہ طلبی کے لئے اس کام کو اختیار کیا ہے اور جناب شیخ کی ملازمت ترک کر دینی نہایت برا ہے لیکن اگر حضرت شیخ اس کے گھر سے بہت دور ہوں یا کاروانسراے آخرت کو کوچ کر چکے ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے بزرگ کے دامن کو چنگل سے تھامے جس کا سلوک ختم ہو چکا ہو اور وہ مرید کو انتہا تک پہنچا دے اور یہ مقصد برآری و خدا رسی خواہ ایک شیخ سے حاصل ہو یا دو تین شیخ سے میسر آدے لیکن جو ایک ہی شیخ سے سلوک ختم کئے ہو وہ دوسری لطافت و پاکیزگی رکھتا ہے۔

شعر
 غلام ہستم آن سالکی را میں اس سالک کی ہمت کا ہوں خادم
 کہ در ہر دو جہان گیر و یکی را کہ جس کا ہے جہاں میں ایک منعم
 ایک کتاب ایک استاد کہنے سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت شیخ علاؤ الدلہ سمنانی بیان کرتے تھے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان گئے اور حدیث کی سند حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدث بانیض ہیں وہاں سے بھی اسکندریہ روانہ ہو گئے اور ان سے بھی سند حاصل کی لوٹتے وقت ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت رسالت سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو کوئی کنیت عطا فرما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالجناہ عرض کیا کہ لون کو تشدید یا تخفیف؟ فرمایا تخفیف نہیں بلکہ تشدید۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اجتناب کے معنی ان پر روشن ہوئے کہ دنیا سے پرہیز کرنا چاہیئے مجرّد ہو گئے اور پیر کی تلاش اختیار کی جہاں پہنچتے تھے ارادت دست نہ کرتے، کیونکہ عالم تھے کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے تھے جب ملک خراسان میں قصبہ التویل میں آئے تو بیمار ہو گئے کوئی انہیں جگہ نہیں دیتا تھا جہاں اتریں آخر تنگ آ گئے کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی مسلمان ایسا ہے کہ مسافر و بیمار لوگوں کو ٹھکانا دے تاکہ میں کچھ دن وہاں آرام کروں۔ اس نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور ایک پیر صاحب ہیں اگر وہاں جاؤ تو تمہاری خدمت کریں گے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے اس نے کہا شیخ اسمعیل قسری۔ شیخ نجم الدین وہاں گئے ان کو شیخ نے جگہ دی۔ درویشوں کے سامنے والے دالان میں وہ ٹھہرے اور ان کی بیماری نے طول کیسبنا اور وہ کہتے تھے کہ ان تمام بیماریوں کے باوجود مجھے کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جیسی ان لوگوں کی محفل سماع کی آواز سے تھی کیونکہ میں سماع کا سخت منکر تھا اور اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی قوت نہ تھی ایک رات کو سماع کر رہے تھے شیخ اسماعیل سماع کی گرمی سے میرے سر ہانے آئے اور کہا کہ اٹھنا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گود میں لیا اور محفل کے درمیان لے گئے اور دیر تک چکر دیتے رہے اور

دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ بس اب میں گزرتا ہوں اور تپ گزرتا ہوں۔ لیکن جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خود کو بالکل تندرست پایا۔ اور بیماری کی کوئی علامت میرے اندر موجود نہیں تھی۔ مجھے شیخ اسماعیل سے بڑی عقیدت ہو گئی۔ دوسرے دن میں ان کی خدمت میں گیا اور میں ان کا مرید ہو گیا اور ان کی خدمت میں سوگ میں مشغول ہو گیا ایک مدت میں ان کی خدمت میں رہا اور وہاں رہ کر احوال باطن سے مجھے آگاہی حاصل ہو گئی۔ علم ظاہری تو میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک رات مجھے یہ خیال ہوا کہ نجم الدین علم باطن مجھے حاصل ہو گیا اور نیز علم ظاہری تیرے شیخ سے زیادہ ہے! صبح کے وقت شیخ اسماعیل قصری نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اب تم یہاں سے جاؤ اور شیخ عمار یا سر کی خدمت میں جا کر کچھ اور حاصل کرو۔ میں سمجھ گیا کہ رات کو جو خطرہ میرے دل میں گزرا تھا شیخ کو اس کی خبر ہو گئی لیکن میں نے اس سلسلہ میں شیخ سے کچھ نہیں کہا اور میں وہاں سے روانہ ہو کر شیخ عمار یا سر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور ایک مدت تک وہاں ٹھہرا۔ ایک رات وہاں بھی ویسا ہی خیال میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ صبح کو شیخ عمار نے مجھ سے فرمایا کہ اسے نجم الدین یہاں سے جاؤ اور مصہ میں شیخ روز بھان نفل کی خدمت میں پہنچو کہ وہ اپنے ایک طمانچہ سے تمہارے سر سے یہ انانیت نکال دیں گے یہ حکم پا کر میں مصر کی طرف روانہ ہو گیا جب میں شیخ روز بھان کی خانقاہ میں پہنچا تو شیخ اس وقت موجود نہیں تھے اور ان کے تمام مریدین مراقبہ میں مشغول تھے۔ کسی نے بھی میری طرف توجہ نہیں کی۔ ایک اور شخص سے میں نے دریافت کیا کہ شیخ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو اس نے بتایا کہ وہ باہر ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر نکلا وہاں میں نے شیخ روز بھان کو دیکھا کہ وہ بہت تھوڑے پانی سے وضو کر رہے ہیں مجھے فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ شیخ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اتنے کم پانی سے وضو ہا تر نہیں ہے۔ پھر جب شیخ کس طرح بن گئے! اس عرصہ میں شیخ وضو سے فارغ ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بھیگے ہوئے ہاتھ سے میرے منہ پر چھینٹے مارے میسے ہی پانی میرے منہ پر پڑا میں بخود ہو گیا اور شیخ خانقاہ کے اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد میں بھی خانقاہ میں پہنچا۔ شیخ نازتجہ الوضو ادا کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا رہا اور اس امر کا منتظر تھا کہ شیخ سلام بھیجیں تو میں ان کو سلام کروں لیکن میں اسی طرح کھڑے کھڑے ایک دوسرے عالم میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور سامنے دوزخ ہے لوگوں کو پھر پھر جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ اسی جگہ ایک ٹہلا ہے اور ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جو کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا تعلق تو ان سے ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور بانی لوگوں کو آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اتنی ہی دیر میں مجھے بھی پھر دیا گیا اور پھر کراس آگ کی طرف لے جانے لگے۔ میں نے کہا میرا تعلق بھی ان سے ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے چھوڑ دیا گیا اس کے بعد میں اس بلند ٹیلے پر چڑھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ روز بھان تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس گیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے ایک گھونسہ میری گدی پر لگایا۔ گھونسہ اتنی زور کا تھا کہ میں اس کے صدمہ سے ان کے سامنے گر پڑا۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ اب آئندہ اہل حق کا انکار نہ کرنا۔ گرنے کے صدمہ کے باعث میری آنکھ کھل گئی میں اٹھ بیٹھا اور شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت وہ نماز ادا کر

چلے تھے۔ میں ان کے سامنے پہنچا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اس وقت عالم بیداری میں اسی طرح انہوں نے میری گردن پر گھونٹ مارا اور وہی الفاظ ادا کیے جو خواب کے عالم میں میں نے سنے تھے اور انا نیت کی بیماری میرے دل سے بالکل جاتی رہی دخیال فاسد جو پیدا ہوتا تھا بالکل مٹ گیا، کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ شیخ عمار کی خدمت میں واپس جاؤ۔ جب میں واپس روانہ ہونے لگا تو انہوں نے شیخ عمار کو ایک مکتوب لکھا جس میں تحریر تھا، "کہ تمہارے پاس جس قدر تائبہ موجود ہے اس کو میرے پاس بھیج دینا کہ میں اس کو زیرِ فاضل بنا کر واپس کر دوں!"

قطعہ

اگر داری مسی تو ای کیمیا گر
بمن بفرست کو را میسکنم زر
اگر رکھتے ہو مس اے کیمیا گر
تو بھیجو تا بنا دوں اسکو میں زر
نہ آن زری کہ اور امی فروشدند
کہ مردم بہر اورا میخروشند
وہ زر جسکی جہاں کو جستجو ہے

یہ خط لے کر میں شیخ عمار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرصہ دراز تک وہاں رہا، جب سلوک کی منزلیں طے کر لیں تو مجھے حکم دیا کہ میں خوارزم جاؤں فرمایا کہ وہاں عجب طرح کے لوگ ہیں اور اس طریقہ و مشاہدہ کے خلاف ہیں بلکہ قیامت میں دیدارِ الہی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ فرمایا جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ میں خوارزم چلا آیا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اس مسلک طریقت کو خوب پھیلایا اور بکثرت لوگ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور مدتوں تک وہ لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔

قطعہ

در نیجا آمدہ از روی ارشاد
طریق افگندہ و بنیاد بہنہاد
یہاں تشریف لائے بہر ارشاد
طریق حق کی رکھی پاک بنیاد
کہ مردم از صفائی آن رسیدہ
بندہ در منزل وجدان کشیدہ
ہوا لوگوں پہ ایسا فیض عرفان
کہ سبک پایا رخت دزدوق و وجدان

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض سالکوں کے سلوک کی تکمیل چند مشائخ کی تربیت سے بھی ہوتی ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنے پہلے شیخ سے منکر ہوئے ہوں۔ بہت سے اکابر زمانہ اور بزرگان عصر اس منزل سے گزرے ہیں در چند شیوخ کی خدمت میں رہ کر انہوں نے سلوک کی تکمیل کی ہے، چنانچہ شیخ نجم الدین کبریٰ جو مشائخ کے مقتدا اور اصحاب کمال کے پیشوا گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح منزل سلوک طے کی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے اس سلسلہ میں اور چند ایسے مشائخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اصحاب تصوف کے قبلہ اور ارباب طریقت کے پیشوا گزرے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت شیخ ابو الفیث یمنی (جو صاحب مقامات عالیہ و حالات مبارکہ و انقباس صادقہ و کرامات خارقہ کے مالک تھے) کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ ابوالغیث ابتدائی زندگی میں ٹھکانے ایک روز ایک قافلہ کو لوٹنے کے لیے گھات میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاتھ غیب نے ندا کی یا صاحب العین علیہ العین اسے قافلہ پر نظر رکھنے والے کوئی دوسرا بھی تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی ایک عجیب انقلاب ان کے اندر پیدا ہوا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کی اور رزدی و غارت گری چھوڑ کر شیخ ابن الایم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کی صحبت میں ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہوئی اور دل نور معرفت سے منور ہو گیا۔ صدقِ ارادت ان میں پیدا ہو گیا۔ کلمات ان سے ظہور میں آئے لکھیں۔

شیخ ابوالغیث کی کرامت

ایک دن شیخ کے گھر والوں نے ان سے عطر کی فرمائش کی۔ یہ عطر خریدنے کے لیے ایک عطر فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے عطر طلب کیا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ میری دوکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔ پس کر شیخ ابوالغیث نے کہا تمہاری دوکان میں بالکل عطر نہیں ہے گا۔ فوراً جس قدر عطر اس کی دوکان میں تھا غائب ہو گیا۔ عطار نے ان کی شکایت شیخ ابن الایم سے کر دی۔ شیخ نے ان کو طلب کیا۔ اور چونکہ انہوں نے کرامت کا اظہار کیا تھا اس خطا پر ان کو سزا دی اور فرمایا کہ دوشیر ایک جنگل میں نہیں ہونے چاہئیں، ہماری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند کہ ابوالغیث نے معذرت کی اور باوجود الحاج دزاری کے شیخ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔ شیخ ابوالغیث یہاں سے دوسرے شیخ کی طلب میں نکلے تاکہ اس کی صحبت سے نفع اندوزی کر لیں۔ لیکن جس شیخ کی خدمت میں بھی جاتے وہ ان کو اپنی صحبت میں رکھنے سے انکار کرتا یہاں تک کہ شیخ کیرا ہال کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دے دی ان کی خدمت میں جب شیخ پہنچے تب انہوں نے فرمایا کہ یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا میں ایک نظرہ تھا جو یہاں اگر دریا میں مل گیا۔

حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ اسی طرح کا معاملہ مولانا فخر الدین گورستانی کے ساتھ پیش آیا جو علوم ظاہری کی تحصیل کر چکے تھے لیکن ہمیشہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ سلوک کی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہئے مصر کے ایک مدرسہ کے دامالاقامہ میں رہتے تھے اور اپنے مطالعہ میں وقت گزارتے تھے ایک روز پڑھنے سے دل چاٹ ہو گیا۔ سکون خاطر کے لیے جھرو سے باہر آئے۔ سلوک اور معرفت کے حصول کی پیرانی آ کر زردول میں پھر پیدا ہوئی۔ اپنے دل میں کہنے لگے کہ آخر ایک نہ ایک دن توبہ ہونا ہی تھا۔ پس آج کا دن وہی دن ہے (جو میری آرزو تھی) لہذا وہ گھر لوٹ کر نہیں گئے ان کی کتابیں اور دوسرا سادو سامان اسی طرح کھلے ہوئے گھر میں چڑا رہا اور یہ سیدھے حضرت شیخ شبلی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شبلی اس زمانہ میں مصر میں مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مقامات سلوک کو طے کرنے لگے۔ جب تک حضرت شیخ شبلی بقیہ حیات رہے ان کی صحبت میں رہے ان کے وصال کے بعد دوسرے شیخ کی تلاش میں مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت شیخ محی الدین طوسی کی ہر طرف شہرت تھی۔ یہ طوس میں مقیم تھے اور حضرت امام نزاری قدس سرہ کی اولاد کبار سے تھے۔ شیخ فخر الدین طوس پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہاں سے بھی ان کو وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کی ان کو طلب تھی

یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ایک دران گاؤں میں شیخ اخی علی قلعشاہ کے فرزندوں کے پاس پہنچے یہاں بھی ان کو کچھ نہ حاصل ہو سکا شیخ اخی علی قلعشاہ کے فرزندوں نے کہا کہ میرے والد کا ایک درویش قریہ ابرودہ میں ہے اگر تم وہاں جاؤ تو تمہاری مطلب آوری ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دل میں کہا کہ شیخ جب خود ایسا ہے تو اس کا دوسرا درویش کیا ہوگا؟ پھر بھی بطور ارضیا طودہ قریہ ابرودہ میں پہنچے۔ وہاں شیخ حافظ کسی ضرورت سے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے، اسی دوسرے گاؤں میں نور دلا بہت سے ان پر منکشف ہوا کہ مولانا فخر الدین ابرودہ آگئے ہوتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ایک جہان عزیز آیا ہے۔ یہاں کا کام ناتمام چھوڑ کر شیخ حافظ ابرودہ واپس آگئے جو انہوں نے مولانا فخر الدین کو دیکھا تو یہ مصرع پڑھا ہے

یار درخسانہ روم اگر دجہان گردیم
یار تو گھر میں ہے میں گرد جہاں پھرتا ہوں

مولانا فخر الدین ان کی خدمت میں رہنے لگے اور جب تک شیخ حافظ زندہ رہے ان کے ساتھ کئی چلے گئے اور تعلیم پائی۔
تربیت بتدریج کرنا چاہیے
حضرت ندوۃ الکبر نے فرمایا کہ شیخ کے لیے ضروری ہے یہ بات کہ اطوار مقامات میں تربیت تدریجاً کرنی چاہیے۔ جب تک اول مرحلہ میں ادنیٰ مقام پر تربیت نہ کریں اس کو اعلیٰ مقام نہ دیں۔ یعنی مرتبہ اول سے مرتبہ ثانیہ اور ثانیہ سے مرتبہ ثالثہ، ثالثہ سے مرتبہ رابعہ۔ اس طرح بتدریج اس کو اس کے عین ثابۃ تک پہنچاتے۔ وہاں سے پھر نزل کرے اور ان مرتبہ پر بتدریج ترقی کرے تاکہ مرتبہ تمام مقامات کی یکے بعد دیگرے علی الترتیب سیر کر سکے۔ اس منزل پر جب پہنچ جائے تو اس کے سلوک کو جذب سے بدل دے تاکہ اسکی سیر طیر سے مجاہدہ مشاہدہ سے مغایرہ معائنہ سے بدل جائے تب خلافت عطا کرے۔ اور ان کو شیوہ صحت کی تعلیم پہنچا دے اور تصرف کا اذن و اجازت عطا فرما دے۔

اس مرتبہ کو اور منزل کو غیب و شہادت اور خدائے خلق کے درمیان مقام تو وسط کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر بندہ کا دوسرا عرش الہی کی طرح ہو جاتا ہے کہ اس کا رخ عالم غیب کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا رخ عالم شہادت کی طرف تاکہ اس رخ سے وہ عالم غیبی یعنی رحمت حاصل کرے اور اس دوسرے رخ سے اس نبین کو عالم شہادت اور خلق تک پہنچائے البتہ جو مجذوب ہیں وہ اپنے حال کی ابتداء ہی میں اپنے جذبہ کی بنا پر اس راہ کو طے کرتے ہیں وہ ایک ہی جذبہ سے اطوار مقامات کی بساط کو طے کر لیتے ہیں۔ اور وہ ایک جذبہ ہی محبوب خدا کے جملہ اعمال کا حاصل ہوتا ہے۔ جذبات حق کی ایک کشش دو جہاں کے اعمال کے برابر ہے حق تعالیٰ کی کششوں میں سے صرف ایک کشش ہی جن و انس کے عمل کے برابر بن جاتی ہے)

چونکہ جملہ مقامات طریقت کی صفات کے حال میں مندرج ہوتی ہے اس لیے ان کی روحانیت کشف و درجہ کی فضا میں قیود و مقامات سے آزاد ہوتی ہے۔ عوام کے مقام سے ان کا مقبض ہونا صرف مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہیں ہوتا۔ ان کی سیر سے نفوس کے صفات کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے (ان میں ظلمت نفوس نہیں رہتی) ان

کے ہر مقام سے اس مقام کی مخصوص صفت کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے اس وقت ان کے نفوس کا میدان نور ربوبیت سے کامل طور پر منور ہو جاتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے کہ گناہ و معصیت کی طرف رغبت ایک ایسی ظلمت ہے جو توجہ النصوص کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ دنیا سے رغبت بھی ایک ظلمت ہے یہ مقام زہد پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس اعتماد میں کمی کہ حق تعالیٰ رزق کا کفیل ہے ایک ظلمت ہے یہ مقام توکل سے زائل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح احکام کی اطاعت و بجا آوری میں طبیعت کی کراہت ایک ظلمت ہے جو رضا کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور ظلمات صفات کا قیاس کرنا چاہیے (جب مردان مقامات پر پہنچ جاتا ہے تو ہر مقام سے متعلق صفت سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے) یہاں تک کہ نفوس کی جمیع ظلمات تمام مقامات کی سیر کے سبب سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اور اس وقت چہرہ یقین کا جمال تاریکیوں کے مٹ جانے کے باعث اپنی تجلیاں دکھاتا ہے۔ لیکن بارگاہ خداوندی کے محبوب بندوں کو سلوک سے پہلے کشف حاصل ہو جانے کے سبب سے چونکہ قدم سیر سے دریا ضت مقامات کے منازل طے کرنے سے پہلے ان کے وجود و باطن کا ہر رخ نور یقین سے روشن ہوتا ہے اور صفات نفوس کی تاریکیاں ان سے نابود ہوتی ہیں لہذا تمام مقامات کا خلاصہ ان میں موجود ہوتا ہے اور وہ تمام ظلماتوں سے علیحدہ ہوتے ہیں رغبت کے ہوتے ہوئے زاہد و تارک ہوتے ہیں ادرا سباب پر نظر رکھتے ہوئے متوکل ہوتے ہیں اور طبیعت پر گراں گذرتے ہوئے وہ راضی رہتے ہیں کیونکہ ان کا وجود حق کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اپنے ساتھ۔ خواجہ ذوالنون قدس سرہ نے حضرت بایزید کے پاس قاصد بھیجا اور کہا اُن سے کہنا کہ گم خواب اور راحت ہے قافلہ تو روانہ ہو گیا بایزید نے قاصد سے فرمایا کہ میرے بھائی سے کہنا کہ مرد وہ ہے جو رات بھر سوتا ہے پھر قافلہ سے پہلے منزل میں صبح کرتا ہے۔ خواجہ ذوالنون نے جب یہ جواب سنا فرمایا ان کو مبارک ہو یہ بات ہماری حالتوں کو نہیں پہنچتی۔

محبوبِ مطلق سے مراد سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں | حضرت قدوة الکبر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل کرتے تھے کہ علی الاطلاق مراد و محبوبِ سرور کائنات چارہ مگر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تخلیق کا اصل مقصود حضور کا وجود پاک ہے اور ساری خلق اسی وجود کے حقد میں ہے۔

لولا کہ لما خلقت الا فلاک | لے محبوب تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا
کسی مخلوق کو انبیاء و اولیاء سے محبوبیت کا لباس نہ عطا فرمایا، بجز حضور کو اور حضور کے فرمانبرداروں کو کیونکہ محب سے ترقی کر کے محبوب ہونا حضور کی پوری اطاعت کے بغیر غیر متصور و ناممکن ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي
يُحِبِّكُمْ اللّٰهُ
[لے محبوب اہل کتاب سے) فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالگا۔

لے پ ۳ آل عمران ۳۱

ناچار حضرت رسالت کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو محبوب کا رتبہ رکھتے تھے اور محبوب ہونا چاہتے تھے یا ارشاد آیا: لو کان موسیٰ حیثاً لہا وسیعۃ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو گنجائش نہیں تھی اُن کو میری اطاعت کے سوا۔

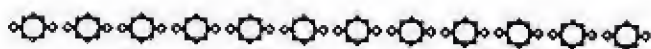
اَلَا رَاقِبَاعِی

اور کوئی محبوب خواہشمند محبوبیت خدا رسیدہ نہیں ہوتا مگر کسی مجرب کے وسیلہ سے کیونکہ خدا تک خدا ہی سے پہنچ سکتا ہے۔ جان لو کہ ازلی محبت حقیقت مصطفویہ کی کشش میں ایسی ہے جس طرح مقناطیس کی خاصیت لوہے کے جذب کرنے میں اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ مقناطیس نے جس طرح اپنی قوت جذبہ اپنے مجذب و محبوب کو کش دی ہے کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور جس طرح ہر جذب کی خاصیت اپنے مجذب میں سرایت کر جاتی ہے بالکل اسی طرح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب و مجذب حق ہے ہزاروں مومنین کی ارواح کی جذب کی خاصیت کو محبت قدیم کے مقناطیس سے اکتساب کر کے ہزاروں اصحاب کی ارواح کو اطراف و اکناف عالم سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اس خاصیت جذب سے حصہ پایا یا اسی طرح انہوں نے تابعین کی ارواح کو اپنی طرف جذب کر لیا ان نابین حضرات سے شائع و علمائے راسخ بہرہ ور ہوتے۔ ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک بطن سے دوسرے بطن کی جانب پسند جاری رہا اور اسی پنج پر پری مری کا سلسلہ قائم ہوا مرید خود مراد ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت ہے۔ پس جب کسی کو ارواح مشائخ سے انصال کی بدولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قدس سے انصال حاصل ہو گیا تو اس میں محبت الہی کی خاصیت پیدا ہو گئی اور اس طرح وہ محبوب و مرادی کے مرتبہ پر پہنچ گیا اس لیے کہ تمام مشائخ کرام کی ارواح علی الزنہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ سے پیوستہ اور متصل ہیں اسی شیخ کے واسطے سے اس میں متابعت کا وصف اور محبت الہی کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی واسطے سے ہر مرتبہ اور ہر حال میں اس کو اس خدمت سے بہرہ وری حاصل ہوتی ہے۔

پس ہر ایسا مرید جس کی روح شیخ کامل مکمل کی روح کے ساتھ متصل ہو کر اپنے ارادہ سے آزاد ہو گئی۔ (خود اس کا ارادہ کچھ نہیں رہا) اور محبت الہی کی خاصیت دوسرے مشائخ سے اس کو میراث میں پہنچی ہے وہ محبوب اور مرادی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے درجہ پر آتا ہے اس کے برعکس ایسا مرید جو اپنے ارادہ کی قید سے آزاد نہیں ہو اور اس کی روح شیخ کامل و مکمل کے ساتھ وابستگی حاصل نہیں کر سکی اور دوسرے شیخ سے محبت کا خواص اس کو میراث میں نہیں ملا وہ محبوب اور مرادی کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے مقام پر نہیں آتا۔

شرائط و آداب بنسبت شیخ و مرید

حضرت نور العین نے حضرت قدوة الکبریٰ درخواست کی کہ شیوخ کے شرائط اور آداب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ و مرید کے بارے میں بہت سی شرائط اور دونوں مرتبوں کے بہت آداب ہیں اور یہ اس قدر



ہیں کہ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ بہر حال شیخ دمرید میں سے ہر ایک کے لیے دشش دشش سر اقطاد دشش دشش آداب بیان کیے جانے ہیں۔ ان کا مجموعہ چالیس ہوتا ہے اور اربعین (چند صوفیہ) سے اسی جانب اشارہ ہے۔ نقیل کثرت پر دلالت کرتا ہے کہ ایک گھونٹ پانی سے بحر ذقار کا پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ مشائخ کی بزرگی کے سلسلہ میں اس قدر دلائل موجود ہیں کہ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔ یہاں صرف چند آیات (نصوص قرآنی) اور احادیث بیان کی جاتی ہیں کیونکہ صوفیوں کی خصلتیں اور عادتیں سب کی سب کتاب و سنت پر مبنی ہیں قول و فعل و اعتقاد میں یہی لوگ علماء باللہ ہیں کیونکہ ان کا علم باری تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی حقیقت کا علم ہے اور یہی لوگ وارثین انبیاء ہیں کیونکہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سے ان کا ترکہ ازل سے اور لدنی ہے اور یہی ہیں جو اپنے بدن پر لباس

علماء امتی کا نبیاء بنی
اسرائیل دینی روایت انبیاء
بنی اسرائیل۔
میری امت کے عمال مثل انبیاء بنی اسرائیل کے
ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء
بنی اسرائیل ہیں۔

کا پہننے ہیں اور یہی ہیں جو سر پر تاج
و مستن خلقنا امتہ
یعدون بالحق۔

اور ان لوگوں سے جن کو ہم نے پیدا کیا گذرہ
ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔
کا رکھے ہیں اور یہی ہیں جو برج امامت کے تارے اور صدف ہدایت کے موتی ہیں۔ شریعت کا علم حاصل کر کے
طریقہ کی راہ چل کر حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں ان کے علم و عمل دونوں کا پتہ برابر ہے جیسا کہ کہا ہے
اشعار

در راہ خدائی رہبرانند
بر برج حقیقت اخترانند
دانستہ و کردہ و رسیدہ
در یا صفت اند آمیدہ
با علم و عمل زبان شان راست
میزان صفت اند بنی کم و کاست
ہیں راہ خدا کے پاک رہبر
برج عرفاں کے ہیں وہ اختر
ہیں عالم و عامل و رسیدہ
در یا کی مثال آمیدہ
ہیں علم و عمل میں پختہ و راست
میزاں کی طرح ہیں بے کم و کاست

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے :

اس کی قسم جس کی دست و قدرت میں محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر چاہو تو تم کو
بتادوں گا کہ بندگان خدا میں سب زیادہ محبوب

والذی نفس محبتی بیدہ
لئن شقمت لا قصتن لکم ان
احب عباد اللہ الذین

شعر

ہر بد و نیکی کہ تریا رہ شد
اچھا بُرا جو بھی ترا یا رہے
قصہ آہنگ و عطار شد
قصہ آہنگ و عطار رہے

پس شیخ کے لیے یہ سزاوار ہے کہ وہ فرائض سنن اور نفل عبادات، ہر قسم کے محرمات و منوعات سے آگاہی رکھتا ہو۔ تاکہ وہ ملال و حرام فرض و سنت اور نوافل میں تمیز کر سکے (شریعت کا اس قدر علم رکھتا ہو) اور طریقت میں راہ حق تقاضے کے تمام معاملات سے آگاہی رکھتا ہو اور مریدوں کے ان مجاہدوں سے کامل آگاہ ہو جو ہر ایک مرید میں ذوق و شوق پیدا کرنے والے ہیں۔ مریدین کے مزاجوں کا خوب اچھی طرح جاننے والا ہو اور ان کے خصائص ذمیرہ کا پہچاننے والا ہو (جیسے حسد، کبر، غرور، باغی، حیل، جاہ و دولت و مال، حبِ شہوات وغیرہ) اور ان علوم معرفت سے اس کو پوری پوری آگاہی ہو جن کی ضرورت مریدوں کو طریقت اور معرفت الہی کے حصول میں پیش آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں عارت وہی ہے جو عالم ہائے حقیقت کے مقامات سے ان کی منازل نمونیات، تمکینات، آفات و فوائد سے پوری پوری آگاہی رکھتا ہو اور مکاشفات بمنہ تک پہنچ چکا ہو۔ ان کے شفقات کی منزل سے گزر کر مشاہدات و معائنات تک پہنچا ہو، ذنبا سے گزر کر بقا کی منزل طے کر چکا ہو اور بقا سے بقاء البقا کی منزل کی طرف گامزن ہو اور معرفت عظمت و کبریا کی کا وصالیت و فردانیت کے ساتھ جمع کرنے والا ہو تاکہ وہ سب لیکن راہ خداوندی کی تربیت کر سکے اور جمال الہی کے طالبوں کی رہنمائی کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی ان کو راہ دکھائے۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي ۚ اَدْعُوْا
اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّهُ
وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط ۙ

(اے حبیب) آپ فرمادیں یہی میری راہ ہے
اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر (ہوتے ہوئے)
اور وہ لوگ جنہوں نے میری اتباع کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس قول خداوندی کا مصداق تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس نے میری اتباع اور پیروی کی خلق خدا کو حق تقاضے کی طرف بلائے میں بصیرت کے ساتھ اپنی مشاہدہ رویت دل کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ اس کے بیے ضروری ہے کہ وہ کریم، رحیم، صبور و حلیم ہو۔ درشت خو، بد خو، سخت دل نہ ہو اور نہ بازاروں میں پھرنے والا ہو۔ دنیا کا جمع کر کے والا نہ ہو نہ دنیا کی زینت، کر دوست رکھنے والا ہو، نہ شہرت کا اور جاہ کا طالب ہو اور نہ اپنی پیروی کرنے والوں کی کثرت کی آرزو رکھتا ہو۔ مغلوب الحال نہ ہو نہ شاک ہو۔ اپنے مریدوں پر اس طرح مہربانی اور شفقت کرتے والا جو جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب پر تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں وہاں فرمایا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ
أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ ۱۵

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عفتؑ الے
رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا
مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی
کو ایمان والوں پر نہایت مہربان بے عدم فرمانے والے ہیں

جب شیخ طریقت ان اعلیٰ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہوگا اور وہ طاعت الہی کو اسی طرح اپنے مریدوں پر
پیش کرے گا تو وہ تربیت مریدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوگا۔

پس شیخ وہی ہے جو سالک طریقت ہو اس راہ کے نفع و نقصان سے آگاہ ہو پس وہ مریدوں کی ہدایت کرے
اور ان کو اللہ کا راستہ دکھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام اور اپنے ولی حضرت خضر علیہ السلام
کے واقعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ
عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا ۝ ۱۵

موسیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں اس مشرط پر آپ
کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے سکھا دیں گے اس
سے جو بھلائی پانے کا علم آپ کو دیا گیا ہے

(رسالہ بیکہ سے حضرت شیخ ابن عربی کا قول ختم ہوا)

حضرت تدرۃ الکبرانیؒ نے فرمایا کہ ان پاکیزہ کلمات کا جو اوپر مذکور ہوتے تمام مصنفون شیخ کے علم و تربیت اور اس کے
شرائط اور مشائخ صوفیہ کے وصف حال پر مشتمل ہے اس لئے کہ شیخ کا اس نصرت سے جو وہ مرید میں کرتا ہے بجز اس
کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مرید کے آئینہ دل کو خواہش اور طبیعت کے رنگ سے لالہ اللہ کی متبل سے پاک صاف
کر دے اور ذات خداوندی رحل و محل کے رو برو اس کے آئینہ دل کو پیش کر دے تاکہ اس کے آئینہ دل میں رد و برد
ہولے کے باعث اور اس کی صفا کی تلبیت کے مناسب جمال و الجلال منکس ہو سکے۔ اور اس کے ویدہ بصیرت
اس جمال کے مشاہدہ سے روشن ہو جائیں اور اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی محبت مرید کے سویدائے دل میں لگیں
ہو جائے۔

پس معلوم ہوا کہ بندہ کچھ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و دوستی کو پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو اللہ کی دوستی میں
مستغرق کرنا مشائخ طریقت کا کام ہے۔ اس لیے علمائے راسخ اور مشائخ کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ طالبان حق اور
سالکان مطلق کو اس بات کا حکم دیں جس پر وہ مامور ہیں لیکن اس سلسلہ میں مریدوں کی استعداد اور قابلیت ان کو ملحوظ
رکھنا چاہیے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کر کے سالکان راہ خدا
نحت یقین پر ممکن ہو جائیں (منزل یقین تک پہنچ جائیں) اور ان کے قلوب کے آئینوں میں انوار عکس جوہر فرما ہو جائیں
اللہ تعالیٰ طالعین طریقت کو ان کی بقائے حیات کے انوار سے متصف فرمائے اور ان کے دلوں کو نور فرمائے ۛ

شیخوخت کی شرائط

شرط اول | بعض مشائخ کرام نے شیخی کا ان دس شرطوں کو مستحسن قرار دیا ہے ان میں سے شرط اول یہ ہے کہ ساک اس وقت تک مندر شاہ پر نہ بیٹھے جب تک کہ اس کی اجازت شیخ سے نہ ملے اس لئے کہ حضرت شیخ سے یہ منزلت منفرد اور پاکیزہ منصب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ازلی قابلیت اور لم یزلی سعادت اس کو میسر ہو ۵

شعر

دلالتا بزرگی نیاری بدست دلاجیب بزرگی نہو زیر دست
بجائی بزرگان نہاید نشست بجائی بزرگان نہ کرنا نشست

اور اس وقت تک دوسرے میں تصرف نہ کرے جب تک شیخ سے یا شیخ کی روحانیت سے باحق نفاے کی طرف سے وہ اس پر مامور نہ ہو اور اس کو اس تصرف کا اذن نہ ملے خود بخود اس عظیم اور خطیر کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اس کو یقین کے ساتھ یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ مقام پیغمبر علیہ السلام کی خلافت اور نیابت ہے حضرت قدوة الکبر نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ نجیب الدین علی بن برغش کے سلسلہ میں (جو ایک زبردست عالم و عارف اور علوم و معارف کا سرچشمہ تھے) فرمایا کہ ان کے والد محترم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اور ان کو بشارت دی کہ تم کو اللہ تعالیٰ ایک صالح اور نیک بخت فرزند عطا فرمائے گا۔ جب ان کے یہاں یہ فرزند پیدا ہوتے تو ان کا نام علی رکھا حضرت علیؑ کے نام کی مناسبت سے اور نجیب الدین لقب۔ یہ فرزند بچپن ہی میں یتیموں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور ان ہی کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ہر چندان کے والد محترم ان کے لیے عمدہ قسم کا لباس تیار کرانے اور لذیذ کھانے پکوانے لیکن یہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے اور کہہ دیا کرتے تھے کہ میں عورتوں کے کپڑے نہیں پہننا اور نہ نازک مزاج لوگوں کا کھانا کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ یہ جوان ہو گئے اور ان کے اندر طلب کا جذبہ اور قوی ہو گیا۔ وہ اکثر خلوت نشین رہتے تھے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضہ مبارک سے ایک بزرگ باہر نکلنے لائے اور ان کے عقب میں چھ بزرگ اور موجود ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ پہلے بزرگ نے ان کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا اس کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور سب سے آخری بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہا کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے یہ خواب اپنے والد شیخ برغش سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر سوائے شیخ ابراہیم مجذوب (جو اپنے زمانہ کے صاحب ہوش مجذوب تھے) اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ شیخ نے کسی خادم کو ان کے پاس بھیجا اور اس خواب کو بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ خواب علی بن برغش کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تعبیر یہ ہے کہ پیر اول شیخ کبیر ہیں اور بعد کے چھ بزرگ ان کے سلسلہ کے مشائخ ہیں۔ پیر آخر کو اس زمانہ میں زندہ ہونا چاہیے کہ انہوں نے آخری

بزرگ کی تربیت میں ان کو دبا ہے پس علی بن برغش کو چاہیے کہ اپنے اس پیرو کو تلاش کرے تاکہ مفقود حاصل ہو جائے انہوں نے اپنے والد سے اجازت سفر طلب کی۔

وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا۔ کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ پہلے بزرگ نے دیا تھا اور جن کو خواب میں دیکھا تھا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اس خواب سے آگاہ تھے۔ ان کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا۔ اور بتایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایک رات ایسا ہی خواب دکھایا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے تمہارے بارے میں مجھے بہت تاکید کی ہے۔ مجھے تمہارا بہت انتظار تھا۔ مجھے حق تعالیٰ نے جو مسودہ ارشاد پر بٹھایا ہے وہ اسی لیے بٹھایا ہے۔ شیخ نجیب الدین علی ہر سونامک شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ان کو شیخ سے اجازت نامہ حاصل ہوا۔ شیخ کی تصنیفات اور دوسرے بزرگوں کی تصنیفات کی انہوں نے تصحیح (نقل و کتابت) کی ہے ایک مدت تک خدمت میں رہنے کے بعد شیخ کے حکم سے یہ شیخ لڑ چلے گئے یہاں اگر انہوں نے شادی کی۔ ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ طالبان حق کی رہنمائی میں مشغول ہو گئے ان کے حالات اور ان کی کرامات مخطوط میں مشہور ہیں

حضرت شیخ علاؤ الدین گنج نبات کا ارشاد حضرت قدوة الکبر نے اس موقع پر فرمایا کہ میرے مخدوم حضرت گنج نبات قدس سرہ مجھ سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے فرزند قبل اس کے کہ تم میرے پاس آئے مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے ستر بار تمہاری آمد سے آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کے لیے ایک شہباز کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے سنان کی ہوا سے اڑایا ہے۔ راستہ میں ہر ایک بزرگ طریقت نے اپنا جال بچھایا اور میں نے کسی جال میں ان کو گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوشش کر کے دوسروں سے بچا کر یہاں تک لایا ہوں تاکہ یہ آپ کے حلقہ میں آدے خبردار ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یہ ایک امانت ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔

شعر

بتو آور وہ ام مرغی ز لاہوت ہوں لایا پاس تیرے مرغ لاہوت

بدہ از دانہ یا قوتیش قوت اسے دو دانہ یا قوت سے قوت

شرط دوم یہ ہے کہ "نسبت مع الحق" نسبت حضوری دل میں استوار ہو گئی ہو یعنی دل کا ایک لازمی وصف بن گئی ہو اور وہ نفس مالک کا ملکہ بن جائے (عادت مستقل عمل سے ملکہ بن جاتی ہے) جیسے مینائی قوت باصرہ کے لئے اور شنوائی قوت سامع کیلئے ایک لازمی وصف ہے اس طرح کہ خواہ ہو شیاری دل سے اسکو کتنا ہی دور کرے لیکن اس نسبت مع اللہ کو دور نہ کر سکے اور اشتغال

۱۰ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "معارف المعارف" کے پہلے راوی یہی ہیں۔ ان کے بعد شیخ ظہیر الدین نظری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد صاحب مصباح الہدایت "شیخ سراج الدین کاشانی ہیں۔ مترجم

صوری علامت معنوی کے مانع اور علامت معنوی اشتغال صوری کے مانع نہ بن سکے (بلکہ کسی رکاوٹ کے بغیر ملکہ نفس نسبت مع الحق قائم رہے) حضرت فرماتے تھے کہ پیران نقشبند نے (رضوان اللہ علیہم) ایسے شخص کو بالغان طریقت میں شمار کیا ہے اور ایسے ہی شخص کو طالبوں کی تربیت اور تکمیل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدومی پیر و مرشد نے فرمایا کہ مقتدی کو دریا تھے استغراق اور بحر مشاہدہ حق میں اس طرح مستغرق ہو جانا چاہیئے کہ رنج و الم کا اس پر اثر نہ ہو۔ اس لیے کہ جب یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کافر و عورتیں ایک مغربی یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے صن کے نظارہ میں اس طرح مستغرق ہو جائیں کہ وہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور ان کو خبر نہ ہو تو اس سے کہیں زیادہ یہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کے محب بندے مشاہدہ مطلق کی لذت اور وجود محقق کے معاہدہ میں اس طرح خود مستغرق ہوں کہ غیر حق کا احساس ہی باقی نہ رہے بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عامر بن عبدالقیس کے پیروں زخم ہو گیا اور اتنا بڑھ گیا کہ ان سے کہا گیا کہ یہ کاٹ دیا جائے عامر نے پاؤں کوٹانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے تو کچھ وہ چاہے میں اس سے خوش ہوں۔ جب وہ زخم ان کے زانو تک پہنچ گیا تو وہ نماز پڑھنے سے بھی معذور ہو گئے نماز کے لیے کھڑا ہونا ممکن ہو گیا، تب انہوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ الہی بلا کو برداشت کرنے کی طاقت تو رکھتا ہوں۔ لیکن تیری خدمت نہ بجالانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اگر تو نے مجھے اپنی خدمت سے نہ روکا ہوتا اور ایسی ہزاروں باتیں ہوتیں تو کچھ پرواہ نہیں مکتی لیکن جو تکمیل بلا مجھے تیری خدمت بجالانے سے روکے گی لہذا میں اپنے پاس سے اس بلا کو دور کیے دیتا ہوں لوگوں نے پاؤں کاٹنے کے لیے کسی جراح کو بلایا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے نشہ آور دوا لائی گئی کہ پاؤں کاٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس خود ایک ایسی دوا ہے کہ اس کی دہیہ سے مجھے کچھ خبر نہیں ہوگی۔ کسی قاری قرآن کو میرے پاس لاؤ تا کہ کلام الہی میرے سامنے پڑھے۔ جب کلام الہی سن کر مجھ پر کیفیت طاری ہو جائے اس وقت میرا پیر کاٹ ڈالنا اس وقت مجھے کچھ خبر نہیں ہوگی۔ چنانچہ ان کے پاس قرآن پاک پڑھا گیا اور جب ان پر کیفیت طاری ہوئی تو ان کا پاؤں آدھی ران سے کاٹ دیا گیا اور جلا کر زخم کو بند کر دیا گیا۔ انہوں نے ایک آہ بھی نہیں کی۔ جب عمل جراحی تمام ہو گیا تو قرآن خواں خاموش ہو گیا اندہ وہ بھی اپنے اصل حال میں آگئے تب انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے پاؤں کاٹ ڈالا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! تب انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ کٹا ہوا پاؤں اٹھا لیا اور کہا کہ الہی جب تک تو نے چاہا میرے پاؤں رہے اور جب نہ چاہا تو تو نے پاؤں واپس لے لیا تیرا شکر ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا ارشاد | حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ کس کی مجال ہے کہ وہ فنا اور بقا کے سلسلہ میں دم مار سکے اور پیشوائی اور راہ نمائی کے تحت پر بیٹھ سکے! اگر کسی سالک کو ایک تار ریشم سے باندھ کر آسمان سے لٹکا دیں اور ایسی تین موچلے کہ دنیا کے تمام درخت تمام پہاڑ اور آسمان درہم یہ ہم ہو جائیں اور تمام دنیا کا

نظام برہم ہو جائے تمام دریا پٹ جائیں لیکن اس سالک کو اس جگہ سے ہٹانا چاہیں اور وہ نہ ہٹے (تب وہ مقتدا کی اور پیشوائی کے قابل ہے)۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ پیرایا چاہیے کہ راہ تقلید چلا ہو اور راہ تبحر تک پہنچا ہو اس لیے کہ غیر محقق کی اقتدا ایک بنیاد فاسد ہے! پیروہ ہونا چاہیے کہ طالبانِ طریقت و سلوک کی ایک جماعت نے اس کی تربیت کی پناہ میں اور احباب کی ایک جماعت اس کی درگاہ حمایت میں اپنے مقصد پر پہنچی ہو، اور اپنے سلوک کا سامان اپنے ایمان ثابتہ کی منزل تک پہنچایا ہو۔ (لوگوں نے اس کی رہنمائی سے اپنی منزل پائی ہو)۔ نیابت رسول کی معطر ہوا اس کے مقام کے دماغ میں چلی ہو۔ (وہ پیر نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب پر فائز ہو)۔

تحقیق اور تقلید کا فرق

اس موقع پر ایک عزیز نے تحقیق و تقلید کا فرق دریافت کیا تو حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن ہرات کے چند اکابر (علماء) حضرت شیخ احمد جام کے پاس آئے آپس میں توجید و معرفت کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک مقام پر شیخ نے فرمایا تم تقلید کے اعتبار سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ان کو یہ بات ناگوار گزاری۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہستی صالح کے ثبوت میں اور اس کی وحدت پر اس کی ازلیت و ابدیت پر ہزاروں دلیلیں موجود ہیں آپ ہم کو مقلد کس طرح کہہ رہے ہیں شیخ نے فرمایا کہ خواہ تمہارے پاس ہزاروں دلیلیں کیوں نہ موجود ہوں پھر بھی تم مقلد ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے اس قول پر کوئی دلیل بھی ہے! شیخ نے خادم سے فرمایا کہ تین دانے موتی کے لاؤ اور ایک طشت بھی! جب یہ چیزیں آگئیں تو شیخ نے ان سے کہا کہ بتائیے موتی کی اصل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابر نیساں کے قطرے صدف کے اندر چلے جاتے ہیں اور اس کے خوف میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مدد سے موتی بن جاتے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈال دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر ایک اندر دسے تحقیق اپنا ہاتھ اس طشت کے قریب لے جائے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کہے کہ یہ تینوں موتی بچھل کر پانی بن جائیں۔ ائمہ کرام نے کہا کہ یہ تو عجیب بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہو تو! پہلے تم کہو۔ بعد میں میں کہوں گا۔ ان حضرات نے باری باری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شیخ نے جو کچھ کہا تھا کہا لیکن وہ جوں کے توں موتی ہی رہے۔ جب شیخ کی باری آئی اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اس وقت انہوں نے طشت کے قریب منہ سے جا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اسی دم وہ تینوں موتی پانی ہو گئے۔ ائمہ ہرات یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تب شیخ نے فرمایا اسکں یاذن اللہ تعالیٰ (اللہ کے حکم سے ٹھہر جاؤ)۔ یہ کہتے ہی وہ پانی ایک موتی ناسفہ کی شکل میں ہو گیا اور ٹھہر گیا سب لوگ حیران رہ گئے اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا اس کا انہوں نے اعتراف کیا۔

شرط سوم یہ ہے کہ مرید کا بیکار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔ صغیر ہوں یا کبیر۔ اس سلسلہ میں مواخذہ کو نظر انداز نہ کرے اور تساہل کو رد نہ کرے۔ اگر اس نے مرید کی مغفوات کے سلسلہ میں کسی قسم کا تساہل کیا تو گر گیا اس نے اپنے اس بلند مقام کا خن ادا نہیں کیا اور وہ مرید کی ہلاکت

کے درپے ہے اس لیے کہ شیوخیت کا مقام تو مرید کی تطہیر کے لیے ہے یعنی اس کو تمام ظاہری و باطنی ناپائیداریوں سے اور صفات مذمومہ سے پاک کر دے جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے: ومثلہ کمثل امام غاش رعیتہ و فی الاخذة مسئول وما خوذہ اس کی مثل ایک بادشاہ کی طرح ہے جس نے خیانت کی ہے۔ جو رعیت کا مالک ہے اس سے آخرت میں سوال کیا جائے گا۔ اور وہ ماخوذ ہوگا۔

حضرت قدوة الکبرا کا عقاب | حضرت قدوة الکبرا کا گوہر علی نانی ایک مرید تھا اور حقیقت میں وہ دریا ئے شریعت کا ایک گوہر اور طریقت کی کان کا ایک جوہر تھا۔

ایک دن گوہر علی ہرات کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ہرات کی عورتیں بڑی غارتگر ہوش ہوتی ہیں۔ گوہر علی نے کسی عورت سے بازار میں دو چار باتیں کیں لیکن اس میں شائبہ نفس بالکل نہیں تھا گوہر علی اس سے پاک و منزہ تھے۔ لیکن اس پر بھی انہوں نے اسی وقت تو بہ و استغفار کی اور لوٹ کر حضرت قدوة الکبرا کی خدمت میں حسبِ معمول حاضر ہوئے لیکن حضرت نے ان کی طرف بالکل التفات نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد بطورِ وعظ آپ نے سلسلہ کلام شروع فرمایا اور سخت غصہ ناک ہو کر فرمایا کہ ذرا اس گدھے کو تو دیکھو کہ بازار میں حسین عورتوں کے جمال کا نظارہ کتنا رہتا ہے اس کے بعد آپ نے حضرت درتیم کو (جو مریدوں کے احتساب کے منصب پر مامور تھے) حکم دیا کہ گوہر علی کو ہماری مجلس سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی ایک قلندر نے گوہر علی کو پکڑ کر مجلس سے باہر کر دیا (حرم و صل سے محروم کر دیا) جب چند روز اس طرح گزر گئے گوہر علی نے حضرت درتیم کو اپنا سفارشی بنایا۔ اور حضرت قدوة الکبرا کی خدمت میں رجوع کیا اور جیسا کہ قلندروں کا طریقہ ہے اسے جوتوں کی جگہ کھڑا کر کے اس کی گوشمالی کرائی اور تمام مریدوں نے معافی کی درخواست کی اور اس کی خطا معاف کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ فرقہ ضلالت کی ہدایت کرنے والوں اور گمراہوں کو راہ ہدایت پر لگانے والوں کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ طالبانِ طریقت کے خطرات سے واقف رہیں تاکہ مریدوں کے دل میں کوئی دوسرے خلافِ شریعت و طریقت پیدا نہ ہو اور ایسی نیت واردہ سے جو کم ہمتی کے باعث اس میں پیدا ہو گئی ہو اس کو باز رکھیں۔

ایک بار سفر میں حضرت قدوة الکبرا سیلان کے راستے سے گزرے ایک جنگل میں (یہ ایک ایسا جنگل تھا جس کے اُدھر ادھر کہیں آبادی نہیں تھی) چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیئے دو تین روز تک سفر کیا۔ کچھ لوگ بھوک پیاس سے بیقرار ہو گئے۔ حضرت قدوة الکبرا جب ساتھیوں کے اس اضطراب اور پریشانی سے آگاہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لوہے کا ایک ٹکڑا لاؤ۔ ایک قلندر کے پاس زنجیر کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہ ٹکڑا خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کچھ دیر اس لوہے پر نظر ڈالی وہ لوہا خالص سونا بن گیا آپ نے بابا حسین خادم کو وہ سونا دیا اور فرمایا یہاں سے پانچ چھ جریب (فرلانگ) کے فاصلہ پر ایک بازار ہے اس کو سوق المجاہدین (پاکوں اور دیوانوں کا بازار کہتے ہیں اس سونے کے ٹکڑے کو لو اس کے ٹکڑے کر دو اور ایک ایسا ٹکڑا جس سے ہمارے ساتھیوں کے دو تین روزہ کی خوراک کا بندوبست ہو جائے بیچ ڈالو اور باقی ٹکڑے پانی میں پھینک دینا۔

بابا حسین سوق الحجابین میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں درہمیں ہاتھ میں دہہ لیے کھڑے ہیں اور بازار کو دیکھ رہے ہیں۔ بابا حسین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ آپ کو تو حضرت قدوة الکبرا نے اسلامی مملکت کی نگرانی پر مقرر فرمایا تھا۔ آپ یہاں کیسے آ گئے اور یہ دہہ ہاتھ میں کیوں ہے۔ یہ سن کر حضرت درہم نے فرمایا کہ خاموش رہو اور اولیاء خدا سے مناظرہ مت کرو کہ ان لوگوں کا طرفۃ العین میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا کچھ عجیب نہیں ہے۔ حضرت قدوة الکبرا نے سوق الحجابین کا احتساب بھی میرے سپرد فرما دیا ہے۔ یہ دہہ اس وجہ سے میرے ہاتھ میں ہے کہ اگر کوئی اس گروہ کے خلاف کوئی عمل کر بیٹھے اور ان کے حالی کی خلاف ورزی کرے تو میں اس کو سزا دوں اور دوستانہ حق کو جب کھانے پینے کی ضرورت پڑے اور وہ اس بازار میں آئیں تو اپنی خواہش کے مطابق کھانے پینے کا سامان خریدیں! البتہ تم جس کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرو! تم جاؤ کہ حضرت قدوة الکبرا تمہارے منتظر ہیں۔ یہ سن کر بابا حسین نے حضرت کے حکم کے بموجب عمل کیا اور بارگاہ عالی میں روانہ ہو گئے۔ حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا کہ میں سابقہ کی تین یوم کی خوراک خرید لایا ہوں اور باقی تمام سونا پانی میں ڈال دیا ہے۔ حضرت کے مرید تنگہ قلی کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنا سونا خواہ مخواہ ضائع کر دیا۔ ممکن تھا کہ کسی ضرورت مند کے کام آجاتا۔ اس خطہ کے دل میں پیدا ہوتے ہی حضرت نے ان کی طرف نگاہ غضب سے دیکھا اور فرمایا کہ خدا کے معاملہ میں تمہیں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے! تو جہاں پر درہم خدا کو سکھا رہا ہے۔ جو ارحم الراحمین ہے غرض کہ تنگہ قلی پر آپ نے عقاب فرمایا کہ جس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ تنگہ قلی بہت شرمندہ ہوئے اور بارگاہ عالی سے تین روز کے لیے معزول کر دیے گئے۔ آخر کار انہوں نے حضرت نور العین کو اپنی پناہ بنایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ غدر خواہی کی اور ان کو معاف کر دیا گیا۔ اور حسب سابق نوازشوں سے سربلند ہونے لگے۔

شرط چہارم | شیخ کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید کی حرکات و انفس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے (مریدوں کا محاسبہ کرتا رہے) مرید کے خلوص اور صدق کے مطابق اس کی تمام باتوں کا محاسبہ کرے۔ کسی طرح اور کسی موقع پر اس میں ممانعت نہ کرے (ڈھیل نہ دے) اور اس کے تمام معاملات میں عزیمت کے ساتھ عمل فرمائے اور کسی طرح بھی اس کو رخصت (اجازت) نہ دے کہ یہ رخصت تو عوام کے لیے ہے کہ یہ لوگ صرف رسمی ایمان اور اس کے بھی اطلاق پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔ لیکن طالب حقیقت کے لیے جس کا ایمان عوام کے ایمان سے بلند تر ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے شائد کو برداشت کرے کیونکہ جس نے طلب کیا تو اسکو راہ میں تاریکیوں کے مصائب سے چارہ کار نہیں ہے۔ شیخ ابو بدین سے منقول ہے کہ مالک بن انس (مرید کلمیہ اور رخصت یہ کیا ہے؟) شیخ ابو طالب غریز ج فرماتے ہیں کہ رخصت شرعی کو طلب کرنا اور تا دیلات کو قبول کرنے سے جو ممانعت نفس میں پیدا ہوتی ہے اس سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز مرید کے لیے اور کوئی نہیں ہے (مرید کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے)۔

حضرت قدوة الکبرا کی ہمیشہ کی یہ مقررہ عادت تھی کہ آپ اپنے اصحاب کا نماز مغرب ادا کرنے اور حلقہ ذکر سے فراغت کے بعد محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں مسامحت سے انغراض فرمایا کرتے تھے

حضرت قدوة الکبرا مریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے

(کبھی چشم پرشی نہیں فرماتے تھے)۔ آپ نے ہر ایک مرید کو دوسرے کا جاسوس مقرر کر رکھا تھا۔ اس طرح ہر ایک مرید کے تمام اعمال و افعال آپ کے سامنے پیش ہو جاتے تھے۔ اگر کوئی مرید زانیہ کی ادائیگی میں بھی سستی کرتا یا اعمال حسد میں ذرا بھی کاہلی کرتا تھا اس کو بقدر اس کی کاہلی اور سستی کے جھڑکا جاتا اور ناسازگی کا ایسا اظہار کیا جاتا جس کی شرح ممکن نہیں۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ اللہ سلمانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ تمام انبیائے کرام دنیا میں اس لئے تشریف لائے تاکہ مخلوق کی آنکھ کھول دیں اپنی کمی اور حق تعالیٰ کے کمال سے اور اپنی ناتوانی اور حق تعالیٰ کی قدرت سے اور اپنی سختی اور حق تعالیٰ کے عدل سے اور اپنی نادانگی اور حق تعالیٰ کے علم سے اور اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی بلندی سے اور اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی خداوندی سے اور اپنی ناداری اور حق تعالیٰ کی بے پرواہی سے اور اپنی درویشی اور حق تعالیٰ کی نعمتوں سے اور اپنے فنا اور حق تعالیٰ کے بقا سے۔ اور اسی طرح شیخ بھی اس لئے ہے کہ مرید کی آنکھ کو ان امور میں کھول دے تو جتنا مرید اپنے قیام و کمال میں زیادہ کوشش کرتا ہے یا عمل کرتا ہے۔ تاکہ اس کا کمالی ظاہر ہو سکے شیخ اس سے اتنا ہی زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شیخ مرید کی تربیت میں یہ تمام صعوبات اس لیے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس آنکھ کو بند کر دے جو کمال کی دیکھنے والی ہے اور کمال حق کی مشاہدہ کرنے والی آنکھ کو کھول دے۔ پس مرید اگر اپنے کمال کو دیکھنے والی آنکھ کھولتا ہے تو اس کے محتوی بہ ہیں کہ وہ اپنے شیخ کے رنج میں اضافہ کرتا ہے۔ اپنے رنج میں نہیں پس مرید کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے نفس کی گھات میں لگا رہے اگر اپنے کمال نظارہ کے لیے کسی وقت اس کی آنکھ وا ہو جائے تو فوراً اس کو بند کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور نفس کو اس سے خبردار نہیں کرے گا تو پھر اس کا نفس ہر طرف سے اپنے کمال کے مشاہدہ کے لیے آنکھیں کھول دے گا۔ اور کمال حق کے مشاہدہ سے اپنی آنکھوں کو بند کر دے گا کہ نفس کی خاصیت ایسی ہی ہے۔

شرط پنجم | پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ مرید کے سامنے متزیہ و تقدیس کی سب سے زیادہ کامل صورت میں (یا کیزہ صورت اور پاکیزہ حال میں) پیش ہو اور اپنے مرید پر اپنے رازوں کو

ہرگز ظاہر نہ کرے سوائے اس کے کہ وہ اس کے کھانے پینے اور سونے اور دوسرے اوصاف بشری کا صرف مشاہدہ کر سکے اور اس کی دوسری باتوں سے آگاہ نہ ہو ورنہ شیخ کی خدمت میں کسی پیدا ہوگی اور ایک طرح سے اس میں مرید کا بھی نقصان ہے۔ پس لازم ہے کہ شیخ متعلی رہے اور اسرار الہی اور افکار ربانی کو طالب کے حوصلہ کے بقدر بیان

کے ایک منی بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر اپنے اسرار سے مرید کو مطلع کرے گا اس سے مرید میں ضعف و نقصان پیدا ہوا تو یہ امر بھی اس کی قلتِ مدت کا باعث ہوگا۔

کرے ورنہ ستم قاتل کی طرح مصرت رساں ہے۔ حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ بعض اسرار شیطانی کے لئے ہیں اگر مبتدی آگاہ ہوتا ہے تو اس کے انکار کا سبب ہوتا ہے اور پھر یہ انکار اس کے حرمان کا باعث بنے گا۔ حق تعالیٰ تمام طالبوں کو ان ہلکات سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد امجاد کے صدقہ میں محفوظ رکھے۔

شعر

بدم در سر کنی ای یار ز نہار
اگر گردی دمی در گرد افکار
برادری میں کہے تو مجھ کو اے یار
اگر دم بھر پھرے تو گرد افکار

ان حضرات (مشائخ) کے بہت سے اسرار اس انداز کے ہیں کہ مبتدی سامک ان کو نہیں سمجھ پاتا۔ اور اگر نہ سمجھتے ہوئے بھی اس نے ان کو تسلیم کر لیا اور دل میں ان کو چھپائے رکھا۔ معاذ اللہ اگر کسی دوسرے کے سامنے (جو اس کا اہل نہیں ہے) بیان کر دیا تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی لیے اکثر مشائخ نے یہی فرمایا ہے کہ پیر کے اسرار کو ظاہر کر دینا منصور کی طرح سولی پر چڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عمرو عثمان مکی قدس سرہ نے جو شیخ منصور کے اسناد اور شیخ تھے ایک کتابچہ تصنیف کیا تھا جو علم توحید پر مبنی تھا۔ اس کتابچہ میں انہوں نے توحید الہی کے بہت سے حقائق و معارف بیان کیے تھے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس کی تصنیف میں صرف کر دیا تھا۔ چونکہ اسرار توحید کے وہ راز اور نکات عام افکار کے ادراک سے باہر تھے اس لیے وہ اس کتابچہ کو مخلوق کی نظر سے چھپا کر رکھتے تھے۔ شیخ منصور نے پوشیدہ طور پر وہ کتابچہ حاصل کر لیا اور اس کے رازوں کو آشکارا کر دیا۔ علمائے طاہر تک وہ خواہ مخواہ توحید پہنچے چونکہ مسائل و مباحث بہت دقیق اور باریک تھے وہ نہ سمجھے اس سے منکر ہوئے اور چھوڑ دیا۔ شیخ عمرو عثمان مکی کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حلاج (منصور) پر لفریہ کی اور ان کے حق میں بددعا کی اور کہا کہ الہی منصور پر کسی شخص کو مقرر فرما دے جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو سولی پر چڑھا دے۔ پس منصور پر جو کچھ گزری یہ استاد کی اسی بددعا کا نتیجہ تھا۔

قطعہ

پیش این الماس بی اسپر میا
کز بریدن تیغ را نبود حیا
بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا
نکتہ چوں تیغ پولاد است تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز
نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نہیں رکھتا سپر کر جا گریز

حضرت شیخ کبیر نے حضرت قدوة الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ مشائخ و صوفیہ کی جماعت میں سب سے پہلے بزرگ کون تھے جو ان اشارات (اسرار تصوف) کو معرض تحریر میں لائے (رموز تصوف کو سب سے پہلے تحریر کیا) اور کس طرح ان کو بیان کیا اور میزان لسان نے ان کو کس طرح بیان کیا؟ حضرت قدوة الکبرا نے بیان فرمایا کہ اسرار معارف کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ بیان میں آسکیں اس لیے کہ علوم معارف جس طرح کہ ہونا چاہیے دل ہی

میں نہیں آتے، اور جس طرح یہ دل میں اترتے ہیں انکو بیان اور قید کثرت میں نہیں لایا جاسکتا۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصری پہلے بزرگ ہیں جو ان اشارات کو عبارات میں لائے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب طبقة دوم میں سید الطائفة شیخ جنید بغدادی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس علم کی نگہداشت کی اور اس کو وسعت بخشی اور اس موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب حضرت شبلی کا زمانہ آیا تو وہ اس علم کو منبر پر لے گئے اور مخلوق پر ظاہر کر دیا۔

اشعار

سری کہ سر بہر نمودند عاقلان
دیوانہ را ننگ کہ بمر دم نثار کرد
ہر گوہری کہ بود بدریائی دل نہان
بیرون کشید و رد ہمہ روزگار کرد
راز درون پر وہ بیرون کرد چون خطیب
آمد قرار منبر و خود آشکار کرد
جس سر کو عاقلوں نے کیا سر بہر تھا
دیوانہ نے کیا اسے ہر شخص پر نثار
دریائے دل میں جتنے تھے پوشیدہ موتیاں
سب کو نکال لار کھدیا پھر پیش روزگار
اندر کا بھید کر دیا باہر خطیب نے
منبر پر آیا خود ہی کیا اس کو آشکار

کہا میں سنتا ہوں اور میں کہتا ہوں کیا کوئین میں میرے سوا کوئی ہے؟

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر
سوی اللہ واللہ ما فی الوجود
من می شنیدم و گویم من
ایا ہست در دو جہان غیر من
کہاں کون ہے غیر اور نقش غیر
قسم ہے خدا کی نہیں جسے خدا
میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں بر ملا
کہ ہے کوئی دنیا میں میرے سوا

خواجہ ذوالنون نے فرمایا کہ تین سفر میں نے کیے اور تین علم لایا پہلے سفر میں وہ علم لایا کہ عام و خاص سب نے قبول کر لیا اور دوسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں قبول کیا اور تیسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو ہر خاص نے قبول کیا نہ عام نے تو میں مفرد تنہا اکیلا باقی رہ گیا شیخ الاسلام پیر ہرے کہتے ہیں کہ پہلا تو توبہ کا علم تھا جس کو خاص و عام نے قبول کر لیا دوسرا تو کل و معاملہ و محبت کا علم تھا کہ خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں اور تیسرا حقیقت کا علم تھا جو مخلوق کی عقل و علم کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور ان کو چھوڑ دیا اور ان پر انکار کے لئے اٹھے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ پچھلا سفر پاؤں سے نہیں ہوا تھا کیونکہ اس تک قدم سے جانے والے نہیں جاتے کہ سب مل کر روانہ ہو جائیں۔

یہ ہے کہ مرید کو اس کی اجازت نہ دے کہ دوسرے پیر کے پاس یا دوسرے پیر کے مریدوں کے پاس
شرط ششم بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش اس کے خلاف ہو اور پیروں پر لازم ہے کہ مرید کی خواہش

کے خلاف حکم دیں جب وہ آپس میں بیٹھے اور ان کی خواہشیں جدا گانہ ہیں اور ان کے پیر کا حکم ان کی خواہشوں کے خلاف ہے تو ہر ایک دوسرے پیر کے حکم کو اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے تو خواہ مخواہ ادھر جھکتا ہے اور یہ جھکا اس گرد کے

نزدیک ارتداد معنوی ہے اور یہ مرتد ہونا طریقت کے دوسرے دوری و بے تعلقی کا موجب ہے جب دوسرے پیر کی طرف جھکا تو اس کا پیر نظر سے گر جاتا ہے اور دوسرے پیر کی صحبت پر مائل ہوتا ہے اور اس کی خدمت اختیار کرتا ہے اور اگر یہ دوسرا شیخ بھی ارباب حقیقت سے ہے تو مقام پیری کے موافق اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کو پہلے پیر نے فرمایا تھا اور جب ان کے فرمان کو اپنی خواہش کے خلاف پاتا ہے تو پھر اپنے پیر کی طرف رجوع کیا، معلوم ہوا کہ مرید سچا نہ تھا اس مثل کے موافق کہ یہاں سے ہانکا وہاں سے بھگا یا ذلیل و بے کار و سرگرداں جانے والوں کے ساتھ نفس و جہالت کے قید خانہ میں گیا۔ خدا کی پناہ اس بے تعلقی و رسوائی سے۔

نقل ہے کہ خواجہ زمانہ گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں تھے حضرت معین الدین کسی اسلامی امراہم کے لئے دارالسلطنت دہلی میں سلطان شمس الدین سے ملنے آئے جو خواجہ قطب الدین کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین استقبال کے لئے نکلے اور بڑی تعظیم سے آپ کو لائے۔ حضرت گنج شکر حضرت شیخ معین الدین کی زیارت کو نہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب تمہارے دادا پیر شہر میں آئے تو کیوں ان کی خدمت میں تم نہیں گئے۔ فرمایا کہ دو درجے میں ان کی خدمت سے محروم رہ گیا ایک وجہ یہ کہ مجھے کام تو اپنے پیر سے ہے نہ کہ دوسرے سے، دوسری وجہ یہ کہ دونوں حضرات ایک مجلس میں تھے اگر پہلے میں اپنے پیر کا قدمبوس ہوتا تو پیر اپنے پیر کے ادب سے اس کو ادب نہ شمار کرتے اور اگر دادا پیر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو پیر کے واسطے ہونے کا ادب ترک ہوا جاتا ہے۔ ہم کو دادا پیر کی پہچان تو پیر ہی سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ دوسرے سے۔ بالآخر حضرت خواجہ معین الدین نے حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بابا بختیار میں نے سنا ہے کہ مولانا فرید نے تم سے تعلق پیدا کیا ہے وہ کیسے شخص ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ حضرت نے مولانا کو طلب کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خواجہ کے پاؤں پر لاکر ڈال دیا جب نظر شریف ان کے چہرہ پر پڑی تو بہت خوش ہوئے فرمایا کہ بہت اچھے شخص ہیں ایک دن حضرت خواجہ معین الدین اور حضرت خواجہ قطب الدین بیٹھے تھے حضرت شیخ فرید خدمت کے لئے کھڑے تھے آپ نے فرمایا کہ بابا بختیار اب اس کا وقت ہے کہ فرید کو نظم و ولایت و عقد معرفت کا یکتا بنا دو، فرمایا بہت اچھا اور دونوں بزرگوار جبرہ میں گئے پھر جو کچھ دینا تھا دیا۔

حضرت قدوة الکبر نے اس تمثیل کے مطابق ارشاد فرمایا کہ تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ہمیشہ مرید کی عادت کے خلاف حکم کرے کہ ارادت نام ہے ترک عادت کا مثلاً ایک مرید ہے کہ بہت زیادہ اور بجے بڑے دلیفوں اور درودوں کا شغل رکھتا ہے باطن اور اذکار باطنی و ظاہری کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ شیخ اس کو ان وظائف کثیرہ سے روکے گا۔ اور سلسلہ کے وظائف مقررہ میں مشغول رہنے کا حکم دے گا اور جو اشغال اہم ہیں ان میں مشغولیت کا حکم دے گا اسی طرح دوسرے شیخ کا ایک مرید ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ مشائخ کے معمول و وظائف کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا البتہ باطنی توجہ پر خاص نگاہ رکھتا ہے۔ نماز فرض کہ بھی کبھی کبھی ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس کے وظائف میں مشغول ہونے کی ترغیب

دے اور توجہ اشتغالِ باطنی میں جتنا بزرگانِ مشائخ کا معمول ہے اس سے زیادہ توجہ کرنے سے روکے۔ اس لیے کہ طائفہ صوفیہ اور مشائخ کبار کا اس پر اتفاق ہے کہ صوفی کو ”الوقت“ ہونا چاہیئے۔ ابن الوقت نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی تصریح انشاء اللہ اس کے مقام پر کی جائے گی۔ اب دونوں میں بدوین کا کسی جگہ پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے اشتغال کے بارے میں دریافت کیا۔ دونوں اپنے اشتغال و وظائف ایک دوسرے سے متضاد پایا تو اس موقع پر کچھ تعجب نہیں کہ دونوں دل کے عادات انکار کے طور پر دونوں سے ظاہر ہوں۔

حضرت قدوة الکبر نے تقریباً فرمایا کہ شیخ ابوبکر تحفہ جوشیح عثمان حیری کے مریدوں میں سے تھے کہ بغداد کے مشائخ میں سے ایک شیخ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پیر نے تم کو کیا تعلیم دی ہے مرید نے جواب دیا کہ مجھے اطاعت الہی، بجالانے اور گناہ کو جرم جاننے کو فرمایا ہے۔ تمہارے پیر نے یہ ایک پوشیدہ غور تم کو سکھایا ہے کیونکہ تصوف اور توحید میں یگانگت چاہیے حالانکہ وہ گناہوں کو اپنے سے سمجھتا ہے اور عمل کو اپنے سے جانتا ہے سبوں نے موافق ارشاد:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝ ۱۷

عمل و قول کو اس سے دیکھے جس شخص کی زندگی کی وفادرات ربوبیت میں داخل نہ ہوئی اس کا شمول بندگی میں نہ ہوا ہر چند کہ ان بزرگ نے افعال کو اپنے سے دیکھنا اس کو تنگی فرمایا لیکن ہرگز مرید پر ملاحظہ نہیں کر سکتا۔ نعوذ باللہ اگر ابو بکر قطعی کے دل میں یہ سن کر اپنے شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جاتی تو کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ طیب حاذق اور تجربہ کار حکیم کی طرح ہے جو ہر مریض کا علاج اور اس کی دوا اس کے مرض اور اس کے مزاج کے مطابق تجویز کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے مزاج میں گرمی اور صفر کا غلبہ ہے تو اس کیلئے شربت نبات تجویز کرتا ہے اور ایک شخص کو ہیضہ کا مرض ہو تو اس کو خاقہ کرتا ہے۔ یہی کیفیت مشائخ کی ہے وہ بھی مرید کے حسب حال اس سے مجاہدہ کراتے ہیں کسی سے سخت اور کسی سے سہل اگر مختلف استعداد کے ہو مرید ایک دوسرے کے حال سے مبالغت چاہیں (کہ سب کی تربیت کیساں اندازہ یہ کی جائے) تو یقیناً یہ ان کی محرومی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ مظفر کرمانشاہی قدس سرہ کو ریاست اور امیری کی حالت میں یہ دولت سلوک نصیب ہوئی اور کرامت کا تاج ان کے سر پر رکھ دیا گیا۔

رابعی

کسی را بی مشقت تاج بر سر
کسی کو بے مشقت دید یا تاج
نہادہ بادشاہی نشکی در
عطا خشکی تری کا کر دیا راج

دگر را کردہ در منزل جگر ریش
کسی کو کر دیا منزل میں زخمی
بس آنگہ خواند سوئی مند خویش
وہاں سے لوٹا وہ مسند پہ اپنی

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہم کو تو اس درگاہ میں بندگی کے راستے سے پہنچنا نصیب ہوا۔ اور خواجہ ابو منظر کرمان شاہی کو خداوندی اور ریاست کے ذریعہ سے یہ دولت نصیب ہوئی۔ یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل کیا۔ اور انہوں نے مشاہدہ کے ذریعہ مجاہدہ کی منزل پائی۔ خود حضرت خواجہ ابو منظر فرماتے ہیں کہ جو کچھ لوگوں کو مادیوں اور جنگلوں کے طے کرنے کے بعد ملتا ہے۔ مجھے وہ مسند اور بالمش پہ بیٹھتے ہوئے مل گیا۔ اور باب دعوت ان کے اس قول کو دعویٰ پر محمول کریں گے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

نہ ہر کس میرسد منزل باین راہ
نہ ہر کس می نہد پا بر سر گاہ
نہیں ہر اک کی منزل کو ہے یہ راہ
نہ سب کی ہے رسائی تا بدر گاہ

شعر

اور یہ دعویٰ نقص حال پر گواہ ہے۔

شرط ہفتم یہ ہے کہ ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے واسطے میں یقین دلانے کیونکہ اکثر بیشتر مریدین کھلے ہی قوت غذا آفت بن جاتی ہے کہ اکثر لوگ پیٹے کے بندے ہیں اپنی تمام ہمت اسی کھانے پینے پر مرکوز رکھتے ہیں ان کی اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ اس کے اطراف میں اور کوئی نہ ہو اور ان کو خلوت میں بٹھا دیں اور شیخ اپنی ہمت سے ان کی مدد کرے اور ان کو جلد دے کہ تمہارا رزق تمہاری کوشش کے بغیر یقیناً تم کو ملے گا یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جائے کہ اس سلسلہ میں ان کا یقین پختہ ہو جائے اور توکل کی دولت ان کو حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ پاک غذا ایک بیج کی طرح ہے جو سالک کے معدہ کی زمین میں بویا جاتا ہے۔ اگر وہ بیج پاک اور حلال غذا اکلے تو اس سے اعمال صالحہ کا درخت پیدا ہوگا اور اگر مشتبہ روزی کا بیج بویا گیا ہے تو اس سے خطرات فاسدہ اور عبادت میں کسالت پیدا ہوگی (عبادت میں کسل اور دل میں دوسو سے پیدا ہوں گے) اور اگر حرام روزی ہے تو معصیت و نافرمانی کا درخت نشوونما پائے گا۔ حضرت شیخ ابواسحاق شامی قدس سرہ حضرت شیخ ابواحمد ابدال قدس سرہ کی والدہ کو اکل حلال کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ پاکیزہ اور پاک (دودھ اس) نومولود کو پلا سکیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابواحمد ابدال سلطان فرخانہ کے صاحبزادہ تھے جو چشت کے شرفا اور ملک کے امیروں میں سے تھے۔

ان کی ایک بہن بہت ہی صالحہ تھیں شیخ ابواسحاق شامی ان کی خاطر سے کبھی کبھی ان کے وہاں جایا کرتے تھے اور ان کے یہاں کھانا بھی کھاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ان صاحبہ بی بی سے کہا کہ تمہارے بھائی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی بڑی شان ہوگی تم کو اپنے بھائی کی بیوی کی نگرانی کرنی چاہیے تاکہ حمل کے زمانہ میں مشتبہ اور حرام غذا نہ کھائیں۔ وہ ضعیفہ ضعیفہ حضرت ابواسحاق شامی کے ارشاد کے مطابق اپنے

ہاتھ سے سی جیتی تھیں۔ اور اس کو فروخت کرتی تھیں اور اس کی قیمت سے اپنی عبادت کی ضروریات پرری کرتی تھیں۔
 نانا ایک سلسلہ میں المنتہم باللہ کی حکومت کے زمانہ میں خواجہ ابوالاحمد پیدا ہوئے وہ صالحہ خاتون ان کو اپنے گھر سے آئیں
 اور حلال روزی سے ان کی پرورش کرتی رہیں۔ کبھی کبھی شیخ ابوالاسحاق شانی بھی ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔ اور
 عہد طفلی میں خواجہ ابوالاحمد کو بھی کبھی دیکھ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس بچے سے ایسی خوشبو آ رہی ہے جس
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے ایک زبردست خاندان پیدا ہوگا اور اس کی ذات سے عجیب و غریب حوال و آثار
 مشاہدہ میں آئیں گے۔

شرط ہاشتم شرط ہاشتم یہ ہے کہ اگر کوئی شیخ اپنے کسی ہم عصر شیخ کو نسبت میں اپنے سے قری پائے تو شیخ کو
 چاہیے کہ اس کی صحبت اختیار کرے اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے

کا حکم دے اس لیے کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس
 شیخ کی شیوخیت احب جاد پر مبنی ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے۔ اور وہ صرف دنیاوی
 دولت کو کمانے کے لیے دلی بن بیٹھا۔ ہمت و نسبت طریقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ جب ریاست اور عزت
 بزرگی کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے۔ (یہ بہت بڑا نقص ہے) اسی اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 لو کان موسیٰ حیثا لہا وسیعہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو

آلا اتباعی۔ میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

ایسا ویسی ہمارے پیغمبر کے حکم شریعت کے ماتحت ہیں تو مشائخ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبر قریب قریب فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام احمد زندہ پیل جامی کی توجہ
 ہرات کی طرف ہوئی اور سب ساتھی سفر کے لئے کمر بستہ ہوئے جب شکیبان گادوں میں پہنچے چند ہمراہی بزرگوں نے
 پوچھا کہ حضرت شیخ ہرات میں داخل ہوں گے شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ یجا میں توجا میں گے اور اگلے مشائخ ہرات کو باغیچہ
 انصاریاں کہتے تھے اور باغیچہ میں لوگ نہیں آسکتے بغیر باغبان کی اجازت کے۔

شعر بی نفس رخصت این باغبان آنے کی رخصت جو نہ دے باغبان

رہ نتوان یافت درین بوستان پا ہی نہیں سکتا رہ بوستان

حضرت شیخ احمد جام کے پہنچنے کی خبر جابر بن عبد اللہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہم جلتے ہیں شیخ الاسلام احمد جام کے محاذ
 کو کاندھے پر اٹھا کر شہر میں لے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے والد شیخ عبد اللہ انصاری کے محاذ کو نکال لائیں

۱۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ آپ ہی سے جاری ہوا۔ آج بھی لاکھوں سے قروں حضرات اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہیں اور وہ پیش
 گوئی صادق آئی ہے۔

اور شہر میں اعلان کیا کہ سارے بزرگ حضرت شیخ الاسلام احمد کے استقبال کے لئے نکلیں، سب بزرگ نکلے اور روانہ ہوئے جب تسکیان گاؤں میں پہنچے اور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی مبارک نگاہ آپ پر پڑی تو اپنی جگہ پر رہ گئے اور بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ دوسرے دن محافہ لائے اور درخداست کی کہ یہ طے پایا ہے کہ آپ کو کاندھے پر شہر میں ہم بے حلیں کرم فرمائیے اور محافہ میں بیٹھے حضرت شیخ الاسلام نے قبول کیا اور محافہ میں بیٹھے آگے کے دونوں بازو کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابوالفضل یحییٰ نے پکڑا اور چھپے کے دونوں بازو کو امام ظہیر الدین زیاد اور امام فخر الدین علی حبیبی نے پکڑا اور روانہ ہوئے اور کسی کو نہیں دیا۔ حضرت شیخ چپ تھے یہاں تک کہ کچھ دیر چلے پھر فرمایا کہ محافہ کو رکھ دو تاکہ ایک بات ہم کہیں جب محافہ کو رکھ دیا تو فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ارادت کیا چیز ہے؟ سب نے کہا فرمائیے فرمایا ارادت فرمانبرداری ہے سب نے کہا بجا ہے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو آپ لوگ سوار ہوں تاکہ دوسرے لوگ محافہ اٹھائیں تاکہ ہر ایک کا ایک حصہ ہو جائے بزرگ لوگ سوار ہوئے دوسروں نے محافہ کو لیا اتنی مخلوق شہر اور گاؤں سے آئی تھی کہ بہتیرے مشہور حضرات تھے کہ ان کی نوبت نہ آئی جب شہر میں پہنچے اور شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں اترے تو اکثر بزرگوں نے جو پیر و مرشد تھے اپنے مریدوں کو شیخ الاسلام کے حضور پیش کیا اور خود بھی فائدہ مند ہوئے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ مرید کو کسی طرح اجازت نہ دیں کہ برادران طریقت کے سوا دوسرے کے ساتھ بیٹھے اور نہ کسی سے بات چیت کرے اور نہ کسی سے دوستی اختیار کرے اور نہ کسی کو دیکھنے جائے اور نہ کسی کو اپنے دیکھنے کی اجازت دے اور دوسرے اس کی اجازت نہ دے کہ اپنے واقعات و واردات کو دوستوں سے کہے اگر ان سب باتوں میں اسکو آزا و چھوڑ دے اور منع نہ کرے تو یقیناً اس کے حق میں برائی کی۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اگر سوا آدمی ایک طرح کے کسی امر میں اٹھتا بیٹھتا اور ایک پریشان ان میں ہو تو موافق اس مثل کے کہ اکثر بھی برے کے تابع ہوتے ہیں وہ سب پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کی صحبت پریشانی کو لوٹا لاتی ہے غیر جنس سے بچنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ **مصرعہ**

روح را صحبت ناجنس غذاست الیم

روح کو صحبت ناجنس ہے اک سخت عذاب

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ صحبت اس شخص سے رکھنا چاہیے جس سے پوری طرح ربط ہو تاکہ حصول مقصود کا سبب ہو اور وہ نسبت کی کشش حق سبحانہ و تعالیٰ کی ایک محبت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بحر اجنبیت اور جدائی کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے بعض بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد و حال والے ان لوگوں کے پاس جن پر علمی احکام کا غلبہ ہے نشست نہ کریں کیونکہ ان کی صحبت وجد و توحید کے عطایا اور طریقوں کو بند کر دیتی ہے نیک اور عبادت گزار اور اہل علم درحقیقت عزت والے ہیں اور غنیمت ہیں۔ ہم ان کے معقد ہیں لیکن وہ نسبت و طریقت کے مناسب نہیں ہیں۔ خاص محبت کے وقتوں میں اس قسم کے لوگوں کے آنے پر آپ بے حد متوجش ہوتے تھے اور لوگوں کی

بلند حکایات بیان نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار محلہ خواجہ گفٹی کے حجرہ میں اس خادم سے اہل معرفت کے حکایات عالی بیان فرماتے پچھتے پچھتے گرم ہو گئے تھے اور یہ خاکسار آپ کے دلپذیر معارف اور معرفت کے انوار کے سایہ میں محو ہو چکا تھا کہ اچانک ایک صاحب گئے جن پر زہد و تقویٰ کی نسبت غالب تھی، ان کے آتے ہی حضرت قدوۃ الکبرا خاموش ہو گئے اور فرمایا "سنئے از شما گر نخت" بل بات ختم یعنی آنے والا چونکہ ان حکایات کا زیادہ متقہ نہیں ہے۔ اس لیے سلسلہ کلام ختم کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر ان صاحب نے فرمایا کہ جناب میں تو ان باتوں کا متقہ ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرکھ کے لیے ہمارے پاس کسوٹ ہے اور وہ کسوٹ "آمد سخن" ہے۔ یعنی بے ساختہ اور بغیر فکر کے سلسلہ کلام جاری رہنا۔ چنانچہ تمہارے آنے سے پہلے ہم اتنی تیزی اور روانی سے گفتگو کر رہے تھے جیسے پن چکی کی پھر کی ہوا ہے تیز چلتی ہے تمہارے آتے ہی وہ کیفیت ختم ہو گئی ہم محض تمہارے کہنے سے اس معیار کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ منتہی میں کچھ محرم اسرار طریقت حاضر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علومِ کاشفہ کے دقائق اور اسرارِ منہدہ کے حقائق ظاہر فرما رہے تھے کہ کچھ ایسے رنگِ مجلس شریف میں آئے جن میں ان اسرار کے سننے کی قابلیت اور استعداد نہیں تھی اس وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمدوا انائکم (اپنے برتنوں کو ڈھانک لو) اس وقت جو لوگ محرم اسرار تھے وہ سمجھ گئے کہ اس کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا یہ ہے کہ اپنی استعداد کو چھپا لو کہ تمہارے توجہ و سخن فہمی کے سبب بات آتی تھی اگر کہا جاتا کہ یہ لوگ اس کی قابلیت نہیں رکھتے تو غلطی میں پڑتے ہیں اور نقصان والے ہوتے ہیں اور آنے والے لوگوں نے سمجھا کہ اپنے برتنوں کے منہ کو ڈھانک لو تاکہ زہریلے جانور نہ پڑیں سبحان اللہ۔ چونکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اتنا وسیع المعنی تھا اسی لئے آپ کے کلام کی شان میں وارد ہوا ہے۔

اَوْتِيَتْ جَوَامِعَ الْكَلِمِ لَه

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حقائقِ صوفیہ کا اظہار اور اس طائفہ علیہ کے دقائق کا بیان کبھی کبھی سننے والے کی برکت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک عزیز بیان کرتے تھے کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ (حسن بصری) تشریف لے آتے تھے تو حضرت امیر قدس سرہ عجیب و غریب معارف اور اسرارِ طریقت بیان فرمانے لگتے تھے۔ جب کبھی حضرت خواجہ امیر کی مجلس میں آ جاتے تھے بے اختیار آپ گفتگو شروع فرما دیتے اور پھر ایسے نادر حکایات و اسرار و معارف آپ کی زبان سے ادا ہونے لگتے تھے کہ دوسرے اوقات میں کبھی آپ بیان نہیں فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ جب منیر پر تشریف لے جاتے تو معرفت و طریقت کے ایسے

حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول

لے سبھ جامع کلمات دیئے گئے ہیں یعنی بات چھوٹی سی مضمون بڑا (بخاری و مسلم)

لطیف نکات اور مقامات جو عارفوں کے مناسب حال ہوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوة الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ حسن بصری دُعظ میں معارف کے بیان کرنے اور حقائق طریقت کے اظہار پر بہت ہی زیادہ مائل تھے بائیں ہمد اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب تک حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا منبر کے نیچے آکر نہیں بیٹھ جاتی تھیں۔ اس وقت تک دُعظ شروع نہیں فرماتے تھے ایک روز آپ بہت دیر تک بی بی رابعہ بصری کا انتظار کرتے رہے اور دیر تک چشم براہ رہے جب لوگوں کے دل تنگ آگئے ان میں سے ایک نے بطور نکتہ چینی عرض کیا کہ کیا ہوا اگر ایک بڑھی عورت منبر کے پایہ کے پاس نہ آئی اور اتنے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے جس نکتہ کو ہاتھی کے منہ کے لئے آراستہ کیا ہے اس کو چیونٹی کے منہ میں کیسے رکھوں اور جو نالہ گینڈے کے لئے تیار کیا ہے چوڑے مرغ کے منہ میں نہیں ڈالا جاسکتا۔

شعر

عیسیٰ دلی بیاہد تا بشنود زبور لازم کہ دل عیسیٰ ہوتا سن کے زبور
ہر خمر چگونہ فہم مہترم طیور سب سے ہر ایک خمر کیا یہ نعمہ طیور
حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے مقامات خواجہ میں دیکھا ہے کہ شاہ بلخ نے اپنی لڑکی سلطان احمد خضر کے لئے پیش کی آپ نے بے مناسبی کی وجہ سے قبول نہ کیا لڑکی بے حد رنجیدہ ہوئی اور تخیل میں حضرت سلطان کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا کہ ہم تم کو اس طریق میں جو افر دیکھتے تھے مصرعہ
خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم
خود غلط تھا جو ہمارا تھا خیال

یہ کیا بخل تھا جو آپ نے کیا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک محتاج آپ کے ذریعہ سے دولت معنوی تک پہنچے؟ جب اس بات کو حضرت سلطان نے سنا تو بڑا رجحان ہوا ان کو قبول کیا اور عقد نکاح میں لے آئے۔ بھوڑے دنوں میں ایسا ہو گیا کہ آپ ان کے واردات و واقعات کے حل کرنے سے عاجز ہو گئے بالآخر حضرت سلطان العارفین کے پاس بسطام میں لے گئے، ایک دوسرے کی یکجائی بے حد محرومانہ و بار تہمتی چند مرتبہ تنزل فرماتے تھے تب سلطان احمد ان کے نکتوں کو سمجھتے تھے۔ بسطام میں حضرت سلطان العارفین نے بار بار خسر مایا کہ یہ تمہارے مکشوفات و واقعات کا حل تمہاری برکت سے ہے۔ اس کمال محرمی سے جو ان کے درمیان واقع ہوئی سلطان احمد کو رشک و غیرت آگئی فاطمہ نے معلوم کر لیا شوہر کو پکارا اور کہا کہ تم میرے بدن کے محرم ہو اور وہ میری جان کا محرم ہے۔

شعر

میان محرم جان و تن ای یار میان محرم جان و تن زار
ز روی قرب آمد فرق بسیار بڑا ہے فرق نزدیکی میں لے یار
فاطمہ حضرت سلطان العارفین کے سامنے حقائق نما و معارف کشا و عصار دے عذر کو بے حجاب و بے نقاب کئے بیٹھی تھیں ایک دن حضرت سلطان العارفین نے کہا اے فاطمہ ہاتھ پر نقش و نگار تم نے بنایا ہے۔ اسی وقت

انہوں نے اپنے منہ کو چھپا لیا اور کہا کہ جب تک میرے ہاتھ کے نقش و نگار آب نہیں دیکھتے تھے میری صحبت آپ سے جائز تھی جب نگاہ میرے ہاتھ اور نگار پر پڑی اب باہمی اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے۔

قطعہ

تا کہ میان من و تو اسی نگار	میری تری دوستی تھی اے نگار
بود ہم صحبت معنی نگار	از بے نظارہ معنی نگار
نیست رو ہمدم زین پس	ہمدی جائز نہیں میرے لئے
چون نظرافتاد بدست و نگار	دیکھنے جب تم گئے دست و نگار

حضرت قدوة اکبر فرماتے تھے کہ سب لوگوں کی صحبت نسبت میں خلل ڈالنے کا سبب نہیں ہے بلکہ اکثر لوگوں کی صحبت تو ایسی ہوتی ہے کہ وار والہی و فیض نامتناہی کا سبب ہو جاتی ہے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یکایک ایک کیفیت قوی کا نزول ہوا آپ حفاظت حال کے لیے خلوت میں تشریف لے گئے خلوت میں پہنچتے ہی وہ کیفیت ختم ہو گئی۔ آپ فرما باہر تشریف لے آئے۔ باہر آتے ہی وہ کیفیت پھر طاری ہو گئی۔ اس وقت آپ پر ظاہر ہوا کہ یہ حال اور کیفیت اس اجتماع اور اصحاب کی ہم نشینی کی برکت سے ہے۔

حضرت قدوة اکبر حضرت خواجہ سے نقل کرتے کہ ایک روز آپ نے بطریق عتاب و خطاب اپنے اصحاب فرمایا: "کہ تم لوگ ہمیشہ اجنبی لوگوں سے اختلاط رکھتے ہو اور ان سے تمہاری مصاحبت رہتی ہے اور یہ طریقہ صرف ان طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک طبقہ کے لیے روا ہے اول تو وہ جماعت اور وہ لوگ جو بحر شہر میں اور حال حضور میں مستغرق ہیں تو یہ لوگ محض اس خوف سے کہ کہیں کوئی بات ان کو شہود حق سے محروم نہ کر دے اس سبب سے یہ لوگ اجاب کی مجاہدت اور اصحاب کی مخالفت ہمیشہ کرتے ہیں تاکہ ان کے احوال ہمیشہ پوشیدہ رہیں۔ اور اجاب کو ان کی اس نسبت سے آگاہی حاصل نہ ہو اور پیش از وقت اجاب اگر جمع نہ ہو جائیں (اس لیے اجنبیوں سے ملنے رہتے ہیں) کیونکہ قرب لوگوں کو تسخیر کرنے والا ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام نے اسی قرب سے تسخیر نفوس کی ہے۔ اسی طرح بادشاہ بھی ہزاروں نفوس کی تسخیر اسی قرب کے ذریعہ کر لیتے ہیں۔ دطر لوقت میں ایسا قرب منح ہے) اور یہی اس بات کا راز اور اس کی اصل ہے کہ چھوٹے بڑے کے باطن پر تصرف کر لیتے ہیں (یہی قرب اس تصرف کا ذریعہ بنتا ہے) بچہ بڑوں سے ہمیشہ قریب رہتا ہے) اور بچہ ریت تبارک و تعالیٰ سے قریب العہد ہوتا ہے اور کمسن بچوں کی محبت جو دلوں میں ہوتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے۔ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کا پانی اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے رب سے قریب العہد ہے۔

دوسرے اُس گروہ کے لیے اجنبیوں سے اختلاط روا ہے جو جمعی ذاتی کی حیرانی اور دہشت کے عالم

میں ہیں یہ حضرات سراپا سوختہ ہوتے ہیں اور غیروں کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور غیر حق ان کی کوئی مراد نہیں ہوتی اور نہ غیر حق سے ان کا کچھ مقصود ہوتا ہے۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کی طرف سے دوسروں کی تکمیل پر مامور ہیں اور حق تعالیٰ کے حکم سے صاحبِ استعداد لوگوں کے باطن پر تصرف کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو دنیاوی مرادوں کی قید سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ ان دو گروہوں کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ ہاں سوائے اس عالم کے جو اس آیت کریمہ کے بموجب

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۰ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب، بیان فرمائیں

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اجنبی کی صحبت معتدلی اور متوسط کے لیے ایک زہرِ قاتل اور نسبت میں خلل کا باعث ہے اور جمعیت خاطر میں اس انتشار پیدا ہوتا ہے۔ پس ناجنس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیے سبحان اللہ سبحان اللہ صحبت کی بھی کیا تاثیر ہے کہ نا جنس کا لباس بھی وقت میں خرابی اور وحشت پیدا کرتا ہے ایک درویش نے کہا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے دل میں مرشد کی صحبت میں پہنچنے کا خیال پیدا ہوا، میں اٹھا وضو کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میرے پاس پرستین موجود تھی۔ میں نے اپنی پرستین پہنٹی چاہی ایک دوسرے شخص کی پرستین وہاں موجود تھی وہ میرے جسم پر ٹھیک آگئی میں نے اپنی سمجھ کر پہن لی، جب حضرت والا خانقاہ سے باہر تشریف لائے حضرت کے دیدار سے میں مشرف ہوا اور حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد فجر کی نماز ادا فرمانے کے بعد دوسرے لوگ بھی آگئے اور حلقہ ذکر شروع ہو گیا۔ حلقہ ذکر کے اختتام پر حضرت مراقبہ میں مشغول ہوئے ایک لحظہ کے بعد اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا کہ مسجد میں کوئی بیگانہ نہ ہے تلاش کے بعد لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں ہے پھر مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر سے بعد پھر فرمایا کہ ابھی طرح تلاش کرو کہ بیگانہ نہ ہو کیونکہ مراقبہ میں جیسی جمعیت حاصل ہونا چاہئے ویسی حاصل نہیں ہو رہی ہے لوگوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ کوئی بیگانہ یہاں موجود نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ ہی مضمون فرمایا میں نے اپنی پرستین کو جب غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری پرستین نہیں ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ اس پر آگندگی کا سبب کہیں بھی نہ ہو۔ میں نے خدمت والا میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات ہے۔ میں یہ سنتے ہی باہر نکل کر گیا اور وہ پرستین اتار دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ جمعیت خاطر نہ ہونے کا یہی سبب تھا۔

قطعہ

چرا مردم بصحبت نیک مائل	نہ کیوں نیکوں کی صحبت پر ہوا مائل
نباشد کا ندر و تاثیر دارد	ہر اک انسان کہ ہے صحبت میں تاثیر
بود در جامہ ہم تاثیر مردم	لباس خلق میں ہوتا اثر ہے
کسی کین نشنود تقصیر دارد	نہ مانے جو تو یہ اس کی ہے تقصیر

شرط نہم مقامات خواجہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس راہِ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو کہ جس مرید کو اس راہ میں کرنی دقت پیش آئے وہ اس سے عہدہ برآ ہو سکے اور مرید کی ان مشکلوں کو دور کر سکے۔ جلالی اور جمال تجلیات میں تیز کر سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی میتوں اور آسمان سے واقف ہو اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیے کہ اپنی تمام مشکلات اپنے احوال اور اپنے شبہات اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے یہ نہ کہے کہ شیخ کو میرے تمام حالات کی اطلاع ہے۔ اس لیے کہ یہ مشیخت کے شرائط میں سے نہیں ہے (ضروری نہیں کہ شیخ مرید کے تمام احوال سے باخبر خود بخود ہو جائے) امام شیخ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے! انہوں نے فرمایا کہ شیخ اور مرشد اگر صاحبِ اشراق ہے اس صورت میں مرید کا عرض احوال مناسب نہیں ہے اور ترکِ ادب ہے۔ اور اگر اہلِ اشراق سے نہیں ہے تو ترکِ عرض ترکِ ادب ہے (مرید کے لیے خلافِ ادب ہے بہت سے مشائخ اشراق نے جو صفائے قلب سے مرید کا حال معلوم کر لیتے ہیں) مرید کے خاطر اور باطنی احوال سے آگاہی کر مشیخت اور ارشاد کی شرط قرار نہیں دیا ہے یعنی شیخ کا صاحبِ اشراق ہونا ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ صرف یہ شرط رکھی ہے کہ اگر مرید کو سلوک میں کوئی مشکل پیش آئے یا مدارجِ قرب کے طے کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو مرید کے عرض حال کے بعد شیخ کو اس کی مشکل حل کرنا چاہیے تاکہ ترقی کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ مرید حالتوں کو بطریقِ ظاہر عرض کرے اور یہ نہ کہے کہ شیخ جانتا ہے کیونکہ بیان کی حاجت ہے کبھی ہوتا ہے کہ جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہیں جانتا، چونکہ تکمیل کے لئے نہ جانتا کوئی عیب نہیں ہے تو چاہیے کہ پیر سے عرض کرے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ مبارک سے کیا خوب کہا ہے۔

مثنوی

کسی نے پوچھا اے گم کردہ فرزند
کہ ہو روشن دل و پیر خود مند
تقا بگو کو مصر سے جامہ کے سونگھا
نہ چاہ کنگان میں کیوں اسکو دیکھا
کہا حالت مری برقی جہاں ہے
کبھی پیدا کسی دم وہ نہاں ہے
کبھی ہوں طارمِ اعلیٰ پہ بیٹھا
کبھی خود پاؤں کو اپنے نہ دیکھا
اگر درویش اک حالت پہ رہتا
دو عالم سے وہ ہاتھوں کو اٹھاتا

یکی پرسید زان گم کردہ فرزند
کہ امی روشن گہر پیر خود مند
زمصرش بوئی پیراہن شمدی
چرا در چہاہ کنگانش ندیدی
گفت احوال با برق جہانست
دمی پیدا و دیگر دم نہانست
گہی بر طارمِ اعلیٰ نشینم
گہی بر پشتِ پائی خود نہ بینم
اگر درویش برحالی بماندی
سردست از دو عالم برفشانندی

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ طریقت نے ”اشراق بر خواطر“ یعنی مریدوں کے احوال سے بذریعہ اشراق آگاہ ہونا، کو ارشاد و تکمیل کی شرط قرار نہیں دیا ہے لیکن شاید ہی ایسا کوئی شیخ ہو جو اپنے مرید کے ظاہری اور باطنی احوال سے آگاہ نہ ہو اس لیے کہ مرید میں بعض خصائل ذمبیہ اور بعض اوصاف خبیثہ موجود ہوتے ہیں ان کو خطرہ شیطانی کی دخل اندازی کے باعث وہ اپنے پیر پر ظاہر نہیں کرتا۔ (ظاہر کرنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے) پس جبکہ یہ صورت حال ہو اور شیخ اس کے خواطر سے آگاہ نہ ہو تو پھر کس طرح اپنے مرید کو ان زمام سے روک سکتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کو خواطر سے آگاہ فرمادیتا ہے۔ (ان میں یہ وصف ہونا ہے) اور بعض کو نہیں۔ چنانچہ طبقات الصوفیہ میں میرے مطالعہ سے گزرا ہے کہ شیخ الاسلام (حضرت عبداللہ انصاری ہمدانی) نے تحریر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خواجہ ابوعلی فارمدی کو خواطر سے آگاہ ہی بخشی تھی۔ اس کے باوجود اس کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں تھی۔ اور شیخ احمد زندہ پیل کو خواطر سے آگاہ ہی بھی بخشی تھی اور اس کے اظہار کی اجازت بھی فرمائی گئی تھی۔ بلکہ تمام خواطر کو آپ کے دل کا تابع بنادیا گیا تھا۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت شیخ علی بن عثمان جلالی البجوری الغزنوی قدس سرہ) کو منزل سلوک میں وقفہ سے دو چار ہونا پڑا (ترقی میں وقفہ پیش آگیا) اور اس کا حل کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ کشودکار کے لیے وہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی خدمت میں گئے۔ اُن کو اس مسجد میں جو ان کے مکان کے سامنے تھی موجود پایا۔ وہ وہاں تنہا کھڑے تھے اور حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کو جو واقعہ اور وقفہ پیش آیا تھا اس کو بعینہ وہ ایک ستون مسجد سے بیان کر رہے تھے۔ حضرت علی بن عثمان بجزیری نے ان سے بنیور یافت کیے ہوئے اس کا جواب پایا تو کہا کہ اے شیخ یہ تو میری اسی واقعہ ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالقاسم گرگانی نے جواب دیا کہ اے فرزند! اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو میرے لیے گویا کر دیا تھا اس نے فحیہ سے یہ سوال کیا تھا اسی کام میں اس کو جواب دے رہا تھا۔

شرط دہم مقامات خواجہ میں (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہمدانی) نے فرمایا ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ایک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کرے۔ بس اس سے زیادہ اختلاط اور مجاہست نہ کرے کہ کثرة المشاہدہ نقد الحرمہ (کثرت مقامات توفیر ضائع کرنا ہے) اپنا حجرہ یا مقام مریدوں سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ مریدوں کے اجتماع کے لیے جگہ جداگانہ ہونا چاہیے۔

حضرت قدوة الکبرا کا معمول حضرت قدوة الکبرا سفر اور حضر دونوں صورتوں میں اس شرط کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے اگر آپ سفر میں ہوتے تھے تو اپنا خیمہ دوسرے خیموں سے الگ نصب کرتے تھے۔ اور دوسرے خیمے مریدوں کے لیے ہوتے تھے۔ ان کے درمیان قدرے فاصلہ بھی رکھا جاتا تھا اور اگر حضرت قدوة الکبرا حضرت مخدومی (حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں تشریف لے جاتے تو وہ حجرے مخصوص فرمادیتے تھے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا حضرت قدوة الکبرا کے لیے۔ ان دونوں حجرہوں کے

درمیان صرف ایک دریچہ ہوتا تھا۔ اور دونوں حجرے قریب قریب ہوتے تھے۔ اور دوسرے مریدوں اور مخلصوں کے لئے خانقاہ مخصوص فرمادیتے تھے۔ حضرت قدوة الکبرا نے روح آباد میں بھی اسی طرح کے دو کمرے تیار کرائے تھے، ایک وحدت آباد دوسرا کثرت آباد، آپ تہجد وحدت آباد میں آرام فرماتے تھے جہاں آپ کا سماں تھا اور اس وحدت آباد کو دس صاحبوں کے سوا کسی نے نہیں اٹھایا۔ حضرت نور العین، یہ خادم نظام نبوی شیخ کبیر شیخ عارف، شیخ معروف، شیخ الاسلام شیخ رکن الدین شاہ باز، شیخ مبارک، ملک محمود، بابا حسین اور ایک آج جو دیوار اٹھا تھا اور یہ لوگ مٹی اور پانی کا کام کرتے تھے، حضرت قدوة الکبرا اس جماعت کو کبھی بھی اپنے مندرجہ مندرجہ کے لقب سے بھی یاد فرمایا کرتے تھے۔ کثرت آباد میں جو دائرہ کے باہر تعمیر کیا گیا تھا تمام افراد خاندان اور اصحاب صومہ، خدام و مریدین قیام پذیر تھے۔ ذکر حلقہ اسی کثرت آباد میں کیا جاتا تھا۔ دوسرے تمام لوگ آپ کے جمال کا مشاہدہ (جو وحدت آباد کے دائرہ کا مرکز تھا) صرف دوبار کر سکتے تھے۔ اس سے زیادہ آپ کا دیدار ممکن نہ تھا۔ بجز اس کے کہ کبھی کبھی حضرت نور العین اور حضرت کبیر نصف شب میں یا صبح کے وقت شرف ملاقات حاصل کر لیتے تھے۔

شعر

اشرف این مردم چنانکہ کثرت آباد آمند
عارفان را در مقام وحد آباد است وطن
خلق یہ اشرف مثال خلق آباد آئے ہے
عارفوں کا ہے مقام وحدت آباد اک وطن

دوسرے مشائخ کرام کا دستور | حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ہم جن شہروں میں گئے اور جن مشائخ کی خانقاہوں میں ہمارا گزر ہوا وہاں ہم نے یہی اصول جاری دساری پایہ چنانچہ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری ہروی کی خانقاہ میں اشتغال کا حجرہ الگ ہے اور مریدوں اور معتقدوں کے جمع ہونے کے لیے ایک دوسری خانقاہ ہے۔

شعر

ز بہر خاص دارد بارگاہی
ز بہر عام دیگر خانقاہی
برائے خاص ہے درگاہ اکرام
بنی ہے خانقاہ اک ازپنے عام

اسی طرح شہر سمرقند میں خانقاہ خواجگان میں جداگانہ انتظام ہے۔

مرید اور مسترشد کی شرائط

شیخ و شیدوخت کی شرائط کی طرح مرید و مسترشد کے لیے بھی دس شرطیں ہیں۔

شرط اول | یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے اور خیر و شر سے جو کچھ اس کے دل پر وارد ہو شیخ کے حضور میں تمام و کمال پیش کر دے تاکہ شیخ اس کے احوال باطن سے کلی طور پر آگاہ ہو کر اس کی

استعداد کی حقیقت سے وقوف حاصل کرے۔ اس کے مناسب حال روش اختیار کرے۔ اور اس کے مزاج کے مطابق اس کے باطنی امراض کا علاج کر سکے۔

شرط دوم | دوسری شرط یہ ہے حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اپنے پیسے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے خواہ بحسب ظاہر وہ اس میں کوئی معلائی نہ دیکھتا ہو اس صورت میں جب وہ مضطرب ہو اور کوئی صورت اس کی تامل کی اس کے سمجھ میں نہ آتی ہو تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اس بات پر یقین کرے کہ طریقت میں اس بات سے زیادہ اور کوئی چیز مضر نہیں ہے۔ جتنا کہ اکابر پر اعتراض کرنا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا تدارک ممکن ہے مگر اعتراض کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ معترض ہرگز معذ نہیں ہے اس لیے کہ وہ حجاب جو اعتراض کے باعث پیدا ہو جاتا ہے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتا۔ اعتراض اتہائی نامبارک اور نامناسب ہے اور یہ فیض مرشد کے مقابل میں ایک دیوار (رکاوٹ) ہے۔ پس اسے طالب تجھے اس سخت مرض سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت قدوة الکیرا نے فرمایا کہ ارباب طریقت و اصحاب سلوک کے بعض افعال اگر حیرت بحسب ظاہر خلاف شریعت نظر آتے ہیں لیکن جس کی آنکھوں میں کشف و عیاں کا سرمہ لگا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ افعال بالکل درست اور صحیح ہیں۔ پس جبکہ ارباب بصیرت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ان حضرات سے ایسے افعال کا صدور (جو خلاف شریعت ہوں) ممکن ہی نہیں ہے۔ سو اُسے کسی وجہ خاص کے (جو بظاہر نظر نہیں آتی) اس لیے ان کی جانب انکار و اعتراض کی نظر سے نہ دیکھے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابوالخیر مینی سے ان کے اصحاب نے ایک دن گوشت کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں دن بازار لگے گا اس دن تم گوشت کھا سکو گے۔ جب مقررہ دن آیا تو خبر کی کہ ڈاکوؤں نے ایک قافلوں کو روک لیا ہے۔ اس خبر کو اُسے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ڈاکو آیا اور حضرت کی خدمت میں ایک گائے نذر کی۔ شیخ نے درویشوں سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کر لو اور گوشت پکالو۔ لیکن اس کا سراپی طرح رکھا رہنے دینا۔ اس کے بعد ایک دوسرا ڈاکو آیا اور گیسوں کی ایک بوری خدمت میں پیش کی شیخ نے حکم دیا کہ یہ گیسوں پیس کر روٹیاں پکالو۔ فقرا نے ویسا ہی کیا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو شیخ نے درویشوں سے فرمایا کھانا کھاؤ۔ اس جماعت میں کچھ فقہاء بھی موجود تھے ان کو یہ سب باتیں معلوم ہو چکی تھیں شیخ نے ان لوگوں کو بھی کھانے میں شرکت کے لیے بلایا لیکن وہ نہیں آئے۔ شیخ ابوالخیر نے فقراء سے فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ کہ فقہاء حرام مال نہیں کھاتے ہیں۔ جب تمام مرید کھانا کھا چکے تو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا اے حضرت میں نے ایک گائے آپ کی درگاہ کے درویشوں کے نذر کرنے کے لیے روانہ کی تھی راستہ میں ڈاکوؤں نے اسے چھین لیا۔ شیخ نے کہا اگر تم اس گائے کا سر دیکھ تو تو کیا پہچان لو گے اس نے کہا جی ہاں شیخ نے حکم دیا خادم گائے کا دہی سراٹھا لائے (جو شیخ کے حکم سے جو کھاتوں رکھ دیا گیا تھا)۔ اس شخص نے کہا کہ یہ میری ہی گائے کا سر ہے کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے حضرت میں آپ کی نذر کے لیے ایک بوری

گیہوں لایا تھا راستہ میں ڈاکرا سے لوٹ کرے گئے۔ حضرت نے گیہوں کی گرن طلب فرمائی اور اس کو دکھائی اس نے پہچان لیا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیروں کی نذر فقیروں کے پاس پہنچ گئی۔ جب فقہانے یہ مشاہدہ کیا تو فقیروں کے ساتھ کھانے میں نہ شریک ہونے پر بہت یثیمان ہوئے۔ اور شیخ کی عدم اطاعت سے گراہی میں گرفتار ہوئے۔

حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرات صوفیہ اور اصحاب طریقت اپنے ایمان ثابت سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنے آثار و احکام سے ان کو قوف حاصل ہو جاتا ہے اور ان آثار میں بعض احکام ذمہ موجود ہوتے ہیں تو بہت جلد ان افعال پر اقدام کرتے ہیں۔ تاکہ جلد ہی توبہ و استغفار کر رہیں۔ پس ان کے بعض افعال اسی قبیل سے ہوتے ہیں اور اکثر وہ افعال ظاہری اعتبار سے مذموم نظر آتے ہیں لیکن ان میں کسی نہ کسی کا فائدہ پنہاں ہوتا ہے۔ (پس اسی انادیت کی بناء پر ان کے صدور سے گریز نہیں کیا جاتا)

حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ | حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مولوی رومی قدس سرہ (مولانا جلال الدین رومی) نے اپنے فرزند سلطان ولد کو حضرت شمس

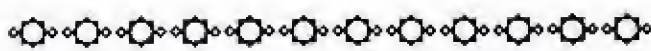
الدین (شمس تبریزی) کی خدمت میں دمشق بھیجا اور بہت سا سونا اور چاندی ان کو دیا اور ان سے کہا کہ جب حضرت شمس الدین کی خدمت میں پہنچو تو یہ مال و زر ان کے جوتوں میں ڈال دینا اور ان کے جوتوں کا رخ سرزمین روم (فونیہ) کی طرف کر دینا۔ مولانا نے سلطان ولد کو بتایا کہ جب تم دمشق پہنچو تو محلہ صالحیہ میں ایک مکان پیکر کے نام سے مشہور ہے وہاں جانا۔ وہاں مولانا شمس الدین تم کو ایک خوبصورت فرنگی لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوئے ملیں گے۔ ان کا شطرنج کا کھیل اس طرح ہو رہا ہوگا کہ جب مولانا بازی جیت لیتے ہیں تو وہ فرنگی زادہ سے سونا لیتے ہیں اور جب وہ فرنگی زادہ بازی جیت لیتا ہے تو وہ مولانا کے بھڑکا مارتا ہے! خبردار تم بیرنگ دیکھ کر کہیں ان کے منکر نہ ہو جانا وہ فرنگی پس اس گروہ صوفیہ کا ایک فرد ہے۔

رباعی

بچشم بد مکن ز نہار ز نہار	نہ دیکھو چشم بد سے ان کو ز نہار
نظر بر این ہمہ نیکان و ادار	نہ کرنا عادلوں نیکوں کا انکار
کہ افعال ہمہ خاصان بعامان	کہ عامی کی نظر میں فعل خاصاں
نماید عکس در چشمان انکار	نظر آتا ہے الٹا اور بے کار

لیکن وہ خود اپنے مقام سے بے خبر ہے حضرت مولانا شمس الدین قدس سرہ محض اس لئے اس کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہیں کہ اس کو اس کے مقام سے آشنا کر دیں۔

جب سلطان ولد دمشق پہنچا تو مولانا شمس الدین کو اسی محلہ شطرنج کھیلتے ہوئے پایا جس کی نشان دہی مولانا روم نے کی تھی جب سلطان ولد اور ان کے ہمراہی حضرت شمس کی خدمت میں پہنچے تو ان کے ہمراہیوں نے مولانا کے سامنے اظہار عزت و تعظیم کے لیے سر جھکایا اور ان سب پر رقت طاری ہو گئی۔ جب فرنگی زادہ نے یہ



کیفیت دیجی تب وہ سمجھایہ کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ وہ اپنی بے ادبیوں پر بہت شرمندہ ہوا۔ ٹوپی سر سے اتار کر رکھ دی۔ اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے پاس جو کچھ مال و دولت موجود تھا۔ اس نے چاہا کہ اسی وقت اس کو لے دے لیکن مولانا شمس الدین نے اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس کو حکم دیا کہ فرنگستان لوٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو راہِ حق دکھاؤ۔ اور خود اس جماعت کے قطب بن جاؤ۔

سلطان ولد نے جو کچھ زور و سیم لائے تھے مولانا شمس الدین کی جوتیوں میں ڈال دیا اور ان کا رنج روم کی طرف کر دیا پھر مولانا سے تمام ارادتمندوں کے ساتھ روم تشریف لے جانے کی استدعا کی۔ مولانا نے ان کی گزارش قبول کر لی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سلطان ولد اور دوسرے ہمراہی (ان کی رکاب میں روانہ ہوئے) مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ اسے بہادر الدین تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے سر جھکا کر جواب دیا بادشاہ بھی سوار ہوا اور غلام بھی سوار ہو۔

شعر

نزیب بندہ را در خدمت شاہ نہیں ہے شاہ کے ہوتے یہ زیبا
کہ بر نشیند براہی اندرین راہ کہ بیٹھے گھوڑے پہ ہمراہ بندہ

یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ الغرض دمشق سے قریب تکسہ بہادر الدین (سلطان ولد) اسی طرح پیادہ پا ان کی رکاب کے ساتھ ساتھ آئے۔ جب حضرت شمس الدین قریہ میں پہنچے تو انہوں نے سلطان ولد کی خدمات کا مولانا روم سے تذکرہ کیا اور سوار ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ انہوں نے جواب دیا تھا وہ بھی مولانا روم کو سنایا اور ان کے جواب پر بہت مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ سرادر سیر، سرتو میں نے مولانا کے خلوص اور محبت کی راہ میں جدا کیا۔ اور سر سلطان ولد کو بخش دیا۔ اگر بہادر الدین کو غرور و جبر بھی میسر آجاتی اور وہ اس راہ (طریقت) میں وہ تمام عمر صرف کر دیتے تو ان کو وہ آتش محبت تیسرہ آتی جو اس سفر میں نے ان کو عطا کر دی ہے۔ امید ہے کہ تم سے بھی بہت سے حصے پائیں گے۔

مسند عالی سیف خان کا بیان ہے کہ جب حضرت قدوة الکبرا سے میری عقیدت بہت بڑھ گئی اور از روئے اطاعت و صدق ارادت میرا دل اس بات پر آمادہ ہوا تو میں نے یہ پختہ ارادہ کہ لیا کہ علائقِ روڑگار اور علائقِ دنیل سے کنارہ کشی اختیار کر لوں۔ جزوی اور کلی طور پر تجرید (تنہائی اور خلوت گزینی) کو اپنا شعار بنادوں لیکن حضرت اس کو نہیں مانتے تھے کہ جس حال میں ہوں اس سے کچھ نکلوں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بعض طالبانِ طریقت کو قرب کے شرف سے مشرف فرمایا ہے ان کے لئے لوگوں کی کثرت سے ملاقات اور عوام کا اذحام توجہ باطنی کے لئے مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ
لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۝

وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

۱۸ النور ۳۷

وہ اپنے معمولات سے ذرا سی دیر کے لئے غافل نہیں ہوتے پس دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہو چونکہ آپ کے دیدار اور شرفِ ملاقات سے ہر روز میری عقیدت میں ایک اور دس کی نسبت سے اضافہ ہو رہا تھا۔ ایک روز حضرت نے محض میرے استثنائی عقیدت کے لیے رات کے وقت مجھے اپنے خرگاہ میں طلب فرمایا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حسین و جمیل عورت کہ چشم زمانہ نے جس کی مثال نہیں دیکھی اور لوگوں کے کانوں نے اس کی طرح کا حسن نہیں سنا اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ چینی کی صراحی اور حلبی پیالہ قریب رکھا ہے اور کھانے کی وہ تمام چیزیں جو ایسے موقع پر ہوتی ہیں موجود ہیں۔ میں کچھ دیر خدمت گرامی میں بیٹھا رہا پھر مجھے حکم دیا کہ باہر جاؤ اس واقعہ کے بعد بھی میں حسبِ معمول آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ آپ نے میری ارادت کو ملاحظہ فرمایا اور جان لیا کہ میں سے سو گنا زیادہ ہے اس واقعہ کو کچھ مدت جب گزر گئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ہم نے ایسا عظیم گناہ کیا جو تمہارے مشاہدہ سے گزرا لیکن اس گناہ کا وجود تمہارے اعتقاد اور ارادت میں کچھ خلل پیدا نہیں ہوا۔ تعجب کی بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے محمد۔ اے میرے آقا۔ بندہ کو اس سے کیا سودکار کہ وہ بزرگوں کے معاملہ میں پڑے۔ ہاں۔ میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورت کوئی جتنی تھقی کسی دوسرے کی بیوی یا کوئی عورت نہیں تھی۔ اور وہ شراب کوئی خانہ ساز شربت تھا اور اگر یہ نہ بھی ہو تو عصمت شرط انبیاء ہے (ان سے گناہ مرتز و نہین ہوتا) اولیاء کے لیے عصمت شرط نہیں ہے۔ جب آپ نے میرا یہ جواب سنا تو فرمایا تو ارشاد کیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہارا نام اولیاء کے درجے میں درج کیا جائے

شرط سوم | شرط سوم مرید کے لیے یہ ہے کہ شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اپنی اس طلب سے باز نہ آئے خواہ تمام دنیا کی تلواریں اس کے سر پہ کھینچی ہوں

رہ اپنے طلب سے باز نہ آئے) بیت

عاشق ثابت قدم آئیں بود در کوئی دوست عاشق ثابت قدم بس رہے کوئے در دست میں
رونگہ داند اگر شمشیر بار در سرش منہ نہ پھیرے سر پہ اس کی گو کہ بے تیر و تیغ

حضرت مولانا قطب الدین دشتی سے روایت ہے کہ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب طالب صادق و مرید عاشق اللہ تعالیٰ کی ہدایت و عنایت سے شیخ کے حضور میں باریاب ہو تو اس کو اس بارے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہیے کہ شیخ میں اقتدائیت کی صلاحیت ہے یا نہیں اس لئے کہ بہت سے طالبان راہ حقیقت اس منزل میں ہلاک ہوئے ہیں۔ اس موقع پر حضرت درہم نے عرض کیا کہ مشائخ کی معرفت اس وقت تک جب تک کسی کی آنکھ کو نورِ عرفان سے روشن نہ کیا ہو کسی طرح جاہل ہو سکتی ہے اور مقتدی تو اس معاملہ میں بالکل ہی گمراہ اور نابالغ ہوتا ہے۔ حضرت قدوة الکبر نے جواب میں فرمایا کہ رسالہ ”ملکیہ“ میں فرمایا گیا ہے ”یُعرف ذالک بلعنوان الناس ومن احوال الجماعت الذین یعتقدون ویجبونہ“ اس کی شناخت دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے حالات سے کی جاسکتی ہے جو اس شیخ کی پیروی ہے۔ اور ان لوگوں سے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو اس کام میں مشغول ہیں معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اقتدائیت

کی بعض معلومات اور ولایت کی بعض نشانیاں سابقہ اوراق میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ ایک اور مقررہ کسوٹی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم اس شیخ کے حضور میں پہنچو تمہارا دل حق کی طرف کھینچنا چاہئے اور تمہارا دل تعلقاتِ زمانہ سے ٹھنڈا ہو کر رہ جائے اور ایسا شیخ صاحبانِ بصیرت کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتا۔
 مشک غماز ست نمواند نہفتن بوئی را

مشک خود غماز ہے بو کو چھپانا ہے محال

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ایسے شخص کی جو قدر و قیمت میں کبریتِ سرخ کی طرح ہے اور غفلتِ مغرب کی طرح ناپید ہے اگر خوش قسمتی سے صحبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے اور اپنے دل میں اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ اس کے لیے سوائے اس ذاتِ گرانی کے کوئی اور شیخ نہیں ہے اور خدا تک سوا اس کے کوئی اور شیخ نہیں ہے۔ اس کا نام توحیدِ مطلب ہے اور بے شک یہ ایک رکنِ عظیم ہے اکثر مریدوں سے اس راہ میں غلطی مرزد ہوئی ہے اور اس ایک غلطی کے باعث وہ طریقِ الہی سے کٹ گئے اس وجہ سے کہ وہ مشائخ کے معاملہ میں تذبذب میں پڑ گئے اور ہر ایک طریقہ سے انہوں نے چاشنی کا ذائقہ چکھا اور اس طرح وہ پریشانی اور تشویش کا شکار ہو گئے۔

اس موقع پر شیخ کبیر نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت توحیدِ مطلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ توحیدِ مطلب سے یہ مراد ہے کہ طالبِ تحقیق یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ مطلب تک سوائے اس شیخ کے ذریعہ کے پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ یقیناً جو اس سلسلہ میں تشویش اور تذبذب کا شکار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس وادی میں اس کو ہلاک کرے۔ پس جس طرح کہ حق تعالیٰ واحد ہے قبلہ واحد ہے اسی طرح سزاوارِ یہی ہے کہ مطلب بھی واحد ہو تاکہ شیطان اس میں تصرف نہ کرے۔ اسی طرح اس کا نفس بھی اس معاملہ میں اس کو پریشان اور عاجز نہ کرے۔ پس یہی سزاوار ہے کہ مرید صادق اور مخلص ہو اور اس راہ میں صدق پس یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں پوشیدہ طریقہ پر اور ظاہری طور پر مستقیم و ثابت قدم رہے اور تمام اطوار کے ساتھ طالبِ پروردگار رہے۔ یعنی بدن کے ساتھ، نفس کے ساتھ، قلب کے ساتھ، عقل کے ساتھ، اپنے سر کے ساتھ اور اپنی روح کے ساتھ اور اخلاص یہ ہے کہ اس کی تمام حرکات و سکنات، قیام، قعود اور دوسرے تعلقات (تبدیلیوں) افعال و اقوال صرف خدا کے لیے ہوں۔

حضرت قدوة الکبرا نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے تھے کہ بعض لوگوں سے خطاب کرنے میں یہ فرماتے رہے ہیں کہ تواضع اور نیاز مندی اختیار کرو اور خود کو ایسا بنا لو کہ اگر اعتقاد صادق کے ساتھ تم کسی سنگِ سیاہ کی طرف توجہ کرو تب بھی اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ اور مطلب سے بہرہ مند بنو۔ اگر نیاز مندی سے خالی اور عاری ہو گئے اور اس صورت میں کسی پیغمبر کی صحبت بھی تم کو میسر ہو مگر مقصود حاصل نہ ہو گا نہ کسی کا فیضان ہو گا۔

شعر

صدق و نیانہ باید تدبیر این سفر را ہے اس سفر کا سامان صدق و نیاز زیبا
زاہد ترانہ بلغم یک زہد آن دوائی زاہد نہیں سمجھتا تجھ کو میں ایک ذرہ

حضرت قدوة الکبرا نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عابد ایک دیرانہ کے گوشہ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور یہاں مجاہدہ میں اپنے شب و روز بسر کرتے تھے، صرف جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جامع مسجد میں آتے تھے نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر اسی دیرانہ میں لوٹ جاتے باقی نمازیں وہیں ادا کرتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی جب شہر کے اکابر اور دوسرے بزرگوں کو ان کے اس حال سے آگاہی ہوئی تو ان کے دلوں میں ان کی صحبت کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ ان سے ان کے احوال کے بارے میں ہر چند لوگوں نے دریافت کیا لیکن انہوں نے کچھ نہیں بتلایا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے ایک دن ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ جب تک اپنا حال نہیں بتلائیں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑ دوں گا۔ مجبوراً عابد کو بولنا پڑا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔ آپ کے مرشد کون ہیں؟ انہوں نے کہا میرا نام عبد الصمدی ہے میں تو کل کے گوشہ میں رہتا ہوں۔ میرے شیخ بھی اسی زاویہ میں مقیم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ازراہ عنایت اپنے شیخ سے ہم لوگوں کو بھی ملو ایسے تاکہ جس طرح آپ سے شرف اندوز دیدار ہو سکے ہیں ان سے بھی شرف اندوز ہو سکیں عابد نے جواب دیا کہ حضرت مرشد معذری میں اور چلنے پھرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ دوسرے جمعہ کو (نماز سے فراغت کے بعد) اگر تمہارا دل ملاقات کو چاہے تو میرے ساتھ چلنا۔ اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے کو رخصت کیا اور عابدیرانے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان عابد کا کوئی شیخ یا مرشد تو تھا نہیں۔ یہ بہت ہی حیران دہ پریشان تھے کہ آئندہ جمعہ لوگوں کو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ اسی فکر میں تھے کہ خود سے غافل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب جن کی زورانی دائرہ جی تھی فرماتے ہیں کہ کل جو تیرا دامن پکڑے وہی تیرا پیر ہے۔ یہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو بہت ہی خوش تھے۔ جب صبح ہوئی یہ باہر نکلے تو ان کا دامن ایک پردے کے کانٹے سے الجھ گیا (کانٹے نے دامن پکڑ لیا) انہوں نے کہا کہ بس یہی میرا پیر ہے۔ اس نے میرا دامن پکڑا ہے۔ یہ اس کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح اس کے سامنے سر جھکایا کہ جس طرح پیروں کے سامنے تعظیماً سر جھکاتے ہیں اور جس طرح پیروں کی خدمت میں رہتے ہیں یہ بھی اس خاوندِ نالچہ کے سامنے آنے جانے لگے۔ لیکن شرم کے مارے کافی مدت تک شہر نہیں گئے۔ آخر کار ان کے دل میں آیا کہ شہر چلنا چاہیے اگر اس شخص نے میرے پیر کے بارے میں دریافت کیا تو میں ساری حقیقت اس سے بیان کر دوں گا اور اپنے اس دورِ خیمہ پن کے چہرہ سے نقاب الٹ دوں گا۔ یہ خیال کر کے جب یہ شہر میں پہنچے اور جمعہ کی نماز ادا کی تو لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور معذرت کرنے لگے کہ شاید آپ ہمارے اس دن کے استفسار سے ناراض ہو گئے (اور آناً تذکرہ کر دیا) انہوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں میرے نہ آنے کا۔ سب کچھ اور تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے پیر سے تمہاری

ملاقات کر اڑوں گا (اور کریم وہ ہے جو وعدہ پورا کرے) اب اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ عابد نے کہا بہت خوب آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ ایک جم غفیر ان کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا۔ ادھر یہ عابد اس نکر میں غلطان و پیچان راستہ طے کر رہے تھے کہ جب میں تباؤں لگا کر میں ”خار“ کا مرید ہوں تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے لیکن جب یہ اس کانٹے والے پردے کے پاس پہنچے (جس سے ان کا دامن الجھ گیا تھا) تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پردے کے قریب ایک بہت ہی عجیب و غریب فرش بچھا ہوا ہے اور اس فرش پر ایک عمر رسیدہ شخص جن کی دائرہ سیف ہے تشریف رکھتے ہیں۔ اس بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ میں مخلوق میں رسوائی سے بچ گیا۔ عابد نے ساتھ آنے والے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ ہیں میرے پیر و مرشد۔ ان کی قدم بوسی کرو۔ وہ لوگ بڑی نیاز و نیاز کے ساتھ ان شیخ سے ملے اور بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھ رہے۔ کچھ دیر تصرف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی آخر کار انہوں نے فرمایا کہ آئندہ آپ لوگ مجھ سے نہ مل سکیں گے۔ اس کے بعد جس کسی کے دل میں میری ملاقات کا شوق اور مجھ سے ارادت و عقیدت کا جذبہ پیدا ہو وہ میرے اسی خلیفہ اور مرید (جس کا نام عبد الصمد ہے) کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائے۔ ہر ایک نے یہ بات قبول کر لی۔ اور پھر یہ لوگ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ چلے گئے اور اس متمثل صورت نے بھی جانے کا ارادہ کیا تو عبد الصمد نے اس کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنا تمام ماجر اس سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو تمہارے صدق ہی کی صورت ہوں حق تعالیٰ نے تمہارے کثود کار کے لیے یہ سامان ہیا فرما دیا تھا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو بے فکر ہو کر جس کام میں مشغول رہتے ہو اس میں مشغول رہو۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا ارشاد | حضرت قدوة الکبر نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ آپ فرماتے تھے

کسی ایک جگہ (ایک پیر) سے اپنا تعلق استوار رکھنا اور اس پر استقامت دکھانا اعلیٰ مرادوں کے حصول کا ذریعہ ہے اور ایک ہی پیر سے مستقل تعلق رکھنا بلند مقامات پر پہنچنے کا ذریعہ نہ یہ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں ہے بلکہ ہر جگہ تو اس پرندہ کی طرح ہے جو یہاں سے اڑا وہاں جا بیٹھا راہ طلب میں، مذہب اور بزرگان طریقت نے کچھ اور بے قرار ہر جگہ کا فخر الخیر نام رکھا ہے، اس ہر جگہ سے سوائے تفسیع اوقات کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پیر کے تمام افعال کو محبوب رکھے (پسند کرے) اور اس کے کسی کام کو مکروہ یا ناپسند نہ جانے۔ مرشد کے تمام افعال اس کی محبت کے سبب سے مرید کو محبوب ہونا چاہیے۔ اگر اتفاق سے پیر سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو اس کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچے اور اس امر میں غور کرے کہ اس میں بھی کوئی ایسی حکمت ہوگی جو میرے احاطہ علم سے باہر ہے تاکہ ایسا ناروا خیال اس کو فیضیابی میں سدِ راہ نہ بن جائے۔ مرید کی ارادت شیخ کے ساتھ ایسی ہونا چاہیے کہ وہ اپنے شیخ کو تمام لوگوں سے

ہنر سمجھے۔ اور سب سے زیادہ دوست رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے زیادہ وہ اس کو محبوب ہو جیسا کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

لا یکمل ایمان المرء حتی
اکون احب الیہ من نفسه
کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک وہ
اپنی جان اولاد اور مال سے زیادہ مجھے
محبوب نہ رکھے۔

حضرت قنوقۃ الکبرا حضرت مخدومی کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان کا ارشاد ہے کہ مرید اپنے پیر کو کامل اور
نقصان و زوال سے پاک و منزہ جانے اور مقصود کو زمین اور وجود دارین اسی سے حاصل کرے۔

قطرہ

زہرِ کام خود اسی کام پیکر
ندارم در جہان جز پیر دیگر
ہمارا مدعا ہے پیر کا در
نہیں رکھتا جہاں میں دوسرا گھر
زہرِ حایان کعبہ راہ
برائے حایان کعبہ راہ
نہا شد قبلہ جز پیر خوشتر
نہیں قبلہ سوائے پیر خوشتر

شرط چہارم مرید کے لیے یہ ہے کہ ہر معاملہ اور سر بات میں شیخ کی اقتدا نہ کرے جب تک شیخ
اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں شیخ نے اپنے مقام کے اعتبار سے
اپنے لیے گوارا اور پسند کر لی ہوں اور وہ مرید کی نسبت اس کے مقام اور اس کے خاص مشرب کے لحاظ سے اس
کے لیے نہ ہر قابل ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

تو صاحب نفسی اسی غافل میان خاک و خون مغرور
کہ صاحبِ نعل اگر زہری خورد آن انگبین باشد
تو صاحب نفس ہے غافل میان خاک و خون کھالے
کہ صاحبِ نعل جو کھلے زہر بھی وہ انگبین ہوئے

اس لیے شیخ کی نقل مرید کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ شغل ہو یا مراقبہ یا اس طرح کے دوسرے احوال۔ جب تک
شیخ کا حکم نہ ہو۔ ایسے کام نہ کرے۔ خواہ وہ نقلی غمانہ ہی کیوں نہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرید گفتگو میں، چلنے
پھرنے میں اور کھانے اور سونے میں بھی شیخ کی تقلید نہ کرے۔ جب تک اس سلسلہ میں پیر حکم نہ دے
حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک ضعیف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں
حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے اس بیٹے کو آپ سے
بہت تعلق خاطر ہے۔ میں نے اپنے حقوق سے اس کو آزاد کر دیا ہے آپ اس کی خدمت میں قبول فرمائیں۔ حضرت غوث
الثقلین رضی اللہ عنہ نے رضائے الہی کے لیے اس کو اپنی خدمت میں قبول فرمایا اور اس کے لیے ریاضت و عبادہ
فرمادیا۔ چند روز کے بعد وہ ضعیف اپنے بیٹے سے ملنے آئی۔ چونکہ اس کی غذا صرف جو کی روٹی تھی اور عبادت و
ریاضت کے لیے راتوں کو جاگ بھی ہوتا تھا۔ اس لیے وہ بہت لاغر ہو گیا تھا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

بیٹے سے مل کر وہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طبق رکھا ہے اور اس میں مرغوں کی بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں جو ابھی ابھی حضرت شیخ نے تناول فرمایا تھا۔ عجزہ نے شیخ قدس سرہ سے کہا کہ اسے میرے سردار آپ خود تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کہ روٹی کھاتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا

ثم يا ذن الله الذي يصي العظام و هي اس خدا کے حکم سے اٹھ ہو جو سیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سارے مرغ زندہ ہو گئے اور بانگ دینے لگے اس وقت شیخ نے اس ضیفہ سے کہا کہ جب تمہارا بیٹا ایسا بن جائے گا (اس مرتبہ پہنچ جائے گا) تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔

مبندی مرید ایک بیمار کی طرح ہے | حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ مبتدی مرید اور طالب مقتدی ایک پیچھے بیمار کی طرح اور شیخ منتہی اور مقتدا ایک تندرست شخص کی مانند ہے۔ اور بہ نسبت ایک تندرست شخص کے ایک بیمار کو نقصان پہنچانے والی غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے۔ اور تندرست کو بہرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پس شیخ و مرید کے حال کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔ بعض ایسی غذا ہیں اور ماکولات ہیں کہ صحیح البدن شخص ان کو ہضم کر سکتا ہے۔ لیکن بیمار شخص ان کو کھالے تو یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

قطعه

صاحب دل را ندارد آن زیان	صاحب دل کا نہیں اس سے زیان
کہ خورد او زہر قاتل را عیان	زہر قاتل بھی اگر کھالے عیاں
ز انحر صحت یافت از بہر ہیز رست	کیوں کرے پرہیز صحت پاگیا
طالب مسکین میان تب درست	اور طالب تو ہے تب میں مبتلا

پس جانین کے اطوار اور طریقین کے اسرار کا اندازہ اسی سے کر لینا چاہیے کہ بعض اسرار و احوال شیخ کے لیے دوسرے ہیں اور بہت اذکار و اشتغال مرید کے لیے دوسرے ہیں۔ پس اس صورت میں مرید کو بعض افعال سے روکنا شیخ کا عین کرم ہے۔ جس طرح ایک حکیم حادثی مرض کی تشخیص کرتا ہے اور مرض پیدا کرنے والے مادہ کا ادراک کر لیتا ہے تو مضر غذاؤں سے اس کو روک دیتا ہے۔ تاکہ اس کے مرض میں اضافہ نہ ہو وہ جو کچھ کرنا ہے از روئے غایت و شفقت کرتا ہے۔ اس کو بیمار سے عداوت تو نہیں ہوتی کہ غذاؤں سے منع کر دیتا ہے۔ شیخ کے سلسلہ میں شفقت اور انادیت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شرط پنجم | مرید کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے کلام و حکم کے ظاہر معنی پر ٹھہرا ہے اور ہرگز اس کی تاویل نہ کرے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے صدق عقیدت کے بموجب اس کے درجات میں

ترقی کا اشارہ فرماتے اور فہم و فائق میں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمادے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرید حضرت شیخ میں مصروفِ عمل تھا۔ شیخ نے میزیم کشی (کڑیاں کاٹ کر لانے) کی خدمت اس کے سپرد تھی۔ چنانچہ وہ ہر روز کڑیاں جنگل سے لایا کرتا تھا۔ اور جس حکم شیخ حکم دیتے وہاں ان کڑیوں کو ڈال دیتا تھا۔ یا اگر کسی کو دے دینے کا حکم ہوتا اس کو دے دیتا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ حقائقِ معرفت کے بیان میں مصروف تھے اور اصحابِ طریقت ان جو اسرارِ معارف و حقائق کے سننے میں محو تھے کہ اس حال میں وہی مرید کڑیوں کا گٹھالے کر حاضر ہوا اور معمول کے مطابق دریافت کیا کہ ان کڑیوں کو ڈال دوں؟ درجہ عرض کیا شیخ نے اس کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی کیونکہ وہ حقائق کے بیان میں بالکل از خود رفتہ ہو رہے تھے جب اس نے دوبارہ دریافت کیا کہ میں کڑیاں لے آیا ہوں۔ اب کیا کروں؟ شیخ نے ناراض ہو کر کہا کہ کتنی بار مجھ سے پوچھ گچھ کا جا آگ میں جا کر بیٹھ جا۔ مرید بہت ہی پر خلوص اور سلیم القلب تھا۔ شیخ کے اس حکم کے بموجب (شیخ کے ارشاد پر تامل کیے بغیر) تنور میں جو خوب گرم تھا چلا گیا۔ اس واقعہ کو کافی دیر گزر گئی۔ تب شیخ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ میزیم کش مرید تنور میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ شیخ جلدی سے اٹھے اور اس کو آگ سے باہر نکالا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا ایک بال بھی آگ سے نہیں جلا تھا۔ اور حضرت خلیل اللہ کی طرح آگ اس پر گزرا بن گئی تھی۔

شعر

با یاد او در آتش سوزندہ شد خلیل لیکر کے یاد اس کی گئے آگ میں خلیل
آتش زباب چشمہ آب زلال شد آگ ایک نہر و چشمہ آب رواں ہوئی

شرط ششم

شرط ششم مرید کے لیے یہ ہے کہ وہ شیخ کے اشارات اور احکامِ ظاہری کو بجالائے دان پر (بھروسہ کرے) اور تعمیل میں جلدی کرے خواہ وہ اس اشارت کے معنی سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تعمیل غایت مقصود اور مقامِ حصول کی نہایت ہے داسی سے منزل مقصود نصیب ہوتی ہے) حضرت قدوة الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کا حکم بجالانے میں مرید کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے حضرت شمس تبریزی کا حکم بجالانے میں اختیار کیا تھا کہ انہوں نے تو خلافِ شریعت احکام کی بجا آوری میں اس حد تک عمل کیا، موافقِ شرع احکام کی اطاعت کے سلسلہ میں ترکہا ہی کیا ہے۔ (تامل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) جب تک مرید کا عقیدہ اس حد تک اور اس مرتبہ تک نہیں پہنچے گا۔ (جس حد تک مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کی اطاعت کی) اس وقت تک اس کو اس راہ میں ترقی نہیں نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ حضرت مولانا روم کی فرمانبرداری حضرت خواجہ میں اور جو واقعہ ان میں گزرا آج کل لوگ ایک دوسرے کے خلاف بیان کرتے ہیں ازراہ غنایت اس سلسلہ میں جو کچھ حقیقت ہے اس سے مرزا فرمائیں۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا ان دونوں واقعات کے سلسلہ میں دو قسم کی روایتیں ہیں اور وہی لوگ بیان

کرتے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان ولد (فرزند گرامی حضرت مولانا رومی) سے اس سلسلہ میں تحقیق کی تھی وہ میں بیان کرتا ہوں بلکہ میں اس یگانہ روزگار ہستی (شمس تبریزی) کے آغاز حال و ابتدائے کار سے اس سلسلہ بیان کو شروع کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ سلطان ولد فرماتے تھے حضرت خلاصہ اوداح و اشباہ و سراپہ شیخ و شمعون مصباح شمس الدین محمود نے اپنے ابتدائے کار اور آغاز حال کے سلسلہ میں خود اس طرح فرمایا ہے کہ:

”میں مکتب میں تھا کہ ابھی قریب بہ بلوغ نہیں ہوا تھا چالیس چالیس دن تک مجھے سیرت محمدی کے عشق میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوتی اور اگر کھانے پینے کے لئے کہتے تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا۔“

حضرت شمس الدین محمود (شمس تبریزی) شیخ البرکبر سید باغ تبریزی کے مرید تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سجانبی کے مرید تھے جن کے مرید شیخ اودھ الدین کرمانی بھی تھے۔ بعض رگوں کا خیال ہے کہ حضرت شمس تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مرید تھے۔ حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ شاید آپ نے ان تمام اکابر کی صحبت سے فیض پایا ہے اور تربیت حاصل کی ہے۔ ہر حال آپ اپنے احوال کے آخری مرحلہ میں ہمیشہ غریب رہتے تھے اور سیانہ مند پہنتے تھے، آپ جس شہر میں پہنچتے وہاں آپ کا قیام کارواں سرائے میں ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ بغداد میں پہنچے تو آپ کی ملاقات شیخ اودھ الدین کرمانی قدس سرہ سے ہوئی، آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کس کام میں مصروف ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کا پانی کے طشت میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ شمس تبریزی نے فرمایا اگر تمہاری گردن میں دہن (پھوڑا) نہیں نکلا ہے تو اس کو آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں مولانا شمس الدین بابا کمال خجندی کی صحبت میں رہتے تھے تو اس وقت وہاں شیخ فخر الدین عراقی بھی حضرت شیخ ہاؤا فرین زکریا عساقی قدس سرہ کے حکم کے بموجب مقیم تھے ان کی صحبت میں شیخ فخر الدین عراقی کو جو فتوح اور کشف حاصل ہوتا وہ اس کو نشر و نظم کے لباس سے آراستہ کر دیتے تھے۔ اور بابا کمال خجندی کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ لیکن شیخ شمس الدین قدس سرہ سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بابا کمال نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند شمس الدین وہ اسرار و محارف جو فرزند عزیز فخر الدین عراقی پر منکشف ہوتے ہیں تم پر منکشف نہیں ہوتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سے کچھ زیادہ ہی مجھ پر منکشف ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہوں نے بعض معطلیات کو اپنا لیا ہے وہ اپنی واردات و معارف کو بہت عمدہ طریقہ سے عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ مجھ میں ایسی لیاقت موجود نہیں ہے۔ یہ سن کر بابا کمال خجندی نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو ایک ایسا صاحب عطا فرمائے گا جو اولین و آخرین کے معارف کو تمہارے نام سے پیش کرے گا اور

۱۔ شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہ کی نشر میں بلند پایہ کتاب، لمعات، موجود ہے جس کی شرح حضرت جانی نے اشعۃ اللغات کے نام سے لکھی ہے۔ آپ کا دیوان غزلیات یعنی دیوان عراقی موجود ہے۔

حکمت و معرفت کے چشتے اس کی زبان سے جاری ہوں گے اور وہ ان کو حرف و صورت کے لباس میں پیش کرے گا۔
لباس کی وضع تمہارے نام سے مشہور ہوگی۔

مشہور ہے کہ مولانا شمس الدین (تبریزی) ^{۶۴۲} ھ میں قونیہ تشریف لے گئے۔ اور شکر دیران کی مرلے میں قیام کیا۔ اس زمانہ میں مولانا رومی درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز مولانا رومی فاضل شاگردوں کے ساتھ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ چند کتا ہیں آپ کے پاس رکھی تھیں اس مجلس درس و تدریس میں مولانا شمس الدین بھی پہنچ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ کون سی کتا ہیں ہیں۔ مولانا رومی نے جواب دیا کہ اس کو قبل و قال کہتے ہیں اس کو تم کیا جانو۔ مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھا کر وہ کتا ہیں اٹھالیں اور سب حوض میں ڈال دیں۔ مولانا رومی سخت پریشان ہوئے۔ اور فرمایا۔ ہائے ہائے درویش! یہ تم نے کیا کیا؟ ان میں بعض کتا ہیں میرے والد محترم کی تصانیف تھیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک کتاب نکال کر ان کو دے دی کسی کتاب پر بھی پانی کا اثر نہیں ہوا تھا۔ کوئی کتاب تر نہیں ہوئی تھی۔ مولانا رومی نے ان سے کہا کہ اے درویش! یہ کیا راز ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ ذوق و حال ہے تم اسے کیا جانو! یہ اسرار دیکھ کر مولانا بہت حیران ہوئے ان کے دل میں ان کی خدمت میں رہنے کا جذبہ پیدا ہوا اور زہدیت یہاں تک پہنچی کہ مولانا رومی نے سب کچھ ترک کر دیا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک روز یہ دونوں حضرات خلوت میں بیٹھے تھے کہ مولانا شمس تبریزی نے کہا کہ کسی شاہد (معشوق) کو لاؤ مولانا رومی اٹھ کر گئے اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور کہا شاہد حاضر ہے۔ شمس تبریزی نے کہا کہ یہ تو میری بہن ہے۔ کسی نانہین پسر کو لاؤ۔ مولانا رومی نے اسی وقت اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ تو میرا فرزند ہے۔ اچھا یہ چھوڑو۔ اس وقت اگر تھوڑی سی شراب ل جائے تو لاؤ کہ پیئے کو جی چاہتا ہے۔ مولانا رومی باہر آئے اور بیویوں کے محلہ سے شراب کا ایک گھڑا (صراحی) بھرا کر خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت شمس تبریزی نے فرمایا اے جلال الدین! ہم تمہاری اطاعت اور حین عقیقت کا امتحان لے رہے تھے اور اس میں تم کو کامل پایا جس قدر بیان کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ طاعت تم میں موجود ہے اس کے بعد مولانا رومی کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئے اور تین ماہ تک مسلسل خلوت میں رات دن صوم وصال (لگاتار روزے) سے رہے اور کسی وقت بھی باہر نہ نکلے۔ نہ کسی شخص کی مجال تھی کہ ان کی خلوت میں داخل ہو سکے۔ حضرت قدوۃ الکبلا نے فرمایا کہ سلطان ولد سے جو کچھ میں نے سنا تھا وہ بس ہی تھا۔

بعض لوگ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کی تقریب اور موقع اس کے علاوہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک

۱۰ دیوان شمس تبریزی اس پیش گوئی کا مصداق ہے کہ کلام حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور دیوان شمس تبریزی کا کہلاتا ہے (مترجم)۔

رفد مولانا رومی درس سے فارغ ہو کر شاگردوں کے ساتھ شکرِ یزان کی سرسے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت شمس تبریزی آپ کے سامنے آئے اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے امام المسلمین بایزید بسطامی زیادہ بزرگ ہیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جلال الدین رومی کا بیان ہے کہ اس سوال کی ہیبت سے مجھے ایسا صدم ہوا کہ جیسے ساتوں آسمان شق ہو کر زمین پر گر پڑے ہیں اور میرے باطن سے ایک آگ بلند ہوئی جو میرے دماغ تک جا پہنچی اور دھواں ساقی عرش تک جا پہنچا ہے۔ پھر میں سنبھل گیا اور میں نے ان کو جواب دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ماعز فناد حق محض فنادک : یا اللہ العالمین۔ میں تجھے اتنا نہ پہچان سکا جتنا تیری معرفت کا حق تھا۔ اور بایزید بسطامی پکار اٹھے سبحانی ما اعظم شأنی میں سبحان ہوں اور میری شان کس قدر بلند ہے۔

دانا سلطان السلاطین اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بایزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ پانی ہی سے ختم ہو گئی اور وہ سیرانی کا دعویٰ کر بیٹھے اور ان کے ادراک کا کوزہ پُر ہو گیا۔ روشنی اسی قدر اندر داخل ہوتی ہے جتنی روزن میں وسعت ہوتی ہے۔ لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس عظیم تھی اور یہ پیاس لمحہ بہ لمحہ بڑھتی رہی آپ کا سینہ مبارک اَللّٰہُ شَشَّاحٌ لَّکَ صَدَّاکٌ لَّکَ کِتَابُکَ کے ساتھ کشادہ ہوا۔ تَحْمِلُکَ اللّٰہُ وَاَسْعٰی کے بقدر اس کو وسعت بخشی گئی لہذا آپ تشنگی کا اظہار فرماتے رہے (آپ سیراب نہ ہوئے) اور ہر روز آپ زیادتی قرب کی استدعا فرماتے رہے۔ پس بایزید بسطامی کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟! یہ جواب سنتے ہی مولانا شمس الدین نے ایک نعرہ مارا اور گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت مولانا رومی گھوڑے سے اتر پڑے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ شمس تبریزی کو اٹھا کر مولانا رومی کے مدرسہ میں لے جائیں جب وہ ہوش میں آئے تو ان کا سر مولانا رومی کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت شمس تبریزی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پھر وہاں ان کو کچھ ملاوہ محتاج بیان نہیں۔

فشرط ہفتم یہ ہے کہ خود کو سب سے کم تر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے نہ کسی کا اپنے اور حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور عقیدہ رکھے کہ دو جہاں میں حق سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے پر کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے تاکہ اس مقام پر پہنچنے جہاں مظاہر کی دیوار اس کی بصیرت سے بالکل ہٹا دی جائے خلیل کی طرح اپنے سے بھی کہے کہ

رَبِّیْ وَ جَہَّتْ وَ جَہَّتْ لِلَّذِیْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ ذَاکَ وَ هُوَ حَقِیْقًا
وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ ۱۰۰

بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف
کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا
اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

۱۰۰ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کر دیا۔ پتہ سورہ نشر ۱

۱۰۱ اور اللہ کا زمین و سب سے ذرا ہے۔ ۱۰۲ پتہ سورہ زمر ۱۰۱ پتہ الانعام ۷۹

حضرت قدوة الکبر افرماتے تھے منقول ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر تربیت کے بارے میں بطور نبی کے ہے پیر اپنی قوم میں نمونہ نبی کا ہے اپنی امت میں ہے

شعر

ایک کئی فسق نبی از ولی کہ نہ بیان فرق نبی و ولی
ہر دو بجی دان و رہا کن دوئی دونوں کو اک جان ہٹائے دوئی
گفتم کہ پیامبری تو یا پیر میں بولا ہو پیر یا پیمبر
گفتہ کہ دوئی زراہ برگیر بولا کہ دوئی کو دور تو کر

حضرت قدوة الکبر افرماتے تھے کہ ایک مرید بڑی دور سے حضرت سید الطائفہ کے پاس آیا اور مرید ہوا اور طالب ہدایت ہوا کہ سبیل مقصود در راہ شہود کے سلوک کا طریقہ بتا دیں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا اگر سچے طالب ہو تو آؤ اور کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنید اللہ کے بیٹھے ہیں چونکہ طالب سچا تھا فوراً تعمیل کی۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا پیغمبر حق و رسول مطلق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں میں ان کی درگاہ کا ادنیٰ غلام اران کی بارگاہ کا کینہ جار دہ کش ہوں لیکن میں تمہارے اعتقاد کی جانچ اور تمہارے اطاعت کی تحقیق کر رہا تھا تو بہرہ و اللہ ہم کو تم کو بخشے اور اللہ تعالیٰ تمہاری طلب محبوب کو بڑھائے ہے

قطعہ

بدانکہ پیر سر اسر صفات حق باشد تو جان پیر کو ہے مظہر صفات خدا
اگر چہ نہ سید بصورت بشری اگر چہ نظروں میں رکھتا ہے ایک شکل بشر
بہ پیش تو جو کف ست بہ وصف چون دریا تری نظریں ہے اک کف گہرے وہ دریا
بہ پیش خلق مقیم است و ہر دش سفری مقیم کہتے ہیں سب کر رہا ہے پر وہ سفر

حضرت قدوة الکبر افرماتے تھے کہ مرید کو چاہیے کہ اس کا مقصود و مراد پیر کے سوا کوئی نہ ہو اور سارا مقصد اس کا ذات شیخ کے سوا کچھ نہ ہو کیونکہ شیخ کی صورت میں حق تعالیٰ کی تجلیاں ہیں کیونکہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے پیر یح میں سبب ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے

رباعی

فی رفع عطش ز تشنگان آب کند کم پیاس کو پیاسوں سے نہ یہ آب کرے
فی دفع کلال خفتگان خواب کند اور دفع تکان نہ نیند اور خواب کرے
حاشا کہ کند غیر مسبب کاری حاشا کہ کرے غیر مسبب کوئی کام
لیکن نہ پس پردہ اسباب کند گو نظروں میں در پردہ اسباب کرے

حضرت قدوة الکبر بارہا حضرت شیخ مظفر بلخی کو یاد کرتے تھے اران کو عالی ہمت فرماتے تھے اور

فراتے تھے کہ لاکھوں شاباشی اُن کے اس قول پر ہو جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ جلوہ گاہ فردوس میں اگر شرف الدین کے ظہور میں تجلی نہ کرے تو میں ہرگز نہ دیکھوں **مصرعہ**

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد

فردوس ہے کس کام کی جب یار نہیں

جب تک کہ صرف پیر کی ذات مقصود و محل عقیدت نہ ہو اس کا کام اس سے آگے نہ بڑھے گا اور پیر کی نسبت مرید کے اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس کے سوا سب کم ہے اگر ایسا کرے تو اس کا نقص نہیں ہے۔

شعر

کسیکے در رہ اخلاص اینچنین نرود کرے اگر رہ اخلاص میں نہ یوں تگم دو
بکوی وصل دلا آرام نازنین نرود وصال اس کا دلا آرام نازنین سے نہ ہو
یہ ان کی ہمت کا کمال ہے کہ دو جہاں کے مقصود سے منہ پھیر دیا اور مقصد کی جانب رخ فرمایا

قطعہ

منصب دی برتر از کونین آمد گفتہ اند اس کا درجہ دو جہاں سے بڑھ کر ہے سب کہا
کوئی عالی ہمتی بر ذرۂ اعلیٰ زند کوئی ہمت ذرۂ اعلیٰ پہ ہے اس کا بجا
رو بسوی حور جنت کردن از دون ہمتی است حور جنت کی طرف رخ کرنا ہے دون ہمتی
ہر کجا دون ہمت آمد بر سر اد پازمند جس جگہ دون ہمت آیا لات سے مارا گیا

شرط ہشتم یہ ہے کہ کسی امر میں خیانت نہ کرے۔ اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے۔ اور اپنی عمارت

دل میں اس ذکر کی جس کو پیر نے فرمایا ہو دل سے بے حد سعی کرے پورا کرے اور جب کبھی ذکر کے علاوہ شہوت وغیرہ کا خطرہ دل پر گذرے تو اسی دقت ذکر کی طرف رجوع کرے اور مشغول ہو اور جان لے کہ ایک دقت میں دو مخالف امور میں مشغول نہیں ہو سکتا تاکہ غفلت طاری نہ ہو۔ یوں برا خطرہ ہرگز نہیں گھنے پاتا تو ذکر سے غفلت کو دور کرنا چاہئے کیونکہ ذکر کی حقیقت غفلت کا ہٹانا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبر افراتے تھے کہ شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ ہمت کو ایسا بلند کرے کہ پیر کو اپنی جان سمجھے اور آپ اس کا جسم و قالب ہو جائے۔

بیت

دل بتو زندہ است مگر جان توئی تم سے ہے دل زندہ مگر جان ہو تم
منت جان چیمت چو جانان توئی منت جان کیا ہے جو جانان ہو تم

جب پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب ہو گیا یعنی جس طرح کہ تمام قالب بھر پور سے پاؤں تک بالکل جان سے بھرا ہوا ہے مرید کا تمام جسم پیر کی محبت سے بھر جائے اور قالب تو خرقہ ہے اور جان خرقہ پوش ہے

تو مرید خرقہ ہوا اور پیر خرقہ پوش یہاں تک کہ ایک ہونے کے خیال کا غلبہ ایسا ہو کہ جو بات مرید کہے گویا پیر نے کہا ہو جو مرید سنے گویا پیر نے سنا ہو اور جو مرید دیکھے گویا پیر نے دیکھا ہو اور جہاں مرید جائے گویا پیر گیا ہو اور جس کو مرید پکڑے گویا پیر نے پکڑا ہو اور مرید کا سارا جسم ایک قالب ہو گیا ہو اور سارا وجود پیر مرید کی جان ہو جائے تیرا پاؤں اس کا موزہ ہو گیا اور تیرا ہاتھ اس کی آستین اور تیری آنکھ اس کی کھڑکی اور جو پیر لوگ لکھتے ہیں کہ تب اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی صحبت میری صحبت اور اس کا خرقہ میرا خرقہ وہ اسی مقصود کا راز ہے۔ جب ایک ہونے کے خیال کے غلبہ کی وجہ سے پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب اور پیر مرید کا خرقہ بن گیا اور مرید پیر کا خرقہ پوش ہو گیا تو جس مرید کا خرقہ پیر ہو اگر عارضی خرقہ کی طرف وہ توجہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور یہ سب مریدوں کو نہ چاہیئے بلکہ اس مرید کو جو پیر کی جگہ پر پہنچا ہو کیونکہ ایسا مرید تو ایک صفت ہے جو ذات پیر کے ساتھ قائم ہے اور اس کے دریائے ذات میں ڈوبا ہوا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا نے خرقہ شیخ فقیر کو دے دیا | حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ جب یزاجیز فقیر محمد دینی دہلوی دہلی کا عالم پیشوا کے بنی آدم

حضرت شیخ علاؤ الدین (طیب اللہ مثواہ) کی خدمت میں باریاب ہوا اور حضرت کی ظاہری اور باطنی نگاہوں سے مجھ کو اختصا حاصل ہوا تب حضرت نے طرح طرح کے خاص لباس (خرقے) اور دوسرے برکات مرحمت فرمائے تو میں نے اسی دن وہ خرقہ اور دوسرے برکات ایک فقیر کو دے دیئے۔ بعض متعلقین حضرت نے جو مجھ سے کدورت رکھتے تھے انہیں اوروں سے غصہ و حسد طعنہ زنی شروع کر دی کہ ذرا اس کو دیکھو اس نے پیر کا خاص خرقہ دوسرے کو دے دیا۔ ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ تک پہنچا دی۔ حضرت مرشد نے فرمایا کہ اشرف کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو لغو و بے معنی ہو۔ تم لوگ خود اس سے دریافت کرو کہ اس نے یہ کیوں کیا۔

جب ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تو اس فقیر نے ان سے جواب میں کہا کہ خرقہ عین پیر ہے یا پیر پیر ہے ظاہر ہے کہ خرقہ مرض کی طرح ہے (قائم بالغیر) یقیناً وہ غیر پیر ہے۔ اور پیر کی نظر غیر پیر نہیں ہوتی اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اس کی نظر بھی غیر پیر نہیں ہوتی۔ اگر میں ان عوارضات کی طرف التفات کرتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں پیر سے کچھ بھی اکتساب نہیں کر سکتا اور جو شخص پیر سے اکتساب نہیں کر سکا اس کو پیر سے کیا نسبت اور تعلق؟

مصرعہ

شان بن محمد محمد چون این

کتنا فرق ہے حامد و محمود میں

میرا یہ جواب ان لوگوں نے حضرت مرشدی تک پہنچا دیا۔ حضرت نے میرا جواب سن کر تعین فرمائی اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اسے اشرف تیری خوشبو شرق سے غرب تک پہنچے گی۔

شرط انہم | شرط انہم مرید کے لیے یہ ہے کہ مرید کو دجھان سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے۔ جب تک اس میں

خواہش اور حاجت باقی ہے وہ خواہشات کا طالب ہے (اور پیر کا طالب نہیں ہے) اور مرید نہیں ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید کو شیخ کے قابو میں اس طرح ہونا چاہیئے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے۔ پس مرید کے لیے مناسب ہے کہ شیخ اس کے لیے جو کچھ چاہے اس کے سوا اس کی اور کچھ خواہش اور آرزو نہ ہو۔ اس صفت کے لحاظ سے اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اس کو مرید ہی نہ کہیں کہ اس منزل پر پہنچ کر اب خود اس کا ارادہ تو باقی ہی نہ رہا جس کے باعث اس کو مرید کہا جائے۔ مرید کے لفظ کا اب اس کی ذات پر اطلاق کرنا بس ایک تسامہ ہوگا (دھول چوک کے سوا کچھ نہیں) اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کے کلام میں کبھی خطا اور غلطی کا گمان نہ کرے۔ اس لئے کہ شیخ کے افعال اور اقوال تمام تراحوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں کہ جو اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے۔

اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ نہیں ہوتا
ان کا فرمانا مگر وحی جو ان کی طرف آتی جاتی ہے۔

وَمَا يَسْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝

إِنْ هُوَ إِلَّا دَخِيُّ يُوَسْوِسُ ۝ سَلٰ

پس شیخ کی طرف غلطی کا گمان ایک خیال فاسد ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہ ایک شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یا مصلحت الفقهاء المساکین (اے بادشاہ فقرا دارباب احتیاج) جب شیخ نظام الدین بیدار ہوئے تو ان کے دل میں یہ دوسرے پیدا ہوا کہ المساکین کے بجائے والمساکین ہونا چاہیئے تھے۔ عطف کی وجہ سے (دواؤ برائے عطف درمیان میں ہونا چاہیئے تھا) کہ فقرا اور مساکین کے درمیان مغایرت موجود ہے۔ لیکن اسی وقت اس دوسرے سے وہ پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے اے کاش میں پڑھا ہوا نہ ہوتا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اعتراض نہ ہوتا۔ سہ

شعر

بحرف یصح کس منع انگشت اعتراض

مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض

تا کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد

یہ وہ قلم نہیں ہے کہ کھینچے خطا خطا

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے قول کو مرید بالکل از شاد خداوندی سمجھے اگر شیخ کے مقولہ میں کچھ اشکال معلوم ہو تو اس کو اپنے فہم کا قصور سمجھے جب اس میں صفائے ادراک پیدا ہوگی تو وہی مقولہ صحیح معلوم ہوگا یا اس کی صورت کو پہنچ جائے گا حضرت قدوة الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ میرے خذ دم و مرشد حضرت علاؤ الدین فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نظام الدین (طاب مشواہ) نے ایک دعا حضرت فرید الدین گنج شکر

سے سیکھی تھی۔ اور پیر کے ارشاد بموجب اس کو اپنے وظائف میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن اس دعائیں ایک لفظ پر اعراب بنطام غلط نظر آتا تھا، علمائے نحو آپ سے ہر چند کہتے تھے کہ آپ اعراب کو بدل دیں (کہ وہ غلط ہے) لیکن آپ نے اعراب نہیں بدلا۔ اور اسی طرح بنطام غلط اعراب کے ساتھ وہ دعا پڑھتے رہے۔ ایک طالب علم نے آپ سے اس بارے میں بہت فہم کی اور کہا کہ یہ اعراب غلط ہے اور اس طرح یہ غلط لفظ ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو غلط سمجھوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اپنے پیر کو غلطی سے منصوب کیا اور یہ محال ہے۔ کچھ عرصہ بعد تحقیق و تدقیق نحوی سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ وہی اعراب جس کے ساتھ حضرت پڑھا کرتے تھے اس لفظ پر صحیح تھا۔

شعر

کسی کو طالب و سالک رہ خدا باشد ہر ایک شخص جو ہے طالب طریق خدا
دم از خطاش زدن بر تراز خطا باشد خطا بتانا اسے ہے خطا سے بڑھ کے خطا

یہ ہے کہ ہر اس شخص کے حکم کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر کر رکھا ہو۔

شرط دہم

خواہ خود علم میں اس ہستی سے بلند و برتر ہی کیوں نہ ہو۔ شیخ نے جس کو اس پر مقدم رکھا ہے اس سے علم میں بالاتر اور بلند ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کرے اور خود سے مقدم جانے) اور یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہی بہترین ہے اور سب طریقوں میں اشرف ہے۔ اور اس کا شیخ سب سے زیادہ کامل ہے ورنہ اکثر صورتوں میں بحسب اوقات اس کا دل کسی اور اشرف و اکمل کی طرف متوجہ ہوگا اور یہ رغبت و میلان نسبت ذوقیر کے ظہور میں مانع ہوگا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین فرماتے تھے کہ ہم ایک بار مولانا ابوبکر کی ملاقات کے لیے گئے ان کی خدمت میں اس وقت ایک شخص بھی موجود تھا۔ جو کسی دوسرے رسمی پیر کا ارادت مند تھا حضرت مولانا ابوبکر نے اس شخص سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ تم اپنے پیر کو زیادہ چاہتے ہو یا حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر کو حضرت امام اعظم سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت غصناک ہوئے اور فرمایا کہ اے کتے! تو اپنے شیخ کو امام اعظم سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور سخت طیش کے باعث وہ دہاں نہ بیٹھ سکے اور اٹھ کر گھر میں چلے گئے۔ میں اور وہ دونوں شخص حیران تھے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص اٹھ کر چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا نے اس شخص کے بارے میں یہ کیا بات کہہ دی۔ کچھ دیر کے بعد مولانا باہر تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا میں نے عرض کیا کہ وہ تو اسی وقت چلا گیا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر اس سے چل کر غدر خواہی کریں۔ چنانچہ ہم اس شخص کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں اس شخص سے ملاقات ہو گئی وہ سلمنے آکر کہنے لگا۔ میں آپ ہی کی خدمت میں جا رہا تھا۔ اس وقت آپ کے غصہ کی وجہ سے آپ کی بات کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اب میرا جواب سنئے! کہ میں پچاس سال سے مسلک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہوں

اور امام اعظم کبھی مجھے ناپسندیدہ اور نامناسب کام سے نہیں روک سکے۔ لیکن میرے پیر نے چند ہی روز میں تمام برے کاموں سے مجھے روک دیا۔ اور اب میں ان کی بیعت کی برکت سے حق تعالیٰ کی طرف رغبت پانے دل میں پاتا ہوں پس اگر ایسے شخص کو اس شخص کے مقابل میں زیادہ دوست رکھنا اور زیادہ چاہنا از روئے شریعت و طریقت جائز نہیں ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر مولانا نے اس کے سر اور چہرہ کو بوسہ دیا اور اس سے بہت معذرت کی۔

حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے کہ اپنے سے بالا پیر بھائی کی خدمت و ملازمت بہت زیادہ ضروری ہے اسی لئے حضرت نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت کبیر کی خدمت و تعظیم کا حکم دیا تھا۔ قریب قریب فرماتے تھے جس طرح کہ حضرت شیخ نظام الدین ادویہ نے کہا ہے قیامت میں ہر شخص کسی چیز پر فخر کرے گا میرا فخر اس ترک خدا یعنی خسرو دہلوی کے سینہ کے سوز پر ہوگا۔ اسی طرح ایک رات اس فقیر کے سر میں ندا کی کہ اشرف دنیا میں کیا ہاتھ لگا جو میری سب سے بڑی نعمت ہو۔ ہم نے عرض کیا بار خدا یا اگرچہ تو نے مجھ کو بے حد نعمتیں دی ہیں

وَرَأَيْتُكَ تَعْدُو الْفِتْنَةَ اللَّهُ لَا تُخْضَوْنَ هَذَا لَهٗ
اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔

لیکن چار نعمتوں کا شکر میں ادا ہی نہیں کر سکتا اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ان چار چیزوں پر فخر ہوگا: ایک یہ کہ مجھے درگاہ مصطفیٰ و بارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں اور جارب کشوں میں پیدا کیا دوسرے یہ کہ حضرت دالا درجت برکار علانی کے شرف خدمت سے مجھے مشرف کیا، تیسرے یہ کہ عرفان الہی و وجدان نامتناہی کی دولت و شوکت مجھے دی۔ چوتھے یہ کہ دریائے حقانی کے دگوہر اور کان دقانی کے درجہ ہر مجھے نصیب کئے اور وہ دو گویا ہر ایک حضرت نور العین دوسرے حضرت کبیر ہیں۔ خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنی اور ہدایت کے ثمرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پیاری اولاد کے طفیل

حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے ہر پیشوا اور رہنما کے اصحاب و احباب میں ایک پیر بھائی بالا ہوتا آیا ہے اور میرے احباب میں میرے فرزند شیخ کبیر ہیں۔ جب حضرت کبیر نے بیابان فنا سے میدان بقا کا سامان باندھا اور وصال حقیقی کی منزل میں پہنچے تو حضرت درتیم کو اس عہدہ سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ یہ منصب میرے فرزندوں میں فرزند کبیر کی اولاد میں کسی ایک کو ہر زمانہ میں پہنچتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی نے اپنی حیات کے آخر وقت میں چار خلیفہ کو رشد و ہدایت کے محل پر بٹھایا اور چاروں کو ارشاد کی اجازت دی ایک خواجہ عبد اللہ برقی، دوسرے خواجہ حسن اندقی، تیسرے خواجہ احمد سیوی جو ترک تھے، چوتھے خواجہ عبدالحق غجدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت شیخ یوسف کے بعد ان چاروں سے جن کا ذکر ہوا ان کے پہلے یعنی یار پیش قدم مقام ارشاد میں تھے

دوسرے حضرات نے ادباً ان کی خدمت و ملازمت کی کیونکہ یارِ پیش قدم کا ادب رکھنا طریقت کے لوازم سے ہے اور جب ان پہلے پر بھائی کی رحلت و سفر آخرت کا وقت قریب ہوا سب پر بھائیوں کو دوسرے یعنی خواجہ حسن اندکی طرف اشارہ کیا اور ان کا سفر آخرت قریب ہوا تو سب پر بھائیوں کو خواجہ احمد سیوی کی صحبت کا اشارہ فرمایا اور سرِ دریا جب خواجہ احمد سیوی کا سفر ترکستان کی طرف ہوا سب پر بھائیوں کو خواجہ جہاں خواجہ عبدالحق غجدوانی کی فرمانبرداری کا اشارہ کیا ہے

شعر

از صدائی گنبد گردن چین آمد بگوشش
کان میں یوں گنبد گردوں سے آتی ہے صدا
کز بزرگان ہر کسی نوبت نوبت مینرند
باری باری سے بزرگوں کی ہیں بختی نوبتیں
مرید حقی الوسیح شیخ کی خدمت پچالائے
حضرت نورالعین نے حضرت قدوة اکبر سے خدمت شیخ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ مقامات خواجہ میں منقول ہے کہ مرید کو حذرِ جہ خدمت شیخ میں کوشاں رہنا چاہیے اور کسی مالی اور جانی شے سے دریغ نہ کرنا چاہیے مرید کے لئے شیخ کی خدمت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہے

شعر

ارادت نداری سعادت مجوئی
ارادت نہیں تو سعادت کہاں
بچو گانِ خدمت بر آورد گوئی
ملے گنبد چو گانِ خدمت سے ہاں
شیخ کی خدمت سے مرید کو جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزی نے
حضرت نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے لیے خطا سے ایک کنیز لائی گئی۔ شبِ زفاف سے پہلے آپ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کہ آج رات ہم ایک مشروع لذت میں مشغول رہیں گے۔ تم لوگ بھی میری مرافقت میں آج رات کی ریاضت ترک کر دو (آج رات ریاضت مت کرو) اور آسودگی و راحت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو۔ یہ فرما کر شیخ گھر میں چلے گئے۔ شیخ سیف الدین باخرزی نے یہ کیا کہ ایک مشک پانی سے بھر کر شیخ کے خلوت خانہ کے باہر دروازہ پر لٹیکر کھڑے ہو گئے۔ اور تمام رات اسی طرح کھڑے کھڑے گزار دی۔ جب صبح ہوئی اور شیخ خلوت سے باہر تشریف لائے تو ان کو دہاں کھڑا ہوا پایا۔

شیخ نے ان سے فرمایا کہ ہم نے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ آج رات ہر شخص اپنی لذت (مشروعہ) و آرام میں بسر کرے پھر تم نے ریاضت و تکلیف کیوں اٹھائی؟ شیخ سیف الدین نے جواب دیا کہ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی لذت میں آج رات مصروف رہے۔ اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں تھی کہ میں شیخ کے آستانہ پر خدمت میں مصروف رہوں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے

اور فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ شاہان وقت تمہاری رکاب میں دوڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک بار ایک سلطان شیخ سیف الدین کی زیارت کے لیے آیا۔ واپسی کے وقت اس نے حضرت شیخ سے استدعا کی کہ میں نے ایک گھوڑا آپ کی نذر کیا ہے۔ شیخ محرم قدم رنجہ فرمائیں تاکہ اپنے ہاتھ پر سے آپ کو گھوڑے پر سوار کراؤں شیخ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور خاتواہ کے دروازہ پر آئے۔ سلطان نے آپ کی رکاب پکڑ لی تاکہ آپ اطمینان آسانی سے سوار ہو جائیں۔ مگر گھوڑا بدک گیا اور باگ تڑالی۔ تقریباً پچاس قدم تک سلطان شیخ کے ساتھ دوڑتا ہوا گیا۔ اس سے قبل اس گھوڑے نے کبھی سرکشی نہیں کی تھی۔ شیخ سیف الدین نے سلطان سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں حکمت یہ تھی کہ ایک رات ہم شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اے سیف الدین تمہاری رکاب میں سلطان دوڑیں گے۔ اس طرح آج ان کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ گھوڑے کی سرکشی میرے شیخ کے ارشاد کا مصداق ہے اور آپ کے کلمات مقصد سے یہ رباعی ہے

رباعی

ہر شب بمثال پاسبان کویت	ہر رات کو مثل پاسبان کوچہ
میگردم گرد آستان کویت	بھرتا ہوں میں گرد آستان کوچہ
باشد کہ برآید ای صغرم روز حساب	ممکن ہے "صغرم" روز قیامت مرانام
نافم ز جریدہ سگان کویت	ہو رونق دفتر سگان کوچہ

ایک بار حضرت قدوة الکبر نے سفر حج کا ارادہ کیا اور چند اصحاب (مریدوں) کے ساتھ آپ کو معظہ (زاد اللہ شرفاً و تعظیماً) کو روانہ ہو گئے۔ یہاں سے دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد آپ خطہ اودھ میں پہنچے اور وہیں آپ نے حضرت شمس الدین کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شمس الدین نے آپ کی دعوت کا شاندار انتظام و اہتمام کیا۔ چونکہ حضرت قدوة الکبر کو شرابا بہت مرغوب تھا۔ لہذا شیخ شمس الدین خود اس کے پکانے میں مشغول ہو گئے۔ شراب تیار کرنے میں ان کا ہاتھ جل گیا۔ انہوں نے ہاتھ پر کپڑا پیٹ لیا۔ حضرت قدوة الکبر کی ان کے ہاتھ پر نظر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا! کسی خادم نے بتا دیا کہ شرابا پکاتے ہوئے ہاتھ جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فرزند عزیز (شمس الدین) میرے پاس آؤ۔ پھر فرمایا کہ یہ داغ ولایت ہے جو تمہارے ہاتھ پر لگائی گئی ہے۔ کوئل پرواہ نہیں۔ اور زبان مبارک سے ذرا سالن اس زخم پر لگا دیا فوراً وہ زخم اچھا ہو گیا۔

شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے محرومی ہے | حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شیخ کی خدمت سے جی چراتا ہے تو ایسا شخص مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ خدمت میں کوتاہی کا تو ذکر ہی کیا اگر شیخ پر جان قربان نہ کرے تو یہ بھی بے ہمتی کی بات ہے۔ ایک جان کیا ہے۔ ایسی ہزار جانیں شیخ پر قربان کر دے تب بھی کم ہے بے چارہ

مجدوب شیرازی نے کیا خوب کہا ہے

شعر

جان نقد محقر است حافظ جان ایک حقیر شے ہے حافظ
از بہر نثار خوش نباشد کرنے کو نذا نہیں کچھ اچھی

اس سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ امیر علی دینوری کا ایک مرید تھا جس کو محمد شہر آبادی کہتے تھے شیخ نے اس مرید کو بازار سے کسی چیز کے لانے کا حکم دیا یہ بازار گئے۔ ان کے پاس اس وقت اس چیز کو خریدنے کے لیے کچھ نقدی نہیں تھی۔ انہوں نے خود کو بیچ ڈالا۔ اور جو دام ملے اس سے وہ چیز خرید کر پیر کی خدمت میں روانہ کر دی جب اس واقعہ کو کچھ دن گزر گئے اور اس شخص کو جس نے ان کو خریدا تھا یہ قصہ معلوم ہوا اس نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تاکہ پیر کے پاس چلے جائیں۔ محمد شہر آبادی اجازت پا کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر علی نے ان سے کہا کہ اسے جو ان مرد! چند ہزار سال تک ہماری جان غیبتِ عدم میں تیرے عشقِ آفرینش میں سوختہ رہی لیکن وہ فراق اور جدائی شاید کافی نہیں تھی کہ یہ ظاہر میں بھی فردری تھا۔ اب ایک ہفتہ کے لیے قربِ طاہری بھی درکار ہے۔ (ایک ہفتہ کے لیے تم ہمارے پاس رہو)۔

حضرت درتیم نے آدابِ پیر و مرید کی وضاحت کے سلسلہ میں گزارش کی تو حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ مقاماتِ خواجہ میں بیان کیا گیا ہے :

”نیت کے اخلاص اور سبب سے بے توجہی کو مناسب دقتوں میں اپنی ذات میں تلاش کرے اور دیکھے کہ نیت میں کس حد تک خلوص پیدا ہوا ہے اور ترکِ سبب کی کیفیت کس حد تک موجود ہے۔ تاکہ ان دونوں کی موجودگی کے باعث اس کے اندر دوسروں سے آگے بڑھنے اور دوسروں سے مرتبہ میں بلند ہونے کی رغبت کا جذبہ، بزرگی کی خواہش دوسروں پر برتری اور لوگوں کو اپنا مطیع بنانے کی آرزو جو مخلوق کی جبلت میں داخل ہے، باقی نہ رہ جائے۔ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے۔ ہر چند کہ وہ طبعِ آرزوؤں سے معرا اور خواہشوں کی چنگاریوں سے پاک ہو چکا ہے۔ پھر بھی اس کو بالکل پاک و صاف نہ سمجھے۔ لیکن ہے کہ لوگوں پر تصرف کا جذبہ اور دوسروں کو اپنی طرف راغب کرنے کی

سلسلہ چونکہ اس کتاب کا ذکر کیجئے حضرت قدوة الکبر نے فرمایا ہے لہذا اترجم اس کی وضاحت فردری سمجھتا ہے ”مقاماتِ خواجہ“ سے مراد کتابِ امداد التوحید فی مقاماتِ شیخ الاسلام ہے۔ یہ کتاب یعنی مقاماتِ خواجہ آپ کے پرستے کے فرزند یعنی پرستے کی تعریف ہے۔ یعنی محمد ابن مزار بن ابی سعید ابن طاہر ابن ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ امداد ہم نے اس کتب خانہ میں مرتب کیا تھا اسلئے میں یہ کتاب ماسکو سے شائع ہو چکی ہے حضرت قدوة الکبر کے سلسلے اس کا کوئی مخطوطہ ہو گا۔ (شمس بریلوی)

آرزو اپنی حد سے زیادہ باریکی کے سبب کہیں اس میں چھپی نہ نہیں رہ گئی ہے۔ اور وہ اس سے بے خبر ہے۔ جب وہ یہ دیکھے کہ بعض طالبان حقیقت از روئے صدق و ارادت اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے ارشاد و ہدایت کے طالب ہیں تو عجلت کے ساتھ آمادہ تصرف نہ ہر ذات کی ہدایت و ارشاد کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے) اور توقف کرے تا اینکه اس کا صدق و ارادت اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ظاہر ہو تب اس طرف ترجیح کرے۔

حضرت قدوة الکرام نے فرمایا کہ زماۃ قبل کے مشائخ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مرید کی تربیت میں جلد اقدام نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ اعتقاد و اطاعت کی کسوٹی پر اس کو کس نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ خانزادہ زیدیاں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اس خانہ دان سے وابستگی چاہتا اور ملازمت کی خواہش کرتا تو اولاً اس کی اصلاح حال کرانے اور اس کو قرآن مجید حفظ کراتے۔ جب قرآن پاک حفظ ہو جاتا تو اس سے شب و روز میں دو ختم کر دیتے اور تسلسل کے ساتھ اس سے طے کے روزے رکھواتے اس کا افطار جنگل کی گھاس اور جنگلی پھوس سے کر دیتے وہ اپنے تمام اثاث البیت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا تب کہیں اس کو حلقہ ارادت میں لاتے (مرید کرتے) اور پھر اس کے لیے کچھ اور شرائط ارشاد و تلقین کے لیے مقرر کر دی جاتیں۔ چونکہ اب زماۃ بدل گیا ہے اور لوگوں میں وہ ہمت باقی نہیں رہی لہذا وہ شرائط بھی باقی نہیں رہیں۔ اب تو یہ حالت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک شخص آج مرید ہوا اور دوسرے دن خلافت و ولایت کا طلب کار بن گیا ہے۔

شعر

کسی کا مرید نہ رہے شخصی مرید است یہ بکنا ہے ہوا ہے جو مرید آج
چنان لاف کہ بہ از بایزید است نہیں ہے مثل اسکا بایزید آج

اس بیان کی مناسبت سے حضرت قدوة الکرام نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں سوچو مشائخ متقدمین کا پیشوا اور شیوخ کا ملین کا منقذ اگر اسے کہ حضرت خواجہ شبلی قدس سرہ وزیر زادہ تھے اور اپنے شہر کے حاکم تھے۔ جب حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنے کا خواستگار ہوں اور آپ سے بیعت کا طالب ہوں حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ میاں! تم وزیر زادہ ہو تم نے اس شہر پر حکمرانی کی ہے اس لیے میں تم کو جو کچھ حکم دوں اسے شاید تم بجا نہ لا سکو گے۔ پس بیعت کس طرح قائم رہ سکے گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کا حکم بسر و چشم بجا لاؤں گا۔

شعر

ہر چہ فرمائی بفرما سرور افرمان برم جو بھی فرما دے آقا وہ بجا لاؤں گا میں
سرمنی تا بم ز حکمت بندہ ام تازندہ ام زندگی بھر آپ کا خادم ہی کہلاؤں گا میں

آپ نے فرمایا نہیں تم نہیں کر سکو گے۔ میں مرتبہ دونوں میں یہی بات ہوئی چونکہ خواجہ شبلی طالب صادق تھے لہذا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سرمنڈ وانا اور گڈری پہنتا ہے۔

شعر

قلندران حقیقت بہ نیم جو سخرند قلندران حقیقت نہ آدھے جو ہیں بھی ہیں
قبائی اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست قباد اطلسی اس کا جو ہے ہنر سے جدا
کیا تم یہ کہہ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! مجھے یہ قبول ہے۔ اس وقت فرماندہ ہی کا خیال ترک کر کے حضرت
سید الطائفہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔ حضرت سید الطائفہ کے حکم سے اسی وقت سر مونڈا گیا اور ان کو گڈری پہنادی
گئی اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ درویشوں کی ہیپانی (دیٹی) اور زنبیل (کاس) ہاتھ میں لو اور جہاں جہاں تم نے
حکمرانی کی ہے اور جہاں کے لوگوں کی نظریں تم امیر و بزرگ تھے وہاں وہاں جاؤ اور ان سے بھیک مانگو۔

قطعہ

عقل مردیست خواجگی آموز عقل ہے مرد اقتدار آموز
عشق بازیست بادشاہی سوز عشق ہے نار بادشاہی سوز
بنہ از شیخ عشق آن داری رکھ دے تو عشق پیر کے آگے
در میان انچہ در میان داری جس کی الفت تھی آج سے پہلے
پیر کے فرمان کے موافق جھولی ہاتھ میں لی اور گدائی کرنے لگے۔ پہلی مرتبہ جو بھیک مانگ کر آئے تو
سوٹا چاندی لائے، دوسری مرتبہ مختلف جنس لائے، تیسری مرتبہ میں نوبت چھدام اور ہیسوں کی پہنچی آخر درجہ
کہ روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور کچھ نہ لاتے آخر کار ایک روز جھولی خالی لائے اور پیر کے سامنے رکھ دیا حضرت سید الطائفہ
نے فرمایا کیوں آج کچھ نہ لائے؟ عرض کیا مجھے آج کسی نے نہیں خریدا۔ حضرت نے فرمایا اب تمہارا خریدار خدا ہے
جلد میں بٹھایا۔ معاملہ یہاں پہنچا کہ وہ پیشوائے زمانہ ہوئے۔

رباعی

کسی کو بردہ دلہا گدائی دلوں کے در کی جس نے کی گدائی
کند آخر بید بادشاہی بالآخر کرتا ہے وہ بادشاہی
چو کالا را کساد می شد بازار گھٹا جس مال کا بھی نرخ بازار
یقین می دان کہ شد پیدا خریدار یقین رکھو ہوا پیدا خریدار

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ یہ شرائط خود ہمارے زمانہ میں موجود نہیں۔ میں خود حضرت مخدومی کے
دروازہ پر اس جذبہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ لیکن اس خدمت کی نہایت کو نہیں پہنچ سکا۔ جس طرح حضرت مخدومی
کے اکثر مرید کم سے کم بارہ سال تک امتحان کی کسوٹی پر پرکھے گئے ہیں اور اپنی قابلیت اور اہلیت کے معیار کو ظاہر
کیا ہے۔ تب کہیں انہوں نے اسرار طریقت کی خوشبو سونگھی ہے (اسرار طریقت سے آگاہ ہوئے) ہیں اور شرف
اشغال سے مشرف ہو سکے ہیں۔ دوسرے طالبان طریقت کا ذکر ہی کیا ہے خود حضرت مخدوم زادہ حضرت شیخ نورالحق والدین
نے خانقاہ میں آٹھ برس مکڑی جمع کرنے کا کام کیا ہے۔

ایک دن اعظم خاں - مخدوم زادہ بزرگ (میرے مخدوم کے بڑے صاحب زادہ) جو حضرت شیخ نور الحق کے بھائی تھے اس وقت وزیر سلطنت تھے۔ حضرت مخدومی کی خالقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ان کی موجودگی میں - مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے اور باورچی خانہ میں لا کر ڈال دیا۔ حضرت خان اعظم یہ منظر دیکھ کر تڑپ گئے اور کہنے لگے بھائی نور تم نے حق تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو غارت کر ڈالا۔ لیکن وہ اسی طرح ہیزم کشی کرتے رہے۔ ایک دن حضرت مخدومی تشریف فرما تھے۔ آپ کے سامنے ہی مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھا لا رہے تھے۔ حضرت مخدومی کی نظر مبارک ان پر پڑی تو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا مخدوم زادہ کے سر سے ایک گز کی بلندی سے ان کے ساتھ ساتھ چلا آ رہا ہے۔ اس روز سے حضرت مخدومی نے ان کی یہ خدمت موقوف کر دی اور حکم دیا کہ جس مقام پر ضعیف عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں زمین خراب ہے اور ان بے چاریوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں اور ان کے برتن گر کر ٹوٹ جاتے ہیں ہم وہاں جا کر ان کے پانی کے برتن پگھلٹ سے اٹھا کر صاف سفیری سخت زمین پر رکھ دیا کرو۔ وہاں سے وہ اٹھایا کریں گی اچار سال تک وہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت مخدومی فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے آج کل اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ بغیر خدمت کے ہی چاہتے ہیں کہ نعمت حاصل کر لیں مہر عبد

نا بردہ رنج گنج میسر نمی شود
بے رنج کے کسی کو خسرانہ نہیں ملا

حضرت قدوة الکبراء فرماتے تھے کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ حضرت مخدومی کی نسبت کمال درجہ لطافت و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ان سے خدمت اس حد تک لیتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت سراج الحق پاکی میں سوار ہو جاتے اور سیر کو نکل جاتے۔ حضرت مخدومی پاکی کا سیدھے ہاتھ کا ڈنڈا اپنے کاندھے پر رکھ کر دوز تک پاکی لے جاتے تھے اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ کے خدام کھانے کی گرم گرم دیگ (دیگچی) حضرت مخدومی کے سر پر رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کے بعض خدام کوشش کرتے کہ وہ برتن آپ سے لے کر خود اپنے سر پر رکھ لیں۔ لیکن حضرت مخدومی کسی دوسرے کو دینے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ اشعار

بہت سر پر اٹھایا دیگِ نعمت	بسی بر سر کشیدہ دیگِ نعمت
بسا سر پر لیا ہے دیگِ نعمت	کہ بر سر نہادہ دیگِ نعمت
بہت دن آتش غم میں ہو سخت	بسی در آتش اندوہ سخت
تو پائے پھر کہیں وہ دیگِ پختہ	بیاید تا شود این دیگِ پختہ
کسی نے دیگِ نعمت سے جو کھایا	کسی کین دیگِ نعمت پختہ خوردہ
فلک کی دیگ سے سر پوش لایا	زدیگ آسمان سر پوش بردہ
بھلا کیا دیگ کو جانے کوئی خام	چہ داند نعمتی این دیگِ خامی
کہ سرِ خاص کا دانا نہیں عام	ندانند سب سب از خاص دعای

حضرت مخدومی نے یہ گرم دیگچیاں اس کثرت سے اپنے سر پر اٹھائی تھیں کہ آپ کے سر کے تمام بال (جل کر) گر گئے تھے۔ اکثر اوقات شیخ سراج الحق قدس سرہ کی پاکی حضرت مخدومی کے سسرال والوں کے محل کے سامنے سے گذرتی تھی (اس حال میں کہ پاکی کا بازوئے راست حضرت مخدومی کے کندھے پر ہوتا تھا) اس زمانہ میں آپ کے سارے منصب و وزارت پر فائز تھے۔ انہیں حضرت مخدومی کی اس خدمت سے بہت شرم و عار آتی تھی اور کہا کرتے تھے کہ اے بے ننگ دنیا عالم یہ خدمت کر کے مجھے کیوں شرمندہ کر رہا ہے۔ حضرت مخدومی جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ ۛ

قطعہ

چہ می گوئی کہ زمین ننگ تمام است	یہ کیا کہتے ہو ہے یہ ننگ کا کام
کہ مارا در جہان زمین ننگ نام است	جہاں میں ہے مرا اس ننگ سے نام
کسی کو را بود زمین خدمتش ننگ	جو کہتا ہے اے کارِ کمینہ
زند فردا ز حسرت سینہ بر ننگ	تو کل کوٹے گا وہ حسرت سے سینہ

حضرت قدوة الکبریا نے فرمایا کہ میں نے بہت چاہا کہ آپ کی خدمت میں مشکل کام سرانجام دیا کروں لیکن حضرت مخدومی اس فقیر پر اس قدر مہربانی فرماتے اور مجھے سلف و کرم سے نوازتے کہ کوئی سخت کام مجھ سے نہیں لیتے تھے۔ اور میں بھی الاطاعت احسن من الخلد متا (فرمان پذیری خدمت سے زیادہ بہتر اور احسن ہے) کے بموجب اسی خدمت کو بجالاتا جس کا آپ حکم فرماتے۔ کبھی کبھی میں حضرت کے ”قدح“ کو صاف کر دیتا تھا اور اس ”قدح“ کے صاف کرتے وقت کبھی بھی بغاوت کی کو میرے دماغ میں نہیں آئی۔ لیکن ایک روز میں چھپ کر حضرت کے ”قدح“ کو صاف کر رہا تھا کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ حضرت مخدومی نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح صاف کرو۔ کہ اس طرح تم اپنی اولاد کے فقر کی بنیادیں کو صاف کر رہے ہو ۛ

قطعہ

زودید تا کسی خاشاک کثرت	نہ جھاڑے جب کوئی خاشاک کثرت
ز جہاروب عیوں در گاہ وحدت	پیک سے تاملے در گاہ وحدت
نہ بیند پیش گاہ وحدت حق	نہ دیکھے پیش گاہ وحدت حق
مقید در نیاید سوئی مطلق	مقید پھر نہ آئے سوئے مطلق

حق تعالیٰ نے یہ جو کچھ سعادت ابدی اور دولت سرمدی مجھے عطا کیا ہے وہ اسی جہاروب کشی سے

حاصل ہوا ہے ۛ

قطعہ

آہنا کہ جام خدمت مردان کشیدہ اند	جو لوگ جام خدمت مردان کو ہیں چکھے
در بر قبائی دولت یزدان کشیدہ اند	وہ خلعت خدا سے ہیں بلبوس ہو گئے
مردان زراہ رنج و تعب از حقیقت گل	ان مرد بوجہ رنج کے پستی سے خاک کے
بر اوج وصل عشق بہت رسیدہ اند	اوج وصال عشق کے ہیں لوٹتے منزے

حضرت مخدومی نے بار بار فرمایا کہ اس راہ (طریقت) میں جو افراد کو تیار ہو کر آنا چاہیئے۔ جس طرح میرے
فرزند اشرف (قدوة الکمل) نے اپنی ولایت کے تمام اسباب فراہم کر لئے تھے اور اپنی قابلیت کے چراغ کو روشن
اور فیتہ (تبی) سے تیار رکھا تھا۔ پس اسے دیا سلائی دکھانے کی دیر تھی۔ (راگ کی لودکھاتے ہی وہ چراغ روشن
ہو گیا پس یہی ایک توجہ کرنا باقی رہ گیا تھا۔

اشعار

مریدی کان چراغ خویش آرد	مرید اپنا چراغ دل جولایا
ز شمع حال خود پیریش پر کرد	تو اس کے پیر نے اس کو جلایا
چراغ قابلیت گر نباشد	چراغ قابلیت گر نہوئے
چہ کار آید ز پیرش گرخاشد	تو پھر کیا پیر گراس کو تراشے
اگر نیسان ہمہ گوہر بریزد	اگر نیساں ہے سب موتی ہی برسے
صدف گر نیست لولوا ز چہ خیزد	صدف ہی جب نہیں موتی ہے کیسے

آداب الشیوخ

پہلے شرائط شیخ مختصراً بیان کر دے گئے۔ اب چند آداب بیان کئے جاتے ہیں۔
پہلا **ادب** | حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ کو چاہیئے کہ مرید کی استعداد کو دیکھے اور اس کے انجام کار
پر نگاہ رکھے۔ اگر اس میں دیکھے کہ تصفیہ وجہ خاص کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ اشغال جو وجہ خاص کے مناسب
ہیں اس کو خاص طور پر بتائے اور مقربین و کالمین کے طریق پر رہنمائی کرے اور بعضوں نے اس مذہب
کو مذہب شطار کہا ہے مگر کسی میں ہوتا ہے کہ وہ تصفیہ وجہ خاص کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہو
ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) اگر جان لے
اور دیکھے کہ سلسلہ تربیت کے سلوک کی استعداد اس کے وجود کا جز ہے تو اس کی ترغیب دے لیکن اس
مشرک کے لئے بلند ہمت چاہیئے۔

شعر

تا نبود سالک ہمت بلند	ہوئے نہ گر سالک ہمت بلند
بر سر این برج نریند کمند	پھینکے نہ اس برج پر ہرگز کمند

تو ایسے شخص کو پہلے اچھی نصیحت اور ترغیب اور ڈرانا اور جنت دوزخ کا ذکر سنا دے اس کے بعد
فرائض اور مقررہ سنتوں اور چاشت و اشراق و تہجد و تحیۃ الوضوء جو علماء و بعض مشائخ کا پسندیدہ

ہے سب کا شائق بنائے اس کے بعد جو شغل اس کے مناسب ہو اس میں مشغول کرے لیکن ذکرِ بہری اس کے لئے زیادہ مفید ہے۔

قطعہ

سر زند آتش ز آہن برنگ	لوہے سے آتش نہ نکالے گی رنگ
تا نزد بردل سندان ترنگ	مارے نہ اہرن پہ اگر وہ ترنگ
روئی دل آرائی نہ پسند کسی	روئے دل آرائی نہ دیکھے کوئی
تا نزد ایند ز آئینہ زنگ	آئینہ سے چھیل نہ ڈالیں جو زنگ

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو طالبِ دمرید کی قابلیتوں اور استعدادوں کا فرق و امتیاز نہ ہو اور اس کی پہچان نہ ہو کہ کون صاحب کس شغل میں مشغول ہو اس کو مسند ارشاد پر بیٹھنا حرام ہے اور مریدوں میں تصرف کرنا برا ہے اور جو پہلی نگاہ میں مرید کے انجام کو نہ دیکھے کہ کس مرتبہ کو پہنچے گا اور کس حال و ذوق سے مشرف ہوگا اور اس کا انجام کیا ہوگا اس کو پیری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگ گردہ کسی لوہار سے کم نہیں ہے کہ جس وقت کوئی لوہا اس کے سامنے لاتے ہیں اپنے ملک سے وہ صفتوں کو جانتا ہے کہ وہ لوہا کس چیز کی صلاحیت اور کس ہتھیار کی قابلیت رکھتا ہے اور کیا چیز اس سے ہوگی۔ حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی کو سلسلہ ارادت میں نہیں لاتے جب تک اس کی حالتوں کو لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتے۔

قطعہ

چو مرآت الصفا روحانیہ شیخ	مثال آئینہ روحانیہ شیخ
نماید ہرچہ ہست در لوح محفوظ	دکھاتی ہے کتاب لوح محفوظ
خیال زشت دارد در جہان او	بڑا ہے بد عقیدہ وہ جہاں میں
کہ در آئینہ شان نیست ملوفا	نہیں جو آئینہ میں ان کے ملوفا

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ ارشاد پیری کی قابلیت کی ایک شریایہ ہے کہ طالب کی استعداد کو جانے اور یہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو سرسہ عرفان سے سرنگیں کئے ہو کہ اپنی فراست سے مرید کے انجام کا اور اس کی قابلیت کو پہلی ہی مرتبہ صرف دیکھنے سے جان لے۔ دوسرے یہ کہ خداوندی شہادت اور کشف سے اس کی حالت سے باخبر ہو جائے مثلاً واقعہ اور الہام سے قابلیت و اہلیت سے خبردار ہو جائے چنانچہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے تھے کہ شبِ پنجشنبہ کے اتالیبوس چلے میں میں نے بے خودی میں دیکھا

کہ مسافروں کی ایک جماعت پہنچی ہے اور ان کے درمیان ایک جوان ہے جس پر حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت کی ایک نظر ہے اس کو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ جب میں اپنی حالت میں آیا تو خادم سے کہا کہ ہرگز کسی مسافر کو میرے باہر آنے تک چلے جانے کی اجازت نہ دو۔ اتفاقاً اسی وقت ایک مسافر گروہ پہنچا میں نے کہا کہ کل جمعہ کے دن جب چل ختم ہو چکا ہو تو جامع مسجد میں جہاں میں بیٹھتا تھا وہ لوگ مجھ سے ملیں۔ جمعہ کے دن مسجد میں میرے آنے پر مسافر لوگ آئے اور سلام کیا میں نے کتنا ہی غور کیا اس کو ان کے درمیان نہ پایا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی دوسری قوم آئے گی نماز ادا کی اور خانقاہ میں آیا۔ خادم نے آکر عرض کیا کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص جوان کی خدمت کرتا رہتا ہے ان کے اسباب کی نگرانی میں تھا اور مسجد میں نہیں آسکا تھا اب وہ شیخ کی زیارت کرنے کی درخواست کرتا ہے میں نے کہا اچھا۔ جب وہ اندر آیا دوسرے میں نے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہی ہے سہ

مصرعہ

برآمد صورتی کان دید در خواب وہ صورت آئی جس کا دیکھا تھا خواب
اس نے سلام کیا اور کچھ دیر بیٹھ کر باہر چلا گیا میں نے خادم کو بلا کر کہا جاؤ اور اس جوان سے کہو کہ تم کو چند روز یہاں ہمارے پاس رہنا چاہیے اور ان لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب خادم باہر گیا اس کو دیکھا کہ ادھر لوٹ چکا تھا اور دروازہ پر کھڑا تھا۔ خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ سے کہو کہ مجھے قبول فرمالیں اور میں بھی یہاں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں خادم نے کہا کہ میں بھی اسی کام کے لئے آیا ہوں اسے بیان کیا اور اسے حضرت شیخ کے پاس لے گیا اور خدمت میں لگا دیا اس نے ایسی خدمت کی جس سے زیادہ بہتر آدمی سے ممکن نہیں تین سال کے بعد ذکر کہا اور چند خلوت بھی بیٹھا۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مشائخ کو بصیرت دی ہے اور فراست نصیب کی ہے کہ مرید پر آنے والے واردات سے وہ مطلع ہو جاتے ہیں اور فرما دیتے ہیں کہ آج یا کل یا پرسوں یا اتنے دنوں میں مرید پر فلاں واردات کا نزول ہوگا اور اُس کو اس سے آگاہ کر دیتے ہیں سہ

شعر

دہد نیمان چو آبی گوهران را جو موتی کو ہے دیتا آب نیمان
صدف را گو کہ بجشاید دہان را صدف کو کہہ دو کھولے اور دندان

تاکہ اس دولت کمال و آب فیض زلال کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اور بلند حال ہو جائے اور جس طرح آنے والے واقعات اس پر ظاہر کرتے ہیں گزشتہ حالات کو بھی اُس پر روشن کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ فرماتے تھے میں سفر میں تھا اور میرا ایک طالب اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا میں جہاں مقادہاں سے میری نظر اس کے زردل حال پر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک وارد عالی اس پر نازل

ہو رہا ہے اور بڑا اچھا حال اس پر کشف ہو رہا ہے اسی وقت میں اٹھا اور وہاں گیا۔ وہ مغلوب ہو کر اس کیف میں مست ہو گیا تھا میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ کس حال میں ہو اور کیا دیکھتے ہو کہو بولا میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے پھر کہا کہ کہو بولا نہیں کہہ سکتا میں نے کہا یہ ہودہ نہ کہو کہو اس طرح ڈانٹنے سے کہا

رباعی

چنان صوت کران عالم مرا از لطف نمودند
بغرم در نمی گنجد چگونش بر زبان آرم
از ان دریائی حسن او کہ بی قعر است دبی ساحل
کشیدہ جان من جامی چسایش بر لسان آرم
بلاشبہ مقام بہت بلند تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس واقعہ سے اس کی ذات میں عجب ظاہر ہو گا تو اس کو میں نے باز رکھا بالآخر وہ تجلی صمدیت کی صفت سے موصوف ہوا جس کا تذکرہ اپنے محل پرانشا اللہ تعالیٰ آئے گا۔ حضرت قدوة الکبرا اسی سلسلہ میں دوسری حکایت بھی فرماتے تھے اور شیخ عبداللہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبداللہ نے کئی درویشوں کو چلہ میں بٹھایا تھا ایک رات خادم سے کہا آج کی رات درویشوں کو زبردست کیف ہو گا۔ خیال رکھو کہ وہ بے خودی نہ کریں اور خلوت سے باہر نہ جائیں اور جنگل دیہاڑ کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

قطعہ

چو صوفی را رسد وارو گر انبار
ز خلوت سر نہد در سوئی کہسار
دران وادی بود سرگشتہ جاوید
اگر واقف نباشد پیرش از کار
خادم موجود رہتا تھا ناگاہ بابا محمود نعرہ مارتے فریاد کرتے خلوت سے باہر تڑپے دوسرے درویش نے بھی جس کا نام ہندو ایاس تھا بابا محمود کے بعد باہر جنت کی خادم ان کے پیچھے دوڑا ہندو ایاس تک پہنچا اور ان کو پکڑ لیا لیکن بابا محمود جنگل دیہاڑ کی طرف چلے گئے۔

دشیرین داروی کورا در افتاد
سگرفتہ کوہ و صحرا ہنچو فریاد
ہندو ایاس پیر کے انتظام و تربیت کی خوبی سے کسی قدر اپنی حالت پر آگئے بابا محمود اسی طرح مجذوب و مغلوب ہے۔ شعر
مرید افتد چو از تربیت پیر
رود در جذبہ جاوید تاثیر
اور ان سے کرامتیں اور خلاف عادت باتیں اس دیار میں مشہور ہوئیں۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو فرست دی ہے اور جماعت صوفیہ میں

بصیرت رکھی ہے کہ زمانہ میں پیدا ہونے والے حالات اور آنے والے واقعات کو آنکھ جھپکتے معلوم کر لیتے ہیں بلکہ دنیا کے پوشیدہ بھید اور انسان کے چھپے حالات ان کے سامنے مثل ہتھیلی پر رکھی ہوئی چیز کے ہیں۔

رباعی

مرايش نرا بود آئينه صاف انہیں کا دل ہے اک آئینہ صاف
زدود از صيقل انوار الطاف چڑھا ہے صیقل انوار الطاف
چو عنقائی بصیرت شان زند پر کرے مرغ بصیرت ان کا پرواز
پرد از فروہ این کاف تا کاف تو دم میں طے کرے از کاف تا کاف

اور یہ خود ان کے نزدیک بہت کم ہے کہ طالبان خدا سالکان راہ ہدای کی حقیقت و قابلیت کو آنے والے حالات سے جان لیں کہ کس کس کا نتیجہ اور کس کی رسائی اور کس طالب کا انجام کار اور کس سابعی کا آخری معاملہ کیا ہو گا۔

شعر

کسی کو دست دارد جام جمشید ہے رکھتا ہاتھ میں جو جام جمشید
عجب نی دیدہ گر یک ذرہ خورشید عجب کیا ذرہ بھر دیکھ جو خورشید

اسی سلسلہ میں شیخ معز بلخی سے ایک حکایت نقل کی کہ شیخ رکن الدین جب پہلی مرتبہ ملتان سے دہلی پہنچے چند امرا اور پیشرو لوگوں نے بغرض امتحان آپس میں طے کیا کہ شیخ ملتان کے پاس ہم سب چلیں اور چند مسئلے امتحاناً پوچھیں۔ آخر کار بزدلی کے پانچ مسئلوں کو مقرر کیا کہ دریافت کریں گے جب شیخ کے پاس پہنچے تو انہیں پانچ مسئلوں کو پوچھا۔ حضرت شیخ نے جو دریا ئے علوم کے غوطہ لگانے والے اور سلطنت عقل کے بدر تھے ہر مسئلہ کا دودھ تین تین طرح سے جواب دیا لیکن چونکہ ان کے دماغ میں بوئے اخلاص کا کوئی اثر نہ تھا بحث کرنے لگے۔

شعر

چو خواہی نفحہ از عنبر خاص اگر ہے سونگھنا کچھ عنبر خاص
مٹامی پر کن از کافور اخلاص تو بھر لو سر میں تم کا فور اخلاص

تب حضرت شیخ نے اپنے علوم باطن سے اُن کے جوابات بیان کئے اس طرح کہ پانچوں مسئلوں کی گتھی سلجھ گئی اس کے بعد ان شرمندہ مولوی صاحبان نے ارادت اختیار کی بعض نے انکار سے توبہ کی اور خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت شیخ کو ان کے جواب دینے کے بعد عجیب و غریب رقت دگر یہ ہوا لوگوں کے اس رونے کا سبب پوچھنے پر فرمایا کہ تیس سال کے کچھ اوپر سے میں ان واقعات کے انتظار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں بزدلی پڑھتا تھا اور میرا سبق یہیں پہنچا تھا ہر چند کہ استاد ذہن نشین کرتے تھے۔ مجھ کو نہیں معلوم ہوتا تھا، میں نے حضرت والد شیخ صدر الدین کو دیکھا کہ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے فرزند اٹھوان پانچ

مسکوں کو ہیں تمہیں بتاؤں گا مجھے پکڑ کر خانقاہ میں لائے اور عبادت خانہ میں لے گئے۔ ایک شرح و بیان سے کہ اس سے بہتر کوئی نہ ہو گا ان پانچ مسکوں کا مقصد مجھے بتا دیا اور آخر میں فرمایا اے فرزند ان پانچ مسکوں کو خوب خیال رکھو کہ ایک دن تم کو اس بیان سے کام پڑے گا۔

شعر

نصیحت کردہ ام در دل نگہدار نصیحت یاد رکھ تو بادل شاد
کہ روزی پیش تومی آید این کار کہ اک دن کام آئے گی تری یاد
میں اس وقت کا منتظر تھا جو ظاہر ہوا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ میں حضرت قدوة الکبرا بیان کرتے تھے
کہ ایک بزرگ اپنے لڑکے کو درس میں بھیجتے تھے اور بڑی تاکید کرتے تھے کہ کچھ پڑھ لے، لڑکا باپ کے کہنے پر
کچھ کان نہ دھرتا تھا۔

شعر

شود روز آسودہ زمین رہ گذر ہو آسودہ اس راہ میں بے خطر
پسر چون کند گوش پسند پدر پسر گر سنے دل سے پسند پدر
ایک دن اس کے والد نے کہا کہ جو مجھے کسی مسافر کے آنے کی خوشخبری دے گا وہ جو مانگے میں اس کو
دوں گا۔ خدا کی شان ان کے لڑکے نے انتظار کرتے کرتے ایک مسافر کو دیکھا اور باپ کے پاس مژدہ لایا
کہ ایک مسافر آتا ہے جب مسافر آیا تو باپ کے دامن کو پکڑ لیا کہ اپنا وعدہ و عہد پورا کیجئے۔ باپ نے کہا کیا چاہتے
ہو؟ ناخلف بیٹے نے کہا یہی چاہتا ہوں کہ اب پھر پڑھنے کے لئے نہ بھیجئے۔ باپ نے جب سنا فکر مند ہوئے کہ دلوں
صورت نقصان سے خالی نہیں ہے۔

بیت

یکی را گر بود ہر دو تفکر کسی کو گر کہیں ہو دو تفکر
فتد کشتیش در بحر تحیر ہے کشتی اس کی در بحر تحیر
بے حد غور و فکر کے بعد فرمایا کہ اچھا تعلیم کے لئے نہ جاؤ لیکن ایک شرط ہے کہ سورہ انّا فتحنا یا در لڑکے نے
قبول کر لیا سورہ انّا فتحنا یاد کر لی۔

شعر

ز سر فتحنا چہ داند پسر فتحنا کا سر کیسے جانے پسر
کہ اور از پیش آید ظفر کہ اس کو ملے گی اسی سے ظفر
ایک مدت کے بعد جب پدر بزرگوار نے دار دنیا سے سرائے آخرت کا سامان باندھا شیخ کے مریدین و خلفاء
باہم جمع ہوئے اور بالآخر طے یہ پایا کہ لڑکے کے سوا باپ کے سجادہ پر کون بیٹھے گا۔

قطعہ

درختی گر رود از باغ مایہ
بود از تخم او امید سایہ
صدف گر رفتہ از دریائی گوہر
چہ باکست گر بود بر جانی گوہر
لیا جب باغ سے پڑوں نے مایہ
تو ہوگی تخم سے امید سایہ
صدف نے بحر سے پھینکا جو جوہر
حرج کیا ہو کسی جا جو وہ گوہر

بالآخر لڑکے کو سجادہ پر بٹھایا گیا دن بدن پیرزادہ صاحب سجادہ کا کام بڑھتا جاتا تھا اور اس کی پیری کا چمن کرامتوں کے میوؤں کے لئے تیار تھا ایک دن اس لڑکے نے اُس شہر کی طرف جہاں اس کے والد کے مریدین تھے سفر پر کمر باندھ ہی اور روانہ ہوا۔ جب شہر کے لوگوں نے پیرزادہ کے آنے کی خبر پائی، چند میل استقبال کو آئے اور بادشاہ شہر بھی تھوڑی دور تک آیا اور شہر میں عزت و احترام سے لائے چونکہ ان کے والد کے مرید علیٰ ادرادنی سب تھے خلوص و عقیدت کے ساتھ سب امداد پڑے لیکن علمائے اعراض کیا کہ جس شخص نے قرآن پاک بھی نہ پڑھا ہو اس طریقہ میں کس طرح داخل ہوگا اور طالبان حق کو راستہ کیسے دکھلائے گا کیونکہ اس راہ کی لازمی شرط علم ہے یہ جھگڑا آخر عقلمند بادشاہ تک پہنچا اس نے علماء کو بلا کر اس واقعہ کو دریافت کیا علمائے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے پیرزادہ کو بھی بلانا چاہیئے۔ بادشاہ نے مجمع کیا سب علماء کو بلایا اور پیرزادہ کو بھی طلب کیا۔ بادشاہ نے پیرزادہ کے اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہ علماء کہتے ہیں کہ صاحب سجادہ نے کچھ پڑھا نہیں ہے اس کی تصدیق یا تکذیب کس طرح کی جائے؟ مریدوں نے کہا ہم کو مولویوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ فقراء کے اسرار سے باخبر نہیں ہیں اگر کچھ کہیں تو معذور ہیں سے

قطعہ

ز عالم چون نباشد زاهد آگاہ
گر انکاری کند معذور باشد
چہ داند مشرب آب حیات او
کہ در ظلمات خود مستور باشد
نہیں جب حال سے زاہد ہے آگاہ
کرے انکار گروہ تو ہے معذور
وہ کیا جانے رہ آب حیات آج
کہ جو ظلمات میں اپنے ہو مستور

لیکن اگر وہ امتحان کرنا چاہتے ہیں تو پیرزادہ سے سوالات کریں۔ علمائے کہا کہ انہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے پہلے ہم کو قرآن کی کوئی سورۃ سنائیں۔ انہوں نے پوچھا کون سی سورۃ پڑھی جائے سب نے مل کر کہا کہ سورۃ انا فتحنا پڑھیں۔ پیرزادہ نے باپ کے حکم سے یہی سورۃ یاد کی تھی فوراً سنادی اور ایک حرف کی بھی غلطی نہ ہوئی سب شرمندہ ہوئے بادشاہ نے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور خود ان کا مرید ہوا اسے شعر

بود در دیش را نوعی سرانجام
کہ از آغاز دریا بسند انجام
فقروں کے ہیں ہوتے اس طرح کام
کہ پہلے جان لیتے ہیں وہ انجام

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بہار الدین نقشبند سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص صوفیہ کے سامنے آتا ہے تو وہ اپنے آئینہ دل پر نظر کرتے ہیں جو کچھ ان کے دل میں اس کے آنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ چیز اسی سے ہے ان کو اس سے کوئی کام نہیں ہے اسی کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ شیخ کی روحانیت عالم مثال میں جلوہ افروز رہتی ہے جو شخص سامنے آتا ہے اس کا مثالی نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اسی کو تجلی مقابلہ کہا ہے۔ حضرت قدوة الکبر کے حضور ایک شخص آیا جس کے دل میں فلسفیوں کا عقیدہ جما ہوا تھا ظاہراً اسلام کی صورت میں بہرہ وپ تھا جب کچھ دیر بیٹھا تو حضرت نے فرمایا کیا تو فلسفی مذہب کا ہے وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دل میں اپنے مذہب سے توبہ کی اور اہل سنت و جماعت کے مذہب میں مضبوطی سے آ گیا۔ فوراً حضرت قدوة الکبر نے فرمایا اللہ کا شکر ہے تو سنی ہو گیا۔ ہرگز اس سے نہ پھرنا، وہ جلدی سے اٹھا سر کو حضرت کے پاؤں پر رکھ دیا اور مرید ہو کر سلوک میں مشغول ہوا۔

پہچان آئینہ صافی دل صاحب نظر دارد
دل صاحب نظر ایسا ہے اک آئینہ صافی
کہ ہر صورت کہ پیش آید ہمہ تشبیہ بردارد
کہ آئی سامنے جو شکل اس میں ہے اتر جاتی

دوسرا ادب (پیر مرید کے مال کی لالچ نہ کرے) یہ ہے کہ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر مرید کے مال کی لالچ سے پاک ہو اور کسی طرح اس کے مال و خدمت کی طرف مائل نہ ہو اگرچہ مرید خود اپنے تمام کاموں پر پیر کی خدمت مقدم رکھے گا۔ پیر تربیت و ہدایت کو جو بہترین نعمت اور اعلیٰ درجہ کی عطا ہے بدلہ قبول کر کے باطل نہ کرے۔ اگر مرید یکبارگی اپنی الماک و اموال ترک کرنا چاہے تو اجازت نہ دے مگر اس وقت جبکہ اس کے مقابلہ میں ایسا کیف و حال بدلہ دے سکے جو مرید کے لئے موجب تسلی و باعث دل جمعی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مرید بلند ہمت و صاحب عزم ہو اور کیف و حال میں مضبوط و قوی ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کی اتباع سنت میں تمام مال خرچ کرنے کی اجازت بزرگوں نے دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ضروری اور لابدی مقدار سے زیادہ اور بچت میں بزرگوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید تمام مال لایا آپ نے اس کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ روزمرہ کے خرچ بھر نکال لو اور زیادہ کو خرچ کر ڈالو کیونکہ تمام مال خرچ کر دینے کے بعد مطالبہ نفس سے میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ میں نے اسی وجہ سے فرزند تنگدلی کو ایکبارگی سامان دنیا سے نکلنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ شاہان سمرقند سے تھے اور پڑا بد بخت اور انتہا رکھتے تھے بہت اصرار کیا تھا کہ ایکبارگی علیحدگی اختیار کریں اور تعلقات و موانع سے دامن بچالیں اس فقیر نے کہا کہ اے فرزند ابھی تمہارا نفس تو کل کے کمال کو نہیں پہنچا ہے شعر

مگرچہ شرط راہ تجرید ست لیکن ایغریز
مگرچہ ہے تجرید شرط راہ لیکن اے عزیز
بر تباہ ہر کسی این بار از روی تمیز
ز در ہر بازو میں ہوتا ہے نہیں اس بار کا

تیسرا ادب یہ ہے کہ شیخ صاحب ایثار ہو لذتوں کا قربان کر دینا اور ظاہری تعلقات کو توڑ دینا پیر پر غالب ہوتا کہ اس کے دیکھنے سے مرید کے عقیدہ کا صدق و یقین زیادہ ہو اور تعلقات کو چھوڑ دینا اور لذتوں کا قربان کر دینا اور علیحدگی و تنہائی کا شوق اس کو حاصل ہو اور پیر کی حالت پر بدظنی کا عقیدہ جو راہ فیض کی رکاوٹ ہے اس سے دور ہو اور اس کا دل پیر کے تصرفات پر یقین کرے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر ہر حالت میں مرید کا زینہ ہے اور حضرت صمدیت کی نزدیکی کی بلند چوٹی پر چڑھنا بجز اس زینہ کے ممکن نہیں ہے اور چاہیے کہ اگر کوئی نذر و فتوح غیب سے پہنچے تو ضرورت سے زیادہ کو خرچ کر ڈالے اور ذخیرہ نہ بنائے۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ قطع تعلقات اور ترک ملکیت جس کو مشائخ نے پیروں کے لئے فرمایا ہے اس سے مراد مال و منال کی کثرت اور خزانہ جمع کرنے کو ترک کرنا ہے نہ یہ کہ پیر کو محتاج ہونا چاہیے کیونکہ اتنا جس سے ساتھیوں اور طالبوں کی حاجت پوری ہو بہت زیادہ ضروری ہے۔ مبتدی کو کھانے پینے سے بے فکری نہ ہو تو اس کے کام میں تفرقہ پڑے گا۔

ایک دن میں صاحبیہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پیشواؤں کے قطع تعلقات اور ساہسے کل و جزا سباب دنیا کو ترک کر دینے کی بات نکلی فرمایا کہ یہ لوگ عجیب عقیدے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ درویش کو محتاج اور منگتا ضرور ہونا چاہیے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز کسی پیر و مرشد کو خلق کا محتاج نہیں رکھا ہے اور کیوں یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے سے خدائے برتر کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں۔

قطعہ

چو دارند از ولایت بر سر این تاج	ولایت کا ہیں رکھے سر پہ جب تاج
چرا بر خلق میگردند محتاج	تو کیوں مخلوق کے ہوئیں وہ محتاج
بسر ہرگز ولایت تاج دارد	لقب دنیا میں ہے ان کا ولی کا
خدایش چون بکس محتاج دارد	خدا منگتا کسے پھر کیوں کسی کا

مالانکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس تمام سامان عیش و اسرار آلات لشکر و حبش کے ساتھ ان کی برکت قائم کئے ہوئے ہے بلکہ آفرینش اور نور عقل کی پیدائش سے مقصود یہی لوگ ہیں۔ قطعہ

چو مقصود از وجود آفرینش	یہی تخلیق کے گویا ہیں مقصود
ہم ایشانند در بکشاوی بینش	یہی ہیں عقل کی راہوں میں باہود
کہ خوش داند راہ حق نمودن	کہ راہ حق کے ہیں یہ لوگ ہادی
نعیم ہر دو عالم را فزودن	بڑھاتے ہیں دو عالم کی یہ شادی

قطعہ

دونانی جو کہ پیش آورد بنی قید
بسی بہتر ز قرص ماہ و خورشید
ہلی بر خوان دولت سرفراز است
ہیکی از ناز دیگر باناز است
بالآخر فرمایا سبحان اللہ کسی کی ناز و نعمت سے پرورش کرتے ہیں اور دوسرے کو سوز و گداز و درد و غم پہ
کے بعد دیتے ہیں اور پھلی صورت چیز ہی دوسری ہے۔

مقامات حضرت خواجہ سے حضرت قدوة الکبرائے نقل کیا کہ اکثر محققین اس پر ہیں کہ ہر کے لئے اتنی دنیا
جو مریدوں کی کافی و مناسب خوراک ہو ضروری اور تکمیل کے شرائط سے ہے کیونکہ اتنی دنیا اگر نہ ہوگی تو مریدوں
کو مجبوراً حاجت بھر کے لئے دنیاوی کام میں مشغول کرے گا اور یہ شروع شروع میں کمال شغل کے خلاف ہے

شعر

نیار دہر مرید اندر ہدایت
کر باشد در یقین رزق غایت
مرید نو کو کیسے ہوگا معلوم
کہ پہنچے گا یقیناً رزق مقسوم
بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس کو صاحب جاہ ہونا چاہیئے تاکہ مرید سے سید عاجزی اور اطاعت ظاہر
ہو اور طریقت کا رکن اعظم ہر کی غلامی ہے اور ہر کے صاحب درجہ ہونے کی حالت میں زیادہ ہے بعض لوگ
اس اطراف کے جنہوں نے بزرگوں کی روش کو مختلف شہروں ملکوں میں نہیں دیکھا تھا حضرت قدوة الکبر کے
بارے میں ساقیوں کے لئے سامان و اسباب کی کثرت و افراط کے سبب کچھ برا کہتے تھے اور نہیں جانتے
تھے کہ یہ تو آپ کے کمال حال کا سبب تھا کیونکہ قریب پانچ سو نفر فقرا و حزبا مختلف شکل کے مثلاً قلندر جوگ
جنی اور کبل پوش لوگ اور آپ کے بہت سے اصحاب جو لباس تصوف و معرفت پہنتے تھے حضرت قدوة الکبر کی بدلت
کھانے پینے کی بشری حاجتوں سے مطمئن تھے اور دہمچی کے ساتھ ہر شخص اپنے مناسب حال شغل میں بآرام رہتا تھا

قطعہ

کو بھی کہ در پیش بسیار کس
ز نعمت کشد روز دستار خوان
دگر عکس او میخورد باد دیگر
چہ نسبت بود در دل این دآن
سخنی ایک بہتوں کے آگے جو روز
بچھاتا ہے نعمت کا دستار خوان
کوئی دوسرا کھاتا ہے باد دیگر
ہے نسبت ہی کیا دونوں کے درمیان
شیخ کا فعل قول کے موافق ہونا چاہیئے (یہ ہے کہ دعوت میں فعل کی قول سے
موافقت ہو۔ یعنی کسی کام کو کرنے نہ کرنے کے لئے جو کچھ فرمائے پہلے خود اس پر

چوتھا ادب

کار بند ہونا چاہیے ورنہ لوگوں پر چنداں اثر نہ ہوگا جیسا کہ انکوں نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے عمل و حفظ سے نفع نہیں پہنچایا وہ لفظ سے ہرگز نہ نفع پہنچائے گا پس اس صحت سے پر پر لازم ہے کہ جو فرمائیں پہلے خود کار بند ہوں اس وقت دوسرے سے فرمائیں کیونکہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہے

شعر

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر ہوں کسی ماتم میں گر سو نوحہ گر
آہ صاحب درد باشد کارگر آہ صاحب درد ہوگی کارگر

تاکہ اس وعید کے دائرہ شمول سے باہر رہے جس کو اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے
لَمْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ
کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ
تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ
کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کے
نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ
بات کہو جو کرتے نہیں۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے ضرور جس کام کو آپ نہ شروع فرمایا ہو دوسرے پر اثر نہ ہوگا چنانچہ حضرت خواجہ نظامی نے فرمایا ہے

بیت

پندیرا سخن بود شد جائی گیر نفس مقبول باتیں ہوئی جائے گیر

سخن کز دل آید شود دلپذیر کہ جوابات دل سے ہو بہ دلپذیر

لکھا ہے کہ ام اعظم کے حضور ایک عورت آئی عرض کیا کہ میرا لاکا مٹھائی بہت کھاتا ہے گھر میں جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے سب مٹھائی پر خرچ کر ڈالتا ہے میں محتاج ہوں کس طرح بسر ہوگی براہ کرم میرے لڑکے کو مٹھائی کھانے سے روک دیجئے حضرت امام نے فرمایا کہ تین روز بعد اپنے لڑکے کو میرے پاس لانا تاکہ اس کو سمجھا دوں چنانچہ تین دن کے بعد وہ لڑکے کو لے گئی۔ حضرت نے اس کو نصیحت کی وہ زیادہ مٹھائی کھانے سے رک گیا عورت نے پوچھا کہ اے ام کیا سبب تھا کہ اسی روز حضرت نے نصیحت نہ کی فرمایا کہ مجھے بھی مٹھائی سے رغبت تھی میں نے بھی تین دن مٹھائی نہیں کھائی تاکہ میرے کلام میں اثر پیدا ہو

شعر

اگر چہ پند را تقصیر نبوده نہیں ہے وعظ کی گو کوئی تقصیر

سخن نا کردہ را تاثیر نبوده یہ قول بے عمل میں کیا ہوتا تیر

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ حضرت شیخ خواجگی راوی ہیں کہ کسی نے حضرت خواجہ ابو حفص کبیر

رحمۃ اللہ علیہ سے ایم بیض کے روزوں کا ثواب دریافت کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا چند روز کے بعد اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی ٹھیک جواب دیا اور امید سے زیادہ ثواب کے موتی پر دئے سائل نے کہا آپ نے اسی دن کیوں نہ جواب دیا فرمایا اس وقت ایم بیض کے روزے میں نہ رکھتا تھا مجھے حق تعالیٰ سے شرم آئی کہ اس بارے میں بات کروں۔

خواجہ سری سقطی سے منقول ہے کہ ان سے صبر کے معنی کسی نے پوچھا اسی وقت ایک بھونے آپ کو کانا مگر آہ نہ کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اسی طرح صبر کا بیان شروع کیا اس حالت کے متعلق سب نے پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں اپنی حالت سے تجاوز کرتا تو میرا قول فعل کے خلاف ہوتا حق تعالیٰ سے میں نے شرم کی اور حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے کسی نے درویشی کی صفت پوچھی وہ فوراً گھر کے اندر چلے گئے وہاں سے واپس آکر جواب دیا میری الماک میں چار پیسے موجود تھے مجھ کو شرم معلوم ہوئی کہ اس قدر مال موجود ہو اور میں درویشی کا بیان کروں۔ ایک مجلس میں چند حضرات درود شریف کا ورد کر رہے تھے وہاں ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کی حالت میں تغیر ہوا اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اور وہاں سے واپس آکر درود شریف پڑھنا شروع کیا کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلے درود شریف کیوں نہ پڑھا تو جواب دیا کہ مجھے شرم معلوم ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں اور میرے گھر میں کوئی چیز ان کی سنت کے خلاف ہو۔ حضرت خواجہ شفیق بلخی نے شروع شروع میں ایک کافر پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا اور خواجہ کو مارا۔ مدت کے بعد جب شفیق کامل ہوئے وہی کافر آیا اور اسلام قبول کیا شفیق نے حال پوچھا تو بولا کہ پہلے آپ گناہوں سے آلودہ تھے اور میں بھی اس درجہ کفر میں پھنسا تھا۔ جس شخص کو پاک نہیں کر سکتا جب آپ ظاہر ہوئے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے واسطے مجھ کو پاک کر دیا۔

شعر

در آب آلودگی چون گشت ظاہر نجاست جب ہوئی پانی میں ظاہر

نباشد، بھجو آب جوئی ظاہر نہ دریا کی طرح وہ ہو گا ظاہر

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے البتہ ان شرائط کا حکم دینے کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ پرہیز سے آزاد ہے اور طالب ابھی بیماری میں ہے۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ عام اس سے حاصل کرنا چاہیے جس نے خود اس سے فائدہ اٹھایا ہو کیونکہ جس علم نے اس کو فائدہ نہ دیا ہو دوسرے کو کیا فائدہ دے گا۔ جب علوم ظاہر اس طرح ہیں تو علوم باطن کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہیے (یعنی علوم باطن کی تعلیم بھی اس شخص کو سزاوار ہے جو اس راستہ پر چل چکا ہو)

پانچواں ادب | کمزور اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیے یہ ہے کہ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کو کمزوروں

کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے کیونکہ جب طالب میں عقیدت و ارادت کی کمزوری دیکھے اور سمجھ لے کہ نفس کی مخالفت اور پسندیدہ چیزوں کے چھوڑنے میں سچی نیت نہیں رکھتا تو چاہئے کہ اس کے ساتھ مدارات کمرے اور اس کو اس وجہ سے کہ نیت کا سچا پختہ نہیں ہے واپس نہ کرے اور اس طریق سے محروم نہ کرے اور شقاوت کا خط اس کی پیشانی پر نہ کھینچے کیونکہ اس بزرگ جماعت کا وصف ہے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيْسُهُمْ (یہ قوم اپنے ساتھیوں کی شکایت نہیں کرتی) تو ایسے قبول کئے اور اس طرح بسر کرے کہ اس کو نقصان کی پستی سے کمال کی بلند چوٹی پر چڑھادے اور شروع میں تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے منع کرے اور بعد رخصت پر اقتصاد کرے تاکہ جلدی میں متنفر نہ ہو اور اگلے قدم پھر نفس طبیعت پر نہ جھک پڑے اور رفتہ رفتہ اس کو قبضہ میں لائے

شعر

چو مرغی کز برای داندہ کام مثال مرغ جو از بہر داندہ
بتدریجش فست در حلقہ دم ہے پھنستا جال میں وہ رفتہ رفتہ

اور وہ فقراء کے زیادہ میل جول اور عرصہ تک کی صحبت سے اثر پذیر ہو اور ہم جنسی کارنگ پائے اور اس کا ارادہ قوت اختیار کرے اور مناسبت و جنسیت کے اثر سے محبت کا جذبہ اس میں جڑ پکڑ لے اور رخصت کی پستی سے عزیمت کی بلندی پر ترقی کرے اور سب مشقتوں کو برداشت کرے۔ لکھا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بزرگ کی صحبت میں آیا اور دنیا سے بالکل علیحدہ ہو گیا۔ شیخ اس میں کمزوری محسوس کر کے دقت پر اچھے اچھے کھانے اس کے لئے موجود کرتے رہتے اور کہتے کہ نعمت کا خورگے اور اس سے انس ہو گیا ہے اس کے ساتھ مہربانی اور دلہی سے بسر کرنا چاہئے اور لذتوں سے اسکو بالکل منع نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے کہ آہستہ آہستہ عادت ترک کرانا چاہئے۔ جب دقت آئے گا وہ آپ ان سخت ریاضتوں کی طرف میلان کرے گا اس لذت کی وجہ سے جو پائے گا۔ حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبر نے تنگدلی کی نسبت یہی برتاؤ کیا ہے وہ صاحب جاہ تھے اور جب توفیق تو بہ پائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو ایک بارگی ریاضت کا حکم نہیں دیا آہستہ آہستہ ریاضتوں میں لائے پہلے پہل جیسا ان کا تقاضا طبع تھا اسی قسم کا کھانا کپڑا دیا

شعر

چو بام وصل بلند آمدی عزیز جہان ہے ہم وصل جب اونچا تو ای عزیز جہان
برو بر آمدن از سرعتی چکونہ توان ہے اس پر جلدی سے چڑھنے کا کس میں پھل مکا

چھٹا ادب (کلام کی صفائی) مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ کلام کو صاف ہونا چاہئے شیخ کو اپنی گفتگو خواہش کے میل اور مذاق و مہلات سے پاک و صاف رکھنا چاہئے تاکہ مریدین اسکے نفع کا اثر ظاہر دیکھیں کیونکہ گفتگو مرید کے دل میں مثل بیج کے ہے جو پڑے گا وہی ظاہر ہوگا تو پیر کو چاہئے کہ مرید سے گفتگو کے وقت کلام کو خواہش کے میل سے پاک رکھے اور جو مرید کے دل میں ڈالے معرفت کے

پانی سے اس کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے تو ضرور حقائق کے پھل ظاہر ہوں گے اور اشارات کی حقیقتوں سے متحقق ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کرے تاکہ وہ اپنی بے سبب عنایت سے ڈاکوؤں اور چوروں اور شیطان اور نفس کی خواہشوں کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ مرید سے گفتگو کے وقت حق سبحانہ و تعالیٰ سے معنی کے لئے دعا کرے کہ اس وقت کا کام سننے والے کے حال کی صلاح اور فوائد کو شامل ہو اور یہ کہ اس کی زبان حق کی گویا ہو اور اس کی گفتگو فائدہ رسانی میں صادق ہو۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے گفتگو کے وقت اپنے کو اپنے سے خالی کرے اور اپنے کو پانی کا پڑنا سمجھے کہ حق تعالیٰ چہنہ معرفت سے ابرکرم اس کی زبان پر بہاتا ہے اسی لئے حضرت مولوی نے اپنے کو ”نہ“ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ کہا ہے

شعر

بشنوا زنی چون حکایت میکند
سن تو نے سے کرتی ہے وہ کیا بیان
کز جدائی ہا شکایت میکند
دوری کی کرتی شکایت ہے عیان
کیونکہ نے کو خدا رسیدہ کاملوں اور مکملوں سے جو اپنے سے اور خلق سے فانی ہو گئے ہیں اور حق کے ساتھ باقی ہیں پوری نسبت ہے بالخصوص بعض موقعوں پر نفی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور اس گروہ نے اپنے وجود عارضی کی نفی کر کے بعد میں حقیقی مردہ کی طرف رجوع کیا ہے

شعر

چو ابری سز دم دریا برآید
اگر بادل کوئی دریا سے اٹھا
وگر باسیل سوئی خود گراید
تو کلی سیلاب دریا میں گرایا
جس طرح کہ نے اپنے سے خالی ہے جو آواز از قسم نغمہ الحان اس سے منسوب ہے درحقیقت بجائیوں سے ہے نہ کہ اس سے

شعر

ہر آن صوتی کہ خیزد از دم نی
صد کوئی اگر اس نے سے آئی
ز نائی میدہد خبری نہ از وی
خبر دی اس نے یاں کوئی ہے نائی
اسی طرح یہ بزرگ لوگ بالکل اپنی خودی سے خالی ہو گئے ہیں جو کچھ ان پر غالب ہے افعال و اقوال اخلاق و اوصاف سے وہ حضرت حق کے کمالات ہیں جو ان میں ظاہر ہوئے اور ان میں مرتبہ منظریت سے زیادہ نہیں ہے اگر مراد نے سے قلم ہے جو اپنے سے تعبیر کی ہے تو وہ بھی درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ حرکت دینے والا اور تصرف کرنے والا دوسرا ہے جس طرح کہ مشائخ کی گفتگو اور ان کے درجات اور جو ان سے ظاہر ہوتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے کہ :

يُضِلُّهُ اللهُ مِنْ يَشَاءُ
وَيَهْدِيْهِ مِنْ يَشَاءُ
اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے۔

کی صفت نے ان کی شان میں ظہور کیا ہے جس طرح نے سے پہلی مرتبہ میں سے

رباعی

آتش سست این بانگ نائی نیست باد
ہر کہ این آتش نذر دنیست باد
آتش عشق است کاندہ فی فتاد
جوشش عشق است کاندہ فی فتاد
بانگ نائی کو ہوا مست کہہ ہے آگ
وہ مٹے رکھتا نہیں جو اس سے لاگ
عشق کی نے میں پڑی ہے تیز نار
جذبہ الفت کی نے میں ہے ابھار

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اس گروہ کی بات کہنا اسی کے لئے زیبا ہے جو سالوں جان کی جھاڑو سے اور مدتوں یقین کی راہ سے خانقاہ مشائخ کے پاخانہ گنیا ہوا اور سر پر اٹھا کر دوسری جگہ پھینکا ہو۔ شیخ ابوالکلام کو جب راہ حق تعالیٰ کے سلوک کا جذبہ پیدا ہوا خراسان سے قصد طواف کعبہ کیا حضرت قدوة الکبر کے پاس آئے اور سلوک میں مشغول ہوئے اور اس گروہ کی باتیں حاصل کرتے تھے ان کے بارے میں حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے لحاظ سے مقام شکر ہے کہ ایک شخص پانسو کوس کی راہ طے کر کے اور منزلیں قطع کر کے آیا اور اپنے وقایح کا محل چاہتا ہے۔

حضرت قدوة الکبر شیخ عمو سے نقل کرتے تھے کہ میں ایک بزرگ شیخ ابوبکر خالیزبان کی زیارت کے لئے بخارا گیا ان کو تلاش کیا کوئی گھر نہ تھا صرف ایک دروازہ رکھتے تھے وہ دہاں تھے میں سامنے گیا سلام کیا مٹھکو بٹھایا اور دسترخوان لائے جو کی روٹی تھی اور نمک میں بھوکا تھا یا تھ بڑھایا اور کھانے لگا۔ کھانے کے درمیان ان کو دیکھا کہ وہ روتے تھے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھ سے کہا تم کھاؤ میں فرط مسرت سے روتا ہوں کیونکہ ابوالقاسم جنید نے مجھ سے کہا تھا کہ جلد ہاں جلد ہو گا کہ یہ باتیں ایسی ہوں گی کہ ایک گلی میں دو حجرہ ہوں گے ان میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہوں گی (یعنی تصوف کی) اور دوسرے میں نہ ہوں گی۔ دوسرے حجرہ میں رہنے والا معارف سیکھنے کے لئے پڑوس کے حجرہ میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرے گا آپ ہرات سے چل کر بخارا آئے ہیں ابھی تک اچھا ہے۔

ساتواں ادب | بات کا بطور کنایہ کہنا ہے۔ پیر جس دقت مرید میں کوئی بری چیز معلوم کرے اور چاہے کہ اس پر گرفت کرے تاکہ وہ اس سے پاک ہو جائے تو بات بطور کنایہ کہنی چاہیے اور صاف صاف کہنے سے بچے۔ نصیحت اس طرح دلہی اور حکمت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ایک دن ان کلمات

شریفہ و مقامات لطیفہ کا جامع حضرت کے ساتھ ایک راستہ میں گذر رہا تھا اتفاقاً لگاؤ ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور دل کی سوزش اور قلب کی کشش اس کی طرف حد سے گذر گئی ایسا کہ کھانا پینا بھی کبھی چھوٹ جاتا تھا اور میرے اس واقعہ سے کوئی باخبر نہ تھا مگر پوشیدہ نہ رہ گیا۔

شعر

نسازد گر کسی از عشق اظہار کوئے گر عشق کا کوئی نہ اظہار
بخواند ہر کسی بر درق رخسار بتا دیتے ہیں سب کچھ زرد رخسار
جب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں مقررہ عادت کے موافق میں گیا جیسے ہی اس فقیر کے چہرہ پر لگاؤ پڑی کسی قدر تبسم فرمایا۔

شعر

چو در بحر دلش این دریا سرار جو نہ کلا بجز دل سے دریا سرار
برآمد از تبسم کرد اظہار تبسم کا کیا اس وقت اظہار
ز ہی دریا می اسرار منور زہے دریا می اسرار منور
کہ ریزد از تبسم دژ و گوہر تبسم سے ہے جھڑتا دژ و گوہر
معرفت و حقیقت کی بعض باتیں فرمائیں اور اس کے ذیل میں قصہ مجنون کی ایک بات نکالی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عشق حقیقی کے مشرف سے مشرف کیا تھا دوسرے کے لئے نقصان ہے۔

شعر

درین سودا کہ از عشق بتا نست یہ سودا جو کہ ہے عشق ہستاں کا
یکی را سود و دیگر را زیانست ہے باعث نفع کا بھی اور زیاں کا
اس بات کے سنتے ہی وہ میلان میرے دل میں نہ رہ گیا گویا تھا ہی نہیں۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ مریدوں سے علی الاعلان مواخذہ کرنا چاہئے یہ زیادہ مناسب اور حکمت سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرید اجازت لیکر وطن گیا جب خدمت شریف میں واپس آیا ایک بڑا مجمع تھا خواجہ نے فرمایا ہمارے بزرگوں کا دستور محاسبہ ہے لہذا جدائی کے وقت سے لیکر سامنا ہونے تک جو گذر رہے سب بیان کرنا چاہئے اس نے سب عرض کیا۔

شعر

ز اول تا بہ آخر ہر چہ بودہ ز اول تا بہ آخر جو ہوا تھا
بعرض سلطنت یکیک نمودہ وہ اک اک بات کو حضرت سے بولا
اور قلب اقدس میں جمادیا لیکن ایک چیز جس کو نہ کہہ سکا حضرت خواجہ نے فرمایا یہ نہ ہوگا سب کو کہنا

چاہیے درنہ میں خود کہوں گا اور تجھ کو رسوا کروں گا بالآخر مجمع میں کہا ہے

شعر
صاحب دل آئینہ شمش سر بود
صاحب دل آئینہ شمش سر بنا
ز انجہت از شمش طرف ناظر بود
شمش جہت سے چیز کو ہے دیکھتا

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اس گروہ کے لئے تعریف ضروری ہے اور وہ ساتھیوں اور دوستوں کو برے کام سے بطور کنایہ و مثال کے آگاہ کر دینا اور باخبر بنانا ہے کیونکہ انداز سنت مصطفیٰ اور فن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ زمانہ رسالت میں اگر کسی صحابی سے کوئی ناگوار اور سخت کام واقع ہوتا وہاں آپ فرماتے تھے کہ جو اس قسم کا کام کرتا ہے وہ اچھا نہیں ہے اور اگر کسی جماعت و قوم سے کوئی برائی اور خرابی صادر ہوتی تو فرماتے تھے کہ جن لوگوں میں کہ ایسی بری روش ہے کس طرح بھلائی ہوگی سبحان اللہ کیسا خلق مصطفیٰ تھا ہاں جس میں ایسا خلق ہو اس کی شان میں نازل ہوتا ہے کہ

قَرَأْتَكَ لَعَلِّي خُلِقْتُ عَظِيمٌ ۝ اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

رباعی

کسی کو مظہر ستار باشد
جو ہوتا ہے ظہور شان ستار
بعیب برہنہ ستار باشد
کھلے عیبوں پہ ہوتا ہے وہ ستار
اذان راہ اولیاء اور رحمت
اسی سے ادلیاء حق کی رحمت
بیاران بر ز جان دلدار باشد
ہے یاروں کے لئے غمخوار و دلدار

قریب قریب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ سے فرماتے تھے کہ کیا کہنا ہے انبیاء کے خالق کا کہ اسلام کی تبلیغ بھی اسی کنایہ سے کرتے تھے اگرچہ دوسرے موقع پر ڈرانے کے انداز پر کرتے تھے روشن تادیل اور زیادہ صحیح قول حضرت خلیل اللہ کی شان میں وہ ہے جو تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں تین قومیں تھیں ایک ستارہ پوجتی تھی دوسری چاند کو پوجتی تھی تیسری آفتاب پوجتی تھی آپ نے چاہا کہ ان کو دعوت دیں اور یہ تینوں قومیں نہایت سخت دل اور اپنے کفر میں مصر تھیں اور جماعت بڑی تھی آپ نے کہا کہ ایک بارگی ان پر دعوت کا اظہار کروں گا تو نہ سنیں گے

شعر

دلی کان بود از خم آہن بستر
جو دل لوہے سے ہو کچی میں بستر
دروپند مردم نگیں و اثر
نصیحت نہیں کرتی اس میں اثر

۱۷ پ ۲۹ القلم ۴

توحید پیدا کیا کہ پہلے آپ اکیلے اس قوم میں گئے اور انہی لوگوں میں ایک آپ ہو گئے جس طرح وہ لوگ ستارہ طلوع ہونے کے منتظر رہتے تھے آپ نے بھی کیا یہاں تک کہ ستارہ نکلا تو بطور کنایہ و تعریض کے نہ کہ ازراہ شک و تردید آپ نے کہا ہذا رقی ہے (یہ میرا رب ہے) تاکہ وہ لوگ جانیں کہ ہم میں سے ہیں اور بھاگ نہ جائیں جب ستارہ ڈوب گیا آپ کہنے لگے اس طرح کہ وہ لوگ سن لیں کہ یہ ستارہ نکلا اور ڈوب گیا خدا کے لئے تغیر و تبدل جائز نہیں ہے اگر یہ صفت خدا کی ہو تو بندہ اور خدا میں کیا فرق ہو س

شعر

اگر این وصف را شمری ز صانع اسی کو سمجھے تم گر وصف صانع
چرا باشد فرق در مصنوع و صانع ہے کیا مصنوع اور صانع میں مانع

تو یہ خدا نہیں ہے اے ہم دوست نہیں رکھتے اور چاند میں بھی ایسا ہی کہا اور طلوع آفتاب میں اسی طرح فرمایا تو جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے سنا ان کی عقل میں آگیا سب نے کہا ٹھیک کہتا ہے کہ خدا کے لئے تغیر اور حرکت نکلنا اور ڈوبنا عیب ہے سب پھر گئے اور دین ابراہیم میں آگئے اس طریقہ سے ان کو اسلام میں لائے اور اس کو تبلیغات انبیاء کہتے ہیں تو ابراہیم کا کلام بطور تعریض تھا اور مقصود اس سے یہ رکھنا تھا

بیت

مکن انکار تو در کار انبیار نہ کہ ہرگز کبھی انکار اختیار
کہ ہست در کار شان بسیار اسرار کہ ان کے کام میں بے حد ہیں اسرار
اور وہ حق ہے نہ کہ معاذ اللہ ایسا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

حضرت قدوة الکبر حضرت شیخ شمس الدین سے نقل کرتے تھے انبیاء و اظہار نبوت کے بعد اراظہار نبوت سے پہلے شرک سے معصوم ہوتے ہیں چنانچہ کتب عقائد میں آیا ہے کہ دونوں حالتوں میں یہ حضرات سب سے زیادہ صاحب عرفاں ہوتے ہیں اور اس تقریر پر لازم آتا ہے عقیدہ کے خلاف کہنا اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو ھذیکہ اُخِیتی (یہ میری بہن ہے) کہا مراد آپ کی یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے اور یہ ٹھیک ہے دوسرے یہ کہ جب چاہتے تھے کہ جلد کریں بتوں کو توڑنے کے لئے تو کہتے اِنِّی سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) حالانکہ تندرست ہوتے مقصود اس میں آپ کا یہ تھا کہ انسان کسی وقت بیماری سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ اسکو معلوم نہ ہو یا آپ کا مقصود یہ تھا کہ جو مرنے والا ہے وہ بیمار ہونے والا ہو گا کیونکہ حادثہ برائے نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون اور یحییٰ بن زید کو شہر انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور یہ واقعہ بیان سے زیادہ ہے جب وہ لوگ گئے اور تبلیغ کا اعلان کیا تو انطاکیہ والوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی س

شعر

کسی را کہ در نار باشد مقر کسی کا جہنم میں ہو گر قرار
سرا از حظ دعوت بر آرد بدر ہے وہ دعوت حق سے کرتا فرار

نالافتی سے جو لوگ ان کو رکھتے تھے انہیں بہت تکلیف دی اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قواس کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان کو قید سے نکال لائیں اور تبلیغ میں ان کا ساتھ دیں۔ قواس جب آئے ایک دن سائے اہل ملک بتخانہ میں جمع تھے قواس ان کی شکل بنا کر بتخانہ میں گئے اور تعظیم و ادب سے بتوں کی پوجا کواٹھے حالانکہ دل سے خدا کی نمازا دا کرتے تھے۔

شعر

بحراب بتان از ترس اغیار عدد کے ڈر سے محراب بتاں میں
بدل در کردہ سجدہ سوئی دادار کیا سجدہ خدا کا تانا تبھیں

ان کا بادشاہ آپ کی اس تعظیم کو دیکھ کر تعجب میں ہو کر رہ گیا بولا کسی نے اس عظمت و محنت کے ساتھ بتوں کی پوجا نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اپنے پاس بلایا اور مقرب کا عہدہ دیا ایسا ہوا کہ قواس ہی ملک کا انتظام کرنے اور مسند قرب پر جلوس فرما ہونے لگے۔

بقربت زد دیگر کسان برگزشت وہ قربت میں اغیار سے بڑھ گئے

ایک دن قواس نے بادشاہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ دو آدمی آپ کو دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے آپ نے قید خانہ میں بند کر دیا ہے بڑی جرات انہوں نے کی ہے ان کو بلائیے تاکہ ان کی بات میں سنوں۔ ان کو قید خانہ سے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو قواس نے کہا تمہارا خدا قادر ہے کہ نئی مخلوق پیدا کر دے اور مردہ کو زندہ کر دے اس طرح کہ ہم لوگ دیکھ لیں انہوں نے کہا ہاں بے شک قواس نے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا لوگو بتاؤ یہ کیا کہتے ہیں میں تو روئے زمین پر کسی مخلوق کو نہیں سمجھتا کہ مردہ کو زندہ کر دے اور میں اس کام سے عاجز ہوں بادشاہ کی طرف رخ کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کوئی علم اور حق ہے اب آپ اپنے بتوں سے کہیئے کہ وہ مخلوق پیدا کریں اور مردہ کو زندہ کریں تاکہ یہ عزت آپ کو اور آپ کے بتوں کو ہو۔ بادشاہ نے کہا تم جانتے ہو کہ یہ بت تو مردہ ہیں کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے شمعوں اور بجلی سے کہا جو دعویٰ کیا ہے اس کو لاؤ دکھاؤ۔ ایک اندھے غلام کو اور ایک مڑہ کو جو سات روز کا مردہ تھا لے آئے کہنے لگے غلام کو آنکھ والاکر دو انہوں نے مٹی کی دو گولیاں بنائیں اور اپنے منہ سے تر کیا اور غلام کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا اور دعا کی اسی وقت آنکھ کا حلقہ ہو گیا اور غلام دیکھنے لگا، اور دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی برکت سے مردہ کو زندہ کر دیا اس کے بعد قواس خوش ہو گئے اپنا حال شمعوں و بجلی سے ظاہر کیا شمعوں نے بادشاہ کو اور قوم کو دعوت دی۔ حضرت

قدوة الکبر فرماتے تھے کہ تو اس نے یہ جانا اور بتوں کو پوجنا بطور تلبیس کیا تھا۔

شعر

مرو از رہ تو از تلبیس ابلیس نہ بن تو پیرو تلبیس ابلیس
کہ میباشد بر اینان این ز تلبیس کہ نافع خلق کو ہے حق کی تلبیس

آٹھواں ادب | نفلوں کا بڑھا دینا ہے۔ اس کی حالتوں کے غلبہ کو اعمال صالحہ سے اوقات کو سنوارنے بنانے میں مانع نہ ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرے کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کمال حال کے کہ کوئی آپ کا نذر نہیں ہو سکتا عبادت پر سب لئے زیادہ حریص تھے کہ راتوں کو نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے اتفاقاً ملک روم میں ایک مذہب اہل سنت و جماعت و مشرب اساطین دین و دیانت کے مخالف و معاند سے ملاقات ہوئی وہ شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتا تھا اس کے جواب میں کہا گیا کہ اے شخص اگر تم ایک لفظ بھی لادو جو شریعت میں نہ ہو تو ہم اعتراف کریں کہ شریعت طریقت سے علیحدہ ہے لیکن یاد رہے کہ اخلاق کو بدلنا دل اور روح کو صاف کرنا عروج و ترقی و نزول وغیرہ سب قرآن میں لکھا ہے جو رَبِّیْنَا نَا یُکَلِّمُ شَیْءٌ (ہر چیز کا روشن بیان) ہے اور مشائخ نے کشف و تحقیق سے اس کو مستنبط کیا ہے۔ اور رسالوں میں لکھ دیا ہے یہ سب شریعت کے قواعد ہیں حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ ہر چند کہ مشائخ کے کلمات میں ہم نے تلاش کیا اور بزرگان زمانہ کی خدمت میں پہنچے ان لوگوں کی کسی گفتگو اور مصنفیوں کی کسی بات نے عبادت معاف ہونے پر دلالت نہ کی اگرچہ بلند و بالا مقام و مقصد تک وہ پہنچے ہوئے تھے لیکن عمل صالح کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا یہاں تک کہ مرنے کے وقت ان کا کوئی ادب فوت نہ ہوا چنانچہ حضرت شبلی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کرتے ہیں جس وقت نزع میں تھے حضرت کبیر دینوری نے فرمایا کہ شبلی نے مجھ سے کہا کہ وضو کر ادا نہیں میں نے وضو کر دیا اور داڑھی کا خلخال بھول گیا ان کی زبان بے تابوتی میرے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی داڑھی میں لا کر خلخال کیا پھر جان دے دی۔ ایک بزرگ نے اسکو سنا تو کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مرد کے بارے میں کہ آخر عمر میں بھی اس سے آداب شریعت سے کوئی ادب فوت نہ ہوا۔ حضرت ابو الحسن مالکی کہتے ہیں کہ خیر نساج کی جانکنی کے وقت میں موجود تھا ان پر غشی طاری تھی شام کی نماز کا وقت آیا تو آنکھ کھولی اور دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہا اٹھ جا مجھ کو امان دے تو اللہ کا محکوم ہے میں بھی اس کا محکوم ہوں تیرے پاس جو حکم ہے وہ فوت نہیں ہوتا میں تیرے قبضہ میں ہوں لیکن مجھ کو نماز کا حکم ہے اس کا وقت آگیا اور فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس کے بعد پانی طلب کر کے وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور آنکھیں بند کر لیں اور جان دے دی۔ اللہ اللہ مردوں نے راہ عبادت و طریقت تعبد اس طرح طے کی ہے اس وقت کسی مقام پر پہنچے ہیں اور اگر پناہ بخدا ایسا نہ ہو اور اس کے

دل میں دوسرے قسم کا فاسد خطرہ آئے کہ مجھے عبادت کی کیا ضرورت ہے تو اس کا ٹھکانا محرومی کا قعر جہنم ہے جس طرح کہ یحییٰ معاذ رازی کے سامنے لوگوں نے ایک قوم کا حال نقل کیا کہ کہتے ہیں ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہیے فرمایا کہند کہ پہنچے ہو مگر جہنم میں پہنچے ہو سہ

قطعہ

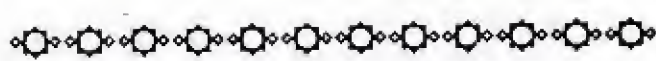
آنہا کہ در طریق آئینہ دویدہ اند	طور سلوک جس کے کہ دیدہ شنیدہ ہیں
رخت سلوک خویش بمنزل کشیدہ اند	وہ منزل سلوک میں سامان کشیدہ ہیں
گویند در سلوک بجائی رسیدہ ایم	کہتے ہیں ہم سلوک میں پہنچے بڑی جگہ
آری رسیدہ اند بدوزخ رسیدہ اند	ہاں ہاں رسیدہ ہیں وہ بدوزخ رسیدہ ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے دار دنیا میں اعمال مطلوب ہیں اسی لئے بزرگان عارفین اور دنیا سے معرفت کے خواص حضرات نے فرمایا ہے کہ سالک عارف کو چاہیے کہ اپنے کو احکام مشاہدہ کا محکوم و مغلوب نہ بنائے اور پوری ہمت سے وظائف عبادات اور اعمال حسنہ و افعال صالحہ میں کوشش کرے اور کسی دقت آرام نہ کرے اور زیادہ عجیب وہ معلوم ہوتا ہے جو دریائے شہود میں ڈوبا ہو اور صحرائے وجود کا سیاح ہو اور ذرات کائنات و اجزاء موجودات کے ہر ذرہ و جز کو وجود تعالیٰ کا آئینہ جلتے اور اس میں اسماء الہی و اوصاف نامتناہی کا پرتو معائنہ کرے وہ عبادت و وظائف اور نوافل کی پابندیوں میں کیوں اس کے شہود سے غافل اور اس کے انوار کے ملاحظہ سے فراموش ہو جاتا ہے کیونکہ مشاہدہ تو اعمال کے نتیجوں سے ایک نتیجہ ہے فوری طور پر یہاں ظاہر ہوا ہے اور مقام اس کا دار الجزاء ہے اور اس وطن کا مقتضی جو دار خدمت ہے عمل آیا ہے اور مقتضی اس مقام کا جو دار قربت و نزدیکی ہے جزا اور اعمال کے نتیجوں کا ظہور ہے پس مشغولی کے موافق اسی وطن میں اعمال کے نتیجوں کا ظہور اس مقام میں نتائج اعمال کے نقصان کا سبب ہو گا اور یہ عارف کیلئے بالکل نقصان اور ٹوٹ ہے تو نہایت درجہ کوشش کرنی چاہیے اور پوری سعی بجلانی چاہیے تاکہ ہر مقام پر اس کے مناسب عمل کرے سہ

مثنوی

ہر کہ او در مجلس رندان نشست	مجلس رنداں میں جس نے کی نشست
لشکر پرہیز خود برہم شکست	لشکر تقویٰ کو اپنے دی شکست
ہر کہ ہر دم ہمدم رندان بود	جو کہ ہر دم ہمدم رندان بنا
ہمچو رندان دم زند رندان بود	زندہ رندوں میں خود ہو جائے گا

مردی ہے کہ امام زین العابدین علی بن حسینؑ ہزار رکعت نماز روز پڑھتے تھے ایک رات ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان اعمال مکشوف ہوا تو دیکھا کہ ان کی عبادت حضرت امیر سے بہت کم تھی حضرت



نے تمام اعمال صالحہ اور وظائف مقررہ بڑھا دیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صوفی ہر چند مغلوب الحال ہو لیکن ادائے عبادت مقررہ سے چارہ نہیں ہے جس طرح کہ منصور حلاج باوجود اس دعویٰ کے ہر رات دن میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات جس کی صبح کو قتل کئے گئے پانچ سو رکعت ادا کی تھی۔ بعض کامل اور نادان لوگ کہتے تھے کہ جب کوئی عرفان و وجدان کی نہایت اور آخری درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف و عبادات ساقط ہو جاتے ہیں اس آیت کریمہ سے استدلال کیا اور مشائخ کا قول شہادت میں لائے

وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ
الْيَقِينُ ۝

اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ
آوے تم کو یقین۔

اس فقیر نے اس کے جواب میں کہا خدا کی پناہ کوئی سمجھدار اس معنی کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے کیونکہ علما و اظہار کی اصطلاح میں یقین سے معنی مرنے کا دن ہے اور صوفیوں کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک بندہ یقین سے مشرف نہیں ہوا ہے وہ عابد ہے اور عبادت اس کی طرف منسوب ہے۔ جب یقین درجہ کمال کو پہنچا تو عبادت کی نسبت اس سے اٹھ گئی اور وہ عابد و معبود ہے کہ حقیقت نے اپنے جمال جہاں آرا کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا اور یقیناً جان گیا کہ سب ایک چیز پر قائم ہے اور اس کی اپنی ذات کسی وصف کے قیام کا محل نہیں ہے۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن
يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے
اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ ایک پرند ہے نہ معلوم کس ساد تمند کی شاخ پر بیٹھے شعر
ہمہ کس بمیدان کوشش دراند
دلی گوئی دولت نہ ہر کس برند
ہیں میدان کوشش میں سب آدمی
مگر گوئے دولت نہ پائیں سبھی

نواں ادب | (مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے) اپنے حق سے اتنا ہے مرید سے اپنی تعظیم و تکریم کی امید نہ رکھنی چاہیے لیکن مریدوں کا اس پر قائم رہنا سب ضروری باتوں سے زیادہ ضروری ہے مگر پیر کے لئے اس کی امید رکھنی پسندیدہ نہیں ہے کسی وقت مرید کے حقوق ادا کرنے سے غافل نہ ہو کیا صحت میں اور کیا بیماری میں اور سفر و حضر میں اور تنگی و وسعت میں بلکہ ہر وقت مرید کے حقوق ادا کرنے اور اس کی حالتوں سے باخبر رہنے میں سستی و تن آرامی نہ کرے، ان کی ارادت کی صداقت پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوڑ دینا جائز نہ سمجھے اور پیر کو مرید کی تمام بیماریوں کی تشخیص میں مثل ایک طبیب کے

چاہئے کہ اس کے تمام اعضاء سے حقیقت معلوم کرے اور نبض کی رگوں سے خطرات سے آگاہی حاصل کرے قریب قریب حضرت قدوۃ الکبر نے مثنوی مولوی سے ایک حکایت نقل کی کہ پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا کہ زیور آثار آئندہ و لباس اعمال موجودہ سے آراستہ اور طرق انصاف و قاعدہ دادرسی سے پرستہ اتفاقاً ایک دن شکار کے لئے سوار ہوا تھا کہ اس کی نگاہ ایک لونڈی پر پڑی لاکھ جان سے اس کے چہرہ کا عاشق ہو گیا ہے

شعر

یک کنیزک دید شہ بر شاہ راہ
شہ نے ایک لونڈی کو دیکھا پیش راہ
شد غلام آن کنیزک جان شاہ
ہو گیا پھر اس کا خادم پادشاہ
جب اس کے عشق کا غلبہ حد سے بڑھ گیا اور اس کے چہرہ کی محبت کا دریا سر سے اوپر آ گیا بہت سی اشرفیاں دیں اور اس لونڈی کو خرید لیا اور گھر میں لے آیا۔ قریب تھا کہ اس کے گلزار وصال سے لذت کا پھول چنے اور اس کے تل کے لب جو سبار پر بیٹھے کہ بیماری کا بار خزاں اور جان آزاری کا صرصر اس کے گلزار حال پر چلنا

شعر

چون خرید اورا در خوردار شد
جب خریدا اور پھل کھانے لگا
آن کنیزک از قضا بیمار شد
ہو گئی بیمار وہ شان خدا
حکما و شہدا طبای نامی کو جمع کیا کہ اس کا علاج کریں ہر چند دوا کی صحت رد نہ ہوئی ہے

شعر

ہر چہ کہ دند از علاج و از دوا
جس قدر سب نے علاج اس کا کیا
گشت رنج افزون و حاجت ناروا
مرض اس کا دن بدن بڑھتا گیا

جب طبیبوں کی دوا سے ناامید ہوا مسجد کی طرف رنج کیا اور عاجزی دنیا زندی کے ساتھ بارگاہ خالق جان و عطا کنندہ درمان میں مناجات کی وہ رونے چلانے میں تھا کہ اس کو نیند آگئی۔ خواب میں ایک پیر خوش نصیب آئے اور کہا تیری حاجت پوری ہوئی اٹھ کل جو سیری شکل میں آئے تیرے درد کی دوا اس کے دواخانہ میں ہے جب دعدہ کی صبح افق نصیب و مطلع تقدیر سے نکلی بادشاہ نے آنکھ دردازہ پر رکھی ناگاہ ایک نورانی شخص دور سے ظاہر ہوا بادشاہ بڑی تعظیم سے ان کو لایا اور بیمار کی بیماری عرض کی بیمار کو دکھلایا طبیب حاذق نے نبض وقارورہ سے مرض کی علامتیں دریافت کیں۔ کہا ان لوگوں نے درد کی دوا نہیں کی ہے بلکہ اس کے درد کو سمجھ ہی نہیں ہیں

شعر

گفت ہر درد کہ ایشان کردہ اند
بولا ان لوگوں نے کی ہے جو دوا
آن عمارت نیست ویران کردہ اند
کچھ نہ کی تعمیر ویران کر دیا

بکونکہ اس کو ایسی بیماری ہے کہ طبیعت شناس الجبا نبض وقار ورہ کے قیاس سے نہیں جان سکتے

س

درد دل را از کجا داند طبیب ^{شعر} درد دل کو جانے گا کیسے طبیب
 گرچہ باشد در ہمہ حکمت لبیب ^{شعر} گرچہ ہو حکمت میں عاقل اور لبیب
 مگر وہ طبیب جو عشق کے پوشیدہ درد کا علاج کرے اور عشق کے آثار جو انسانی شجر پر پلٹے ہوئے ہیں
 اور اس کی آرزو جو دل میں رکھتا ہے باہر کر دے سہ

مثنوی

رنجش از سودا وار صفا نبود ^{مثنوی} سودا اور صفا سے بیماری نہ تھی
 بوئی ہر ہمیں نرم پدید آید زردود عاشقی پیدا است از زاری دل
 عاشقی کا چشمہ سے زاری دل کچھ نہیں ہے مثل بیماری دل
 نیست بیماری چو بیماری دل علت عاشق ز علت ہا جدا است
 علت عاشق اصطراب اسرار خداست عاشقی گرزین سرد گر زان سراست
 عاقبت مارا بدان در رہبر است فائدہ آخر کسی رہبر سے ہو

جب لائق طبیب اس کے اندر دینی مرض سے خبردار ہوا تو بادشاہ سے چھپائے رکھا اور دوسرے طریقہ سے ظاہر کیا کہ بیمار کو خالی مکان میں رکھو جہاں میرے اور بیمار کے سوا کوئی دوسرا نہ ہو تاکہ میں اس سے بعض چیزیں دریافت کر دوں جب سب نے خالی کر دیا تو طبیب نے محبوب کے درد محبت کو پوچھا بالکل ظاہر نہ کیا کیونکہ حدیث نبوی و خبر مصطفوی کے معنی سے آگاہ تھی کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پرہیزگاری برتی اور چھپایا اور مرگیا تو وہ شہید مرا جب بیمار نے صریح طور پر بیان نہ کیا تو عاقل طبیب نے دوسری ترکیب سے پوچھا اور اس کی تفتیش میں کمر چست کی ہر شہر کا نام لیتا تھا اور نبض پکڑے تھا اور اس کے چہرہ کی رنگت پر نگاہ کئے تھا اسی طرح ہر شہر کا نام لے جاتا تھا۔ نبض اسی طرح چلتی رہی اور چہرہ کی رنگت اسی حال پر دیکھا

قطعہ

سوئی قصہ گفتنش میداشت گوش ^{قطعہ} قصہ کہنے پر لگائے تھا وہ گوش
 سوئی نبض جتنش میداشت ہوش ^{قطعہ} جستجو میں نبض کے تھا اس کا ہوش
 تاکہ نبض از نام کہ گردد جہان ^{قطعہ} ہے اچھلتی نبض کس کے نام سے
 او بود مقصود جاننش در جہان ^{قطعہ} ہے وہی مقصود خاص و عام سے

ہر شہر اور اس کے اہالی کا نام لیتا چونکہ ایک بیک نام لیتا تھا تو صفحہ دل سے امتحان لئے جانے کا نقش صاف کر رہا تھا۔

بیت

نام شہری برد زانہم درگذشت نام پہلے اک لیا پھر دوسرا
زانکہ رنگ روئی اودیکر نگشت کیونکہ رخ کا رنگ جیسا تھا ہا
پوچھتے پوچھتے سمرقند کی بات نکلی اس گلزار و گلشن پر از شاخسار کا نام لیتے ہی اس کے غنچہ دہن سے بھی
نکل پڑا "سمرقند" سے

نبض جست وردی سرخ اوزر دشت نبض کودی رنگ چہرہ کا گیب
کز سمرقندی چو زرگر فرد شد گویا زرگر پیارا اس کا آپڑا
طبیب نے سمجھ لیا کہ اس کا محبوب سمرقند میں ہے اب اس کے درپے ہوا کہ یہ جان لے کہ اس کا محبوب کس قوم کا
ہے اور کیا نام رکھتا ہے اسی طریقہ سے سمرقند کی ہر قوم کا نام لیتا تھا اور اس کی نبض و رنگ رخ کو دیکھتا تھا۔

رباعی

تا کہ نام زرگرش بر لب رسید نام زرگر لب پہ آخر آگیا
رنگ رویش نبض از شادی جہید نبض اچھلی رنگ رخ کا کھل پڑا
کرد معلوم اودکہ مطلوبش چو زر سمجھا وہ محبوب اس کا مثل زر
ہست وردی زرگری عالی ہنر ہے وہاں زرگر کوئی عالی ہنر
طبیب نے جب اس کے زر رخ اور سیم بدن سے اندازہ لگا لیا تو اس کو دصال کی خوشخبری دی اور کہا

مثنوی

من بدانستم کہ رنجت چیت زود مل گیا تیرے مرض کا اب پتہ
در علاجش سحر ہا نخواہم نمود مثل جادو اب کروں گا میں دوا
شاد باش و فارغ دایمن چو من مطمئن ہو دل کو خوش رکھو سرا
آن کنم با تو کہ باران با چمن سمجھو مجھ کو بہر گلشن ارباب
ہاں دہان این راز را با کس مگوی ہاں مگر آئے نہ اس کی گفتگو
گر چہ شاہ از تو کند صد جستجوی گر چہ شاہ تجھ سے کرے سو جستجو

طبیب اس محبوبہ کے پاس سے خواہ مخواہ اٹھا اور بادشاہ کے حضور میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے اس کی
بیماری کا علاج سمجھ لیا کہ اس کی طبیعت مرض و بیماری کی کثرت اور دوا پینے کی زیادتی سے ایسی ناہموار ہو گئی ہے
کہ کوئی معجون و شربت اثر نہیں کرتا اس کے لئے منہرا درجواہرات کا زیور بنانا چاہیئے اور اس زیور کو بعض دواؤں

کے عرق میں ڈالنا چاہئے تاکہ سوکھے اس کے بعد اس زیور کو وہ پہنے خدا نے چاہا وہ اچھی ہو جائے گی اور ایسا زیور اس شہر میں کوئی نہیں بنا سکتا مگر ایک بڑا باہنر سنا جو سمرقند میں ہے اس کو بہت سے مال و زر کی امید دلا کر لانا چاہئے بادشاہ نے جان سے قبول کیا اور مصاحبوں کی ایک جماعت کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا یہاں تک کہ ایک مدت گزرنے پر اس کو سب لائے اور بیمار کے سامنے بٹھایا اور بعض جواہر اور سونا اس کو دیا تاکہ زیور بنائے اور دوسری بات کہی کہ عورتوں کا اس کے زر پر پورا میلان ہے اپنے سامنے زیادہ خوبصورت بنواتی ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا جب اس کی لونڈی نے وصال محبوب سے لذت حاصل کی تو اچھی ہو گئی اور اس کی بیماری بالکل نہ رہی کیونکہ اپنی دوا پا گئی ہے

شعر

چہ داروئی وصالش خورد بیمار دوائے وصل پی پی کر وہ بیمار
شدہ نیکو زرنج درد بسیار ہوا اچھا ہٹا سب درد کا بار
ایک زمانہ اسی پر گذر گیا زرگر کو ایک شربت دے دیا وہ بیمار ہو گیا جب اس کا آفتاب حسن ڈھل گیا اور اس کے رنگ کا مغربی سنہرا بن اضمحلال دستی کے خورشید میں جا لگا تو معشوقہ ماہر دے دل سے اس کا عشق سست ہو گیا اور بادشاہ کے حسن کی محبت اوپر کود کے آگئی ہے

شعر

عشق نبود عاقبت رنگی بود عشق کا ایسے نتیجہ رنگ ہے
عشقبائی کز پی رنگی بود یعنی وہ جو از برائے رنگ ہے
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اللہ اللہ کیسا عاقل و حاذق اور پیارا طبیب تھا اور پیر لوگ حقیقت میں ایسے ہی ہوتے ہیں اور اس خداقت کو ہر طبیعت کی فطرت میں نہیں رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر و مرشد کو اس سے سوتر بہتر ہر خداقت بخشی تھی کہ ہر بیمار کا اس کی طبیعت کے موافق علاج کرتے تھے

غزل

روح افزا روح دہلہا را طبیی دیگر است روح افزا روح و دل کا ہے کوئی دیگر طبیب
بہر بیماری دہلہا را طبیی دیگر است دل کی بیماری کی خاطر ہے کوئی دیگر طبیب
ہر طبیی را نصیبی از دوا آمد ولی ہر طبیب اس کو دوائے اک نصیب آیا مگر
حضرت مخدومی ما را نصیبی دیگر است پیر و مرشد کیلئے میرے ہوا دیگر نصیب
بر منابر گرچہ خطبا خطبہ میخواند ولی منبروں پر گرچہ خطبا خطبہ پڑھتے ہیں مگر
خطبہ عشقی کہ میخواند خطیبی دیگر است عشق کے خطبہ کو پڑھتا ہے جو ہے دیگر خطیب

از غرائب اولیا گرچہ کسی دیدم ولی
در عجائب اصفیا مارا غریبی دیگر است
در سپاہی بیحدت گرچہ نقیبانند ولی
اشرف سمنان بدرگاہت نقیبی دیگر است
میں نے دیکھی ہیں غرائب اولیا بے حد مگر
ہے عجائب اصفیا میں میرا اک دیگر غریب
تیرے لشکر میں نقیبوں کی بے کثرت گو مگر
اشرف سمنان تھے درگاہے اک دیگر نقیب

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ پیر دل کو ضرور چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کے بھیدوں کی حفاظت کرنے کو زیادہ ضروری سمجھیں اور ان کے جو کشف و واقعات کو معلوم کرے اس کا اظہار و اشاعت نہ کرے اور جب خلوت میں جائے تو اس کی تحقیق کرے اور کہتے ہیں کہ اس قسم کی حالت اگرچہ نعمات الہیہ و انعامات نامتناہیہ ہے لیکن اس پر ٹھہر جانا اور اس میں لگاؤ جمانا بعد و دوری اور نا پیدی و مجبوری کا سبب ہے حضرت خواجہ سے نقل کرتے تھے کہ طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے کشف صورت کا سبب ہیں اور کبھی ہوتا ہے کہ صاحب کشف کا مکاشفات کی طرف پورا میلان ہوتا ہے اور اس میلان کے ہونے سے مقصود حقیقی سے باز رہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضوں نے اس کو راستہ کا غول بیابانی کہا ہے اور خواجگان ترک کے بزرگ خانوادہ نے اس خیال کی بنیاد پر ایسا فرمایا کہ ان مکاشفات کے ہونے سے نہایت پست مقصود کا پابند نہ ہو جائے۔

دسواں ادب | (مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے) حضرت خواجہ نے فرمایا ہے اگر جان لے کہ زیادہ دیکھنے سے اس کی عظمت مرید کے سامنے کم ہوتی ہے تو اس کو دور رکھنے کی کوشش کرے اور ایسی جگہ ٹھہرائے جو بہت دور نہ ہو اور نزدیک بھی نہ ہو ہر چند کہ کبھی کبھی آئے پھر اسی جگہ جہاں ٹھہرا ہے چلا جائے تاکہ موافق حدیث نبوی و اثر مصطفوی:

زیر غبتاً نزداد حبیباً
زیارت کردناغہ کہ کے بڑھو گئے محبت میں

کے علی کیا جائے۔ درویشان اہل عشق کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کو اپنے سامنے بہت نہیں رہنے دیتے۔ فرماتے ہیں کہ آتے جاتے رہو اور اپنی محبت کو تازہ رکھو، یہ پیری کے آداب و شرائط کے جامع قوانین ہیں اگر ایسے شخص کی صحبت ہاتھ لگے تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑ لو جب تک اپنا خون اس مٹی سے نہ ملا دو اس کے دروازہ بے نہ اٹھو۔ حضرت خواجہ بار بار زبان مبارک سے فرماتے تھے:

شعر

پائی من جز بدرت بردر دیگر نہ رود
گر مرا سر برد عشق تو از سر نہ رود
تیرے در کے سوا یہ پاؤں نہ جائیں کسی در
میرے جائے نہ ترا عشق جو کٹ جائے بھی مہر
اس کے بارگاہ کی ملازمت اور اس کی شدید خدمت کو بہت زیادہ ضرور جانے اور اس کی صحبت کو اللہ تعالیٰ کی صحبت سمجھے

قطعہ

صحبت شیخ بہ ز ذکر خداست
 ذکر باشیخ بہ ز ذکر خداست
 نہ انکہ ادنیست آن صفات خداست
 وصف ادنیست وصفات خداست

مثنوی

ہر کہ باشیخ ہمنشین گردد
 پاک از خشم و کبر و کین گردد
 صحبت شیخ صحبت حقست
 رحمت شیخ رحمت حقست
 پیش او میر تاکہ میر شوی
 از ہمہ واقف و نجیر شوی
 پیش او ہر کہ مرد زندہ شود
 چون ملائک بسوی عرش رود
 لیک گر طبل باز گونہ زند
 بہر رو پوشش گرد ہزل زند
 تو از انہا مرم میفت از اسب
 رو ہی کن علوم حق را کسب
 ذامنش را مہل و پیش مرد
 ہر طرف رد کن بدان سو شو
 ہر چہ گویند کہ خواہد او آن شو
 ہر سوئی کو رواندست میدو
 رنج ادرا بکش کہ گنج بری
 پائی اد بوس تا سری بری
 ہر کہ از جان غلام شاہ شود
 ملک و انس را پناہ شود

پیر کا جو کہ ہمنشیں ہوگا
 نہ کبھی اہل کبر و کین ہوگا
 صحبت پیر حق کی صحبت ہے
 رحمت پیر حق کی رحمت ہے
 اس پہ مرجاؤ تاکہ میر بنو
 سب سے واقف بنو خیر بنو
 جو مرا اُس پہ ہو گیا زندہ
 ملکوتی بنا دہ عرش گیا
 کوئی باتونی لات گر مارے
 منہ چھپانے کو ہزل کی تانے
 بھڑانے ان سے الجھ نہ گھوڑے سے
 علم حق سیکھ لے تو سینے سے
 چھوڑ دامن نہ اس کے پیچھے چلو
 ہر طرف دیکھو مت اسی سو ہو
 جس طرح تجھ کو چاہے وہ ہو جا
 جس طرف تجھ کو لے چلے تو جا
 کرو محنت ملے خزانہ ہزار
 پاؤں کو چومو تا بنو سردار
 جو بنا جان سے غلام شاہ
 ملک و آدمی کا وہ ہے پناہ

حضرت کبیر نے پیر کے ساتھ مرید کے آداب کو دریافت کیا فرمایا کہ مقامات خواجہ میں ہے مرید کیلئے

پیر کے آداب کا لحاظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیسا ضروری لحاظ کہ ہزرگوں نے فرمایا ہے کہ
تصرف بالکل ادب ہی ہے کیونکہ ادب دلوں کی محبت کو کھینچنے والا ہے چونکہ روح کی خوبی اور عقل کے
کمال کا مشاہدہ حسن ادب ہی کی صورتوں میں ہو سکتا ہے لہذا جب مرید پیر کی صحبت میں با ادب ہوتا ہے پیر
کے دل میں محبت کے ساتھ جگہ بنا لیتا ہے اسی ذریعے سے اللہ کا منظور نظر ہو جاتا ہے کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ
روزانہ دوستوں کے دل میں تین ہزار ساٹھ مرتبہ رحمت کی نظر کرتا ہے جب تجھ کو اس جگہ دیکھتا ہے تو دونوں جہان
کے تیرے کام بن جاتے ہیں اگر یہ دولت نصیب نہ ہو تو دوبارہ کوشش کرو کہ ان کے دل میں جگہ بنا لو۔

شعر

جائی کن در اندرون ہا خویش را اُن دلوں میں کر لے تو اپنا مقام
دور کن ادراک غیر اندیش را فہم غیر اندیش کا لیسنہ نام

پیر کے بعض حقوق تربیت کا بدلہ حسن ادب کا لحاظ رکھنے کے سوا نہیں دے سکتا پس پیران طریقت جو
معنوی باپ ہونے کی نسبت رکھتے ہیں کا وقار و تعظیم بڑے حقوق سے ایک حق کا ادا کرنا ہے جو شخص کے
بموجب فرمودہ

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ
يَشْكُرِ اللَّهَ

جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا (اس نے)
اللہ کا (بھی) شکر ادا نہ کیا۔

پیر جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسباب ربوبیت سے سب سے زیادہ نزدیک سبب ہے، کے حقوق ادا کرنے میں
مستعدی نہیں کرتا وہ حقوق الہی کے ادا کرنے سے قاصر ہے گا کیونکہ جس نے ادنیٰ مرتبہ کے ساتھ تواضع نہ کی وہ
رب اعلیٰ تک نہ پہنچا۔

قطعہ

تو نعمت زد دست ہر کر رسد تجھ کو ملتی ہیں نعمتیں جو تو چل
نہ بیدان شکر گر بی پائی شکر کی راہ گو کہ ہو بے پائے
کی بشکر خدا قیام کند کس طرح شکر حق کریگا ادا
تارک شکر بندگان خدائی تارک شکر بندگان خدائے

پیر بھی اسی لئے ہے (حضرت قدوۃ الکبر نے) حضرت نور العین کو پدر معنوی کے طور پر پالا اور حقیقی فرزند کے رتبہ کو
پہنچا دیا اور حضرت نور العین نے بھی معنوی باپ ہونے کے حقوق ایسے ادا کئے جو ایک انسان اور جنس انسانی سے
ممکن ہے۔

شعر

بنوعی یار خدمت برکشیدہ
تھا ایسا بار خدمت کو اٹھایا
کہ ناید اور زجنس آفسریدہ
کہ جیسا دوسرے سے بن نہ آیا
لہذا اسی نسبت سے اس گروہ کی ولایت کا انتقال فرزند جو مرید ہو اس کی طرف ہوتا ہے سے

بیت

اگر آئینہ دل صاف گردد
اگر آئینہ دل صاف ہو جائے
مظلہ نور پر الطاف گردد
تو ظل نور پر الطاف ہو جائے
اگر کوئی فرزند نبی ہے اور دونوں جانب کی نسبت حاصل نہیں کی تو مثل فرزند نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے ہے کہ اِنَّهُ كَيْسٌ مِّنْ اَهْلِكَ ۝۱۷
وہ آپ کے اہل سے نہیں۔

اس کی صفت ہے پس جو راہ شکر میں تیز رفتار نہیں ہے وہ مضمون آید کریمہ :
لَيْتَنِي شَكَرْتُكُمْ لَا يَزِيدُكُمْ ۝۱۸
اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً تمہیں (اور) زیادہ درد لگے گا۔

سے باخبر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ضد سماتا ہے پیر بر حال میں مرید کا زینہ ہے تاکہ مرید پیر کی ہم جنسی اور مناسبت کے تعلق و واسطہ سے اس کے حقوق سے باہر آئے اس وقت تک کہ مناسبت کے وسیلہ سے حق سبحانہ و تعالیٰ کا عرفان ہو اور حقیقی کے حقوق کی ذمہ داری سے باہر آ سکتا ہے اُس وقت جبکہ اسکو دریائے صورت سے ساحل حقیقت تک عبور کرنے کی قوت ہو گئی تو خلیل کی طرح اپنے سے کہتا ہے کہ :

اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلْكَذِبِ
بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا
فَطَرَكْتُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا
ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور میں
وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۹
شُرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

یہاں ہوتا ہے کہ سالک کی دیدہ بصیرت و دیکھنے کے پردہ سے پاک ہو جاتی ہے اور مظاہر کی دیوار بالکل اس کے سامنے سے اٹھ جاتی ہے جب تک اس درجہ پر نہ پہنچے تمام امور میں پیر کی خدمت و پیروی اور اسکی تقلید مرید پر واجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد پارا قدس سرہ کہتے تھے کہ مجھکو شرمع میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا حق تعالیٰ نے ان کو تقلید کی پستی سے تحقیق کی بلندی پر پہنچا دیا ہے

قطعہ

عروج ذرۃ تحقیق توحید
فرز ذرۃ تحقیق توحید
پہنچ سکتے ہیں اس پر اہل تقلید
رسیدن میتوان از شیب تقلید

۱۷ پ ۱۲ ہود ۱۳ پ ۱۳ ابراہیم ۱۸ پ ۱۷ الانعام ۱۹ پ ۱۸

ریا ہم باعث اخلاص گردد
ہو تو مخلص ریا پر بھی اگر چل
کہ چشم باغبان از تخم بر دید
کہ دیکھا بیج سے مانی نے ہے پھل
اور ان بزرگ نکتوں اور لطیف اشاروں کے جامع کا کام حضرت قدوۃ الکبرا کی تقلید سے تحقیق پر انجام ہوا اور
کوچہ ریا سے محل اخلاص میں پہنچا۔

آداب مریدین

حضرت قدوۃ الکبرا سلطان ولد سے نقل کرتے تھے کہ جو پرند زمین سے اوپر اڑتا ہے اگر آسمان تک
نہیں پہنچتا لیکن اتنا تو ہے کہ جال سے دور ہے اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور درویشوں کی صورت بنالے
اگرچہ بطور مکروریا ہو اور ان کے کالی کو نہ پہنچے لیکن اتنا تو ہے کہ خلقت اور بازیوں سے ممتاز ہوتا ہے اور دنیا
کی زحمتوں سے رہائی پاتا اور ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ ہلکے لوگوں نے نجات پائی اور گراں بار لوگ ہلاک ہوئے جو کچھ سارا
ادب ہے جمہور صوفیہ کے نزدیک دس ادب میں موجود ہے۔

پہلا ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ مرید کو اپنے دل میں ٹھان لینا چاہیے کہ میرا کسود کا پرہیز کی خدمت
و ملازمت صحبت سے ہو سکتا ہے تو اس کے آستانہ دولت پر بھجکویا جان دیدنی چاہیے یا مقصود ہیک

پہنچنا چاہیے چنانچہ مجدد ب شیرازی کہتے ہیں شعر

خدا را رحم ای منعم کہ درویش سرکویت
خدا را رحم کر منعم کہ کوچہ کا ترے سنگتا
در دیگر نمیدانند رہی دیگر نمیکرد
نہ کوئی در ہے وہ رکھتا نہ کوئی راستہ لیتا

اور جو مرید اس اختیار کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ پیر کے ہٹانے اور دو کرنے سے وہ نہیں پھرتا
اور اس کے دل میں رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ اس راہ میں پردوں کی طرف سے جانچ بہت ہوتی ہے جو ان کے امتحان سے کامیاب
نکلا ان کی نگاہ کیمیا تاثیر میں مقبول ہو جاتا ہے شعر

عبادت گرز محک پیر گردد
کہرے گردقت محک پیر ہو جاؤ
وجودت کیمیا تاثیر گردد
تو بالکل کیمیا تاثیر ہو جاؤ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابو عثمان جری سے نقل کیا کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ملازمت میں
نیشاپور پہنچے اور حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کو گئے جب ان کے نور ولایت کو دیکھا تو نگاہ بافیض
کی خاصیت نے جذبات احوال کی قوت سے ان کو کھینچ لیا اور اپنا مرید کر لیا انہوں نے واپس ہوئے تک شاہ کرمانی سے یہاں
رکنے کی اجازت لئے لی اور ابھی شروع جوانی میں تھے ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا
اور فرمایا میرے پاس نہ بیٹھا کر ابو عثمان نے تعمیل حکم کیا اور اُلٹے پاؤں لوٹ گئے یہاں تک کہ نگاہ سے غائب ہو گئے

دل میں طے کیا کہ اُن کے گھر کے دروازہ پر ایک کنواں کھودیں اور اس کنویں میں بیٹھیں اور باہر نہ آئیں مگر جبکہ اس کو بلا دیں۔ کہتے ہیں سال بھر وہ اس کنویں میں بیٹھے رہے اس کے بعد جب شیخ نے ان کی ارادت کی سچائی معلوم کی تو اپنی خدمت میں بلایا اور بے حد نوازا اور عزت کی اور مرجا کہا اور اپنے مخصوصین سے بنالیا۔

حضرت نورالعین نقل کرتے تھے کہ حضرت قدوة الکبر نے قاضی زادہ روم کی نسبت یہی معاملہ کیا کہ جس وقت قاضی زادہ کی حضرت قدوة الکبر کی توفیق خدمت نے رہبری کی تو صدارت اور قضا کو چھوڑ دیا جو کچھ بھی ہے اس سے نکل آئے اور خدمت کی بنیاد رکھی اور حضرت محمد آبیہ پر وای کرتے تھے قریب سات برس تک جب نگاہ اقدس قاضی زادہ پر پڑتی تھی اپنی مجلس شریف سے نکال دیتے تھے اور سخت باتیں فرماتے تھے کہ قاضی زادہ عجب طرح کا ایک کم ہمت اور بے شرم ہے کہ کھانا کھانے کے لئے میرے پاس آتا ہے اور کبھی ہوتا کہ اپنے ساتھیوں کے گھر و ایک منزل کے بعد جہاں پہنچ سکتے تھے آپ تشریف لیجاتے قاضی زادہ روتا چیخا پیچھے پیچھے آتا تھا کبھی بشری تقاضا سے کمزوری اور فتور واقع ہوتا تھا تو پھر اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ قاضی زادہ کا شوق سرے سے تازہ ہو جاتا تھا ایک بار اپنے حجرہ میں قاضی زادہ فراغت حاصل کئے ہوئے تھے اور لنگی منہ پر رکھ کر آپ ہی آپ کہتے تھے کہ اے محمد (لے) قاضی زادہ) بہتیرے ہیں جو دولتِ دلایت سے محروم ہیں تو بھی انہیں میں سے ہو جا محنت کی حد یہی ہے جو تم کر چکے اب نہیں کر سکتے۔

جو آب محنت از سر برگدشتہ
در آب و رطوبہ پائی شدہ
جو آب محنت ہے اب سر سے اونچا
بھنور میں چاہئے پھر بیٹھ جانا

وہ خود کہتے تھے کہ اسی فکر میں ایک محفل گذرا تو کسی پاؤں کی آہٹ اپنے حجرہ میں مجھے معلوم ہوئی اور میں نے توجہ کی ناگاہ حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ اے محمد رومی آرام سے سوتے رہو کہ تیرے کام کا فی مقدار کو ہو چکے ہیں گھبرا کر اٹھا اور بے تابی کے ساتھ کہنے لگا۔

ایک می بینم بہ بیدار لیست یارب بخواب
خوشتن را در چنین نعمت پس از چندی عذاب
یہ کہ میں ہوں دیکھتا بیداری ہے یارب کہ خواب
اپنے کو نعمت میں ایسی بعد از قہر و عذاب

حضرت کو میں نے دیکھا حجرے سے باہر گئے اور میں موافق اپنی خدمت کے راہ خدمت کو بڑے شوق اور پوری آرزو کے ساتھ طے کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے وسیع کرم سے قبول کر لیا اور اس گروہ کے مقامات و مکشوفات کو آنکھ جھپکتے دکھلا دیا اور نیشاپور کی دلایت سپرد کی جب تک رہے وہیں رہے اور جس مقام و منزل کو پہنچے وہ تو پھر پہنچے۔

دوسرا ادب | پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے اس کے تصرفات کو نافذ کرنے کا راستہ اپنی جان اور مال میں کشادہ رکھے اور وہ جو فرمائے تابعدار اور نیازمند راضی اور خوش رہے کیونکہ اسکی

محبت و ارادت کے موتی سوا اس طریقہ کے چمکدار نہ ہوں گے اور اس کی سچائی و اخلاص کی کھرائی اور بانگی اس انداز کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت قدوة الکبرا تقریباً فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ ابو عثمان مارونی نے بعض مسلمانوں کے خرچ کے لئے کچھ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابو عثمان کا دل تنگ ہو گیا ایسا کہ مجلس میں رونے لگے جب رات آئی ابو عمر جو ان کے مریدوں سے ہیں نماز عشاء کے بعد دو ہزار درہم کی ایک تھیلی ابو عثمان کے سامنے لائے اور کہا کہ اس کو اس بار سے میں جو آپ چاہتے ہیں صرف کیجئے ابو عثمان خوش ہو گئے ان کو دعا بخیر دی۔ جب صبح ہوئی تو ابو عثمان مجلس میں بیٹھے کہا اے لوگو ہم ابو عمر سے بے حد امیدوار ہوئے آج رات کو دو ہزار درہم مسلمانوں کے خسر چر کے لئے آئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ابو عمر لوگوں کے درمیان سے اٹھے اور ہر سر جمع کہا کہ وہ میری ماں کا مال تھا وہ اس سے راضی نہیں ہے اس کو مجھے واپس کر دیجئے تاکہ میں اس کو واپس دوں۔ ابو عثمان نے فرمایا یہاں تک کہ لوگ اس تھیلی کو لائے اور ان کو واپس دی جب رات آئی پھر اس درہم کی تھیلی کو ابو عثمان کے سامنے لے گئے اور عرض کیا کہ اچھا ہو کہ اس کو ایسا خرچ کیجئے کہ ہمارے سوا کوئی نہ جانے، ابو عثمان رو پڑے انہوں نے کہا بسا اوقات سکوت گفتگو سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا نے شہر روم میں کہ جس کی شان میں یہ ہے کہ اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا حضرت نور العین کی بیماری کے سبب ایک سال کامل قیام فرمایا اور طبیبان زمانہ جمع ہوئے کوئی طبیب اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک طبیب یونان کی زمین سے آیا حضرت نور العین کے نبض و فشار درہ کو دیکھا بھالا اور علاج کے لئے آمادہ ہوا اور کہا کہ اس بیماری کے لئے میں تیل بناتا ہوں جس کو جسم مبارک پر ملیں گے لیکن تھوڑا سا آدمی کا گوشت چاہیئے۔ حضرت قدوة الکبرا متحیر ہوئے کہ آدمی کا گوشت کس طرح پیدا کیا جاسکتا ہے۔ قاضی محمد رومی اس واقعہ سے آگاہ ہوئے اور جنگل کو متوجہ ہوئے ایک گھڑی بعد آئے اور ایک برتن میں اپنا سیدھا ہاتھ کاٹ کر چھپائے ہوئے لائے طبیب کے حوالے کیا اس طرح کہ حضرت قدوة الکبرا مطلع نہ ہوئے اور خود کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا کہ فلاں جگہ ہم جاتے ہیں جب طبیب روغن بنا کر لایا اور وہ حضرت نور العین کے جسم مبارک پر ملا گیا کچھ بیماری کی کمی معلوم ہوئی۔ حضرت قدوة الکبرا نے بڑا تعجب کیا کہ روغن کیسے تیار ہوا؟ طبیب نے عرض کیا کہ آپ کے فلاں مرید جو اس شکل کا ہے ایک ہاتھ لاکر دیا اور میں نے روغن تیار کر لیا اور اس شخص کے ہاتھ سے میں ستر پانچ حیرت میں ہو گیا۔

شعر

کسی کز بہر جانان جان کشیدہ جو کوئی جاں فدا کر دے بجاناں

چہ شد گر پارہ از جان بریدہ عجب کیا کاٹا گر اک پارہ جاں

حضرت قدوة الکبرا کو معلوم ہوا کہ روم کا قاضی زادہ ہے مژدہ ہوئے جہاں قاضی زادہ پوشیدہ مقام میں تھے تلاش کر کے لائے بہت افسوس کیا اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا کرتا ہے جو تم نے کیا ہے آخر کار معرفت کی ایک

بات چلنے لگی حضرت قدوۃ الکبر معرفت گوئی میں آئے کہتے کہتے کسی قدر گرم ہوئے اور فرمایا کہ قاضی زادہ کہاں ہے قاضی زادہ پاؤں پر کھڑے ہو گئے اسی وقت اس ہاتھ پر ذرا سام کر دیا ہاتھ نے وہیں سے گوشت پیدا کرنا شروع کر دیا کہ چند دنوں میں پورا ہاتھ نکل آیا ہے

شعر

برہرزمین کہ روزی آن نازنین برآید
نکلے اگر کسی دن وہ نازنین کسی جا
از بہر پائی بوسش دست از زمین برآید
نکلے گا ہاتھ بہر پابوسی پھر زمین کا

تیسرا ادب

اختیار کو مٹا دینا ہے کسی کام کو دنیا کا ہوا آخرت کا ہو بہت ہو تھوڑا ہو پیر کی اجازت کے بغیر شروع نہ کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے کہا ہے نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ پہنے اور نہ سوئے اور نہ لے اور نہ دے لیکن پیر کی اجازت سے اور اسی طرح تمام عبادتوں میں کہ روزہ اور افطار اور نفلوں کی زیادتی اور فرائض پر اقتصار اور ذکر و مراقبہ و تلاوت وغیرہ پیر کی اجازت اور مقرر کرنے کے بغیر شروع نہ کرے۔ حضرت قدوۃ الکبر قریب قریب نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ ابو نصیر خباز کے ساتھی بہت تھے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے حج کا ارادہ کیا۔ راستہ میں حصری کی زیارت کو گئے حصری نے ان سے چاہا کہ کچھ اگر ممکن ہو تو بڑھوان میں سے ایک نے آواز بلند کی ہے

رباعی

ہمائی اوج وحدت از خوش آواز
ہمائے اوج وحدت سن کے آواز
بسوی آشیانت کرد پرواز
لگا کرتے تری جانب کو پرواز
چو صیبت مرغ لاہوتی رسیدہ
صدائے مرغ لاہوتی سنا جب
بسوی باغ وحدت پر کشیدہ
بسوئے باغ وحدت وہ چلا تب

حصری بے قرار ہوئے وجد میں آگئے اور کہا تم جیسوں کے لئے بوجھ نہیں ہے لوٹ جاؤ اور کہا کیا تم لوگ ابو نصیر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو گوہری کے اس پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ فرمایا ان سے اجازت لئے بغیر باہر آگئے ہو، لوٹ جاؤ اور ان کے پاس جاؤ۔

شعر

کسی را کعبہ گر در خانہ باشد
اگر گھر میں کسی کا کعبہ ہو دے
بوادی سرزند دیوانہ باشد
سے دیوانہ اگر جنگل میں بھٹکے

جوان کے کہنے سے لوٹ گیا سلامت رہا اور جو چلا گیا تو میں جل گیا اور عرفات تک نہ پہنچا۔

شیخ الاسلام ۲۵ ماہ رمضان المبارک کو گجرات سے حضرت قدوۃ الکبر کی خدمت میں پہنچے اور پابوسی سے مشرف ہوئے اور قیام گاہ کثرت آباد کے پہلو میں مقرر ہوا حضرت کے خادم لوگ ماہ رمضان میں کھانے کی تقیم دو نماز کے

درمیان کرتے تھے کھانا بٹنے کے وقت حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا حصہ الگ کر لو اور دسے در
آپ نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ خدام کرام نے حصہ پہنچا دیا۔ پہنچتے ہی کھالیا اور پیالہ کو صاف کر کے رکھ دیا۔ جب
حضرت کے پاس آئے حضرت نے فرمایا کیوں روزہ افطار کر دیا کیونکہ زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا عرض کیا ایک روزہ
کا کفارہ ساتھ روزہ آسان ہے لیکن خط فرمان سے سرکشی گراں ہے ۵

شعر

کسی از دم پیر یابد اثر دم پیر سے با اثر ہو کوئی
کہ از خط او سرنیاب رد بدر کرے گمانہ پھر حکم سے سرکشی
چوتھا ادب | یہ ہے کہ پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کئے نہایت درجہ اس بارے میں کوشش کرے کیونکہ
اس میں نحوست ضرور ہے ۵

بیت

دلا تا بزرگی نیاری بدست دلا جب بزرگی نہ ہو زیر دست
بجمائی بزرگان نباید نشست بجمائے بزرگان نہ کرنا نشست
اور جس کو جان لے کہ پیر کو ناپسند ہے ہرگز اس کو نہ کرے اور پیر کی دلہی دبدباری اور حسن خلق پر اعتماد
کرنے کے سبب اس کو چھوٹی بات نہ سمجھے کیونکہ اس کی تاثیر مریدوں کی ذات میں بہت بڑی ہے کیونکہ
وہ جس قدر اپنے کو پیر کی مرضی میں لگاتے ہیں اور پیر کی ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے ہیں تاکہ اس پر ہنر سے
ان کو پیر سے مناسبت پیدا ہو اور اس نسبت کے ہونے سے پیر کے باطن سے حضور جمعیت کی نسبت مرید کے
باطن میں منتقل ہو مثل فیلہ کے جو دھواں رکھتا ہے دھواں کی مناسبت سے آگ کو جلد کھینچ لیتا ہے ۵

بیت

چراغ نسبت پیر ار فروزی جو شمع نسبت مرشد جلائے
کند نورش بباطن دلفروزی چمک پھر نور سے اس کے وہ پائے
اسی طرح مرید کا دل پیر کے اختیارات و تصرفات کو مان لینے اور اپنے کو پیر کی مرضیوں میں لگا دینے کی مناسبت
سے محبت الہی کا جذبہ پیر کے باطن سے کھینچتا ہے اور جمعیت اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے شرف سے
مشرّف ہوتا ہے۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قاضی حجت ایک دن حضرت قدوة الکبراء کی خدمت میں کھانا
کھاتے تھے اور آتش پیتے تھے حضرت کا ایک مرید بڑے شوق سے گوشت کھا رہا تھا فرمایا گوشت زیادہ
کھانا انسان کی فطرت کو گراں کر دیتا ہے اور مریدوں کی طبیعت میں مستی ڈال دیتا ہے۔ حضرت قاضی
حجت کے کان میں جب یہ مبارک بات پڑی اس دن سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً ایک مدت کے بعد

کھانے کی مجلس میں پھر نظر شریف حضرت قاضی پر پڑ ہی دیکھا کہ بالکل گوشت کھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا کہ گوشت کھانے کی طرف رجحان کم دیکھا جاتا ہے بکول فرخ حسین نے عرض کیا کہ آج ساتواں سال ہے کہ قاضی حجت گوشت کھانے سے باز آئے ہیں۔ حضرت کو تعجب معلوم ہوا دریافت فرمایا پھر بکول نے عرض کیا ایک دن حضور نے شاید کسی مرید کی نسبت گوشت کھانے کے بارے میں کوئی بات فرمائی تھی۔ اس دن سے ان کی بھی گوشت کھانے سے طبیعت ہٹ گئی ہے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اس کی سختی طبیعت کے سبب سے یہ بات ہم نے کہی تھی درنہ لوگوں سے ہر شخص کے لئے وہ کلام واقع نہیں ہوا تھا بالآخر حضرت قدوة الکبر نے اپنے ہاتھ سے گوشت کی بوٹی ان کو کھلائی۔ فرمایا بلاشبہ سچا طالب امر و نہی کے راستہ میں جب تک اس دجہ پر پاؤں نہ رکھے منزل تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

کسی را گوشش ہوش ارباز باشد	جو اپنے ہوش کو اک کان کرے
براہ بندگی جان باز باشد	رو طاعت میں جان قربان کرے
زہر گوہر کہ ریزد از دمان پیسہ	جھڑے موتی زبان پیسہ سے جو
مرید از جان صدف پرداز باشد	صدف کے مثل اپنی جان کر دے

مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے کشف دقائے ہیں۔

پانچواں ادب

واقعات کے کشف میں وہ خواب میں ہو یا بیداری میں پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اپنی خودی سے اس کی صحت پر تعین نہ کرنا چاہیے کہ خطا کا موقع اور شک واقع ہونے کا محل بہت ہو سکتا ہے تمام کاموں میں منتظر رہنا چاہیے کہ کلام پیر میں کیا نہ کور ہوتا ہے اور پیر کی زبان کو شجر موسیٰ جانتا چاہیے۔

مشنوی

در اور وادی ایمن کہ ناگاہ	تو آجا وادی ایمن کہ ناگاہ
درختی گویدت رانی آنا اللہ	شجر تجھ سے کہے رانی آنا اللہ
چوسر آنا برآید از درختی	آنا کاسر ہے کہتا جب درخت ایک
باز نمود روا از نیک بختی	تو کیوں بولے نہ اس کو نیک بخت ایک

اور یقین کر لے کہ وہ خدا سے کہتا ہے نہ کہ ہوا سے اور دریائے بے نطق سے سیراب ہوا ہے اور اس کے دل کو دریائے موجزن کی طرح سمجھے جو علم و کشف کے طرح طرح کے موتیوں اور معارف کے جواہر سے بھرا ہے کہ ہر وقت عنایت ازلی کی ہوا چلنے سے موج زنی پر آتا ہے اور موتیوں اور جواہر کو کنارے ڈال دیتا ہے۔

دل پیران بدان ای یار ہوشیار	سمجھ پیروں کے دل کو یار ہوشیار
کہ باشد بہتر از دریائی ذخار	مقابل اس کے کیا ہے بحر ذخار

چو باد فیض آید در وزیدن
ہوائے فیض جب چلنے ہے لگتی
بریزد از زبان لولوی شہوار
تو جھڑتا ہے زباں سے دُر شہوار
بس ہمیشہ منتظر و حاضر رہنا چاہیے تاکہ پیر کی باتوں کے نتیجوں اور قائدوں سے محروم اور بے نصیب نہ رہے
اور پیر جو حکم عالم معانی میں کرے جلد مامور ہو۔ مجدد و شیرازی کیا خوب کہتے ہیں سے
بھی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
تو سے رنگ سجادہ اگر پیر مغان کہدے
کہ سالک بخیر نمود ز راہ و رسم منزلہا
کہ نہ واقف نہیں سالک سے راہ و رسم منزل سے
روایت ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرت کی مجلس میں جب کوئی سائل سوال کرتا اور مسئلہ
پوچھتا تو ایک جماعت کے لوگ جواب دینے میں جلدی کرتے حتیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو اس آیت سے ادب سکھایا
اور اس سے منع کیا کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا
بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ
لے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ اور
اس کے رسول سے۔

تو ساتھیوں کے لئے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تمام امور میں پیر کے سامنے جلد بازی نہ کرے اور احکام سے مامور ہو
اور جمیع امور سے کیونکہ پیر موافق اس کے کہ الشیخ فی قومہ کالتبی فی امتہ (پیر اپنی قوم میں پرتو ہے
نبی کا اپنی امت میں) وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خدا کی رحمت ہے جو بندوں پر نازل ہوئی ہے
کہ اس سے تکمیل سلوک اور رسائی میں نفع پائیں اور خواہشات و سموم واقعات کی حرارت سے رہائی پائیں اور
محبت دنیا کے دریا میں نہ ڈوبیں سے

استماع کلام او بہتر
از ہزاران کتاب علم و بہتر
رحمت عالم است مرد خدا
مرشد و دستگیر ہر دوسرا
دست دردی ز نید تا برہید
روی سوش بشفق و صدق نہید
نوح دقت است او درین دران
کشتی او رہاند از طوفان
بات کو اس کی سننا ہے بہتر
پڑھنے سے کل کتاب علم و بہتر
رحمت حق ہے پیر مرد خدا
مرشد و دستگیر ہر دوسرا
تھم لو ان کو تا رہائی ملے
ملوان سے بڑی محبت سے
اس زمانہ میں ہیں وہ نوح جہاں
وہ ہٹاتے ہیں کشتی سے طوفان

رنج طوفان و آب سہل تو مان
 اس سے بڑھ کر ہے جہل اسکو جان
 ایک طوفاں ہے یہ تمام عالم
 غرق اس میں امیر و شاہ و حشم
 بگرنند بسوئی کشتی نوح
 تاز غرقہ خلاص یا بد روح
 شہوات جہان چو طوفانست
 ہر کہ زورست او مسلمانست
 و آہیکہ از جہل ماند در شہوات
 کافر است ارچہ آدر و صلوات
 کشتی ایمنی ولی خداست
 از برای شما میان شماست
 تا شمارا رہاند از طوفان
 زانکہ این درد است او درمان
 اللہ اللہ فناء او گردید
 تا چہ او بر نہم فلک گردید
 اللہ اللہ در ا غلام شوید
 ہر طرف کو رود جسد روید
 تا چنین دولت نگر و دفت
 روید و آوری ہش از موت

چھٹا ادب | مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ آواز کا پست کرنا ہے پیر کی صحبت میں آواز بلند نہ کرنا چاہئے کیونکہ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا ایک طرح کا ترک ادب ہے۔

بیت

ز طبع نازک و لدار ترسم
 کہ آوازہ ام آزرده گردد
 ہوں طبع نازک دلبر سے ڈرتا
 کہ آزرده مرے آواز سے ہو
 روایت ہے زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض لوگ آنحضرت کی مجلس میں آواز بلند کرتے تھے ان کو ادب سکھانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی کہ :

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
نقل ہے کہ اس کے بعد ایسے وہ لوگ ہو گئے کہ آواز کی بے انتہا ہمتی سے بات دشواری سے سمجھی جاتی اور یہ آیت کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
امْتَنَعَ اللَّهُ عَنْهُمْ السَّمْعَ ۖ

بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی
آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے
دلوں کو اللہ نے تقویٰ کئے پرکھ لیا ہے۔

بھی نازل ہوئی ہے۔ پیر کے ساتھ ہنسی کھیل کا طریقہ نہ برتنے نہ قول میں نہ فعل میں کیونکہ ہنسی کھیل سے پیر کی عزت نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وقار کی چادر نگاہ سے ہٹ جاتی ہے اور مقامات نزول فیض میں رکاوٹ ظاہر ہو جاتی ہے تو چاہیے کہ ان سے خطاب کرنے میں تعظیم و احترام کا خیال رکھے۔ مردی ہے کہ ابتدائے نبوت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول کا نام تعظیم و توقیر سے نہ لیتے۔ یا محمد یا احمد کہہ کر پکارتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت آئی کہ:

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ
لَا تَشْعُرُونَ ۚ

اور ان کے سامنے زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو
ایک دوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آوازیں باتیں کرنے
کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل خالص ہو جائیں
اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو۔

دوسری آیت آئی کہ:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ

نہ بنا لو اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو
جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں اگلوں نے کہا ہے کہ نہ ان کو نام لے کر پکارو نہ کنیت سے اور آداب خدائے برتر سے ادب آموز ہوں کہ وہ فرماتا ہے یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ تَوْقیر کہو یَا نَبِیَّ اللہ۔ جس طرح کہ قول میں پیر کے ساتھ ہنسی بند رکھے فعل میں بھی اس کے احترام و توقیر کو واجب سمجھے تو چاہیے کہ اس کی موجودگی میں اپنا سجادہ نہ پھٹائے مگر فرض نماز کے وقت اور پیر کے سامنے نہ بیٹھے اور سماع کے وقت جہاں تک ہو سکے اپنے کو بٹنے اور کھٹنے چلانے سے بچائے مگر یہ کہ اختیار وغیرہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

ساتواں ادب | مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ گفتگو کے اوقات کا جاننا ہے جس وقت چاہے کہ پیر سے

دین و دنیا کی کسی ضرورت میں کوئی بات کہے تو چاہیے کہ پہلے پیر کا حال معلوم کرے کہ اس کی بات سننے کی فرصت رکھتا ہے یا نہیں اور جرأت کر کے دلیری کے ساتھ بات نہ کہے اور بات کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کلام میں بادب رہنے کی دعا کرے اور اس کی بات کو حقیقت و معرفت کے ظاہر کرنے کے لئے واسطہ جانے کہ دریائے غیب سے ساحل شہادت پر لاتا ہے اور مرید کو چاہیے کہ پیر کی ہمبختی اور پیر کے دل سے فیض کا پرتو کرنے کی قابلیت حاصل کرے تاکہ اس مناسبت و ہمبختی سے فیوض غیبی و ارادت لاریبی حاصل کئے جاسکیں اور ہرگز بے موقع بات نہ عرض کرے۔

شعر

حرامش بود نعمت بادشاہ حرام اس پر ہے نعمت بادشاہ
کہ وقت سخن را ندارد نگاہ جو وقت سخن پر نہ رکھے نگاہ

روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ سوال کرنے میں مبالغہ کرتے تھے اور بے موقع عرض کیا کرتے تھے آنحضرتؐ اس سے ملول ہوتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ
الرَّسُولَ فَقَدْ مَوَّابِينَ يَذْكُرُ
مَخُوكُمْ صَدَقَةٌ لے ایمان والو جب تم رسول سے تنہائی میں کچھ
عرض کرنا چاہو تو اپنی بات عرض کرنے سے پہلے
کچھ مدد دے دیا کرو۔

مسلمان منافق سے ممتاز ہو گیا۔ نقل ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہ کیا ایک اشرفی لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ اور چاہئے کہ پیر سے سوال کرنے میں اپنی حد سے نہ بڑھ جائے اور بجز اس حال کے جو اس پر چھپا ہو کچھ نہ پوچھے یعنی اپنی ضروری حالتوں سے زیادہ پیر سے نہ دریافت کرے اور اس کے سوال بے کار ہے جس طرح کہ مفید کلام وہ ہے جو سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو مفید سوال بھی وہ ہے جو مسائل کے مرتبہ کے موافق ہو۔

آٹھواں ادب | بھیدوں کے چھپانے میں ہے مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر اپنی کلمات و اوقات وغیرہ سے جو کچھ پوشیدہ رکھے اور مرید اس پر آگاہ ہو تو اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تلاش کرے اور اگر فرض کر دے اس کا سر چلا جائے جب بھی اس کو ظاہر نہ کرے۔

فرد

قلم ستر سلطان چہ نیکو نہفت قلم شاہ کا خوب ہے راز دار
کہ تا کار و بر سرزفتش نگفت کہ چاقو سے کٹ کر کیا آشکار

منصور علاج پر جو افتاد آئی وہ استاد کے راز کو ظاہر کر دینے سے آئی مردی ہے کہ عمر عثمان مکی نے

جو ان کے استاد تھے مسئلہ توحید اور علم صوفیہ میں چند جز تصنیف کئے تھے جن کو وہ ان سے پوشیدہ رکھتے تھے منصور نے ان کو پایا اور ظاہر کر دیا اور خلقت پر کھول دیا بات باریک تھی لوگ نہ سمجھے

رباعی

ہر کہ اور اطالع شاہی بود جس کی قسمت طالع شاہی بنے
محرم اسرار الہی بود محرم اسرار الہی وہ ہے
وہ کہ از اسرار دل آگاہ نیست جو نہیں ہے سر دل سے باخبر
در حرم سر حقیق راہ نیست اس پر قصر سر حق کا بند در

اس پر منکر ہوئے اور مجبور کر دیا۔ استاد نے علاج پر نظرین کی اور کہا الہی کسی کو اس پر مقرر کر کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ لے اور دار پر چڑھا دے

شعر

کسی کو سر وحدت کر داظهار کیا ہے سر وحدت جس نے اظہار
سزائش در طریقت دار باشد سزا اس کی طریقت میں ہے بس دار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد سے روایت رکھتا ہوں کہ فرماتے تھے کہ منصور پر جنید کی دغا سے یہ افتاد آئی کہ ان کے ایک بھید کو ظاہر کیا تھا اور وہ یوں ہے کہ ایک دن منصور جنید کی خدمت میں گئے جب دروازہ پر پہنچے دروازہ کو کٹکٹایا اندر سے جنید نے آواز دی کون ہے کہا، حق! جنید نے کہا حق نہیں ہو بلکہ حق کی طرف سے ہوا اور کہا کون سی لکڑی ہو گی جس کو تو خراب کرے گا کونسی لکڑی اور دار ہے کہ تجھ سے لوگ چرب کریں دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا شہر جونپور کی جامع مسجد میں اتنے بعض مخلص احباب مثلاً حضرت کبیر و حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و حضرت شیخ ابوالکلام و خواجہ ابوالوفاء خوارزمی گوشہ مسجد میں شرف حاضری سے مشرف تھے، حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک عجیب و غریب حال درجہ کا غلبہ تھا کہ کوئی بولنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ بعض معرفت کی باتیں متشابہات کی اور وجد پیدا کرنے والی آپ فرماتے تھے اسی اثنا میں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکل پڑا

شعر

دلش چون بحر عمان جوش کردہ کیا جب دل نے دریا کی طرح جوش
دو گو ہر ریختہ خاموش کردہ ہوا وہ ڈال کر دو موتی خاموش

”قال، الا شرف الناس کلہم عبداً لعبیداً“ فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ مسئلہ لوگ میرے بند سے کے بند سے ہیں۔ پہنچے ہوئے لوگوں نے گوش دل سے سنا لیکن اس کا اظہار اچھا نہ سمجھا کیونکہ بعض علما ظاہر جو اسرار باطن سے باخبر نہیں ہیں اگر سن لیں تو تاب میں نہ رہیں اور انکار پر سر اٹھائیں، جب ایک

مدت گذر گئی حاجی صدر الدین علما و فضلا کے مجمع میں بیٹھے تھے کہ کسی سلسلہ میں اس کلمہ مبارکہ کو نقل کیا اس بات کے ظاہر ہوتے ہی بعض حاسد لوگ جو ہٹ دھرمی پر آمادہ تھے اعتراض پرائے اور اس باریک بات کی تحقیق میں شرف ہو گئے۔ اس قدر کہ حضرت میر صدر جہان : حضرت قاضی شہاب الدین سے اس کلمہ کو نقل کیا حضرت قاضی نے فرمایا درویش لوگ ہیں نہ معلوم کس مقام و حالت میں بات کہی ہے اور کس وجہ سے ان سے یہ کلمہ نکل پڑا ہے۔ ٹھیک یہی ہے کہ ہم معروض اعتراض میں نہ آئیں اور روگردانی کے مقام سے باہر ہوں اور جو بات شیطانیات (متشابہات) کی قسم سے ہو اس میں غور کرنا اچھا نہیں ہے بالخصوص یہ ایک سید ہیں بے حد بلند حال اور بڑے باکمال پورے صاحب تصرف ہیں اور میں آج کسی کو نہیں دیکھتا کہ زور تقادمت میں ان کے ہم پہلو ہو۔

ندارد هیچ کس آن زور بازو نہیں ہے کوئی بھی ایسا دلاور
کہ باگردی بود او ہم تر ازو شجاعت میں جو ہو ان کے برابر

ایک شخص جو وحشت کا باعث تھا بولا ایسے شہر میں جو متبر علما اور قابل فخر فضلا اور درویشوں سے بھرا ہو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی تکبرانہ و جاہلانہ بات کہے دوسرا اس کے جواب کے راستہ میں نہ چلے اور سوال نہ کرے بہت ابھار کر حضرت میر کو اس پر لانے کہ محمود بہتہ جو ایک سخت کلام اور وحشی طالب علم تھا اس کو حضرت قدوة الکبرا کے پاس بھیجیں کہ اس کے معنی کو دریافت کرے۔ حضرت قاضی نے فرمایا محمود بہتہ مشائخ کی مجلس کے آداب نہیں جانتا خدا نہ کرے ایسی بات کہے جو خاطر سید کی گرانی کا سبب ہو کل میں حضرت سید کی خدمت میں جاؤں گا اور اس معنی کی تحقیق اس کلمہ کی شرح کی صورت میں جس طرح کہ مشائخ دریافت کرتے ہیں کرڈنگ اس طرح کہ حضرت سید کا قلب شریف گراں نہ ہو۔

برگ گل ہر چند دارد نازکی برگ گل میں نازکی ہر چند ہے
خاطر یارم ازان نازکتر است اس سے نازکتر ہے خاطر یار کی

حضرت قدوة الکبرا مقررہ وظیفوں کے بعد اپنے مبارک ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت قاضی شہاب الدین کے قدم آگئے حضرت چند قدم استقبال کو آئے اور بڑی تعظیم کر کے لاکر بٹھایا جیسا کہ حضرت کی عادت تھی کہ ہر شخص سے اس کے مشرب کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔ بعض فقہی باریکیاں اور قابل غور حقائق کو باہم حل کرنے لگے اس طرح سے کہ قاضی اور ان کے ہمراہیوں کے دل کو تسکین ہو جاتی تھی بالآخر موافق کُلُّ حَزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْا ۝۱۰ ہر گروہ (ان میں سے) اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

مصرع : از ہر چہ میرد سخن دوست خوشتر است
جن میں ہو ذکر یار کا اچھی وہی ہے بات

بات رفتہ رفتہ تصوف و معرفت میں پہنچی اور عرفان کے لطیفے آگئے جس وقت کہ حضرت قدوۃ الکبرا
حقائق الہی و دقائق نامتناہی کو بیان کرتے تھے چہرہ مبارک و جبین اقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا صوفیہ و
جماعت علیہ کے کلمات اور بارکیوں کی بات اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں کے ذہن میں دشواری سے آتی تھی اور
موتی برسانے والی زبان کے معارف کے اثرات سے حاضرین ایسے متاثر اور خوش ہوئے کہ آپ سے باہر ہو گئے
مثنوی

سخن در حقائق بسی تیز شد	کلام حقیقت بہت تیز تھا
صدف در دقائق گہر ریز شد	صدف نکتوں پر خود گہر ریز تھا
نہ ز انسان معارف رسیدہ بلند	نہیں ہیں بشر سے معارف بلند
کہ ادراک عالی رساند کند	کہ ادراک عالی کا پہنچے کمند
بسی از نوادر گہر سفتہ شد	پر دیا نوادر گہر خوب سا
ز اسرار ناگفتنی گفتہ شد	جو حقی ان کہی اسکو بھی کہہ دیا
چنان مجلس از وجد آمودہ گشت	وہ جلسہ عجب وجد سے بھر گیا
کہ جان و دل از ذوق آسودہ گشت	کہ آسودہ جان اور دل ہو گیا
ردان از می ذوق از دست شد	مے ذوق ہاتھوں سے ایسا بہا
نہ ہستی کہ بودہ ہمہ پیست شد	کہ ہستی سے ہر ایک نیچا ہوا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک گھڑی کے بعد دریائے حقائق راز سے ساحل ساز و بیابان مجاز کو عبور کیا اور
قاضی کی خاطر مدارات میں آئے حضرت قاضی چاہتے تھے کہ رخصت کریں حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے
فرمایا کہ فقرا کے چھوٹے سے کشیف گھر میں آپ کے قدم آنے کا سبب شاید کسی بات کا دریافت کرنا تھا۔ حضرت
قاضی نے خوفزدہ ہو کر بڑی شرم سے عرض کیا ۔

بیت

کیست بدین حضرت گردون علم	رو برو سرکار کے ہے کس میں دم
کزہ اعراض فشار و قدم	جو چلے اعراض سے دواک قدم
آری اگر فائدہ خویش را	ہاں اگر جو فائدہ کے واسطے
عرض رسانیم کم و بیش را	عرض کریں تھوڑا بہت آپ سے

کل بعض علماء زمانہ و فضلاء شہر نے حضرت میر اور اس فقیر کے سامنے نقل کیا کہ ایسی بات حضرت سید سے نکل
پڑی ہے بظاہر ابہام رکھتی ہے اب حضور کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ اس کا معنوں تو نہایت آسان ہے کہ لفظ الناس الخ
الف لام کے ساتھ صادر ہوا ہے اور الف لام عہد کے لئے بھی آیا ہے کیونکہ اکثر اہل زمانہ ہوا دیہوس کے بندے ہیں

اور حق تعالیٰ نے ہمارے نفسانی ہوا و ہوس کو ہمارا بندہ و محکوم بنا دیا ہے۔ جب اہل دنیا ہوئے نفسانی کے بندے ہوئے تو گویا ہمارے بندے کے بندے ہیں اور ہمارے محکیم کے محکوم ہیں احکام نفسانی کے کثرت کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ بادشاہ شہر نے یوسف منزلت درویش کے حضور ایک خط بھیجا کہ مجھ سے کچھ مانگو، انہوں نے جواب میں اس رباعی کو لکھ کر روانہ کر دیا ہے

رباعی

از حرص و ہوا دو بندہ دارم ہے حرص و ہوا دو بندہ میرا
در ملک خدای پادشاہم مملوک خدائے رب اعلیٰ
تو بندہ بندگان مائی بندوں کا ہمارے تو ہے بندہ
از بندہ بندگان چہ خواہم کیا بندہ بندگان ہیں یارا

دوسرے معنی ذوق سے معلوم کر سکو گے اور جس نے ذوق نہ پایا وہ مزے کو نہ سمجھا۔ حضرت قاضی نے جب مفہوم مضمون کو معلوم کیا تو نہایت پسند کیا خوش خوش روانہ ہوئے، حضرت قدوة الکبرا نے جانے کے بعد فرمایا کہ کون رو سیاد تھا جس نے اس بات کو علماء کی مجلس میں نقل کیا حاجی صدر الدین بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت کی بات کا اثر ظاہر ہوا ہے

ہر آن حکمی کہ در تقدیر رفتہ ہر اک کی جس قدر لکھی ہے تقدیر
ہمان بیرون ز دہن پیر رفتہ زبان سے اپنے کہتا ہے وہی پیر

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سے میں راوی ہوں کہ ایک پیر تھے اور ان کے بہت مرید تھے انہوں نے ہر ایک کو خاص طریقہ پر اپنے قرب سے مشرف کیا اور صاحب راز بنایا تھا ان میں سے ایک جو اسرار کے حفاظت کی اہلیت نہ رکھتا تھا اور پیر اس حقیقت کو اس سے سمجھ ہوئے تھے لیکن وہ جلدی کرتا تھا اور پوشیدہ میں حضرت پیر سے بار بار کہہ چکا تھا اور مبالغہ کیا تھا کہ میں مخلصوں سے ہوں مجھے بھی وہ بات جو اپنے مخصوصوں سے فرمایا ہے بتائیے تاکہ میری ارادت و اخلاص بھی آپ کی نگاہ بافیض میں ظاہر ہو۔ پیر نے چاہا کہ بلا آمادگی کے اس کو دوسروں سے علیحدہ کر دکھائے فرمایا آج کی رات مجھے ایک کام ہے تم آؤ تاکہ تمہارے ساتھ اس کو کروں اور اس مجید کو خوب محفوظ رکھنا سلام کیا اور کہا میں مخلصین سے ہوں جب رات ہوئی تو آیا پیر ہاتھ پاؤں خون سے رنگا ہاتھ میں ایک تلوار لئے باہر آئے کہا میں نے فلاں مرید کو مار کر ایک بورے میں رکھ دیا ہے آؤ تاکہ کسی مقام ختمیہ میں لے جا کر دفن کر دیں، اس بورے کو اس شخص کی گردن پر رکھا ایک خاص مقام پر لیجا کر دفن کر دیا۔ پیر جب گھر میں آئے یہ مرید جلدی سے اس شخص کے باپ کے پاس آیا کہ پیر نے کہا تھا میں نے اس کو مارا ہے جا کر تار دیا کہ پیر نے تیرے لڑکے کو مار ڈالا۔ میں نے اور پیر دونوں نے فلاں جگہ پر اس کو دفن کر دیا ہے

باپ نے جب یہ بات سنی اسی وقت بادشاہ کے سامنے گیا اور کیفیت واقعہ ظاہر کیا۔ بادشاہ کو پیر سے بڑی عقیدت تھی بعید از قیاس اسکو خیال کیا۔ لوگ اس مرید نمائشی مخلص کو حاضر لائے وہ بولا واقعہ ٹھیک ہے اور میں نے خود پیر کے ساتھ دفن کیا ہے کسی کو میرے ساتھ کیجئے تاکہ واقعہ کی صورت میں صاف کھول دوں۔ قصہ مختصر بادشاہ نے اپنے معتمدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ بھیجی۔ جب اس جگہ پر پہنچے تو معلوم کیا کہ ایک بکری کو ذبح کر کے بڑے میں ڈال کر دفن کر دیا ہے۔ پیر نے اس واقعہ کی خبر پائی اس شخص کو خود جیسے فرمایا تھا کہ میں نے قتل کر ڈالا ہے حاضر کر دیا اور برسرِ جمع اس مرید نمائشی مخلص کی رسوائی دے عزتی کی ہے۔

محرم دولت نمود ہر سہری محرم دولت نہ ہو ہر ایک سر
بار مسیحا نہ کشد ہر خری بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

پیر نے اپنی صحبت سے اس کو نکال دیا اور یہ بھی نہ کیا کہ بادشاہ کے ملازمین اس کو سزا دیں فرمایا کہ اس کی سزا یہی بہت ہے کہ میں نے اپنی صحبت سے ہٹا دیا ہے۔

ہر کہ اور از چشم مردم شد نہان جو ہر آنکھوں سے لوگوں کی نہاں
خاک خور آمد جو اشک مردمان گر پڑا وہ مثل اشک مردمان
چون گل از گلشن بگلشن می فتد باغ سے گل لے چلیں آتشکدہ
زین بستر اورا چہ باشد در جہان اس سے بدتر اس کا کیا ہوگا سماں

نواں ادب | پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا ہے چاہیے کہ اپنے اسرار کو دارِ ادب ظاہری و باطنی و واقعات کلی و جزوی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور ہر کرامت و عنایت جو حق تعالیٰ اسکو عطا فرمائے کھلے لفظوں میں یا کنایہ سے حضرت پیر کی مشکل کشا اور حق مارائے کے لئے عرض کرے کیونکہ حضرت پیر سے بھید چھپانے کی مقدار میں اس کے باطن کے تاریں گرہ پڑ جاتی ہے کہ اس گتھی کے سبب شیخ سے طلب مدد و فتوح کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔

مثنوی

مر بد دنیکی کہ مرشد عیان جو بد دنیکی ہوئی مجھ پر عیاں
در دل خود راز نکردم نہان دل میں کیا اپنے نہ راز نہاں
ہر کہ ز یاری کہ وفا دار شد جو ہے وفا دار کسی یار کا
کرد نہان بستر ز اسرار خود محرم اسرار وہ اپنا بنا
یافت ہما زرا کہ سقیم غریب پایا اسی کو ہے مریض غریب
کرد نہان در درون از طبیب درد چھپائے ہے جو نزد طبیب

عقدہ پر پیچ کہ در دل فساد
کیست جز از یار کہ آرد کشاد
ہر کہ برد مہر شہی نام نیست
دان بہ یقین نیک سر انجام نیست
کیست کہ بی یار بمنزل رسید
در رہ بی یار چہ بمشکل کشید
اشرف بی یار درین رہ قدم
ہر کہ نہادہ ست شدہ در عدم
خیز بند گام برہ بار رفیق
تا نشود یار بدریا غریق
رہ نتوان رفت یقین بی رفیق
قال رفیق ہو ثم الطریق
ہر چہ درین راہ بہ پیش آیدت
غولی ازان راہ کہ بنمایدت
صورت رنگین کہ نماید عذار
جلوہ دید پیش تو از ہر کنار
نور در فشان کہ کشاید نقاب
ذرہ دران نور بود آفتاب
نور ازو بانگ انا الحق زند
در ہمہ آفاق انا الیق زند
باید مر سالک ستار را
کز ہمہ اعراض کند یار را
یک بیک از ہر چہ بود از نیاز
عرض دید پیش خداوند راز
تا چہ بفرمایدش آن دیدہ را
وانچہ کند دیدہ پسندیدہ را

عقدہ پر پیچ کہ دل میں پڑا
کون ہے جز یار کے جو کھولتا
جسہ نہیں لطف ہے سردار کا
جان لو انجام ہے اس کا برا
کون ہے بے یار کے پہنچا وہاں
ہے وہ بے یار تو بار گراں
راہ میں بے یار کے اشرف قدم
جس نے بھی رکھا گیا وہ پھر عدم
اُٹھ قدم تو راہ میں رکھ بار رفیق
تاکہ نہو یار بدریا غریق
جاسکے نہ راہ میں وہ بے رفیق
کہتے ہیں ہو یار تو پھر ہو طریق
راہ میں جو کچھ تجھے پیش آ گیا
غول ہے رہ کا دکھائی جو پڑا
صورت رنگین کہ جو ہو گل عذار
سامنے تیرے ہو ہر اک سمت یار
لے چمک تو کھول دے جب وہ نقاب
ذرہ ہے اس نور کا اک آفتاب
نور اس سے بانگ انا الحق کہے
خالق میں ساری انا الیق کہے
چاہئے یہ سالک ستار کو
سب سے ہٹ جائے اور لے وہ یار کو
جو بھی ہو اسکے لئے راز و نیاز
عرض کرے پیش خداوند راز
تاکہ وہ فرماتا ہے کیا دیدہ کو
کرتا ہے کیا اور پسندیدہ کو

بعضی ازان لائق اقبال ہست
 برخی ازان در حق انزال ہست
 ہر چہ کہ قابل بود آن اقبالش
 زانچہ کہ اعراض بود انزالش
 ہر کہ ازین گونہ نصیحت شنید
 رخصت بدر واذہ وجدان کشید
 اُن میں سے کچھ لائق اقبال ہے
 ان میں سے کچھ در پے انزال ہے
 جو کہ ہو قابل اُسے اقبیل کہو
 موجب اعراض کو انزل کہو
 جس نے کہ اک گونا نصیحت سنا
 اس کا اثاثہ در وجدان گیا

حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے جو سالک کہ اپنے واقعات سلوک کو بارگاہ پیر میں عرض نہیں کرتا وہ نار گمراہی و بیابان رسوائی میں سرگرداں رہتا ہے جس طرح کہ بے دین کافر نے اپنے سلوک کے لئے کام کیا صورت بے دینی کو ہستان خودی میں پریشاں پھرتے ہیں۔ مردی ہے کہ ہر قل نام کا ایک مرد بنی اسرائیل میں تھا زہد و ریاضت کی صفت سے مشہور بیابان توکل میں انتہا در جہر پہنچ کر اور طرح طرح کی سخت ریاضتیں کرتا ہوا ایک درویش کی خدمت میں سلوک کے لئے بسر کرتا تھا آنکھ جھپکنے بھر کو بھی شغل باطنی سے آسودہ نہ ہوتا تھا

چنان در شغل باطن بود مشغول
 کہ دل از خورد و پوشش داشت معزل
 تھا ایسا شغل باطن میں وہ مشغول
 کہ دل تھا کھانے اور کپڑے سے معزل

ایک رات حجرہ میں مشغول تھا دو نور سفید اور سیاہ ظاہر ہوئے اور اس کا جھنڈا وہاں پہنچا کہ عالم کو ڈھانپ لیا

چو رنگ تیرہ روشن برآمد
 ز نور روز و شب روشن تر آمد
 سیر اک رنگ نکلا ایک اجلا
 وہ نور روز و شب بڑھ کے نکلا

دل میں اس طرح یقین کیا کہ دن کا پیدا کرنے والا سفید نور ہے اور رات کا بنانے والا سیاہ نور ہے اہل دین دان کہنے کا مصداق یہی ہے اور ان انوار کا حال زاہد سے نہ کہا۔ جب ایک مدت تک اسی عقیدہ پر مصر رہا اور یقین کر لیا تو زاہد سے منکر ہو گیا اور بحث کرنے لگا نئے مذہب کی بنیاد کھڑی کر دی۔ حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے بے چارہ مجذوب شیرازی نے بھی اس بیابان کی خبر دی ہے

دور است سرآب درین بادبان ہوشدار
 تا غول بیابان نفریب نہ سرابت
 اس صحرا میں پانی ہے بہت دور خبردار
 دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطان نہ دکھو کا
 پیر کی رہبری کے بغیر اس وحشی اور دشوار گزار جنگل کو طے کر لینا ممکن ہی نہیں ہے



مثنوی

کیست درین منزل حیرت فراہی
راہ نماید بخدا جسز خدا رہنما
ہر کہ درین راہ بہ بی نور روئی
گام زند خیرہ نشود سوسوئی
درد و جہان راہ نما تر زیر
پس کسی نیست زمن یاد گیر
وصل اگر بایت ای راہ رو
گفتہ اشرف شنو در راہ رو
کون ہے اس منزل حق کا بھلا
ہاں بخدا جسز خدا رہنما
ہر کہ درین راہ بہ بی نور روئی
گام زند خیرہ نشود سوسوئی
درد و جہان راہ نما تر زیر
پس کسی نیست زمن یاد گیر
وصل اگر بایت ای راہ رو
گفتہ اشرف شنو در راہ رو

دسواں ادب

یہ ہر قسم کے ادب صوفیہ پر مشتمل ہے جو ان میں مریدوں کے لئے رائج ہیں اس لئے مرید کو چاہیے کہ جو کچھ پیر سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے موافق نقل کرے اور جس بات میں کوئی پوشیدگی و باریکی ہو اور سننے والا اس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو نہ کہے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکلّموا للناس علی قدر عقولہم۔ (تکلام کرو لوگوں سے ان کی عقل کے موافق)

شعر

سخن با بر کسی باید بقدر فہم او گفتن
سخن ہر شخص سے اسکی سمجھ کا چاہئے کہنا
چہ دریا بند انعام از رموز نکتہ وانا
بھلا جو چاہئے کیا سمجھیں رموز نکتہ وانا

کیونکہ جس بات کا مطلب سننے والا نہ سمجھے وہ فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان کا خیال ہے اور ممکن ہے کہ سننے والے کا عقیدہ پیر کے حق میں خراب ہو جائے۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کی طرف پیٹھ کرنے سے بچنا چاہیے اور اس کی طرف پاؤں نہ پھیلانے اور سامنے بیٹھنے کو کسی طرح ترک نہ کرے جیسا کہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سامنے بیٹھنا بہتر ہے مل کر قریب بیٹھنے سے اور پیر کی طرف گھورنے سے پرہیز کرے بلکہ اپنی نگاہ کو اکثر اوقات قدم پر یا زانو پر رکھے۔ کیونکہ پیر کو گھورنا دلیری اور خود بینی ہے۔ حضرت قدوة الکبر سفر کعبہ کے ارادہ سے مکہ رہے ہوئے جب مبارک قدموں نے خطہ اودہ کو مشرف کیا تو شیخ شمس الدین کے عبادت خانہ میں اتنا زوا جب ہر طرح کی خدمت و مہمانی کر لی تو حضرت قدوة الکبر اسے عرض کیا کہ اس سفر میں کرم فرما کر اپنی ہم رکابی کے شرف سے بندہ کو مشرف فرمائیے کہ مبارک قدموں کی جدائی کے صدمات برداشت کرنا ممکن نہیں ہے فرمایا جس طرح آپ کا دل چاہے میں کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ ملک جو اس خانوادہ کے مریدین و اصحاب و خلفاء سے بھرا ہوا ہے خالی رہا جاتا ہے، جب بھائی شمس الدین کے مبارک قدم یہاں ہوں تو اس دیار کے لوگ ان کے روشن رخسار کے نظارہ سے فائدہ مند ہوں۔ اسی گفتگو

میں کچھ راستہ خطہ اودھ سے ہمراہ جا رہے تھے حضرت قدوة الکبر انے بڑے اصرار سے حضرت شیخ شمس الدین کو قصبہ منگلی سے رخصت کیا اور بعض نصیحتیں دقت کے مناسب فرماتے تھے اور آخر میں یہ فرمایا کہ جو فتوح اس سفر میں خدائے مفتح الابواب اور بزرگان اہل عرفان سے مجھ کو پہنچے گا وہ خدائے چاہا تو تم کو نصیب ہوگا جب شیخ شمس الدین منگلی سے رخصت ہوئے تو شعر پڑھنے کے طور پر یہ ابیات پڑھتے تھے اور روتے تھے

ابیات

فراق روئی مبارک مرا چنان باشد
فراق روئے مبارک کا ہے مجھے ایسا
کہ بہر آدم از روضہ چنان باشد
تھا جیسے حضرت آدم کو خلد کا چھٹنا
بل آچنانست فراق جمال میمنت
ہے ایسا بلکہ فراق جمال پاک حضور
کہ دقت مرگ روان از بدن روان باشد
کہ دقت موت بدن سے ہو جیسے جان جدا
ز چشم مردم چون نور میشود بیسردن
ہے ہوتا آنکھ سے لوگوں کے نور جب باہر
چگونہ روشنی چشم مردمان باشد
تو اب ہو کیسے بھلا نور اور نظارہ
ز چشم ما و جمال تو فرق دانی چیست
ہے میری آنکھ میں اور تیرے حسن میں کیا بعد
ہمانقدر فرقی کان بفرقان باشد
جو فرق ان دو ستاروں میں ہے بحکم خدا
کہ ہرگز گل چین از ماہ آسمان باشد
مجھے وہی ترے رخسار سے ہے مل جاتا
مرا کہ ذرۂ نور تو شمس کرد جدا
گل چین پہ جو ہے ماہ آسمان کی عطا
چگونہ ذرۂ خورشید در جہان باشد
تو کیسے ذرۂ ہو نور شمس جہاں میں جدا

قصبہ منگلی سے خطہ اودھ تک حضرت قدوة الکبر کی طرف پیچنے کی اسی طرح ایٹے پاؤں راستہ پر چلتے تھے جب سفر سے حضرت لوٹے تو موافق اس کے کہ سخی نے جو وعدہ کیا پورا کیا جو تبرکات مختلف مشائخ سے پائے تھے شیخ شمس الدین کے سپرد کیا اتنا کہ ایک پیسہ کسی درویش غار نشیں سے پایا تھا وہ بھی ان کو دے دیا ہاں بے شک بزرگوں کا وعدہ ایسا ہی ہے

مثنوی مولوی

وعدہ باشد حقیقی و لپزیر
وعدے ہوتے ہیں حقیقی و لپسند
وعدہ باشد مجازی طاسہ گیر
وعدے ہوتے ہیں مجازی باگزند
وعدہ اہل کرم گنج روان
وعدہ اہل کرم گنج رواں
وعدہ نا اہل شد رنج روان
وعدہ نا اہل ہے غم کا مکان

ان کلمات شریفہ و مقامات لطیفہ کا جامع ہر چند کہ دامن ہندوستان اور اطراف نماں و جوانب ملک میں بزرگان عصر و اکابر دہر کی خدمت میں پہنچا اور اس گروہ کے طرح طرح کے آداب برتے اور دیکھا سنا لیکن کسی مرید نے پیر کی اور طالب نے مطلوب کے ادبوں کا لحاظ ایسا نہیں کیا ہے جس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے پیر کی نسبت کیا ہے اس وقت سے کہ حضرت حضور پیر و مرشد کی ارادت سے مشرف ہوئے ہیں جب تک کہ سفر آخرت فرمایا ہے ہرگز ان کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا اور نہ تھوک ڈالا ہے

بیت

فرد تر نباشد بر خسار آب گھٹے گانہ رخسار کا آب و تاب
کہ افگندہ تفت بر رخ آفتاب کیا کس نے تفت بر رخ آفتاب
اگرچہ سرحد مغرب میں دو ہزار فرسنگ مسافت ہوئی کوئی بارہ برس متفرق طور پر درگاہ عالم پناہ حضرت پیر در شہر میں ہے تھے شہر جنت آباد میں بول و برا نہ کیا ہے

چو فردوسم دہ یار از عنایت کرم سے یار گر فردوس دیدے
نباید کرد در دی بول و غایت برازد بول اس میں پھر نہ کیجے
از ان روزی کہ او گندم چسبیدہ اسی دن سے کہ ہے گیہوں کو کھایا
سراز فردوس عالی بر کشیدہ نقتا اپنا ہاتھ جنت سے اٹھایا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ شاہ شجاع کرمانی نے ایک مدت تک چشت میں قیام کیا زمانہ قیام میں ہرگز چشت میں اپنا دھنوں نہیں توڑا۔ حضرت قدوۃ الکبرا ایک راستہ میں ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ گزر رہے تھے۔ نظر مبارک ایک کتے پر پڑی جو اصحاب کہف کا پتہ دیتا تھا فرمایا غالباً یہ وہ کتا ہے جس کو حضرت پیر در شہر کے آستانہ پر میں نے دیکھا تھا بڑے شوق سے زبان مبارک سے بلایا کتا آیا اور حضرت کے پیچھے چلنے لگا جب قیام گاہ پر پہنچے تو کچھ کھانا اپنے کپڑے میں رکھ کر کتے کو حضرت نے کھلایا ہے

سگی کز آستان یار و کوی دل ربا آید کوئی کتا مکان و کو چہ دلدار سے آئے
چنان باشد کہ گہ آشنا بر آشنا آید تو ایسا ہے کہ جیسے یار ملنے یار سے آئے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کے سامنے پاؤں نہ پھیلانا چاہیے اور نہ نفل و ظیفوں میں مشغول ہونا چاہیے کیونکہ کوئی شغل پر دل پذیر کے رخسار کے نظارہ و دید سے بڑھ کر نہیں ہے

کسی کو چہ مقصود جان گذر دارد دہی تو کو چہ مقصود میں گذر رکھے
کہ بر دو ابروی چون طاق تو نظر دارد جو طاق ابرو پتیرے ہو اک نظر رکھے
ہر آنکہ عارف و ماہر بود عبادت را جو ہوئے جانتا پہچانتا عبادت کو
دل از نظارۂ رویت چگونہ بردارد دہ کیسے دل کو نظارہ سے دور کر رکھے

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ایک مرید تھا اس کو پیر کے وحدت نما
و کثرت ربا رخصار کے دید و مقابلہ کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ رات دن اس کام میں لگا ہوا تھا ان کے پوشیدہ
و علانیہ دیدار کی مداومت کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کے ایک ساتھی نے شک و انکار کے طور پر اس سے کہا کہ
چہرہ مبارک کا دیکھنا حضرت شیخ کے تمام ساتھیوں اور دوستوں کا طریقہ و حصہ ہے لیکن تو اس کام میں بہت
مبالغہ کرتا ہے اور اس قدر انہماک ظاہری اعمال و افعال کا مانع ہو جاتا ہے اور اس بے چارہ نے جواب
میں یہ رباعی پڑھی ہے

رباعی

تا ردی ترا بدیدم ای شمع طراز	جب رخ کو ترے دیکھا اے شمع طراز
نہ کارکنم نہ روزہ دارم نہ نماز	کچھ کام نہ کیا نہ روزہ نہ نماز
چون باتو بوم مجاز من جملہ نماز	تو ساتھ ہو گر مجاز ہو میری نماز
وربی تو بوم نماز من جملہ مجاز	گر تو ہی نہیں نماز ہے میری مجاز

یہ ایک شتمہ تھا اس بزرگ گردہ کے آداب کا کہ صوفیوں نے اس کی پابندی کی ہے۔ اگر مرید اس کی پابندی
کے توجہ مقصود ہے رحمت الہی کے انوار کا پہنچنا اور آثار و برکت کا اترنا وہ صحبت پیر کے وسیلہ سے نازل ہوگا
اور ہر وقت فیض پہنچے گا صدقہ میں نبی اور باکمال اولاد کے۔

لطیفہ

اصطلاحات تصوف

قال الاشرف لا ينبغي لاحد ان يشتغل في اشغال التصوف الا ان يعلم علوم التعرف وعقائد واصطلاحاته ومقاماته واطلاق كلماته في مجازي حالاته

حضرت اشرف نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کے لیے جو علوم تعرف اور اس کے عقائد، اس کی اصطلاحات مقامات اور کیفیات و احوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

اصطلاحات تصوف کی اہمیت

حضرت قدوة الکبر افرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی لکھے شہر کا نشان ہیں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنف حضرت شیخ محمد الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اُس درس میں شریک ہو گیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کر چکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اس خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحات مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لیے فرمایا کہ جب تک طالب طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کام لے گا آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ کلمات صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کر سکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور مادیات حکمت وارد ہوئی ہیں اور نہ وہ کلمات متنازع کو ان کے محل راسخ پر صرف کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر

سبح حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہ صاحب شرح کاشانی و مصنف فصوص و مکرر حضرت شیخ صدر الدین قزوینی کے بعد شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ کے فلسفہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے شامح سمجھے جاتے ہیں۔ اصطلاحات تصوف پر آپ کی تعریف لطیف شرح کاشانی کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔ اس قدر ترجم کے پاس بحمد اللہ یہ تمام سرمایہ گرانمایہ موجود ہے۔

اسی آیت کے بعد کہ لے لیجئے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ کہ اس آیت کا نصف تخریب میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علم، عدم اصطلاح کا جاننے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل ہیں (ان شاء اللہ حسب موقع اس کی تشریح کی جائے گی)

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل تصوف کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فرامد الاشرف، اشرف الفرائد یا وہ رسالہ جو وحدت الوجود کی بحث میں اصطلاح تصوف کے مطابق سرزمین روم میں کیے گئے لکھا تھا۔ جب میں واپس سرزمین بنگال میں پہنچا تو اس سرزمین کے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔ جس کا باعث یہ تھا کہ تصوف کی اصطلاحات کے دقائق اُس وقت تک اُس سرزمین میں نہیں پہنچے تھے۔ پس اس عدم واقفیت کے باعث لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اس کے مباحث پر اعتراضات کیے کہ اقتصار مایاح المواد بالجعل (جس طرح گلاب کی خوشبو جعل نامی کیرے کو منظر کر دیتی ہے)۔ حصور گزرتواند شنید یعنی نیست (حاصل گزرنے کے تو کوئی حرج نہیں ہے) جعل بود متغیر نہ گہت گل۔ (گو بر کا کیرا پھول کی خوشبو سے نفرت کرتا ہے) چنانچہ اس خیال اور ضرورت کے تحت حضرت قدوة الکبر نے اس خادم کو جو نظام غریب یعنی کے نام سے موسوم ہے حکم دیا کہ تصوف کی بعض اصطلاحیں جو ہم نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی سے فہر کی ہیں اور ان کی توضیح و تشریح سے وقوف حاصل کیا ہے ان کو اور جو حضرت شیخ اکبر (محمی الدین ابن عربی) کی تصنیفات سے جمع کئے ہیں تحریر کرو تا کہ ہندوستان کے صوفیاء بھی ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ پس حسب الحکم اس فن کو حروف تہجی کی موافقت کے ساتھ معرض تحریر میں لایا ہوں تاکہ طالب صادق حسب ضرورت فوراً اُس تک پہنچ سکے صدقہ میں نبی کے اور ان کی بزرگ آل کے۔

مشرف القہ

الالف :- الف سے اشارہ ہے ذات احدیت یعنی حق تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے کہ ازل الازل میں اول
اشیا فیہ ہے۔

الاتحاد :- وجود واحد کا شہود ہے۔ اس حیثیت سے کہ تمام اشیا حق کے ساتھ موجود ہیں یعنی وہ ظاہرہ موجود ہیں حق سے اور وہ معدوم ہیں اپنی ذات سے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور الیاد وجود خاص موجود ہے جو حق کے ساتھ متحد ہے۔

۱۵ (اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) ۱۶ اصطلاحات میں جواب بندی کی گئی ہے اس میں "باب" کی بجائے مولف نے "شرف" کا لفظ تحریر کیا ہے۔ مثلاً باب الف کی بجائے شرف الف لکھا ہے۔

الاتصال :- بندہ کا اپنے عین کو ملا حفظہ کرنا ہے جو وجود احدی سے متصل ہے قطع نظر کر کے تفید سے اور اس کے تعین میں وجود حق سے اور اپنی جانب اضافت کرنے کو سا قط کر دینا ہے اور علیحدگی کو بٹانا اور دوئی کو مٹانا ہے

الاثبات :- احکام عبادت کا قائم کرنا ہے موصلات و انوار تجلیات کے اثبات سے پہلے۔

الاحد :- اسم ذات ہے باعتبار تعدد صفات و اسماء تعینات کے نہ ہونے کے۔

الاحدیۃ :- اعتبار ذات ہے۔ سب کو سا قط کر کے جس طرح کہ واحدیت سب کو ثابت کر کے

الاحدیۃ الاحد الجمع :- ذات کا اعتبار ہے نہ سا قط کر کے نہ ثابت کر کے اس طرح کہ اس میں حضرت واحدیت کی نسبت داخل ہو جس طرح کہ ماہیت یا بشرط لاشی ہے یا بشرط شے ہے اور بشرط لاشے احدیت اور بشرط شے واحدیت ہے اور لا بشرط شے وحدت ہے اور احدیت بشرط شے احدیۃ الجمع ہے۔

الاحتجاب :- یہ کہ پردہ پر غالب ہو اور حجاب یہ کہ پردہ میں مغلوب ہو تو حق تعالیٰ کو محتجب کہہ سکتے ہیں، اور محبوب و حجاب نہیں بول سکتے۔

احصاء الاسماء الالهیہ :- اسماء الہیہ کی تحقیق ہے حضرت واحدیت اور احدیت میں رسوم خلقیہ کے فنا

اور بقا، واحدیت کی بقا سے لیکن احصاء اسماء الہیہ اسماء سے متعلق و متصف ہونا موافق تَشَکُّلًا

بِأَخْلَاقِ اللَّهِ (متصف ہوا اخلاق خدا سے) کے تودہ جنت وراثت میں داخل ہونے کا سبب

ہے بشرط فرمانبرداری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ

يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ

فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور احصاء اسماء یوں کہ معانی پر یقین کرنا اور اس کے مفہوم پر عمل کرنا تودہ جنت افعال میں داخل ہونے

کو مستلزم ہے بشرط توکل کے مقام جزا و سزا میں۔ جس نے احصاء کیا داخل ہوا جنت میں۔

الاحوال :- بندہ پر پردہ کار کی نعمتوں کا فیضان ہے اور نعمت یا نیک کام کے بدلے میں ہوتی ہے۔ یا نفس

کی پاکی اور دل کی صفائی کے سبب سے یا محض کرم ہی کرم ہے اور احوال کو جو احوال کہتے ہیں اس سبب

سے کہ پھرنے والا بندہ کو پھیرتا ہے رسوم خلقیہ و لطیفات دوری سے صفات خفییہ و درجات قرب

کی طرف اور یہ ہیں ترقی کے معنی۔

الاحسان :- بندہ کا محقق ہونا ہے بندگی کے ساتھ مشاہدہ سے حضرت ربوبیت کے نور بصیرت سے یعنی حق کو

موصوف پائے اور اس کی صفت سے اس کو دیکھ۔ اسی لئے فرمایا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے



كَانَكَ تَوَكُّا (گو یا تو اس کو رکھ رہا ہے) اس لئے کہ بندہ نے صفات کے پردوں کے چھپے سے دیکھا ہے تو حق کو درحقیقت نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ خود اپنے وصف (بصیر) کے ساتھ اپنی صفت کو دیکھنے والا ہے۔ نور بصیرت ہے حق تعالیٰ کی رویت کا مقام محل روح میں مشاہدہ ہے۔

الاخلاص: معائنۃ الہی سے خلق کو خارج کر دینا۔ اس طرح جیسا کہ خارج کر دینا چاہیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں نے اس کو اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیا ہے جسے میں نے درست بنایا

شیخ یعقوب مکنوت فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی خوبیوں کو (حسنات کو) اسی طرح چھپاتا ہو جس طرح اپنے گنہوں کو چھپاتا ہے۔ شیخ محمد بن مردازی فرماتے ہیں کہ ہر کام کی اصل کے دو مزاج ہیں (اصل دو ہیں جن کی طرف ہر کام رجوع ہوتا ہے) ایک فعل تو اس کا ہے جس کا مزاج تیری ذات ہے اور ایک فعل تیرا ہے جس کا مزاج اس کی ذات ہے۔ جو کچھ اس نے کیا اس پر راضی رہنا اور جو خود کرتا ہے اس میں مخلص رہنا۔ اخلاص ہے۔ (امّا الرضا بہما فخل والاخلاص فیما یفعل) پس اگر تم نے یہ کیا تو تم یقیناً سعید ہو اور دونوں جہاں میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ شیخ ابو عثمان فرماتے ہیں کہ سائق کی طرف مداومت کے ساتھ نظر رکھنے کے باعث مخلوق کی دید کا فراموش کر دینا اخلاص ہے۔

الادراک: ادراک دو طرح کا ہے۔ ادراک مرکب اور ادراک بسیط۔ ادراک مرکب سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہے اس ادراک کا شعور رکھتے ہوئے اس طرح کہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ معلوم ہے۔ اور ادراک بسیط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وجود کا علم ہونا۔ لیکن اس علم سے آگاہ نہ ہونا یہ جانتے ہوئے کہ معلوم صرف وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور کچھ نہیں۔

الادب: شیخ اکبر (محمی الدین ابن عربی) فرماتے ہیں کہ ادب سے کبھی تو ادب شریعت مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد ادب الخدمۃ ہوتا ہے۔ اور کبھی ادب سے مراد ادب الحق ہوتا ہے۔ ادب شریعت تو یہ ہے کہ اس کے رسوم سے آگاہی ہو یعنی احکام شریعت سے آگاہی اس کا نام ادب شریعت ہے۔

ادب الخدمۃ: ادب الخدمت یہ ہے کہ خدمت ادا کرنے میں یہ شعور باقی نہ رہے کہ خدمت کی جا رہی ہے۔ "الفتا عن سرویتھا" بجد مبالغہ۔ یعنی خدمت بجد مبالغہ کی جائے عدم شعور خدمت کے ساتھ اسکی دید میں فنا ہوتے ہوئے۔

ادب الحق: اس چیز کو جان لینا کہ کیا تمہارے لیے ہے اور کیا حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ یعنی اپنے حق اور باری تعالیٰ کے حق سے معرفت حاصل کرنا، ادب الحق ہے اور صاحب ادب اہل بسیط سمہ ہوتا ہے۔

الارادۃ: یہ پہلا مقام ہے سلوک کے مقامات میں سے شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید

اس وقت تک مرید نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے بیس سال تک صاحب الشمال ہونا نہ لکھ دیا جائے
شیخ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں کہ مرید کا پہلا مقام اپنے ارادہ کو باق کر کے ارادہ حق کا ظہور ہے
ابوبکر الکتانی فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے حکم ہے کہ اس میں تین چیزیں ہوں، غلبہ خواب کے وقت
سونا، کم کھانا، ضرورت کے وقت بولنا۔ عبدالرزاق کاشی فرماتے ہیں کہ یہ آتش محبت کا ایک شعلہ
اور انوارِ مؤدت کی ایک چمک ہے۔ حضرت قدوة الکبیر کا فرمان ہے کہ یہ ذات الہیہ کا تعلق ہے وجود
وعدم میں سے ایک کی تخصیص کے ساتھ۔

ارایک التوحید :- وہ اسماء ذاتیہ ہیں جو مظاہر ذات ہیں پہلے بارگاہِ علم میں پھر حضرت عین میں۔
الاسم :- اصطلاح صوفیہ میں وہ لفظ نہیں ہے جو اپنے مصداق پر باعتبار وضع کے دلالت کرے بلکہ اسم ذات
ہے مسلمی کا باعتبار صفت معیت کے اور صفت معیت باوجود یہ ہے جیسے عیلم و قدیم یا عدیم ہے
جیسے قدوس و سلام اور شیخ اکبر نے فرمایا کہ وہ بندہ کے حال پر حاکم ہے اسماء الہیہ سے۔
الاسماء الذاتیہ :- وہ ہے کہ اس کا وجود غیر کے وجود پر موقوف نہ ہو اگرچہ ایک اعتبار تعلق سے موقوف
ہو اور اس کو اسماء اولیہ و مفاتیح الغیب اسمیہ و اعماہیہ اور اسماء کہتے ہیں۔

استقامت :- شیخ واسطی فرماتے ہیں کہ یہ وہ خصلت ہے جس سے حسنات کامل ہوتے ہیں اور اس کے فقدان
(کم ہوجلنے) سے حسنات ناقص رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ رَاسِتًا**
کر دو جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے)

الاشارة :- یہ ہوتا ہے قرب کے ساتھ مع حضور عین کے اور باوجود بعد کے بھی۔
الازل :- وہ ہے جس کی ابتداء یا اول نہ ہو۔
الابد :- وہ ہے جس کی انتہا نہ ہو۔

الاسم الاعظم :- اسم اعظم تمام اسماء کا جامع ہے یعنی ایسا اسم خداوندی ہے جو اس کے تمام اسماء کا جامع ہے۔
جس طرح دریا اپنی تمام شاخوں کا جامع ہے

الاصطلاح :- دل پر جو حیرت غالب ہوتی ہے یعنی عشق الہی اور افراط محبت سے جو حیرت دل پر غالب ہوتی ہے
وہ اصطلاح ہے۔ (یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصطلاح وہ غیبات حق ہیں جو حکمت بندہ کو اپنا مقہور بنا لیتے ہیں۔
امتحان لطف کے لیے قلب مطمئن اور قلب مضطرب دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ (شیخ بھڑری)

سلہ شیخ عبدالرزاق کاشانی اسے ارادت کی تعریف ایک مقام پر اس طرح بھی کہ ہے کہ دل میں محبت کی ایک چنگاری ہے جو مالک کو حصول حقیقت کے
لیے مستعد اور کامدہ بنا دیتی ہے۔ اگر ارادت نہ ہو تو داعی محبت کے لیے استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ مترجم

۲۵ پ ۱۲ ہود ۱۱۲ ۲۵ تعریفات میں کہا گیا ہے کہ اسم اعظم اللہ ہے۔

الاعراف :- مقام طلوع ہے اور وہ اطراف پر نظر اٹھانے کا مقام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ
كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۖ لَهُ
(جہنمی اور دوزخی) کو ان کی علامت سے پہچانیں گے۔

کتاب تعریفات میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اعراف اس مقام سے مراد ہے جو اعراض کا مطلع ہے اور یہ مقام مقام شہودِ حق ہے)

الاعیان ثابتہ :- اعیان ثابتہ وہ اعیان ممکنات ہیں جو حق تعالیٰ کی صورتِ علم میں معلوم ہیں۔ اسمائے الہیت کے ساتھ اعیان ثابتہ کی نسبت ایسی ہے جیسے ابدان کی نسبت ارواح کے ساتھ یا ارواح کی نسبت ابدان کے ساتھ (مختصر الفاظ میں اعیان ثابتہ کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ حقائق ممکنات ثابتہ در علم خداوندی۔ اکاشانی) الافق المبدی :- مقام دل کی نہایت کا نام ہے یعنی نہایت مقام قلب ہے۔

الافق الاعلیٰ :- افق اعلیٰ وہ ذات ہے جو اپنے تمام صفات و افعال سے موصوف ہے۔ تاکہ اپنے وجد کے سبب سے تمام فرق ظاہر ہو اور وہ کمال ہے اور نہایت مقام ارواح ہے اور وہ حضرت الہیت اور حضرت واحدیت ہے۔

الافق الذاتی :- افق الذاتی سے مراد وہ ذات ہے جو مجرد ہے اپنے صفات و افعال سے اور اس جمع میں تفرقہ نہیں ہے اور وہ غایت نقصان ہے اور معنی بجران ہے۔

الاقتصاد :- آنے والی عادت کے معنی میں ہے۔
الالہیہ والالوہیہ :- مرتبہ اسماء الہیہ مراد ہے اسماء الہیہ موثرہ سے اور موثرہ ہر اسم الہی ہے جو بشر کی طرف منسوب ہے۔ اور شیخ کے نزدیک حق کی ملامت ہے عارفین کے دلوں پر۔
الالہیۃ :- ہر اسم الہی ہے منسوب فرشتہ یا روحانی کے۔
الالہام :- وہ چیز ہے جو ذاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بند سے کے دلوں میں اچھائی اور بہتری سے۔
الالقاء :- دل میں ایک نور ہے از قسم خیر، جس سے فسق و تقویٰ میں بند سے فرق کرتے ہیں۔ اگر دلوں میں کوئی چیز شر سے پیدا ہو تو اس کو دوسوہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الالیاس :- عبارت ہے اُمّ الکتاب کے فیض اور عقل اول سے۔
اُمّ الکتاب :- اصطلاح تصوف میں عقل اول ہے۔
الانکشافات الحقائق :- ائمہ اسماء امہات الحقائق ہیں۔ اور یہ سات ہیں۔
الامناء :- ملاستی لوگ ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

الآن الدائم: امتداد حضرت الہی ہے اور نفس رحمانیہ لازماً اسی امتداد ازل میں مندرج ہے اور ازل وابد کے ساتھ وقت میں موجود ہوں گے اور وقت ازل وابد کے ساتھ وقت واحد میں پائے جائیں گے۔ نسبت ثابتیات کو سرمدی کہا گیا ہے۔ تمیزات کی نسبت ثابتیات کے ساتھ زمانہ ہے اور ثابتیات کی نسبت متغیرات کے ساتھ دہر ہے۔ اس طرح زمان کی اصل سرمدی ہے اور زمانہ کے انات (لمحات) اس کے سرمدی نقوش ہیں اور ان ہی نقوش سے وہ ظاہر ہے۔ (دقیقہ ساعت، روز شب اور سال میں ظہور پذیر ہے) یہی نقوش زمانہ کے احکام وصور ہیں۔ جو شئی سرمدی اور دوامی ہے وہ ہر حال میں دوامی اور سرمدی ہے۔ اس کو حضرت عزیزؑ بھی کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عند صبح و لا مساءً (میرے پروردگار کے پاس صبح و شام نہیں ہیں اور وہ صبح و شام سے پاک منزہ ہے)۔

الانانیت: انانیت حقیقی وہ ہے جس کو بندہ اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور نسبت دیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے میرا نفس، میری روح، میرا دل اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

انانیت حق: وجودیت کا نام ہے یا عدمیت العبد ہے۔ جس میں عہد معدوم ہے ”کما فی یدک یلوا لاہ“ اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے آقا اور مولاکا ہے۔ اور تحقیق وجود عینی کا تحقق ہے بحیثیت ربوبہ ذاتیہ کے۔

الانزعاج: دغظ و سماع کی تاثیر سے حق تعالیٰ کی طرف دل کی حرکت رو غلط سماع کی تاثیر سے دل میں رجوع الہی کے لیے حرکت پیدا ہونا۔

الانموزج :- الظل و السطیٰ هو الفرع و الايضاً الانموزج هو الاصل و کل المجلد یعنی انموزج ظل ہے اور ظل ایک فرع ہے۔ نیز انموزج وہ امر کلی مجمل ہے۔

الانصراف الجمع: یہ ایک فرق بعد از جمع ہے بسبب ظہور وحدت کثرت میں اور اعتبار کثرت وحدت میں۔ الانس: دل میں حضرت الہیہ کے جمال کے مشاہدہ کا اثر ہے وہ جمال جلال ہے ایسا ہی شیخ اکبر بن عربی کی اصطلاح میں ہے الانتباہ :- حق کا تنبیہ کرنا ہے بندہ کو بطریق تہتوف کے۔

الانابت :- غفلت سے رجوع ہونا ذکر (الہی) کی طرف ”انابت“ ہے اور بعض اکابر کے نزدیک ظاہر میں جس کا نام توبہ ہے۔ اگر وہ باطن سے ہے تو اس کا نام انابت ہے۔

الائمة الاسماء :- ائمة الاسماء سات ہیں :- ۱۔ حجتی۔ ۲۔ عالم۔ ۳۔ مرید۔ ۴۔ قادر۔ ۵۔ سمیع۔ ۶۔ بصیر۔ ۷۔ اور حکم۔ ائمہ سبع اصول مجموع اسماء الہیہ ہیں۔

حضرت قدوة الکبرائے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ نے سبع اسمائے الہیہ میں سمیع بصیر کے بجائے انوار اور المقسط دیا ہے۔ اور شیخ عبدالرزاق کاشانی کے نزدیک یہ دونوں اسماء المقسط

لہ سبع و اصل کی تشریح اصطلاحات کے سلسلہ میں آئندہ ہوگی۔

والجواد بھی اسمائے شائیں ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ جو وعدہ اللہ صلیح پر موقوف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا فیض و
جود موقوف ہے مستفیض کی استعداد پر اور جو دہکتے ہیں ہر مناسب چیز کے عطا کرنے کو اس طرح عدل موقوف ہوگا اسکی
استعداد کے دیکھنے پر اور دعائے سائل پر اپنی زبان استعداد سے اور قبولیت پر اس کی دعا کے کلمہ کن سے اس طریقہ پر جو کہ سائل کی
استعداد کے موافق ہو مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَاَنْتُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ** یعنی بلسان استعداد
حضرت کاشانی کی نظر میں جواد و مقسط بھی ایسے ہی اسماء ہیں جیسے موجود و خالق و مازق اور یہ تینوں اسماء
اسمائے ربوبیت ہیں۔ بعض مشائخ نے اسم الحی کو امام ائمہ سبعہ کہا ہے۔ اسم الحی عالم پر مقدم بذات ہے اور
حیات علم کے لیے شرط ہے۔ اس لیے الحی عالم پر مقدم ہوا (کیونکہ شرط کو مشروط پر تقدم حاصل ہے) لیکن
حضرت کے نزدیک اسم عالم امامت کے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ امامت ایک ذاتی امر ہے جو ماموم کا مقتضی ہے اس لیے امام
ماموم سے اشرف ہے۔ اسی طرح علم مقتضی ہے اس امر کا کہ معلوم قائم ہو (موجود ہو) اس کی ذات کے ساتھ
اور حیات متعاضی "بیزحی نہیں ہے۔ اور حیات عین ذات ہے اور کسی نسبت کی مقتضی نہیں ہے۔ ظاہر ہوا
کہ علم اشرف ہے حیات سے۔ اس سے تقدم بالطبع لازم نہیں آتا جس طرح کہ بدن کے مزاج معتدل کے لیے
حیات شرط ہے اور حیات کو مزاج پر تقدم بالشرع حاصل ہے۔

شرف

الباء :- الباء سے اشارہ ہے اول موجودات کی طرف جو ممکن الوجود ہے۔ یعنی موجود ممکن وہ مرتبہ ثانیہ ہے میں تین
اول دثانی و تہی ثانی جو مرتبہ وحدت و احدیت ہے حق تعالیٰ کے علم میں۔

باب الالباب :- تو ہے

البارق :- یہ جناب قدس کی طرف سے ایک لاشعہ بارق ہے (بجلی جیسی چمک) جو دکھائی پڑتی ہے اور نہیں بھی
دکھائی پڑتی اور یہ شروع کشف سے ہے۔

الباطل :- ماسوی الحق کو باطل کہتے ہیں۔ اور وہ کوئی شے نہیں ہے (وہولیس لشیئ یعنی) عدم محض ہے۔

الباطن :- بصورت علم کے وجود ہیں۔

باطن ظاہر علم :- عین وجود ہے جو تمام شیون و اعتبارات کو شامل ہے۔

البدن :- کنایہ ہے اس نفس سے جو ماحل سالکین و منازل سائرین میں سیر تاطلع میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

البرق :- انواع نور سے پہلی چیز جو سالک پر ظاہر ہوتی ہے اور بندہ کو دخول کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
کے قرب میں۔

لہ جو کچھ تم نے (حسب استعداد زبان) طلب کیا تو وہ تم کو دیا۔ پچ سورہ ابراہیم ۳۴

البرازخ :- وہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان شامل ہو۔ جس طرح حال، ماضی و مستقبل کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اپنے طرفین سے تعلق رکھتا ہے۔ (جب تک طرفین نہیں ہوں گے اس وقت تک برزخ نہیں پایا جائے گا)۔ اس عالم مثال کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ جو اجسام کثیفہ اور ارواح مجردہ کے درمیان ہے اس طرح قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان حامل ہے۔ اسی نسبت سے تصور شیخ کو بھی برزخ کہتے ہیں کہ وہ واسطہ ہے تا حد و مقصود کے درمیان۔

برازخ البرازخ :- حضرت واسعیت تعین اول کو کہتے ہیں کہ وہی تمام برازخ کی مجموعہ کی اصل۔ جاس کو برزخ اول و برزخ اعظم و اکبر بھی کہتے ہیں اور برزخ البرازخ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے ہیں البسط :- بسط دل کے مقام میں اسی طرح ہے جس طرح رجا مقام نفس میں ہے۔ بسط کی ضد قبض ہے جس طرح خوف مقابلہ رجا ہے۔

البسط فی المقام الخفی :- یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو ظاہر میں خلق کیا تھا پھیلا دے اور باطن میں سمیٹ لے۔ (جس پر بسط واقع ہو وہ مبسوط ہے۔ اور جس سے بسط و کشادگی حاصل کی جائے۔ وہ منبسط ہے) بسط ایک ایسی رحمت ہے جو حق کی طرف سے خلق کے لیے ہے تاکہ تمام اشیاء اس میں سما جائیں۔ اور وہ کسی شے میں ساکن ہو اور شے میں اور خود کوئی شے اس میں موثر نہ ہو سکے البصیرات :- نور قدس سے منور دل کی ایسی قوت کو کہتے ہیں جس کے بغیر حقائق اشیاء کا دیکھنا ممکن نہ ہو جیسے آنکھ کے سورج کے نور سے یا چاند یا ستاروں کی روشنی کی مدد سے ظاہری اشیاء کو دیکھ لیتی ہے فلاسفہ اور حکماء نے بصیرت کو "قوت عاقلہ نظریہ" کہا ہے اور جب یہ ہدایت کے نور سے اس طرح منور ہو جاتی ہے کہ تمام پردے (حجابات) خیال اور وہم اس کے دیدہ و دل سے مرتفع اور دور ہو جائیں تو حکیم (فلسفی) اس کو قوت قدسیہ سے موسوم کرتا ہے۔

البعد :- شیخ (شیخ اکبر) کے نزدیک غماضات پر قائم ہو جانا ہے۔ اور کبھی بعد تیری طرف سے ہوتا ہے اور حالتوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، اسی طرح قرب بھی بدلتا ہے۔

البتقاء :- بندہ کا اپنے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے اس طرح کہ یہ فعل قائم بارادہ الہی ہے (رویت العبد لفعله بقیام اللہ علی ذلک)

البقا :- اس نفس سے کنا یہ ہے جو ربیاضت کے لیے مستعد ہو جائے (استعداد اور ریاضت جس میں پیدا ہو جائے اور خواہش کے قلع قمع کی صلاحیت آجائے کہ یہی اس کی زندگی ہے اور قبل اس کے کہ یہ صلاحیت نفس میں پیدا ہو کیش کہتے ہیں اور اس صفت کے ساتھ جیسا سلوک میں آتا ہے تو بد نہ کہتے ہیں۔

البرادہ :- برادہ - بادہ کی جمع ہے۔ اور بادہ وہ حیرت ہے جو تانگاہ غیب سے قلب پر طاری ہو جائے جو بسط کا باعث بن جائے یا اس سے قبض کی کیفیت طاری ہو اور شیخ کے نزدیک وہ چیز ہے جو تانگاہ

دل میں غیب سے آئے بطور دہلے کے یا باعث مسرت ہو یا سبب رنج ہو۔
 بیت الحکمت: بیت الحکمت اس قلب کو کہتے ہیں جس پر اخلاص غالب ہو۔
 بلینۃ المقدس: وہ قلب ظاہر ہے جو تعلق غیر سے پاک ہو۔
 بلینۃ الحرام: انسان کامل کا دل ہے کہ محبوب کے سوا اس میں اور کچھ حرام ہے۔
 بلینۃ العزت: وہ دل ہے جو ”فنا در حق“ میں مقام جمع سے داخل ہو۔

مشرقت

التلو: کئی ہے ذات سے باعتبار تعینات اور تعددات کے۔

التانیس: مظاہر حسنہ میں تجلی کا نام ہے۔ مرید مبتدی میں انس پیدا کرنے کے لیے یا اس کو سلوک سے نازس بنانے کے لیے تاکہ اس میں تصفیہ اور تزکیہ پیدا ہو جائے۔ اس کو تجلی فعل بھی کہتے ہیں۔ بسبب ظہور کے اسباب کی صورتوں میں۔

التجلی پیدا: سالک کے قلب کا ماسویٰ اللہ سے خالی ہونا۔

التجلی: الزار غیوب (الزار الہی) سے دلوں پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے (متصف ہونا ہے اخلاص والہیت سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل و پاک ہے) التجلی الاول: تجلی اول مرتبہ وحدت ہے جو منشا احدیت اور واحدیت کا ہے اور برہین ذات ہے۔ بحیث ذات کے اعتبارات احدیت کے ساقط ہونے سے۔

التجلی الثانی: مرتبہ واحدیت ہے۔ اعیان ثابتہ کا ظہور اسی مرتبہ میں ہے تفصیل کے ساتھ کہ اعیان ثابتہ مرحلہ اول میں براجمال ہیں۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

التجلی شہودی: اس وجود کا ظہور جو اسم النور سے مستفی ہے تجلی شہودی ہے یعنی کائنات میں حقیقت کا ظہور ظہور اسماء کے ساتھ تجلی شہودی ہے۔

التجربید: غیر و مخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔

التحقیق: اسمائے الہیہ میں ظہور حق کو کہتے ہیں اور جو محقق و محبوب نہیں ہوتا حق کی وجہ سے خلق سے اور خلق کی وجہ سے حق سے۔

لہ اصطلاح تجلی کی ترمیم مختلف اکابر نے اپنے اپنے الفاظ میں کی ہے اور ہر ایک کی تعبیر و تفسیر میں فرق ہے۔ علامہ کا شانی فرماتے کہ باعتبار قبولیت تاثیر حق کا نام تجلی ہے۔ حضرت شیخ بخاری اور شیخ اکبر نے بھی اس اصطلاح کی صراحت فرمائی ہے۔

التحکم :- دعائیں انتہائی خصوصیت کا زبان انبساط سے ظاہر کرنا ہے۔
التلوین :- پردہ ہونا ہے احکام حال سے یا مقام بلند سے بسبب آثار و حال کے یا مقام پست ہے اور تلوین در مقام تجلی کرنا ہے۔ تمام تجلیات اسمائے حالت بقائیں فنا کے بعد۔ (حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نزدیک تلوین فرق بعد الجمع ہے اور اس فرق میں کثرت فرق، وحدت جمع کے لیے حجاب نہیں بنتی اور یہ وہ مقام احدیت ہے کہ جوہ فرق در جمع ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے ”کُلُّ شَيْءٍ هُوَ فِي شَيْءٍ“ اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مقامات میں اکمل مقام ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ تلوین بعض تکنیات اسمائے کاتغیر ہے بعض پر۔ (تلوین کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ سالک کا ایک حالی سے دوسرے حال میں منتقل ہونا تلوین ہے) اس سلسلہ میں شیخ البرکات فرماتے ہیں کہ بعض عرفاء کے نزدیک تلوین ایک مقام خاص ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ کامل ترین مقام ہے اس لیے کہ تلوین میں بندہ کا حال وہ حال ہے ہونا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

بعض ارباب تصوف و شائخ عظام فرماتے ہیں کہ یہ مقام تلوین نہایت حال تکمیل ہے۔ وہ تلوین جو تلوینات ہے وہ ”فرق بعد از جمع“ کے مبادیات میں سے ہے۔ اور اس مقام پر موصدا آثار کثرت کے ظہور سے محجوب بن جاتا ہے۔ حکم وحدت کے لحاظ سے صاحب نصوص (مصنف نصوص الحکم حضرت شیخ اکبر قدس سرہ) کے نزدیک تلوین تلوین سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ ہے)

التجلی :- متصف ہونا ہے اخلاق الہیہ سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صمیم ہے کیونکہ زیادہ کامل اور پاک ہے۔

التقویٰ :- ترک شہوات و شہوات کا نام ہے۔

التخلی :- خلوت کا اختیار کرنا ہے اور ہر اُس چیز سے روگردانی کرنا ہے جو حق سے ہٹا دے۔

التدانی :- مقربین کی معراج ہے۔

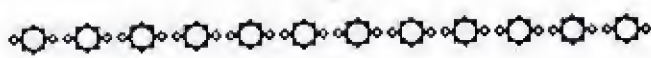
التدلی :- مقربین کا نزول ہے اور بمقابلہ نزول حق کے اُن کی طرف تدانی کے وقت بولا جاتا ہے۔

الترقی :- احوال و مقامات و معارف میں نقل و حرکت کرنا ہے۔

التفريد :- بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔

التصير :- نفس کو مکروہات کا متحمل بنانا اور تلخیوں کو برداشت کرنا۔

التصوف :- آداب شریعت کے ساتھ ظاہر و باطن میں قیام ہے اور وہ خلق الہی ہے اور کبھی اچھے اخلاق کے



برتنے کے معنی میں بولا جاتا ہے اور اسکو لینا جو زندہ پر حق سے وارد ہوتا ہے
التوکل :- توکل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے وعدہ اور وعید میں۔ بعض اصحاب کے نزدیک توکل خدا پر اعتماد کرنا
اور اپنے کام کو اس کے سپرد کر دینا ہے۔ حضرت قدوة الکیرا نے فرمایا کہ امور میں مسبب پر نظر رکھتے ہوئے
سبب سے قطع نظر کر لینا توکل ہے۔

التولی :- بندہ کا حق کی طرف سے خود اپنی طرف لوٹنا۔

التوبہ :- اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی ندامت اور کثرت دعاء مغفرت کے ساتھ رجوع کرنا ہے اور کہا گیا کہ توبہ
ظاہر میں ہے اور انا بت باطن میں ہے حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے
اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول ہے ایک ایسی خطا جس کے ساتھ توبہ ہے
متردد اذوں سے زیادہ کشادہ ہے۔ حضرت ابوالحسن بصری نوری کا فرمان ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل
کے سوا ہر شے سے توبہ کرے۔

التمکین :- شیخ اکبر کے نزدیک تمکین تلویح میں موجود ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ موصول کی حالت ہے

التوحید :- احدیت جمع و فسر ق ہے اور یہ توحید حق ہے اس کی ذات سے اس کی ذات کے
لیے اور اس توحید کی صورت ابتدا میں اشہدان لا الہ الا هو ہے۔

التواجد :- استدعاء وجد کا نام ہے۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اظہار حالۃ الوجد من غیر وجد بغیر وجد
کے حالت وجد کا اظہار و تعریف قلب یا سماع سماع بغیر تعریف ابدان اور دل میں حرکت
پیدا کرنا سماع کی سماعت پر اس طرح کہ بدن میں جنبش نہ ہو۔ اور تواجد باب تفاعل سے ہے اور تفاعل میں
اکثر اس صفت کا اظہار ہوتا ہے جو صفت اس ظاہر کرنے والے میں نہ ہو مثلاً تراض اور تجاہد۔

التواضع :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لئے اپنی کمی و کمزوری ظاہر کرنا بہتر ہے غلبہ
و بلندی کے اظہار اور سیلاب معصیت سے یہاں تک کہ فقیر مقام صفوت تک پہنچے اور وہ جبکہ آرام کو چھوڑ دے
اور مجاہدوں اور عبادت میں کوشش کرے اور کمی رتبہ کو پسند کرے اور مدح و ذم دونوں میں یکساں رہے حضرت ابوالقاسم
نے کہا کہ بندہ کی شروعات خیر سے ہوتی ہے۔ جب لوگ اسکو پہچان لیتے ہیں تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور یحییٰ بن معاذ
نے فرمایا کہ ریاست کی محبت آدمی کے نفس میں ایک آگ ہے جب وہ اُن کے دلوں پر روشن کیجاتی ہے تو اُنکے ایمان کو
سوخت کر دیتی ہے۔

شرف ث

الثروت :- ماسوی اللہ سے غنا سالک کو ثروت کہتے ہیں۔

ثلج احساس :- سالک کے دل میں یقین کی ٹھنڈک ہے فنا الفناء کے بعد۔

شرف ج

الجبروت :- شیخ ابطالی کی کنز الدقائق (الہی) ہے لیکن اکثر عرفا و مشائخ نے فرمایا ہے کہ عالم وسط ہے۔ جبروت سے مراد برزخ کبریٰ ہے۔ اور تفصیل اجمال پر جو اعیان ثابتہ ہیں۔

الجذبات :- حق تعالیٰ کے حضور میں قرب کی منزل ہے کہ حق تعالیٰ کا اپنی عنایت و رحمت سے اپنے بندہ کی تمام ضروریات کا مہیا فرمادینا جبکہ بندہ طے منازل و قطع مراحل میں مصروف ہو بغیر کسی کلفت اور کے۔

الجزاء :- اس کے معنی یہ ہیں کہ حق بدلہ ہے اس کے نزدیک اُس عمل کا جو موافق امر کے کیا ہے اور جان لو کہ اعمال جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں وہ اُن کی نیت ہی کے موافق ہیں تو جس کا عمل جنت کے لیے ہے اُسے جنت کی جزاء دی جائیگی اور جس کا عمل صرف اللہ کیلئے ہے نہ جنت کی خواہش میں اور نہ خوف جہنم سے تو حق ہی اس کا بدلہ ہے نہ کچھ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس نے مجھے دوست رکھا میں اُسے قتل کرتا ہوں اور جسے میں نے قتل کیا تو مجھ پر اُس کی دیت ہے اور جس کی دیت مجھ پر ہے تو میں خود اس کی دیت ہوں ایچوس :- اجمال خطاب ہے ساتھ ایک ضرب کے قہر سے۔

الجسد :- جو کچھ ارواح سے ظاہر اور متشکل ہو وہ جسم نوری ہو یا ناری ہو۔ جسم ناری جسد کثیف ہے بر غلاف جسد لطیف روحانیہ کے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے قُلْ لَّکُمْ بَشَرٌ مِّثْلُیْہَا (پس متشکل ہوا اس کیلئے پورا بشر)

جلال :- ذات کا ظہور ہے پاک اپنی ذات کے لئے بالذات

الاستیلا :- ظہور ذات ہے اس کی ذات سے تعینات ہیں حضرت قدوة الکبراء نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جلال عبارت ہے ظہور حق سے عالم میں بغیر وجود آدم کے اور استیلا عبارت ہے ظہور حق سے مرتبہ انسانی میں جو خلقت آدم علیہ السلام سے ہے کمال اسماء میں۔ کہا گیا ہے کہ جلا مرتبہ وحدت میں استیلا و حضرت واحدیت میں ہے۔ جلال :- لمّا ترو البصار سے حق کا حجاب میں ہونا ہے کوئی غیر ہویت حق کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔ اس طور پر جس طرح کہ وہ خود کو جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِنَّہُمْ لَیْسَ بِہٖ حَیْثُ جَان سَکَتَ قَدْرُہٗ حَقَّ قَدْرِہٖ جِیسا کہ اس کی قدر کے جاننے کا حق ہے۔ "کون اس کو اس طرح پر جان سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ ہے۔ اور سوائے اللہ کے کوئی اس کی ذات کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح کہ وہ خود کو دیکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا لَا تَدْرِیْکَ الْاَبْصَارُ وَہُوَ یَدْرِیْکَ الْاَبْصَارُ رَیْبًا لِّیْکَ اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے)

الجلوک :- بندہ کا صفات الہیہ کے ساتھ خلوت سے نکلنا ہے۔

جمال :- حق کی تمجید ہے بطریق حق حق کے لئے اور جمال مطلق کے لئے ایک جلال ہے اور وہ جمال کی تباریت

ہے اور یہ مرتبہ بلندی جمال کا ہے لیکن اسکی پستی کا مرتبہ اس کا ظہور ہے تمام اعیان میں جیسا کہ کہا ہے۔
 تراجمال حقائق میں سائے سے ظاہر بحر جلال کے تیسرے نہیں کوئی سائر
 حجاب اس کے ہوئے خلق کے لئے روششن تمام اس سے ہوئے اس میں ضم ہوئے سائر
 تعینات اکوان میں اس کا محتجب ہونا ہے اور ہر جمال ایک جلال رکھتا ہے اور ہر جلال ایک جمال چنانچہ جلال
 تقاضا کرتا ہے کہ بالکل کوئی چیز ظہور سے مدد نہ ہو باوجود اس کے کہ کچھ چیز مدد رکھتی ہے یہ جمال جلال ہے اور
 جمال عنایت ظہور ہے اور انتہائی ظہور میں جب کسی قدر مدد رکھنا پڑتا ہے تو یہ جلال جمال ہے۔
 الجمع بیعت: حضرت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں ہمت کا جمع کرنا ہے۔ (اس کی ضد) تفرقہ یعنی دل کا
 کسی دوسری طرف لگانا اور خلق کے ساتھ مشغول ہونا۔
 الجمع: شہود حق ہے بغیر خلق کے۔

جمع الجمع: شہود خلق ہے جو قائم بحق ہو یعنی حق کے واسطے۔

جنت الاعمال: ظاہری جنت ہے۔ یعنی خوشگوار کھانے اور لذیذ مشروبات جنت الاعمال ہے جیسا کہ فرمایا
 اللہ تعالیٰ نے جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کے اعمال کا انعام)
 جنت الوارثیۃ: نفس کی صفت ہے جو اخلاق حمیدہ سے ہوتی ہے اور ان اخلاق حمیدہ کا حصول رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن متابعت کے کمال سے ہو سکتا ہے۔

جنت الصفات: یہ معنوی جنت ہے صفات اور اسمائے الہیہ کی تجلیوں سے اور یہ صرف صاحب دل
 کا دل ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَادْخُلْ فِي عِلِّيِّیْنَ ۝ وَاَدْخُلْ جَنَّتِیْ ۝
 جنت الذات: وہ جمالِ احدیت کا مشاہدہ ہے، اور وہ درج کی جنت ہے۔

الجنایب: نفوس میں راستہ کے چلنے والے منازل اور اہل توشہ و پرہیزگاری و طاعت ہیں اور ان کی سیر
 میرالی اللہ ہے اور اہل شہود و اعیان کے اعتبار سے اہل جنایب پر وہ ہیں جو قائم ہیں وہ اہل عین
 ہیں اور جو قطع کرنے والے ہیں وہ جنایب ہیں۔ یہ جمع ہے جنیب کی بروزن فعل جنوب سے اُس کے معنی
 دوری کے ہیں یعنی حضرت حق سے یہ لوگ معرفت حقائق اشیاء سے دور ہیں کیونکہ عقول کو جو کمزور ہیں ہم
 سے نسبت رکھتی ہیں اسند لال کے حجاب میں ہیں ان کو رہبر بنا کر یہ اثر سے مؤثر کو تلاش کرتے ہیں تاکہ اہل دل
 ہونے تک پہنچیں اور اہل قرب کے مقامات مرتبہ سیر فی اللہ کو نہیں پاتے۔

جہت الضیق والسعة: ذات کے لیے تنگی و فراخی در اعتبار ہیں لیکن ذات کی پاکی کے موافق ہے
 ہر اُس چیز سے جو ہمارے فہم و عقل میں آئے اور در اعتبار وحدت حقیقت ہے۔ مصرعہ

اس کی حضرت میں نہیں غیر کا دخل
نہ وجود کے اعتبار سے نہ تعقل کے اعتبار سے۔ اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے لیکن باعتبار ظہور کے تمام مراتب میں بلحاظ
اسماء و صفات کے جو مظاہر غیر متناہیہ کو چاہتے ہیں وہی وسعت ہے تو فرق ہے اور جمع ہے اور وحدت ہے۔
اور کثرت ہے اور تنگی ہے اور فراخی ہے۔
جھٹا الطلب :- یہ دونوں جہت وجودیہ اور امکانیہ اعیان ثابتہ کے ظہور کے لئے ہیں اور اعیان کی طلب
ظہور اعیان ہے اسمائے ظہور سے اور طلب اسماء ربوبیت ہے اور اس کی طلب بے شک اجابت کی شان
ہے۔ یہ دونوں سوال و حضرت او حضرت تعین ارل ہے۔

مشرف ح

ججۃ الحق علی الحق : انسان کامل ہے جسے آدم علیہ السلام ملائکہ پر محبت بنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-
يَا آدَمُ اسْكُنْهُم بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَتٰبَا هُمَا بِأَسْمَائِهِمَا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ (اے آدم ان کے ناموں سے
فرشتوں کو خبر دو پس انہوں نے ان ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (صدق اللہ العظیم ۵)
کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں کی چھپی باتوں اور زمین کی چھپی باتوں کو اور ان باتوں کو جو تم
آشکارا کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو جانتا ہوں) (سج فرمایا اللہ نے جو بہت بڑا ہے)۔
حجاب :- دل میں صور کوئی (وہ صورتیں جو موجود ہیں) کا نقش پذیر ہونا جو خالق کی تجلّی کو مانع ہوں۔

حروف حقائق :- اعیان کی حقائق بسیطہ ہیں۔

حروف عالیات :- شیرناں ذاتیہ ہیں جو غیب الغیب میں اس طرح پرشیدہ ہیں جس طرح گھٹی یا بیج میں درخت پرشیدہ ہے۔

حروف المغنیہ :- وہ عبارت ہے جس سے حق بندہ کو مخاطب کرے۔

حر بیہ :- اس کے چند مراتب ہیں، حرب عام خواہشوں کی بندگی کے لئے اور حرب خاص مرادوں کی نیا زندگی کے لئے اپنے ارادوں کو ارادہ حق میں فدا کرنے سے اور حرب خاص الخاص رسوم و آثار کی غلامی کیلئے اپنے وجود کو کھلی نور الانوار میں فدا کر کے۔

حضرت جمع و حضرت وجود :- حقیقت الحقائق

الحضور :- دل کا حاضر ہونا ہے حق کے ساتھ جب کہ وہ حق سے غائب ہو۔

حفظ العهد :- واجبات کی فراموشی کرنا ہے اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

حفظ العهد الربوبیۃ والعبودیۃ :- بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور برائی کو اس کے برعکس اپنی طرف۔

الحقیقت :- اپنے اوصاف کے آثار کی نفی اس کے اوصاف سے اس طرح کہ کوئی ناسل نہیں ہے تیرے ساتھ تیرے اندر اور تجھ سے سوائے تیرے اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :- مَا مِثْلُ ذَا آتَقَرُّ إِلَهُوَ أَخِذْ يُثَابِتًا صَبِيحًا اور بعضوں نے کہا ہے کہ محقق کا حکم ہے (شیخ ابن عربی نے حقیقت کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ غلبہ اوصاف حق کے واسطے سے بندہ کا اپنے اوصاف سے خالی ہو جانا، حقیقت کی اس طرح توضیح بھی کی گئی ہے کہ بندہ کی اقامت و صل خداوندی کے محل میں اور محل تنزیہ میں اس کے راز سے واقف ہونا)

الحق :- جو واجب ہوا بندہ پر اللہ کی طرف سے اور جس کو واجب کیا حق نے اپنے اوپر۔

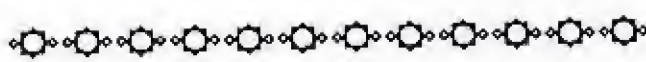
حقیقت الحقائق :- وہ ذات احدیت ہے جو جامع ہے تمام حقائق کی۔

الحقیقت الرفیعہ :- جو ثابت متحقق ہے۔

الحقیقت الحیثیۃ :- جو متحقق ہے اگرچہ تقدیراً۔

الحزن :- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہونے والے متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے (وہ اسکی بارگاہ میں ہیں) اور وہ دوست رکھتا ہے ہر اس دل کو جو حنین و غمگین ہے۔ اور سفیان بن عقبہ نے فرمایا کہ اگر امت میں رنجیدہ اور رونے والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم نہ فرماتا اور یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ جس نے طرق حزن کی مسافت قطع نہ کی تو اس کے دل نے آسمان کا سفر نہ کیا اور سر پرستے کہا کہ میری آرزو ہے کہ لوگوں کا سارا رنج مجھ پر ہو۔

سہ پٹا سورہ ہود ۵۶ ترجمہ :- کوئی چلنے والا نہیں جسکی چوٹی اسکے قبضہ قدرت میں نہ ہو۔



حروف اصلیه :- حروف اصلیه ہیں یا اعتبار مندرجہ داخل ہونے کے مرتبہ اول میں جو وحدت ہے بغیر ان کے ایک دوسرے کے امتیاز کے اور اگر محض علم کی وجہ سے امتیاز ہو تو شیونات ذاتیہ اور حروف عالیہ بھی کہتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں الحقیقة الحقیقة المتحقق ولو تقدیرا الحقیقت المحمدیہ :- ذات ہے تعین اول کے ساتھ تو اُس کے لئے سب اچھے نام ہیں اور وہ اسم اعظم ہے۔

حقائق الاسماء :- ذات کی نسبت و تعینات ہیں کیونکہ تعینات صفات ہیں اور اُس کے بعض صور علمیه اور اسماء کا بعض تعینات ذات یعنی صفات سے متاثر کرنا ہے۔
حقائق الاشیاء و حقائق الگوئیہ :- صور علمیه ہیں۔
حق الیقین :- مقام جمع احدیت میں شہود حق کو کہتے ہیں۔

الحکمت :- حقائق اشیا کا علم اُن کے اوصاف و خواص اور احکام کے ساتھ نیز اسباب و مسببات کے ساتھ ارتباط کا جاننا اور نظام موجودات کے انقباض کے اسرار کا سمجھنا اور ان کے منفعہ کے بموجب عمل کرنا۔ فرمایا گیا ہے: وَمَنْ يُوْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (اور جسے حکمت دی گئی اسکو خیر کثیر دی گئی)۔
الحکمة المنطوق بها :- علم شریعت و طریقت ہے، دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ علم شریعت کا مصداق ہے ”بدان و بگو“ (جاننا اور بیان کرو) اور علم طریقت یہ ہے کہ ”بذل و بگو با اہل طریقت“ (یعنی علم و حکمت حاصل کرو اور اہل طریقت سے بیان کرو)۔

الحکمة المسکوت عنہا :- حقیقت کے اسرار ہیں کہ علماء ظواہر و عوام اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیوہ کے گھر مہمان تھے اس بیوہ کے بچے آگ تاپ رہے تھے جو اس نے جلا رکھی تھی وہ بولی اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کے حق میں یا میں اپنی اولاد پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زیادہ مہربان ہے کیونکہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں دوست نہیں رکھتی کہ اپنے فرزند کو آگ میں ڈالوں۔ اللہ تعالیٰ بھلا کس طرح بندہ کو آگ میں ڈالے گا حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے تو گریہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میری طرف دجی بھیجی ہے۔

الحکمة المجهولہ :- یہ ہے کہ غیر پر ایجاد شے کی حکمت پوشیدہ ہو جس طرح کہ بعض بندوں کو مبتلائے رنج کرنا اور بچوں کی محبت اور آگ میں ہمیشہ رہنا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے ہونے پر راضی ہونا اور اعتقاد کرنا عدل ہے۔

الحکمت الجماعۃ: حقیقت کی معرفت اور اس پر عمل کرنا اسی کے ساتھ باطل سے آگاہی اور اس سے اجتناب! جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ (اے الہی ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے)

الحیرت العظمیٰ: حیرت عظمیٰ تک نبی یادی کے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا، وہ چند نفیاں ہیں وہ اطلال و گم گشتل ہے، وہ سطوت محبت ہے کہ گائیا ہے کہ حیرت غیر کا مشاہدہ کرنا ہے۔

الحق المخلوق بلہ: وہ عقل اول ہے اور اہم مبین ہے۔

الحیاء: حضرت جنید قدس سرہ سے جیسا کہ بارے میں سوال کیا گیا کہ حیا کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نعمت کے مطالعہ اور اپنی تفسیر کے مشاہدہ کے درمیان ایک حالت پیدا ہوتی ہے۔ اسی کا نام حیا ہے۔ بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بد بختی کی پانچ علامتیں ہیں۔ سخت دل ہونا آنکھوں کی خشکی، رغبت دنیا، امید کی درازی اور قلت حیا، (یعنی قلت حیا ایک گونہ بد بختی ہے) حضرت ابوبکر راقی نے فرمایا کہ اکثر میں دو رکعت پڑھ کر فارغ ہوتا ہوں اس حالت میں کہ میں بجائے اُسکے ہوں جو چوری سے فارغ ہو گیا کی وجہ سے۔ حضرت قدردار نے فرمایا کہ عارف اس وقت سے حیا رکھتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کو جمال الہی و خیال متناہی کے گلزار دلالتہ زار کے شہود و وجود سے نکل کر غار نفول سے اُسکے وقت کا دامن الجھ جائے مشاہدہ جمال الہی سے محرومی کے وقت سے اسکو حیا آتی ہے۔

شرف خ

التحاطل: ہر وہ خطاب جو قلب و ضمیر پر وارد ہوا و یہ چار قسم پر منقسم ہے اور اول خاطر ربانی ہے۔ شعر
نہ اس خاطر میں کوئی بھی خطر ہے
خطاؤں کا نہ اس میں کچھ گزر ہے

دیل ابن عبد اللہ اس خاطر کو سبب اول کہتے ہیں اور یہ خاطر قوت اور نشاط سے بہرہ ور ہوتی ہے، دوم خاطر ملکی خاطر ملکی جس پر نازل ہوتی ہے یا اس خاطر کا جو مندوب یا معروض ہوتا ہے اس کیلئے یہ اصلاح کا باعث بنتی ہے اس خاطر کو اگر الہام سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے۔ یہ فرض و مستحب کی طرف ابھارتی ہے۔ سوم خاطر نفسانی: وہ خاطر ہے جس میں خواہشات نفس ہوں اس کو حاجب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چہاں خاطر شیطانی: یہ بندہ کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر ابھارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الشَّيْطَانَ يَعِیدُكُمْ الْفَقْرَ وَیَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ (اور شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور تم کو بُرے کام کرنے کا حکم دیتا ہے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَمَسَّهُ الشَّيْطَانُ تَكْذِيبَ الْحَقِّ وَ اِيْعَادَ الشَّرِّ

سورہ بقرہ ۲۶۸

(البدۃ شیطان کا چھو لینا حق کو جھٹلانا اور برائی کا دعوہ کرنا ہے) خاطر شیطان کا نام و سوا س ہے۔

(حضرت شیخ نجی الدین ابن عربی خاطر کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ خاطر اس وارد کر کہتے ہیں کہ کسی سالفہ فکر یا تدبیر سے قلب میں پیدا ہو۔) انہوں نے بھی ان چار قسموں پر اتفاق کیا ہے۔

اور چاروں خاطر دوں کو میزان شریعت میں تو لبتا چا بیٹے۔ اگر وہ خاطر تم کو دعوت حق دے رہی ہے اور کوئی دوسری خاطر اس میں مزاحم نہیں ہے تو وہ خاطر ربانی ہے۔ اگر دعوت خیر اس میں موجود ہے لیکن کوئی دوسری خاطر مانع اور مزاحم ہے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر ملکی ہے اور اگر وہ ایسی خاطر ہے جس میں کراہت یا شرع کی مخالفت ہو تو اگر وہ تھوڑی سی توجہ سے زائل ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر شیطان ہے۔ اور اگر برابر سرکشی کرے تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ صادق مانی دل جو حضورؐ کی حق سے فائر ہے وہ ان خواطر کے درمیان آسانی سے تمیز کر سکتا ہے بتوفیق الہی۔

الخاتم: خاتم وہ ہے جس نے تمام مقامات طے کر لیے ہوں اور نہایت کمال پر پہنچ گیا ہو۔

الخاتم النبوت: وہ ذات گرامی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم فرمادیا ہو اور یہ ذات گرامی تمام عالم میں صرف ایک ہی ہوتی ہے (اور وہ ذات گرامی سرور کریمین صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے (خاتم ولایت کا ذکر ہم لطیفہ ولایت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔

خرقۃ التصوف: یہ وہ جامہ ہے جو مرید اپنے پیر مرشد کے ہاتھ سے پہنتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور جس کی ارادت اس نے اختیار کی ہے۔ خرقہ پہننے میں چند چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہئے ایک تو یہ کہ اس میں مرید کی زریب و زینت ہے تاکہ مراد کے اس جامہ سے پیر کی صفات سے بلبس حاصل کر سکے۔ جس طرح اس نے ظاہری لباس میں پیر سے مشابہت حاصل کی ہے اسی طرح اس کے لباس نقویٰ نے بھی ہم رنگ ہو جائے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اس سلسلہ میں باقی کیفیت کو انشاء اللہ اس کے موقع و محل پر پیش کر رہے ہیں۔

الخن اثن العلمیہ: حقائق اشیاء اور اس کے اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

الخن اثن الوجودیہ: یہ اسمائے الہیہ الوجودیہ کے حقائق ہیں اس میں حقائق کو نہ امکانیہ داخل نہیں ہیں۔

نخضر: عبارت ہے بسط سے اور ایسا ن عبارت ہے قبض سے اور حضرت خضرؑ کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک ہوتا یا تو روحانیت ہے جو حضرت خضرؑ کی صورت میں متشکل ہو کر سرشار کائنات کے لیے سامنے آتی ہے (تاکہ ارشاد کا جو یا اس سے رشد و ہدایت حاصل کر سکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی وجود عنقریب نے اتنی مدت حیات پائی ہو۔ (ہماں وجود عنقریب امتداد یافتہ) جس طرح اصحاب کہف کے لئے ہوا اور یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ لیکن عارف کے نزدیک اس کے معنی اس صفت کے ہیں جو اس پر غالب ہے اور متشکل ہو کر اس کے سامنے آ جاتی ہے جبکہ دوسری صفت اس کی وجہ سے مضمر ہو جاتی ہے۔ وہ حضرت خضرؑ

علیہ السلام کی روح ہے یا وہ روح القدس ہے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوة الکبرا سے عرض کیا کہ ان اقوال کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہیکل جمالی اور نہایت بدنی کو زندہ اور باقی رکھا ہے۔ جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں بخن تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی ہے کہ میں جب چاہتا ہوں متمثل ہوں یا نہ ہوں حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہرائچ میں ملاقات ہوئی، وہ اس طرح کہ میں ایک بار حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بہرائچ گیا وہاں کی زیارت سے مشرف ہو کر میں حضرت ولیزیر جعفر کی خدمت میں گیا میں اور سید جعفر ربیع تفریح پانی کی سرکریسے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے استفادہ میں مشغول تھے یکایک عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے جسم کی روحانیت کے کچھ واقعات ہم سے بیان کیے۔ اس سلسلہ میں کچھ دیگر گزری ہوگی۔ کہ اس عرصہ میں حضرت خضر علیہ السلام چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی ایک بڑے شخص کی شکل میں کبھی جوان آدمی کی صورت میں اور کبھی بچے کے روپ میں نظر آئے۔

المخلوق :- وہ جذبہ ہے جو بندہ کو قرب کی دعوت دیتا ہے۔ اور بندہ اس کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔
المخلی :- صفات خن تعالیٰ میں بندہ کا تحقق خلقت کہلاتا ہے۔

المخلوۃ :- خن کے ساتھ بزرگامہ حادثہ خلوت ہے (گفتگو راز خن کے ساتھ) اس حیثیت سے کہ کوئی غیر اس میں داخل نہ ہو۔ یہ خلوت کی حقیقت ہے لیکن ظاہر میں تو خلوت غیر سے الگ ہو جانا ہے بذریعہ ظاہر خلوت کے معنی و حقیقت خلوت تک رسائی پا سکتا ہے۔

المخلع العادات :- عبودیت کا تحقق ہے خن میں اس طرح پر کہ اس عبودیت میں الیاداعیہ باقی نہ ہو۔ جو اقتضائے طبیعت و عادت ہو۔

المخلق الجدید :- نفس رحمان سے ہر ایک موجودات ممکنہ تک وجود کی امداد کا پہنچانا ہے۔ ممکن الوجود بذات خود معدوم ہے کہ اگر موجد کا فیض وجود نہ ہوتا تو ہر وجود (ممکن الوجود) معدوم ہوتا۔ چونکہ وجود کا عطا فرمانا پے درپے متصل ہے ہر آن میں نئی پیدائش ہوتی ہے ممکنہ الوجود کے وجود کی نسبتوں کے اختلاف کے ساتھ ایک بچے (نومولود) کے اعضاء وجود دیکھو کہ ایک پوست کی طرح ہوتے ہیں اور ہر آن ان میں خلق جدید کا ظہور ہوتا ہے۔

خلع العذاب :- کنایہ ہے ان کے مستجابات کی پابندی کے چھوڑ دینے سے۔

شرف د

الدبوس: ۱۔ وہ صولت (شان و شکوہ) ہے جو نفس کے داعیہ اور اس کے غلبہ کے باعث صدر میں آئے اس کو ہچھوا ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے اور ایسی شوکت کے صدور کا باعث طبیعت جسامیہ ہوتی ہے جو اس کے نور کا مقام غروب ہے۔ اس کے مقابلہ میں ریح صبا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے وہ روح کی خواہش اور اس کے غلبہ سے ظہور میں آتی ہے۔ اسی بناء پر سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”میں صبا سے منور و مظفر ہوا اور قوم عاد و بصرہ سے ہلاک کی گئی“

الدرة البيضاء: ۲۔ درۃ البیضاء عقل اول کو کہتے ہیں۔ سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اقل ما خلق الله العقل (سب سے اول چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ عقل ہے) اس طرح بھی آیا ہے کہ اول ما خلق الله الدرة البيضاء۔ (سب سے اول درۃ البیضاء کو پیدا کیا گیا)

شرف ذ

ذخائر اللہ: ۱۔ اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور دوست بندے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بلائیں دفع فرماتا ہے جس طرح ذخیرہ (اجناس) سے غارتگی کی بلا دفع ہوتی ہے۔

الذوق: ۲۔ شہود حق کے درجات میں سے اول درجہ ہے حق کے ساتھ پے درپے بجلی چمکتے وقت تھوڑی دیر بجلی برقی کی وجہ سے اگر نفس سے رُکار ہے اور مقام مشہود کے ذریعہ سے اگر سائی پائے تو ذوق ہے۔ اگر یہ اپنی نہایت کو پہنچ جائے تو پھر اسکو ”ری“ کہا جاتا ہے۔

ذوالعقل: ۳۔ وہ ہے جو خلق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور حق کو باطن میں۔ حق اس کے لیے آئینہ خلق ہے اور آئینہ کمال (بظاہر) اس صورت سے چھپ جاتا ہے جو اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ بے شک آئینہ میں یہ حجاب مطلق ہے مقید کے باعث۔

ذوالعبین: ۴۔ ذوالعقل کے برعکس ذوالعبین حق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور خلق کو باطن میں خلق اس کی نظر میں آئینہ حق ہے اور حق نے اس آئینہ میں ظہور کیا ہے۔ پس ظہور حق کے باعث خلق مستور ہے جس طرح آئینہ صورتوں کی

۱۔ شیخ اکبر قدس سرہ ذوق کی اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ ذوق تجلیات الہی کے مبادیات کا آغاز ہے تعریفات میں کہا گیا ہے کہ ذوق سے وہ نور عزائی مراد ہے جو خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات سے اپنے اولیا کے دل میں پیدا کرتا ہے جس کے باعث وہ کتاب کی مدد کے بغیر حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مترجم۔

جلوہ گری سے چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح۔

ذوالعقل والعین :- جو خلق وحق کو ایک ساتھ دیکھے اور ان دونوں مشاہدوں سے کوئی اس کے لئے حجاب نہ ہو کثرت کی طرف ذات واحد احد کے شہود سے اور شہود احدیت ذات حق کی طرف شہود کثرت ثقلیہ سے اور یہ تین درجے ہیں اور پچھلا زیادہ کامل ہے۔ جو اس راہ کے پیشواؤں کا مقام ہے۔

الذہاب :- دل کا غائب ہو جانے سے ہر محسوس کے حس کرنے سے بسبب مشاہدہ کرنے محبوب کے جس طرح پر ہے۔

شرف ر

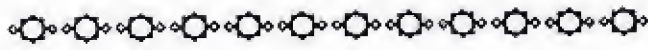
الواعی : علوم ریاست کی معرفت سے متحقق اور ایسے نظام کی تدبیر سے ممکن ہو جو صلاح و علم کا موجب ہو۔

المران :- وہ پردہ جو بصیرت اور عالم قدس کے درمیان دل کے لیے آٹ بن جائے۔ بیانات نفسانیہ کے غلبہ سے اور ظلمات جسمانیہ کا ایسا غلبہ دل میں ہو جس کے باعث انوار ربوبیت کل طور پر حجاب میں آ جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ كَلَّا بَلْ تُرَآءُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (نہیں نہیں ان کے دل پر زنگ چڑھا ہوا ہے اس سے جو کچھ کہہ دیتے تھے۔)

المراتب :- اسم حق ہے اس کے اسماء میں سے۔ اس نسبت کے اعتبار سے جو اس کی ذات کو عین موجودات سے اور ایمان نسبت سے ہے۔ جو اسم الہی کا منشا ہیں جیسے قادر اور مرید لیکن ذات کی نسبت کا نسبت خارجیہ کی طرف تو یہ منشا اسماء ربوبیت ہیں۔ جیسے رزاق اور حفیظ۔ رب بغیر کسی نسبت کے (بغیر اضافت) خاص اسم الہی ہے۔ اور وہ کسی ایسے وجود کا متقاضی ہے جو ربوب ہو اور وہ اقتناء مبعود کو ثابت کر لے اور مبعود کا مقرر فرمانا حضرت علیہ میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اکوان سے اسماء ربانی کی ایک صورت اسی ہے کہ حق اس صورت کی پرورش فرماتا ہے اپنے اسی اسم سے یعنی رب الارباب سے جمیع مربوبات کی جس سے مراد تمام موجودات خارجیہ ہیں

مراتب الارباب :- حق تعالیٰ ہے باعتبار اسم اعظم اور تعین اول کے کہ وہ منشا ہے تمام اسماء کا۔ وہی نہایت انہیائات و قبلہ حاجات و کعبہ خواہشات و رعبات دعاوی مطالب و جامع حاجات و معارب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ہیں اسی طرف اشارہ ہے اَنْ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (بے شک تیرے پروردگار کی طرف منتہا ہے)۔ اور ہمارے نبی مکرم علیہ السلام اس تعین اول کا منظر ہیں۔ اور ربوبیت غنی آپ ہی کے ساتھ مخصوص اور مختص ہے۔

رتبہ اسماء الفیہ :- تمام اسماء الہیہ یا ذاتیہ ہیں یا صفاتیہ یا فعلیہ ہیں۔ اس لئے کہ اسم کا اطلاق ذات پر باعتبار نسبت کے ہوتا ہے۔ اور اسی سے اس کا تعین ہوتا ہے اور یہ اعتبار (جس کا ذکر کیا گیا ہے) یا تو ایک امر یعنی



نہی مخصوص معنی ہے جیسے اول و آخر یا غیر نسبی ہے جیسے قدوس و سلام۔ ایسے اسماء اسمائے ذات کہلاتے ہیں۔ اگر ان اسماء کے معنی عدلی نہیں بلکہ وجودی ہیں۔ جن کا اعتبار نقل کرتی ہے اس طرح کہ ذات پر ان کو زائد سمجھا جاتا ہے۔ تو یا تو ان کا تعقل غیر ذات پر موقوف نہیں ہے جیسے محیٰ اور واجب، یا موقوف ہے غیر کے سمجھنے پر نہ کہ وجود پر جیسے عالم اور قیادر تو ایسے اسماء کو اسمائے صفات کہتے ہیں اور اگر ان کا تعقل موقوف ہے وجود غیر پر جیسے خالق و رازق تو اس قسم کے اسماء کو اسمائے افعال کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ مصدر افعال ہیں۔

الرتقی :- اصطلاح میں اجمال مادہ وحدانیت ہے اس کو مختصر اعظم مطلق بھی کہا گیا ہے اور بستہ تھا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اور کثادہ ہو گیا خلق سے اس کے تعین کے بعد اور حضرت واحدیت کی نسبت پر بولتے ہیں واحدیت کے عدم ظہور کے اعتبار سے اور بطون اشیا پر جیسے حقائق کہ پوشیدہ تھے ذات احدیت میں حضرت واحدیت میں تفصیل حقائق سے پہلے مثل درخت کے تخم ہیں۔

المرجاہ :- ثقتہ الوجود من الکویہ۔ رجا کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ بعض کہتے کہ جلال کو بنظر جمال دیکھنا رجا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دل کی شادمانی حسن وعدہ پر رجا ہے۔

الرحمن :- اسم حق ہے باعتبار جمعیت اسمائہ کے جو حضرت الہیہ میں ہے کہ اسی بارگاہ سے وجود اور ہر وہ چیز جو متابع وجود ہے کمالات سے فائز ہوتی ہے تمام ممکنات پر۔ اسی لیے بعض حضرات نے اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ فیض وجود ہے۔

الرحیم :- اسم حق ہے باعتبار کمالات منورہ کے فیضان کے اہل ایمان پر، جیسے معرفت حق اور توحید۔

الرحمة الانشائیہ :- یہ وہ رحمت رحمانیہ ہے جو مقتضائے نعمت ہے اس طرح کہ عمل پر سابق ہے جیسا کہ رحمت وسعت کل شئی (میری رحمت نے ہر شئی کو ڈھانک لیا ہے)۔

الرحمة الوجودیہ :- یہ وہ رحمت رحیمیہ ہے جو محسنین کے لیے موعود ہے (جس کا وعدہ محسنین سے کیا گیا ہے) فرمایا گیا ان رحممت اللہ تر یب من المحسنین یہ رحمت داخل ہے انشائیہ میں کیونکہ وعدہ رحمت عمل کے ساتھ مخصوص ہے (عمل احسان سے مختص ہے)۔

الرد :- بندہ پر صفات حق کا ظہور ہونا ہے۔

الردی :- زبر کے ساتھ وہ بندہ کا حق کے صفات کا فائز ہونا ہے غلط طور پر اور وہ بندہ کی ہلاکی ہے۔ حدیث قدسی ہے :- الکبر یا ساداتی والعظمة اذلی فمن نازعنی فی واحد منهما فقصمته ای کساة۔

(بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری آزار ہے۔ پس ان دو میں جس نے مجھ سے نزاع کیا میں اس کو توڑ دوں گا۔)

سُت پٹ سورہ اعراف ۵۶ (بے شک اللہ کی حق تہریر ہے نیکی کرنے والوں سے)



الرجاء: کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جلال کو بہ نظر جمال دیکھا ہے کہا گیا ہے کہ حسن وعدہ پر دل کا خوش ہونا ہے۔

الرسوم: خلق اور صفات خلق کا نام ہے کیونکہ ماسوائے اللہ سب اس کے آثار ہیں جو پیدا ہیں اس جلیل قدرت افعال والے کے افعال سے۔

الریسم: تمام مقامات میں ان کی نہایت کا نام ہے۔

رسوم العلوم وقوم العلوم: انسان کے مقامات شعور ہیں جو رسوم الہیہ میں جیسے سننا دیکھنا جو شکل بدنی میں بدستور ظاہر ہوئے ہیں اور مقامات شعور تھوڑے سے ہیں گویا کہ آراستہ فرمایا ہے وارالقرار کے دروازہ پر حق و باطل کے درمیان ناچار۔ پس جس کسی نے اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو تمام و کمال پہچان لیا وہ عارف ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ پھر آثار حق آثار صفات اور اس کے اسماء کا عارف بن جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے (فقد عرف ربہ)۔

الرعونۃ: حفظ نفس کے ساتھ وقوف ہے اور طبائع کو متفق ہے۔

الرقیقہ: لطیفہ روحانیہ کو بولتے ہیں واسطہ لطیفہ پر دوستی کے درمیان رابطہ ہے جیسے حتی سے بندہ کو مدد پہنچتی ہے اور اس رقیقہ کو رقیقہ العروج اور رقیقہ الارتقاء بھی کہتے ہیں اور رقائق کا اطلاق علوم طریقت و سلوک پر بزرگوں نے کیا ہے۔ ہر اس چیز کو بھی کہا گیا ہے جس سے سر عبد لطیف ہو جائے اور جو اس کے نفس کی کثافت کو اس سے گھٹا دے۔

الروح: یہ بولا جاتا ہے بمقابل اس کے جو القا کرنے والا ہے دل کی جانب علم غیب کو مخصوص طریقہ پر

اصطلاح صرفیا میں انسانیت مجرودہ کے لطیفہ کا نام ہے۔ اصطلاح اطباء میں ایسا بخار لطیف ہے

جو روح و نفس کے درمیان پایا جاتا ہے اور یہ بدرجہ کلیات و جزئیات ہے۔ حکماء فلاسفہ نے قلب و

روح کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور وہ قلب و روح کو نفس نامقہ کہتے ہیں۔

الروح الاعظم والاقدام والاول والاخر: عقل اول کو کہتے ہیں۔

روح الارتقاء: علم غیب کا قلب پر القا کرنے والا اور وہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ قرآن کو بھی روح القا کہتے ہیں۔

المرغیۃ: نفس کی رغبت ثواب میں اور دل کی رغبت حقیقت میں یعنی ملکوت میں اور سیر کی رغبت

حق میں ہے۔

الرهبة الظاہر: تحقیق قلب ہے امر سابق میں۔

الریاضۃ: (۱) ریاضت الادب۔ فرمانبرداری نفس سے کلمہ ہے (۲) ریاضت الطلب۔ مراد کی صحت ہے

خلاصہ یہ کہ وہ عبارت ہے اخلاق محمودہ کی تہذیب سے۔

شرف ز

الزاجر :- مومن کے دل میں واعظ حق کا نام ہے اور یہ وہ نور ہے جو دل میں اترتا ہے اور مومن کو حق کی طرف بلاتا ہے
الترجاجت :- صاحب دل کے دل کی طرف اشارہ ہے ۔ اس صاحب دل کی روح چرخ ہے اس کا نفس شجرہ
ہے اور اس کا بدن مشکوۃ ہے کہ یہ سب مراتب مطلق کے مظاہر ہیں ۔

الزمانہ :- نفس کلیہ کو زمر کہتے ہیں ۔

الزمان :- زمانہ حضرت عنایت (داجب الوجود) کی طرف مضاف ہے ۔ اس لیے اس کی آن "دائم" ہے ۔

زواہر الانبیاء زواہر العلوم زواہر الموصلیہ :- یہ علوم طریقت ہیں ۔ جو تمام علوم میں انشرف
والزیر ہیں ۔ اس کو زواہر و صلیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وصل بحق علم طریقت پر موقوف ہے ۔

الزوائد :- غیب پر ایمان و یقین کی زیادتی ہے ۔

الزبوتویہ :- وہ نفس ہے جو قوت نکر سے نور قدس کے ساتھ اشتغال کے لیے مستعد اور آمادہ ہو ۔
مزینت :- نفس کی استعداد اصلی کو کہتے ہیں ۔

الزاهد :- حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ
دنیا میں زیادہ نہیں ہو سکتا مگر وہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ثابت فرما دیا اور اس کے ساتھ اس
کی زبان کو گویا کر دیا اور دنیا کے عیوب کو اور اس کی بیماری و دوا کو اسے دکھا دیا اور اس کو دنیا کے دارالسلام کی
جانب سلامتی کے ساتھ بحال لیا ۔ شیخ جعفر غلڈی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کا نام دنیا ہے اور سب کی سب
فانی ہیں اور وہ چار یہ ہیں : مال ، کلام ، طعام اور خواب و منام ۔ مال سرکش بنا دیتا ہے ، کلام غافل کر دیتا ہے
خواب نسیان لانا ہے اور طعام بے ہوش کر دیتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی
بھیجی کہ محبت دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ تم کسی شکستگی کو جو تم پر جہاد کی طرف مائل ہونے سے زیادہ گراں ہو
نہا سکو گے ۔ شیخ جلا فرماتے ہیں دنیا کو چشم زوال سے دیکھنا زہد ہے ۔ شیخ دارانی کا ارشاد ہے کہ زہد اس
چیز کا ترک ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی
بھیجی کہ اس عالم سے جس کو محبت دنیا نے محمور کر دیا ہو کچھ نہ پوچھو ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ میری راہ محبت سے تجھ کو
ہٹا دے وہی میرے بندوں پر ڈاکو ہیں ۔

شرف س

السابقہ :- ایک عنایت ازلی ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے :-

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمٌ
صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔

اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے انکے
رب کے پاس سچ کا مقام ہے ۔

السَّالِكُ: السَّالِكُ طرف میر کرنے والا، یہ میرید و منتہی کا متوسط درجہ ہے۔ جب تک کہ وہ میر میں ہے۔
 السَّيْحَةُ: تمام بیوقوف (ہیئات) کا جوہر ہے۔ یعنی ہوا کی ذرات خود غیر واضح ہے اور بغیر صورت کے واضح و
 تشخص نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک محل ہے اور حال اس کا مقوم ہے (حال کا مقام ہے) اس میں رنگارنگی ہے
 کہ ہر لحظہ ایک نیا رنگ اختیار کرتا ہے اور ہر نفس ایک صورت کے ساتھ وجود ہوتا ہے۔

السُّتُورُ: ہر وہ چیز جو خدا سے محبوب کر دے جیسے عطار دنیا اور عبادات و اعمال پر رکا رہنا۔
 السُّتُورُ: اعمال و صورت کو یہ ہیں کہ اسماء الہی کے مظاہر ہیں۔

السُّتُورُ: بدن انسانہ کی ہیاکل (ہیئت اور جسمانی بناوٹ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو رابطہ ہے غیب و
 شہادت اور حق و خلق کے درمیان۔

سجود القلب: شہود حق تعالیٰ کے وقت، ذات حق میں بندہ کا فنا ہو جانا سجود القلب ہے اس طور پر کہ
 جوارح کی مشغولیت اس کو حق سے باز نہ رکھے (جوارح کی حرکات مانع شہود نہ ہوں)
 السُّحْقُ: بندہ کی ترکیب کا قہر کے نیچے جانا ہے۔

سدرۃ المنہجی: وہ برزخ کبیر ہے جہاں کامل مکمل کی سیرا در اہل کمال کے اعمال و علوم ختم ہوتے ہیں۔
 (اپنی نہایت کو پہنچ جاتے ہیں) اور یہ مرتبہ اسمائے کی انتہا ہے۔

السِّرُّ: علم حق کو کہتے ہیں۔

سِرِّ الحال: جو اس حال میں مقصود حق تعالیٰ سے پہچانا جائے۔

سِرِّ العلم: حق ہے کہ اس علم کا دانا ہے کہ عالم حق عین حق ہے حقیقت میں اگرچہ غیر حق ہے
 اعتبار میں۔

سِرِّ الحقیقت: ظاہر کرنا حقیقت حق کو ہر شے میں۔

سِرِّ التجلیات: ہر شے میں کل شے کا نظارہ کرنا یا شہود (شہود کل شے عین کل شے) ۵

آن یچی در نہریکی پیدا ہو

یک نظر در چشم مست مانگر

میری چشم مست پر ہو اک نظر

اور یہ شہود تجلی اول کے انکشاف سے ہوتا ہے بحالت نزول اور ایسی تجلی والا احدیت الجمع کو تمام اسماء میں
 مشاہدہ کرتا ہے ساتھ متصف ہونے ہر اسم کے تمام اسماء سے بسبب اتحاد اسماء کے ذات احدیت
 سے اور ممتاز ہونے اسماء کے تعینات میں جو کائنات میں ظاہر ہوئے ہیں جو کہ صورت اسماء ہیں۔

سِرِّ القدر: ازل میں ہر عین کا جو کچھ حق ذات ہے اور جو کچھ اس عین کا احوال ہے وہ سِرِّ القدر کہلاتا ہے اب
 اس عین کا جو کچھ اقتضاد ہوگا وہی ظاہر ہوگا اس عین کے زمانہ وجود خارجی میں اور حکم تابع ہے علم کا اور علم
 تابع ہے معلوم کا۔ پس یقیناً حق تعالیٰ جو حاکم و محکم ہے حکم فرماتا ہے ہر شے پر مگر اُس شے پر جس کو ہر عین کے بارے میں
 جان یا ہے حضرت علمیت میں اس کے ثبوت کے وقت جبکہ قافلہ ہائے جمال کو دکھایا۔

سُرُ الرُّبُوبِيَّة :- توقف ہے ربوبیت کا مربوب کے فرائد پر کیونکہ ربوبیت ایک نسبت ہے اور نسبت کے لئے ضروری ہے منتسب اور یہی منتسب مربوب ہے اور مربوب اعیان ثابتہ ہے عدم میں اور جو موقوف ہے معدوم پر وہ خود معدوم ہے۔ شیخ سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں :-

الرُّبُوبِيَّة سُرُ لَوْ ظَهَرَتْ لِبَطَلَتْ
الرُّبُوبِيَّة سُرُ لَوْ ظَهَرَتْ لِبَطَلَتْ
مربوبیت باطل ہو جائے۔

سُرُ الرُّبُوبِيَّة :- ایک قسم کا ظہور ہے صور اعیان میں اور صور اعیان بحیثیت اسکے کہ وہ منظر رب میں پس وہ قائم ہیں ذات رب کے ساتھ۔ اس طرح رب ظاہر ہے تعینات اعیان سے اور اعیان موجود ہیں وجود رب سے اس حیثیت سے اعیان عباد اور مربوب ہیں اور حق تعالیٰ اعیان کا رب ہے لیکن حقیقت میں حصول ربوبیت حق کے ساتھ ہی قائم ہے کہ اعیان ازل میں اپنے احوال کے ساتھ معدوم تھے۔ پس ہر آئینہ سُرُ الرُّبُوبِيَّة کو بھی ایک سُرُ بنانا چاہیے کہ اگر ظاہر ہو جائے یہ سُرُ رب بھی ربوبیت باطل نہ ہو لَوْ ظَهَرَتْ لَمْ يَبْطُلِ الرُّبُوبِيَّة۔ سُرُ الرُّبُوبِيَّة :- اسماء الٰہیہ ہیں جو اکوان کے باطن میں روشن ہیں۔

المسما اس :- سادک کا فنا ہونا، وصول کامل کے سال میں، جیسا کہ سرور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَمَّا مَعَ اللّٰهِ وَقَدْ لَمْ يَسْعَى فِيْهِ مَلِكٌ مَّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مَّرْسَلٌ (میرے بے خدا کے ساتھ ایک الیادقت بھی ہے کہ اس وقت میرے پاس نہ کسی فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی)۔ سَعَةُ الْقَلْب :- انسان کامل کا تحقیق ہے حقیقت برزخیہ کے ساتھ جو جامع ہے وجوب و امکان کا۔

السفر :- حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے۔ اسفار چار ہیں۔
اول :- السیر الی اللہ ہے یعنی منازل نفس سے افق مبین کی طرف۔ یہ دل کا مقام نہایت ہے۔ اور مبدا ہے تجلیات اسمائے حق کا۔ اس مقام پر تحقیق ہوتا ہے اسماء کا اسمائے حق کے ساتھ۔
سیر ثانی :- السیر فی اللہ ہے۔ یہ صفات حق سے الصفات (موصوف ہونے) کا نام ہے اور اسماء کا تحقیق ہے اسمائے حق سے افق اعلیٰ تک۔ یہ روح کا مقام نہایت ہے اور حضرت واحدیت کی نہایت ہے۔
سیر ثالث :- ترقی ہے جمع یعنی جمع کی اور حضرت احدیت کی اور یہ مقام قاب قوسین ہے جب تک دردی باقی ہے اور جب دوائی اٹھ گئی اور مغارت جاتی رہی تو ولایت کی نہایت ہے اور مقام اودائی ہے۔
سیر رابع :- السیر باللہ عن اللہ تکمیل کے لئے اور یہ فنا کے بعد بقا اور جمع کے بعد فرق کا مقام ہے۔ سقوط کا اعتبارات :- احدیت ذات کا اعتبار ہے۔

۱۔ مخلوق کا ہر فرد مربوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ رب کریم سے پرورش پا رہا ہے اور جبکی پرورش کی جائے وہ مربوب ہے۔

السمائیۃ :- وہ معرفت جو عبارت میں نہ سما سکے۔

سوال الحضرتین :- وہ سوال ہے جو حضرت وجوب و واجب الوجود سے لسان اسمائے الہیہ میں صادر ہوا نفس الرحمان سے جو مورا عیان ثابۃ کا طالب ظہور تھا۔ اور دوسرا وہ سوال ہے جو حضرت امکان سے ہے زبان اعیان میں جو طالب ظہور امکان ہے اسماء میں اور طالب ابدان نفس ہے اتصال پر۔ دونوں سوالوں کی اجابت ابدی ہے۔
السُّکْر :- وارد قوی کی وجہ سے منجانب حق غائب ہو جانا ہے اور عقل کا مشاہدہ سے محمور ہو جانا ہے۔
السکینۃ :- جو بندہ نزول غیب کے وقت سکون و اطمینان پاتا ہے۔

سواد الوجه فی الدارین :- ذات خداوندی میں اس فائے کلی سے عبارت ہے کہ ظاہر و باطن کیا دنیا کیا آخرت سا نک کیلئے کوئی اور ہستی باقی نہ رہے۔ اور وہ فقر حقیقت ہے اور عدم اصلی کی طرف رجوع کرنا ہے۔
اسی بنار پر کہا گیا ہے :

اذا تم الفقر فهو الله - جب فقر تمام ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔

شرف ش

الشَّاهِد :- مشاہدہ کے اثر سے دل پر جو کیفیت یا اثر ظاہر ہو خواہ یہ علم لدنی کے ذریعہ ہو یا بطریق وجد ہو یا حال و تحمل سے ہو یا شہود اس کا واسطہ ہو۔

الشجرۃ :- انسان کامل کو کہتے ہیں۔

الشرب :- تجلیات کا درمیانی درجہ ہے۔

الشریعۃ :- اپنے فعل کی نسبت سے بندگی کے التزام کو شریعت کہتے ہیں۔

الشطیح :- (شطیحات جمع) الشطیح لغت میں حرکت کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے چکی کو اس کی حرکت کی کثرت کی بنا پر شطاح کہتے ہیں۔ پانی کی جب اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ بجائے بہنے کے اپنے لگتا ہے تو اس مرتفع پر کہتے ہیں شطیح الماء فی النہر عارفوں کی اصطلاح میں واحدین (وجد کرتے والوں) کی نیز حرکت کو "شطیح" کہتے ہیں۔ جب ان کا وجد اس قدر قوت پکڑ لیتا ہے کہ وہ ان کی استعداد کے ظرف سے ابل پڑتا ہے اور معارف و اسرار الہی سے جو ایک بحر ذخار ہے کچھ پانی باہر نکل کر آ جاتا ہے۔ اور ایسی عبارتوں کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہتی ہے۔ ان عبارات اور بیان کو شطیح کہتے ہیں۔

شعب الصدق :- حضرت واحدیت سے حضرت احدیت کی طرف ترقی کر کے جمع بر جمع و فرق ہے لیکن صدق الشعب اس کے برعکس احدیت سے واحدیت کی طرف نزول ہے۔ بقا بعد از فنا کے حال میں غیبر کی تکمیل کے لئے۔

الشفیع :- خلق ہے اور وہ وجود کا مرتبہ ثانیہ ہے اور شفیع دو تر و دونوں منقسم ہیں، جفت و طاق کی طرف کیونکہ اسماء الہیہ ظاہریہ تو خلق ہیں جب تک حضرت واحدیت کی شفیعیت حضرت احدیت کی وکالت سے نہ ملی، اسماء الہیہ ظاہر نہیں ہوئے۔

المشک :- حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ بار ابا! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کہ تیرا شکر ادا کرنا میرے لیے ایک نعمت ہے جو تیری طرف سے عطا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی کہ اے داؤد! اب تم نے شکر ادا کر دیا (یہ کہنا بھی شکر میں داخل ہے) شیخ ابوبکر و راق فرماتے ہیں کہ شکر مشاہدہ احسان اور عزت و حرمت کا تحفظ ہے۔ شیخ ابراہیمان کہتے ہیں کہ شکر شناخت عجز و استغناء از شکر، شکر ادا کرنے سے عاجز رہنے کی شناخت ہی شکر ہے۔ حضرت بنید قدس سرہ نے کہا کہ شکر یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کو اسکی طاعت پر مددگار بنادو۔

الشہود :- رویت حق بحق شہود ہے۔ (حق کا مشاہدہ حق کے ساتھ)
شہود المفصل فی المجمل :- ذات احدیت میں کثرت کو دیکھنا ہے۔
شہود المجمل فی المفصل :- احدیت کو کثرت میں دیکھنا ہے۔
شواہد الحق :- مکون سے حقائق کو ان کا مشاہدہ کرنا ہے۔

شواہد التوحید :- تعینات اشیا کہتے ہیں اس لیے کہ ہر شئی میں ایک احدیت (دیکھائی) موجود ہے۔ ایک تعین خاص کے ساتھ کہ وہ اسی تعین خاص کی بنیاد پر اپنے غیر سے ممتاز ہے۔
شواہد الا سماء :- احوال و اوصاف و افعال کے اعتبار سے رنگوں کا اختلاف جیسے مرزوق رزاق سے محی زندہ سے اور مردہ میت سے۔

الشیون :- تعین اول کے جمال کی کثرت ہے۔ یہ شیونات ذاتیہ ہیں اور ان انوار التوحید کو کہتے ہیں جو اہل معرفت کے دلوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ شیون کو حروف عالیہ بھی کہا جاتا ہے۔

مشرّف ص

المصدق :- اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد جس نے اپنے پوشیدہ حال میں میری تصدیق کی تو میں نے اسکو مقبولیت کے دقت اعلانیہ صدیق کر دیا۔ حضرت ابراہیم خواص نے فرمایا کہ خلق اللہ سے دو عادتوں میں جدا ہو گئی، ایک یہ کہ انہوں نے نوافل کو طلب کیا اور قرآن کو ضائع کر دیا، اور دوسرے یہ کہ انہوں نے ظاہر کو اختیار کیا اپنے نفس کے لئے صدق کو اختیار نہ کیا۔

الصبر :- حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور اللہ

تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد میرے اخلاق اختیار کر و کیونکہ میں صبروں اور ابوعثمان مغربی نے کہا میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فراتے سنا کہ اگر مقرب ہونا چاہتے ہو تو صبر کو لازم کر لو اور ابن عطاء نے کہا کہ صبر بلا کے ساتھ موافق آداب کے واقع ہونا ہے البصعق :- حق میں نبی ذات کے وقت فنا ہو جانا ہے۔

صورت الحق :- یہ رسول اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سبب متحقق ہونے آپ کے حقیقت احادیث و احادیث کے ساتھ اور اسکی تعبیر مادے کی جاتی ہے جیسا کہ اس پر ابن عباس نے روشنی ڈالی ہے جب صادق کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے جس پر عرش رحمن تھا۔

شرف ط

الطوالح :- تجلیات اسمائے الہیہ سے بندہ کے دل پر جو پہلی تجلی وارد ہوتی ہے اور تئیر باطنی سے اس کے اخلاق و اوصاف کو مزین کرتی ہے۔

الطاہر :- وہ پاک و جود ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخالقات سے محفوظ رکھتا ہے۔

طاہر الظاہر :- وہ شخص جس کا دامن معاصی ظاہر سے پاک ہو۔

طاہر الباطن :- وہ معصوم ہے جس کو حق تعالیٰ دوسراں اور خطرات شیطانی اور تعلیق غیر سے محفوظ رکھے۔

طاہر البستر :- وہ ہے جو ایک لحظہ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

طاہر البستر العلانیہ :- وہ صاحب کمال جو حقوق حق و خلق کی ادائیگی میں دائم و قائم ہو جائیں کی رعایت کے ساتھ۔

الطبیعة :- وہ فعل یا حرکت جو انبیر ارادہ کے سرزد ہو۔ صوفیہ کے نزدیک

طبیعت کے معنی میں وہ سرایت کرنے والی قیسی جو سرایت کرتی ہے تمام موجودات یعنی عقول و نفوس مجرد اور غیر مجرد اور تمام اجسام میں ، حکماء کے نزدیک یہ وہ قوت ہے جو شرف العباد ہے اور تمام اجسام میں جاری و ساری ہے تاکہ اجسام کو ان کے کمال طبعی پر پہنچا دے تو جو حکماء کے نزدیک ہے وہ اسکی ایک قسم ہے جو صوفیوں کے نزدیک ہے۔

طب المرء حائیدہ : قلوب کے کمال کی صورت میں ایک علم ہے جو دلوں کے امراض و آفات کو بیان کرتا ہے مع حفظ صحت و اعتدال کے اور دفع امراض و صحت کامل اور کمالات کے اعتدال سے بحث کرتا ہے۔ (اس میں تمام دلی امراض اور اس کے علاج سے بحث کی جاتی ہے اور اعتدال قلب اور حفظ صحت کے اصول بیان کئے جاتے ہیں)

ظلمت کا اطلاق کبھی علم بالذات پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ غیر منکشف نہیں ہوتا۔
الظل الاول: عقل اول کو کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اول عین (وجود) جو نور حق سے ظاہر ہوا اور جس نے
 صورت کثرت کو قبول کیا اور وحدت ذاتیہ کے شیون کا جس میں تعین ہوا وہی عقل اول ہے۔
 ظل اللہ انسان کامل ہے جو متحقق ہے حضرت واحدیت کے ساتھ۔ ۱۰

شرف ع

العالم: ظل وجود ثانی ہے۔ اور سلطان ظل اللہ وہی موجود ہے یعنی وجود حق، جو صمد مجموع میں ظاہر ہے، ظہور
 حق اور وجود ممکنات سمی ہے اسم غیر سے۔ اضافت وجود یہ ممکنات سوائے اس نسبت کے اور کوئی وجود
 نہیں ہے۔ وجود حقیقت میں عین حق ہے اور ممکنات ثابتہ اپنی عدیت کے ساتھ، حق سبحانہ تعالیٰ کے علم میں
 موجود ہیں۔ اور یہ ممکنات وہ شیون ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں ہیں پس ہر طور عالم صورت حق ہے اور حق
 ہریت عالم ہے اور یہ تمام تعینات وجود واحد میں اس کام اسم الظاہر ہیں حق کے اور اسم الظاہر مقام تجلی
 ہے اسم الباطن کا۔

عالم الجبروت: اسما و صفات الہیہ کے عالم کو کہتے ہیں۔

عالم الامور: عالم المملکوت و عالم الغیب: عالم ارواح دروہانیات میں جو امر حق سے موجود ہیں مادہ اور مدت
 کے توسط کے بغیر۔

عالم الخلق و عالم الملائک و عالم الشہادۃ: عالم اجسام و جسمانیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم الخلق کو
 عالم الامر کے بعد پیدا فرمایا ہے مادہ اور زمان کے ساتھ۔

العارف: وہ صاحب نظر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خود کی ذات و صفات و افعال کا دیکھنے والا بنا دیا ہے اور
 اسکی معرفت دیدہ ہو شنیدہ نہ ہو۔ حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا: عارف کے لئے ہر سانس میں ایک ہزار شہید
 کا درجہ ہے اور شہداء آرزو کرتے ہیں کہ عارف ہو جائیں بسبب اس کے بلندی درجہ کو چاہتے ہیں۔
العارف العظیم القلب الکبیر العباد: عہد کا توڑ دینا ہے کہتے ہیں تو کرتے نہیں ہیں یا وعدہ کرتے ہیں تو وفا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (بڑا ناگوار ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو اس
 کو جو نہیں کرتے)

العبادت: استہائی مسکین دے چارگی ہے شعر

دروازہ پر ان کے ہوں پڑا خوار و حقیر جیسے کوئی اک بندہ مسکین و فقیر

عبادت عام کے لئے ہے اور عبودیت خاص اور خاص الخاص کے لئے سلوک طریقت میں۔ خاص کی عبودیت حق کی
 بارگاہ میں سچے ارادہ کے ساتھ اپنی نسبت کا صحیح کرنا ہے اور خاص الخاص کی عبودیت یہ ہے کہ وہ مشاہدہ فرمائیں

۱۰ جیساکہ مولانا دروم نے فرمایا ہے ۱۰ پیر کامل صورت غسل اللہ یعنی دیر پیر دید کبیرہ یا ۱۰ پیر نصف ۲

کہ سب قائم ہے حق کے ساتھ بندگی و تعبد میں اور یہ کہ وہ مقام احدیت فرق و جمع میں حق کے ساتھ ہے۔
 العبادۃ :- تجلیات اسمائے والے ہیں جب تحقق پائیں اسماء الہی کے کسی اسم کی حقیقت سے اور متصف
 ہوں اس صفت سے جو اس اسم کی حقیقت ہے۔ اور اپنے کو عبودیت سے اس اسم سے منسوب کیا ہو
 بسبب مشاہدہ کرنے ربوبیت کے اور وہ اسم ہر بندہ کا ایک نام کے ساتھ یہاں مخصوص ہے۔

عبداللہ :- حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ عبداللہ وہ بندہ کامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء کیساتھ تجلی
 فرماتا ہے اور یہ نام اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اس بندے کا عین ثابت تمام ایمان ثابۃ کا جامع
 نہیں بن جاتا ایسا بندہ تمام بندوں میں اتم و اکمل ہوتا ہے اور یہ ولی کا رفق و اعلیٰ مقام ہے کہ وہ تمام اوصاف
 الہی کے ساتھ انصاف حاصل کر لے چنانچہ ہمارے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اسم خاص ہے دآپ کی
 ذات گرانی سے مخصوص ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
 ذَا اَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ ۖ

(اور بے شک کہ جب کھڑے ہوئے عبداللہ کہ دعا فرمائیں۔)

پس یہ اسم حقیقت میں حضور ہی کے لئے ہے اور آپ کے بعض وارثوں کے لئے خاص نیاز مندی کے باعث
 اور ان حضرات پر جو غیر قطاب ہیں اس اسم کا اطلاق بطور مجاز ہے اور اصحاب سلوک سے ایسا کوئی سالک
 نہیں ہے کہ وہ اسماء حق سے کسی اسم سے متصف نہ ہو، تمام بندے اسم الہی میں سے کسی نہ کسی اسم سے مرسوم
 ہیں جیسے عبدالرزاق اور عبدالعزیز اس اسم کے معنی کے قرینے سے نام پاتا ہے۔ ہم نے اس بات کو یہاں
 مختصراً بیان کر دیا ہے۔

العبرۃ :- جو کچھ گذرے اس پر آدمیوں کی ظاہری حالتیں بھلی اور بری سے اور جو کچھ جاری ہے آدمیوں
 پر نفع و نقصان سے دنیا و آخرت میں ثواب و عذاب پر جو لوگوں کو ملے گا اور جزا میں اور بواطن و امور
 پوشیدہ پر تاکہ ظاہر ہو اس پر نتائج امور اور معرفت غیب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امور
 ان یکون نطق ذکر و صمت فکر و نظری عبۃ (میں امور میں کہ سیری گویائی ذکر ہو اور میرا سکوت
 فکر ہو اور سیری نظر عبرت ہو) عبرت میں عبور و اخل ہے ملاحظہ حکمت سے ظواہر خلقت میں دیکھنے سے
 حکمت حکیم کو ظاہر وجود میں باطن وجود تک یہاں تک کہ حق و صفات حق کو وہ تمام اشیاء میں مشاہدہ کرے:
 العلم الاضافی :- وہی وجود علمی ہے۔

علم الیقین :- وہ جو طریق نظر و استدلال سے ہو۔

عین الیقین :- جو بطور کشف و عطا ہو۔

حق الیقین :- جو آلودگی خاک و گل سے جدا ہونے سے ہو۔ کہا گیا ہے کہ علم الیقین اولیاء کے لئے اور

عین الیقین خواص ادویہ کے لئے اور حق الیقین انبیاء کے لئے اور بعض صوفیہ نے کہا کہ علم الیقین تفرقہ کا مال ہے اور عین الیقین جمع کا حال ہے اور حق الیقین جمع الجمع کا حال ہے کہا گیا ہے کہ علم الیقین عقیدہ مذہبیہ حق ہے بغیر تردد و اضطراب کے ، اور عین الیقین مشاہدہ ہے بغیر حجاب کے اور حق الیقین ایک ہو جانا ہے بعد قرب کے اور فرمایا کہ عالم علم الیقین کے ساتھ چاہتا ہے عالم د علم معلوم کو اور جب ترقی کی عین الیقین تک تو ہو گیا معلوم اور کچھ نہیں۔ علم الیقین وہ ہے جو دلیل نے دیا اور عین الیقین دہشہ جس کو مشاہدہ و کشف نے عطا کیا اور حق الیقین وہ ہے جو حاصل ہوا اس چیز سے جس کا تصور یہ مشہور ہے اور یہ اصطلاح منیر سے ہے۔

العقیدہ :- اور وہ تصدیق قلبی ہے۔

العموم :- جو اشتراک سے صفات میں واقع ہوتا ہے۔

العدل :- وہ ایک بھید ہے جس پر آسمان زمین اور جوائیں ہیں قائم ہے۔

العقل العادی :- وہ عقل ہے جو وہم و خیال کی آمیزش سے امن میں نہیں ہے۔

العقل المحقق :- جو اس کے مقابل ہے۔

العقاب :- علم ہے

العقل الاول :- عقل اول جبریل علیہ السلام میں اور یقین اول کو بھی کہتے ہیں۔

عقل کل :- بعض جبریل کو اور بعض امراہیل کو بھی کہتے ہیں۔

عقول :- عالم ارواح کے نفوس ہیں ملائکہ و اجسام سے اور عرش سے تحت الشریٰ تک عناصر و موائے۔

الجمال المحاب :- اس حق باری کو کہتے ہیں جو قدر سے سورج کی روشنی کو چھپا دیتا ہے۔ یہ لغوی معنی ہیں۔ اصطلاح

تصرف میں وہ تعین ہے جو جامع ہو تمام تعینات کا اجمالی طور پر اس کو تعین اول بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس سے

حضرت واحدیت مراد لیتے ہیں۔

العلۃ :- عبارت ہے بندہ کی بقا لذت کے عمل یا حال یا مقام میں اسم کا بقا ہے صفت کے ساتھ۔

العمدة معنویہ :- روح عالم د قلب عالم اور نفس عالم کو کہتے ہیں۔

العتقا :- کنا ہے ہیولی سے اس لیے کہ ہیولی عتقا کی طرح دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور ہیولی بغیر صورت کے

متشخص نہیں ہو سکتا۔ بظاہر موجود نہیں ہو سکتا۔ ہیولی مطلقہ معقولہ تمام اجسام میں مشترک ہے۔

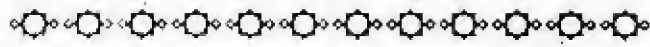
عوالم الیس :- حضرت احدیت کی طرف سے تمام مراتب نازلہ کہہ سکتے ہیں اس لیے کذات اندس تنزل فرما کر

تعینات کے ساتھ مراتب میں جلوہ گن ہو کر متصف ہوئی صفات روحانیہ مثالیہ حیثیت سے۔

العین الثابۃ :- حقیقت شئی حضرت علیہ (الہی) میں جو ابھی موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے۔ ثابت ہے علم

الہی میں مرتبہ الثانیہ میں۔

عین الشئی :- عین اشیاء حق ہے۔



عین اللہ و عین العالم۔ انسان کامل ہے جو حقیقت برزخیہ کبریٰ کے ساتھ متحقق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسکی نظر سے نظر فرماتا ہے عالم پر اور اسی کے وجود سے مخلوق پر رحمت فرماتا ہے مینا کہ ارشاد ہے :-

لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)
چونکہ اللہ تعالیٰ اسم البصیر کے ساتھ متحقق ہے ناچار وہ دیکھتا ہے عالم تعین میں یہ اسم اور اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الحیوانات: اسم الحی کا باطن ہے اور اس کے بعد کہ تحقیق پائے حسی سے اور چشم حیات سے شریعت پئے العید: ما بعد علی القلب من التجلی و وقت تجلی کیفیت کان۔ یعنی عید وہ کیفیت ہے جو تجلی کے وقت دل پر عائد ہوتی ہے جیسا بھی ہو۔

عین المحکم:- زبان فرحت سے دعا کے وقت نہایت خصوصیت کا ظاہر کرنا ہے

شرف غ

الغراب:- جسم کلی سے کنایہ ہے اور جسم کلی حضرت امدیت کے عالم قدس سے بغایت در ہے اس لیے اس کا ادراک نوریت اس بعد کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور غراب (کوا) بعد درنگ میں اس کے مانند ہے۔
الغشاوہ:- وہ چیز ہے جس کے باعث آئینہ دل مکدر ہو جائے۔

الغنی:- مالک تمام اغنی بالذات صرف ذات حق تعالیٰ ہے کہ حقیقت اشیا اس کی ملک ہے اور بندہ غنی وہ ہے جو حق کے ساتھ غنی ہو اور غیر حق سے مستغنی ہو پس جس کے پاس (ساتھ) حق ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے بلکہ غیر حق کو نظروں میں نہیں لاتا۔ جب بندہ مطلوب کو پالیتا ہے تو وہ شہود محبوب سے خوش ہو جاتا ہے۔ (شہود محبوب کی بشارت حاصل ہوتی ہے)۔

الغوث:- وہ قطب ہے کہ جب اس سے پناہ لی جاتی ہے تو اس وقت وہ اسم غوث سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور چند نام ہیں کی ذات متبرکہ پر بولے گئے ہیں قطب اور قطب المدا اور انسان کامل اور جہانگیر اور مثل اس کے۔
الغربة:- بمقابلہ دوری وطن کے تلاش مقصود میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حال سے غربت اس کی لازمی حقیقت ہے۔

غربة الحق:- معرفت غیب سے دہشت کی وجہ سے۔

غیبة القلب:- اس علم سے جو جاری ہے احوال خلق سے جس کو مشغول کر لیتا ہے۔

الغیب:- ہر وہ چیز جس کو حق نے بندہ سے اس کی وجہ سے چھپایا نہ کہ اپنی طرف سے۔

غیب الہویۃ و غیب المطلق :- ذات حق ہے باعتبار لائقین کے۔
الغیب المکنون والغیب المصنئون :- ذات اور کئے ذات ہے

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَكَبِيرٌ فِي عِندِ مَنْ يَعْلَمُ ۚ اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا۔

مصرعہ :- غیر او قدر او نہی واند غیر حق قدر حق کو کیا جانے
الغیب الدین :- ایک صد اور رک ہے اور صد بار یک پردہ ہے جو روشن ہوتا ہے تصفیہ سے اور زائل ہو جاتا ہے نور تجلی سے بواسطہ بقا ایمان کے اس کے ساتھ لیکن غیب شہود سے فراموشی ہے یا شہود سے پردہ میں ہو جانا ہے صحت اعتقاد کے ساتھ۔

شرف

الفتوح :- یہ رقیق کا مقابل ہے تفصیل ہے مادہ مطلقہ کی مادہ نوعیہ کی صورتوں میں مع ظہور اس کے جو باطن ہے حضرت واحدیت میں نسبت اسمائہ سے اور ظاہر ہونے اس چیز کے جو پوشیدہ ہے ذات احدیت میں شیون ذاتیہ سے جیسے حقائق کو نہ تعین خارجی کے بعد۔
الفتوح :- جو کشادہ ہو بندہ پر بعد اس کے کہ بند تھا اس پر ظاہری و باطنی نعمتوں سے جیسے ادا تیں اور عبادتیں اور علوم اور معارف اور مکاشفہ وغیرہ۔

الفتح القریب :- وہ چیز جو کشادہ ہو بندہ کے دل پر مقام دل سے اور ظاہر ہوں اس پر دل کے صفات و کمالات وقت طے کرنے اور قطع کرنے منازل نفس کے چنانچہ اسی مقام کا اشارہ ہے :
نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَكَبِيرٌ فِي عِندِ مَنْ يَعْلَمُ ۚ اللہ کی طرف سے مدد اور قریب آنے والی فتح

الفتح المبین :- وہ چیز ہے جو کشادہ ہو بندہ پر مقام ولایت و تجلیات الوار اسما الہیہ سے جو مٹا دینے والے ہیں دل کے صفات و کمالات کو اشارہ ہے اس حالت کی طرف قول اللہ تعالیٰ کا :-
رَأَيْنَا فَتَحَنَا لَكَ فَنُفِخْنَا فِي سُورٍ مَّبِينٍ ۚ بے شک فتح دی ہم نے تمہارے لئے روشن فتح
یعنی صفات نفسیہ و قلبیہ کو۔

الفتح المطلق :- یہ تمام فتوحات (باطنی میں) اعلیٰ اکمل و اعظم ہے۔ اور یہ وہ کیفیت یا حال ہے جو بندہ کے لیے فتح کر دیتی ہے تجلیات ذات احدیت کو اور بندہ تمام رسوم خلقیہ کی فنا کے بعد عین جمع میں پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

۱۵ پ ۲۲ سورہ زمرہ ۶ ۱۵ پ ۲۸ الصف ۳ ۱۵ پ ۲۶ الفتح ۱

۱۵ حضرت علی بن عثمان بکری قدس سرہ "کنف المحجوب" میں اس کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں "غیب" دل پر ایک بار یک پردہ پہنا ہے جو استغناء سے اٹھ جاتا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک لطیف و دوسرا غلیظ۔ غلیظ کا فروں اور غالفوں کے لئے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ لے جب اللہ کی فتح اور مدد آئے
 الفترت :- انکسار اور ضعف کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حرارت کا ساکن ہو جانا ہے جو طالب کے
 لیے ہدایت میں لازم ہوتی ہے۔ (ہدایت میں طالب کی حرارت کا سکون فترت ہے)۔
 الفرق الاول :- خلق کی وجہ سے حق سے احتجاب اور رسوم حلقیہ کا باقی رہنا فرق الاول ہے۔
 الفرق الثاني :- قیام خلق کا شہود ہے حق کے ساتھ اور وہ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت ہے۔ اور
 غیر سے پردہ میں ہو جانا ہے جو وحدانیت کے وحدت و کثرت سے۔
 الفرقان :- عالم تفصیل ہے جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان اور قرآن عظیم الہی اجمالی ہے جو
 تمام حقائق کا جامع ہے۔

فرق الجمع :- مراتب میں واحد کا اپنے ظہور میں کثیر ہونا اس سے مراد احدیت کا ظہور شیون ہے۔
 فرق الوصف :- ظہور ذات باعتبار احدیت ہے ان اوصاف کے ساتھ جو حضرت واحدیت میں ہیں
 الفرق بین المتخلق والمتحقق :- متخلق وہ ہے جس نے بالقصد و بالارادہ اوصاف حمیدہ اور نقصان
 اخلاقی کو حاصل کیا ہو اور کینگیوں اور برائیوں سے پرہیز کیا ہو اور اس کے لئے اسمائے الہیہ ہیں اور متحقق وہ ہے
 یعنی متحقق باسمائے الہیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف و اسماء کا مظہر بنا یا ہو اور اس پر
 اپنے اسماء و اوصاف کی تجلی فرمائی ہو اور اخلاق و اوصاف میں سے محو ہو گئے ہوں۔
 الفرق بین الکمال والشرف والحسنہ :- کمال سے مراد اسمائے الہیہ اور حقائق کو نیہ کا حصول ہے
 جس شخص میں ان اسمائے الہیہ اور حقائق کو نیہ کا حفظ و فرمودہ ہو گا اور ان کا ظہور ہو گا یہ تم ہو گا اور جمعیت الہیہ نام
 اسمائے صفات کے ساتھ اس میں جتنی زیادہ ہر کی اتنی ہی اس کا کمال زیادہ ہو گا اور جس میں اسمائے الہیہ سے یہ حفظ
 کم اور ناقص ہو گا اتنی ہی وہ مرتبہ خلافت الہیہ سے بعید تر ہو گا۔ لیکن شرف عبارت ہے اللہ جانے سے درمیان کی
 چیزوں سے موجود اور موجود کے درمیان اور ہر شے کہ اس کے اور حق کے درمیان وسائط کم ہوں اور اس کے احکام
 و جوہر اس کے احکام امکان پر غالب ہوں تو وہ غالب ہے اور اگر وسائط زیادہ ہوں اس کے اور حق کے درمیان
 توازن ہے تو عقل و ملکہ مقررین انسان سے کامل اشرف ہیں اور انسان ان سے زیادہ اکمل۔
 الفطور :- خلق کی تمیز حق سے تعین اور توازن تعین کی وجہ سے۔

الفہو انیہ :- عالم مثال میں مکالمہ (اَنْتَ بِرَبِّکُمْ قُوْنُوْا اَنْتَلٰمَ) کے طریقہ پر حق کا خطاب ہے۔
 الفیض الاقدس :- صمد عیان میں جو خود اس کے علم میں تقیہ حق سبحانہ کا ظہور باعتبار ان ان صور عیان
 کی قابلیتوں اور ان کی قبول فیض کی استعداد کے ساتھ۔

الفیض المقدس :- عبارت ہے ظہور وجود حق تعالیٰ سے پست احکام و آثار و اعیان سے اور یہ دوسری تجلی ہے مرتب ہے تجلی اول پر یہ مرآۃ الحقائق سے منقول ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے۔

شرف ق

القابلیۃ الاولى :- اصل اصول ہے اور یہ تعین اول ہے۔

قابلیۃ الظہور :- محبت آل ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے۔ (جو اس حدیث قدسی کا مشائر الیہ ہے) فاصحبت ان اعراف فخلقت الخلق لاسعاف (چونکہ میں اس بات کو دوست رکھتا تھا۔ کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانیں)۔

قاب قوسین :- امر الہی (جس کا نام دائرہ وجود ہے) میں اسماء کے درمیان تقابیل کے اعتبار سے قرب اسماء کو قاب قوسین کہتے ہیں۔ جس طرح بداد (تخلیق) و اعادہ، نزول و عروج، ناعلیتہ و قابلیتہ میں تقابیل ہے یعنی یہ وہ اتحاد ہے حق کے ساتھ جس میں تمیز قائم و اعتبار یہ باقی رہتی ہے۔

قرب الفرائض :- ذات بندہ کا ذات حق میں فنا ہو جانا جب حق آلہ بندہ بن جاتا ہے (کہ اس کا کام حق کا کام ہو جاتا ہے) تو اس کو قرب الفرائض کہتے ہیں۔ اور اگر بندہ آلہ حق بن جاتا ہے تو اس کو قرب نوافل سے موصوم کیا جاتا ہے۔

القبض :- قبض و خوف و رجاء اور بسط کے درمیان فرق یہ ہے کہ خوف و رجاء کا تعلق متوقع، مرغوب و مکروہ امور سے ہوتا ہے (مرغوب سے رجاء اور مکروہ سے خوف) لیکن قبض و بسط کا تعلق وقت حاضر سے ہے نہ کہ آئندہ سے (یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)۔

القدم :- سابقہ ازلی اور عنایت لم بزی ہے۔ اپنے اس حکم سے حق تعالیٰ بندہ کو کمال پر پہنچا دیتا ہے اور اس کی استعداد کو تمام کمال کر دیتا ہے۔ بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ آخری عطا ہے۔ جیسا کہ سرور کوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزال جہنم یقول هل من یدحقّ یضع البصار فیہا قدمہ فیقول فط۔ فط۔ (جہنم برابر یہ کہتا رہے گا کہ کچھ اور کچھ اور ڈالو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا پس وہ کہے گا۔ بس بس !!)

اس میں بہت آخر کو قدم کہتے ہیں۔ کیونکہ قدم آخری عضو ہے کسی شے کی صورت کا اور یہ آخری عطا ہے حق تعالیٰ کے عطیوں سے کہ قریب فرماتا ہے بندہ کو کسی اسم سے کہ جب بندہ اتصال پاتا ہے تو کامل ہو جاتا ہے۔

قدم الصدق :- بے حد اور اعلیٰ درجہ کی لطف و کرم حوالہ تعالیٰ اپنے صالح اور مخلص بندوں کو عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَلَيُبَشِّرَ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الأنعام)
(مومنوں کو یہ خوش خبری پہنچا دی جائے گی کہ ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک قدم صدق ہے)
القرب :- حق اور بندہ کے درمیان عہد سابق کرونا کرتے کا نام "قرب" ہے۔
القش الفرااد :- ہذا العلم الدانی الاجمالی الجامع للحنائق کلاھا۔

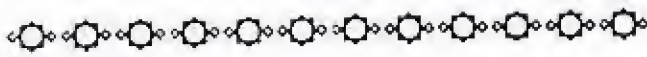
قشر علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔ یعنی علم باطن مغز کی طرح ہے اور علم ظاہر پرست کی مانند ہے گو یا قشر شریعت سے (مغز) طریقت کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور طریقت سے حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اس لیے کہ جس کا حال طریقت شریعت سے محفوظ نہیں ہوتا (شریعت اس کی نگہباز نہیں ہوتی) اس کا حال انجام آخر کار دوسرہ اور خواہش نفسانی بن جاتا ہے۔ ولنعوذ باللہ من العور بعد الکور (میں ترقی کے بعد تنزل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں) اور جو کوئی حقیقت کی حفاظت طریقت سے نہیں کرتا تو اس کی حقیقت میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ الحاد زندہ کتہ پہنچ جاتا ہے۔
القطب :- وہ ایک ذات ہے جو تمام عالم میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔

القطبۃ الکبیرۃ :- قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور یہ باطن پیغمبر ہے۔ قطب الکبر اصرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثان خاص ہیں سے کسی کو یہ منصب ملتا ہے۔ پس قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن شریف پر (جس طرح آپ خاتم انبیاء ہیں اسی طرح آپ کے باطن شریف پر قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے)

القیامۃ :- موت کے بعد دائمی حیات کی طرف اٹھنا ہے اور یہ تین قسم پر ہے پہلی قیامت موت طبعی کے بعد حیات کی طرف اٹھنا ہے کسی ایک بزنخ علوی یا سفلی میں موافق حال دنیا کے مردوں کے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کما تبعثون تہود قون وکما تبعثون تبعثون (جس طرح تم مبعوث ہوئے مرد گئے اور جس طرح مرد گئے مبعوث ہو گئے) اور یہ قیامت صغریٰ ہے جس کا اشارہ ہے قول من مات فقد قامت قیامتہ (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی) اور دوسری قیامت موعود دائمی قلبی زندگی کی طرف اٹھنا ہے عالم قدس میں جیسا کہ فرمایا کہ ارادہ سے رجاء و تامل طبیعت سے ہوائی

عہ پ ۱۱ یونس ۲

۱۔ تصوف پر تنقید کرنے والے کا شش اس قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ شش ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے ان اقوال کا ساطعہ کیا ہوتا۔ منزعج



پادریہ قیامت وسطیٰ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور من کان میثاقاً فیہ۔ (کیا جو تھا مردار تو زندہ فرمایا ہم نے) یہ نور ولایت بنایا گیا ہے اور تیسری قیامت اھلبے حق تعالیٰ میں نماہرے کے بعد حقیقی حیات کی طرف بقا بالحق سے وقت ادریہ قیامت کبریٰ سے جس کا اشارہ کیا گیا ہے :-
فاذا جاءت النظارۃ الکبریٰ پس جب آئی قیامت کبریٰ)۔

القلب :- ایک نرانی جوہر مجرد ہے جو روح و نفس کے درمیان واقع ہے یہ جوہر النہایت سے منقطع ہو جاتا ہے حکمائے ان جوہر کو مرکب تسلیم کیا ہے اور اس کو نفس و بدن میں مقوم مسلط سمجھتے ہیں اور اس کو قرآن پاک میں الزاجہ (شیشہ کانچ) کے مثل بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد ربانی میں ہے :-
اللّٰهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ مِثْلُ نُوْرٍ مِّثْلُ مَوْرِدٍ مَّسْكُوْرٍ فَمِنْ مَضْیٰخِ الْاَلْبَصَارِ فِیْ ذُوْجِ الْجَوْدِ
ترجمہ :- اللہ نور سے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مشاں ایسی ہے جیسے ایک علقہ کراس میں چراغ ہے اور وہ چراغ فانوس میں ہے۔

القوامع :- مقفیات طبع و نفس و ہول سے باز رکھنے والے موافق ہیں۔ قوامع اللہ کی امداد میں اور سیر فی اللہ میں تائیدات الہی ہیں اہل عنایت پر۔

شرف ک

الکتاب المبین :- روح محفوظ کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ذَلَا تَطْبُؤُا فِیْ سِکِّتِ الْکِتَابِ مَبِیْنٍ (بر خشک اور ہر تہ روح محفوظ میں موجود ہے)۔

الکل :- حضرت داعدیت الہیہ کے اعتبار سے اسم حق ہے جو تمام اسماء کا جامع ہے اور اسی اعتبار سے کہا گیا ہے
اَحَدًا بِالذَّاتِ وَکُلًّا بِالْاَسْمَاءِ (ذات کے اعتبار سے احد اور اسماء کے لحاظ سے کل)۔
الکلمۃ :- ماہیات داعیان متعلق موجودات خارجیہ کے مراد سے مراد ہے لیکن معقولات خاص ہیں کلمہ معنویہ کے ساتھ اور کلمہ وجودیہ سے غنیہ اور کلماتہ سے جدا ہے۔ وہ ماہیت جو باعتبار وجود اور لازم وجود کے ہے اسکو حرف غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت اپنے لازم (وجود) کے ساتھ ہے تو اسے کلمہ غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت وجود بے لازم کے ساتھ ہو تو اسے حرف وجودیہ کہتے ہیں۔

کلمہ آنحضرت :- کلزکن کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-
اِنَّمَا اَمْرٌ اِذَا اَرَادَ شَیْءًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝

(اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس کو فرمائے جو ہر تہ فوراً ہو جاتی ہے)۔

کلمہ کن محل صورت میں ارادت کلمہ ہے وہ ارادہ کرنے والے کے ارادہ کا تعلق ہے مگر وہی ہے۔

۱۵ پ ۱۸ النور ۲۵ پ ۱۵ الانعام ۵۹ پ ۲۲ یونس ۲۲

کمال ذاتی :- ذات کا ظہور ہے اپنے بطون میں اور اندراج الکل ہے اس کی وحدت میں اسکی تمام صورتوں اور احکام کے ساتھ جو مراتب الہیہ کریم میں مشاہدہ میں آتے ہیں اثبات ہوتے ہیں اور ظہور میں آتے ہیں اور اس اعتبار سے کمال ذاتی ظہور موجودات سے مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ **إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** (اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے مستغنی ہے، بعض ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ کمال ذاتی تعین اول میں ہے اور کمال اسماء تعین ثانی میں۔

کمال اسمائی :- ظہور ذات ہے تعینات میں برافق معلومات علیہ کے صمد خارجیہ میں جو آئینہ صفات ہیں اور موسوم ہیں غیر ہوا سے توشے کا ہونا اس کا ہونا ہے شے میں بالقوہ
الكشف :- کشف سے مراد وہ عقیدہ یقینیہ ہے جو قطع علائق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ خداوند کی طرف متوجہ کامل ہو۔ کشف تمام جمع سے پہلے ہے اس لیے کہ کشف جمع کو فرق کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔

الکنز المخفی :- ہویت احدیت مکنونہ در غیب (غیب میں پوشیدہ ہویت احدیت) ایسی ہریت ہر باطن کا بطون ہے۔

الکنود :- شریعت میں تارک خرائض ہے اور طریقت میں تارک فضائل ہے و حقیقت میں وہ نادان ہے جو اس چیز کا خواہاں ہو جس کو خدا نہیں چاہتا اور جو مشیت حق میں حق سے نزاع کرتا ہے اور نعمت حق کا حق شناس نہیں ہے۔

کون الغطوس :- غیر مشیت ہے اور بیاں فطور حق سے تعین کی وجہ سے خلق کی تمیز ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ کثیر واحدی جو حق ہے تیز تعینات کے باعث موجب تفرقہ جمعیت الہیہ و احدیہ ذاتیہ نہیں ہے۔

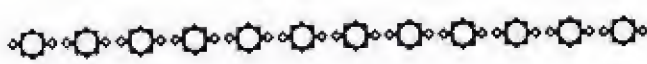
کوکب الصبح :- پہلا نور جو تجلیات و اطلاق سے رخ کرتا ہے اس منظر پر جو نفس کلیہ کی منظریت کے ساتھ متحقق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ مَرَّا كَوْكَبًا دُہس جب ان پر رات کا اندھیرا آیا (کچھ رات بھیگی) تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا**

الکیمیاء :- موجود پر فناء و عدم مفقود کے لیے تشریش کو ترک کر دینا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں **التقاعن کنز لا یغنی** (تقاعن ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا)۔

کیمیائے سعادت :- اخلاق کی درستگی ہے کینکوں سے بچنے اور نفس کو برائیوں سے پاک کرنے اور فضیلتوں کے حاصل کرنے اور زیور کمالات سے آراستہ ہونے سے۔

کیمیاء العلوم :- باقی رہنے والی اخروی پر نیچی کو بعض دنیوی مٹنے والی تھوڑی چیز کے بدل لینا ہے۔

۱۰۔ پ ۱۰ عنکبوت ۶۔ ۱۱۔ پ ۱۱ انعام ۷۷،



کیمیاء الخواص: دل کا خالص کر لینا ہے کون سے مکون کے پردہ میں۔

مشرف ل

اللائح :- جو زنجلی سے ظاہر ہو پھر پوشیدہ ہو جائے اور اسکو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔
اللاہوت :- وہ حیات جو تمام اشیاء میں جاری و ساری ہے اور اس کو عالم احدیت بھی کہا گیا ہے بعض نے اس کا اطلاق وحدت پر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ ناسوت اس کا محل ہے اور یر روح ہے۔
اللب :- وہ عقل جو زرقندس سے منور ہو اور ادہام و تخلیات کے قصور سے پاک صاف ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولَٰئِكَ لَئِيْلَهُمْ
ترجمہ :- کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں بلیغوت تو وہی مانتے ہیں جو عقل دالے ہیں۔
لب اللب :- مادہ نور الہی قدیم ہے جس کے باعث عقل تائید پاتی ہے اور تخلیات و ادہام کے قصور سے باہر آ کر علوم صحیحہ کا ادراک کرتی ہے جو بالا میں اس مدرک کے ادراک سے جس کا دل کون سے لگاؤ رکھتا ہے اور یہ علم محفوظ ہے اُس عالم کی سمجھ سے جو پردہ میں ہے علم رکھی کے اور وہ حسن سابقہ سے ہے جو مقفی ہے حسن خاتمہ کا۔

اللبس :- یہ وہ صورِ عنفریہ ہیں جو حقائق روحانیہ کا لباس ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلْنَسْأَلِيْنَهُمْ مَا يَلْبِسُوْنَ ۝ ۵۰
جب بھی اللہ مرد ہی بناتے اور ان پر وہ وہی شبر رکھتے جس میں اب پڑے ہیں
اور اس لبس کی وجہ سے حقیقتہ الحقائق صورِ انسانیہ ہیں جیسا کہ اس کلام قدسی میں اشارہ فرمایا گیا ہے اولیائی
تحت تباہی لا یعرفہم غیری (اولیاء میری تباہی کے نیچے ہیں اور ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا،
اور اللبس وہ ہے جس سے پند الہی واقع ہو ان کانوں کو جو یاد کرنے والے ہیں اسکو جس کا ارادہ فرماتا ہے کہ ان کو سکھائے۔

لسان الحق انسان کامل ہے جو منظریت اسم المتکلم سے متعلق ہو۔
اللطیف :- وہ اشارہ جس کے معنی دقیق ہوں مگر اُس اشارہ سے ایک معنی فہم میں روشن ہو جو عبارت میں نہ آ سکے۔
اللطیفہ الانسانیہ :- لطیفہ انسانیہ کہ حکماء نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور صاحب دل حضرات "دل"
کو کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں روح کا تنزل ہے نفس کے مرتبہ قریب کی طرف۔ اس کو نفس سے ایک اعتبار

۱۵ پ ۲۳ الزمرہ ۱۵ پ ۹ انعام ۹

سے مناسبت ہے اور ایک اعتبار سے روح سے مناسبت ہے اگر درجہ اول موجود ہو تو اس لطیفہ انسانیہ کو صدر کہتے ہیں۔ اور اگر درجہ ثانی موجود ہو تو پھر اس کو دل کہتے ہیں۔

الروح :- وہ کتاب مبین ہے اور نفس کلیہ کو کہتے ہیں۔

الروح :- بجس کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور فوراً چھپ جاتا ہے۔ لوائح لائحہ کی جیسے ہے اس کا اطلاق اس شئی پر کیا جاتا ہے جو جس کے لیے عالم مثال سے ظاہر ہو اور یہ کشف صوری سے ہے لیکن پہلے معنی کے لحاظ سے لائحہ کشف معنوی سے ہے جناب قدس سے۔

الوامع :- روشن انوار جو مبتدی کے لئے پیدا ہوتے ہیں کمزور نفس والوں پر یہ نور عالم خیال سے جس مشترک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ اس کا حواس ظاہر سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ان انوار کو مثل تاروں اور چاند سورج کے انوار کی طرح دیکھتے ہیں اور ان انوار سے ان کا ماحول روشن ہو جاتا ہے اگر یہ انوار قبر میں تو سرخ رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اگر انوار لطف کے غلبے میں تو زرد اور سبز رنگ میں نظر آتے ہیں۔

لیلة القدر :- وہ رات ہے جو سالک کو تجلی خاص سے مشرف کراتی ہے تاکہ وہ اس تجلی کی بناء پر اپنے قدر و مرتبہ کو پہچان سکے جو محبوب کی نظر میں ہے۔ اور یہ وقت سالک کے وصول کی ابتداء ہے عین جمع تک اور اہل کمال کے لیے معرفت میں ایک مقام ہے (یعنی اہل کمال کا معرفت میں یہ ایک مقام ہے)۔

شرف م

المسالک والمسلوک (اجلہ) عمل معنوی میں سب سے عظیم عمل ہے اور یہ انسان کامل کی حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (مدیریت قدسی) لولاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ کی ذات مقصود نہ ہوتی تو یقیناً افلاک نہ پیدا کرتا) شیخ ابرطال بکی قدس سرہ اپنی تصنیف "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں "افلاک و اُروہ ہیں بنی آدم کے انفس کے ساتھ ساتھ شیخ اکبر (محمی الدین عربی) کا بھی یہی ارشاد ہے۔

مائتہ القدس :- وہ علم ہے جو نفس کو پاک کرتا ہے طبیعتوں کے میل سے اور خواہش کی برائیوں کی نجاست سے یا شہود حقیقی ہے تجلی قدیم کا جو حدت کو دفع کرنے والا ہے۔

المبدأ البیہ :- یہ محض ایک اضافت ہے ذات صمدیت کی تقدیم کے اعتبار سے حضرت واحدیت کے ساتھ کہ تمام تعینات کا منشاء ہی ہے اور اسامہ و صفات و اضافات و اعتبارات عقلیہ کی ایک نسبت ہے۔

المبدأ :- اعتبارات و اضافات اور نسبتوں کا سرچشمہ و خزانہ ہے ظاہر و باطن ہے میدان تعلقات و اذہن میں ۔ اور وجود مطلق واحد واجب العبادات ہے تعین وجود سے نسبت علمیہ ذاتیہ میں اور اس نسبت کی حیثیت سے محقق حق کو مبدا کہتے ہیں ۔

میادی التہایات :- عبادت کے فروض (فرائض) ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ نہایت سلسلہ کمال قرب ہے اور حقیقت سے واصل کرنے والی ہے ۔ اسی طرح نہایت نزکۃ از روئے معنی و انخاص مشغولیت حق میں غیر حق کا بدل ہے (غیر حق سے نفع ختم کر دینا) نہایت صوم رک جانا ہے یا خود کو رک لینا ہے رسوم حقیقیہ سے اس طرح کہ ذات حق میں فنا ہو جائے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث تہسی) الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا ہوں) اسی طرح نہایت حج یہ ہے کہ معرفت کا وصول ہو اور بقا بعد از فنا کا تحقق ہو اسلئے کہ تمام مناسک حج جو وضع کئے گئے ہیں وہ منازل سالک کو اس مقام احدیت تک پہنچا دیتے ہیں جہاں جمع و فرق موجود ہے ۔

المبادی الاول :- جیسے عقل کل نفس کل اور دوسرے نزل کے مراتب نوع اخیر تک ۔

مبنی التصوف :- روایت ابو محمد ردیم تین خصلتیں ہیں فقر و احتیاج اور صرف و ایثار اور ترک اعتراض و اختیار ۔

المتحقق بالحق :- وہ محقق ہے جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے ہر متعین میں بغیر اس کے تعین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگرچہ مشہود ہے ہر مقید میں اس کے اسم یا صفت یا اعتبار یا حیثیت سے وہ محصور نہیں ہوتا ان مقیدات میں اور نہ مقید ہوتا ہے اس تقید سے ، یہ تقید نہ اطلاق ہے اور نہ تقید ۔

المتحقق بالحق والخلق :- وہ صاحب نظر جو اس امر کا مطالعہ کرے کہ ہر مطلق وجود میں اپنے تقید کی کوئی وجہ رکھتا ہے اور ہر مقید کی اطلاق کے ساتھ ایک وجہ موجود ہے اور وہ اس امر کا بھی مشاہدہ کرے کہ وجود حقیقی ایک ہے اسکی وجہ و ہر مطلق ہے اور ایک وجہ سے مقید ہے اس منظر کا مشاہدہ بطریق ذوق کے متحقق ہوتا ہے حق اور خلق کے ساتھ اسی طرح فنا و بقا کے ساتھ ۔

المجذوب :- وہ شخص ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے لیے قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ انس کے لیے اس کو اختیار فرمائے اور اپنے باب مقدس سے اس کو تقدیس عطا فرما کر مقدس بنادے اور تمام نعمتیں اس کو اس طرح عطا فرما دے کہ وہ تمام مقامات کو بغیر کسی تکلیف و مشقت و طلب کے طے کرے ۔ اس فقیر یعنی حضرت

شیخ الشیوخ ردیم ابن احمد المتوفی سنہ ۸۵۰ھ توفیل کے لیے دیکھیے نعمات الانس از حضرت جامی قدس سرہ و طبقات الصوفیہ لے کتاب التخریفات میں مجذوب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے ۔ کہ مجذوب وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندوں میں سے چن لے اور وہ بغیر جہد و کوشش کے تمام مراتب و مقامات عالیہ پر پہنچ جائے (التخریفات)

اس بنیاد پر کہ ممکنات ہیں معدوم ہیں اور اعیان ممکنات کے لئے آثار ہیں اُس وجود میں جو ظاہر ہے اعیان میں اور وجود عین حق ہے اور وجود کی نسبت اعیان کی طرف ایک اعتباری نسبت ہے اور افعال و تاثیرات وجود کے تابع ہیں اور اعیان معدوم اور معدوم نہ مؤثر ہو سکتا ہے نہ فاعل بلکہ موجود حق ہے۔ تعالیٰ شانہ وجل جلالہ ایک اعتبار سے حامد اور ایک اعتبار سے محمود پس حق ہے جو عابد ہے باعتبار تعین و تقدیر کے صورت عہد میں اور وہ ایک شان ہے شیون ذاتیہ سے اور حق معبود ہے باعتبار اطلاق کے اور ذات عہد نے عہدِ اہلیہ میں جگہ پائی وَمَا ذَمِّیْتَ اِذْ ذَمِّیْتَ وَلَکِنَّ اللّٰهَ رَمٰیْہٗ اِذَا رَمٰیْہٗ پھینکا تم نے جب کہ پھینکا تم نے لیکن اللہ نے پھینکا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی تَلٰثَہٗ اَوْ اَکْثَرُ اِلَّا هُوَ رَبُّہُمْ وَلَا خَیْصَہٗ اِلَّا هُوَ سَامِ سَمُّہُمْ وَلَا اَکْثَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرُ اِلَّا هُوَ مَعْبُودٌ (نہیں ہوتی سرگوشی تین لوگوں کی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کی گیارہ اُن کا چھٹا ہے اور نہ کم کی اس سے اور نہ زیادہ کی مگر وہ اُن کے ساتھ ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثٌ تَلٰثَہٗ (بے شک کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین کا ایک ہے) پہلی آیت میں اثبات فرمایا کہ چوتھا ہے تین کا دوسری آیت میں تین کے دوسرے تیسرے کی نفی فرمائی کیونکہ اگر کوئی ایک تین سے وہ ہوتا تو ممکن ہوتا ان کی طرح اسکی شان اُس سے پاک و برتر ہے ہاں اگر چوتھا ہو تو تین کے سوا ہو، باعتبار حقیقت کے اور عین اُن تین کا ہو باعتبار وجود کے یا غیر ہو باعتبار تعینات غیر کے اور عین غیر ہو باعتبار حقیقت عین کے۔

المحقق :- وجود عہد کا ذات حق میں فنا ہو جانا جس طرح محو ہے کہ افعال عہد کا فعل حق میں فنا ہو جانا ہے۔ اسی طرح وجود عہد کا ذات حق میں فنا ہو جانا محقق ہے۔ جس صفات حق میں بندہ کی صفات کا فنا ہو جانا ہے۔ ہر وہ فعل جو کسی شئی سے صادر ہوا اس کو فاعل مطلق (فعال لہما یرید) کا فعل سمجھنا اور دوسرے یہ کہ ہر صفت جو کسی موصوفہ میں پائی جائے اس میں صفات حق کا مشابہہ کرنا۔ اور جس وجود نہ پائے غیر وجود حق کے۔

المحاضر کا :- حق کے ساتھ دل کی حضوری ہے اس طرح کہ اسمائے حق تعالیٰ و تقدس سے فیض حاصل کیا جائے

المحاذات :- غیر حق کو فراموش کر کے بندہ کا حاضر ہونا ہے ذات حق کے ساتھ مراقبہ میں۔

المحاذات :- عالم ملک سے کسی صورت میں ظاہر ہو کر بندہ سے حق تعالیٰ کا خطاب فرمانا جس طرح شجرۃ الطور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔

المخدع :- مقام مترقطب ہے افرادِ اصیلین سے۔

المدد الوجودی :- حق تعالیٰ موجودات کی مدد فرماتا ہے نفسِ رحمانی سے وجود میں تاکہ ترجیع دیتا ہے وجودِ عالم کو عدمِ عالم پر اور وہ تحلیل ہونے میں بدل دیتا ہے غذا سے لہر نفس کو مدد عطا فرماتا ہے ہوا سے جو

ظاہر محسوس ہے لیکن جمادات و افلاک و روحانیات تو عقل حکم کرتی ہے ان کے وجود کے رجحان کی ہمیشگی پر مزج کی وجہ سے اور مشاہدہ حکم کرتا ہے کہ ہر ممکن ہر آن میں خلق جدید ہے جیسا کہ فرمایا :-

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ (بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں)

المراتب کلیتہ :۔ اول مرتبہ ذات احدیت ہے دوم مرتبہ حضرت البیہ ہے اس کا نام مرتبہ حضرت واحدیت ہے سوم مرتبہ ارواح مجردہ، چہارم مرتبہ نفوس عالم جمیع ملکوت و عالم مثال بھی کہتے ہیں پنجم مرتبہ مذہب جسے عالم شہادت بھی کہتے ہیں ششم مرتبہ کون و جامع یعنی انسان کامل جو مجلی ہے تمام مجموع اور تمام صور کا۔ اس طرح یہ مجالی یا مراتب جو پانچ کچے جاتے ہیں دراصل چھ ہیں۔ اس لئے کہ مجالی مظہر ہیں اور مظہر ہی سے مراتب ظاہر ہوتے ہیں۔ ذات احدیت کے مجلی چھ ہیں یہ واضح رہے کہ ذات احدیت میں تعداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اعتبار ذات احدیت ہی اعتبار کا سبب ہے کیونکہ عالمیہ اور معلومیہ اور اس مرتبہ کے تنزلات تمام مراتب کی اصل ہیں اور اس مرتبہ کے علاوہ مجالی باطن ہے یا ظاہر اور ذات احدیت کی مجلی انسان کامل ہے۔

مرآت الکون :۔ وجود و وحدانیت کا وہ مضاف ہے جس میں تمام اکوان اور ان کے اوصاف و احکام ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود ظہور اکوان کے باعث مخفی و مستور ہو جس طرح آئینہ کا جمال اور وجہ مرآتہ ظہور و صورتوں کے ظہور کے باعث پوشیدہ رہتا ہے۔

مرآتہ الوجود :۔ وہ تعینات جو شیئون باطن سے منسرب ہیں اور اکوان شیئون کی صورتیں ہیں اور شیئون تعینات کے ساتھ وہ وجود متعین ہے جو وجود کے آئینہ میں شیئون کی ظاہری صورتیں ہیں وجود و احدان و اکوان میں متعین ہے۔

مرآتہ الحضر تین :۔ حضرت وجوب و امکان اور آئینہ حفر میں انسان کامل ہے کہ وہ حضرت البیہ کا آئینہ ہے جو مظہر ذات ہے اپنے تمام اسماء کے ساتھ۔

المسافرة ۱۔ بندہ کے لئے ہے ستر میں اور عرف میں رات کی گفتگو ہے۔

مسالک جوامع الاثنیثیۃ :۔ اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذکر ذات ہے بفراسما و صفیہ و فعلیہ کے بلکہ عارف اسمائے ذاتیہ کے ساتھ اور ذکر کا شہد و اسماء ذاتیہ ذات ہے اور ذات مطلق ہے جو تمام اسماء کی اصل ہے اور تعظیم مطلق کے وجود کی اصل ہے جس میں تمام اوصاف حق شامل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی شناخت کی مہمانی اس کے علم یا وجود یا قدرت کے ساتھ تو گویا ان اوصاف کے ساتھ اس کو متعین کر دیا گیا۔ اور حق کی شناخت اگر اسماء ذاتیہ سے کہیں جیسے قدوس اور سبح اور سلام اور غنی اور اسی طرح کے دوسرے اسماء تو حق کی شناخت اور مجموع اسماء کہہ دیا گیا مستوی الا سم الا عظم بہ بیت الحرام ہے جو حق کے ساتھ وسعت پذیر ہے، یعنی کامل صاحب دل کا دل ہے۔

المعرفت :- حضرت احدیت :- ہے جو تمام اسماء الہیہ کا منشا ہے۔

المستتر هلك :- ذات احدیت میں فنا ہو جانے والا اس طرح کہ اس سے کوئی رسم باقی نہ رہے۔

المسئلة الغامضة :- اجماع ثابته ہیں کہ صور اسمائے الہیہ حضرت علیہ میں وجود کی احدیت کے اعتبار سے بین واجب الوجود ہیں۔

المستریح :- وہ بندہ ہے جس کو خداوند تعالیٰ مقررہ سے مطلع فرما دے اور اس طرح وہ یہ مطالعہ کرے کہ جو کچھ مقدور ہے اس کا وقت معلوم ہو وقوع پذیر ہونا واجب ہوگا اور جو کچھ مفقود نہیں ہے اس کا وقوع منتفی اور محال ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ المقتدا در کائنات (جو مقدور ہے وہ ہوگا)

مشارك شمس الحقیقت :- عین احدیت میں قائم کمال سے پہلے تجلیات ذات کا نام ہے۔

مشارك الفتح :- یہ تجلیات اسمائے میں اور تجلیات اسمائے اسرار غیب اور تجلیات ذات کی کنجیاں ہیں۔

مشرق الضمائر :- وہ منور جس کو اللہ تعالیٰ آکاہی فرما دے آدمیوں کے دلوں پر اس حد الباطن کے نور تجلی کی بزرگی ہے۔ جیسا کہ شیخ ابوالسعید ابوالخیر دلوں پر مطلع تھے۔

المضاہات بین الشیون والمخائق :- حقائق کونیہ کی ترتیب ہے حقائق الہیہ پر جو اسماء ہیں کہ ان اسماء کی ترتیب جب شیون ذات پر ہوگی تو یقیناً یہ اکوان ظلال اسماء ہوں گے اور اسماء ظلال شیون

المضاہات بین الاکوان :- اکوان کی نسبت ہے حضرات ثلاثہ یعنی حضرت وجوب و حضرت امکان و

حضرت جمع بین الوجوب والامکان سے۔ جو کچھ اکوان میں موجود ہے وجوب کے ساتھ اس کی نسبت جس قدر

زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی وہ اشرف و اعلیٰ ہوگا جیسا کہ ملک و درجہ و بیسط فکریہ اگر ہی نسبت امکان کے ساتھ قوی ہوگی تو پھر

اتنا ہی اخص اور ادنیٰ ہوگا جیسا کہ سفلیہ عنصریہ و بیسطہ و مرکبہ اور جس کی نسبت حضرت جمع سے زیادہ ہوگی وہ حقیقت

النسیہ ہوگی۔ اور ہر ان جو امکان کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور احکام کثرت کا اس میں غلبہ ہوگا وہ کافروں

اور مجربوں میں شمار ہوگا اور اگر وجوب کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوگا اور احکام وحدت کا اس پر غلبہ ہوگا اس

کا شمار سابقین و صدیقین میں ہوگا جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ، اور اگر یہ میلان برابر اور سادگی

ہوگا تو پھر دنیا میں اس پر کان مقتصر من المومنین وہ ایمان لانے والوں میں مقدار پر صبر

کرنے والانتہا کا اطلاق ہوگا اور باعتبار اختلاف کے دو طرفوں میں سے کسی ایک طرف اگر جھکاؤ ہے

تو ان پر یہ ارشاد صادق آئے گا۔ اختلف المومنون فی قوت الایمان وضعفہ مختلف

ہیں ایمان کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایمان والے

المطالعہ :- عارفوں کے لئے حکم سلطانی (حکم خداوندی) کے ابتدائی توقعات (فرائین) ہیں اور عارفوں سے

سوال ہونے سے اس کے بارے میں جو راجح ہو حوادث و مطالع کی طرف بولا جاتا ہے نورانیت مشاہدہ پر زمانہ

انوار فرمان اور اسکی چمک کی ابتداء میں۔

المطلع :- قرآن پاک کی تلاوت کے وقت (جو ذات خداوندی کا کلام ہے) متکلم کا شہود ہے جو اس صفت کلام کے ساتھ متجلی ہے جس کا مورد وہ آیت ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولكن لا یصورون بصفۃ المہیۃ ہی مصدق تلك الایۃ (اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے جلوہ فرما ہوتا ہے لیکن وہ اسے دیکھتے نہیں صفت الہیہ سے جو اس آیت کے موجب ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز مسجد میں امام موصوف پر حال طاری ہو گیا اور وہ سجدہ میں گر کر خاموش ہو گئے جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو ان سے اس کیفیت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا صاڈلت اکر درایتہ حتی اسمعھا من المتکلم۔ (میں ہمیشہ اس آیت کو پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ آج میں نے اس کو اس کے متکلم سے سنا) اور شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین مہروردی قدس اللہ سرہ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت امام کی زبان شجر موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھی کہ انہوں نے اس وقت سے انی انا اللہ کی آواز سنی۔ اور مشاہدہ جو مطالع وہ عام ہے کیونکہ مقام شہود حق ہے ہر شے میں کہ جلوہ فرما ہے اس صفت سے جس صفت کی وہ شے مظہر ہے جیسا کہ دار ہے حدیث میں ما من ایۃ الا ولھا ظہر و بطن و لكل حرف حد و لكل حد مطلع (کوئی ایسی آیت نہیں جس کی پشت پر ظاہر اور باطن نہ ہو۔ ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے)۔

معالم اعلام الصفات :- حضرت شیخ نعت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ معالم عدم سے مراد انسان کے اعضائے شریفہ ہیں۔ جیسے آنکھ۔ کان۔ کہ اس محل پر نعمات کے معانی و اسرار ظاہر ہوتے ہیں گریبا یہ اعضا معلوم ظہور نہیں۔ مثلاً معالم الدین معالم الطريق۔

المعلم الاول و معلم الملک :- حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ادم انزلک من السماء باسمائہم۔ (اے آدم علیہ السلام ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام کی خبر دیجئے)

مغرب الشمس :- تین بات حق کے باعث ذات حق کا پنہاں ہونا ہے اور روح کا جسم میں پردہ میں رہنا۔
مفتاح ستر القدر :- انل میں اعیان ممکن (الوجود) کی استعداد کا اختلاف ہے۔

المفتاح الاول :- غیب الغیب یعنی امدیت سرف میں تمام اشیاء کا اندراج ہونا جس طرح شجر (درخت) کا گٹھلی میں موجود ہونا۔ اس کو حروف الاصلیہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

مفرح الاحزان افرح الکروب :- ایمان بقدر اخراج مفرح احزان ہے۔

المفیض :- سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے ناموں سے

متحقق اور افاضہ نور ہدایت کے مظہر ہیں اور سب کے لئے واسطہ و ذریعہ ہیں۔

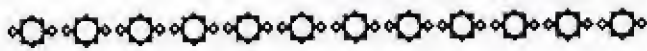
مجموع المقام: ہر اسم کے حقوق کا ادا کرنا ہے کیونکہ اگر اس منزل کے حقوق جس میں ہے دفنانہ کئے (جو اس کی ذات میں موجود ہیں) تو سالک اور پرکے مقام پر ترقی نہیں کر سکتا مثلاً اگر قناعت کے ساتھ تحقیق نہ پائے تو اس کیلئے توکل درست نہیں ہے اور حقیقت توکل کی تحقیق نہ ہو تو تسلیم کی منزل اس میں درست اور صحیح نہیں ہو سکتی اور اسی طرح دیگر امور سمجھو اور دفا کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جب تک درجہ سافل سے سالک میں کچھ بھی باقی رہے گا اس وقت تک وہ مقام عالی پر ترقی نہیں کر سکے گا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ سافل کے بقایا اور اس مقام کے درجات عالیہ مقام عالی میں محسوس و معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مقام عالی سالک کی ملکیت بن جائے اور اس مقام پر اسے اس طرح ثبات حاصل ہو کہ وہ سالک کا حال بن جائے اور اس مقام کا نام اس پر پورے طور پر صادق آئے حصول معنی مقام عالی کا طرح ہو کہ وہ اس کا مسمیٰ بن جائے تاکہ اسے متوکل یا قانع کہا جاسکے۔ یعنی اسم اپنے مسمیٰ کے ساتھ پایا جائے مقام کو مقام اسی سبب سے کہتے ہیں کہ سالک کو اس مقام پر اقامت حاصل ہوتی ہے۔

مقام تنزل الربانی: یہ نفس رحمانی ہے یعنی مراتب تعینات میں وجود حقائق کا ظہور۔
المکانت: منازل عند اللہ میں یہ ایک منزل ارفع و اعلیٰ ہے اور اس کا اطلاق مکان کی مکانت (مکان ہونے) پر کیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلَكٍ مُّقْتَدِرٍ** نہ (بڑے اقتدار والے بادشاہ کے پاس مقام صدق میں)

المشاہدۃ: اس کا اطلاق دلائل ترجید کے ساتھ اشیاء کی رویت پر ہوتا ہے۔ اشیاء میں رویت حق کر بھی مشاہدہ کہتے ہیں اور حقیقت یقین بلا شک پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
المکاشفۃ: تحقیق امانت بالفہم پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کسی زیادتی حال کے تحقق پر اس کا اطلاق کرتے ہیں کبھی بمقابلہ تحقیق اشارہ کو مکاشفہ کہا جاتا ہے۔

المربود: وہ جس کی ارادت ناقذہ ہے اس طرح سے کہ مرید ہے ارادہ حق کے ساتھ۔ وہ جو سبک بے لگاؤ ہے اللہ کی طرف اسم سے اور کہا گیا ہے کہ مرید وہ ہے جو ارادہ سے علیحدہ ہو۔
المرد: وہ مجذوب ہے اس کے ارادہ سے مع امور کے مہیا کرنے کے تو وہ بغیر مشقت کے رسوم و مقام کا بڑھ جاتا ہے۔

المحو: اوصاف عادت کا ہٹانا ہے اور کہا گیا کہ علم کا زائل کرنا ہے اور کہا گیا کہ حق جس کا نشرو تنقیہ فرمائے۔



المجاهدة :- بدنی مشقتوں کو نفس کا برداشت کرنا ہے اور ہر حال پر خواہش کی مخالفت ہے۔
المکسر :- باوجود مخالفت کے نعمتوں کا پے درپے آنا ہے اور مع بے ادبی کے حال کا باقی رکھنا ہے اور بغیر کام و سعی کے آیات و کرامات کا ظاہر کرنا ہے۔

الملک :- عالم شہادت کا نام ہے اس کو عالم غسوس بھی کہتے ہیں۔
الملکوت :- ملک کے مقابل میں عالم ملکوت ہے جس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ صرف غیب نہیں بلکہ عالم غیب۔
 حضرت قدوة الکبرائے ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں شیخ عبدالرزاق کاشانی (صاحب شرح کاشانی) کا مجھے شرف خدمت حاصل تھا اس وقت میں نے حضرت سے ملکوت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصطلاح میں بعض مشائخ کے نزدیک اس کے معنی "عالم معانی" کے ہیں جو "عالم قوت" کے مقابل میں ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک حضرت واحدیت سے مراد ہے کہ ایمان ثابتہ اس کے منظر ہیں۔ حضرت اجمالی کو بھی عالم ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ حضرت واحدیت ہے۔

ممد الہم :- ہمارے جی صل اللہ علیہ وسلم جو واسطہ افاضہ حق ہیں اور جس پر چاہتے ہیں بندوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اہل ایمان مرد و عورت کی نور ولایت سے مدد فرماتے ہیں۔
المناصقہ :- وہ انصاف ہے جو حسن معاملہ حق اور خلق کے ساتھ ہو، اس فقیر (حضرت مخدوم اشرف سمانی) کے نزدیک یا ہی نزول ہے جو جانین کے درمیان ہے۔

المنہج الاول :- تمام صفات و اسماء کا مرتبت ذات میں انتشار ہے اور وہ اہل نظر جو بینا ہو گیا ہو مرتبہ اسماء و صفات کے نور سے تمام مرتبہ ذات میں اس کو راہ دکھائی گئی ہو قریب ترین راستہ اور پہلے طریق میں۔ حضرت قدوة الکبرائے فرماتے ہیں کہ منہج اول سے مراد سفر اول ہے حضرت شاہ نعمت اللہ دلی فرماتے ہیں کہ سالک کی ابتدا ہے آغاز سلوک میں مصطلحات کے اس مختصر مجموعہ میں جو کچھ فارسی میں مذکور ہے وہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے فرمودات ہیں جو اس فقیر نے اس سے حاصل کئے ہیں اور بعض اصطلاح کبیر حضرت شیخ صدر دین قونوی قدس سرہ کی توضیحات ہیں۔

منقطع الواحد :- غیر کا انقطاع کلی، عین جمع احدیت ہے (اعتبار غیر نہیں)
منقطع الاشیاء :- حضرت وجود اور حضرت جمیع کو کہتے ہیں۔

لے حضرت قدوة الکبرائے قدس سرہ نے اکثر مصطلحات کی توضیح فیض و بیغ عربی زبان میں کی ہے۔ لیکن لغائف کے ترجمہ میں اس اقبال کو تمام نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ تمام فارسی اور عربی عبارات کا ترجمہ اردو میں اس چھاند شمس بریلوی نے پیش کر دیا ہے۔ مختصر عربی عبارات میں کہیں کہیں پیش کر دی ہیں۔

منہجی المعرفۃ: حضرت واحدیت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبر افرماتے تھے، اگرچہ تمام سالکوں کا سلوک مرتبہ واحدیت تک ہے لیکن اس فقیر انشرف کے نزدیک مرتبہ وحدیت تک ہے، اکثر عارفوں کو یہ قول عجیب معلوم ہوگا لیکن حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کے مقامات سے یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے مگر من لہ یدق لہ یدرع (وہی اس لطف کو جان سکتا ہے جس نے اس شراب کی لذت پائی ہے) کہ حضرت واحدیت منشاء غیر ہے انشاء نفس رحمانی کے اعتبار سے۔

المناسبتۃ الذاتیۃ: حق اور انسان کامل کے درمیان یہ مناسبت الذاتیہ دو وجہوں سے ثابت ہے۔ (۱) بسبب ضعف تاثیر مراتب جو اُس کی تجلی کو متعین ہے اس حیثیت سے کہ حاصل نہیں کر سکتا کسی صفت کو جو مخالف ہو اسکی تقدیس میں بغیر تعین کے کیونکہ قاذح نہیں ہے عصمت و جلال و وحدانیت حق اور اس کے خلق میں اکثر احکام امکان و خواص و سائط سے۔ (۲) بندہ کا متصف ہونا صفاتِ حق کے ساتھ اور اسماء الہیہ کے ساتھ اس کا تحقق! اگر کبھی ایسا ہو کہ وجاؤل کے ساتھ مناسبت بغیر ثانی کے پائی جائے تو محبوب متب ہوگا اور وجہ ثانی کا حصول بغیر وجاؤل کے محال ہے دونوں صورتوں میں مراتب کثیرہ ہیں لیکن امر اول (یا وجاؤل) میں موافق غلبہ نور و وحدت کے کثرت پر اور ضعف غلبہ وحدت کے کثرت پر اور قوت تسلط احکام و جوب کے امکان پر اور کمزوری اُس کی، لیکن امر ثانی میں اس کا تحقق ہے مجموع کے ساتھ یا تحقق بعض کا ہے بغیر بعض کے، اگر یہ مناسبت ہر دو وجوہ کے ساتھ حاصل ہو جائے تو بوجہ اول کے جو کمال ہے محبوب حق و مقصود بالذات ہو اور بحیثیت حقیقت کے برزخ البرزخ و آئینہ ذات والوہیت معاً ہو جائے۔

المنازلۃ: شیخ نے فتوحات میں فرمایا کہ جان لو کہ منازل و دفا علوں کا فعل یہاں ہے اور وہ دو ہیں سے ہر ایک کا منزل ہے کہ دوسرے کو طلب کرتا ہے اور اُس پر نازل ہوتا ہے۔ دونوں مجتمع ہوتے ہیں راستہ میں ایک مقام معین ہیں اور اُس کا نام منازلہ ہے بسبب طلب کرنے ہر ایک کے اس نزول کو دوسرے پر اور یہ نزول بر بنائے حقیقت بندہ کی جانب سے ترقی ہے اور ہم نے اس کا نام نزول اس لئے رکھا ہے کہ بندہ اس ترقی سے نزول بالحق چاہتا ہے۔

المیہون: یہ وہ ہمت بالشان ملائکہ ہیں جو جمالی حق کے شہود کی شدت کے باعث مشاہدہ حق میں اس طرح مشغول ہیں کہ یہ ان کو نہیں معلوم کہ خدا نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا ہے چون کہ وہ بغیر حق سے غائب ہیں اس لیے وہ سجدہ آدم کے لیے مکلف نہیں تھے

الموت: خواہشات نفس کا ختم کر دینا مروت اختیار ہی ہے اور اگر نفس جو نیلِ نایب مدتوں اور نفسانی شہوتوں اور بدنی تقاضاؤں کی طرف تو ضرور مائل ہوگا سفلی جانب کو اور اپنے مرکز میں نفس نا لطف کو جذب کرے گا۔ اس صورت میں دل یعنی نفس نا طلقہ کی موت واقع ہو جائے گی حیات حقیقت علیہ

سے موت جیلہ کی طرف اور اگر نفس جو صاحب مراد ہے اپنی خواہشات سے باز رہے گا تو وہ محبتِ اصلیلہ کے سبب سے جو حب الوطن من الایمان (وطن کی محبت ایمان ہے) کا اقتضا ہے اپنے اصل وطن میں پہنچ کر نور سے زندہ ہو جائے گا۔ یہ اس کی حیاتِ ذاتیہ ہوگی۔

حضرت ام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت توبہ کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے **فَتَوَبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ** (تو توبہ کرو اپنے خالق کی طرف پس قتل کر اپنی جانوں کو) اسی مخالفتِ نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

الموت الا بیض :- اس سے مراد بھوک سے، جس کا پیٹ مر گیا اس کا دل زندہ ہو گیا۔

الموت الا خضر :- رنگارنگ پونڈوں کی گدڑی پہننا، حسین اور نرم و نازک لباس کو ترک کر کے گدڑی پر قناعت کرنا۔

الموت الا حمر :- نفس کی مخالفت کرنا موتِ احمر ہے۔

الموت الا سود :- مخلوق کی ایذا رسانی کا بغیر رنج و غم کے برداشت کرنا یا یہ کہ لذتِ یاب ہونا اگر یہ محبوب کی طرف سے ہو تو کل ما یفعل المحبوب محبوب (جو کچھ محبوب کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ) کا مصداق سمجھنا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ فنا ہو جانا ہے محبوب میں اس کے شہود سے اُس سے فعل محبوب میں فنا و افعال کے مشاہدہ سے بلکہ محبوب میں اپنے اور خلق کے نفس کو فنا ہو جانے کے مشاہدہ سے۔ اگر نفس موتِ اسود سے فنا ہو جائے تو اس وقت دل زندہ ہو جاتا ہے۔

المیزان :- ترازو میں اقوال شدیدہ (اقوالِ راست) اور افعال حمیدہ کا ان کے اضداد سے وزن کر سکا اور یہ عدالت ہے اور وحدتِ حقیقت کا ظل ہے جو مشتمل ہے علمِ شریعت، علمِ طریقت، علمِ حقیقت پر۔ ان علوم کا محقق تحقیق کے بعد عالم بن جاتا ہے مقامِ احدیت جمع و فرق کا۔ اہل ظاہر کی میزان شریعت ہے اور اہل باطن کی میزان وہ عقل ہے جو نورِ قدس سے منور ہے اور اہل خواص کی میزان علمِ طریقت ہے اور اربابِ خاص ان خواص کی میزان عدل الہی ہے اور عدل الہی کا تحقق انسان کامل کے ماصب میں سے ایک منصب ہے۔

مشر ف ن

الذبیوت :- خبر دینا ہے حقائقِ الہیہ سے یعنی معرفتِ ذاتِ حق، اسماءِ صفات، اور خداوند تعالیٰ و تقدس کے احکام سے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نبوت تعریف ہے یعنی صفاتِ ذاتِ اسماءِ ذات سے خبر دینا دوم نبوت تشریع جو خبر دینا ان سب سے مع تبلیغِ احکام اور تادیبِ اخلاق (تعلیمِ اخلاق) تعلیمِ حکمت کے اس کی اور بہت سی قسمیں ہیں، یہ نبوتِ رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

النفس النجیہ :- یہ وہ چالیس حضرات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا والوں کے کاموں پر مامور ہے ان کی کیفیت ، تفریح و تویض لطیفہ سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

النفس :- لطائف غیب سے دلوں کی تفریح و فرحت پذیر ی کا نام ہے، محب کے اس اُنس کو بھی کہتے ہیں جو محبوب کے ساتھ ہے۔

النفس الرحمانی :- وہ وجود اضافی ہے کہ وحدانیت حقیقت میں ہے اور کثرت غیب معانی میں ہے۔ یعنی حضرت واحدیت میں اعیان کے احکام (جو ایک کثرت ہے، جس طرح حرف کی صورتیں ہیں اپنے مخارج کے ساتھ اول و آخر میں اسی طرح نفس انسانی بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ نفس رحمانی ترویج اسمائی ہے جو احاطہ اسم الرحمن کے ماتحت داخل ہے۔

نفس انسانی :- باطن کے ظاہر کی طرف گرم ہوا کا چھوڑنا ہے اور تازہ ہوا کا اپنے اندر لانا ہے۔ سانس راحت رساں ہے سانس لینے والے کے لئے۔

النفس :- ایک بخار لطیف ہے اور ایک پایزہ جہر شریف ہے جو قوت حیات اور حس و حرکت ارادہ ہے۔ حکم اس کو روح حیرانی کہتے ہیں۔ یہ بدن اور نفس ناطقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور قرآن پاک میں مشجعا الزینونیہ کے نام سے موسوم ہے اور مبارک کی صفت سے موصوف ہے۔ جو نہ شرقیہ ہے اور نہ مغربیہ یعنی نہ مشرق عالم ادواح مجرد سے ہے۔ اور نہ مغرب عالم کثیفہ سے متعلق ہے۔

النفس الامارہ :- طبیعت بدنیہ کی طرف مائل رہتا ہے اور لذات شہوانیہ کا ایک حکم ہے لذات شہوانیہ پر اکھارتا ہے۔) اور دل کو سفلیہ کی طرف کھینچتا ہے۔ یہ نفس ماوائے شر اور منبع اخلاق ذمبیہ ہے (تمام اخلاق ذمبیہ کا سرچشمہ ہے) اور افعال سبکہ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ النَّفْسَ لَامَّارَةٌ بِالْاَسْوَاۃِ (بے شک نفس امارہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے)

النفس اللوامۃ :- وہ نفس جو زور دل سے ہدایت یاب ہو اور خراب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اصلاح دل میں کو نشان ہو۔ ربوبیت اور خلقیت کے درمیان اگر فلانیت کی بنا پر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے تذکر اور تنبیہ کے لیے خداوندی نور کو اپنے لیے ضروری اور لازمی قرار دے اور نفس کے گناہ سے بذریعہ استغفار کے درگاہ رحیم و غفار کے حضور میں رجوع کرے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم کے ساتھ یاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَا اُخْسِئُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ زَمَنٍ قَسَمَ کَمَا تَاۡمُرُوۡنَ اِسْ نَفْسِ کِی جُوبِیۡتَ طَاعَتِ کَرۡنَہِ (والا ہے۔)

النفس المطمئنہ :- لباس صفات ذمبیہ کو اتار کر اخلاق حمیدہ کی خلعت لطیف کو پہننے والا نفس، نفس مطمئنہ ہے

اور دل کی طرف پوری طور سے توجہ کر کے نہایت خباب اقدس کی طرف جو پاک ہے جس ظلمانیہ کی خباثت سے پہنچنے کی کوشش کرے۔ طاعت و بندگی پر ہمیشہ قائم رہے اور درگاہ رفیع الدرجات پر ساکن ہو جائے تاکہ بارگاہ ایزدی سے اس طرح اس کو خطاب ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ

(اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی و وہ تجھ سے راضی)

النکاح الساری فی جمیع الذاری :- حسن کی توجہ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا کُنْتُ كُنَّا مُخْفِيًا انھا میں خزانہ پوشیدہ) اشارہ ہے خفا و غیبت کی سبقت کی طرف اور ظہور و تعین کا اطلاق سبق ازلی ذاتی پر ہے قول اس کا فَاخْبَيْتُ اَنْ اُعْرِفَ (تو چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں) اشارہ ہے امید اصلی و حب ذاتی کی طرف جو وصل ہے درمیان خفا و ظہور کے اور اَعْرِفَ اشارہ ہے بجائے اہل کے اس کی طرف اور یہ وصلت اصل نکاح ہے جو ساری ہے تمام اہل و عیال میں اور وحدت معنوی ہے حسب ظہور احادیث کی جو ساری ہے تمام مراتب تعینات مرتبہ و تقاصیل کلیات میں اور وحدت نگہبان کثرت ہے کیونکہ کثرت کو شامل ہے تمام صورتوں میں پریشانی و تفرقہ و اقتران سے یہ وحدت کی کثرت سے وصلت سے اور یہ نکاح اول ہے مرتبہ حضرت و حدیث میں احادیث وجود انسانی کے ساتھ تمام مراتب اکوان میں یہاں تک کہ حصول نتیجہ میں حدود و قیاس و تعلیم و تعلم و غذا و تغذی و مرد و عورت میں اور یہ حب ذاتی مقتضی ہے محبت و محبوبیت کو بلکہ عالم مقتضی ہے عالمیت و معلومیت کو اور یہ نکاح اول و وحدت کا ساری ہونا ہے کثرت میں اور ظہور تشلیث سبب ہے اتحاد کا تاثیر و فاعلیت و مفعولیت سے اور وہ نکاح ساری ہے تمام اہل و عیال میں۔

نہایت سفر اول :- وچر احادیث سے حجاب کثرت کا اٹھ جانا۔

نہایت سفر الثانی :- حجاب وحدت کا اٹھ جانا علمیہ باطنیہ سے

شعر

کثرت ہے حجاب وحدت ہے آب

کثرت چو حجاب وحدتش آب

کمر رفع حجاب تا ملے آب

بردار حجاب آب در یاب

نہایت السفر الثالث :- ظاہر و باطن دونوں قیدوں سے تعقید کو زائل کر دینا یا ان کا زائل ہو جانا ہے

احادیث عین جمع میں حصول کی وجہ سے۔

نہایت السفر الرابع :- حق سے خلق کی طرف رجوع ہونا ہے اور خلق کا اضمحلال حق میں۔ اس سفر کی نہایت

میں عین واحد کو صورت کثرت میں مشادہ و مطالعہ کرنا ہے اور صورت کثرت کو عین وحدت میں دیکھنا ہے۔

نون والقلم: "ن" حضرت احدیت میں علم اجمالی کو کہتے ہیں اور قلم حضرت تفصیل ہے۔
النور: "حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اور وہ ایک تجلی حق ہے اسم "الظاہر" کے ساتھ یعنی مجموعہ اکوان کی صورتوں میں ظاہر کا وجود اور ان تمام چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو پیدا ہوتی ہیں علم ذاتیہ سے اور ارادت الہیہ سے جو خلق کے طالب ہیں۔
نور الانوار: "حق تعالیٰ ہے کہ جملہ انوار کا نور ہے اور وہ عین ثابتہ ہے۔

شرف و

الواو: تمام موجودات میں وہ مطلق کا نام ہے۔
الواحدیت: اعتبار ذات کو کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسماء و احدیت کی پوشیدگی و استتار اسماء بذات میں ہے اور کثیر اسمائے صفات کے ساتھ ہے لہذا اسماء بذات ایک اعتبار سے الواحدیت ہے۔
الواحد: اسی اعتبار کے ساتھ (جو احدیت میں مذکور ہوا) اسم ذات ہے۔
الواساد: جو نازل ہو دل پر عمل عبد کے حقائق سے ملے۔
الواقعة: عالم غیب سے جو کچھ دل پر وارد ہو جس طرح بھی اس کا ورود ہو۔
واسطۃ فیض و واسطۃ المداد: انسان کامل ہے جو خلق اور حق کے درمیان ایک رابطہ ہے دونوں جانب سے مناسبت ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں: "لولا کہ لما خلقت الا فلاح"۔ (اگر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ کرتا میں آسمانوں کو)
الوتر: سقوط اعتبار کے لحاظ سے ذات کی ایک حالت ہے اسلئے کہ احدیت کو غیر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔
الوجود: حق کا اپنی ذات کے ساتھ اپنی ذات کا وجدان ہے، اس اعتبار سے حضرت جمع کو حضرت وجود بھی کہا جاتا ہے۔

وجہ الہدایہ: جذبہ و سلوک کی غارت کو کہتے ہیں اور ان دونوں سے مراد ہدایت ہے۔
وجہ الاطلاق والتقید: اعتبار ذات کو کہتے ہیں جبکہ جمیع اعتبارات ساقط ہو جائیں اور اعتبار ذات کا ہے موافق تمام اعتبارات کے کیونکہ ذات وجود ہے من حیث ہو ہو (جو ہے جیسی بھی وہ ہے) اور وجود اعتبار مطلق کے سقوط کے مطابق

حضرت بھیری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ حلول معانی جو دل میں آئے۔ تعریفات میں الوارد کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ خواطر پسندیدہ سے جو کچھ دل پر وارد ہو بغیر تفکر اور تدبر کے۔ حترجم۔

ذات ہے یعنی وہ حقیقت جو ہر شے کے ساتھ ہے، بغیر مقارنات کے موافق عدم محض کے تو ضرور وجود شے کا متعارف نہ ہوگا کہ اُس کے ساتھ موجود ہو اور آپ معدوم ہو اور ہر شے غیر ہے بغیر بذالیت کے کہ غیر وجود اعیان معدوم ہیں اور اگر وجود شے سے جدا ہو تو وہ شے موجود نہ رہ جائے

والمعدوم:- لیس بشی عندنا (کوئی شے نہیں ہے ہمارے نزدیک) اور اشیا، وجود کی وجہ سے موجود ہیں اور آپ معدوم اگر وجود کو قید تجرد سے مقید کر لے یعنی اس قید سے کہ نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی شے تو واحدی ہے اور اس کا غیر اس کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان اللہ ولم یکن معه شیء (تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی چیز) محققین نے کہا ہے کہ وہ اب ہے جیسا تھا اور اگر مقید کر لیں اس کے ساتھ کہ شے ہے تو وہ عین مقید ہے جیسا کہ تم نے جانا کہ غیر وجود ہے وجود کی وجہ سے موجود ہو سکتا ہے اگر تعبلی کرے کسی صورت میں اور اپنے کو منسوب مقید کرے اس صورت سے اور جب اضافت کو ساقط کرے تو وہ صورت بغیر وجود کے معدوم ہو جائے۔ یہ ہے ترجمہ قول موصی کا جو فرمایا کہ توحید اضافتوں کا ساقط کرنا ہے اور ٹھیک ہو جو کہیں کہ موجود عین حقیقت واجب الوجود ہے اور ممکن ہیں زائد اور شک نہیں کہ سیاد کی سیاسی اور انسان کی انسانیت ان کے وجود کا غیر ہے۔

الوجه الحق:- حضرت شاہ نعمت اللہ نے فرمایا ہے مضرعہ

ہر چہ بینی بوجہ حق ہمہ دست

(جو بھی دیکھو بوجہ حق ہے وہی)

اس لئے کہ کسی شے کی حقیقت نہیں ہے سوائے حق کے کہ وہی حقیقت ہے اہل حقائق کے نزدیک اور عین حق کہ مقیم ہے تمام اشیا میں اور وہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَأَيُّهَا تَوَكَّلُوا فَهَمَّ وَجْهَ اللَّهِ (تو تم جس طرف بھی رخ کرو گے وہاں ذات الہی موجود ہے) اہل نظر جب بنظر کشف قیومت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ وجہ حق کو تمام اشیا میں دیکھتا ہے۔

وجه جمع العابدین:- تمام عالم کی توجہ اسکی بارگاہ کی طرف ہے اور وہ حضرت الوہیت ہے۔

الورقا:- نفس کلید کو کہتے ہیں جو قالب عالم ہے اور وہی لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے۔

وراء اللبس:- واحدیت سے پہلے حضرت احدیت میں حق ہے کیونکہ حضرت واحدیت حضرت ثانی ثانیہ ہے اور اس کے بعد حضرت تلبیس ہے معانی اسماء و حقائق اسیان میں اس کے بعد صورت ردمانیہ میں اس وقت صورت مثالیہ میں آخر صورت جسمیہ میں۔

الوصف الذاتیہ الحق:- احدیت جمع ہے اور درجوب ذاتی اور ذات عالم سے غنی ہے۔

الوصف الذاتي للخلق :- امکان ذاتی اور احتیاج ذاتی ہے۔

الوصل :- وحدت حقیقت ہے جو بطون و ظہور کے مابین واسطہ ہے۔ بعض مشائخ نے وصل کو سبق رحمت بہ محبت کا حاصل کہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے :- فاحببت ان اعراف فخلقت الخلق۔ (میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس خلق کو پیدا کیا) بعض حضرات نے اس کو قیومیت اشیاء سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ قیومیت حق سے کثرت وصل پاتی ہے بعض بعض سے اور بالفعل اس کا منزہ اشیاء عین حدوث ہے، حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے فصل سے وصل کو اور سکون سے حرکت کو پہچانا وہ قراری التوحید کی منزل پر پہنچ گیا، حرکت سے مراد سلوک ہے اور سکون سے قرار عین احدیت ذات ہے۔ وصل کی ایک تعبیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بندہ کا اپنے اوصاف سے گذر کر اوصاف حق میں فنا ہو جانا وصل ہے اور یہ اسمائے الہی کا تحقق ہے جرا حصار اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احصاها دخل الجنة۔ (جس نے احصاء کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا)

الوصل الفصل :- جمع فرق ہے یعنی کثرت میں وحدت کا ظہور، جو سبب وصل ہے نصاوں کے لئے بسبب اتحاد کثرت کے وحدت سے جس طرح کہ فصل وصول ظہور کثرت ہے وحدت میں کیونکہ کثرت فعل کرنے والی ہے وصل وحدت میں اس کے لئے کثرت ہے تعینات میں جو موجب ہے قسم قسم کے ظہور وحدت ہونے کا مختلف فوائد میں جیسے اختلاف وجہ واحد کا چند آئینوں میں۔

الوصل الاصل :- جانے کے بعد لوٹنا ہے اور زردل کے بعد عروج کا نام ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اعلیٰ مراتب سے جو عین احدیت ہے منزل کیا ہے وہ اعلیٰ مراتب یا عین احدیت ازل میں وصل مطلق تھا ادنیٰ ہو طے جس کا نام عالم عناصر ہے بعض تو اس ہو طے یا تنزل میں غایت پستی میں اسفل السافلین تک پہنچ گئے اور بعض نے اس سے سکوک کی طرف رجوع کر لیا اور السیر الی اللہ دئے اللہ میں معروف ہو کر صفات حق سے انصاف پیدا کیا اور ذات حق میں فنا ہو گئے تاکہ پھر وہی وصل حقیقی میسر آ جائے جو ازل میں میسر تھا۔

الوقایا بالعہد :- اپنے اس عہد سے عہدہ برآ ہونا جو اپنے پروردگار سے اسکی ربوبیت کے اقرار کی صورت میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلی کہہ کر کیا تھا۔

الوقایا بحفظ العہد التصرف :- عہد کے حفاظت کی نگہداشت کرنا چاہیے تاکہ ترک عبودیت نہ ہونے پائے اور عطائے تصرفات اور خرق عادات کے دقت تم اپنے عجز سے غافل نہ رہو۔

الوقت :- دل کا حاضر وقت ہونا تاکہ وقت حال میں جو کچھ رونما ہوا اگر وہ حق کے تصرف سے بغیر کسب کے ہے تو تیرا

فعل رقائے الہی کے مصداق ہونا چاہیے اور تجھے وقت کے حکم میں ہونا چاہیے اور خاطر میں غیر کا خطور و گز نہیں ہونا چاہیے اور اگر اس تصرف کو اپنے کسب سے متعلق پائے تو پھر جو کچھ اس میں اہم ہو اس کو اختیار کرے۔ اور ماضی و مستقبل کا خیال ترک کر دے کہ وہ حال فوت شدہ ہے اگر تو ماضی و مستقبل کے مدارک کو فکر کرے گا تو یہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔ الصوفی ابن الوقت کے مطابق صوفی کو صرف حال کو پالنا ضروری ہے۔

الوقت الدائم: ہمیشہ رہنے والا آن ہے۔

الوقفۃ: ۱۔ وقفہ سے مراد دو مقامات کے درمیان ٹھہرنا ہے تاکہ مقامِ اول کی تنویر کے حقوق سے جو حق ادا کرنے سے باقی رہ گیا ہے اُسے ادا کر سکے اور سامان کرنے کے لئے اس کا جو ترقی کرے گا مقامِ ثانی کے آداب سے۔

الواجد: جو دل کو ان احوال سے جو اس کے لئے غیب ہوں مشاہدہ سے بدل دے۔

الولد: ۲۔ وجد کا زیادہ ہونا۔

الوجد الووقوف الصادق: ۱۔ مراد حق کے ساتھ ٹھہرنا ہے یعنی بندہ کی مراد مراد حق ہو۔

ولی اور والی: ۱۔ اس کے معانی پچھلے لطیفہ میں آچکے ہیں۔

شرف

الہاء: ۱۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ حضور کے۔

الہواؤ: ۲۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ غیب و فقدان کے۔

الہیاء: ۱۔ ایک مادہ ہے کہ مصورا جسم عالم کی صورتوں کو اس میں پیدا کرتا ہے۔ اسکو غنقا بھی کہتے ہیں، حکمرانے اس کا نام دیوولی، ہیولا رکھا ہے۔ حضرت امام نے اس کو ہباً فرمایا ہے۔

الہیولا: ۱۔ بیساکر ابھی بیان کیا گیا ہے بعض شائخ نے فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کا نام ہے۔ ہر دہ باطن جس سے صورت ظہور میں آتی ہے اسکو ہیولا (دیوولی) کہتے ہیں۔

الہجوم: ۱۔ قوتِ دقت سے دل پر جو کچھ وارد ہو بغیر تکلف اور تصنع کے۔

الہدیط: ۲۔ دل پر جلالِ الہی کے مشاہدہ کا اثر اور کبھی اس جمال سے ہوتا ہے جو جلال کا جمال ہے۔

ہمت الاوقات: ۱۔ درجات پر پہنچنے کی ہمت کا پہلا درجہ ہے یہی باقی کی طلب پر اکساتا ہے اور خانی کے ترک پر آمادہ کرتا ہے۔

ہمت الانفس: ۲۔ ہمت کا دوسرا درجہ ہے اس ہمت کے صاحب کا دل لگا ہوا ہے جسے عمل پر

(عمل کی طرف رغبت دلانا ہے)۔ اور اس کا دل عمل کے ثواب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کی توقع رکھتا

ہے اس طرح وہ مشاہدہ حق کی طلب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں احسان کی امید پر مصروف رہتا ہے۔

ہمت ارباب الہم العالیۃ: ۱۔ یہ ہمت کا تیسرا درجہ ہے بلند ہمتیں موائے حق کے اور کسی سے متعلق نہیں

رہتیں اور اس کے بغیر کی طرف التفات نہیں کرتیں۔ یہ ہمت کا اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ یہاں تک یہ صاحب

ہمت احوال و مقامات پر بھی راضی نہیں ہوتا اور اس کا وصفات کی منزل پر بھی توقف نہیں کرتا۔ اور سوائے مبین ذات کے کسی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔

الھوی :- نفس کا تقاضائے طبع کی طرف جھکنا ہے اور بلندی سے پستی کی طرف اعراض کرنا ہے اور زیادتی محبت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الھویت :- حقیقت جو عالم غیب میں ہے۔

الھمت :- یہ ان تین صورتوں میں بولا جاتا ہے (۱) بمقابلہ دل کے آرزوں سے خالی کر لینے کے (۲) بمقابلہ ابتداد صدق مرید کے (۳) بمقابلہ ہمتوں کے صفادایام سے۔

شرفی

الیا قوت الحمل :- وہ نفس کلیہ ہے جو نور اور ظلمت سے متمزج ہے (نور اور ظلمت کی باہم ملاوٹ) اس کا تعلق جسم سے ہے برخلاف عقل و فاعل کے کہ اس کو درۃ البیضاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الیدان :- اسماء الہیہ متقابلہ ہیں جیسے عالم تعین میں فاعل اور قابل، اسی اعتبار سے حق تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا :- مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيْ يَدَيَّ اَمْ لَمْ

ہوئی ہے اس سے کہ تو سجدہ کرے اس کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا)

بعض حضرات نے اسکو حضرت دجوب نامکان سے تعبیر کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تعادل کم ہے فاعل میں بھی تقابل پایا جاسکتا ہے جیسے جمیل اور حلیل اور تقابل میں فاعل دیکھا جاسکتا ہے جیسے راجی اور خائف۔

یوم الجمعہ :- ملاقات و رسائی کا وقت ہے تعین جمع سے ہے شعر

بعین جمع داخل کہ شود یوم جمعہ این باشد مبارک جمع باشد اگر روزے چنان باشد

(جمع کا دن ہے کہ کچھ جمع ہو جائے اور یہ جمع کیا مبارک ہوگا جس دن جمع ہو۔)

یوم العید :- سالک کا جمیع انجمن سے واصل ہونا۔ اس کے لئے وہی یوم عید ہے۔

الیقین :- یقین کے چند مرتبے ہیں اہل شریعت و طریقت و حقیقت سے ان کے عقائد و احوال و رسائی کے موافق

مشاہدہ کی حالت میں اور اس دنیا میں یہی یقین ہے اور دیدار کا وعدہ ہے کل کو۔

یقین کے سلسلہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الیقین الایمان کلمہ

(یقین مکمل ایمان ہے) ابو سعید الخدری کا ارشاد ہے کہ علم وہ ہے جو تجھے عمل میں رکھے اور یقین وہ ہے

جو تجھے اٹھائے رہے۔ ابو منصور طوسی کا ارشاد ہے کہ درویشی چار چیزوں کی محتاج ہے۔ علم جو عموماً کرے

ذکر جو اُنس پیدا کرے، تقویٰ جو برائی سے روک دے، اور یقین جو عمل پر ابھارے۔

حضرات صوفیہ کی متداولہ کتب و ران کے رسائل میں جو مسطلاحات مذکور ہیں وہ ہم نے مختصر بیان کر دیں۔

لطیفہ ۸

حقیقت معرفت راہ سلوک و سلسلہ تربیت و وجہ خاص
و حجب ظلمانی و نورانی و انواع تجلیات و تلبیس بلبیس

قال الاشرف:

السلوك هو الخروج عن الصفات البشرية والدخول
في مقامات العلية۔

ترجمہ :- حضرت اشرف جہانگیر (قدوة الکبرا) فرماتے ہیں کہ صفات بشریہ سے نکلنا اور مقامات علیہ
میں داخل ہونا سلوک ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر گروہ صوفیہ کا سلوک مختلف ہے چونکہ اس جگہ ہم کو صوفیہ کے مہتمم با نشان گروہ اور
طائفہ علیہ کے سلوک کو بیان کرنا مقصود ہے لہذا دوسرے مذاہب کے طریقہ سلوک کو بیان کرنا تفسیر وقت
سمجھا گیا۔ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ کلمات مشائخ میں کہا گیا ہے کہ الطرق الی
اللہ بعدد انفس الخلائق (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقہ مخلوق کے سانسوں کی تعداد
کے برابر ہیں یعنی ناقابل شمار)۔

ایک اور جگہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ نہ شرق میں ہے نہ غرب میں۔ نہ عجم کے ساتھ
مخصوص ہے نہ عرب کے ساتھ بلکہ بندہ کے دل میں ہے۔ بظاہر مشائخ کے ان دونوں ارشادات میں تعارض
پایا جاتا ہے اس لئے کہ مقولہ اول سے غیر محدود ہونا سمجھا جاتا ہے اور کلمہ ثانی سے حد بندی معلوم ہوتی ہے
پس ان دونوں متضاد بیانات میں تطبیق و توفیق کس طرح ہو سکتی ہے؟ حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ
طرق الی اللہ بعدد انفس الخلائق سے مراد راستوں کی کثرت نہیں ہے جن سے سلوک کیا جائے
بلکہ مراد اس سے حق کا پانا ہے ہر سالک عارف کو ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں اور غیر متناہی ایجادوں
سے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے ما رایت شیئاً الا رايت اللہ (میں نے
کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہ کیا ہو) تو ہر مصنوع مثل ایک راہ کے ہے اپنے صانع کی طرف تو
مشائخ کا قول پورا اتر آیا کہ اللہ کی طرف راستے بتعداد انفس الخلائق ہیں یہ شعر

نفی کل شیء له آية
تدل علی انه واحد

ہر شے میں اس کی ایک نشانی موجود ہے جو اس امر
کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وہ واحد دیکتا ہے۔

گوشہ نشین گنجہ (نظامی گنجوی) نے کیا خوب کہا ہے

شعر

ہر آنچہ آفریدست بسندہ را نگاہوں میں اہل نظر کے جہاں
نشان میدہد آفرینندہ را ہے خلاق کا اپنے دیتا نشان

پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ ان غیر محدود اور غیر منحصر استوں پر گامزن نہیں ہو سکتے تو اب سولے دل کے راستہ کے سلوک کا اور کوئی راستہ نہیں رہا۔ اس سلوک کے تمام مشائخ نے بحسب تفصیل بہت سے مشرب مقرر کیے ہیں۔ ہر چند کہ یہ مشرب بے شمار ہیں لیکن وہ مشارب کثیرہ اور مذاہب کبیرہ صرف ان دو مشربوں پر منحصر ہیں ایک سلوک سلسلہ تربیت اور دوسرا سلوک وجہ خاص۔

اختیار، ابرار، شطار اور ان کے علاوہ طرق سلوک اسلوک سلسلہ تربیت میں داخل ہیں۔ اور بہت سے ادیبائے اکمل اور عرفائے مکمل اسی سلوک سلسلہ تربیت کی راہ سے منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔ صرف فقور سے مشائخ نے اپنے بعض مریدوں اور طالبوں کو ”سلوک وجہ خاص“ کے ذریعہ منزل پر پہنچایا ہے لیکن یہ طریق سلوک ہر طالب کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی معشوق دو جہاں میں خوبی میں جیت پکتا
عاشق شاید الا از ہر دو کون فردی کوئین میں ہے اس کو عاشق بھی فرد زیبا
ہر دو ہی نیارد در راہ عشق رفتن ہے راہ عشق چلنا دشوار لومڑی پر
در راہ عشق باید مردی و شیر مردی اس او میں چلیگا جو شیر مرد ہوگا

یہ مشرب تو ایک ایسا گلستان ہے کہ ہر باغبان اس میں گل چینی نہیں کر سکتا اور یہ مذہب (مسک) ایسا بوستان ہے کہ ہر شخص پرانی اس میں جا کر نہیں بیٹھ سکتا۔

لجامعہ

بہ گلزاری کہ گل بسیار باشد بہت گل رکھتا ہے جو صحن گلزار
رہش از ہر طرف پر خار باشد ہے اس کی راہ ہر جانب سے پر خار
درین گلزار چون آرد قدم زد قدم رکھے وہ کیسے اس چمن میں
کسی کو را قدم افکار باشد کہ جس کا ہر قدم ہو پر از افکار

اس سلوک اول میں (سلوک سلسلہ تربیت) بعض سالکوں کو چالیس سال اور بعض کو پچاس پچاس سال گزارنے پڑے ہیں۔ تب کہیں وہ عروس مقصود کی نقاب کشائی کر سکے ہیں اور اپنے معبود (مقصود) کے چہرہ زیبا سے نقاب لٹکے ہیں۔ اور دوسرے سلوک میں اگر پیرو مرشد کی مدد طالب راہ کے مقصد اور طالع کے موافق ہوئی اور مرشد

کی دستگیری اور عنایت اس کے حال کے مطابق ہو گئی تو تھوڑی مدت ہی میں سالک اپنے وجدان مقصود و عرفان معبود کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض طالبوں اور کامل مریدوں کو حق تعالیٰ اس راہ میں ایک ہفتہ یا ایک مہینہ میں منزل مقصود تک پہنچا دے اور دریائے غیب سے ساحل شہود پر بٹھا دے۔

شعر

راہرو ہمود رہ را در دو گام دو قدم میں راہ کو طے کر لیا
حاصل از رہ کرد خود را در دو گام منزل مقصود کو حاصل کیا
ذالک فضل اللہ بؤتیبہ من قشائک یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

سلوک کے یہ دونوں طریقے سرور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرانی اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تسک رکھتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں طریقہ اول بہت مشہور ہے۔ وہ ہی معمول رہا ہے حالانکہ طریقہ ثانی نادر و آسان ہے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ ہر چند کہ جس قدر زیادہ وقت گزرے گا حقائق ظاہر ہوں گے اور سلوک و جہد خاص کا صدور خلائی سے ہو گا۔ اب سلوک پر سلسلہ تربیت کی تشریح کی جاتی ہے۔ توجہ سے سزا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَعَدُوْا خَلْقًا اِلَیْہِ الْاِنْسَانِ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوٰیہِہٖ بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا پھر اس
ثُمَّ مَادَدْنٰہٗ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۝ ۱۱۷ کو ہر نیچے سے نیچے بات کی طرف پھیر دیا۔

جب حقیقت انسانی کے شہباز نے وحدت محمدانی کی نفا سے پرواز کر کے صولئے واحدیت میں اپنے پروہ بالی انفعال کو کھولا تو نفاٹے عالم ارواح کو چار ہزار سال تک اپنی شکار گاہ بنائے رکھا۔ ہزار سال بھی اس مدت کو کہا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان اللہ خلق الارواح قبل الاجساد بے شک اللہ تعالیٰ نے ارواح کو جسموں سے چار
باربعۃ آلاف ہزار سال پہلے تخلیق فرمایا۔
وفی روایۃ الف سنۃ ایک روایت میں ہزار سال آیا ہے۔

قطعہ

چو انسان را حقیقت پہچو شہباز وجود انس نے جب تنکے شہباز
زود کرد وحدت خود کرد پرواز کیا ہے مامن وحدت سے پرواز
نشین ساختہ بر شاخ ثنائی نشین کر لیا پھر شاخ ثنائی
بارغ روح کردہ باغبانی چمن میں روح کے کی باغبانی

۱۷ پ ۶ ماہدہ ۵۴ ۱۷ پ ۳۰ التین ۵-۴

اسی نقابیں روح انسانی کے شجر سے بہت سی شاخیں ہوتیں۔ چنانچہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور سے ارواح انبیاء علیہم السلام پیدا کی گئیں اور ارواح انبیاء سے ارواح اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) ظہور میں آئیں اور ارواح اولیاء سے ارواح مومنان کا وجود ہوا اور ارواح مومنان سے ارواح عاصیاں کا ظہور ہوا اور عاصیوں سے منافقوں اور منافقوں سے کافروں کی روح پیدا کی گئیں۔ الغرض روح انسانی کی بہت سی شاخیں ہیں اور ہر شاخ پر مرغ روحانی کا بسیر اٹھا۔ ان روحانی شاخوں میں سے چند یہ ہیں۔ عقل کل۔ نفس کل۔ جوہر یا شکل کل۔ جب اس مرغ روح نے یہاں سے پرواز کی تر شاخ مثال پر آکر بیٹھا۔

زباغ روح چون پرواز کردہ چمن سے روح کے کی جبکہ پرواز
 بہ گلزار مثال آواز کردہ تو گلزار مثال آکر دی آواز

اس طرح ایک مدت تک شاخ مثال پر مرغ روح ترنم سرا ہا تب کہیں محراب مثال سے نکلی کر میدان اجسام میں پہنچ سکا۔ شجرہ روح کی طرح درخت انسانی کی بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ جسم کل۔ عرش و کرسی۔ نلک زحل۔ نلک مشتری۔ نلک مریخ۔ نلک شمس۔ نلک زہرہ۔ نلک عطارد۔ نلک قمر۔ کردہ نار۔ کردہ باد۔ کردہ آب۔ کردہ خاک۔ جمادات و نباتات اور حیوان اور حیوان میں انسان ہے (حیوان ناطق) پس حقیقت میں انسان اتنے مرحلوں سے گزر کر اس عالم فانی میں ظہور پذیر ہوا۔ اور یہ موجود تمام موجودات سے پست ترین ہے۔ اسی طرح لطافت حقیقی سے انتہائی بعد کے باعث نہایت کثیف ہے چنانچہ تمام موجودات میں آخری اور اسفل ہے۔ پس جو فیض بھی (عالم بالا) سے اس کو پہنچتا ہے وہ ان تمام مراتب بالا سے گزرتا ہوا اس تک پہنچتا ہے اور ان احکام و آثار سے مضبوط (متصف) ہوتا ہوا اس تک پہنچتا ہے کہ یہ انسان دوسرے عالم معنوی کی جمعیت کے اعتبار سے جامع ترین موجودات ہے اگرچہ بحسب صورت (بطاہر) ان میں ہی داخل ہے اور اسی کلی کا ایک فرد ہے۔ اسی کا نام عالم انسانی ہے کہ یہی عالم انسانی عالم ظہور ذات احدیت ہے جس میں تمام موجودات سفلی و علوی ظاہری و باطنی جمع ہیں۔

مثنوی از حضرت جہانگیر اشرف

دران گلزار چون کم دید آرام
 جو دیکھا اس چمن میں کم ہے آرام

نہادہ رو بسوی باغ اجسام
 توجہ کی بسوی باغ اجسام

نہال باغ را بسیار شاخ است
 نہال جسم کی شاخیں ہیں زیادہ

کہ بلبل را درو میدان فراخ است
 ہے بلبل کو جہاں میدان کشادہ

چوان شاخ پائین شجر شد
 جب انسان شاخ پائین شجر ہے

ازان ہر شاخ شاخش پرثمر شد
 لہذا ٹہنی ٹہنی پر ثمر ہے

اک ایسی شاخ جس میں میوہ اکثر
 جھکاتی بوجھ سے نیچے ہے وہ سر
 ہے کیا نادر گل گلزار انسان
 عجوبہ ہے مل بازار سبحاں
 عجب ہے باغ جس سے شاخ انسان
 ہے دیتا باغبان کو باغ عرفاں
 گل اسماء کلی خوب اس میں
 نسیم فیض ازلی سے کھلی ہیں
 درخت باغ کا طرفہ ہے یہ بار
 کہ جس سے پھل میں ہیں اشجار آثار
 ہزاروں بلبل اندر باغ عالم
 ہیں نغمہ سنج سب اسماء سے باہم
 عجب ہے بحر وحدت کا یہ قطرہ
 کہ اس قطرہ میں ہے کثرت کا صحرا
 اسی قطرہ سے جب ہو بحر موج
 ملے موتی کہ جو ہے درۃ التاج
 اگر غوطہ زنی ہو بحر عرفاں
 ہے مقصد مثل غواصان عرفاں
 اشرف سے کر تو چشم بینا
 ہے بحر وحدت ان کے تابینہ
 نہنگ بحر عرفاں نام ان کا
 وہیں بحر نہنگ آشام ان کا

لی شاخی کہ دارد میوہ بسیار
 نہد سر را نشیب از بار آثار
 گل گلزار انسانی غریب است
 مل بازار سبحانی عجیب است
 زہی باغی کہ از وی شاخ انسان
 وہد مر باغبان را باغ عرفان
 بسی در وی گلی اسماء کلی
 شگوفہ از نسیم فیض ازلی
 درخت باغ را این طرفہ بار است
 کہ در بارش درختان و شمار است
 ہزاران بلبل اندر باغ عالم
 بہ اسماء می کند باہم ترنم
 عجب این قطرہ از دریائی وحدت
 کہ در قطرہ بود صحرائی کثرت
 ازیں قطرہ چو گرد بحر موج
 درمی آید کہ باشد درۃ التاج
 اگر خواہی کہ در دریائی عرفان
 زنی غوطہ چو غواصان وجدان
 طلب از گوہر اشرف کہ خمینست
 کہ بحر وحدت اورا تابینست
 نہنگ بحر عرفان نام دارد
 درو بحر نہنگ آشام دارد

حقیقت انسانی مذکور ہر ایک مراتب مسطور میں کہ تنزل فرمایا ہے تو ضرور اس کے لئے ایک تعین و تقید رہنا ہوا اور اس تعین و تقید کے سبب سے دولت قرب شہود سے دور اور حضور کی لذتوں سے مہجور قرار ہوا۔ خصوصاً خلقت انسانی و صورت جسمانی میں کہ یہاں ایک خاص تعین پیدا ہوا اور قابل گریز تقید ظاہر ہوا جس کے سبب سے بعض افراد انسانی نے دعویٰ انانیت سے سرکشی کی اور اپنے کو مستقل الوجود دیکھا۔ عجب دوری و مہجوری ہے اللہ کی پناہ ہے اس سے بیابان محرومی و صحرائی مہجوری میں شہسوار

حقیقت انسانی شکار کرتا تھا اور آرزو کے ہر بہن اور شکار رنگ و بو کے پیچھے رہوار کو فکری تھیں ناگاہ سعادت ازلی و ددلت لم یزلی کا شیرو بیرغیبی کچھار اور لاریبی بیشہ سے رونما ہوا اور ہوائی ہرنوں اور خود نمائی کے شکار اس سے گوشہ عدم میں آگئے اور اس کا میلان شکار گاہ احدیت و فنا فی الصمد کی طرف ہو۔ اس وقت اس نے سمر اداوت کو بارگاہ میں رکھا کہ اس کو گوشہ خطر ناک و بیابان پر خطر میں گذرنا ہو سکے مظہر موسیٰ ہو کر طور راہ پر قدم رکھے اور دامن کسی خضر صفت کا کہ جس کی شان میں

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا
اٰتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝۱۰

تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک
بندے (خضر) کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس
سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔

نازل ہوا ہے پکڑ لے۔

حضرت قدوۃ الکبر فرماتے ہیں پر و مقتدا ہونے کی قابلیت و استعداد کے شرائط اس آیت سے استنباط کئے گئے ہیں تو پیر کو چاہیے کہ ان پانچوں اوصاف سے موصوف اور معرفت عارفانہ سے معروف ہو جیسا کہ مرصاد فرماتے ہیں پہلے عبدیت خاص سے مخصوص ہونا کہ مِّنْ عِبَادِنَا ہے۔ دوسرے حقائق ایثار و عطاء کا قبول استحقاق کرنا بارگاہ سے بلا واسطہ کے کہ اٰتَيْنَاهُ رَحْمَةً ہے تیسرے رحمت خاں کے پانے کی خصوصیت ہونی مقام عبدیت سے کہ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ہے۔ چوتھے علوم کے سیکھنے کا شرف حضرت حق سے ہونا کہ عَلَّمْنَاهُ ہے پانچویں بلا واسطہ علوم لدنیہ کی دولت پانا کہ مِمَّنْ لَّدُنَّا عَلَّمْنَاهُ ہے۔ قریب قریب مثنوی مولوی کے اشعار پڑھ لے

مثنوی

پیر تابستان و خلقان تیسر ماہ
خلق مانند شبند و پیر ماہ
کردہ ام بخت جوان را نام پیر
کو ز حق پیرست فی زامام پیر
او چنان پیر است کش آغاز نیست
یا چنان در یتیم انباز نیست
خود قوی تر میشود خمر کہن
خاصہ آن خمری کہ باشد من لدن

پیر گرمی خلق ہے گرمی کا ماہ
خلق گویا رات ہے اور پیر ماہ
کر دیا بخت جواں کا نام پیر
ہے جو پیر حق نہیں ہے سن میں پیر
ابتدا جس کی نہیں ایسا ہے پیر
ایسا گوہر ہے نہیں جس کا نظیر
خود قوی تر ہوتا ہے خمر کہن
لیکن اچھی ہے شراب من لدن

پیر کو لے کر نہ کہے اس کے سفر
ہے بہت پر آفت و خوف و خطر
پیر کا سایہ نہو گرے فضل
تجھ کو پھر سرگشتہ رکھے بانگ غول
ڈالے تجھ پر غول آفت راہ سے
تجھ سے دانا تر درین رہ بسپرند

حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے جب ایسا ہوتا تھا لگے تو اس کا دامن مضبوط پکڑے اور پیر کو چاہئے کہ پہلے مرید کو علوم شرعیہ کی جس کی ضرورت اصل ہے سکھائے اور بعض عقائد صوفیہ سے بطور اجمال کے آگاہ کر دے اس کے بعد کسی شغل میں جو اس کی حالت کے مناسب ہو مشغول فرمائے لیکن سب اشغال سے مرید مبتدی کے لئے ذکر چہر زیادہ مفید ہے۔ مرید ان اذکار و افکار اور رات دن سیر بدرجہ کمال میں پہلے مرتبہ حیوانیہ پر پہنچتا ہے اور جو کچھ تمام حیوانات پر ظاہر ہوتا ہے اس پر ظاہر ہوتا ہے۔

شعر

درین منزل بود از لطف سبحان
بکشف دیدہ اش مکشوف حیوان
ہے اس منزل میں ہوتا فضل سبحان
اسے کھلجاتا ہے مکشوف حیوان
جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے تو مرتبہ نباتیہ میں پہنچتا ہے نباتات کی خاصیتیں معلوم کرتا ہے اور اشیاء کی تسبیح کو سمجھتا ہے۔

قطعہ

دریغ باشد ضمیر پاک سالک
بملک بر نبات مرز مالک
ہوا اس جا ضمیر پاک سالک
شہر ملک نبات از حکم مالک
شہد در ہر زمان اسرار تسبیح
بہ پیش فکر سالک راہ تشریح
جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے اور ضمیر بیان ترقی و عروج میں قائم کرتا ہے تو شہر جمادی میں پہنچتا ہے اس کے عجیب اسرار اور نادر حکمتوں پر آگاہ ہوتا ہے اس کے کانوں کے دینے اور خزانوں کے جواہر گریا آنکھوں کے دیکھنے ہو جاتے ہیں۔

مثنوی

دریغ از جواہر کان اسرار
بہ پیش جوہری آرنند خسروار
یہاں پر گوہروں کے کان اسرار
حضور جوہری کرتے ہیں انبار

دلی این جوہر کان معانی مگر یہ جوہر کان حقائق
 بکار جوہری ناید تو دانی نہیں ہے جوہری کے کچھ بھی لائق
 جب اس منزل سے ادھر ٹہلتا ہے تو خیمہ مرغزار خاک میں نصب کرتا ہے یہاں ایک دفتر دیکھتا
 ہے اور دیوان پاتا ہے عجائب و غرائب سے بھرا ہوا جس میں کلمات اسرار و الفاظ آثار بے حد
 دبے شمار ہیں سے

مثنوی

باخر خاک چون بریشت شب بنگ ہے آیا خاک میں جس دم کہ رہوار
 عجائب خود بہ شہری خوردہ اوزنگ تو دیکھا شہر شاہی کا سزاوار
 چہ نادر مسکن انواع اصناف ہے کیسا مسکن انواع اصناف
 کہ نبود ہموچہ او در یح اطراف نہ اس کی مثل ہے قطعاً بہ اطراف
 چو سیمرغ درون قاف مظہر ہے کوہ قاف میں سیمرغ جیسا
 رسیدہ صیت اور در ہفت کشور ہے ہفت اقلیم میں آوازہ اس کا
 جب اس مرتبہ سے عبور کرتا ہے تو سلوک کی کشتی کو دریائے آب میں ڈالتا ہے اور قلزم
 و جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ
 شَيْءٍ حَيٍّ ط ۱۵
 اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو
 زندگی دی۔

میں تیرا ہو جاتا ہے اور کشتی
 بَسَطْتُ الْأَرْضَ عَلَى الْمَاءِ
 ساحل مقصود کو مل جاتی ہے سے

مثنوی

چو کشتی را در آب افکند ملّاح چو کشتی ڈال دے پانی میں ملّاح
 بدریائی عیان شد غرق ارواح تو بحر کشف میں ہوں غرق ارواح
 چہ دریائی کہ اورا نیست پایاب عجب دریا نہیں ہے جس کا پایاب
 بہر سو آشنا را کرد غرقاب ہوا تیرا کہ ہر سمت اس میں غرقاب
 جب ساک کا سامان دریا نے آب سے ساحل ہوا کو پہنچتا ہے تو ایک ایسی دنیا میں گذر واقع ہوتا ہے
 کہ باد ہوائی و نسیم خوشنوائی کے سوا کوئی لطافت و دلہنگی اس گلزار و سن زار سے باہر نہیں آتی سے

مثنوی

چو در بحر ہوا انگند زورق جو بحر باد میں کشتی کو ڈالا
جہاز را یافت جملہ ظل بirq تو پایا خلق کو جھنڈے کا سایہ
بصرائی ہوا ز اینجا گذر کرد بیابان ہوا میں دان سے گزرا
بصور تہائی غیبی در نظر کرد امور غیب کو آنکھوں سے دیکھا

اسی طرح مرتبہ بمرتبہ نزول کے برعکس عروج کرتا ہے جتنا سالک کی کثافت اور تقید کم ہوگا لطافت ظاہر اور وسعت زیادہ ہوگی اور مراتب عالیہ سے نسبت زیادہ کامل ہوگی اور علم و ادراک بہت وسیع ہوگا یہاں تک کہ اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے اور وہ اسم کہ اس کا عین ثابت جس کا مظہر ہے بصورت استعداد کلی ہیولانی الوصف کے اس پر جلوہ فرما ہو جائے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عین ثابت میں سالک ان تین مراتب میں ایک سے خالی نہ ہو۔

مرتبہ اول :- یہ کہ اس کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ و صور علمیہ کو جامع و شامل ہو مثلاً عین ثابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض کامل و فرمانبرداروں اور کامل سالکوں کے اعیان ثابتہ کو جنہوں نے قدم بقدم سلوک کیلئے پس اپنے عین ثابت پر ہی آگاہ ہو جانا یقیناً آگاہ کر دے تمام اعیان ثابتہ اور اس کے احکام و آثار پر ازل سے ابد تک۔ گوشہ نشین گنج نے اس مقام کا مکر نشان دیا ہے یہ شعر

دوران دائرہ گردش راہ او یہاں پر تو وہ گردش راہ ہے
نمود از سرادق دمگاہ او نمودار سر سے قدمگاہ ہے

پیر دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جنہوں نے اپنے مرکب سلوک کو قدم مبارک کے نشان پر چلایا ہے صاحب فصوص ہیں کہ وہ اپنے مقام جمعیت سے خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا میری بصارت و بصیرت و خیال کی آنکھ کو تو میں نے چشم بصارت سے وہ دیکھا جو محسوس نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم بصیرت سے وہ دیکھا جو مدرک نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم خیال سے وہ دیکھا جو نہیں دیکھا جاسکتا مگر اسی سے تو ہو گیا معاملہ میرے لئے دیکھا بھالا ہوا اور حکم جو خیالی دہی تھا تقلید کی وجہ سے موجود یقینی ہو گیا تو میں نے جان لیا مرتبہ اس کا جس نے پیروی کی حضور کی اور حضور رسول مبعوث سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں نے مشاہدہ کیا تمام انبیاء کا آدم علیہ السلام سے لیکر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور مشاہدہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو انبیاء کے تمام ماننے والوں کا یہاں تک کہ نہیں باقی رہا ان میں سے کوئی جو ہو چکا اور جو ہوگا قیامت تک ان کے خواص و عوام سے اور میں نے تمام گروہ کے مرتبوں کو دیکھا تو جان لیا ان کے اقرار کو اور آگاہ ہو گیا سب چیزوں سے جس پر وہ بالا جمال ایمان لائے اس چیز سے جو عالم علوی میں ہے اور میں نے ان

سب کو دیکھا بھالا۔

مرتبہ دوم :- یہ کہ سالک کا عین ثابت بعض اعیان ثابتہ کا جامع ہو تو اس کی آگاہی اس مقام میں بعض افراد عالم کے لئے ہوان کے احکام و آثار کچھ بیان کرے۔ جیسا کہ فتوحات میں دوسرے سے نقل فرماتے ہوئے منقول ہے کہ جب میں بلاد اندلس سے بحر روم کو پہنچا تو اپنے دل میں قصد کیا کہ دریا میں اس وقت تک سوار نہ ہوں گا جب تک اپنے احوال ظاہرہ و باطنہ وجودیہ کی تفصیلات کو نہ دیکھ لوں جو کچھ مقدّر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر اپنی آخر عمر تک تو متوجہ ہوا میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پورے حضور و شہد اور کامل مراقبہ کے ساتھ تو دکھا دیا اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے ساتھیوں کے تمام احوال کو جو میری آخر عمر تک جاری ہوں گے ظاہر و باطن میں یہاں تک کہ تمہارے والد اسحق بن محمد اور تمہاری صحبت کو اور تمہارے احوال و علوم و ذوق مقامات و مکاشفات اور تمہاری تمام خصوصیات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں پھر میں دریا میں سوار ہوا علم و یقین کی حالت میں اور وہی ہوا جو معلوم ہوا تھا اور وہی ہوگا بغیر کمی بیشی کے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم شیخ عبدالرزاق کاشی اپنے پیر سے نقل کرتے تھے کہ میرے پیر کی ایک خاص نگاہ تھی کہ جب چاہتے کسی کے حال پر آگاہ ہو جائیں تو اس پر ایک نظر کرتے اور اس کو اس کے دنیا و آخرت کے احوال کی خبر دے دیتے۔

حضرت قدوة الکبر نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اس فقیر کی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کے حالات موجودہ و واقعات آئندہ کا حقہ معرض بیان میں لائے حضرت میر کے قلب مبارک کی توجہ کو فقیر کے دل میں حق تعالیٰ نے القا فرمایا اور ان حضرات کے حالات کو ظاہر کر دیا جیسا کہ تمام جزوی و کلی واقعہ میں نے حضرت میر سے عرض کر دیا چند روز گزرنے پر جو عرض کیا گیا تھا وہی دیکھا گیا۔

مرتبہ سوم :- یہ ہے کہ اس کا عین ثابتہ کسی کے اعیان ثابتہ کا جامع نہ ہو صرف اپنے ہی عین ثابتہ کا جامع ہو جیسا کہ شیخ نجم الدین مہر نے اپنے مکشوفات حضرت قدوة الکبر سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ جلد کے آخر میں ماہ رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ کو اولین و آخرین کے حالات مجھ پر منکشف کر دیئے گئے بلکہ ازل وابد کے معاملات کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا اور اب جب کہ میں ساٹھ سال کا ہوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری اولاد مقام میثاق ازل میں بابا آدم کے تلوے میں تھی ۵

شعر

چو عکس او بجم خام افتاد پڑا جب عکس اس کا جام می میں
نظر آعنا برانجم افتاد پڑیں اول سے آخر تک نگاہیں

شیخ نجم الدین کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ سالکوں اور درویشوں کے چاروں مراتب براہ کرم بیان فرمادیں فرمایا جب تک کہ طالب از سر تا پایا طلب یعنی علم یقین سے آراستہ نہ ہو ایک دن پریشانی و خلل سے جھوٹا اور بے کار ہو جائے گا اور وہ سالک جو حق کا فیض کامل عین اللہ سے دل میں نہیں رکھتا نفس کی ذات سے ایک کتا ہو جائے گا۔

قطعہ

الف سالک است بیعت صدق سچی بیعت الف ہے سالک کی
زود شدہ سالک راہ حق زیبا راہ حق چلنا اس کو ہے زیبا
از رو لطف جو ہر طالب ہے لطافت سے جو ہر طالب
ظل آہست ممترخ ز صفا سایہ پانی کا با جلاء و صفا

جب سالک عنایت الہی و مدد غیر متناہی سے اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے تو اس مقام میں سلوک ختم ہو جاتا ہے اور سیر جذبہ جلیہ سے بدل جاتی ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک اس راہ میں رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس سلوک والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ جب اس مرتبہ سے نزول فرماتا ہے اور اپنے مقام اصلی کی طرف لوٹتا ہے تو طالبوں کی تربیت کر سکتا ہے۔

بیت

ہر آن سالک کہ کرد انزال و اعراج بلند و پست کی پائی جو معراج
بفرق طالبانست درۃ التاج مریدوں کے ہے سر پر درۃ التاج

اور اگر عنایت ازلی و ہدایت لم یزل سے ناگاہ بلا واسطہ سلوک کے شرف جذبہ سے درگاہ عرفان موقوف میں مشرف ہو اور اسی جذبہ کی حالت میں اگر کسی بزرگ کی بارگاہ میں پہنچ جائے جس کا دونوں سلوک میں کام مقصد تک انجام پا چکا ہو اور وہ اس کو سلوک سلسلہ تربیت میں کر کے حضرت جذبہ میں لوٹا لائے تو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں تو ایسا شخص بھی اقتداء کے لئے مناسب ہے سو ان دونوں صاحب دولت کے راہ یقین کے سالکوں اور برہمنوں کے راستہ کے چلنے والوں کی تربیت کے لئے کوئی مناسب نہیں ہے اور یہ ایک تاج ہے عظیم الجواہر جس کے سر پر رکھ دیں اور لباس ہے بڑے مرتبہ کا جس کے بدن پر پہنا دیں۔

رباعی

درا نہ حضرت کہ بار عام باشد جب اس سرکار کا دربار ہے عام
بدیدارش ہمہ را کام باشد تو اس کی دید سے ہر اک ہے خوش کام
ندانم تا کرا لطفش بخواند خبر کیا لطف اس کا کس سے بولے
کہ در خاصان کلام از عام باشد کہ خاصوں میں ہے ہوتی گفتگو عام

حضرت قدوة الکبرائے ارشاد فرمایا کہ اگر سالک جذبہ کی بارگاہ تک نہ پہنچ سکے اور اسلئے ہی میں ٹھہر جائے تو اس کو صرف سالک کہیں گے! سرحد جذبہ پر ٹھہر جائے اور راسخوار سلوک کو ٹھہرائے ہدایت میں نہ دوڑائے (منزل سلوک کو طے نہ کرے) تو اس کو فقط مجذب کہیں گے۔ ان دو بزرگواروں میں سے کسی سے سالکوں کی تربیت شاذ و نادر ہی ہوئی ہے۔ لیکن ان کا نفس (فرمودہ) بہت جلد کارگر ہوتا ہے ان حضرات کی روش ان کی سیرت اور ان کے طور طریقے اور کھانے پینے کے معاملات بالکل خلاف قیاس ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کتنا ہی کھائیں پیٹ نہیں بھرتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بالکل کھاتے ہی نہیں۔ قریب قریب فرمایا کہ شیخ ابراہیم مجذب کا حال | حضرت شیخ نجیب الدین بن غش نے فرمایا کہ مجھے شیخ ابراہیم مجذب کی ہم نشینی کی بہت آرزو تھی میں نے ایک دن موسم سرما میں انہیں بازار میں دیکھا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ یہ وقت ہے کہ ہم تم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں گزاریں گے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ مسجد میں چلا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا لے آؤں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میرا پیٹ بھل ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد بارش ہونے لگی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ پرنا لے پہنے لگے۔ جب ہم نے غش کی ناز پڑھ لی۔ اور تمام لوگ مسجد سے ناز پڑھنے کے بعد چلے گئے صرف ہم دونوں وہاں رہ گئے تو شیخ ابراہیم مجذب نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے کھانے کے لیے کچھ لاؤ۔ رات بہت اندھیری تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ بجلی خوب چمک رہی تھی میرے پاس کچھ اشرفیاں تھیں وہ میں نے ان کو دے دیں اور کہا کہ اس وقت تو آپ معاف کیجئے کہ ایسی بارش اور اندھیری رات میں کھانا کیسے لایا جائے گا۔ ان شاء اللہ کل صبح اس رقم سے کھانا خرید لیں گے۔ انہوں نے اشرفیاں لے لیں اور کچھ دیر صبر کیا لیکن پھر کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہے اٹھو اور میرے لیے کھانے کو کچھ لاؤ میرا مکان اس مسجد سے بہت فاصلہ پر تھا لیکن اس مسجد کے پاس ہی میرے ایک عزیز رہتے تھے جو بہت مالدار تھے، میں مجبوراً مسجد سے نکل کر ان کے گھر پہنچا چونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ شیخ ابراہیم مجذب بہت زیادہ کھاتے ہیں لہذا میں نے اپنے عزیز سے کہا کہ میرے یہاں کچھ نہان آگئے ہیں میں نے کچھ روگ اس لحاظ سے کہا کہ ایک بھی حقیقت میں جمع ہے اور اس میں بہت سے لطیف حیل نفس و قلب درود موجود ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بہت دیر ہوئی پکا ہوا کھانا تو ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے نوکر دوں کو حکم دیا اور ہر ایک نے سینے میں ناپختہ اناج رکھ لیا۔ کسی کی طباق میں چاول تھے۔ کسی کے سریر باقلا (سبزی) سے بھری ہوئی سینی تھی۔ بعض میں چنا اور گندم تھا ایک عدد دنبہ تھا اور ایک عدد پٹیلی تھی یہ سب میرے ہمراہ مسجد میں لائے اور کہا اب آپ خود کھانا پکالیں۔ میں نے یہ تمام سامان اٹھا کر شیخ ابراہیم کے سامنے رکھ دیا۔ میرے خیال میں یہ سب سامان پچاس (پچاس) من ہو گا اور میں نے شیخ سے کہا کہ میں ابھی کھانا تیار کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ رہنے دو میں ایسا ہی کھا لوں گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ تمام اجناس ناپختہ

ہی کھالیں اور کچھ دیر سکون سے بیٹھے رہے کچھ دیر کے بعد ایک فقیر (دریوزہ گر) مسجد کے قریب سے گزرا انہوں نے اس کی جھولی چھین لی۔ اس جھولی میں تقریباً دس من (عجمی) روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کی چیزیں موجود تھیں وہ جھولی فقیر سے چھین کر مسجد میں لے آئے اور یہ تمام کھانا بھی کھا لیا۔

جب آدھی رات گزر گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اب سو جاؤ۔ تم نے میری وجہ سے بہت زحمت اٹھائی ہے۔ لیکن اگر تم نے حرکت کی یا تم جاگتے رہے تو میں تم کو مار ڈالوں گا۔ میں مسجد کے ایک گوشہ میں چلا گیا اور سونے کی کوشش کی۔ میری یہ ہمت نہیں تھی کہ میں ذرا سی بھی جنبش کروں یہاں تک کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں کبھی بھی ہوتی تو کھجانے کی مجال نہیں تھی۔ اسی مسجد میں ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ وہ ہر گھنٹے کے بعد اٹھتے اور اس پتھر کو اٹھاتے اور میرے سر ہانے آ کر کہتے کہ جی چاہتا ہے کہ اس پتھر سے اس کو کپل کر ہلاک کر دوں۔ پھر آپ ہی آپ کہتے کہ نہیں! اس کا مار ڈالنا مناسب نہیں ہے کہ اس کا باپ بوڑھا شخص ہے۔ کل قیامت کو زاری کرے گا اس پتھر کو پھر اپنے مقام پر رکھ دیتے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ مجھ کو ڈر سے نیند نہیں آتی تھی لیکن اپنے کو ایسا دکھاتا تھا کہ میں نیند میں ہوں۔ پھر انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سو نہیں رہے ہو۔ خیر میں نے تم کو بہت زحمت دی ہے اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور صاف کرتا ہوں اور اب میں مسجد کی چھت پر جا رہا ہوں تاکہ تم مجھ سے بے خوف ہو جاؤ۔ اور آرام سے سو جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چلے گئے۔ مسجد کے ناودان کے مقابل ایک کمرہ تھا امام مسجد نے وہاں پست سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ ابراہیم مجدد اب اس کمرہ کے اندر چلے گئے خوف کے باعث میں ادر گیا اور اس کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ میں آرام سے سو جاؤں۔ ابھی میں جاگ ہی رہا تھا کہ اندر سے روٹی کھانے کی آواز مجھے سنائی دی مجھے سخت تعجب تھا کہ اس کمرہ میں سوائے کتابوں کے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی پھر وہ کیا کھا رہے ہیں۔ جب صبح کو وہاں سے چلے گئے تو میں اس کمرہ کے اندر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تمام کتابوں کی جلدیں کھا گئے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل
پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی

حضرت قدوة الکبر افراتے تھے کہ سلوک میں اگر بارگاہ نبوی
وسرکار مصطفویؐ کی فرمانبرداری و اطاعت کے راستہ
سے کچھ بھی انحراف ہو تو اپنے منزل مقصود تک پہنچنا
ممکن نہیں ہے جیسا کہ بعض اگلوں نے اپنے مرکب سلوک کو بلا واسطہ برزخ البرازخ کے چلایا ہے درگاہ
نور الانوار تک نہیں پہنچے ہیں اور ان کو اس بارگاہ سے ڈانٹ کر ہٹا دیا ہے۔ تقریباً شیخ علاؤ الدولہ سمنانی
سے نقل کیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی نے فرمایا ہے کہ واقعہ میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
سے میں نے سوال کیا کہ آپ بوعلی سینا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وہ ایک شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہا بغیر میرے وسیلہ کے تو میں نے اس کو روک دیا

اپنے ہاتھ سے اس طرح تو گر گیا جہنم میں اور اسی طرح شیخ شہاب الدین مقتول جو ان کے پیروی کرنے والوں سے ہیں لیکن حضرت شیخ فخر الدین رازی عقاب کے گئے ہیں بسبب اپنے کمال حیرت ناگوار کے تیس برس کے بعد ایک اپنے تحقیق کردہ مسئلہ سے رجوع کیا ہے اس واقعہ سے بے حد رنجیدہ ہوئے روتے تھے کہ اگر میری تمام تحقیقات اسی طرح پر نکلیں تو کیا کروں گا؟

شعر

یقینی را کہ دانستم گمان شد گمان ثابت ہوا جس پر تھا اقبال
چہ سودائی کہ سود من زبان شد یہ کیا سودا کہ خود ہے نفع نقصان
اُن کے ایک شاگرد نے اس واقعہ کو حضرت شیخ محی الدین عربی سے زبان عجم میں بیان کیا، آپ نے اہم کو لکھا کہ اگر چاہتے ہو کہ تم کو اپنے معلومات سے رجوع نہ کرنا پڑے اور چیزیں ٹھیک طور پر معلوم ہو جائیں تو چاہیے کہ تصفیہ وجہ خاص کو اپنی حالت کا ملازم خاص بنالو۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ میں بعض کو کھانے پینے کی بالکل حاجت نہیں ہوتی اگرچہ بہت دن اور بے شمار سال گزر جائیں چنانچہ شیخ اردبیلی جس وقت کہ وہ نزع میں ہوئے تو رودنی ترک کر کے اُن کے حلق میں لوگوں نے ٹپکایا اور تھوڑا سا شور با بھی ان کے حلق میں پکھلنے لگے انہوں نے روکا اور کہا تیس برس سے روزہ میں رکھتا رہا اب روزہ ہی کی حالت میں جاتا ہوں۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اہل جذب عقلا اور صاحب معرفت ظرفاء سے عجیب و غریب حالات اور تعجب خیز واقعات کا صدور ہوا ہے۔ بظاہر اگرچہ ان کے اقوال خلاف ادب معلوم ہوتے ہیں لیکن

حکایت بروایت
جعفر خلدی

بارگاہ الہی میں وہ آب زلال سے بھی زیادہ خوشنکوار ہیں اس لیے کہ ان حضرات میں سے اکثر معشوق صفت گزرے ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ سے عمران اسرار رہتے چلے آئے ہیں اور دائمی طور پر حرم راز کے ہنشین رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں تھا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا تمام چہرہ اپنی عبا میں چھپائے ہوئے تھا یکایک وہ اٹھا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگا کہ تو کس کو زیادہ پسند کرتا ہے یہ کہ وہی کا مشرب اور فالودہ دو یا یہ کہ تیرے گھصہ کی ان قندیلوں کو توڑ ڈالوں۔ پھر اپنی جگہ پر لوٹ کر سو رہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شیخ کوئی گنوار ہے یا کوئی ولی اللہ ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا اس کے پاس ایک بڑی سی زنبیل تھی یہاں تک کہ اس شخص کو اس نے دیکھ لیا اور اس کے پاس پہنچا اور اس کے سر پر ہانپنے پہنچ کر کہا کہ میں تمہارے لئے کچھ چیز لایا ہوں، یہ کہہ کر اس نے زنبیل سے چھانچھ کا سالن اور فالودہ نکالا۔ وہ شخص اٹھ کر بیٹھ گیا اور یہ دونوں چیزیں کھالیں اور

کچھ باقی چھوڑ دیا۔ اور کہا لے یہ اپنے بچوں کے لیے لے جا۔ وہ شخص بچا ہوا سامان لے کر واپس ہوا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اس کے پاس پہنچ کر میں نے کہا کہ اے شخص تم کو خدا کی قسم سچ کہنا کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے پہلے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے بچے کئی روز سے مجھ سے چھا چھ کا سالن اور فالودہ کی فرمائش کر رہے تھے۔ میں ایک غریب شخص ہوں جسٹ مزدوری کر کے پیٹ پالتا ہوں۔ میں نے بچوں سے کہہ دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کچھ زیادہ مزدوری دلوادے گا تو میں تمہاری خواہش پوری کر دوں گا۔ آج میں نے ایک دینار کمایا تھا۔ حسب وعدہ میں نے چھا چھ کا سالن اور فالودہ پکڑنے کا سامان خریدا اور چچی خانہ میں جا کر ان چیزوں کو تیار کرنے لگا کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو ہاتھ غیبی نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور جو کچھ پکا پا ہے مسجد اقصیٰ میں لے جا اور اس شخص کو کھلا دے جس نے اپنے منہ کو بجا میں چھپا رکھا ہے۔ وہ ہمارا ایک شوخ جہان ہے۔ یہ ہم نے تمہارے ہاتھ سے اسی کے لیے تیار کرایا ہے جو کچھ اس کے سامنے سے بچ رہے وہ اپنے بچوں کو کھلا دینا کہ اس میں نیک بختی کا اثر ہو گا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے بچے وہ کھانا لے کر آئے کہ وہ کھائیں۔ لیکن میں وہ سب لے کر یہاں آگیا جیسا کہ تم نے دیکھا۔

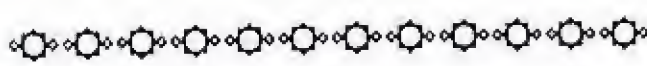
حضرت نور العین فرماتے تھے کہ روم کے اکابر میں سے ایک صاحب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت کے بارے میں کچھ باتیں انہوں نے دریافت کیں۔ حضرت نے اس سلسلہ کے تمام نکات ان کے سامنے بیان فرمائے چونکہ سائل کا اس استفسار سے مقصود استفادہ نہیں تھا۔ اس نے حضرت سے الجھنا شروع کر دیا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اسے عزیزانم سلوک دانی کا دعویٰ کرتے ہو اور خود کو مرشد کہتے ہو۔ اپنی اس بزرگی کا کچھ باطنی نشان اور علامت پیش کرو۔ جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ روحہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

میں نے اسباب دنیا کو جمع کیا اور ان کو ایک رسی سے باندھا اور اس کو دریائے یاسیت (ناامیدی) ڈال دیا۔ اس وقت میں نے اس فانی دنیا سے آرام و استراحت حاصل کی اور حضرت جبار جل جلالہ تک پہنچا۔

ترتیباً کہ دریائے یاسیت کیا ہے اور صحرائے یاسیت کس کا نام ہے اور جب اس دریا کو عبور کیا تو کس کشتی میں بیٹھ کر اس کو عبور کیا اور کس ساحل پر پہنچے یہ سالک کے لیے اول منزل ہے یا اسکا آخری درجہ ہے۔ یہ صوفیہ کرام کے رموز و ارشادات ہیں کہ جو کوئی اس گروہ سے متعلق ہے وہ ان باتوں کو جانتا ہے۔

رباعی

کسی کین بحر را غواص باشد اگر اس بحر کا کوئی ہو غواص
بد اند ستر غواصان دیگر تو جانے راز غواصان دیگر



کسی کو نیست از جوہر فردشان نہیں ہے جوہری کوئی تو پھر کیا
چسہ داند قیمت یا قوت و گوہر وہ جانے قیمت یا قوت و گوہر
دروندان خو خوار کی مابیت اور ساکنان جاں سپار کی کیفیت سوائے پرہ مند کے اور کرنی نہیں جانتا
اور سوائے خردمند (سالک) کے اور کرنی بیان نہیں کر سکتا ہے

آنکس داند حال دل غمگینم میرے دل پر غم کی وہ حالت جانے
کو راہم ازین نمد کلاہی باشد جسکی کہ بنی ہو اسی نمدہ سے کلاہ
مرد ہے وہ کہ جس نے ترک کا خرد اپنے سر پر رکھا ہو اور ہمت کے اسلحہ سے سر سے پاؤں تک
آراستہ ہو وہی اس معرکہ میں زخم کھا سکتا ہے اور اس زخم پر مرہم کا پچھا ہار کھا سکتا ہے۔

قطعہ

جرعہ ترک نوش باید کرد آہنی گھونٹ چاہیے پینا
تا شوی مست فقر تا بابد تاکہ ہو مست فقر تا بابد
خرقہ از صفائی صبر پوش صبر کے صاف خرقہ کو پہنو
تا شوی مرد فروز و زاحد تا بنو ایک مرد زرداحد
جزو کل کو ترک کرنا چاہیے جس سے مراد جان قربان کرنا ہے اور شمع الہی کا پردانہ بننا ہے بیشک
جو کچھ آبخورہ میں ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے

ع

از کوزہ ایمان برون تر آرد کہ در دست کوزہ سے نکلتا ہے وہ جو اس میں ہے
نفس کی نظر سے اس فقیر کے قول پر نظر نہیں کرنا چاہیے بلکہ دیدہ دل سے دیکھنا چاہیے کہ اس
نہر میں کون سے دریا کا پانی جاری ہے۔

غزل

درون مصر جان خود چہ یوسف نازنین دارم کہ صد ہجو زینحاشی بکوش ہمنشین دارم
یہ خلوتخانہ سینہ کہ از اغیار خالی شد بخلوتخانہ سینہ کہ از اغیار خالی شد
چہ شاہد نازک موزن من خلوت نشین دارم چہ شاہد نازک موزن من خلوت نشین دارم
ز وصل شاہد بلقیس در عالم سلیمانم ز وصل شاہد بلقیس در عالم سلیمانم
کہ جن دانش حس و غیر در زیر نیکن دارم کہ جن دانش حس و غیر در زیر نیکن دارم

ہو در دل صورت خورشید معنی بشود طالع
سرگردون بزیرائی ہمت بر زمین دارم
نثار و صل تو اشرف مثال دین و دنیا را
کند نقد روا ترا ہم کہ صد دنیا بدین دارم

حضرت درتیم نے ظلمانی حجابوں اور نورانی بجلیوں کے متعلق ادب سے سوال کیا حضرت
قدوة الکبرائے فرمایا کہ تجلیات و مکشوفات کا بیان داخہار مشائخ نے بطور تفصیل کے فرمادیا ہے اور
ہر ایک نے سلوک کے مطابق طویل راہ طے کی ہے اب اختصار و کمال اختصار کے طور پر کہا جاتا ہے
کہ جب طالب صادق اور سالک واقعی اذکار و افکار میں مشغولی کرتا ہے اور ریاضت کی راہ
بمشقت طے کرتا ہے تو اس کے لئے اچھی اور بری صورتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس طرف توجہ نہ کرے اور
نہ بجلیوں کی طرف نہ چمکوں کی طرف نہ چمکتے انوار کی طرف اور نہ روشن رنگوں کی طرف اور جان لے
یقینی طور پر کہ نور حقیقی پاک ہے اس سے کہ رنگین اور شکل دار اور کسی جہت میں ہو۔
حضرت قدوة الکبراء فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

ان الله تعالى سبعين الف
حجاب من نور وظلمة
بے شک اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار حجاب
نور و ظلمت کے ہیں۔

ظلمانی حجابات اور نفسانی پردے تو جیسا کہ پانچوں حواس اور طبیعتیں اور عوارض اور برے
اخلاق اور ذلیل عادتیں اور خواہش و شہوات اور شیطانی خیالات اور نفسانی دوسے ہیں اور
ظلمتوں کے ان اقسام سے ہر ایک کی شاخیں ہیں کہ جس کی شرح زیادہ طول رکھتی ہے اور ظلمانی حجابوں
کا اٹھ جانا سالک پر بہت آسان ہے بہ نسبت نورانی حجابوں کے کیونکہ نفس با بطع نور کی طرف مائل ہے
بہ نسبت ظلمت کے۔ دس دس ہزار رنگ ہر لطیفہ قالب و قلب و نفس کے نیچے پوشیدہ ہیں کہ جن کا
مجموعہ ستر ہزار رنگ ہوتا ہے ان میں سے دس ہزار ظلمانی حجابات لطیفہ قلبیہ میں چھپے ہیں اور
ان کا رنگ تاریک ہے۔ جب اشغال و اذکار ترقی پکڑتے ہیں تو انوار روشن ہوتے ہیں تو انوار
تاریکیوں کو بعض کو بعض کے اوپر مشاہدہ کرتا ہے۔ جب سالک کا وجود زیادہ لطیف ہو جاتا ہے تو انوار
کی لطافت زیادہ صاف ہو جاتی ہے جیسا کہ سفید پانی کا پھین۔ اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ نفسیہ
میں پوشیدہ ہیں جن کا رنگ نیلا ہے اور برائیوں کے خطرات اور تاریکیوں کے صفات کا سرچشمہ
و منشا اسی میں ہے اور دس ہزار ان میں سے پوشیدہ ہیں لطیفہ قلبیہ میں جن کا رنگ زیادہ لال
ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ۔

شعر

جو نور شمع رویش برف سوزد جو اس کے شمع رو کا نور چمکے
نقاب از غیرت از پیشش بسوزد نقاب رخ کو آگے سے جلادے
دس ہزار حجابات لطیفہ ستر میں پوشیدہ ہیں کہ اس کا رنگ سفید ہے جیسے سفید اور صاف شیشہ
جس میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو

بیت

شعاع نور اوکڑا اضطراب است اس کی شعاع نور تو ہے اضطراب میں
تو گوئی آفتابی اندر آب است جیسے کہ آفتاب ہی اندر ہے آب میں
اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ روحیہ میں رکھ دیا ہے جس کا رنگ زیادہ زرد ہے نہایت صفائی
اور لطافت میں سے

شعر

از ان نوری کہ تابانست و احمر اسی سے جو ہے نور سرخ و تاباں
نمایاں شد برنگ نور اصفہر ہوا ہے نور اصفہر میں نمایاں
اور دس ہزار مندرج ہیں لطیفہ خفیفہ میں کہ جس کا رنگ قلعی کردہ آئینہ کی طرح ہے مثل آنکھ کی
سیاہی کے پتلی کے کنارے میں اس جگہ سالک چشمہ آب حیات سے کچھ سیراب ہو جاتا ہے اور دس
ہزار پوشیدہ ہیں لطیفہ حقیقت میں کہ جس میں لطائف اور انوار قائم ہیں اور اس کا رنگ زیادہ ہرلے
اور آنکھ کو روشن کرتا ہے اور دل میں فرحت پہنچاتا ہے زندگی کا رنگ اسی سے نکلتا ہے۔
اس کے بعد عقیق کے رنگ میں نمایاں ہوتا ہے

بیت

دریخا سالک سر دقیق است یہاں باریک سر کا ہے وہ رہرو
کہ آخر نور از رنگ عقیق است کہ آخر ہے عقیقہ رنگ سے صنو
حضرت قدوة الکبرامراد سے نقل فرماتے تھے کہ جب آئینہ دل آہستہ آہستہ لالہ
اکلا اندک کی قلعی سے صیقل پا جائے اور طبیعت کا رنگ اور بشری صفات کی تاریکیاں
اس سے مٹ جائیں تو عینی انوار کے قابل اور لاریبی اسرار کے پرتو ہونے کا محل ہو جاتا ہے
مشرع حالت میں وہ انوار اکثر بطور بجلی اور چمک کے ظاہر ہوتے ہیں اور ہر چمک پر ہزار طرح
کی ترقی بڑھتی ہے

شعر

یا ایہا البروق الذی تلمع لے چمکدار بجلیو بولو
من لے آکناف الجمیع تطلع کس طرف سے طلوع کرتی ہو

جیسی صفتوں میں زیادتی ہوتی ہے انوار کو زیادہ قوت ہوتی ہے بجلیوں کے بعد چراغ و شمع و شعل اور روشن آگ کی طرح مشاہدہ ہوتا ہے۔ پھر انوار علوی ظاہر ہوتے ہیں ابتدا چھوٹے تاروں کی صورت سے اور بڑا یہ کہ چاند کی صورت میں مشاہدہ واقع ہوتا ہے اور اس کے بعد آفتاب کی طرح پر اور اس سے بڑے انوار مثال سے پاک نمایاں ہوں گے۔

سالک کو ان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے | حضرت قدوة الکبر انے فرمایا کہ سالک کے لیے یہ بات اپنی تمام تر توجہ راقی عروج (عروج کی بیڑھیوں) پر مبذول رکھے۔ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے شاید اسی موقع کے لیے یہ شعر کہا ہے:۔

شعر

غلام، سمت آئم کہ زیر چرخ کبود ہوں ان کی ہمت عالی کا زیر چرخ غلام
زہر چہ رنگ تعلق پزیر د آزاد است ہر ایک رنگ تعلق سے جو کہ ہیں آزاد

ان انوار کے منشا اور ان انوار کے منابع رنگارنگ ہیں۔ سالک کی روحانیت شیخ کی ولایت، انوار نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء مشائخ کے ارواح پاک اور بارگاہ حضرت عزت اور مختلف ذکر و انوار، خصوصاً کلمہ طیبہ کا نور اور قرآن و ایمان و احسان و اسلام اور مختلف عبادتوں اور طاعتوں کا نور کہ ہر ایک کے لئے جدا گانہ نور ہے اور ہر عبادت و منشا سے دوسرا نور ہوتا ہے اور ہر طاعت سے دوسرا سرور اٹھتا ہے اس کے مناسب

ہر عبادت را حضوری دیگر است ہر عبادت کا جدا گانہ حضور
ہر اطاعت را سروری دیگر است ہر اطاعت کے لئے دیگر سرور
ہر چراغی کز عبادت برکنی تم عبادت سے جلاؤ جو چراغ
مطلع انوار و نوری دیگر است مطلع انوار اور دیگر ہے نور

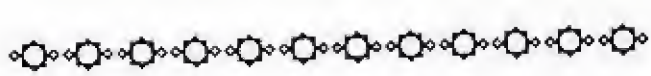
یعنی ہر ایک کا ذوق اور رنگ دوسرا ہے۔ جب انوار پوری طرح سے ظلمانی جہالت سے باہر نکل آتے ہیں تو پھر خیال کے لئے ان میں تعریف کی گنجائش باقی نہیں رہتی حضرت قدوة الکبر نے تقریباً ان الفاظ

میں فرمایا کہ ایک درویش نے خلوت خانہ میں مصروف عبادت تھے اور ان کے مرشد نے جس شغل کا حکم دیا تھا اس میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک ایسا نور نمایاں ہوا جس نے تمام دنیا کو ڈھانک لیا اور ہر چیز کو اپنے اندر چھپا لیا درویش کو یہ خیال ہوا کہ یہ نور الہی ہے اور حضورِ نامتناہی کی شان تجلی ہے ان کے پیر اس خطرہ سے آگاہ ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ راہ سے بھٹک جائے گا تو صورتِ ثلاثی میں تجلی کی اور فرمایا کہ مرید ہرگز دوسرا خیال نہ لا اور سلوک کی راہ اختیار کر اور ان سب کو نہ دیکھ اور چلا چل کہ یہ تو تیرے وضو کا نور ہے۔

چو بینی ذرّہ خورشید انوار جو دیکھو ذرّہ خورشید انوار
درخشد در ہمہ اطراف و اقطار چمکتے اس سے ہیں اطراف و اقطار
ولی باید ترا خورشید روئی مگر اس دم کوئی خورشید رو ہو
کہ آگاہ ترا زین رنگ و بوی بتائے تم کو جو اس رنگ و بو کو

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ کسی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریدوں کے عقیدہ کی تقویت اور غفلت کے لیے مشائخ کی ارواح نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جس کے باعث مرید کی عقیدت اور پختہ اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور اکابر (شیوخ) کے مرتبوں کا فرق بھی اس سے ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سنائی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت بایزید کے کسی مرید سے جو حساب میں تجربہ کار تھا منقول ہے کہ ایک دن کسی نے اس سے پوچھا کہ تم غلغلہ کے کس طرح ارادتمند ہوئے اور اس کا کیا سبب ہے کہ بایزید بسطامی کے سوا تم نے کسی اور سے معیت نہیں کی اس نے جواب دیا کہ مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں وضو کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں نے دیکھا کہ قبلہ کی دیوار شق ہو گئی اور اس طرف کی فضا نمودار ہو گئی اور آسمان پر ستارہ مشتری نظر آنے لگا۔ میں نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ سلطان العارفين بایزید بسطامی کا نور ہے۔ ذرا دیر کے بعد ایک دوسرا آسمان نظر آیا۔ یہ آسمان تمام تر نورانی ہو رہا تھا۔ جیسے سورج! میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ محمد الدین بغدادی کا نور ہے! یہ سن کر اس درویش کو سمعتِ تعجب ہوا۔ یہ بات سنانے کے بعد میں نے کہا کہ یہ بات میں نے اس درجہ سے بیان نہیں کی ہے کہ میں ان بزرگوں کے مراتب میں کسی قسم کی تفریق کر رہا ہوں یا شیخ محمد الدین بغدادی کو میں سلطان العارفين پر ترجیح دے رہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جس مشرب کے حوالہ کر دیا ہے۔ جب وہ اس مشرب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو وہ اسی طریقہ کا متبع بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اثبات قدم کے لئے اس مسلک میں اس کے شیخ کو اعلیٰ مراتب میں اس کو جلوہ فرما دیکھا دیتا ہے۔

نور مطلق کیسا ہے؟ | حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ جب نور اور رنگ بے حد ہو جاتا ہے تو بے لونی و بے رنگی و بے مقامی و بے شکلی میں آ جاتا ہے اور نور مطلق وہ ہے جو ان سب سے پاک



اور انوار سے منزہ ہے اور جو کچھ ظاہر میں نمایاں ہوتا ہے کبھی ہوتا ہے کہ ذکر کا نور ہوا اور کبھی ہوتا ہے کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے غلبوں سے بشری صفات کے پردے پھٹ جلتے ہیں اور ابر کی طرح ایک پرتو روحانیت کا بجلی کی طرح دکھائی پڑتا ہے اور لوا مع ذکر کے نور سے ہیں اور وضو کے نور سے بھی ہیں جیسا کہ مذکور ہوا اور اسی وقت یہ شعر فرمایا ہے

بیت

چہ نسبت بہ دان رخ بے نظیر کہاں مہر کہاں وہ رخ بے نظیر
کہ ذرہ کجا و آفتاب منیر وہ ذرہ ہے یہ آفتاب منیر

لیکن لوا مع وہ نور ہے جس کا منشا نماز و قرآن و اسلام و ایمان ہے اور بروق و لوا مع و لوا مع کے درمیان فرق یہ ہے کہ بروق بجلی کی طرح ترپتے ہیں اور جلد منقطع ہو جاتے ہیں اور لوا مع و لوا مع کے بعد دیگرے ہوتے ہیں کچھ دیر رک جاتے ہیں اور لوا مع نور آفتاب کی طرح ہے کہ چمک کا عکس آئینہ سے ہر جگہ پڑتا ہے اور کسی قدر ٹھہرتا ہے۔ پھر حجاب میں ہو جاتا ہے تو نماز یا قرآن یا اسلام یا ایمان کا نور آئینہ دل پر عکس ڈالتا ہے اور لوا مع میں ذوق بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے لیکن جو کچھ چراغ و شمع و مشعل اور اس کے مثل دیکھتا ہے تو وہ ایک نور ہے حاصل کیا ہوا پیر کی ولایت کے آفتاب سے یا بارگاہ نبوت سے جو سراجا منیر ہے یا تحصیل علوم سے یا قرآن سے یا ایمان سے اور وہ چراغ و شمع دل ہے اور اگر قندیل و فانوس کی صورت میں ہے تو عرفان کا نور ہے جیسا کہ اس کی مثال بیان فرمائی

مَثَلُ نُورٍ كَمِثْلُكَ (الآیہ) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو۔

اگر علوی چیزیں مثلاً تار سے اور چاند اور سورج کو دیکھے تو انوار روحانیت سے ہے اور کبھی ان کا معائنہ آسمان میں ہوتا ہے لیکن آسمان ایسا ہوتا ہے جو ہوا کی طرح صاف ظاہر ہوتا ہے اور کبھی نفس ایسا صاف ہوتا ہے کہ وہ آسمان کی طرح دکھائی دیتا ہے اور دل اس مقام میں چاند کی طرح نمایاں ہوتا ہے جب آئینہ دل بالکل صاف ہو جاتا ہے تو ماہ کامل نمایاں ہوتا ہے اور کدورت کی وجہ سے ناقص دکھائی دیتا ہے اور اگر دو چاند ایک بار نمایاں ہوں تو روح دل کا آفتاب ہے جب آفتاب اور چاند اور تار سے دریا اور حوضوں اور کنویں میں دکھائی دیں تو روحانیت کے انوار ہیں روح کی صفائی کی ترقی تاروں کے درجہ سے لیکر آفتاب تک ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے ہوا ایسا ہی سمجھنا چاہیے اور اس عمل میں سچا حاکم دل ہے جو وہ کہے اس کو سننے لیکن وہ دل جو سننے کے لائق ہو۔

رباعی

نہ ہر دل صاحب اسرار باشد نہیں ہوتا ہر اک دل جائے اسرار
نہ ہر کس صادق الاقرار باشد نہ ہر اک شخص کا سچا ہے اقرار

وہ دل صیقل ہوا عرفان سے جس کا
مقابل اس کے جامِ جم ہے بے کار

ولی کو دارد از عرفان صقالت
 به پیش جام جم بیکار باشد
 اسی کے حکم میں ہے :

تہیں جھوٹ بولادے جو دیکھا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى
اور آئینہ گواہی:

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَهُ

کہ حقیقت میں نکلنے والا تو وہ دل ہے اور دکھانے والا اللہ تعالیٰ ہے جب ہذا اربّی (یہ میرا پروردگار ہے) کا بتانے والا حق ہوا اور کام دل اس ذوق کے قابل ہوا اور غیب و شہادت و ظاہر و باطن یکساں ہو تو اس مرتبہ میں :

سَنَرِيْهِمْ اِلٰتِنَا فِي الْاٰقَاۗقِ وَ
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ

عتریب ہم انہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں گے
(عالم کے) اطراف میں اور ان کے نفسوں میں۔

کی لذت عطا ہوئی ہے اگر اپنے میں دیکھے تو حق کو دیکھے جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ما نظرت فی شیء الا و رأیت اللہ فیہ۔ جب پردے بالکل سامنے سے اٹھ جائیں اور شہود کا مقام بلا واسطہ میسر ہوتا ہے تو کہتا ہے ما نظرت فی شیء الا و رأیت اللہ فیہ۔ اور اگر شہود کے دریائے ناپید کنار میں ڈوب جائے تو شاہد کا وجود جو یاں ہو جاتا ہے۔

بيت

چو در دریافت یک قطرہ آب پڑے دریا میں جب یانی کا قطرہ

بود آن قطره ہم دریائی سیراب تودہ قطره بنے سیراب دریا

اس مرتبہ میں سید الطائفہ کا قول جملہ وہ گم ہوتا ہے کہ ما فی الوجود سوى الله (اللہ کے سوا کچھ وجود میں نہیں) اس مقام میں تمام مشاہد کا شہود ہوتا ہے ان کے آئینہ میں نیز مشاہد کی نگاہ سے ہوتا ہے چنانچہ صاحب مرصاد کہتے ہیں ۔

رباعی

عرصہ سے تری را دیں ہے پاؤں یہ سر
آنکھیں ہیں مری ادبے تری خاک در
اس رو سے کہ میں آئینہ رو ہوں ترا
ہے تری نگہ سے رخ پہ ترے میری نظر

عمر نیست که در راه تو پایست سرم
ما خاک در تو بیدیدگان می سپرم
زان روی کنون آینه روی تو ام
از دیده تو بروی تو می نگرم

اور مقام انوار میں انوار کے رنگ جو دکھائی پڑیں تو وہ دوسرا رنگ رکھتے ہیں اس مقام کے مناسب۔ مقام لامگی نفس میں جبکہ نفس لوامہ کی آمیزش اس مقام میں ہو اور کارنگ ارزق (نیلا) ہوتا ہے اور یہ کیفیت نور روح کے امتزاج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یا ظلمت نفس اس نور کے ساتھ امتزاج پاتی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ضیائے روح ظلمت نفس نوری سے مل کر ارزق بن جاتا ہے۔

بیت

اگر بار روح نور نفس ملحق ہو نور نفس سے ہو روح ملحق
بود رنگی نماید ہچمو ارزق نمایاں اس سے ہو کارنگ ارزق

نیلا لباس جو مبتدی صوفی پہنتے ہیں اسی مقام کی علامت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شروع میں مشائخ طالبوں کو تجلیات کے رنگ کے موافق لباس پہناتے تھے تاکہ ہر شخص کی علامت ہو اس مقام دانوار سے ہے

شعر

درین رہ طالبانرا ہر زمانی یہاں طالب کا جو وقت و زمان ہے
لباس ہر کسی باشد بیانی لباس ہر شخص کا اس کو بیان ہے
جیسے جہاد اصغر میں جنگ کی علامتیں جب نفس کی تاریکیاں کم ہو جاتی ہیں اور نور روح بڑھ جاتا ہے تو نور سبز نظر آتا ہے اور جب صفائی بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو نور سفید ظاہر ہوتا ہے جب نور روح دل کی صفائی سے ملتا ہے تو سبز نور ظاہر ہوتا ہے اور جب بالکل مصفا ہو جاتا ہے تو ایک نور مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے اور جب پورا روشن ہوتا ہے تو نگاہ اُس پر قابو نہیں پاتی

قطعہ

بصر ز نور تو بر تو ظفر نمی یابد تری چمکے نہیں قابو پاتی تجھ پہ بصر
ترا چنانکہ توئی دیدنش نمی یابد تو ویسا ہے نہیں پاتی ہے ویسا اس کی نظر
ز تو چگونہ خبر شد دل مرا کہ ز لطف ہوئی خبر ترے دل کو مری بھلا کیسے
طراز پیرہن از تو خبر نمی یابد لباس و جسم کو اب تک نہیں ہے تیری خبر

نور حق کا انعکاس

جب نور حق سایہ نور روح پر ڈالتا ہے تو مشاہدہ ذوق شہود سے ملا ہوا ہوتا ہے جب نور حق بلا روحی حجابات اور دل بے پردہ مشاہدہ میں آتا ہے تو بے رنگی و بے کیفیت و بے حدی و بے مثلی و بے نہایتی و بے ضدی و بے ندی ظاہر کرتا ہے لیکن دشمن اس کے لازم سے نہیں ہے۔ یہاں نہ طلوع رہتا ہے نہ غروب نہ دھند رہتا ہے نہ بایاں نہ بچہ رہتا ہے نہ اُپر نہ زمان رہتا ہے نہ مکان نہ نزدیکی رہتی ہے نہ دوری، نہ رات رہتی ہے نہ دن

لیس عند اللہ صباح و مساءً
یہاں نہ عرش ہے نہ فرش نہ دنیا ہے نہ آخرت سے
ابیات

جو چمکے آفتاب ذات دادار	جو تابد آفتاب ذات دادار
رہیں پھر کون کے باقی نہ آثار	نہ ماند از وجود کون آثار
عدم میں سرنگوں سب ہونگے الحق	ہم سر در عدم گیرند الحق
جو چمکے آفتاب ذات مطلق	ز نور آفتاب ذات مطلق
جو بیضا عرش کا ہے ہوگا ذرہ	وگر بیضائی عرش ست ذرہ گردد
جو دریا فرش کا ہے ہوگا قطرہ	وگر دریائی فرش ست قطرہ گردد
نہیں نزدیک اس کے صبح اور شام	بنزد او نہ باشد صبح و شامی
عجب دن ہے نہیں جس کا کوئی نام	چہ روز است اینکہ اور نیست نامی
شرف قطرہ سے دریا کو ہے پہونچا	شرف از قطرہ دریا کشیدہ
ہوا دریا مگر قطرہ نہ دیکھا	شدہ دریا و از قطرہ ندیدہ

قطعہ

چمکے نور اور ہوا وہ ممکن	نور یابد و اذا بد ممکن
نکلا ہے شمس جو اسے دیکھے وہ ہے ایمن	شمس طلعت و من راھا امن
ہے قوم ایک ذات ہی قول ہے مرا	و القوم ذات اذ من کم قلت
اور کتنے قول ایسے ہیں جن میں کہ ہے مامن	و کم اقوال لیکن مع من

ذکر انوار جلالی | حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ انوار جمالی کا بیان بالاجمال مذکور ہوا
اب انوار جلالی کی شرح سنو، صفات جلالی عالم خداوند سے ہے اس کا فنا الفنا
اقتضا کرتی ہے ان حالتوں کی شرح کا بیان قاصر ہے کیونکہ احوال عیان ہیں نہ کہ بیان بلکہ غیب ہے
نہ کہ شہادت، پہلے نور ظاہر ہوتا ہے جلا دینے والا کہ خاصیت لَا تُبْقٰی وَلَا تَذَرُ (لہ نہ باقی
رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے) ظاہر ہوتی ہے درحقیقت سات جہنم اسی نور کے پرتو سے ہے۔ بے چارہ
مجدوب شیرازی اسی بیان کی خبر دیتے ہیں سے

ز باغ وصل تو یاد ریاض رضوان آب ترے دصال کے گلشن سے جنتیں سیراب
 ز تاب بھر تو دار دشرار دوزخ تاب بنی شرار جہنم ترے فسراق کی تاب
 صفات جمال کے انوار چمکانے والے ہیں نہ کہ جلانے والے اور جلال کے انوار جلانے والے
 ہیں نہ کہ چمکانے والے اور ہر عقل اور سمجھ ان معانی کا ادراک نہیں کرتی اور کبھی ہوتا ہے کہ صفات
 جلال کا نور محض تاریک ہوتا ہے اور عقل کس طرح سمجھے تاریک نور کو کیونکہ عقل دو ضدوں کے جمع
 کو محال جانتی ہے اگر اس اشارہ کو سمجھ سکتے ہو جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ
 کو چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سرخ ہو گئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سفید
 ہو گئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی اور اب سیاہ ہے تو اس سیاہ آگ
 کے دھوئیں کو عقل کیسے سمجھے اور اس مقام سے کہ وحدت کی حقیقت وحدانیت ہے جب نظر کر دو تو ہر
 جگہ دو جہان میں جو نور و ظلمت ہے یہ قہر و لطف کے انوار کے پرتو سے ہے کہ:

أَلَلَّهُ نُورُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ اللَّهُ نُورُ سَمَاوَاتٍ وَدُنْيَا ۖ
 اور اسی حقیقت کی بنا پر نور و ظلمت کو لفظ جعل سے ثابت کیا نہ کہ لفظ خلق سے فرمایا
 خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ ۖ جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ
 آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔

خلقت دوسرے کی بتائی اور جعلیت دوسرے کی ان اشاروں کے ضمن میں بہت سے معنی ہیں جو ہر
 سمجھ کے لائق نہیں ہیں۔

شعر

محرم دولت نبود ہر سری محرم دولت نہو ہر ایک سر
 بار میجا نکشد ہر خسری بار میجا نہ لے ہر ایک خسر
 لیکن صفات جلال سلوک کے مقام فناء الفنا میں الوہیت کی ہیبت ظاہر کرتی ہیں ایک سیاہ
 نور بقا دینے والا مارنے والا جلانے والا دیکھا جاتا ہے کہ اس کی میت ہونے کی سطوت عظمت
 سے ظلم اعظم و رسوم فہم کا توڑ و دفعیہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس معنی میں
 ایک رمز فرماتے ہیں۔

شعر

دیدیم نہان گستی و از اصل جہان دیکھا کہ ہے پوشیدہ جہان دگستی
 و از علت دعا برگز شتم آسان آسانی سے چھوڑ آیا میں سب تاریکی

صفحہ ۱۸ النور ۳۵۵ ۲۵ پ، انعام ۱۲

در نور سفید و سیاه ماہ ندیدیم میں نور سفید و سیاه میں رہتا تھا
 زان نیز گزشتیم نہ این ماند نہ آن اس سے بھی نکل آیا یہی ہے نہ وہی
 سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم طلب راہ ارنا الاشیاء کما ہی (دکھا ہم کو چیزیں جیسی ہیں)
 میں صفات لطف و قہر کے انوار کا ظہور طلب فرماتے ہیں جو صفات ذات ہیں اور جس چیز کا عالم میں
 کوئی وجود ہے یا صفات لطف کے انوار کے پر تو سے ہے یا وجود حقیقی لایزال و لم یزلی کے انوار کے
 پر تو سے ہے جیسا کہ فرمایا:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ
 وَالْبَاطِنُ ج ۱۷

دوسری جو چیز ہے اس کے ساتھ ہے یا اس سے ہے یہ ہے صاف بے پوست کی بات ہے

رباعی

دل مغز حقیقت است تن پوست بہ بین دل مغز حقیقت ہے بدن ہے اک پوست
 در کسوت روح صورت دوست بہ بین اس کسوت روح میں تو ہے صورت دوست
 ہر چیز کہ او نشان ہستی دارد جو چیز کہ رکھتی ہے نشان ہستی
 یا دوست بجائی دیدہ یا دوست بہ بین یا خود ہے بجائے دیدہ یا ہے ہمہ دوست

حضرت ذوق الکبرا فرماتے تھے کہ ابتدائے سلوک میں یا انتہائے سلوک میں بعض سالکوں کو یہ مرحلہ
 پیش آتا ہے کہ تجلی صمدیت سے شرف ہوتے ہیں اور یہی سالک کی ہلاکت کا مقام ہے یہاں مرشد کامل کی ضرورت
 ہوتی ہے وہی اس کو بھنور سے نکال کر لاسکتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ اگر خلی
 محمد دہستانی جب مغلوب الحال ہو گئے تو ان کے شیخ نے ان کو لے کر اور در یافت کیا کہ تم کس حال میں ہو
 اور تم نے کیا دیکھا بتاؤ تو انہوں نے کہا میں جانتا ہوں اور نہ میں کہہ سکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کیا بکو اس کرتے
 ہو (گھاس مت چباؤ۔ اثر غمانی) اس کے بعد وہ جو کہہ سکتے تھے وہ انہوں نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ
 مقام ”بہت عالی تھا۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر تجلی صمدیت ان پر آشکارا ہوئی۔ یہ مقام اتنا بلند ہوتا ہے
 کہ اس مقام پر پہنچ کر سالک کی کھانے پینے کی احتیاج ختم ہو جاتی ہے۔ جب انہی محمد دہستانی نے اپنے
 آپ کو اس مقام میں دیکھا تو ان میں غرور پیدا ہوا اور دل میں یہ خیال آیا کہ نہ کھانا حق کی صفت ہے اور اب
 یہ صفت مجھ کو حاصل ہو گئی ہے۔ پس اس کے باطن میں خدائی کا دعویٰ پیدا ہونے لگا اور کھانا پینا بالکل
 چھوڑ دیا۔ میں ان کو بہت مارا تھا اور ان کے منہ میں لکڑی ٹھونس دیتا تھا ان کے منہ میں شربت ڈالتا تھا

رات ۲۷ پ ۲۷ الحدید ۳ معہ یعنی ان کے شیخ ۱۲

وہ فرمائٹ دیتے تھے اور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ خود ہی کھائیں گے۔ لیکن چھ سال گزر گئے انہوں نے کچھ نہیں کھا یا لیکن وہ میرے پاس رہے۔ ان کی ایک سعادت یہ تھی کہ وہ خود کو مجھ سے کسی وقت بے نیاز نہیں سمجھتے تھے۔ اور اگر کبھی ایسا ہو جاتا تو وہ اس بھنور میں پڑ کر کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں اس معاملہ کے بعد کعبہ شریف کو گیا اور ان کو ہمراہ لیتا گیا۔ ان کو ساتھ لے جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ کچھ لوگ اس حال کو ناممکن سمجھتے تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتے تھے اور اس شک میں ان کا نقصان تھا جب ان لوگوں نے ان کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو ان کا وہ شک رفع ہو گیا اور یقین آ گیا۔ جب کعبہ مکرمہ سے ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے انہی محمد دہستانی سے کہا کہ اگر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو اور اگر تم میرے مرید ہو تو تم کو وہی کرنا پڑے گا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرماتے تھے اور میں کرتا ہوں یعنی کھانا پینا جاری رکھنا اگر ایسا نہیں ہے تو تم جاؤ۔ اب تم میرے پاس نہیں رہ سکتے اس وقت میرے ساقی علی دوستی موجود تھے انہوں نے ان کے منہ میں نقرہ رکھ دیا اور انہوں نے کھا لیا۔ اس کے بعد میں نے ان کے لیے تین لڑے دوڑانہ مقرر کر دیے اور وہ کھانے لگے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے ان کو اس بھنور سے بچا لیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ سالک و عارف کی کامیابی کی غایت و نہایت اس کے عین ثابتہ و صوری علیہ تک ہے۔ یہ مقام خاص اہل وراثت میں اکمل شخص کے لئے ہے اور بعضوں کو ہوتا ہے کہ اس مرتبہ سے عبور عطا فرماتے اور منزل وحدت تک پہنچا دیتے ہیں۔ **ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ**۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ جب ابن القائد مرتبہ وصول میں حضرت واحدیت تک پہنچ گئے اچانک ان کو وہاں قدموں کے نشان نظر آئے ان کو بڑی غیرت آئی کہ یہ کس کے قدم کے نشان ہیں۔ حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی شخص مجھ سے اس منزل میں سبقت نہیں لے جاسکتا۔ آخر کار ان کو بتایا گیا کہ قدموں کے یہ نشانات تمہارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تب ان کے دل کو تسکین ہوئی۔

شعر

چہ عالی ہمتاںد کز فوت ہے کیسی عالی ہمت وہ جماعت
کہ پی در پی روند راہ نبوت چلے جو پے پے راہ نبوت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک روز حضرت مخدوم رشید علاؤ الدین گنج نبات کے رد بردگشت کا ذکر ہوا حضرت مخدومی نے فرمایا کہ کشف متعقین کی اصطلاح میں نسبت شہودیہ کا ملکہ بن جانا ہے اور وجود ذوقیہ کا وصف لازم بن جانا کشف ہے اس طرح کہ ایک ذرا دیر کے لیے بھی سالک اس کی نسبت سے غافل

۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

نہ ہو اور اس شہود سے غفلت نہ برستے بعض مشائخ کے نزدیک کشف سے مراد سالک کی چشم نگاہ سے حجاب کوئی دلقاب ظاہری کا اٹھ جانا اور دور ہو جانے اس طرح سے کہ سو کوں اور ہزار کوں کے واقعات بھی اس کے سامنے ہوں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے معاملات اور واقعات روزگار کا وہ مشاہدہ کرے۔

رومیوں اور زنگیوں کی جنگ | ایک دن حضرت قدوة الکبرا۔ بلخ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ بعض احباب و اصحاب کبار مثلاً شیخ نجم الدین صغیر، شیخ نجم الدین

کبیر، بابا قلی ترک اور ان کے علاوہ کچھ اور حضرات تھے۔ اس وقت آپ معارف (طریقت) پر اظہار خیال فرما رہے تھے اور اہلیان مجلس بہ متن گوش ان معارف کو سن رہے تھے کہ یکایک آپ اپنا عصا لے کر اٹھے اور جامع مسجد کی دیوار پر کئی مرتبہ بڑے غضب کے ساتھ مارا۔ حاضرین اس عجیب و غریب حالت کے مشاہدہ سے حیران تھے جب یہ حالت جلال فرود ہوئی تو حضرت نور العین نے جرات کر کے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا ضرورت تھی اور آپ نے کس وجہ سے عصا دیوار پر مارا آپ نے بہت کچھ ٹالا۔ لیکن اصرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت دریائے پارہ کے قریب رومی فوج کے ایک دستہ اور زنگیوں کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی اور دلیرانہ جنگ جوال جاری تھی۔ رومیوں کے دستہ میں ہمارا ایک مرید بھی شامل تھا۔ اس نے ہم سے مدد چاہی تھی۔ ہمت فیکرانہ نے اس کی دستگیری کی اور حق تعالیٰ نے رومی دستہ کو منظر و فتنہ فرمایا اور زنگیوں کا لشکر منہزم ہو گیا۔ سو سوار زنگیوں کے میدان جنگ میں کام آئے۔ ان جشیوں میں سے ایک جشی اہل حق گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے اہل ہاتھ پتلا رکا ایسا کاری زخم کیا کہ وہ کٹ گیا۔ بعض مریدوں کی تسکین خاطر اور کچھ طالبوں کے یقین و عقیدہ فائر کے لئے فرمایا کہ اس واقعہ کی تاریخ لکھ لو۔ چند روز کے بعد اسی جنگ کا ایک زخمی سپاہی یہاں آیا اور اس کے بیان سے اور حضرت کے بیان سے جب مقابلہ کیا گیا تو بالکل ایک ہی بات نکلی۔

قطعہ

زہی نور ضمیمہ حضرت میر	خوش نور ضمیمہ حضرت میر
کہ جام جم بہ پیش ادسفال است	ہے جام جم مقابل اس کے ایک جام
زماضی تا باستقبال احوال	گذشتہ اور آئندہ کی حالت
بہ پیش چشم او موقوف حال است	نگہ میں حال ان کے ہیں سب انجام

صاحبقران تیمور لنگ کے حملہ کے وقت حضرت قدوة الکبرا بعض اصحاب کے ساتھ مثلاً حضرت نور العین و حضرت شیخ ابوالقاسم و شیخ علی سمنانی و بابا حسین خادم و مولانا عزیز الدین بطور تفریح طبع بہادر کی جنگ اور مقابلہ کا منظر دیکھنے کے لئے ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے تھے وہاں چڑھ کر دیکھا کہ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں۔

مثنوی

یلان برنشتند از بہر جنگ ہوئے پہلوان بہر حملہ سوار
زرہ پوش درجنگ کردہ نہنگ زرہ پوش نے ہاتھ میں لی کٹار
چو میدان بلشکر برآستند جو میدان میں فوجیں ہوئی ہیں کھڑی
ز ہر سو یلان مردمی خواستند دکھانے لگے پہلوان مردمی
ز ہر فوج آمد یل جنگ ساز ہر ایک فوج سے نکلا ایک جنگجو
چو کوہی کہ آید بکوہ فرار پہاڑ آئے جس طرح خود کوہ کو
ہز بران تناور در آریختند شجاع و پہلوان بھڑنے لگے
چو شیران بشیران بہم ریختند بہم شیر سے شیر لڑنے لگے

جب دونوں لشکر گتھ گئے اور فوج کے بہادروں نے تلواریں بلند کیں تو حضرت نے فرمایا کہ دونوں لشکر میرے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہوں فتح دوں اور جس کو چاہوں کامیابی بخشوں۔ اس گفتگو کے اثناء میں آتینیں چڑھائیں اور اپنے دونوں بازو بڑھائے اور اپنے دامنے بازو کو ایک فوج کے مقابل رکھا اور بائیں بازو کو دوسری فوج کے مقابل لائے اور جس پنجہ کو ادر کرتے تھے اس طرف کا لشکر فتح مند ہوتا تھا۔ اور دوسرا لشکر شکست خوردہ ہوتا تھا۔ اپنے پانچ مرتبہ اپنے پنجہ کو بلند فرمایا اور جس طرف یہ پنجہ بلند کیا تھا اس کو پانچوں بار فتح حاصل ہوئی۔ اس حالت کا وقوع عجائبات میں سے ہے۔ اور آپ شیخ روز بھان کی رباعی پڑھتے جلتے تھے۔

رباعی

آغم کہ جہان چو حقہ در مشتب من است وہ ہوں کہ جہاں بھریں ہے سکہ میرا
این قوت حق ز قوت پشت من است یہ قوت حق ہے نہ کہ دعویٰ میرا
این کون و مکان ہر چہ درین عالم ہست یہ کون مکان جو بھی ہیں اس عالم میں
در قبضہ قدرت دو انگشت من است دو انگلیوں سے سب یہ ہے قبضہ میرا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے تلہیس ابلیس کا ذکر واقع ہوا۔ فرمایا کہ سالک طریقت کے لئے ہر تجلی جو رحمان نمایاں فرماتا ہے بعینہ وہی تجلی سالک کے سامنے شیطان بھی آراستہ کرتا ہے جس طرح کہ رحمان کے لئے ایک عرش ہے اور وہ اُس پر مستولی ہے اسی طرح شیطان کے لئے بھی ایک تخت ہے اور وہ اس پر مسلط ہے پس اس راہ میں ایک باخبر ہونا چاہیئے تاکہ تجلیات رحمانی و مکائد شیطانی میں تمیز کرے۔ بیچارے مجذوب شیرازی اس خوشخوار وادی میں بہت روئے ہیں اور کہا ہے

بیت

دور است سرآب درین بادیہ ہمدار ہے درد یہاں پانی رہو ہوش سے تناکر
تاغول بیابان نفریبہ سرابت دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطان نہ دے دھوکا

حضرت قدوة الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبد اللہ خفیف فرماتے ہیں کہ شیخ ابو محمد خفاف چند شائع شیراز کے ساتھ یکجا بیٹھے ہوئے تھے در مشاہدہ کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ہر ایک اپنے اپنے حال کے مطابق اس سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ شیخ ابو محمد خفاف خاموش بیٹھے تھے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا کہ کچھ تم بھی کہو انہوں نے کہا کہ اس بار سے میں بہت عمدہ باتیں کہی جا چکی ہیں۔ لہذا میں کیا کہوں! شیخ موصل حصاص نے کہا آخر کچھ تو کہو! انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ حضرات نے فرمایا وہ علم کی انتہا تھی حقیقت مشاہدہ نہ تھی۔ حقیقت مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب منکشف ہو جائے اور آپ اس ذات کو عیاں دیکھیں ان لوگوں نے کہا یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی اور تم کو یکس طرح علم ہوا؟ تب انہوں نے کہا کہ میں ایک بار تبرک کی وادی میں تھا۔ بہت سے فاقہ کر چکا تھا اور بہت سی تکلیفیں میں نے برداشت کی تھیں۔ میں مناجات میں مشغول تھا کہ یکایک حجاب اٹھ گیا۔ اور میں نے اس بخت کو عرش پر جلوہ گر پایا۔ میں نے اس کے حضور میں فوراً سجدہ کیا اور عرض کیا: مَوْلَايَ مَا هَذَا امْكَانِيْ ذَمُّوْصِيْ مِنْكَ اے میرے آقا! تیرے حضور میں میرا مرتبہ و مقام کیا ہے۔ جب حاضرین نے یہ بات سُنی سب لوگ خاموش رہے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا ذرا پہلے تاکہ بعض مشائخ کی زیارت کر سکیں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ موصل حصاص ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو محدث وقت شیخ ابن سعدان کے گھر لے گئے۔ ان کو سلام کیا۔ ابن سعدان نے ان کی تعظیم و تکریم کی اور مرحبا کہا۔ شیخ موصل حصاص نے محدث ابن سعدان سے کہا کہ اے شیخ ذرا وہ حدیث سنا دیجئے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلشَّيْطَانِ عَرْشٌ بَيْنَ السَّمَاءِ شیطان کے لئے ایک تخت ہے جو آسمان
وَ الْاَرْضِ اِذَا ارَادَ لِعَبْدٍ فِتْنَةً اور زمین کے درمیان ہے جب وہ کسی بندہ کو
كَشَفَ لَهُ عَنْهُ فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کو اس
بندہ پر ظاہر کر دیتا ہے۔

جب شیخ ابو محمد خفاف نے یہ حدیث شریف سنی تو کہہ کر اذراہ کرم ایک بار اس کو اور دھرا دیجئے حجاب محدث ابن سعدان نے اس کو دھرا دیا۔ یہ سن کر رونے لگے اور وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور چند روز تک میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ چند روز کے بعد جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ اتنے دنوں سے کہاں تھے انہوں نے کہا کہ اس روز کے بعد سے جتنی نمازیں میں نے پڑھی تھیں ان کی قضا پڑھ رہا تھا۔ اس لیے کہ میں نے اس دن سے شیطان کی بندگی کی تھی اور جس جگہ میں نے اس کو دیکھا تھا اور سجدہ کیا تھا میں وہاں پہنچا اور میں نے اس پر لعنت

بھی اس کے سوا اور کچھ چارہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ شیخ ابو محمد خفاف نے بیان نہیں کیا۔ ایک بار شیخ کبیر نے صوفیہ کرام کے مذاہب کی تکمیل اور مشارب کی تفصیل پر گفتگو شروع کی اور یہ بات ہونے لگی کہ مشارب صوفیہ میں سے کون سا مشرب عقیدے سے نزدیک ہے تو حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ طریق الہی وسیلہ نامتناہی کے ارباب سلوک اہل سیر سلوک و جہ خاص کے ذریعہ سے سرحد تک پہنچ گئے ہیں لیکن سلسلہ ترتیب و ترکیب کی راہ و درگاہ کے تیز رفتاروں اور راہ نور دوں کی فضیلت ہی دوسری ہے، کیونکہ یہ لوگ ہر منزل میں دوسرا فائدہ پاتے ہیں اور ہر محفل میں دوسرے نعت کھاتے ہیں اور جو سالک کہ اس طریق سے سلوک تمام نہیں کرتا بالآخر اس کو ندامت ہوتی ہے اور اس کے وقت کا نتیجہ حسرت سے مل جاتا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ ایک روز خانقاہ سکا کبیر میں مجھ پر بیروت طاری ہوئی (میں خود سے غائب ہو گیا) اس حال میں میں نے امام محمد غزالی کو دیکھا کہ وہ سربراہ بیٹھے ہوئے تھے ان کی انگلیوں میں قلم دبا ہوا تھا اور حیران و ششدر تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا تحریر کر رہے ہیں۔ اور کس فکر میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ مکرر مندیوں نہ ہوں کہ میں نے دنیا میں سیر بخ کی بہت سی صفات تحریر کی تھیں اب اس وقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ سب غلط تھا میں نے اپنے اس شاہد کو شیخ نور الدین اسفرائینی سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ عجیب بات ہے میں نے بھی جبکہ میں تصبیہ سفیان میں تھا شاہدہ کیا کہ حق تعالیٰ مجھ سے فرمائیے کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس قدر بھی حسرتیں ہو سکتی ہیں ان سب میں اہم حسرت امام غزالی کی ہے کہ وہ سلوک کے مدارج تمام کیے بغیر ہی ہمارے حضور میں آگیا۔ جب میں اس غیب سے بیدار ہوا۔ تب میں عالم ظاہری میں سختی کے ساتھ سلوک میں مشغول ہو گیا۔

سلسلہ ترتیب کی شرح اجمالاً جو مناسب تھی بیان کر دی گئی جو اس گروہ کے لیے موزوں ہو سکتی تھی۔ اب رہا ”سلوک وجہ خاص“ کا بیان جو صرف طالبان صادق کے ساتھ مخصوص ہے اس کو انشاء اللہ ”لطیفہ اذکار“ میں بیان کیا جائے گا۔

ہر چند کہ صرف صوفیہ کا مخصوص طبقہ ہی سلوک (طریقت) کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اگر چشم انصاف سے دیکھا جائے تو صنائع کے تمام طبقے (ہر قسم کے صنائع) اور مختلف قسم کے لوگ بھی راہ سلوک طے کر رہے ہیں اور یہ بات تم پر ایک مثال سے واضح ہو جائے گی۔ تم آسمان اور زمین کے درمیان خانقاہ و گنبد فرس کرد اور حضرت خٹا اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک شیخ کامل، دوسرے ارباب ولایت و اصحاب ہدایت کو آپ کے پیشما و خلفا اور بزرگوار متصور کرو۔ جو نیلے نامدار و مشائخ روزگار کو ان کے اصحاب و طلبہ جانو۔ اور باقی جس قدر طالبان سلوک اور مریدین ہیں یہ سب کے سب گویا ان کے خادم ہیں یہ تمام اصحاب جان و دل کے ساتھ راہ سلوک طے

کر رہے ہیں۔ اب جس قدر اباب صنعت و حرمت ہیں اور جو اپنے اپنے کام اور صنعت میں مشغول ہیں یہ درحقیقت طالبوں کے کام میں مشغول ہیں کیونکہ بیج بونے والا جو کھیت میں کام کرتا ہے اور طرح طرح کی کھانے کی چیزیں مرتب کرتا ہے اس میں طالبوں کا حصہ ضرور ہے اور کپڑا بننے والا جو بنائی کی کاریگری میں مشغول رکھتا ہے اُن کے لئے لباس بناتا ہے اور اسی طرح تمام طرح کے لوگ اور امر اور زمانہ و شاہان رنگانہ جو بظاہر دولت و حکومت رکھتے ہیں مگر حقیقت میں درویشوں کے خزانہ کے نگران اور ان کے کاروبار کے محاسب ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کا قول

وَمَا خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُنِي ۝ ۱۷
اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کے عرصے کے چہرہ کا جمال و رخسار سے نقاب اٹھاتا ہے اور وہ یوں کہ جن انسان ہر ایک کسی کام پر ہیں تاکہ وہ اہل اخلاص خدمت حق میں مشغول رہیں۔ پس دنیا والے جو خانقاہ دنیا کے عملہ ہیں ان کو چاہیئے کہ نیت یوں کریں کہ میں اس کام کو اس لئے کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کی حاجتوں کے پورا کرنے اور ان کی ضروریات میں صرف ہو اور اہل طاعت اطمینان سے مشغول رہیں۔ اگر ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق حرفتوں اور صنعتوں میں مشغول نہ ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور کسی کو مخلصانہ عبادت و جمععی کا اطمینان نہ رہے اور عالم کا دار و مدار انہیں فرمانبرداروں کی فرمانبرداری پر ہے اور ہر حالت میں راہ شریعت پر ثابت قدم رہیں اور اپنی کمائی کو مال حرام و شبہ سے بچائے رکھیں اور نہ زیادہ لیں نہ کم دیں اور جب کسی کو پائیں کہ اس حرفت میں ناواقف ہے اور اس مال کی قیمت نہیں جانتا تو زیادہ قیمت پر اس سے نہ بیچیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن بازار تشریف لے گئے ایک جگہ زیں پر گہیوں کا ڈھیر لگا تھا اور اسے بیجا جارہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیری میں دست مبارک ڈال کر گہیوں کو دیکھا آپ کا دست مبارک نمی سے تر ہو گیا آپ نے جب دریافت کیا تو اس غلہ کے مالک نے کہا اور پر گرمی پہنچ گئی ہے جس کے سبب سے اس میں نمی آگئی ہے۔ حضور علیہ الخیرۃ و الثناء نے فرمایا جو گہیوں بھیکھا ہوا تھا وہ تم نے اوپر کیوں نہیں ڈالا تاکہ ہر شخص دیکھ لیتا کہ یہ گہیوں بھیکھا ہوا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَشَّاهُ فَلَيْسَ مِنَّا ۝
جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور اس بارے میں کوشش کرے کہ اس کے ہاتھ سے دوسرے کو راحت و آرام پہنچے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی کہ اے ربی! بہشت میں جو میرا تم نہیں ہوگا اسکو میں دیکھ لوں! ارشاد باری ہو کہ کل تم

شہرے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ تم کو ملے گا وہی جنت میں تمہارا ہم نشین ہو گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جب وہ شہر سے باہر نکلے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لادے آرہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو سلام کیا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ کس طرح اس کی عبادت کرتے ہو؟ جس کے باعث نبیوں کی ہم نشینی کا تم کو شرف حاصل ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: جناب میں ہر روز اپنے ہاتھ سے مکڑیاں چن چن کر یہ گٹھا تیار کرتا ہوں۔ اس کو شہر میں لاتا ہوں۔ نصف درم میں فروخت کرتا ہوں۔ اس نصف درم میں سے دو چھدا میں (دو دانگ) اپنی والدہ کو دے دیتا ہوں، دو چھدا میں اپنے اہل عیال پر خرچ کرتا ہوں اور باقی دو چھدا (دو مٹریاں) اللہ کی راہ میں تمنا ہوں اور درویشوں کو دیتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سن کر کہا جاؤ اپنا بازار دیکھو تم واقعی اس کے لائق ہو کہ نبیوں کی ہم نشینی تم کو حاصل ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو! ہیزم کش نے جواب دیا کہ مجھے بہشت میں یہ مرتبہ اس بوجھ اٹھانے کے باعث حاصل ہوا ہے۔ یہ سلسلہ تو میری موت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا
مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ۖ

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں، اپنی کمائی ہوئی
پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔

ایک اور جگہ اس سلسلہ میں اس طرح تاکید فرمائی گئی ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرًا
الْفَقِيرَ ۚ

تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج
کو بھی کھلاؤ۔

یہ تاکید اہل صنعت و حرفت کے روشن دلوں سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ان کو یہ بات اور یہ تاکید اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے جب وہ اس روش اور طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے تو بظاہر بھی ان کا یہ طرز عمل سلوک کہا جائے گا۔ اور باطن بھی واللہ اعلم بالصواب۔

بیت

ہر کس توفیق این افعال شد جن کو ان احوال کی توفیق ہے
در جہان او صاحب احوال شد صاحب احوال دنیا میں ہوئے

لطیفہ ۹

شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری و ساری رہے ہیں
وفضیلت ذکر جلی برخصی

(در بیان شرائط تلقین اذکار مختلفہ موضوعہ مشائخ و فضل ذکر جلی برخصی)

قال الاشرف :

الذكر عبارة عن المداومة على الكلمة الطيبة

ترجمہ: حضرت اشرف جہانگیر سنائی نے فرمایا: ذکر نام ہے کلمہ طیبہ پڑھنے کی پابندی کا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کے اذکار عشق الہی کے میخانہ کی شراب ہے اور آبِ رزاق اور بھی نہ ختم ہونے والے چشمہ کا پانی ہے جو بالکل پوشیدہ طریقہ سے پیاسے کے حلق اور ناطق کے دہن میں پہنچاتا ہے مقصود کو نین اور وجود خافقین (کائنات) اور جو کچھ اس میں ہے اسی شراب اور اسی پانی کے ایک گھونٹ کا اثر ہے۔

بیت

مئی ذکر است از میخانہ عشق
جہاں یک جرعه از نخمانہ عشق

وَسَقِّهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۱۰

سے مراد بھی شراب ہے۔ جب عالم غیب سے ایک گھونٹ اس شراب کا حصار وجود میں پہنچتا ہے تو اس کا پرتو دل طالب میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تب وہ انتہائی مستی اور ذوق میں سرخوشی اور شوق سے جہاں فدو الجلال کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس وقت غم غنائے بشریت متغلب ہو جاتا ہے اور جسمانی اشتغال و تشغیل مٹ جاتے ہیں نفسانی تحرکیں اور شخصی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں۔

جب تلقین ذکر اور اس کی شرائط کی بات چھڑی تو حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اس بارے میں صاحب ”ہدایہ“ نے بہت کچھ لکھا ہے جن کا تذکرہ ”مرصاد العباد“ میں بہت زیادہ ہے بلکہ اپنے اصحاب کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے اس کام کی ابتدا میں اہم ترین شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کامل اور صاحب تصرف سے حاصل کیا جائے کہ فوائد کلی اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ذکر تقلیدی اور چیز ہے اور ذکر تحقیقی اور ہے

۱۰ پ ۲۱ المذہب ۲۱ کتاب مرصاد العباد کی فصل دوازہم تا چہار دہم اس پر مشتمل ہے۔

لوگوں کے منہ سے سن کر یا ماں باپ سے سن کر اس ذکر کو یاد کر لینا ذکر تقلیدی ہے۔

شعر

صدف گر باشد از دریائے تحقیق

بہ از کوئی تقلیدی بتصدیق

ترجمہ:- سبب اگر دریائے تحقیق سے ہو تو وہ اس موتی سے بدرجہا بہتر ہے جو تقلیدی ہے۔

اگرچہ یہ ذکر دفع شیطان کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن حصول مقصود اور وصول مقصود اس سے شاذ و نادر ہی ہوتا ہے جس طرح ایک تیرگر کی دکان سے تیر لے لیا جائے اس سے دشمن سے مدافعت تو کی جاسکتی ہے لیکن اس تیر کی بات ہی کچھ اور ہے جو بادشاہ کے ترکش سے لے لیا جائے، اُس سے سب دشواریاں ہٹا دیں گے۔

میت

اگر تیری بود از ترکش شاہ

امان بخشد جہانرا از ہدف گاہ

حضرت قدوة الکبر نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت نجیب الدین سہروردی قدس سرہ سے منقول ہے کہ شیخ شمس الدین صوفی جامع شہراز کے امام تھے ان کے تمام اوقات ذکر و تلاوت اور گونا گوں عبادات میں بسر ہوتے تھے۔ لیکن انہوں نے کسی شیخ سے تلقین ذکر حاصل نہیں کی تھی ایک دن انہوں نے واقعہ میں اپنے ذکر کو نور کی صورت میں دیکھا کہ اُن کے منہ سے نکل کر زمین میں اتر گیا ہے۔ دل میں کہا کہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں وارد ہے:-

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ ۖ

اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے۔

انہوں نے اس کے خلاف پایادہ سمجھ گئے کہ اس کا باعث یہ ہے کہ مشائخ سے ذکر کی تلقین حاصل نہیں کی ہے۔ پس فوراً وہ شیخ روز بہان بقلی کے کسی مرید سے رجوع ہوئے اور ان سے تلقین ذکر حاصل کی۔ اسی رات انہوں نے واقعہ میں مشاہدہ کیا کہ اُن کا ذکر نور کی صورت میں صعود کر رہا ہے (بلندی پر جا رہا ہے) اور اس نے آسمان کو بھاڑ دیا ہے۔ اس کے بعد وہ شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہنچے اور پھر بڑا مرتبہ حاصل کیا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ذکر بغیر ادب اور اس کی شرائط پوری کئے بغیر سود مند نہیں ہوتا | **شرائط ذکر** اس لئے میں سب سے پہلے اس کی چند شرائط بیان کرتا ہوں، ان شرائط کو پورا کیا جائے تاکہ ذکر اور فکر کے ثمرہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

اول شرط یہ ہے کہ مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیے اور پیر کے ہر حکم کی بجا آوری میں اس طرح ہو

۳ - حرمت سے پاکی یعنی لباس خالص رشیم کا نہ ہو۔

۴ - تکرار اور رغونت سے پاک ہو (یعنی کوتاہ ہو) جیسا کہ ارشاد ہے :- وَثِيكَ بِكَ خَطَقَتْ اِي فَقُصْ (اور اپنے کپڑے پاک رکھیے، یعنی کوتاہ رکھیے)

تیسرا ادب یہ ہے کہ ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو پاک و صاف ہو۔ چھوٹا ہو اور تاریک ہو کہ ایسا گھر اثر کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ گوشہ نشین گنج نے فرمایا ہے :-

سکندر بتاریکی آورد رائی کہ خاطر بتاریکی آید بجائی

نہ بیسنی کزین قفل زرین کلید بتاریکی آزند جو ہر پدید

ترجمہ :- سکندر نے تاریکی میں فیصلہ کیا کیونکہ تاریکی میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ اس پہری چابی دلتے دلتے سے تاریکی میں جو ہر ظاہر ہوتے ہیں۔

اگر قہرے خوشبو بھی جلائی جلے (عود لوبان وغیرہ) تو زیادہ اچھا ہے

چوتھا ادب یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور ہر وقت مزین ہو کر بیٹھا منع ہے (دونوں پاؤں بچھا کر) لیکن ذکر کے وقت منع نہیں ہے۔ کہ حضرت کو بنی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمانے کے بعد اسی جگہ مزین صورت میں تشریف فرما ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے، یہ سلسلہ آفتاب کے طلوع ہونے تک جاری رہتا۔ ذکر کا بہترین وقت رات ہے خصوصاً سحر کے وقت، اس لئے کہ رات میں حواس ظاہری کا تعارف عالم محسوس میں نہیں رہتا جب عالم محسوس سے باز رہا تو حواس کی توجہ باطن کی طرف زیادہ کی جاسکتی ہے :-

چو فارغ گشت مرد از کار محسوس

شدہ در باطنی اسرار جاسوس

ترجمہ :- محسوسات کے کام سے جب انسان فارغ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسرار باطن کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کا جاسوس بن جاتا ہے

اس وقت وہ واردات غیبی اور الہامات خداوندی کا ادراک کر سکتا ہے، یہی سبب تھا کہ بارگاہ الہی سے - يٰۤاَيُّهَا الْمُرْسَلُ ۖ فَهِيَ الْاَيُّمُ کا خطاب سرور کو بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچا یعنی اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لیے آپ سے رات کے وقت اٹھنے کو فرمایا کہ ”اے مکمل پوش رسول رات کے وقت اٹھیے اور اس طرح بیداری شب کی خلعت آپ کے قد زریا کر پہنائی گئی۔ حضرت شیخ ابوسعید البراء الخیر قدس سرہ نے اس شب بیداری کی سعادت کی طرف اشارہ کیا ہے - فرماتے ہیں :-

چون چتر سنجر رخ بنختم سیاہ باد با فقر گر بود ہو کس ملک سنجرم

۱۵ پ ۲۹ المذاثرہ ۴ ۱۵ پ ۲۹ المزمّل ۱

سر چون قلم ز لوح وجود بریدہ باد گر تا بیائی دوش فرد آید این سرم
تایافت جان من خبر از ملک نیم شب صد ملک نیم روز بیک جو نمی خرم
ترجمہ:- شاہ سنجر کے چتر کی طرح میرے بخت کا چہرہ بھی برباد ہو جائے اگر اس فقر کے ہوتے ہوئے بھی
میں ملک سنجر کی آرزو کروں۔ خدا کرے کہ میرا سر لوح وجود سے اس طرح اڑا دیا جائے جس طرح
قلم کا سر قلم کرتے ہیں اگر میرا سر کسی غیر کے لیے جھکے۔ جب سے میری جان کو ملک نیم شب رشب
بیداری کی خبر ملی ہے کہ اگر کوئی ملک نیم روز فحشے ایک جو کے بدلہ میں دینے پر تیار ہو تو بھی میں
اس کو نہیں خریدوں۔

اس راہ کا مدار شقت پر ہے اور رات کی عبادت دن کی عبادت سے زیادہ دشوار اور مشکل ہوتی ہے۔ ۵
قطعہ

بدوم العز شرفینام لیلاً یغوص البحر من طلب اللالی
و من ادام العلی من غیر کید اضاع العصر فی طلب المحال
ترجمہ:- ہمیشہ کی عزت ہے اگر رات کو طلب کرے۔ جو گوہر کا طالب ہے وہ بحر میں غوطہ لگائے جو کوئی بغیر کوشش
کے بلندی چاہتا ہے وہ طلب محال میں مصروف کرتا ہے۔

طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی | کیفیت ذکر گفتن، ذکر کے وقت ہاتھوں کو رانوں پر رکھے دل
کو حاضر کرے اور آنکھوں کو بند کرے اور نہایت تعظیم کے ساتھ
لا الہ الا اللہ سے ذکر کا آغاز کرے۔ یہ پاک کلمہ اتنی قوت کے ساتھ ادا کرے جتنی کہ اس میں ہے۔ بلند آواز
سے یہ کلمہ کہے۔ یقین ذکر کی دوسری شرطیں یہ ہیں۔

مرید شیخ کی دصیت و نصیحت سے تین روزہ تک روزہ رکھے۔ اگر کلمے کے یہ تین دن ہوں تو اور بھی
اچھا ہے۔ ان دنوں میں یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمیشہ با وضو رہے اور ہر وقت ذکر کرتا رہے خواہ ادھر
ادھر آتا جاتا ہو مگر پھر بھی دل میں ذکر کرتا رہے۔ لیکن لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دے۔ اور زیادہ بہتر تو یہ ہے
کہ ان تین دنوں میں خلوت گزیر رہے۔ صرف ضرورتاً کلام کرے۔ افطار میں زیادہ کھانا نہ کھائے۔ اور
شب کو ذکر میں جاگ کر گزارے۔ یا جس طرح بھی طالب کا مقتضائے طبیعت ہوتا ہے جاکے۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ فرزند تنگ تنی چونکہ امیر زادہ تھے جب دہ تلیقین کے شرف سے
مشرّف ہوئے تو ان کو ”طے“ کے لیے میں نے نہیں کہا۔ چونکہ نازک طبع تھے صرف ان سے تین روزے رکھو
گئے۔ القصد اس کے بعد شیخ کے حکم سے غسل کرے اور غسل میں غسل اسلام کی نیت کرے۔ جس طرح جب کوئی
شخص (غیر مسلم) دین اسلام میں داخل ہوتا۔ تو سب سے پہلے غسل اسلام کرتا اس کے بعد حضرت رسالتا صلی اللہ
علیہ وسلم اس کو کلمہ طیبہ پڑھاتے۔ پس جب اسلام مجازی کے لیے غسل لازمی ہے تو اس اسلام حقیقی کیلئے اور بھی مغزری اور اولیٰ ہے۔

غسل میں جب پانی جسم پر ڈالے تو اس وقت یوں کہے ”خداوند! وہ جسم جو ناپاک تھا اس کو میں پانی سے پاک کر رہا ہوں۔ الہی! تو میرے دل کو جو خداوند کی انگلیوں میں ہے اپنی عنایت کی نظر سے اور معرفت کے نور سے پاک فرمادے“ جب غسل کر چکے تو عشاء کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور قبلہ رو ہو کر شیخ کے مقابل میں بیٹھے اور شیخ کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔ اس وقت شیخ اس کے مناسب حال کو کچھ وصیت اور شرط مناسب ہے وہ اس کو کرے اور تلقین کے اسرار اور ذکر کے خواص اس کی صلاحیت اور اہلیت کے مطابق بیان کرے اور وجود جسمانی کی تعریف کرے (اس کی معرفت سے آگاہ کرے) تاکہ جو عالم کبریٰ کا نمونہ ہے۔ اگرچہ اس وجود جسمانی کو عالم صغریٰ کہتے ہیں لیکن حقیقت میں عالم کبریٰ ہے۔ لیکن اس طرح جو نہ مرید میں آسکیں اور طالب پر نظر کرتے ہوئے اس کی جمعیت خاطر کے لیے چند کلمات بھی کہہ دے۔

مرید شیخ کے سامنے دذرا فہم کر بیٹھے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور دل کو تمام چیزوں سے ہٹا لے۔ اپنی قوت تصرف سے اس کے دل کو اپنی طرف حاضر کرے۔ مرید اپنا منہ شیخ کی طرف رکھے۔ اور لبصد نیاز شیخ کا خیال دل میں رکھے (شیخ کے دھیان کے سوا اور کچھ دل میں نہ ہو) شیخ پہلے اُس کو درود شریف تین مرتبہ تلقین کرے۔ اور ایک دفعہ بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کہے۔ مرید بھی اس کے بعد شیخ جیسی آواز میں لا الہ الا اللہ بہت نور سے کہے! شیخ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کہے اس طرح تین بار اس کی تکرار کرے۔

ہمارے بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کو شیخ مرید کے سامنے کہے اور مرید اس کو گوش ہوش سے سنے اس کے بعد مرید کہے اور شیخ سنے۔ جب مرید کلمہ پڑھے تو شیخ کو چاہیے کہ وہ مرید کو کلمہ شروع کرنے کی جگہ اور ختم کرنے کی جگہ بتا دے یہاں تک کہ تین مرتبہ یکے بعد دیگرے کہے، اس کے بعد شیخ دعا کرے اور مرید اس دعا پر آمین کہے۔ پھر شیخ اسی طرح تین بار درود شریف پڑھے۔ جس طرح پہلے تین مرتبہ پڑھا تھا۔ اس کے بعد شیخ عطا تلقین یوں کرے کہ جس طرح میں نے اپنے پیروں اور مشائخ سے اس کو پایا ہے وہ میں تجھ کو دیتا ہوں۔ مرید اس کو قبول کرے۔ جب تین بار اس طرح تلقین ہو جائے تو اٹھے اور فاتحہ پڑھے اور قبولیت کے لئے بکیر کہے اور اپنے خلوت خانہ میں چلا جائے اور وہاں قبلہ رو ہو کر مزین (دونوں زانو بٹھا کر) بیٹھے اور موافقی ترتیب کے ختم ذکر میں مشغول ہو جائے۔

ذکر کے اطوار و انداز | حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ذکر کے طور اور ڈھنگ بہت سے ہیں لیکن صرف تین اشارے بیان کئے جاتے ہیں کہ نفی کی ابتداء داہنی طرف سے کرے اور بائیں طرف اثبات کرے۔ کیونکہ دل بائیں جانب واقع ہے۔ توجہ سے ذکر سمعت اور بلند آواز سے پے پے کرے۔ دل میں اس ذکر کے معنی پر غور کرے اور دوسروں اور خواطر کی نفی کرے چنانچہ جب معنی لا الہ الا اللہ پر غور کرے گا۔ تو ہر دوسرے جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تین خواطر مشہور ہیں۔ چنانچہ ضرب

اس طرح لگاٹے کہ میں کوئی چیز نہیں چاہتا، میں کچھ طلب نہیں کرتا، اور سوائے خداوند تعالیٰ کے میرا کوئی محبوب اور مقصود نہیں ہے۔ بولے ابد کے تمام خواطر کی لا الہ سے نفی کر دے اور ارادہ شائد میں مبالغہ کرے یعنی لا مقصود الا اللہ ولا محبوب الا اللہ ولا موجود الا اللہ جب مرید ذکر میں غروب و دُوب جائے اور گرمی پیدا ہو جائے تو پھر لا موجود الا اللہ کے ارادہ کے سوا اور کچھ خیال میں نہ لائے۔ بلکہ اس ارادہ میں اتنا مبالغہ اور سعی کرے کہ خود کو اور تمام موجودات کو اس شہود میں محو کر دے۔ یہاں تک کہ اپنا شعور بھی باقی نہ رہے۔ اور مرید پر اس آیت کریمہ کا مفہوم واضح ہو جائے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا قَانٌ ۝ وَ يَبْقَىٰ
وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ ۝ اَیَا كُرَام ۝
جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہے اور باقی ہے آپ کے
رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

بیت

چنان در ذکر دل منظور گردد
کہ ذاکر ذکر یک مذکور گردد

ترجمہ ۱۔ ذکر میں دل اس قدر محویت اختیار کر جائے کہ ذاکر اور ذکر ایک ہو جائیں۔

جب ذاکر دریائے شہود سے نکل کر ساحل وجود پر آجائے تو کچھ دیر مراقبہ کرے اور جس سے اس کو دلی تعلق ہو اپنی نظروں سے اسکو بھی دور کر دے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اثنائے ذکر میں شیخ کی ولایت سے مدد طلب کرے اور لا الہ کی نفی سے اس تعلق قلبی کو منقطع کر دے اور اس چیز کی محبت کی جڑ کو دل سے اکھاڑ پھینکے۔ لا اللہ (اثبات) کے تصرف سے حق تعالیٰ کی محبت اس مجازی محبت کی قائم مقام بنا دے۔ پس اسی طریقہ سے اسی ترتیب پر ہمیشہ عمل کرے تاکہ رفتہ رفتہ اپنے تمام محبوب اور وارث چیزوں سے اس کا دل فارغ ہو جائے۔

غ

باخانہ جائی رخت بود با خیال دست

ترجمہ: خیال دست سے گھر کو سجائے۔

ذکر میں جب مداومت ہوتی ہے تو اس سے بہتار و بے خودی پیدا ہوتی ہے۔ صوفیہ کے یہاں ایسا یہ ہے کہ ذکر کے غلبات سے ذاکر کی ہستی اس ذکر کے نور میں سما جائے اور ذکر اور ذاکر ایک ہو جائے اور علائق و عوائق (تعلقات و روابط) کا بار اس کے وجود سے اتر جائے اور دنیا اور عالم جسمانیات سے سبکبار ہو کر عالم روحانیات میں آجائے (اس کو بہتار کہا جاتا ہے) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-
سیروا سبق المفردون! قیل منهم
دیکھو کہ مفردون تم سے سبق لینگے! کہا گیا کہ

یا رسول اللہ! مفرد دن کون لوگ ہیں۔ فرمایا سرور کریمین
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے ہر جھون کو
ان کے ذکر الہی نے اتار پھینکا ہے۔ اور یہ لوگ قیامت
میں بیکار رہ کر در رہوں گے۔

یا رسول اللہ قال الذین یہتدون بذکر
اللہ حتی وضع الذکر عنہم اوزارہم
فوردوا القیامت خفافا۔

دل تو خلوٹ گا کہ حق ہے کہ فرمایا گیا ہے۔

لا یسعی ارضی وسمائی وانما یسعی قلب عبدا المؤمن

(ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے میرا ہی قلب ہے کہ جہاں تو سما سکے)

کیونکہ بادشاہ دل کی بارگاہ میں غیروں کا گزر جب ہوتا ہے تو دربار وحدت اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہاں
تفریق کر دی جائے (صرف فرد باقی رہے وہاں اور کوئی نہ ہو) پس جب لا الہ کا دربان اور نگہبان بارگاہ دل
کو رحمت اغیار سے خالی کر دے تو سلطان الا اللہ کی تجلی کی آمد آمد کا منتظر رہنا چاہیے ذکر اب دل میں سلطان الا
اللہ تشریف فرما ہو گا) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

توجب آپ تبلیغ رسالت کے کاموں سے فارغ ہوں تو (عبادت
ریاضت) میں محنت فرمائیں (صرف) اپنے رب کی طرف اغب ہیں۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ
فَارْغَبْ ۝

شعر
جا خالی کن کہ شاہ ناگاہ آید
چون خالی گشت شہ بخرگاہ آید

ترجمہ ۱۔ جگہ خالی کر کیونکہ اچانک شاہ آنے والا ہے۔ جب جگہ خالی ہوگی تو خرگاہ سے شاہ آئے گا۔

تلقین ذکر کی مثال حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ تلقین ذکر کی مثال درخت کے اس بیج کی طرح ہے
جو بویا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مثال بیان کی ہے

کیا آپ نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی
پاک کلمہ کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔
جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہے اور اس کی
شاخیں آسمان میں ہیں۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفُرُوعُهَا فِي السَّمٰوٰتِ ۝

اور وہ شجر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ جب مزاولت اور مداومت کے ساتھ اس درخت کی پرورش
ہوگی تو اس کی جڑیں اور جڑوں کے ریشے دل سے تمام اعضاء و جوارح تک پہنچیں گے اور پھر سر سے پیر کے ناخن

تک کوئی ایسی جگہ نہیں ہے گی کہ جہاں شجرہ ذکر کے ریشے اور سوتے نہ پہنچ جائیں۔ چونکہ اس جڑ کی کشت کاری شیخ کے ہاتھوں سے زمین قالب میں ہوتی ہے اس لئے شجرہ ذکر کی شاخ آسمانِ دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:-

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝
اس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اس مقام اور منزل پر پہنچ کر زبان سے ذکر کو دل لے لیتا ہے اور خود صریحاً کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا شروع کر دیتا ہے جب دل ذکر کو شروع کر دے تو اس وقت ذکر زبان کو روک دینا چاہیئے تاکہ دل زیادہ سے زیادہ ذکر کر سکے۔ کیونکہ ذکر زبان سے اس کو تشریف ہوتی ہے۔ پس جب دل ذکر سے رک جائے تب زبان سے ذکر کرنا چاہیئے تاکہ دل رفتہ رفتہ پورے طور پر ذکر بن جائے مگر فکر ذکر دل کو ذکر زبان سے مدد پہنچانا ہے تاکہ شجر ذکر پرورش پائے اور ادیر کو بڑھتا رہے اور پھر اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کی نہایت حضرت جن و علا ہے اور اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

إِلَيْهِ لِيَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۝
اس کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے اور نیک عمل کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

شکوہ مشاہدہ | جب یہ شجرہ طیبہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں شاہدے کے شگوفے آنے لگتے ہیں اور پھر مشاہدات کے یہ شگوفے رفتہ رفتہ مکاشفات اور علم لدنی کے پھل لانے لگتے ہیں۔

فرمایا گیا کہ: تَوَفِّيْ اٰكْلَهَا كُلَّ حَبِيْبٍ يَّادِيْ رِيْقِهَا ۝
ان پھلوں کا اصل مقام وحدت ہے۔ پہلے تخم توحید بویا جاتا ہے پھر اس کی پرورش کرتے ہیں۔ تب اس سے ثمرہ وحدت حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک بڑا راز ہے اور آفرینش سے مقصود یہی نکتہ ہے۔

بحر توحید در گیتی دگر نیست

درخت کون را بہ زمین ثمر نیست

ترجمہ:- سوائے توحید کے اس دنیا میں کچھ اور نہیں ہے اور درخت وجود کا اس سے بہتر اور کوئی پھل نہیں ہے۔ یہ اسرارِ مکونات غیب کا خلاصہ ہیں، اور جو گوہر اسرار کہ غیب کے خزانوں میں مدفون ہیں سب ان موتیوں کے لئے سیپ ہیں۔ اور آیت کریمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (اللہ) تمہارے لئے تمہارے اعمال کو درست فرمادے گا۔

۱۳ پ ۱۳ ابراہیم ۲۳ ۱۵ پ ۲۲ فاطر ۱۰ ۱۳ پ ۱۳ ابراہیم ۲۵ ۱۵ پ ۲۲ الاحزاب ۷۰

میں اسی صلاحیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ہر شخص کے لیے بقدر صحت و قدرت اس شجرہ کی پرورش کرنے میں صلاح و فلاح ہے اور ان میں ایسے صاحبان دولت بھی موجود ہیں جو سلطنت حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا اَعْلَمَكُمْ تَفْلَحُونَ ۝۵۰ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ذکر کے اقسام شیخ ابوالوفا خوارزمی قدس سرہ نے ذکر کے اقسام جو معدن معانی اور مخزن سبحانی ہے حضرت قدوة الکبرا سے دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا کہ ذکر چار قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو۔ دوسرے وہ جو زبان پر بھی ہو اور دل میں بھی ہو۔ شکر زبان کا مرے ترجمان ہے۔ لیکن ایسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل اس سے غافل ہوتا ہے اور دوسری چیز میں مشغول ہوتا ہے لیکن زبان اپنا کام کرتی ہے۔ یعنی ذکر میں مشغول رہتی ہے۔ تیسرے وہ کہ زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے اور دل بھی۔ چوتھے وہ کہ دل ذکر ہوتا ہے اور زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ حقیقت ذکر ہے۔ کہ دل بولے اور زبان چپ رہے۔ یہ انتہائے مقام (ذکر) ہے اس مقام پر دل کا ذکر سماعت میں آتا ہے۔ جس طرح صرف زبان سے ادا کرنے میں کان سنتے ہیں لیکن دل اس سے غافل رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں دل ذکر ہوتا ہے کہان اس ذکر کو سنتے ہیں اور زبان اس سے غافل ہوتی ہے یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ اس مقام میں دل زبان بن جاتا ہے اور زبان دل بن جاتی ہے۔

حضرت قدوة الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ سلطان المشائخ (حضرت معروف کرخی قدس سرہ) کے زمانہ میں ایک صوفی تھے وہ کثرت کے ساتھ ذکر دل میں مشغول رہتے تھے اور خود اپنے کانوں سے دل کا ذکر سنتے تھے۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں اس گمان سے نکل کر چلے گئے کہ جس طرح میں ذکر دل سن رہا ہوں اور تمام دنیا بھی سنتی ہوگی۔ حضرت شیخ معروف کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی اور دریافت کیا گیا کہ کیا دوسرے لوگ بھی اس کو سنیں گے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس ذکر کو صاحب ذکر کے علاوہ کوئی اور نہیں سن سکتا۔ البتہ اگر کوئی صاحب دل ہو اور اس مقام پر پہنچ گیا ہو اور اس ذکر کی لذت سے آشنا ہو تو وہ سن سکتا ہے

۵

از دُر در یائی دلِ دردمند جز صدف دل نبود بہرہ مند
ہمدم در یائی دلِ خویش شو ورنہ ازین بحر بسا حل کرد
ترجمہ :- دریائے دل دردمند کے موتی سے صدف دل کے علاوہ کوئی بہرہ مند نہیں۔ اپنے دل کے دریا کا ہمدم بن جا ورنہ اس دریا کو ساحل بنالے۔

حضرت قدوة الکبر نے فتاویٰ صوفیہ سے یہ قول نقل فرمایا کہ:-

”اس کتاب فتاویٰ صوفیہ کے مرتب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے یہ بات سنی کہ وہ اپنے محترم والد کا یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور یہ صاحب شیخ کبیر کے خلفاء اور فقرا میں سے تھے (در دیش دوست بندہ رگ تھے) کہ میرے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ شیخ مذکور کے فقیروں (خلفاء) میں سے ایک فقیر کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا (مولف فتاویٰ صوفیہ کے والد) میں اس وقت کم سن تھا لیکن ذی فہم تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دونوں حضرات گفتگو کرنے لگے اور میں ذکر الہی سن رہا تھا اور یہ دونوں گفتگو میں مشغول تھے میں اس ذکر اور اسکے ذکر سے بہت متحیر ہوا کہ اس وقت حجرہ میں ان دونوں حضرات کے اور میرے علاوہ کوئی چور تھا شخص نہیں تھا جب ہم لوگ واپس ہوئے اور والد محترم حجرہ سے باہر نکلے تو میں نے والد محترم سے عرض کیا کہ ایسا واقعہ پیش آیا تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ اس فقیر کے دل کا ذکر تھا تمہیں مبارک ہوئے فرزند کہ تم نے وہ ذکر سن لیا تم کو اللہ تعالیٰ مقام فقر کی رسائی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ وہ اللہ کے دلی ہوئے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ تخصیص ذکر لا الہ الا اللہ میں دوسروں کے اذکار سے پہلے قرآن پاک کے ارشادات سنو جو اس کے اختصاص کے گواہ ہیں۔

ذَٰلَکَ مَرْفُوعٌ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی اور اللہ نے لازم کر دیا ان پر تقویٰ کا کلمہ

اور یہ کلمہ تقویٰ لا الہ الا اللہ ہے اور اس کا نام کلمہ تقویٰ اس لیے رکھا گیا کہ بندہ جس وقت گویا ہوتا ہے تو اس کے دل میں جو نور توجید موجود ہے اس سے وہ اس کلمہ کو کہتا ہے۔ پس جب وہ انتہا کو پہنچے گا پل صراط پر تو یہی نور اس کو آتش دوزخ سے بجائے گا، یہ نور مظلّم تک ہے جو آگ کے شعلہ کو دبا رہا ہے کیونکہ یہ نور رحمت کا نور ہے اور یہ رحمت مومن کو نصیب ہوتی ہے اس کے پروردگار کی طرف سے پس بندہ نے جب اس رحمت کو زبان سے کہا تو نور توحید سے اپنے دل کو روشن کر لیا۔ اور اس روشنی سے اپنے سینہ کو منور کر لیا اور گویا اسی چمک کے نور سے انسان ہوا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری کو نوری کہنے کی وجہ تھی کہ جب وہ ذکر کرتے تھے تو ان کی زبان سے نور نکلتا تھا اور ادھر ادھر پھیل جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد یہ ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوْا
قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۱۰۰
اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔ اور سیدھی بات
کہو۔

یعنی قولوا قول لا الہ الا اللہ (یعنی قول لا الہ الا اللہ کہو) رسالہ مکبہ میں آیات (صاحب رسالہ مکبہ تحریر فرماتے ہیں:

وکل قلب احب اللہ واسماہ وقریبہ وادناہ وادان یوصلہ الی مقام النبوة ان کان فی زماننا و مقام الکلامیہ فرہو تعالیٰ یسلط الذکر علی ذلک القلب لیصورہ ویظہرہ کبشدة ضیائہ و قوتہ تصرفہ فکلمة لا الہ الا اللہ التوحید وقد ذکر اللہ هذه الکلمة فی القرآن صریحاً فی موضعین الاول قوله تعالیٰ اِذْ اَقْبَلَ تَهْنِئَةً لِّذٰلِکَ اِلٰلَہِ یَسْتَكْبِرُ ذٰنٌ وَ الثانی فی قوله تعالیٰ بِہِ فَاَعْلَمْنَا اَنَّهُ لَدِیْہِ اِلَہُ اللّٰہِ معناه اعلم ان اللہ هو الذی یشتمل علی اللوہیۃ دون غیرہ وانہ اعلمت ان التوحید انما یصح بکلمة لا الہ الا اللہ علمت ان هذا الاسم من اعظم الاسماء خاتمة وان هذا الذکر افضل الذکارات، قال صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکرات لا الہ الا اللہ

وقال سہیل التستری رحمة اللہ علیہ لیس لقول لا الہ الا اللہ ثواب الا النظر الی وجہہ عن وجہہ والجنة ثواب الاعمال، اعلم ان کلمة التوحید اذا قالها الکافر ینفی عن ظلمة الکفر ویثبت فی قلبہ نور التوحید اذا قالها المؤمن وان قالها فی کل یوم الف مرة فیکل مرة ینفی عنہ شیئاً لم ینفعہا مرة الا ولی مقام العلم باللہ لا ینتہی الی الابد ولہذا قال لما قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ لا الہ الا اللہ لم یقل علمت لان العلم باللہ لا نہایت لہ الی الابد۔

ترجمہ:- ہر وہ دل جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور چن لیا اور نزدیک و قرب عطا فرمایا اور ارادہ فرمایا کہ اس کو بارگاہ نبوت کی حاضری نصیب فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ میں ہو یا مقام ولایت تک پہنچا دے۔ پس اللہ تعالیٰ ذکر کرا ایسے دل پر مسلط فرمادیتا ہے تاکہ اس کو نور کر دے اور شدت ضیاء اور قوت تقرب سے اس کو ظاہر کر دے۔ پس کلمہ لا الہ الا اللہ کلمہ توحید ہے اور بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کا ذکر قرآن پاک میں کیا ہے صریح طور پر دو مقامات پر۔ اول اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :- اِذَا قِیلَ لَهُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَكْبِرُوْنَ

۱۰ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے تو وہ تکبر کرتے تھے۔ پ ۲۳ الصفحہ ۴۵

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اس کے معنی یہ ہیں کہ جان لو کہ بے شک اللہ ہی الوہیت کا مستحق ہے نہ کہ اس کا غیر، اور جب تم نے یہ جان لیا کہ توحید اس کے سوا نہیں ہے تو کلمہ لا الہ الا اللہ کو صمیم طور پر جانا ہے شک یہ اسم باعتبار فوائد کے اسم اعظم ہے اور بے شک یہ ذکر تمام اذکار میں افضل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

اور شیخ سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کا ثواب دیدار الہی عز و جل ہے جب کہ جنت تو ثواب عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کلمہ توحید کو جب کافر کہتا ہے تو یہ کلمہ اس کو تیر گئی کفر سے نکال دیتا ہے اور اس کے دل میں نور توحید ثبات حاصل کر لیتا ہے، اور جب مومن یہ کلمہ ادا کرتا ہے اور روزانہ ہزار مرتبہ کہتا ہے تو ہر بار اس چیز کی نفی کرتا ہے جس کی پہلے نفی نہیں کی تھی۔ خدا شناسی کے مقام کی انتہا نہیں ہے اس سبب سے جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا یہی فسر مایا کہ پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا کہ آپ نے جانا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے کیونکہ خدا شناسی کی ابد سے کوئی انتہا نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبر تقریباً ان الفاظ میں فرماتے تھے کہ نفس (شخص) پر ایک شیطان خوبصورت پرندہ کی شکل میں بیٹھا ہے۔ جب طالب صادق ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک ایسا نور اس کی زبان سے جھڑپا ہے جس سے وہ شیطان اُن کے سردن سے اٹھ جاتے ہیں، ذکر بھی اس شیطان سے آگاہ ہوتا ہے منقول ہے کہ شیخ ابو الفائم تغیری کہتے ہیں کہ میں ہفتہ میں صرف ایک بار کچھ کھاتا تھا۔ ایک جن میرے پاس آیا کرتا تھا اور سلام کر کے بیٹھ جاتا تھا۔ لیکن وہ مجھے دکھائی نہیں دیتا تھا ایک روز میں نے اس جن سے کہا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تم میرے سامنے آ جاؤ۔ یکایک میں نے دیکھا ایک خوبصورت نوجوان میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کون ہو اس نے کہا میں صاحب ایمان جنوں میں سے ہوں۔ جو ب تم جیسے لوگوں کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور میں ان کے سلام کے لیے حاضر ہوتا ہوں (بس اسی وجہ سے تمہارے پاس آتا ہوں) میں نے کہا اب جب کہ میں تم میرے پاس آیا کرو تو ظاہر صورت میں آیا کرو! اس طرح میرے اور اس کے درمیان دوستی ہو گئی اس نے مجھ سے بہت سی باتیں سیکھیں ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آؤ مسجد میں چلیں اور کچھ دیر وہاں بیٹھیں۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا کہ ان آدمیوں کو تم کس طرح دیکھتے ہو میں نے کہا بعض کو خواب میں بعض کو جاگتے ہیں، اس نے کہا جو کہ ان کے سر پر دیکھتے ہو میں نے کہا نہیں مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے میری آنکھوں کو ملا۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے سر پر کرا بیٹھا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کی آنکھوں تک اپنے پر پھیلا رکھے ہیں اور بعض لوگوں کے محض سر

پر بیٹھا ہوا ہے۔ کبھی ایک کے سر سے اتر کر دوسرے کے سر پر جا بیٹھتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا تماشا ہے اس نے مجھ سے کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا نہیں پڑھا ہے :

وَمَنْ يَغْتَسِ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ لَقَدْ ضَلَّ لَهٗ شَيْطٰنًا فَرَّوْلًا قَرِيْنًا ۝ ۱۰

اور جو انہا بن گیا رحمن کے ذکر کی طرف سے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (بر وقت) اس کا ساتھی ہے۔

یہ شیطان ہیں جو ان کے سروں پر بیٹھے ہیں اور ہر ایک پر اس کی غفلت کے مطابق اس کا غلبہ ہے۔ وہ جن دوست اسی طرح میرے پاس آتا رہا۔ ایک دن اس نے مجھے صدقہ اور خیرات کا کھانا کھاتے دیکھ لیا اس اسی روز سے آنا بند کر دیا۔

قطعہ

زراغ غفلت بر سر ہر سالکی
گر کسی تیر خدنگ یاد زد
بر نشستہ تا فرو ماند زیاد
پر زند از فرق مردم بچو باد

ترجمہ :- ہر سالک کے سر پر ایک زراغ (شیطان) بیٹھا ہوا ہے۔ تاکہ اس کو یاد الہی سے روک دے اگر سالک کے پاس یاد الہی کا تیز موجود ہے تو وہ اس کو نشانہ بناتا ہے۔ اور پھر وہ زراغ اس کے سر سے ہر کی طرح اتر جاتا ہے۔

کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی | حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کی خصوصیت ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی (باقی شریعت اور باعتبار معرفت) باعتبار شریعت تو یہ ہے کہ سرور کونین سید الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ یعنی سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ کا درجہ ہے اور باطنی اعتبار سے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اَللّٰهُ یُصْعِدُ السَّکِیْمَ الطَّیْبَ (اس کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے) کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے یعنی یہ کلمہ بارگاہ الوہیت تک جاسکتا ہے کیونکہ اس کلمہ میں نفی و اثبات مرکب ہے اور نسیان کا مرض اس نفی و اثبات کے معجون سے دور کیا جاسکتا ہے کیونکہ غفلت مرکب ہے ذکر حق کی نفی اور ذکر اغیار کے اثبات سے لہذا شربت تنکبیین کو سر کر نفی اور شکر اثبات سے کام میں لائیں تاکہ غفلت کے صفراوی مادہ کو کاٹ دے لا الہ الا اللہ کی نفی کرے الا اللہ سے حضرت حق کا اثبات کرے۔ یہاں تک کہ جب اس علاج کی پابندی و ہمیشگی کرے تو آہستہ آہستہ ماسوا اللہ سے روح کے لگاؤ کی بیماری شربت لا الہ الا اللہ سے زائل ہو جائے اور غفلت کی بیماری کٹ جائے اور ذکر کی تندرستی بواسطہ جمال الا اللہ کے سراپردہ عزت

سے رد نما ہو اور موافق وعدہ

فَاذْكُرْ ذُنُوبِي اَذْكُرْ كُفْرِي ۝
تو مجھے تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

کے حرفِ دادِ اذ کے لباس سے پاک ہو جائے اور عظمتِ الوہیت کے نور کی تجلی میں

كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَكَ اِلَّا وَجْهٌ ۝
اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

کی خاصیت آشکار ہو اور ذکرِ روحِ ذاکر اور وجودِ ذاکر کے ساتھ دریائے ناپیدائنا زاکری اَذْكُرْ کلمہ میں دُوب کر
فنا ہو جائے یہاں پر اَذْكُرْ کلمہ زاکری روح کی قائم مقامی کرے ذکرِ ذاکر و مذکور ایک ہو جائے اور اب
ذکر بغیر شرکت کے ہاتھ آئے
مصرعہ

تا زخود بشنود نہ از من و تو

ترجمہ :- تاکہ اپنے آپ سے نہ نہ کہ من و تو سے

يٰمَنْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ
آج کس کی بادشاہی ہے صرف اللہ کی جبریک

الْقَهَّارِ ۝
ہے سب پر غالب۔

اور راز

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا
اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں
هُوَ ۝

یہاں پر ظاہر ہوتا ہے۔ گوشہ نشین گنجہ شاید اسی خزانہ سے گوہر ریزی کرتے ہیں۔

چون قدمت بانگ برابلق زند جز تو کہ آرد کہ انا الحق زند

کیست درین دائرہ دیر پائی کولن الملک زند جز خدائی

ترجمہ :- جب پہلی بار تو نے آواز بلند کی تو تیرے بغیر کون تھا جس نے انا الحق کہا اس دیر پا دائرہ میں کون
ہے جو لمن الملک کہتا ہے سولے خدا تعالیٰ کے۔

اور حضرت شیخ یوسف حریری کا اشارہ جو فرمایا کہ کسی نے اللہ نہیں کہا سوا اللہ کے اس حالت میں سمجھ

میں آتا ہے اور اس کا علم ہوتا ہے اور محقق کو اس کلمہ کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے اور معامد ہوتا ہے کہ

اسلام کی بنیاد اس کلمہ پر کیوں رکھی ہے، دوسرے کلموں پر کیوں نہ رکھی

مصرعہ

کہ داند ستر این اسرار بہیات

کون اس بھید کو جانتا ہے آہ

یہ اس لئے ہے چونکہ شرک معنوی سے رہائی کی صورت بغیر اس کلمہ کے معنی کے نہیں ہو سکتی ہے۔

آفرینش را همه پی کن به تیغ لا اله
تا دلت خالی شود سلطان الا الله را

ترجمہ:- تمام آفرینش کو لا اله کی تیغ سے ختم کرتا کہ تیرا دل خالی ہو الا الله کے سلطان کے لئے۔

حضرت قدوة الکمل نے بشارت الذاکرین میں فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں عبادت پر درگاہ عالم کا شوق فزوں ہوا اور انہوں نے ملازمت حق تعالیٰ میں رنگارنگی پسند فرمائی دچند قسم کی عبادت کا شوق پیدا ہوا، تو سرنیاں بارگاہ الہی میں جھکا دیا اور سوز و گداز کے ساتھ عرض کیا کہ اے العالین! اپنی مقررہ عبادت میں مجھ کو کچھ زیادہ جسمانی محنت نہیں اٹھانی پڑتی۔ لہذا میں ایسی مزید عبادت چاہتا ہوں جس میں مجھے محنت اٹھانی پڑے۔

اگر در راہ رفتن رنج باشد مسافراہ محنت سنج باشد
چو زاد رنج رہو خورد یابد کہ او امید دار گنج باشد

ترجمہ:- اگر راہ چلنے میں رنج اٹھانا پڑے تو مسافر محنت کا عادی ہو جاتا ہے اگر راہ دے پاس رنج کا سامان تھوڑا ہو تو خزانے کا امیدوار کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت خالق زمین و آسمان کی بارگاہ سے خطاب ہوا قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (تم کلمہ طیب پڑھا کرو)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ کلمہ زبیری جان کی غذا ہے اور ہر وقت میری زبان پر رواں ہے میں نوا در عبادت کا تجھ سے طلب گار ہوں۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر درخواست کی اور کسی اور عبادت کی طلب پر جسارت فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

چو موسیٰ را گذشت از حد جسارت شدہ از داور گردون اشارت
کہ از من اسی عبادت خواہ میدان بگفتن کلمہ اسرار آسان

ترجمہ:- حضرت موسیٰ کی جسارت جب بارگاہ ایزدی میں حد سے بڑھی تو فرمان ہوا کہ مجھ سے عبادت کے طلب گار جان لے کہ کلمہ اسرار کہنا آسان ہے۔

اور فرمایا کہ اے موسیٰ! اس اسرار الہی کے کلمہ کو پڑھنے کی میں نے تمہیں توفیق عطا کی ہے اور تمہارے دل کے دریا میں میں نے یہ موتی اس طرح رکھ دیا ہے کہ تم آسانی سے اس کو ساحل زبان تک پہنچا دیتے ہو آسانی سے ادا کرنے کی ہم نے تم کو توفیق بخشی ہے (ذرا ان کافروں اور منافقوں کو زور دیکھو کہ ان کے لیے ایک کلمہ پاک کا کہنا اور زبان سے ادا کرنا اتنا دشوار ہے کہ اس کے مقابل ناخن سے پہاڑ کھودنا وہ آسان خیال کریں گے۔

برای کافران زین در سفتن
بسی آسان نماید کوہ کندن

ترجمہ :- کافروں کے لئے اس کلمہ کا پڑھنا ناخن سے پہاڑ کھودنے سے بدرجہا مشکل ہے۔
خصائص ذکر | حضرت قدوة الکبرا سے ذکر کی خصوصیات کے سلسلہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر میں وقت کی پابندی نہیں ہے اس لیے کہ بندہ ذکر کے لیے مامور نہیں ہے۔ یعنی وقت کی پابندی کے ساتھ اس پر ذکر نہ سب نے فرض نہیں کیا ہے کہ فلاں وقت ذکر کرو اور فلاں وقت نہ کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ نماز اگرچہ سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے لیکن بعض اوقات میں اس کا پڑھنا درست نہیں ہے۔ لیکن ذکر عام حالات میں ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ
 قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ ۗ

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہاڑ پیٹے ہوئے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین (مشائخ) نے فرمایا ہے کہ اس حکم سے تمام اوقات اور ہمہ حالات میں ذکر کی اجازت ہے اور اس کا استیعاب ہوتا ہے۔

ذکر کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ذکر کے مقابلہ میں اپنے ذکر کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ خَاذِکُرْ دُنِیْ اَذْکُرْ کُم سے ثابت ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے اخبار سے یہ خبر منقول ہے کہ انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ :

یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی امت کو ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے۔ جو کہ نثر امتوں میں سے کسی امت کو بھی میں نے نہیں دی۔ آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے اسے نبی جبریلؑ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور یہ آپ کی امت کے سوا اور کسی امت سے نہیں کہا گیا ہے۔ (لم یبق هذا الاحد غیر هذا الامۃ)۔

حضرت قدوة الکبرا نے حضرت میر سے نقل فرمایا، واضح رہے کہ لطائف اشرفی میں جہاں جہاں لفظ حضرت میر آیا ہے اس سے مراد حضرت سید السادات قدوة الطائفہ سید جلال بخاری ہیں کہ انہوں نے رد منہ العلماء سے نقل فرمایا ہے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ستون ہے جس کا سر یا قوت سرخ کا ہے اور یہ ستون عرش کے نیچے ہے اور اس کا پاؤں اس محفل کے پشت پر رکھا ہے جو زمین کے ساتویں طبق میں ہے۔ پس جب کوئی بندہ کَلِمَاتِ اللّٰہِ مُحَمَّدًا رَسُوْلًا اللّٰہِ صدق نیت کے ساتھ کہتا ہے تو عرش کا نپ جاتا ہے پس ہل جاتی ہے محفل اور

وہ پایہ جس پر استون ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے عرش ساکن ہو جا، اس وقت عرش عرض کرتا ہے کہ یارب میں کس طرح ساکن ہو جاؤں حالانکہ تو نے اس کلمہ کے بچنے والے شخص کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہیں بخشے ہیں خواہ وہ آشکارا ہوں یا پوشیدہ تب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آسمان کے رہنے والو! تم گواہ رہنا کہ بے شک و شبہ میں نے اس کلمہ کے پڑھنے والے کے تمام صغیرہ اور کبیرہ، علانیہ اور پوشیدہ گناہ بخش دیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا الہ الا اللہ“ کے بجز کسی پر بھروسہ اور اعتماد نہ کر دو کہ بے شک یہ اسلام کی سپر ہے اور جب یہ سپر مستحکم نہیں ہوتی تو تیرا اس میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اور سید محمد وح نے فرمایا ”جو تیر سپر کو پار کر جاتا ہے وہ صاحب سپر کو ہلاک کر دیتا ہے۔“

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جو کوئی کلمہ لا الہ الا اللہ کو مردہ یا زندہ کی نجات و بخشش کے لیے پڑھے تو اس کو ضرور نجات حاصل ہوگی۔ جیسا کہ شیخ ابوالربیع سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے کلمہ طیبہ کو ستر ہزار مرتبہ پڑھا تھا اور اس کا ثواب کسی کو نہیں بخشا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں ایک دعوت میں گیا وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے اور ایک کم عمر لڑکا بھی موجود تھا جو صاحب کشف تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو اس لڑکے نے کھانے کی طرف ہانڈ بڑھایا۔ لیکن کوئی لقمہ نہیں کھایا اور پھر یکبارگی رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے وہاں میری والدہ عذاب میں مبتلا ہیں۔ شیخ ابوالربیع نے فرمایا کہ اسی وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ الہی! تو اس بات سے واقف ہے کہ میں نے ستر ہزار بار کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا ہے اب میں اس کو اس لڑکے کی ماں کو دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے بخشتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں یہ نیت تمام کی تو وہ لڑکا ہنسنے لگا۔ اور بڑی مسرت کے ساتھ کہنے لگا کہ اب میری ماں کو عذاب جہنم سے نجات مل گئی۔ الحمد للہ یہ کہہ کر اس نے کھانا شروع کر دیا۔ شیخ ابوالربیع فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صحت کی اس لڑکے کے ذریعہ تصدیق ہو گئی اور اس لڑکے کے کشف کی صحت حدیث نبوی سے ہے۔

رباعی

جو گرد و روان تیر آتش بسر شود کلمہ لا الہ الا اللہ اش سپر
گر آن تیر را این سپر کم بود کند از در ہفت گردون گذر

ترجمہ :- جب آگ کا تیر چھوڑا جاتا ہے تو کلمہ لا الہ الا اللہ سپر بن جاتا ہے۔ اگر اس تیر کے لئے سپر درست اور مضبوط نہ ہو تو آگ کا وہ تیر مات آسمانوں سے بھی نکل جائے گا۔

حضرت قاضی حجت نے قدوة الکبر کے حضور عرض کیا کہ اذکار جہر یہ دوسریہ کے سلسلہ میں مشائخ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور ہر ایک کی تفصیلت کے بارے میں بے حد اختلاف پڑ گیا ہے۔

بعض مشائخ نے مکمل طور پر اذکار جہیر سے منع کیا ہے۔
حضرت قدوة الکبار نے فرمایا کہ اذکار جہیر قرآن و حدیث و فقہی روایات آئینہ اور عمل مشائخ سے
ثابت ہے سب سے پہلے اس سلسلہ میں قرآنی احکام سنو:
ارشاد ربانی ہے:

فَاذْكُرُوا لِلّٰهِ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ
اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۝

قرآن کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے
تھے بلکہ اس سے زیادہ ذکر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اظہار میں مبالغہ کی تاکید ہے (یعنی اس سے بھی زیادہ ذکر کرو) اگر کوئی پرشیدہ کرے
یا اس کو چھپائے تو اس کے کافی ہونے پر دلیل ہوتی ہے اور چونکہ فخر کرنا اس میں شامل ہے کہ اپنے آبا کا
ذکر اظہار تغافل کے لیے کیا کرتے تھے) تو اس کا اظہار و اعلان ضروری ہے۔ پس واجب ہوا کہ ذکر خدا کا اعلان اس
سے زیادہ کیا جائے (لہذا ثابت ہوا کہ ذکر جہیر کی تاکید ہے)۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تمام اوقات میں ذکر جہیر کی کس طرح دلیل بن سکتی ہے تو اس سلسلہ میں
اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مِّنْ صَلَاتِكُمْ فَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ ۝

بھرجب تم اپنے حج کے کلام پڑے کر کہو تو اللہ کا ذکر کر دجیے
تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔

اس آیت بالا میں "فام تعقیب کے لیے آئی ہے اور اس سے مراد تکبیر ہے۔ اس لیے کہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد
کوئی دوسرا ذکر واجب نہیں ہے۔ اور یہ تکبیر اوقات مخصوصہ میں نماز فرض کے بعد مشروع ہے اور اس
میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن اس کا ہم یہ جواب دیں گے کہ اس سے مراد تمام اوقات میں ذکر الہی ہے نہ کہ اوقات
مخصوصہ میں تکبیر کی ادائیگی۔ (تکبیر اوقات مخصوصہ میں کہنا اس سے مراد نہیں ہے بلکہ ہر وقت ذکر کرنا مقصود ہے)
چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے آبا کا ذکر کرتے ہو اور یہ لوگ اپنے آبا کا ذکر فخر
طور پر ہر وقت کیا کرتے تھے۔ نہ یہ کہ کسی مخصوص وقت میں کرتے ہوں۔ پس ان کو حکم دیا گیا کہ تمام اوقات میں اپنے
آبا کے ذکر کے بجائے خدا کا ذکر کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ایک زیادہ واجب کر جو خفی اللہ ہے اس سے کیوں تشبیہ دی گئی جو اس سے وجوب
میں کہیں کم ہے یعنی "حق والد" اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ذکر میں مبالغہ
کیا کرتے تھے اذروئے فخر" پس اسی طرح یہ حکم دیا گیا کہ بقدر امکان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر ذکر
خدا میں مبالغہ کریں۔ ہر چند کہ دنوں کے مرتبہ میں تفاوت اور فرق ہے باری تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

فَاذْكُرْ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا ۝ تَوَالِّدًا ۝ كَذَكَرِ كَرْدِ كَهْرُطے اور بیٹھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی چیز فرض نہیں کی ہے جس کی حد معلوم نہ ہو اور حالات عذر میں اس کے تارک کو معذور بھی رکھا ہے۔ سوائے ذکر کے۔ کہ وہ کسی حد پر منتہی نہیں ہوتا اور نہ کسی کو اس کے کسی عذر کی بناء پر معذور رکھا گیا ہے سوائے مجنون اور مغلوب العقل کے بلکہ اپنے بندوں کو ہر حال میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ اللّٰهُ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو دن میں بھی اور رات میں بھی، حضر میں بھی اور سفر میں بھی تو انگریز میں بھی اور فقیری و فلسفی میں بھی پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ بھی، ہر حال میں۔

(یہ تو آیات قرآنی تھیں جن کو بیان کیا گیا) لیکن حدیثیں تو بہت ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو مذکور ہے مصابیح میں انہوں نے کہا:-

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سلم من صلوته قال بصوته اَلَا عَلَى لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اِلَى الْاُخْرَى
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو جاتے تو بلند آواز سے لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ (الآخرہ) فرماتے۔

دوسری حدیث وہ ہے جو بستان النوادی کے باب الاذکار میں آیا ہے کہ

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجهر مع اصحابه رضوان الله تعالى عليهم بالاذكار والتبجيل والتحليل بعد الصلوة۔
بے شک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم (جمعین) کے ساتھ ذکر تبجیل و التحلیل بعد الصلوة۔

تیسری حدیث وہ ہے جو مذکور ہے روضہ میں۔
حاکیما عن الله تعالى من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ومن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ غير منه۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بند مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو اس کو میں اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جو کوئی مجھے مجلس یا مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ہر سر مجلس یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر جماعت ہوتی ہے۔

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں۔ مجموعہ نرازل، خانی، الحامید، کبریٰ اور صفحہ میں مذکور رہے کہ قرأت قرآن باواز بلند حمام میں مکروہ ہے لیکن آواز خفی کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن حمام میں

با آواز بلند تسبیح و تہلیل کردہ نہیں ہے۔ جیسا کہ صلوٰۃ التوازل، حسامیہ اور الصرفیہ اور ملتقط میں اور ابراہانی اور رکنی کی کتاب الکرامیۃ التجنیس میں اور نفائس تجنیس وغیرہ میں مذکور ہے۔ سراجیہ کی کتاب الکرامیۃ اور مختصر الکبریٰ میں آیا ہے کہ حمام میں تسبیح و تہلیل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خواہ بلند آواز سے ہو جامع نے کہا ہے ”لاباس“ سے کراہت اور اسات کی نفی مراد ہے۔ جیسا کہ اصول میں معروف و مشہور ہے۔ پس یہ روایت قول اول کی حمایت میں ہے۔ حوالہ جو دو مسئلے میں نے بیان کیے ہیں ان کی میں نے تفصیل بعض لوگوں کی ضرورت علمی کے باعث کر دی ہے اور میں نے اخبار کی توضیح و تشریح کو ضروری نہیں سمجھا۔ یعنی مسئلہ قرأت قرآن و مسئلہ تسبیح و تہلیل ان کی تفصیل کتب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جو درسی کتب ہیں قرأت قرآن پاک کا مسئلہ تو بطور کلی ہے۔ یعنی حمام میں بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن تسبیح و تہلیل کا با آواز بلند ہونا اس کے جزئیات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اس کے لیے ”کلی“ میں شرط نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق کلی سے ہے۔ (ولیس الشرط یکون فی کل بل ان یکون من الکلی) پس جب حمام میں با آواز بلند قرأت قرآن کا بدون کراہت جواز ہے ان شرائط و آداب کے ساتھ جو قرأت قرآن کے لیے ضروری ہیں تو پھر تسبیح و تہلیل کا آواز بلند سے پڑھنا بغیر کسی کراہت کے اولیٰ ہے۔ جیسا کہ قنوت کے بارے میں آیا ہے۔ کلاباس بات یظہر ذکر اللہ تعالیٰ فی الحمام کہ حمام میں اگر ذکر الہی ظاہر کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے تو ادبیہ و اذکار میں کوئی بھی مانع موجود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حدیث بھی مانع نہیں۔ یہاں تک کہ جنبی کیلئے قرآن کا دعاء ذکر کی نیت اور دعاؤں اور قنوت کا پڑھنا جائز ہے اور اس پر فتویٰ ہے اس لیے کہ بندہ سرگجہ ذکر الہی کے لیے مامور ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ حمام کے بارے میں یہ مسئلہ ایک جزئیہ کی شکل رکھتا ہے اور حمام وہ جگہ ہے جہاں غسل کیا جاتا ہے اور لوگ اپنا میل کچیل، اپنی نجاستوں اور گندگیوں کو دور کرتے ہیں بلکہ ایک روایت تو یہ ہے کہ حمام شیطانوں کا مقام ہے اور ان کا گھر ہے۔ کتاب خلاص میں مذکور ہے ”ظاہر ہے کہ حمام اگر نجاستوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے عورات کھلے ہوتے ہیں۔ ستر عورات نہیں ہوتا اس لیے وہاں قرأت قرآن مکروہ ہے۔ لیکن تسبیح و تہلیل آواز بلند کے ساتھ جائز ہے باوجود ان چیزوں کے۔ پس تسبیح و تہلیل کا جواز مسجدوں میں، خانقاہوں میں، مشائخ کی رہائش میں اور عسکری نشینوں کے گوشوں میں، پاک جگہوں پر، ٹاٹ کے فرش پر جو پاک ہو، وضو کی حالت میں تعفیر و عاجزی کے ساتھ مریح نشست میں تو اور بھی اولیٰ و اعلیٰ ہوا۔ اس لیے کہ ان سب کی بنا تو اذکار و تسبیح ہی کے لیے کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَذِّنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ
يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ ٤٠

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا کہ بلند کیا جائے اور ذکر کیا جائے اس میں اللہ کا نام اور اس کی پاکی بیان کرے صبح و شام)۔

امام فقیر زندہ ویسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بے شک و شبہ ہر حال میں فرائض اسلام سے ہے اور جہاد الیٰ ہے اخلاص سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا
كَثِيرًا ۝

اب اگر یہ کہہ جائے کہ بعض کتابوں میں بعض علماء کا یہ قول مذکور ہے:

اور ان حضرات نے سورۃ اعراف کی ان دو آیتوں سے اپنے قول کا استدلال کیا ہے کہ:

أَدْعُوا إِلَيْكُمْ لِنُضَرَّ عَاقِبَتَهُ إِنَّهُ لَك
يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ ۷۷

دعا کر اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو دعا جزئی اور جزو
کے ساتھ اور زبان سے (آہستہ) بغیر پکارے۔

بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست
نہیں رکھتا،

وَأَذْكُرُ رَبِّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا
وَخَيْفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ۝

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر الذکر الخفیۃ
وقال علیہ السلام لقوم صاحبوا بذاکر
أَتَدْعُونَ أَصْحَابًا بِمَا أَنْتُمْ سَتَدْعُونَ
سَمِيعًا وَقَرِيبًا دَحَاضًا إِنَّهُ لَمَعَكُمْ
بہتر ذکر وہ ہے جو پر مشیدہ ہو۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے جو ذکر بلند
آمد سے کرتے تھے فرمایا کہ کیا تم کسی پر سے اور غائب
کو پکارتے ہو بے شک تم سننے والے نزدیک اور حاضر
خدا کو پکار رہے ہو۔

حضرت فخر العکبر نے فرمایا کہ ان آیات مذکورہ بالا کے سلسلہ میں چند جوابات سنو! لطائف قشیرہ میں ہے کہ:

ادعو اور بکم تضرعاً ای علانیہ و خفیۃ ای سراً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا
ہے دعائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا ہے جو مسلمانوں پر دعائے بد کریں حد سے گزر جانا ہے
اور تضرع اضراعت سے مشتق ہے جس کے معنی شدت حاجت کے ہیں۔ و الخفیۃ خفیۃ سے مراد اخلاص دل ہے
ادعو اور بکم کے معنی ہیں اس کی بندگی کرو اور اپنے حوائج اس کی جانب بلند کرو و تضرع کے ساتھ اور خفیۃ طور
پر۔ اضراعت ذلت ہے اور خفیۃ میں ریا کا دخل نہیں ہے اور بے شک وہ معتدین یعنی مشرکین کو دوست نہیں رکھتا
ہے جو بغیر خدا کو پکارتے ہیں۔ (لطائف قشیرہ) تفسیر بستی میں ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول مَتَّبِعِ اسْمَ رَبِّكَ کی تفسیر
میں آیا ہے:

۱۷ پ ۲۲ احزاب ام ۱۷ پ ۱۷ اعراف ۵۵ ۱۷ پ ۱۷ اعراف ۲۰۵ ۱۷ پ ۱۷ علی ۱

”اے مخاطب اپنی آواز کو اپنے پروردگار کے ذکر میں اپنے رب کے حکم سے بلند کر“
اور تفسیر الدرر میں اسی آیت مفصل سبب کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔
”اور بلند کر اپنی آواز ذکر میں“

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کی مدح بیان فرمائی ہے سورہ توبہ میں یہ کہہ کر

رَآئِ اِبْرٰهٖمَ عَمَلًا وَّآلًا حَلِيْمًا ۝ لے بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت علم والے تھے۔

اور اس تفسیر میں مذکور ہے کہ ”اداء“ کے معنی ہیں دعا۔ مگر قرآن میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُذْكُرْ رَبَّكَ (اپنے رب کا ذکر کر) تو اس ذکر کے معنی ہیں ”امام کے پیچھے نماز میں اپنے نفس میں قرأت کرنے کے“ اور یہ قول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے تفسیر سبستی میں

دوسرا جواب یہ ہے کہ پوری سورہ اعراف کا نزول مکہ میں ہوا ہے (سورہ اعراف تمام ترکیبی ہے) پس یہ ابتداء اسے اسلام کی بات ہے اور اس وقت مسلمان قبیل تھے اور مشرکین کا غلبہ تھا۔ پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اسلام ہر طرف پھیل گیا۔ تب سورہ انفال اور سورہ شعرا کی پھلی چار آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں ذکر کثیر کا حکم دیا گیا سورہ انفال میں

لے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو
تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ
فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّهِ
سُورَةُ شُعَرَاءِ مِیْنِ اس طرَح ارشاد فرمایا گیا:

اور شاعرین کی پیردی نگراہ لوگ کرتے ہیں۔
کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔
اور بے شک وہ کہتے ہیں جو (خود) نہیں کرتے۔
مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور
انہوں نے کثرت سے اللہ کو یاد کیا۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝
أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝
وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا ۝

سورہ احزاب میں فرمایا گیا ہے:-

اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝

اور اسی سورہ میں فرمایا گیا ہے:-

لے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد
کیا کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا
كَثِيرًا ۝

سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا گیا

كَأَذِ اقْضِيَّتِ الصَّلٰوةُ فَاَنْتَشِرُوا
فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ
اَللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۝ ۱۷

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر
ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو
کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی
حاصل کرو۔

ان تمام مذکورہ بالا آیات میں ذکر کثیر کا حکم ہے اور کثیر کی حد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس نے اعلان
کا حکم دیا ہے۔ ظہور اسلام کے لیے اس کے ہر طرف پھیل جانے اور مشرکین پر غلبہ پانے کا۔
اس سلسلہ میں مشہور تفسیر میں جو کچھ مذکور ہے اور جو کچھ مشہور و معروف تقاریر میں موجود ہے اس کا ذکر
کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت قدوۃ الکلبانے آیت اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّعَلَّكُمْ جُوعَانِي بَانَ كَيْ هِيَ وَه
سنیے! فرماتے ہیں: کہ تضرع سے مراد بدن کی عاجزی اور خفیہ سے مراد اخلاص دل ہے بعض مشائخ نے بھی کہا ہے
کہ تضرع سے مراد زاری کرنے والے اور خفیہ سے مراد خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

تفسیر قیامی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے کہ خفیۃ ای جہرۃ یعنی خوف کرنے
والوں سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا۔ بلند آواز سے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعْنِیْ اَجْوَ اَلْحَسَنَیْنِ ۝
(بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے) تاکہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے
وَاَسْمَعُ یَوْمَ یَسْتَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ اور کان لگا کر سن کر ندا کرے گا ایک نادی مکان
قریب سے) کے یہی معنی ہیں۔ دوسرے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً
کی آیت کا نزول دعا کے بارے میں ہوا ہے اور دعا ذکر میں داخل نہیں ہے (غیر ذکر ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے:

اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝
اور ذکر کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

فَاَذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْکُمْ ۝
اور لفظ خفیہ لغات اضداد سے ہے یعنی التحفیہ پنہاں کرنا اور آشکارا کرنا دونوں معنی میں آتا ہے جس
طرح لفظ ظن وغیرہ (یہ بھی لغت اضداد میں ہے)
کذا فی القاموس
جیسا کہ قاموس میں بیان کیا گیا ہے۔

اور کلیہ ہے کہ جہاں لغت اضداد بیان ہوگا تو وہ محتاج تاویل ہوگا۔

۱۷ جمعہ ۱۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۶۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۷۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۸۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۹۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۰۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۱۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۲۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۳۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۴۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۵۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۶۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۷۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۸۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۱۹۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۰۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۱۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۲۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۳۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۴۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۵۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۶۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۷۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۸۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۲۹۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۰۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۱۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۲۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۳۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۴۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۵۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۶۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۷۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۸۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۳۹۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۰۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۱۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۲۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۳۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۴۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۵۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۶۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۷۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۸۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۴۹۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۰۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۱۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۲۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۳۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۵ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۶ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۷ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۸ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۴۹ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۵۰ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۵۱ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۵۲ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۵۳ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۵۴ ص ۵۵ ط ۱۲۰ ۵۵۵

تفسیر الیست میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ: خفیة ای علانیة اور آیت
 اُدْعُوا بِكُلِّ كُفْرٍ تَقْضِيهِ اُذُنُ الْجَاهِلِ مِنَ الْقَوْلِ سے مراد قرأت متوسطہ ہے ابتدائے اسلام
 میں کفار مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تھے تو اس وقت حکم ہوا کہ آہستہ آواز میں پڑھیے تاکہ آواز سن کر وہ مسجد میں
 جمع نہ ہو جائیں اور مغرت نہ پہنچائیں۔

اس سلسلہ میں حدیث شریف سے جو جواب ہے وہ تفسیر الحقائق میں مذکور ہے۔ بہر صورت یہ احتمال
 ہے کہ وہاں آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ بے شک غزوات میں جس طرح کہ جنگ
 بدر میں آواز بلند کی گئی (اور جنگ فریب ہے اور جنگ میں فریب روا ہے) اسی طرح لڑائیوں میں گھنٹا بجانے
 سے منع فرمایا ہے لیکن ذکر میں آواز بلند کرنا تو بالکل جائز ہے تاکہ فرمانبرداری اور عبودیت کا اظہار ہو سکے اور اس کی تائید
 اس قول سے ہوتی ہے جو تفسیر بستی میں سورہ بنی اسرائیل جو مکہ میں نازل ہوئی ہے کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے
 اس ارشاد پر

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا
 تُخَافُتْ بِهَا ۝

اور آپ اپنی نماز میں نہ بہت زیادہ بلند آواز سے
 (قرآن) پڑھیں اور نہ بالکل آہستہ۔

شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء سے
 پہلے تلاوت قرآن میں آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور بعد عشاء اپنے صحابہ کو آواز بلند کرنے کی تاکید فرماتے تھے
 شیخ ابوبکر نے اور فرمایا کہ آواز بلند کرنے کے جواز کی حدیثیں بہت مروی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض حجرات میں قرآن پاک اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ کی
 قرأت وہ شخص بھی سن لیتا تھا جو باہر ہوتا تھا۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو حضرت داؤد
 علیہ السلام کے مزامیر میں سے کوئی مزار دے دیا گیا ہے اور آپ نے اس سے منع نہیں
 فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ذَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ
 یعنی مزین کرو قرآن کو اپنی آوازوں سے

یعنی اپنی آوازوں کو زینت دو قرآن کی تلاوت سے۔

شیخ فقیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکم الہی یعنی نص الہی اور اس خبر میں تطبیق اس طرح ہوتی ہے کہ محمول کیا
 جائے کہ قرآن شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کی مخالفت مکہ میں اس وجہ سے تھی کہ مشرکین مکہ رسول اکرم صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہے وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتْ بِهَا وَأَنْتَ بَيْنَ ذَلِكَ تَبَيَّنَ اور اپنی نماز نہ
 بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ اختیار کرو۔! پس بنی اسرائیل ۱۱۰



علیہ وسلم کو غلطی میں ڈالنا چاہتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس کو مت سنو۔ یہ محض بیکار کی باتیں ہیں۔ اور حضرت ابی موسیٰ سے جو حدیث مروی ہے وہ اس وقت کی بات ہے جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ اسلام ظاہر ہی نہیں بلکہ ہر طرف پھیل چکا تھا۔ دور امن و امان تھا اور مشرکوں کی ایذا رسانی سے مسلمان مصون و مامون تھے۔ اس وقت قرآن کی تلاوت میں آواز بلند کرنا مشاعرہ دین بن گیا تھا جیسے اذان میں اور نعرہ جنگ میں آواز بلند کرنا۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے شہروں اور قصبوں میں اور مشرق سے مغرب تک سلف سے خلف تک میں تھے یہ خود دیکھا ہے کہ وہاں مجالس و عظمیٰ جہاں بڑے بڑے علماء فقہاء اور نامی صاحبان موجود تھے ذکر جہر کیا جاتا ہے (عوام و خواص سب ہی طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا اور نہ معترف ہوتا ہے)۔

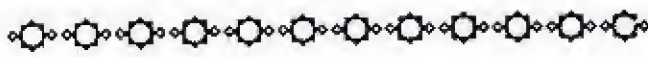
مشائخ چشت اور ذکر جہر حضرت قمدۃ الکبر نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ کہنے میں کہ مشائخ چشت (قدس اللہ سرادہم) ذکر جہر نہیں فرماتے تھے۔ پس ذکر بالجہر ان کی متابعت کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ فقیر تیس سال تک زمانہ کے ہر گوشہ میں پرکار کی طرح پھرا ہے اور بہت سے مشائخ زمانہ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مشائخ سہروردیہ اور فردوسیہ بھی ذکر جہر کرتے ہیں۔ جب یہ فقیر حضرت خواجہ محمد وحشتی قدس سرہ کے روضہ متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوا اس وقت حضرت قطب مشائخ خواجہ قطب الدین محمد زادہ صاحب سجادہ تھے۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جہر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے زمانہ سے آج تک یہ ذکر جہر مشائخ چشت کے دودمان کریم و خاندان قدیم میں مروج ہے۔

میں جب مشہد امیر المومنین حضرت علی موسیٰ رضائیں پہنچا تو سید اجل مقبل الدین، سید رضی الدین، سید قاضی اور ان کے اخوان سید شمس الدین و سید تاج الدین و سید شہاب الدین و سید محمد درقندی حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ یہ تمام حضرات بھی ذکر جہر کرتے تھے خصوصاً صبح و شام کے وقت ذکر جہر کے لیے اپنے تمام متقدموں کے ساتھ دائرہ کی شکل میں بیٹھے تھے۔

غزل

کسی کو بند خود آزاد باشد	دلش در نالہ و فریاد باشد
بیادِ روی تو ہر صبح و شامی	سمات خانہ در افتاد باشد
کسی کو روی آن شیریں سخن دید	بکوحہ جا بگنی فریاد باشد
نشان عاشق صادق جزین نیست	کہ در نعرہ دل دجانِ اد باشد
شرف از دیدن گلزار رویت	چو بلبس در فغانِ نشاد باشد

ترجمہ :- جو کوئی قید خودی سے آزاد ہوتا ہے اس کا دل ہر دم نالہ و فریاد میں رہتا ہے۔ تیرے چہرے کی یاد میں ہر صبح و شام گھر کے کونے میں پڑا رہتا ہے جس کسی نے اس شیریں سخن کا چہرہ دیکھا، جا بگنی کے پہاڑ کا قریا دہنا۔ (یعنی)



اس شیریں سخن محبوب کو جس نے بھی دیکھا بس اس کا گھر برباد ہو گیا)
عاشق صادق کا نشان اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ دل و جان کے ساتھ نالہ و فریاد کرتا ہے یا نالہ و فریاد
میں اس نے اپنی جان دے دی ہے۔

اشرف تیرے گلزارِ جمال کی دید سے ببل کی طرح فریاد کرنے میں بھی خوش ہے۔
منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ حضرت خواجہ سری سقطیؒ کے ارشاد کے بموجب
بیس سال تک نفی و اثبات اور اسم ذات کے ذکر میں اپنے پیر (حضرت سری سقطی) کے استقامت کی دہلیز پر
مصرف رہے اور اسے فرائض و شریعت کے بعد سوائے ذکرِ جہر کے آپ کا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ اور ذکرِ جہر میں
آپ اتنا اہتمام کرتے اور آپ کی مشغولیت کا یہ عالم ہوتا اور اس طرح نالہ و فریاد کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سری سقطی
قدس سرہ کے ہمایوں نے خلیفہ بغداد کے حضور میں فریاد کی کہ شیخ اتنی بلند آواز سے ذکر کرتا ہے کہ نہ ہم کو دن میں چین
ہے اور نہ رات میں ہم کسی وقت سو بھی نہیں سکتے۔

مثنوی

ز بس کو نالہ و فریاد کردہ مرا از بند خواب آزاد کردہ
چنان در ذکر دارد نالہ زار کہ خلقی را کند از خواب بیدار
ترجمہ:- بس وہ نالہ و فریاد کرتا ہے اور ہمیں سونے نہیں دیتا۔ ذکر میں اس قدر روتا ہے کہ خلق کو
خواب سے بیدار کر دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ کوئی فقیر اور کوئی شیخ یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا اور نہ ہو گا۔ اور اگر خالی ہو کر
اس کو فقیر و شیخ نہیں کہتے۔

ہر کہ نہ گویائی تو خاموش بہ
ہر چہ نہ یاد تو فراموش بہ

ترجمہ:- جو کوئی تیری باتیں نہیں کرتا اس سے خاموش بہتر ہے اور جو تجھے یاد نہیں کرتا اس سے فراموش اچھا ہے۔
تمام مخلوق ذکر کرنے پر متفق ہے،

اس کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
ہر چیز اس کی فرمانبرداری ہے اور ذکرِ کرمِ خدا کی نعمتوں کا
تا کہ تم صلاح پاؤ۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلُّ لٰهٍ
قَانِسُوْنَ ۝ اور قَدْ كُوِّنَ الْاَلٰءُ الْاٰثِمِ
لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ۛ

صرف یہی آیت نہیں بلکہ تمام کلام اللہ ذکر حق پر دال ہے۔ ہمارا موضوع بحث ذکر مطلق نہیں تھا بلکہ بحث ذکر حلی اور خفی کے بارے میں تھی۔ ہر ذکر حق کی طرف مترجم ہوتا ہے اور تمام مشائخ بھی مترجم بحث ہیں پس اس مقصد واحد میں دونوں مشترک ہیں۔ پس یہ آوازیں (ذکر) ہمیں موافقت ہے۔ مخالفت کا کوئی عنصر نہیں ہے اگر مرشد ایسا کام اختیار کرے جس میں اس کی توجہ غیر کی طرف ہو اور مشائخ کی توجہ حق کی طرف ہوتی ہے تو یہ ضرور ضعیف ہے۔ شاید قائل کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو۔ اس کو چاہیے کہ وہ اس میں غور کرے اور اگر وہ مشرب عشاق اور ذاکران دنیا کے احوال سے باخبر ہوتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ یہاں تعلق اور معاملہ عمل کا ہے قول کا نہیں ہے۔ بہر حال وہ لوگ جو اہل کمال کہلاتے ہیں۔ لیکن کامل کرنے والے (کمل) نہیں ہیں ان کو احوال کہا جاتا ہے کہ وہ اس حالت میں جس وقت چشم باطن کھولتے ہیں بزم وحدت سے انیس ہوتے ہیں۔ اور پھر جب وہ عالم کثرت میں آتے ہیں تو وہ ذوق حاصل نہیں ہوتا جو (کمل) کامل بنانے والوں کو حاصل ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا حوصلہ اور ان کا ظرف وجود تخلیق فطرت کے وقت تنگ تھا۔ جیسا کہ پہلی معاذ رازی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں روز مشاق میں شراب الست کا ایک گھونٹ پی کر ہی ایسے ہوش ہوا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی ہوش میں نہیں آیا۔

قطعہ ۷

شرابی کز ازل در جام کردند	ازان یک جرعه ام در کام کردند
چنان مستم من از یک جرعه او	کہ از کونین بجود تام کردند
ازان روز ازل تا ابد آباد	زیک جرعه مرا گنام کردند
خمار آلودہ را مستان چشمش	منی از ساقی وحدت دام کردند
ز ہشیاری نلگشتہ مست اشرف	دما دم گرچہ منی در جام کردند

ترجمہ :- ازل میں جو شراب میرے جام میں ڈالی گئی ہے اس کا صرف ایک گھونٹ مجھے پلایا گیا ہے

مجھے اس ایک گھونٹ نے اس قدر مست کیا ہے کہ کونین سے مکمل بے خود کر دیا گیا ہوں۔
اس روز ازل سے اب تک اس ایک گھونٹ نے مجھے گنام کر دیا ہے۔

اس کی دونوں مست لگا ہوں نے شراب پلانے کے لیے ساقی وحدت سے تھوڑی سی شراب لے لی ہے
اشرف اپنی ہشیاری کے باعث مست و بے خود نہ ہو سکا اگرچہ اس کو پے در پے جام پلائے گئے۔

ایسا شخص اگر ذکر خفی کہے تو اس کے لئے ٹھیک ہے اپنے نفع کے لئے کیونکہ وہ مقام وحدت میں ہے اور پیر
خلق کو کثرت سے وحدت کی طرف بلاتا ہے۔

۱۵ بیہودہ حضرت عراق قدس سرہ خلیفہ و خویش حضرت بہاء الدین ذکر یا مانی قدس سرہ کی اس مشہور غزل کی زمین میں ہے جس کا مطلع
یہ ہے :-
نخستین بادہ کا ندر جام کردند ز چشم مست ساقی دام کردند
حضرت عراق قدس سرہ کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ مترجم۔

مقام قاب قوسین | حضرت قدوة الکبرائے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جب سرور کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مقام قاب قوسین پر پہنچے تو انتہائی حیرت اور ہیبت کے سبب آپ کو مجال سخن نہ رہی (از غایت دہشت حیرت مجال لفظ نہ داشت) حضرت رب العزت نے جو بے کام و بے زبان ہے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ بیان فرمایا:

التجلیات لکھ والصلوة والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ

اس سلام رحمت کو سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و دہشت میں کچھ کمی ہوئی تو آپ نے فرمایا:

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ جیسا کہ سکندر نامہ میں گوشہ نشین گنیمت شجہ نظامی نے کہا ہے

در آن جائی کا ندیشہ نا دیدہ جائی درود از محمد قبول از خدائی

گزر بر سر خوان اخلاص کرد ہم او خورد ہم بخشش با خاص کرد

ترجمہ:- اس جگہ جہاں ان دیکھی جگہ کا ندیشہ تھا وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اخلاص کے دسترخوان پر گدڑ ہوا تو حضور نے خود بھی کھایا اور ہمارا حصہ بھی مخصوص کیا۔

صدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبریل و میکائیل (علیہما السلام) اور تمام دوسرے فرشتوں نے دصال الہی و مقال بانی کی صدائے لامکان و اعلان انعام کو سنا

مثنوی

صلائی ناز با ہم چون زلاہوت رسید در صماخ گوش ملکوت

بنیکبار آن ہمہ از نیک خواہی زجان دادند بر دعویٰ گواہی

ترجمہ:- جب مقام لاہوت سے صلائی ناز بلند ہوئی تو ملائکہ کے کانوں میں بھی پہنچی ان تمام ملائکہ نے بیک زبان ہو کر دل و جان سے اس دعویٰ کی گواہی دی۔

صدرۃ المنتہیٰ سے جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے یہ مقام ملائکہ سے بہت بعد اور مسافت بیشمار پر تھا) وہ نمائے الہی اور صلائے کرم نامتناہی جب ان تمام ملائکہ کے کانوں میں پہنچی تو سب پکار اٹھے: اشہد ان لا اله الا اللہ واشہد ان محمداً عبیدک ورسولک۔

(حضرت قدوة الکبرائے اس مقام پر فرمایا کہ بے شک زمانہ کے یہ دعویدار اور معارضہ کرنے والے مشرب

عشاق کے ایک رمز کا اثر بھی اپنے اندر نہیں رکھتے (اثر عشق سے بالکل کورے ہوتے ہیں) اور صادقین کے مذہب کے نامزدانہ سے ان کو مطلق خیر نہیں ہوتا لہذا ان کی زبان میں بھی گفتگو کرنی چاہیے۔ اس طول کلام کی کیا ضرورت تھی اور ہم کو اس قبیل سے کیا کام ہے ہر شخص سے اس کی سمجھ کے موافق بات کر دے۔

سخن باہر کسی باید بقدر فہم او گفتن

چہ دریا بند انعام از رموز بختہ و ایما

ترجمہ: بات اگلے کے فہم و ادراک کے مطابق کرنی چاہیئے
نکتہ: ایمان سے کیا انعام حاصل کرتا ہے۔

اے برادر عزیز! سرور کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صاحب دعوت تھے، اولیاء انبیاء علیہم السلام کے تابع ہیں اور فرمانبردار صاحب فرمان کا نمونہ ہے۔ اگر تم صوفیہ کلام کے اقوال اور ان کے افعال اور ان کے امر و نہی کو ریا پر مبنی تصور کرتے ہو تو یہ کفر محض ہے اور اس کے کہنے میں کوئی تاویل نہیں ہے؛ اصل بات یہ ہے کہ جو ایسا خیال کرنے والا ہے وہ حقائق و دقائق سے آگاہی نہیں رکھتا وہ نہ آغاز کو سمجھ سکا اور نہ انجام کو۔ نہ اس نے خود کو پہچانا اور نہ خدا کو جانا ہے

ازان در پایہ حیران بماند
بظلمت خوار و سرگردان بماند

ترجمہ: وہ اپنے خیالات کے باعث حیران و سرگردان رہتا ہے اور اندھیرے میں ادھر ادھر خوار و ذلیل پھرتا رہتا ہے۔

قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت پر مبنی ہیں | بعض احکام مقتضائے وقت کے اعتبار سے

تھے جس طرح فجر و عشاء کی نماز میں قرأت جہری کا حکم کہ بعض مشرکین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے جب وہ ان حضرات سے قرآن پاک سننے تھے پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم جہری قرأت کے لیجان اوقات میں دیا گیا جبکہ یہ کفار و مشرکین اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ نماز فجر کے وقت تودہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب و عشاء کے اوقات میں وہ اپنے دھندوں میں لگے ہوتے تھے۔ غافل ہوتے اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے تھے۔ اور نماز ظہر و عصر کے لیے قرأت خفی کا حکم دیا گیا چونکہ مشرکین و کفار سے ایذا رسانی کا خوف تھا۔ ذرا آیت لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ پر غور کرو جس وقت اسلام کمزور حالت میں تھا سورہ الکافرون کا نزول ہوا اور جب اسلام نے قوت حاصل کر لی اور دین کے آثار کا مل اور تمام ہو گئے تو اس وقت حکم ہوا:

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

اسی طرح اے دوست! اے بھائی! اُدْعُوا بِكُمْ تَضَاعُ خُفْيَةُ کے حکم کا تیس کر لو کہ وہ بھی ابتدائے اسلام میں مقتضائے وقت تھا، اب تمام شہروں میں مسلمان اور مومنین صبح کی نماز میں ادعیہ و اذکار میں قرأت جہری کرتے ہیں۔ اس طرح کہ آس پاس کے لوگ ان کی قرأت کر سکتے ہیں۔ پس اس فعل کو کس طرح "ریا" کہا جاسکتا ہے۔

۱۰ پ ۱۰ توبہ ۵ ۱۱ پ ۱۰ عارف ۵

کسی کین کار را گوید ربائی مرا این آثار را از خود نمائی
ربائی دارد آن از پائی تا سر کہ همچون خود بداند ہر دیگر
ترجمہ:- جو شخص اس عمل کو ریا کہتا ہے اور ان آثار کو خود نمائی قرار دیتا ہے وہ خود از سر تا پا ریا کار ہے
کہ اپنی طرح دوسروں کو دیا سمجھ رہا ہے۔

اے برادر! یہ عمل محض صدق و اخلاص ہے نفاق اور ریا تو خود تجھ میں موجود ہے کہ تو ایسا مسلمانوں کے حق میں خیال
کر رہا ہے کیا شریعت کا تجھے کچھ علم ہے تو جانتا ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ فاسد کی بنیاد فاسد ہے اور صبیح کی بنیاد
صبیح ہے مگر بڑھنے سے کیا فائدہ جبکہ اس کی باریکیاں تو نہ سمجھا بنیاد صبیح کہ
أَصْلُهَا نَابِتٌ وَقَوَّعَهَا فِي السَّمَاءِ ذَاتُ الْغُرَانِ صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور آپ کے بعد
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ خرقة مشاۃ ان سے حضرت
حسن بصری رئیس التابعین کے توسط سے مشاۃ چشت تک پہنچتا ہے۔ (قدس اللہ ارواحہم)
اور ان سے متصلاً حضرت شیخ نظام الحق والدین (حضرت نظام الدین) تک۔ اچھی طرح سمجھ لو اور
دل کی آنکھیں کھولو اور خود کو ضلالت و گمراہی میں مبتلا نہ کرو کہ یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ یعنی قیامت کے دن تجھے
مال اور بیٹے کوئی چیز نفع نہیں دے گی سوائے صدق کے کہ یَوْمَ يَنْفَعُ الصَّالِحِينَ صِدْقُهُمْ تاکہ اس دن مومن
کے کام ان کا صدق آئے گا

پس تمام پیران چشت کامل تھے اور ان کے خلفاء کرام جوان کے قائم مقام ہیں وہ بھی کامل ہیں اور جوان
کی نگاہوں میں منظور اور پسندیدہ ہے وہ بھی کامل ہوا کہ صبح بنیاد ٹھیک ہوتی ہے اور اگر تم اس کے برعکس سمجھتے
ہو تو وہ تمہاری بھینگی نظر کا قصور ہے اور عیب ہے۔ پس تو ابھی تک معائب نفس میں مبتلا ہے۔

فرد

معیوب عیب ہمہ کسا نرا نگر
از کوزہ ہمان بیرون ترا د کہ بدست

ترجمہ:- معیوب دوسروں کے عیب دیکھتا ہے۔ کوزہ سے باہر وہی کچھ آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔
چنانچہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کُلُّ اِنَاۃٍ یترشح بما فیہ ایسے لوگ تلاب (دھوکہ باز) بھی کہتے ہیں۔
اے برادر! اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ ذکر خفی ذکر جبر سے افضل ہے (قال علیہ السلام) افضل
الذکر الخفی) تو تم نے اس حدیث کے حقیقی معنی نہیں سمجھے ہیں۔ سنو! ذکر خفی کا بس وہی اہل ہے کہ جس کی زبان
غیر حق کی یاد سے بے خبر ہو اور اس کا دل ذکر ہو گیا ہو آج کل کے زمانہ میں دنیا بھر کے لوگ معصیت میں گرفتار ہیں

کہ (ظہر الفساد فی الیوم واللیحی) تو تبلیغ کے اظہار کیلئے ذکر با بچہ کرنا زیادہ اولیٰ اور ضروری ہے دنیا کے شیع اور بہادر مسلمان جب میدان کا رزار میں کفار کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں تو تکبیر بلند آواز میں سے کہتے ہیں

مثنوی

در آیند گردان چو در روز جنگ میدان دلیران کشند چون نہنگ
چنان نعرہ بر ہم زنند از کمین کہ گوئی فساد آسمان بر زمین
ترجمہ: جب جنگ کے دن وہ آتے ہیں تو میدان میں شیر کی طرح آتے ہیں اور کمین گاہ سے اس طرح نعرہ بلند کرتے ہیں کہ گویا آسمان زمین پر آگرے گا۔

تاکہ اس کی ہیبت سے کفار بھاگ جائیں اور ان کی تکبیر کا فرد کے دلوں پر اثر کرے اور جنگ درہم برہم ہو جائے حضرت قدوۃ الکبریٰ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیروان کی زمین میں ہیبت سے لوگ گئے ہیں اور سیاہوں نے اس کی سیر کی ہے اور اس سرزمین کے عجائب و غرائب دیکھے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہمیشہ اس سرزمین کے مسلمان کافروں سے برسرِ پیکار رہتے ہیں اور یہ معاملہ سکندر و دارا کے زمانہ سے اسی طرح جاری ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کو شیراں کہا جاتا ہے۔ ایک راہبیا ہوا کہ جنگ میں فتح و نصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور آتش پرستوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

مثنوی

چو گردان نہادند رو سوی جنگ نمودند پیکار از نام و تنگ
نبردی شد اندر سیاہ و سفید کہ گردان شدند از روان نامید
ز شروان برآمد صدائی ظفر بگبران رسیدہ ہر میت و فسر
ترجمہ: جب جنگ کی طرف انہوں نے منہ کیا تو تنگ و نام سے برسرِ پیکار ہوئے۔ سیاہ و سفید میں کوئی فرق نہ رہا اور وہ اپنی جانوں سے ناامید ہو کر لوٹ پڑے۔ شیردانوں سے فتح کی صدا بلند ہوئی اور کافروں کو ہر میت اٹھانی پڑی۔

شیردان کے چند کفار جو جنگ سے بھاگے تھے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایسے ہتھیاروں اور آلات جنگ کے ہوتے ہوئے بغیر جنگ کے تم کیسے لپٹا ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ تمہاری تکبیر کی آواز جب ہمارے کانوں میں پہنچی تو ایسی ہیبت اور دہشت ہم پر طاری ہوئی کہ دنیا ہماری آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔

مثنوی

شنیدم چو آواز ہیبت فلک نوائی دلیران لشکر شکن
شد از ہیبت او چنان آب خون جہان گشت بر چشم ماترہ گون

ترجمہ :- جب تکبیر کی وہ ہیبت اثر آداز ہم نے سنی جو لشکر شکن دلاور لگا رہے تھے تو اس کی ہیبت سے ہمارا خون پانی ہو گیا اور دنیا آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ پس اسے بھائی! اگر ذکر کی آدازان غفلت پرستوں کے کانوں میں پہنچ جائے اور ان میں اثر کرے اور وہ غفلت کی غرقابی سے نکل آئیں اور خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ شاید اس حدیث شریف کے معنی پر تم نے غور نہیں کیا ہے کہ رجعتنا من الجہاد الا صغر الی الجہاد الا کب۔ جب میدان عبادت کے بہادر اور انانیت کی زمرگاہ کے دلیر نفس کی پیکار میں مشغول ہوتے ہیں اور رستم کی طرح جنگ کرتے ہیں تو ان کو فتح و فیروزی حاصل ہوتی ہے اور:

اَنَا فَتَحْتُ لَكَ فَتْحًا مُبِينًا
جنگ ہم نے تم کو ایک فتح ظاہر و عطا کی ہے۔

سے اس فتح کی جانب اشارہ ہے:

مثنوی

چو یابی نصرت از جنگ رجعتنا بشادی کو س زن انا فتحتنا
کسی کین جنگ را نصرت پناہ است باد رنگ جہان او بادشاہ است

ترجمہ :- جب جنگ رجعتنا یعنی جہاد اکبر (نماز) سے فتح و نصرت حاصل کر لو تو پھر مسرت کے ساتھ انا فتحتنا کا نفاذ۔ بجاؤ کہ جس کو اس جنگ (عبادت) میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی وہ پھر اس دنیا کے تخت پر بادشاہ بن کے بیٹھتا ہے۔

ذکر خفی سے کیا مراد ہے | حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ ذکر خفی سے مراد ذکر کا ذکر میں فنا ہو جانا ہے بلکہ ذکر و ذکر دونوں کا مذکور کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔

اس اعتبار سے اگر ذکر یا ذکر کا شعور اس میں باقی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی فنا فنا الفناء کے مرتبہ پر نہیں پہنچی ہے۔ اس فنا الفناء سے مراد ذکر کے شعور کا ذکر و مذکور سے فنا ہو جانا ہے اور اس قسم کا ذکر ذکر جلی سے افضل ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

افضل الذکر الخفی
ذکر خفی افضل ہے۔

اور یہ رباعی اسی ذکر خفی کے سلسلہ میں ہے:

رباعی

ذکر کن ذکر تا ترا جان است پاکی دل ز ذکر یزدان است

چون تو فانی شوی ز ذکر بند ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است

ترجمہ :- جب تک تیری جان میں جان ہے ذکر کرتا رہ کہ دل کی پاکی اسی ذکر الہی سے قائم ہے۔ جب تو ذکر سے

ذکر میں فنا ہو جائے گا تو اسی کا نام ذکر خفی ہے۔
حضرت ابو بکر دینوری کے اس قول میں کہ:-

ادنی ذکر یہ ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کو بھول جائے
اور نہایت ذکر یہ ہے کہ ذکر ذکر میں غائب ہو جائے
اور مذکر سے (خداوند تعالیٰ) استغفار کرے کہ وہ پھر
مقام ذکر کی طرف نہ لوٹے۔ اس کو حال فنا و الغناء
کہتے ہیں۔

ادنى الذكر ان يتسنى دونه و نهاية
الذكر ان يغيب الذكر فى الذكر عن
الذكر ويستغفر بحد ذكره عن الرجوع
الى مقام الذكر وهذا حال فناء
الغناء۔

اور وہ لوگ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے:

اقتدعون اصحاب غائباً
کیا تم میرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔

استدلال کرتے ہیں (ذکر خفی پر) ان کو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اس قول شریعت کا صدور ایک واقعہ کی بنیاد پر ہے
جیسا کہ امام نجم الدین صاحب "منظوم" نے بیان فرمایا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر میں تھے۔ جب یہ حضرات ایک بلند مقام پر پہنچے تو انہوں نے تکبیر و
تہلیل بلند کرنا شروع کیا اور اس بلند (پہاڑی) کے نیچے اعداد دین کا چڑاؤ تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے
تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم کسی پرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔ بلکہ تم تو
ایک سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو (پھر آوازیں بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

شریعت میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ بعض احکام شریعت کسی ایک شخص یا ایک مخصوص زمانہ (وقت)
کے لئے تھے نہ کہ عام طور پر وہ حکم تھا (طریق عموم پر نہیں) جیسے عورتوں سے نکاح یا فدیہ کا کھانا۔

اس موقع پر حضرت نور العین نے ذکر کی تد (کھینچا) کے سلسلہ میں عرض کیا تو حضرت
مذکر کی تفصیل | قدوة الکبر نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا دینا قال لا الہ الا اللہ ومدھا خدمت عند اربعة آلاف ذنب
من الکبائر تو اس کے چار ہزار گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے۔ اور آسمان سے اترتا ہے ذکر کو نین کے وقت اور کہا گیا
ہے دو شخصوں میں جھگڑا ہوا اور وہ دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں
سے ایک نے اپنے ساتھی کے خلاف قسم کھائی یوں کہا اللہ الذی لا الہ الا ہو اور آواز کو مد کے ساتھ
کھینچا حالانکہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا
ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محض کلمہ طیبہ کی مد کے ساتھ پڑھنے سے بخش دیا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ میں حضرت میر کی خدمت میں مقام ادھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ صاحب ضیاء آئے اور
انہوں نے حضرت میر سے درخواست کی کہ مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائیں حضرت میر نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور

”ملقین کلمہ فرمائی اس وقت انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا بلند اور طویل کھینچا کہ حاضرین مجلس کا دم گھٹنے لگا کہ ان کے ساتھ حاضرین مجلس نے بھی اسی طرح مد کے ساتھ کلمہ پڑھا حضرت میر نے بھی ایک سانس میں کلمہ لا الہ الا اللہ کو پورا کیا۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من قال لا الہ الا اللہ و مدھا دخل الجنة۔ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا پس وہ جنت میں داخل ہوا۔

حضرت میر نے فرمایا کہ ذکر عجباً نہ بھی ہے اور محبوبانہ بھی۔ محبوبانہ یہ ہے کہ کلمہ لا کو مد اور شوق کے ساتھ طویل کھینچ کر اس کی اصل بقا میں ہے۔ امید ہے کہ کلمہ نفی سے اثبات پر پہنچ جائیں گے حالت مد میں نفی و اثبات کے اسرار کو دل میں لائے اور کلمہ نفی کی مد کلمہ اثبات (لا الہ الا اللہ) سے دراز تر ہونا چاہیے۔ فضل الہی سے جب کسی کے کلمہ اثبات کی تکمیل ہو جائے گی تو وہ محبوب حق بن جائے گا اور اس ذکر میں اس بات پر مستعد اور منتظر اس کا ہو جاتا ہے کہ شاید نفی (کلمہ لا الہ) ہی میں اس کو پیام اجل آجائے اور پھر لا الہ الا اللہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے صاحب ذکر کو چاہیے کہ ذکر میں ہمیشہ کو نشان رہے کہ ذکر درست ادا ہو۔ اور ذکر کے حروف (الفاظ) تنظیم کے ساتھ حضور قلب کے ساتھ زبان پر لائے اور دل کو زبان کا ہم سخن بنائے دل میں ذکر بن جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من ذکر اللہ و قلبہ ساۓ عن اللہ
فان اللہ خصہ یوم القیامۃ
جس نے اللہ کا ذکر کیا اور اس کا دل اللہ سے غافل رہا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دشمنی فرمائے گا۔

شعر

اتلعب بالدعاء و تزور ربہ
سہام اللیل لا تخطئ ولكن
وما یدریک ما نفع الدعاء
لہا امد والامد القضاء
ترجمہ: کیا تو نے دعا کو بازی اور کھیل سمجھ رکھا ہے اور مکر کرتا ہے اس کے ساتھ اور کیا چیز تجھے آگاہ کرتی ہے کہ مانع دعا کیا ہے سہام شب خطا نہیں کرتی ہے لیکن ان کے لئے نہایت ہے اور نہایت قضا ہے۔

رابط قلب | حضرت قدوة الکبر نے فرمایا پیرو مرشد سے دلی لگاؤ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جب تک مرید صادق کو یہ دلی لگاؤ نہ ہوگا کوئی کام اس کا آگے نہ بڑھے گا خصوصاً ذکر کی حالت میں مرید پر لازم ہے کہ پیر کے روحانیہ کو اپنے پاس حاضر رکھے کیونکہ پیر کی روحانیت کسی جگہ قائم نہیں ہے تو اس کے لئے ہر جگہ اور ہر مقام برابر ہے۔

میت

بہر جا کہ باشی خدایار تست
بہر رہ خرامی پی کار تست

ترجمہ:۔ تو جہاں ہے خدا تیرے ساتھ ہے تو جس راہ پر بھی چلے گا وہ تیرا مددگار ہے۔

مرید اپنے شیخ کی روحانیہ سے الگ نہیں ہوتا اگر شخصیتاً اس سے الگ ہے دوری کا تعلق تو مرید سے ہے۔ جب مرید دل سے شیخ کو یاد کرتا ہے تو پیراس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور پیر کا دل اُس سے متعلق ہو جاتا ہے پھر وہ پیر سے فائدہ حاصل کرتا ہے جب حاجت پڑے مشکل کشائی کے لئے تو پیر کو اپنے دل میں حاضر کر لے اور پیر سے سوال کرے زبان ظاہر سے جو دیکھے تو پھر روحانیہ پیر زبان باطن سے الہام کرتا ہے حقیقت واقعہ کا

رباعی

دل دانائی من دارد زبانی کہ گوید سب عرفان ترجمانی
کسی را اگر کشادہ گوش باطن بود اد بشنود از حق بیانی

ترجمہ: میرا دل دانا ایک زبان رکھتا ہے جو سر عرفانی کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر کسی شخص کے گوش باطن کھلے ہوئے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ حق کی طرف سے کسی پیام کو سن سکے۔

یہ بات میر سرنیں ہو سکتی مگر اسی وقت جبکہ اپنے شیخ سے رابطہ دلی رکھتا ہو۔

سرور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ جب مرید شیخ سے ارتباط دلی پیدا کرے گا تو وہ فیض جو شیخ کے آئینہ دل میں جلوہ نگیں ہے اور اس کو پہنچ رہا ہے۔ اس کا اثر مرید کے دل پر بھی پڑے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ما نصب اللہ شیعانی صدری الاد قد صیتہ فی صدرا بی بکر
اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں کوئی چیز ایسی نہیں ڈالی جو میں نے (حضرت) ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈال دی ہو

مثنوی

ازین دل تا بان دل راہ باشد کسی داند کزین آگاہ باشد

چو تو در راہ دل تا در زدی گام چہ دانی حاصل منزل سرانجام

ترجمہ: اس دل سے اس دل تک تعلق ہونا چاہیئے اس بات کو دہی جانتا ہے جو اس رمز سے آگاہ ہے جب تم دل کے راستہ پر شا ڈہی قدم رکھتے ہو تو پھر منزل اور اس کے سرانجام کو کیا جانو۔ اس موقع پر حالت ذکر میں حضوری قلب کا تذکرہ آگیا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا اس راہ کی نہایت حصول اور اس بارگاہ میں غایت وصول صرف حضرت دل سے ذکر کرنا ہے۔

مثنوی

چو در ذکر خدا حاضر نباشی چہ حاصل گر ہمہ عمر خراشی

و لیکن یاد آن ردئی دل آرام نباشد خالی از فائدہ و کام

ترجمہ: جب تم ذکر خدا میں حاضر نہیں ہو تو عمر بھر بھی خروش کرتے رہو اس سے کیا حاصل لیکن اس مجرب دلا رام کی یاد فائدہ و مقصد سے خالی نہیں ہے۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنا خواہ وہ بغیر حضور قلب ہی کیوں نہ ہو۔ فائدہ کلی اور سرمایہ اصل ہے۔ چنانچہ ”عقیدہ بنجاح“ میں بیان کیا گیا ہے کہ :

”اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بغیر حضور قلب بھی معتبر ہے اور اس کے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اچھے آثار ہیں اور محض فرمانبرداری بھی تو عبادت ہے اگرچہ قبول کا حال نہ جانے اور اللہ تعالیٰ وانا تر ہے“
اس سلسلہ میں تفسیر ربستی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَ
الذَّاكِرَاتِ لَهُ

اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور
ذکر کرنے والی عورتیں۔

کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تین قسم کے افراد ہیں اور انہی میں سے ہیں زبان ہی سے ذکر کرنے والے اور یہی قول بھی بنی بن سلام کہ ہے۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ ذکر خواہ وہ زبان ہی سے کیوں نہ ہو ایک سلطان عظیم ہے (غلبہ بزرگ) اس کی مثالیں ”فتویٰ الکبرا“ ”فتاویٰ خانیہ“ اور دوسری کتب میں موجود ہیں۔ کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور دل اس کا غافل ہے تب بھی وہ ذکر ہے اگر دعا کے ساتھ ساتھ دل کی نگہبانی بھی ہر تورا ایسا ذکر افضل ہے اور اگر ذکر کے ساتھ رقت قلب نہیں ہے تو ذکر کے ترک سے برا افضل ہے کہ بغیر رقت قلب کے ہی ذکر کرے۔ ممکن ہے کہ یہ اس کی استطاعت میں نہ ہو رقت پر اس کو قدرت حاصل نہ ہو۔

پس جب ذکر کی ففیلٹ کو تم نے جان لیا تو تم کو مزا دار ہے کہ تم خدا کا ذکر کرو اور اس کو ہر حال اور ہر وقت میں یاد کرو اور اپنی تمام ضروریات کو اس کی طرف رجوع کرو کہ بے شک یہ عبودیت و بندگی کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ اگر وہ سب سے نہ ہوتے تو وہ قیامت کے دن تک بطن ماہی میں رہتے۔

حضرت قدوة الکبرا کا یہ معمول اور مقررہ قاعدہ تھا کہ آپ ذکر جہر فرماتے تھے ہر وقت (بلا قید و وقت) کہ طالب مشتاق اور کسے انزاق کے مجاہد کی یہی نشانی ہے کہ وہ نالہ و فغان میں مصروف رہے۔ اپنی طرح آپ اپنے اصحاب (مریدوں) کو بھی ذکر جہر کی تاکید فرماتے تھے۔ اور ہر حال میں اپنے اجاب کو حکم فرماتے کہ ذکر جہر کریں یہاں تک کہ حضرت کے مرید بن کو چہرہ باز رہے بھی ذکر جہر کرتے ہوئے گزرتے تھے۔

رباعی

دلی کان طالب گلزار باشد چو بلبس در پی گلزار باشد
نباشد خالی او از نالہ زار اگر در کوچہ و بازار باشد
ترجمہ : وہ دل جو اس مجرب کا طالب ہے وہ اس گل کے لیے ہمیشہ بلب کی طرح فریاد و زاری کرتا رہتا ہے
خواہ وہ کسی گلی میں ہو یا بازار میں، ہر جگہ نالہ زار کرتا رہتا ہے۔

حضرت کے بعض ہم عصر اس طریقہ پر استراض کیا کرتے تھے اور اس طریقہ کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس طرح ذکر کرنا بدعت ہے حضرت قدمۃ الکبرا ان لوگوں سے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ طالبان حق اور سالکین راہ مطلق اگر اس طرح ذکر نہ کریں تو اس ارشاد ربانی نَاذِرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ تَعُوْذُوْا عَلٰی جُنُوْهِكُمْ سے کس طرح عہدہ برا ہو سکتے ہیں شاید یہ بات ان کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے کہ ہر جگہ ذکر کرنا اولیٰ ہے خواہ وہ غفلت پرستوں کی مجلس و محفل ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ تفسیر درر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وضاحت کی گئی ہے اَلَّذِيْنَ يُّذَكِّرُ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ تَعُوْذًا اَعْلَمُ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ذکر اللہ فی الغافلین مثل الشجرۃ الخضرۃ فی وسط الشجرۃ التي قد خلعت ورقها و ذکر فی الشریعہ لیغتنمہ الذکر بیلن الغافلین و فی محاکم الاسواق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ذکر اللہ فی الغافلین کامیاب زر فی القاتلین

اللہ کا ذکر غافلوں میں ایسا ہے جیسے ایک سرسبز درخت ان درختوں کے بیچ میں جن کے پتے دسوکھ کر گر پڑے ہوں اور شریعہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ غافل ہیں اور بازار کے جمعگاہوں میں ذکر غنیست ہے۔

غافلوں میں خدا کا ذکر اس طرح ہے جیسے نال کرتے والوں میں کوئی مبارزہ ببار آورنا بیچے۔

صحاح میں آیا ہے:

لا تقوم الساعة على الارض ما ان يقول الله الله اور یہ بھی التنبہ میں مذکور ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

من دخل السوق فقال لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيد الخيرة هو على كل شئ قدير كتب الله له الف حسنة وصحاعته الف الف سيئة و رفع له الف الف درجة جو شخص بازار میں داخل ہوا اور پھر اس نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے ملک ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے وہ زندہ کرتا ہے وہ ہی مارتا ہے اور وہ خود ایسا زندہ ہے جس کے لیے موت نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہزار

ہزار نیکیاں مکھ دیتا ہے اور اس سے ہزار ہزار براہمنوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے ہزار ہزار
دوسرے دمرتے بلند کر دیتا ہے۔

جامع من القنادی میں آیا ہے

”ابراہیم بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایام عشرہ میں بازار سے گزر رہے تھے بغیر کسی ضرورت کے
اور بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے۔“

لیکن مجلس فسق میں ذکر کرنے کے بارے میں تو خلاصہ و کبریٰ میں مذکور ہے :-

انہ ان قوی الفسق و یشغلون بالفسق و انما تشتغل بتسبیح اللہ فہو احسن و
افضل لمن سبح اللہ فی السوق و قوی ان الناس یشغلون بامور الدنیا و
انا سبح اللہ فاذا سبح اللہ فی مثل هذا الموضع کان افضل من ان یسبح اللہ وحده
فی غیر السوق۔

جبکہ فسق طاقت پکڑ جائے اور فسق زور پکڑ لے اور ہم اس وقت تسبیح خدا میں مشغول ہوں تو یہ
بہتر ہے اور افضل ہے اس بات سے کہ کوئی شخص بازار میں تسبیح خدا اور ذکر کرے اور اس بات
کی نیت کرے کہ بے شک لوگ دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اور میں خدا کی تسبیح کر رہا ہوں۔ اگر یہ نیت
نہ ہو تو یہ افضل ہے اس سے کہ تسبیح خدا کرے کوئی شخص تنہا بغیر بازار میں (یعنی یہ دونوں نہیں
ہونا چاہیئے کہ لوگ لہو لعب میں مشغول ہیں اور میں بازار میں ذکر خدا کر رہا ہوں۔ اس میں انانیت
ہے اس انانیت سے بہتر ہے کہ تنہائی میں ذکر کرے۔ اور بازاروں میں ذکر کرنا اس وقت
افضل ہے جبکہ دعویٰ انانیت نہ ہو)

ایک بار فقرہ اشرفی کا حضرت سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ (گلبرگہ دکن) میں نزول ہوا حضرت محمد مزہ
کے خلوص کے باعث حضرت قدوۃ الکبریا چار ہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ ایک دن ان ملفوظات کا جامع (نظام) یعنی
حضرت نورالعین دیشیخ ابوالکلام و شیخ مبارک دیشیخ یوسف اور بعض دوسرے اجاب بطور تفریح طبع ایک
باغ میں پہنچے کچھ نوجوان باغ کے چمن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فسق و فجور کے آلات شراب، کباب، چنگ و
رباب تمام سامان عیش ہلکتے ہر ایک شراب کے نشہ میں مست تھا اور اس وقت کے مناسب اشعار خرائی
ہو رہی تھی اور لذت جسمانی اور حظ نفسانی کی داد دے رہے تھے اتفاق سے ہم لوگ ذکر جہر کرتے ہوئے وہاں
پہنچ گئے۔ ہم لوگ اس باغ کی تفریح میں بلبل میتراس کی طرح ناہمذاری کر رہے تھے۔ فرد

چو بلبل در سر گلزار باشد

بگل برد در فغان و زار باشد

ترجمہ۔ بلبل کی طرح گلزار میں پھول پرآہ وزاری کی۔

جیسے ہی ان لوگوں نے ہمارے ذکر کی آواز سنی عیش کو شی سے رک گئے اور کچھ دیر تک بڑی توجہ سے وہ ہمارے ذکر الہی کو سنتے رہے، ذکر صفا اور اس کی برکت سے توفیق الہی نے ان کی مدد فرمائی اور توفیق الہی کے ساتی نے حال و کیف کا ایک گھونٹ ان کو پلا دیا اور وہ حمار معصیت سے نکل آئے، مستی کی غفلت، فسق و فجور کی سرخوشی سے ہوشیار ہو گئے۔

مثنوی

ز ساقی ساغر توفیق خوردند شرابِ توبہ را در کام بردند
حریف مجلس توفیق دادار بمستی غفلت آمد کرد ہشیار
اور ناگاہ گریہ و زاری کرنے لگے اور ہمارے پاس آگئے بڑے عجز و انکسار کے ساتھ ہمارے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہنے لگے:

مثنوی

شدہ کشتی مادر بھر غرقاب عنان کشتیم در آب دریاب
بود کز در طرغرقاب کشتی بسا مل پے نہاد از پاد پستی
ترجمہ:- ہماری کشتی گناہوں کے سمندر میں ڈوب گئی ہے اور ہماری مدد کر دکھ ہم بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کشتی کے یہ ڈوبنے والے آپ کی پشت پناہی سے ساحل نجات تک پہنچ جائیں۔
اس حکم کے مطابق کہ بھائی کا بھائی کی مدد کرنا ایثار ہے۔
ہم نے ان لوگوں کو سنا تھا کہ اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سب لوگ شرف توبہ سے مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی نبادت میں مشغول ہو گئے اور معاصی و منافی سے ان کو چھٹکارا مل گیا ہے

مثنوی

چو بیژن بودہ اندام بادہ در چاہ کہ آمد رستم توفیق در گاہ
گرفت از چاہ عصیان نش بر آورد بسوئے خانہ توبہ بر آورد
ترجمہ:- افراسیاب نے بیژن کو گرفتار کر کے کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ افراسیاب کی بیٹی منیجرہ اس پر فریفتہ تھی آخر کار رستم نے اس کو کنوئیں سے نکال لایا۔ گاہ الہی سے توفیق کا رستم آیا اور ان کو کنوئیں سے نکالا۔ اور توبہ کے گھر تک پہنچا یا اللہ اللہم رو نایبہم الاستغفار و ادرنا عن رقدہ الاصرار یا بنی و آلہ المختار
طریق ذکر مشرب شطاریہ
حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں مشرب شطاریہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ مشرب شطاریہ کو مشرب قدیم نہیں کہا گیا ہے یہ مشرب قدیم نہیں ہے، لیکن اس مشرب میں حصول فرائد اور وصول مقاصد زیادہ

لے الہی ہم کو استغفار کے پانی سے سیراب کر دے اور خواب اصرار سے بیدار کر دے۔ بطیف سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم
دآلہ الاطہار رضی اللہ عنہم۔

ہیں۔ اس مشرب کا رواج شیخ الشیوخ کے خلفاء سے بہت زیادہ ہوا۔ اور آپ کے متاخرین خلفاء کے باعث اس کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور ان کے ذریعہ بہت پھیلا۔ میں نے بھی حضرت میر (سید جلال بخاری) کے ذریعہ اس مشرب کا مزہ چکھا ہے۔ اس مشرب کے اصول آٹھ ہیں۔ اور ان اصول کو حروف ہشتگانہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ **ب۔ س۔ ق۔ م۔ ث۔ ت۔ ف۔ ز۔** سے

برزخ و ذات باصفات بود شد باند از نکات بود
تحت رفوقی بواسطہ سالک باقی از فانی العفات بود

ب سے مراد برزخ ہے اسے ذات مراد ہے ص سے صفات مراد ہیں م سے مراد مذہب ہے ش سے مراد شدہ ہے ت عبارت ہے تحت سے ف سے مراد فوق ہے اور د عبارت ہے دم سے۔
حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ اس مشرب کے ارکان ہشتگانہ سے پہلا رکن برزخ ہے برزخ دو قسم کا ہوتا ہے کبریٰ اور صغریٰ چنانچہ برزخ صغریٰ مرشد کا تصور ہے جس کو مطلق تصور واسطہ اور رابطہ بھی کہتے ہیں۔ اور طریقت میں مرشد کا تصور ہی اصل کلی ہے۔

بنائند از فانی خود تجریر کہ گم کرد در د عالم در تصور
خدا از روی معنی چون جہانگیر تجلی میکند در صورت پیر

ترجمہ :- اپنے فنا کی کچھ حیرت نہیں ہے کیونکہ در عالم تصور میں گم ہو جاتے ہیں از روی معنی خدا پیر کی صورت میں تجلی کرتا ہے۔

اس مشرب کا دوسرا رکن اسم ذات اللہ ہے فقہاء کے نزدیک یہ اسم ذات جامع صفات کمالیہ کا ہے (جمع صفات اس میں جمع ہیں) اور علمائے طریقت اور کابلیں حقیقت کے نزدیک اسم ذات ”ہو“ ہے۔ پکار کا ایک ایسا دائرہ ہے جو مرکز موجودات اور نقطہ کائنات کو محیط ہے۔
پس اسی بنا پر بعض اگلے شاخ نے ذکر ہو کو اختیار کیا اور بعض نے ذکر لہ کو اور ذکر اللہ کو ان میں بعض ذکر کرتے وقت کہتے ہیں ”ہو انت ہو“ اور بعض ذکر لہ اور ذکر اللہ لا الہ الا هو اور جمہور نے اختیار کیا ذکر ہو کو اور عوام کا ذکر اللہ ہے اور خواص کا ذکر ہو اور ان خواص کا ذکر ہی ہے۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ شطاریہ مسلک میں ذکر اسم ذات ”ہشت رکن“ کے ساتھ بہت سے فوائد کا حامل اور بے شمار ثمرات کا عطا کرنے والا ہے اور اگر ان ارکان ہشتگانہ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ زیادہ فائدہ بخش نہیں ہے مگر جبکہ تیس سال ذکر اسم اللہ کی پابندی کرے اس کے بعد نتیجہ دیتا ہے۔ اور فائدے دکھاتا ہے اور تحت عبارت ہے ناف کے نیچے سے کہ نام اللہ کا الف دہیں سے ہوتا ہے اور مذہب عبارت ہے بہت زیادہ کھینچنے سے لفظ اللہ کے کہ اسماء صفات کا ملاحظہ دہیں سے کیا جاتا ہے اور ناف جسم کے بیچ میں ہے اور اس میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں اور آگ کا گھر ہے اور شد عبارت ہے لفظ اللہ کو

سختی کے ساتھ کھینچنے سے جس قدر شد کو سختی سے کھینچے اتنا ہی خطرات کو لایعنی کرے اور ذوق و شوق ظاہر ہو
تو طالب صادق کو چاہیے کہ آٹھوں اسماء کا لحاظ رکھے اور اتنی کوشش کرے کہ کوئی رکن آٹھوں ارکان سے رہ
نہ جائے تاکہ سبب انقطاع ذکر میں نہ ہو **بیت**

چرباشد عالم اندر ذات انسان بودنا چارہ دردی ہشت ارکان
یوں تو اصناف مشرب حد سے زیادہ ہیں اگر ان کی طرف توجہ کی جائے تو مقصد اصلی فریت ہو جانے کا اندیشہ
کسی کو طالب این راہ باشد
ز بحر قطرة آگاہ باشد

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ذکر اثبات و نفی کے وہ اقسام جو مشائخ سلف نے وضع فرمائے ہیں
ان کی شرح ناممکن ہے چنانچہ ذکر دو ضربی، سہ ضربی، چار ضربی، دہ ضربی تک مقرر رکھے ہیں۔ دو ضربی، سہ
ضربی، چار ضربی کو مزاج، مسدس، مشن سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(اس سلسلے میں نقش اس لطیفہ کے آخروے پر ملاحظہ فرمائیں)

اس ضمن میں ذکر تقدیریہ کا موضوع چھڑ گیا، فرمایا کہ یہ خاص طور پر صحرائے ہمت کے شیردوں
کے ساتھ مخصوص ہے۔ بڑے جوانزدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہر دو الہوس اس مشرب خوشخوار
میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہر ہوساک اس جان لیوا صومرا کی طرف رخ کر سکتا ہے۔ مثنوی

نیارد ہر کسی پا داشتن بجز
نہیم جان خود در پیشہ شیر
مگر آن شیر دل کز آہونی جان
بشوید دست خود از خان ازمان

ترجمہ: اس میدان میں ہر کوئی شیر کے ڈر کے باعث قدم نہیں رکھ سکتا مگر وہ شیر دل جو جان و مال کی پڑاؤ نہ کئے
اس کے لئے رستم کی ضرورت ہے جو دلیرانہ طور پر یہاں قدم رکھے اور ایسے پہلوان کی ضرورت ہے جو کارزارِ اذکار
میں ہمت کے ساتھ جان کی بازی لگا سکے۔ اس میدان میں جب تک خون نہیں بہایا جاتا مقصود کا درخت پھل نہیں لاتا۔

نہ ہر کو آید از کو ہی بود بادعت موسیٰ نہ ہر کس زاید از زالی شود باہمیت رستم
ترجمہ: نہ ہر شخص جو پہاڑ سے اترتا ہے وہ حضرت موسیٰ کی طرح دعویٰ پیگیری نہیں کر سکتا اور اسی طرح زال سے
پیدا ہونے والا ہر بچہ رستم کی طرح پرمہمیت نہیں ہو سکتا۔

اذکار کے یہ اقسام بہت حد تک مشہور و معروف ہیں اور ان کے گونا گوں اسرار و حضرات و رفیعہ کی کتب
میں معلوم ہو سکتے ہیں۔ خود میں نے محو ذکر میں "میں اذکار کے اصناف و انواع اور تمام مشارب طریقت کے
اسرار گونا گوں کو بیان کیا ہے جو ان سے آگاہی حاصل کرنا چاہتے۔ محو ذکر میں کے مطالعہ سے حاصل کر سکتا ہے۔
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا اگرچہ میں نے تمام مشارب کے اذکار اور ان کے اسرار کو اپنی کتابوں اور
رسالوں میں بیان کر دیا ہے اور اپنی عمر گراما یہ کران کی شرح میں صرف کیا ہے۔ لیکن ذکر کی حقیقت کے سالکان

احرار کا مقصود جس سے وابستہ ہے اور کیفیت اسرار اذکار کا پایا جانا اسی پر موقوف ہے وہ متعلق ہے پیر کی رہبری اور مرید کی تابعداری سے۔

معانی ہرگز اندر حرف ناید کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

ترجمہ ۱۔ یہ معانی قید حروف میں نہیں آسکتے کہ قلزم کہیں طرف میں نہیں سما سکتا۔

حضرت قدوة الکبرا اس درگاہ کے بعض طالبوں اور اس راہ کے بعض سالکوں کو جو بلند بہت ہوتے تھے مشرب قلندر یہ میں مشغول فرمایا کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کو حضرت قدوة الکبرا حکم دیتے تھے کہ ریگستان میں جا کر اس مشرب کے اذکار میں مشغول ہوں اگر ریگستان میں نہ جائیں تو زندہ یا اسی طرح کی کسی چیز سے ایک جھونپڑی بنالیں اور اس میں بیٹھ کر یہ شغل کریں۔ اور خدام کو آتش پکانے کا حکم کرتے تھے۔ اکثر اوقات آتش بھڑک پکانے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب ذکر سے فارغ ہوتے تو وہ دسترخوان پر بیٹھتے اور اس آتش کے صرف چند چمچ کھاتے۔ اگر وہ اس وقت کھانے کی طرف راغب نہ ہوں تو ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں۔

مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے | حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ ذکر حلقہ صبح و شام مشائخ چشت کا معمول رہا ہے جب میں حضرت

خواجگان چشت کے مزارات منورہ کی زیارت کے لیے چشت پہنچا تھا تو میں حضرت مخدوم زادہ صاحب سجادہ حضرت خواجہ قطب الدین کی ملاقات سے مشرف ہوا اور ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی اور گونا گوں لطائف سے انہوں نے مستفید فرمایا۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے فرمایا صبح و شام ذکر حلقہ کا التزام رکھو اسکو کہیں ترک نہ کرنا کہ یہ ہمارے مشائخ کرام کا معمول رہا ہے اور اس قسم کے ذکر (حلقہ) میں بہت سے فائدے ہیں۔ جب تم وظائف معہودہ (مقررہ وظائف) اور مسنونہ اور اذکار سے خاص طور پر مسبحات عشر کی تلاوت سے فارغ ہو جاؤ تو پھر حلقہ میں بیٹھ جاؤ۔ اس وقت صاحب حلقہ کو چاہیے کہ نفی و اثبات کا کلمہ شروع کرے اور دوسرے شرکاء حلقہ اس میں پوری شرکت کریں کہ اثبات میں سب لوگ (تمام حاضرین) ایک ساتھ شریک ہوں اور کسی کی آواز اثبات میں دوسرے سے الگ اور بھلا نہ ہو جب کلمہ نفی و اثبات سے تھکاوٹ پیدا ہونے لگے تو کھڑا ہو جائے اور تین بار کلمہ طیبہ کہے اور کلمہ اثبات کو شروع کرے اور کلمہ اثبات پہلے سے زیادہ کہے جب اس سے بھی تھک جائے کھڑا ہو جائے اور کلمہ طیبہ تین بار کہے اس کے بعد اسم ذات میں مشغول ہو جب تک سکت رکھے۔ جب

۱۔ آتش بھڑک پکانے کا نام قسم کا آتش ہے جس کا موجد بھراخان امیر ترکستان ہے اس میں جو کی پھلوڑیاں بھی پڑتی ہیں۔

تینوں کلمہ ختم ہو تو مقام ذکر میں ٹھہرے اور دل میں غور کرے کہ کن واردات سے بہرہ مندی حاصل ہوئی۔ دل کی دھڑکن کا رخ علوی ہے یا سفلی ہے اور مریدوں اور حاضرین ذکر کے دلوں کے رموزات کو معلوم کریں اور اس نکتہ کو پیش نظر رکھیں کہ سالک کے دل کی دو صفتیں اصلی ہیں۔ مبارک ہو اس شخص کو جس نے اپنے دل کو گم کر کے اس کو شناخت کر لیا اور جس نے اس کی طلب میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو پایا اور جس میں ادراک نہیں ہے اس کو اپنے دل کی خبر نہیں ہے۔

قطعہ

دل کہ جامِ جہان نمائی بود مرآتِ وحدتِ خدائی بود
خبر شہ سکندر و جمشید کس چہ داند کز چہ رائی بود
ترجمہ :- دل جو کہ جامِ جہاں نما تھا اور وحدتِ خدائی کا آئینہ تھا، شہ سکندر و جمشید کی کسے خبر کہ کون تھے۔

اور یہ بات مریدوں کے لیے ہے جب وہ اس دریا کو پار کر کے ساحل پر پہنچ جائے پھر دم و نفس پڑھے جیسا کہ شروع میں انہوں نے پڑھا تھا۔ ان امور سے فراغت کے بعد پیرانِ چشت (قدس اللہ اسرارہم) کا فاتحہ پورے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مزید دولتِ ذوق و شوق کی خواہش کرے اور اپنے پیر اور سر حلقہ کی درازی عمر اور مسلمانوں کی دعا کے واسطے بکسیر کہے اور اصحابِ مصافحہ کریں اور شیخ کے قدموں پر تمام مریدین و اربابِ حلقہ سر جھکائیں۔ باہم بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور پیش قدم پیر بھائی کے لئے دوسرے بھائیوں سے زیادہ عاجزی کریں۔ مصافحہ کا طریقہ اور شیخ کے سامنے سر رکھنے کی وضع کے بارے میں لطیفہ ہفتہ تم میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کے اختتام کے بعد سر حلقہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ مناجات پڑھے اربابِ حلقہ بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائیں اور آئین کہیں۔ مناجات کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔ مناجات یہ ہے :-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ السَّادَاتِ وَ الْعَالَمِيْنَ شَفِيعِ الْعَصَاةِ
وَالْمُذْنِبِيْنَ مُتَمِّمِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ مُطَهِّرِ الْقُلُوْبِ عَنْ دَنَسِ الشُّرُكِ وَ النِّفَاقِ
وَعَلٰی اِلٰهِ الْقَلْبِيْنَ وَ عِزَّتِهِ الطَّاهِرِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْ اَصْحَابِهِ
اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا ذَاكِرِيْنَ وَ اَمْتِنَا ذَاكِرِيْنَ وَ اَحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ
الذَّاكِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَاشِقِيْنَ وَ اَمْتِنَا عَاشِقِيْنَ وَ اَحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ
الْعَاشِقِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَارِفِيْنَ وَ اَمْتِنَا عَارِفِيْنَ وَ اَحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ
الْعَارِفِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا مُسْكِنًا وَ اَمْتِنَا مُسْكِنًا وَ اَحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ وَ اَمْنُنَا عَلَى الْاِيْمَانِ وَ اَحْشُرْنَا
عَلَى الْاِيْمَانِ وَ لَقِّنَا كَلِمَةَ الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا فِيْ حَيٰوَةِ الْعُلَمَاءِ
وَ اَمْنُنَا بِثُبُوتِ الشُّهَدَاءِ وَ اَحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْاَوْدِيَاءِ وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ
مَعَ الْاَنْبِيَاءِ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا سَعِيْدًا وَ اَمْنُنَا سَعِيْدًا وَ اَحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ
السُّعَدَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ
فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ
لِوَالِدَيْنَا وَ لِكُلِّ سْتَاْدِنَا وَ لِمَشَايِخِنَا وَ لِاِخْوَانِنَا وَ لِاصْحَابِنَا وَ لِاَحْبَابِنَا وَ
وَ لَا تُزَيِّبْنَا وَ لَجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ
اَلَا حَيَاءٌ مِنْهُمْ وَ الْاَمْوَاتِ تَابِعْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ وَ لِمَنْ حَضَرَ
الْبَيْتَ وَ لِمَنْ غَابَ عَنْهُ وَ لِمَنْ اَسَسَ بِنَاءَ هٰذَا الْمَكَانِ اَللّٰهُمَّ اَمُرْ فَنَّا فِي
الدُّنْيَا بِاِرَادَةِ قَبْرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ فِي الْاٰخِرَةِ بِلِقَائِهِ وَ شَفَاعَتِهِ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ:- یارب درود نازل فرما میدان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام سرداروں اور کل جہان والوں کے سردار
اور گناہگاروں کے شفیع ہیں۔ اخلاق کی خوبیوں کے کامل کرنے والے دلوں کو شرک و فتناء کے میل سے پاک کرنے
والے اور ان کی آل پاک اور ذریت طاہرہ پر اللہ تعالیٰ ان کے تمام اصحاب سے راضی ہو، یارب ہمیں زندہ رکھ
اس حال میں کہ ہم ذکر ہوں اور ہمیں موت دے اس حال میں کہ ہم ذکر ہوں اور ہمارا حشر ذکرین کے گروہ میں کر،
یارب ہمیں عاشق زندہ رکھ اور عاشق مارا اور عاشقوں کے گروہ میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں عارف زندہ رکھ
اور عارف مارا اور عارفوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں مسکین کی زندگی جلا اور ہمیں مسکین میں موت دے اور مسکین
کی جماعت میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں اسلام و ایمان پر ثابت رکھ اور ہمیں ایمان پر موت دے اور ایمان پر
ہمارا حشر کر اور ہمیں کلمہ ایمان کی تلقین فرما، یارب ہمیں علماء کی زندگی جلا اور شہداء کی موت مارا اور اولیاء کے
گروہ میں ہمارا حشر کر اور انبیاء کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما، یارب ہمیں سعید زندہ رکھ اور سعید مار
اور سعیدوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہماری مغفرت کر اور ہمارے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سابق ہوئے
اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے خلش نہ کر، یارب تو رؤف و رحیم ہے، یارب ہمیں بخش اور ہمارے

والدین کو اور ہمارے استادوں کو اور پیروں کو اور ہمارے بھائیوں اور دوستوں اور احباب و اصحاب کو اور تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو اور تمام اسلام دلتے مردوں اور عورتوں کو زندوں کو اور مردوں کو اور ہمیں اور انہیں نیکیوں میں ملا اور جہاں ہمارے پاس حاضر ہوا اور جو غائب رہا اور جس نے اس مکان کی بنا رکھی یا رب ہمیں نصیب کر دنیا میں زیارت قبر شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آخرت میں ان کی ملاقات و شفاعت پاکی ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کو جو رب العزت ہے اس سے جو کفار کہتے ہیں اور سلام رسولوں پر اور حمد اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تکبیر عاشقان ابو بعد ختم فاتحہ پیران چشت یا قبل ذکر حلقہ پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔
 تکبیر عاشقان صبح و شام مردان را و مردان صبح و شام را مزید ذکر ذکر انرا عظمتی و بزرگی جمال و جلال خدائے انور پاک مصطفیٰ را چہار بار یا با صفا را سرزلفین آل طہ و لیلین را دو اودہ امام چہار بار وہ معصوم پاک را اہل بیت را اولیاء را انبیاء را اصفیاء را انبیاء را زہد را و عباد را مشائخ را سادات را و علماء شریعت را و پیران طریقت را و رندگان راہ را و جویندگان درگاہ حق را ائمہ کبار را قبول طاعت و ننگ ہدایت ایمان خوشنودی مرخدائی را و بلائی کوری شیطان را سلامتی صاحب سجادہ مع فرزندان و خلفاء و مریدان و معتقدان برای مزید دولت داریں و شوق و ذوق محبت و اخلاص کونین ہر کہ بادریش و درویش زادگان بصدق و اخلاص ظاہر و باطن در آید کارکش برآید ہر کہ در افتد کار او بر افتد برای انہام لشکر کفار و نصرت عسکر اسلام ریندار معنی محمد و وارثہ امام ہمبرین سرشاہ تکبیر بر آریں **اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ الْحَمْدُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الزَّمَانِ شَيْنًا لِلَّهِ رَجُلًا اللَّهُ رَجُلًا اللَّهُ الصَّالِحِينَ** برگزیدہ رحمان انبار ایشان خاندان مصطفیٰ و معتبئی چہار بار یا با صفا شہدار دشت کر بلا محمد دست حبیب اللہ درست علی ولی اللہ درست یا کریم یا رحیم اللہ درست **الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيلَ الرَّحْمَنِ** دست و کلمہ بر زمین نہم پیش خواجگان چشت۔
 اس کے بعد اصحاب مصافحہ کریں اور سجدہ بھی کریں اور اپنے سریشخ کے قدموں پر رکھ دیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں۔

ذکر مشرب و جہر خاص حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا اگلے درویشوں اور پہلے خدا و رسول کا سلوک درویشی اسی سلسلہ تربیت پر ہے اور آج بھی ہے۔ اکثر طالبان درگاہ حق اور سالکان راہ مطلق اس طریقہ سے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور مشائخ طریقت اپنے جن مریدوں میں اس کی قابلیت اور صلاحیت دیکھتے ہیں ان کو اس طریقہ سے بھی مخصوص کر دیتے ہیں شعر

بہر زیر بر کی شتابندہ ایست

بہر راہ جویندہ یا میندہ ایست

ترجمہ:- ہستی سے بلندی کی طرف کون گیا ہے، وہی جس نے راہ کی تلاش کی اسی نے (منزل) کو پایا۔

جب میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی ملازمت سے مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی مشرب وجہ خاص کا شغل کرتے تھے اور اپنے تمام مریدوں کو اسی ذریعہ (راستہ) سے حق تعالیٰ سے حاصل کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے بعض حضرات نے دریافت کیا تو آپ نے اس مشرب کو لازم کرنے سے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کے لوگوں کی ہمتیں بہت کوتاہ ہیں (لوگ پست ہمت ہیں) اور سلسلہ تربیت کی راہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں اور مریدوں کی تربیت کے طریقہ اور راستے سالکان راہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ شبیوخ جانتے ہیں کہ مریدوں کو سلوک میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں اور شیخ اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ اپنے مریدوں کی تربیت کس طرح کرے، پس اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ طالبان خدا اور سالکان راہ کو اس غمگین طریقے سے ہی مقصد تک پہنچا دوں (مدت دراز تک ان کو ریاضت میں مشغول نہ رکھوں) اور ان کو وصول حق کے تخت پر بٹھا دوں۔

مثنوی

یکہی با قافلہ طلی کرد کہسار

یکہی در کشتی نشست در کار

براہ بر او عمری بسر کرد

یکہی در بحرین کشتی بدر کرد

بکعبہ میر سنہ ہر دو بتقدیر

یکہی در سرعت دو یگر بتاخیر

ترجمہ:- ایک نے قافلہ کے ساتھ پہاڑی راستہ طے کیا اور ایک نے کشتی میں بیٹھ کر۔

وہ جھکی کے راستے میں عمر بسر کرتا گیا اور وہ بحری راستے میں کشتی کو کنارے تک لے گیا۔

دونوں کعبہ پہنچ گئے ایک ذرا جلدی اور دوسرا تاخیر سے۔

حضرت قدوة الکبر انصاف فرمایا کہ آپ کی وجہ سے اس مشرب خاص کو بڑی رونق حاصل ہوئی اور اس باندار میں خوب گرمی پیدا ہوئی ہے۔ حضرت مولانا مہمال الدین رومی سے پوچھا گیا کہ کیا خواجہ بہاء الدین قدس سرہ کا طریقہ متاخرین مشائخ میں سے کس کے طریقہ تربیت سے مناسبت رکھتا ہے اور کس کے مماثل ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ متاخرین کو تو ذکر ہی کیا ہے۔ متقدمین کے بارے میں سوال کرو کہ متقدمین مشائخ میں سے کس کے مشابہہ اور مماثل ہے، دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ایسے گونا گوں الزام و لاییت اور ایسی نوزائیدہ عنایت کے الزام جو اللہ کے لطف و کرم اور عنایات نامتناہی سے ایسے حصہ میں آئے کسی اور شیخ طریقت کو نہ حاصل ہو سکے۔

مثنوی

برآمد غرض چنین پاکیزہ مذہب

ز دود از جہد بزم آئین مشرب

کہ مردم دیدہ اند آئینہ شان

عکس پر تیر الزام سبحان

ترجمہ :- وہ ایسے پاکیزہ مذہب ہوئے ہیں کہ ان کے جذبہٴ آئینہ مشرب میں سے لوگوں نے انوارِ سبحان کے ہر توکا عکس دیکھا۔

کیا بات ہے بانی مشرب کی کہ آنکھ جھپکتے مقامِ علم سے منزلِ عین میں اپنے دم سے لے آئیں اور کیا کہنا ہے صاحبِ مذہب کا کہ نفسِ زدنی سے ربُّہٴ عین سے درجہٴ علم میں لانا کا پس۔

قطعہ

اگرچہ منظرِ نورِ الہی مشائخِ بودہ اندھے یارِ بسیار
لیکن چوں بہاءِ الحق والدین بنودہ نقشبند ایں نقشِ پندار

ترجمہ :- اگرچہ بہت سے مشائخِ نورِ الہی کا منظر ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ بہاءِ الحق والدین کی طرح نقشبند کوئی نہیں ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرانیہ نے فرمایا کہ ایک شخص (ایک سالک) حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ حضرت کا یہ سلسلہ کہاں منہتی ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے عزیز کوئی شخص سلسلہ سے کسی جگہ اور مقام پر نہیں پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ سلسلہ سلسلہ صوری سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا تعلق سلسلہ معنوی سے ہے۔

ابیات

کسی کز خویش را در سلسلہ بست
چہ حاصل گر نہ ادا ز سلسلہ بست
چرخِ دورا بستہ چوں شیرِ زنجیر
گلِ زنجیر و راہ ہمیشہ درگیر
کہ بر شیرِ رسمی در تیرہ تجرید
کہ باشد بستہ زنجیرِ تفرید
چرخِ زنجیری کہ از سر حلقہ او
مسلل می رود ہر حلقہ او
ز مبداء تا معاد راہ وحدت
میانہ حلقہ ہائی ز اہ کثرت
کہ اول حلقہ زنجیرِ این در !
تعیین اول بست تا دور آخر
بموجود ثلث انتادہ باشد
چو پوری کہ مراتب زادہ باشد
اگر شیرِ ترا این زنجیرِ جنباں !
کسی کہین سلسلہ جنباں نہ باشد
دگر نہ ہجور و بہ زریہ سینان !
بدو جز باہر در انبان نہ باشد

ترجمہ :- جس نے خود کو کسی سلسلہ سے وابستہ کر لیا تو اگر وہ زنجیرِ دنیا سے آزاد نہیں ہوا تو کیا حاصل۔ جب تو نے خود کو شیر کی طرح زنجیر سے جکڑ لیا ہے تو پیدہ شیر کی طرح اس زنجیر کو توڑ دے اور آزاد ہو کر جنگل کا راستہ لے تاکہ تو تجرید کے جنگل میں پہنچ کر کسی شیر سے مل سکے۔ اور ممکن ہے کہ تو تجرید کی زنجیر میں بندھ جائے کہ وہ ایسی زنجیر ہے کہ جس کی ہر کڑی سلسلہ وارد دوسری کڑیوں سے ملی ہوئی ہے۔ مبداء سے لے کر معاد تک راہ وحدت ہے اور ہر کڑی کے درمیان کثرت کا میدان ہے۔ اس زنجیر کا پہلا حلقہ اور پہلی کڑی آخری کڑی تک تعینِ اول ہے اور اس کے بعد

موالید ثلاثہ (جمادات، نباتات اور حیوانات) تک یہ سلسلہ موجود ہے اگر تو شیر ہے تو پھر اس زنجیر کو خلیش دے ورنہ پھر تو مڑی کی طرح شیر کا غلام بنا رہے گا۔ جو کوئی اس سلسلے سے منسلک نہیں ہے وہ بار کے سوا نہیں۔

حضرت قدوة الکبر انے فرمایا کہ ایک عزیز نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے سوال کیا کہ آپ کی یہ درویشی موردی ہے یا کسی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس حکم کے مطابق کہ جذبات حق کا ایک جذبہ عمل الثقلین کے برابر ہے ہم اس جذبہ کی سعادت سے مشرف ہیں اس شخص نے پھر سوال کیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر و خلوت و سماع ہے فرمایا کہ ہمارے یہاں انجن میں خلوت ہے یعنی بظاہر خلق کے ساتھ بباطن حق کے ساتھ ہے

شعر

دل و جانم تو مشغول نظر در چپ و راست

تا ندانم رقیبان کہ تو منظور منی

ترجمہ ۱۔ دل و جاں تیرے ساتھ مشغول ہیں لیکن نظر دائیں بائیں ہے تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو میرا مقصود منظور ہے

منظور ہے

جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں:

رَبِّ اجْعَلْ لِّي ذِكْرًا يَنْجِيْنِي

ذِكْرُ اللَّهِ لَهُ

وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

پس حضرت خواجہ کے مقبول و محبوب مسلک و مشرب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس گروہ کے موافق عقیدہ درست کرے اور اعمال نیک و اتباع سنت کرنے اور حرام و مکروہ سے بچنے اور دلائل وجود الہی و توحید و ازلیت و ابدیت کو بطریق تصور و حضور حضرات خمس حاصل کر لینے کے بعد ہمیشہ کی حضوری ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت بغیر کسی قسم کے انقطاع و پریشانی وغیرہ کے۔

اور جب یہ حضور سالک کے نفس کا ملکہ بن جائے گا ذکر بلا تکلف اس سے یہ فعل سرزد ہونے لگے تب اس ملکہ کو مشاہدہ کہا جائے گا۔ اس دولت عظمیٰ کا حصول تین طریقوں سے ہوتا ہے :-

پہلا طریقہ | ذکر کا ہے یعنی حضور قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر کی تکرار کرے اور تمام محدثات کی نفی کرتے ہوئے عدم اور فنا کی نظر سے ان کو دیکھے اور اثبات کی جانب مجبور برحق کے وجود کو بطحا قدم و بقا مشاہدہ کرے کلمہ طیبہ کی تکرار کے وقت زبان کو تالو سے لگائے اور اپنے دل صوبہ کی طرف جو قلب

حقیقی ہے متوجہ رہے اور اپنی سانس کو اندر کھینچے اور پردی قوت سے اس کو ادا کرے اور اس طرح ادا کرے کہ دل اس سے متاثر نہ ہو بغیر اس کے کہ اس کا اثر اس کے ظاہر سے نمایاں ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس وقت اس کے پہلو میں بیٹھا ہو تو وہ بھی اس تاثر قلبی سے آگاہ نہ ہو سکے۔ لیکن اس فقیر نے اپنے مریدوں کو اس قدر شدت سے ذکر کے اخفا کے لیے کبھی نہیں کہا (کہ اخفا اس قدر شدید ہو) اور اپنا تمام وقت اس ذکر میں صرف کرے اور کسی صورت میں بھی اس مشغل کو ترک نہ کرے۔ چلتے پھرتے۔ آتے جاتے۔ گفتگو کرتے کسی کی بات سنتے۔ سوتے، اٹھتے، بیٹھتے میں یہ مشغل ترک نہ ہو۔ اگر بعض دنیوی اشتغال کے باعث اس میں بظاہر فتور پڑ جائے۔ تب بھی دل کی آنکھیں اسی طرف لگی رہنی چاہیے۔ بالکل غافل نہ ہو۔ اگر صبح سے پہلے اس ذکر کی تکرار کی جائے تو اس کے اثر اور برکات زیادہ ہوتے ہیں اور تمام دن اس کی برکات جاری رہتی ہیں۔ خیال رہے کہ کھانا کھاتے، پانی وغیرہ پیتے وقت اس سے غفلت نہ ہو کہ اس صورت میں اس کا اثر جب تک پیٹ میں کھانا رہے گا باقی رہے گا۔ حضرت قدوة الکبرا کا یہ معمول تھا۔ کہ انہوں نے بابا حسین کو اس بات پر مقرر کیا تھا کہ وہ تمام دوستوں اور مریدوں کے سامنے کھانا کھاتے وقت یہ کہتے رہیں کہ اے دوستو! خبردار کھاتے وقت اپنی نسبت سے غفلت میں نہ پڑ جانا اور نہ تمہاری جمعیت میں تفرقہ پڑ جائے گا (جمع تفرقہ سے بدل جائے گی) اللہ تعالیٰ ہم کو ادا کرے اپنی پناہ میں رکھے۔

غزل

کسی کو طالب دیدار باشد	شب و روز او پی این کار باشد
نہ باشد خالی یکدم از خیالش	وگر در خواب و گر بیدار باشد
اگر طالب نباشد این چنین او	چہ کار آید ازو بکار باشد
بدست او خورد آب و طعامی	بیایش در رہ رفتار باشد
بخشم او بہ بسند ہر جمالی	گموشش سامع گفتار باشد
نخسبد گاہی اشرف بی ارادہ	کہ ہرگز دور بی دوار باشد

ترجمہ ۱۔ جو کوئی طالب دیدار ہوتا ہے وہ رات اور دن اسی کام میں مصروف رہتا ہے۔

وہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے خیال سے خالی نہیں رہتا خواہ وہ عالم خواب میں ہو یا عالم بیداری میں اگر وہ ایسی باتوں کا طالب ہے تو اس کے یہ بایں کام نہ آئیں گی، اس کے لئے بے کار ہوں گی۔ طالب ایسا ہو کہ اس کا کھانا اپنا محبوب کے ہاتھ سے ہو اور رفتار میں وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو۔ وہ ہر حال کو اس دست ہی کی نظر سے دیکھے اور ہر گفتگو کو اسی کے کانوں سے سنے۔

اے اشرف بغیر ارادے کے وہ جنبش ہی نہیں کرتا۔ جو کوئی اس دست کے پیچھے ہر وقت پھرنے والا ہے۔ اس مشغل میں اس کو ایک کیفیت بے خودی اور بے شعوری پیدا ہوگی جو اس بندہ کا پیش خیمہ ہے پس طالب کو چاہیے کہ خود کو اس کیفیت کے حوالہ کر دے اور بقدر طاقت اس کی نگہداری کرے اور جب وہ کیفیت

ختم ہو جائے تو پھر تکرار میں معروف و مشغول ہو جائے۔ جب یہ کیفیت یکے بعد دیگرے پیدا ہونے لگی تو امید ہے کہ اسے ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ کیفیت بالفعل اس کا حال نہ ہو اور اس کا حال علم میں گم ہو جائے لیکن جس وقت بھی چاہے گما معمولی سی ترجمہ سے وہ حال اس کو میسر آجائے گا۔ اور جس نفس کی صورت یہ ہے کہ اگر مزاج اس کے برداشت کی طاقت رکھتا ہے کہ ایک سانس میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار جتنا کہ کر سکے کلمہ کی تکرار کرے۔ خطرات کے مٹانے اور بے خودی کی کیفیت میں پورا داخل ہے اور وہ جان و شیرینی اُس سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ | تجربہ مراقبہ ہے کہ اُس حقیقتِ بیچون و بیشال کو جو اسم پاک اللہ سے سمجھی جاتی ہے بلاد اسطر عبارت عربی و فارسی وغیرہ کے اس کو ملاحظہ کرے اور اس حقیقت پر نگاہ رکھتے ہوئے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صوبری کی طرف متوجہ ہو اور اس معنی پر ہمیشگی برتے اور اس پر نگاہ رکھنے میں اُس وقت تک تکلف کرے کہ کلفت جاتی رہے اور جب یہ معنی تصرف جذبہ سے پہلے وجود سالک میں بالکل دشوار ہو تو چاہیے کہ معنی مقصود کو ایک نورانی بے ترکیب شکل میں جو تمام کائنات و موجودات کو گھیرے ہو دل کی آنکھ کے سامنے لائے اور اس سے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ وہ صورت درمیان سے اٹھ جائے اور مقصود اُس پر مرتب ہو جائے۔

تیسرا طریقہ | پیر کے ساتھ رابطہ ہے جو تربیت یافتہ ہو کہ مقام مشاہدہ تک پہنچا ہو اور جو تجلیات ذاتی سے متحقق ہو چکا ہو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق

هٰذَا الَّذِيْنَ اِذَا رَاْذُ دُجُوْهُمُ
ذَكَرَ وَاللّٰهُ سَمِعَ

وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے والوں کے چہرے دیکھتے ہیں۔

اس کے رابطہ اور دیدار سے ذکر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایسے حضرات کی صحبت سے اس ارشاد کے مطابق کہ ہم جلساً قاللہ

اللہ کی صحبت کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ پس جب تم کو ایسے عزیز کی دولت ہم نشینی حاصل ہو اور اس کا اثر تم خود اپنی ہی ذات میں پاتا ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کی نگرانی کرو۔ اگر اس حصول میں کبھی فتور پڑ جائے تو پھر اس صحبت کو حاصل کرو تا کہ اس کی برکت سے اصل مقصد پر توفیق ہو (اللہ تعالیٰ کے جلسا میں شمول ہو جائے) پس اس کا سلسلہ اس طرح جاری رکھو کہ یہ رابطہ شیخ بھی ملکہ کی صورت اختیار کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ محرم ہستی کبھی موجود بھی نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں رکھتے ہوئے ظاہری اور باطنی قوتوں سے کام لے کر قلب صوبری کی طرف متوجہ ہو اور پھر جو کچھ بھی دل میں آئے اس کی نفی کرے تاکہ بے خودی اور مستی

کی کیفیت حاصل ہو جائے اور بار بار کے اعادہ سے یہ بھی ملکہ بن جائے اور اس طریقہ سے زیادہ اور کوئی طریقہ اقرب نہیں ہے۔

یہ بات بہت زیادہ وقوع پذیر ہوتی ہے کہ جب مرید میں چلا حیرت ہوتی ہے کہ پیر اس میں تصرف کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں پیر مرید کو پہلی صحبت ہی میں مشاہدہ کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ اس زمانہ میں ایسے گرامی مرتبت اور صاحب حال پیر کا ملنا کبریت احمر کے حصول سے بھی زیادہ مشکل اور دشوار ہے تو پھر ایسی صورت میں جبکہ ایسا رہنما اور صاحب کشف و مشاہدہ پیر نہ ملے تو پھر اول الذکر دو طریقوں میں سے جو پہلے مذکور ہوئے ایک طریقہ کیساتھ مشغول کرے۔ ان تینوں طریقوں کے بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قلب صنوبری پر توجہ جس کو صوفیہ حضرات وقوف قلبی کہتے ہیں تمام اوقات میں ضروری ہے۔ اور حضرت والائے اس کو لازم سلوک طریقت میں شمار فرمایا ہے چنانچہ حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کا یہ شعر اس طرف اشارہ ہے :

شعر

مانند مرغی باش بان بر بیضہ دل پاسبان کز بیضہ دل زایدت مستی و ذوق و قہقہہ

ترجمہ:- اپنے دل کی پاسبانی اور نگہبانی اس طرح مداومت اور مستعدی کے ساتھ تم کرو جس طرح پرندہ اپنے لڑکے کو سینا ہے کہ تمہارے بیضہ دل سے بھی ذوق و مسرت و مستی پیدا ہو سکے۔

اب رہا وقوف زمانی کا معاملہ تو سمجھ لینا چاہیے کہ وقوف زمانی سے مراد اوقات کا محاسبہ ہے کہ تفرقہ سے اُس جمعیت تک گذرتا ہے۔ اسی طرح وقوف عددی ہے۔ اس سے مراد ذکر کی تعداد کا ملاحظہ کرنا ہے کہ اس تعداد سے نتیجہ مرتب ہوا یا نہیں لیکن یہ کوئی لازمی نہیں ہے ممکن ہے کہ ان تینوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے کسی ایک طریقہ سے انوار و اوقات کا ظہور ہونے لگے اور ہر طرف سے آثار تجلیات کی درفشانی پیدا ہو۔ چاہیے کہ اس سے بزرگروانی کرے مقصود حقیقی سے مشغول رہے حضرت خواجہ کے ارشادات سے ہے کہ واقعات علامت ہیں قبول طاعت کی۔ پس واقعہ سے کوئی دوسری بات حاصل نہیں ہوتی۔

شعر

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ:- میں تو آفتاب کا غلام ہوں جو کچھ کہوں گا وہ آفتاب ہی سے متعلق ہو گا نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

جب خداوند بزرگ و برتر ان پسندیدہ طریقوں میں مشغول ہونے کی سعادت عطا فرمائے تو یہ خیال رہے کہ خود کو ان کے ساتھ مشہور نہ کرے اور نہ خود مشہور ہونے کی کوشش کرے۔ اپنے ان طریقوں کو پوشیدہ رکھے اور بقدر امکان اس کے اخفا کی کوشش کرے اور ہر محرم و نا محرم سے اس کو پوشیدہ رکھے۔

از درون شمع آشتیاد و از برون بیکانہ دش این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

ترجمہ: دل سے یگانہ و آشنا اور باہر سے بیگانہ و ناواقف رہنا دنیا میں یہ پسندیدہ طریقہ بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔

حضرت قدوة الکبرائے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت خواجہ اقدس سرہ سے منقول ہے کہ اس صورت کے لئے زیادہ لطیف نقاب تعلیم و تعلم کا طریقہ ہے جو ارباب علم میں ہوتا ہے اور ہر طالب علم کے پاس ایک بہانہ ہوتا ہے کہ اس بہانہ سے اپنے حال، اردش اور مدارج ترقی کے پوشیدہ رکھتے ہیں! حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ حضرت کا یہ ارشاد مریدوں اور طالبان سلوک کے لیے ہے۔ دورِ نرسندانِ وقت اور پیشواںِ عصر یہ لازم ہے کہ وہ بطریقِ شہرت ان احوال باطنی میں مشغول ہوں اور خلق کو معلوم نہ رہے (ان کی نگاہوں سے نہ چھپائیں) حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے ایک مرید نے اس قسم کی بات حضرت خواجہ کو لکھی تھی تو آپ نے جواب فرمایا تھا کہ تمہاری کتب مطوٰۃ و متداولہ اور دوسری ضخیم کتابوں کی طلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو تحصیل و تکمیلِ علوم کا شوق ہے۔ مناسب ہے۔ یہ کیسے کہا جائے کہ علم حاصل نہ کر دو۔ ہاں ضرور حاصل کر دو لیکن اس طرح کہ طلبِ علم مقصودِ اصلی میں حارج اور مانع نہ ہو اور ان علوم کی طرف تمہاری توجہ خاطر تم کو اس طرف سے غافل نہ کر دے۔ جب ملک الموت کا سامنا ہو گا تو آخری سانس سے یہ تمام علوم و فنون جدا ہو جائیں گے۔ اس وقت بس تحقیقِ ستر و وحدت اور مطلوبِ حقیقی کی محبت باقی رہ جائے گی جو حقیقتِ انسانی بن چکے ہیں اور اس کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ کسی درویش سے کہا گیا کہ جناب ایک مشہور و معروف شخص جو اپنے خیالی کمالات پر مغرور ہے کہتا ہے کہ اب مجھے کسی مردہ یا زندہ کی احتیاج باقی نہیں ہے (میں کسی کا محتاج نہیں ہوں) یہ سن کر ان بزرگ درویش نے فرمایا ماہ و ماہ کس قدر غلیظ طبیعت ہے اور کس قدر دبیز حجاب اس کے درمیان حائل ہے اور تنبیہ و ہدایت نہ ہونے کے باعث اب اس کا مرض بہت پرانا ہو گیا ہے اب اس کے علاج کی آسان ترین صورت میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اس کی ان مونچھوں اور داڑھی کو جن کی پرورش وہ مدتِ مدید سے کر رہا ہے اس وقت وہ جس عزت و جاہ پر پہنچا ہوا ہے اعراض کی قینچی سے کاٹ دیا جائے۔ اور وہ بزرگ علامہ جس کی صورت اس کی گردن پر ایک بار ہے وہ اتار کر کنیزوں اور میاڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور اس کی قیمتی کپڑوں کو خنثروں (بھڑوں) کے گھردوں میں بھیج دیا جائے اور اس کو گڈڑی پہنا کر سر بر منہ کر کے اور ایک جھولی اخروڑوں سے بھر کر اس کی گردن میں ڈال دی جائے۔ پھر اس کو بازاروں اور محلوں میں پھرایا جائے اور وہ اخروڑ لگی کوچوں کے بچوں کی دست بردنائے جائیں بچوں میں بطور انعام تقسیم کیے جائیں کہ انہوں نے اس مغرور کے سر پر جو چیتیں لگائی ہیں یہ ان کا صلہ ہے لیکن ہے کہ اس طرح ہستی کا مونا اونٹ کچھ دھکا ہو جائے۔ (مغرور خود کی کم ہو جائے) اور اس کے وجود میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ وحدت فقر کی سوٹی کے ناکہ سے نکل سکے (فقر کی دنیا میں قدم رکھ سکے) تب کہیں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ

خیال وصل تک پہنچ جائے۔

مثنوی

زمر باریک تر کن رشتہ تن در آید تا در آن سوراخ سوزن
چو تن از روزن سوزن بر آید خیال وحدت حق رو کشاید !
ترجمہ: رشتہ تن کو بال سے زیادہ باریک کر لیتا کہ وہ وحدت کی سوزن کے سوراخ سے نکل سکے جب
جسم اس سوراخ سوزن سے باہر ہو جائے گا تو اس وقت وحدت حق کا خیال اور تصور
ممکن ہے۔

فقر و مذلت کا چہرہ عجز و انکسار کی زمین نیاز پر رکھے ظلمت ہستی اور رعوت خود پرستی سے حق تعالیٰ
کی پناہ کا طاسب ہو تو ممکن ہے کہ پردہ نگار اپنی غایت بے غایت سے اس کو اس کشف حجاب اور دبیز پردہ
سے نجات دے دے۔ ورنہ یہ ممکن ہے کہ اگر وہ اس حال پر رہا تو موجودہ حجاب رعوت سے کہیں زیادہ دبیز
پردہ اور تنہا اس پر پڑ جائے۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرے جو ہم خیال نہ ہوں خاص طور پر ایسے
لوگوں کی صحبت سے بچے جو تو را بیان سے دور ہیں۔ اور طبیعت کی غلات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ وہ
فیض بخشی اور نور رسانی کا دعویٰ کرتے ہیں اور فقر کا لباس پہن کر علم معرفت کے دعویدار بن بیٹھے ہیں اور
اپنی تمام عمر دوسرے بانی، مکاری اور تباہ کاری میں گزاری ہے واللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے عقائد کی
نجاتوں اور ان کی مکاریوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک حنیفہ کی یہ رباعی بھی اس سلسلہ میں خوب ہے :

قطعہ

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت وز تو نہ رمید ز حمت آب و گلت
ز نہا ز صحبتش گردان می باش ورنہ نکند روح عزیزان بجلت
ترجمہ: تم جس کے پاس بیٹھے ہو اگر اس سے تم کو جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی تو ایسا شخص تمہاری حمت
و پریشانی کا مداوا نہیں کر سکتا۔ ہوشیار! ایسے شخص کی صحبت سے ہمیشہ بچتے رہو ورنہ بزرگوں
کی روح تم کو کبھی معاف نہیں کریگی۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ اگر گردہ صوفیہ کی صحبت اور اس جماعت کی ہم نشینی سے کوئی اثر تمہارے
اندرون میں نہ ہو تو پھر تم کو اس جماعت سے نکل آنا چاہیے۔

قطعہ

آہنا کہ ریاضت کش و سجادہ نشینند باید کہ خدا را بنامند و برہینند۔

چون حق نمایند و نہ بنند تحقیق
نی اہل سہولت کہ یا جوج زمین اند
تخلع طریق اند مرد در پی ایشان
کوا نشان ہم غارت گر گنج دل بدیند
تیس بکف و پس زانوی بملیس
در بحر کین غرق و فارغ ز بقیند

ترجمہ: جولوگ ریاضت کرنے والے اور سجادہ نشین ہیں ان کو تو خدا ماننا چاہیے۔ دوسروں کو بھی دکھانیں اور خود بھی دیکھیں اور اگر وہ حق نما اور حق بین نہیں ہیں تو پھر بالتحقیق وہ ڈاکو ہیں۔ ان کو اپنا آسمان کہنا غلط ہے وہ زمین کے یا جوج ہیں تم ان کی پیروی نہ کرنا کہ وہ دین و دل کے خزانہ کے لٹے دلتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں تیس ہے لیکن زانو کے میچے دھوکا ہے وہ بحر کین میں غرق ہیں اور یقین سے فارغ ہیں۔

اس قسم کی باتیں بیان کرنا یا ان کو معرض تحریر میں لانا میرا شعار نہیں ہے لیکن چونکہ تمہارے اندر اخلاص موجود ہے اس لئے یہ باتیں تحریر کی جا رہی ہیں۔

قطبہ

شده عمر ہمہ بی کرد کردار
بمنزل نارسید از بیج ہنجار
نشان دادست از کج مقصود
قوانی گر گھر از سنگ بردار
ترجمہ: میری تمام عمر کردار کے لئے بقی لیکن کوئی بھی منزل تک نہ پہنچا۔ کج مقصود کا نشان بتا دیا ہے تو اگر پتھروں سے موتی اٹھا سکتا ہے تو اٹھالے۔

حضرات نقشبندیہ کے
مسک کے اہم اصول

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ خواجگان نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا ارشاد ہے:-
یاد کرد - بازگشت - نگہداشت - یادداشت - وقوف زمانی - وقوف عددی -
وقوف قلبی - نظر در قدم - ہوش در دم - خلوت در انجمن - سفرد وطن

مثنوی

اگر سالک براہ نقشبند است
مراد را زاد رہ این نقش چند است
کہ گوید تعقدائی نقش بندانی
چنین رہ است در دل نقش بندانی
نظر در راہ بر پشت قدم دار
بیاد یار اندر ہوش دم دار
چو خلوت خواہی اندر انجمن کن
سفر از سیر باطن در وطن کن
براہ یاد کرد او نشستی
یکی کن سوئی دلبر باز گشتی
بانفاس عدد باید نگہداشت
بیاد یار باید کرد دل داشت
وقوف قلبی و دیگر زمانی
دقوف عددی باید نشانی

ترجمہ: اگر سالک طریقہ نقشبندیہ پر گامزن ہے تو اس کے لیے اس سلسلہ کے چند اصول کی پابندی ضروری ہے۔ اس لیے کہ نقشبندیوں کے پیشوا (حضرت بہاء الدین نقشبند) کا یہ ارشاد ہے کہ:

بس یہی راستہ ہے تم ان نقوش کو دل میں رکھ لو کہ اس راستہ میں پشت قدم پر نظر ہونا چاہیئے اور محبوب حقیقی کی یاد کو عالم ہوش میں ہر سانس کے ساتھ قائم رکھو۔ اگر خلوت کے خواہاں ہو تو راجن میں خلوت کی کیفیت پیدا کرو اور وطن میں رہ کر باطن کے سفر میں مشغول ہو جاؤ اور اس محبوب کی یاد میں ہر وقت بیٹھے رہو اور تمہاری بازگشت اسی محبوب کی طرف ہونا چاہیئے اپنی سانسوں کے عدد کا لحاظ رکھو اور دوست کی یاد میں دل کی ٹکرانی کرو۔ وقوف قلبی اور وقوف زمانی کا خیال رکھو اور وقوف عذی کو ہاتھ سے نہ جلانے دو۔

اس سلسلہ کے لطائف و اشارات اس فن کے طالبوں پر پوشیدہ نہیں ہیں وہ ان سے واقف ہیں بس ان کے حصول کے لیے دل کو خلص سے لگانا ضروری ہے اور اس کے سوا جو کچھ دل میں ہے اس کا ترک شرط ضروری ہے۔ **فَاَعْرِضْ عَنْ هُوٍّ تَوَلَّىٰ عَنْكَ ذُكْرُنَا** (پس تم اس سے روگردانی کرو جو تمہارے ذکر سے روگرداں ہے) یہ حضرت باری تعالیٰ کی پیش گاہ واجب الامتثال کا حکم ہے اور یہاں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔ پس جو کوئی ظاہری اور معنوی مشاغل سے پردے طور پر اعراض کر سکتا ہے وہی اس دولت کی نقدی کو پاسکتا ہے۔

تو باش اصلاً کمال اینست دس روز خود گم شو وصال اینست دس
از خود جو گذشتی ہمہ عیش است و خوشی از تو تا دوست بس حجاب تو توئی

ترجمہ :- تو خود اصلاً نہ رہے بس یہی کمال ہے۔ تو خود اس میں گم ہو جا بس یہی وصال ہے۔

اگر تو خود سے گذر گیا تو سب عیش و مسرت ہے۔ دوست کے اذیت رنے دریاں حجاب تو خود ہے۔

پس جمیعت کی نسبت اسی کے لیے ستم ہے کہ اپنی حقیقت کو اس حدیث کے بموجب کنت کنتراً اضعیفاً (الآخر) اپنے انفس سے اپنی نسبت کو علیحدہ کر دے (اپنی ہستی کو فراموش کر دے) اور حق و سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اس کے انفس سے اور کچھ متعلق نہ ہو۔ اور یہ بات اس وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ اس کو بحسب انفس معرفت قلب حاصل ہو۔ سالکوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس بات کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ ان کا دلی لگاؤ کس سے ہے۔ اگر غیر حق سے ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دل واصل بحق نہیں بلکہ واصل بغیر ہے اور اگر حق سے آگاہی ہے اور دل اس سے مشغول ہے تو حق سے پیوستہ ہے اور خود سے گناہوں۔ جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے:

مثنوی

اتصال بی تکلیف و بی قیاس ہست رب الناس را با جان و ناس
تا معیشت راست آمد زانکہ فرد با کسی حق است گویا دوست کرد
گر کشایم بحث این سامن لبانہ با سوال و با جواب آید دراز
ذوق نکتہ عشق از من می رود نقش خدمت نقش دیگر می شود

بس کم خود زیر کان راین بس است بانگ دو کردم اگر درده کس است
توجہ: اللہ تعالیٰ کا تعلق انسانوں اور جنوں سے بے حد و بے حساب ہے یعنی ایسا تعلق جسے ہم
سوچ نہیں سکتے اور نہ جس کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (۲) ایسے انسان کی زندگی کے اسباب بالکل
درست ہیں جو سچے انسانوں کو اپنا دوست بنائے (یعنی جھوٹوں سے دور رہے)

(۳) اس سلسلے میں اگر گفتگو شروع کروں تو سوال و جواب کا سلسلہ بہت طویل ہو جائے گا اور بحث
پھر بھی پوری نہ ہوگی۔ (۴) اگر تو باذوق ہے (یعنی سالک راہ عشق ہے) تو مجھ سے عشق (عرفان الہی)
کا یہ نکتہ سیکھ لے کہ غیر سے کبھی تعلق نہ پیدا کر۔ (۵) میری اتنی چھوٹی سی بات ہی عقل مندوں کے لئے
کافی ہے کہ اگر کسی کو پیالے کی تلچھٹ ہی مل گئی ہے تو اسے اسی پر اکتفا کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو محض اس کے اصطفاء (صفائے قلب) کے باعث برگزیدہ کیلئے اور اس کو
مقام شہود و حضور سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے نفس کو محل ظہور سے اور اعتبار کے درجہ سے غلبہ شہود و نور اس کی
نقدوں سے ساقط کر دیا ہو تو ایسا نفس منور اس لائق ہے کہ اس کو انجم کہا جاسکے۔ اور اس کی قسم کھائی جاسکے
جس طرح کہ اس کی قسم کھائی گئی **وَإِنِّ لَأَنبِئُكُمْ إِذَا تُهَيَّئُ لَكُمْ الشَّيْءَ أَفْهَمَ** اور قسم ہے سائے کی جب وہ آسمان سے اترے (یعنی محل ظہور سے
غیرت اور درجہ اعتبار سے اس کا معقود اور اس کا منور ہونا ہی عنیت "نور النور" ہے) (نور حقیقی ہے)

اذکار خضریہ حضرت قدوة الکبریٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے بعض طالبان طریقت کو اذکار خضریہ میں مشغول رکھا
تھا اور ان کے اسرار کو ان کا معمول بنادیا تھا۔ اگر چہ یہ مشرب و مسلک خضریہ بھی لطافت و غرابت سے
خالی نہیں ہے اور مقصد سے زیادہ نزدیک ہے لیکن مشرب خاندان چشتیہ اور اس دو دو بان بہشتیہ کے
ذوق و شوق کی تو بات ہی کچھ اور ہے (اللہ تعالیٰ بزرگان چشت کی خواہ گاہ کو جنت بنائے) مشائخ سلف
نے اپنے مریدوں کی رہنمائی اور رشد و ہدایت کے لئے اور مستفیدان طریقت کے سلوک کے لئے خود سے اور
انفرادی طور پر ہر ایک کے لئے ایک طریقہ اور ایک نہج مقرر فرمادیا تھا (ہر ایک شیخ کا ہر فرد کے لحاظ سے ایک
مخصوص اور معین طریقہ تھا جس پر وہ ان کو عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے) لیکن مشائخ
چشتیہ کا طریقہ اور ان پسندیدہ کیشوں کی روش (اس معاملہ میں) کچھ اور ہے۔ قطعہ

بدان کاندہر جہان از روی عرفان	گرفتہ ہر کسی پاکیزہ مذہب
ہمہ اصحاب از وجدان و عرفان	تفاخری کنند با ہم ز منصب
اگر دانند ذوق از مشرب ما	گذارند مذہب دیگرند مشرب

توجہ: بد از روی عرفان دنیا کے اندر ہر کسی نے ایک پاکیزہ مشرب کو اختیار کر لیا ہے، تمام ہی لوگ از
روی وجدان و عرفان اپنے اپنے منصب پر نازاں ہیں۔ اگر ان حضرات کو ہمارے مشرب کے ذوق

کا پتہ چل جاتا تو اپنا مشرب ترک کر کے ہمارا مشرب اختیار کر لیتے۔

ان حضرات چشتیہ کا مشرب مقصد سے بہت زیادہ نزدیک ہے پس جو کوئی سلسلہ چشتیہ کی دوستی کا مدعی ہے اور اس خاندان قدیم اور دو دمان کریم اہل چشت کی دوستداری کا دعویدار ہے اس میں یہ دو صفتیں ہونا چاہیئے ایک ترک و اختیار اور دوسرے عشق و انکسار جس میں یہ دو صفتیں موجود نہیں سمجھ لیجئے کہ اس کو مسلک چشتیہ سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور وہ ہشتی مشرب سے بہرہ یاب نہیں ہے۔

قطعہ

اگر در طالبان راہ ای یار نباشد ترک مال و عشق دلدار

گمودی را تو ای دل طالب حق کہ ہستند طالب دنیائی فدا

ترجمہ۔ اگر طالبان معرفت کے اندر ترک مال اور عشق محبوب کی کیفیت نہیں ہے تو اسے دل تو ایسے لوگوں کو طالبان حق مت کہہ وہ تو اس دنیا کے غدار کے طالب ہیں نہ کہ حق کے۔

اس لیے کہ جب ان کی نظر دنیا کے مدار پر ہوگی اس کے خواہاں ہوں گے اور اس جیشہ مردار کی طرف ان کو رغبت ہوگی تو ان کی جمیعت میں تفرقہ پیدا ہوگا اور تربیت میں تردد رونما ہوگا۔

قطعہ

ہم آفت کہ باشد طالبان را زمیل حیفہ خونبار باشد

اگر این راہ زن دنیا نہ باشد ہم کس طالب دیدار باشد

ترجمہ۔ طالبان راہ کے لیے تمام تر آفت اس مردار و خونبار دنیا کی طرف رغبت ہے اگر یہ رہزن دنیا بیچ میں نہ ہوتی تو پھر تو ہر شخص ہی طالب دیدار ہوتا ہے۔

لیس الحجاب بین الخالق والمخلوق الا مزلًا خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی حجاب

واحد اوہی الدنیا و زخرفها نہیں سوائے منزل واحد کے اور وہ ہے

دنیا اور اس کی آرائش

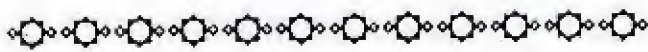
طریقہ ارشاد و تربیت مشائخ چشتیہ | اس خاندان میں ارشاد کی ابتدا اس طرح کی جاتی ہے کہ مرید

رفتہ محسرات ساقط ہو جائیں اور پیر کی صفات مرید میں سرایت کر جائیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار مرید کے دل میں جلوہ گر ہو جائیں اور یہ آیت کریمہ:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَنَهَى الْبَاطِلَ مَعَهُ

اور فرما دیجئے کہ حق گیا اور باطل مٹ گیا۔

کے بموجب مقصود حاصل ہو جائے۔ خواہ حالت بتری ہو یا جبری شدت ہو یا فرجی ہر صورت میں جس چیز پر



بھی نظر کی جائے دیدہ دل سے دوست کے خیال پر نظر کرے۔

قال الا شرف کما انظرت فی العالم الصانع مادایت مصنعاً لا شادات دینہ
قدرت اللہ۔

(اشرف کہتا ہے میں نے عالم صانع میں کسی ایسے مصنوع کو نہیں دیکھا جس میں قدرت الہی کا میں
نے مشاہدہ نہ کیا ہو۔)

کلمہ لا الہ الا اللہ ایک صیقل کی طرح ہے اور دل آئینہ کی مانند ہے جب بھی دل پر منہ ہی کا رنگار اور
معصیت کا حجاب آجاتا ہے تو پھر وہ عالم علوی کے مکاشفات اور معارف بالحق کے قابل نہیں رہتا اگر
دنیا کی محبت موجود ہے تو وہ آفتاب وجود اور اطوار دل کے درمیان ایک برزخ بن جائے گی۔ کہا گیا ہے کہ
دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی اصل ہے اور ظاہر ہے کہ آئینہ دل کا رنگار صیقل سے دور کیا جاسکتا ہے اگر آئینہ
دل پر بشریت کا رنگار بہت زیادہ ہے تو ایک اربعین دجلہ سے وہ دور ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ رنگار
کم ہے تو ایک عشرہ تک خلوت میں متکلف رہے تو یہ تینوں، صفا سے بدل جائے گی اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں
کہ ذکر کے ایک حلقہ کی نشست ہی سے ان کے آئینہ دل سے غبار چھٹ جاتا ہے۔ شعر

خواہد کہ بہیند رخ اندر رخ مقصود رنگار ز آئینہ بہ صیقل بزائید

اگر تم چاہتے ہو کہ رخ مقصود کا نظارہ کر دو تو صیقل ذکر سے دل کے آئینہ سے رنگار دور کر دو

لیکن یہ بات صرف منتہی حضرات کیلئے مخصوص ہے۔ بندی کو اس سلسلہ میں بڑی ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔
بندی کو ذکر پر مداومت رکھنی چاہیے تب کہیں وہ اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

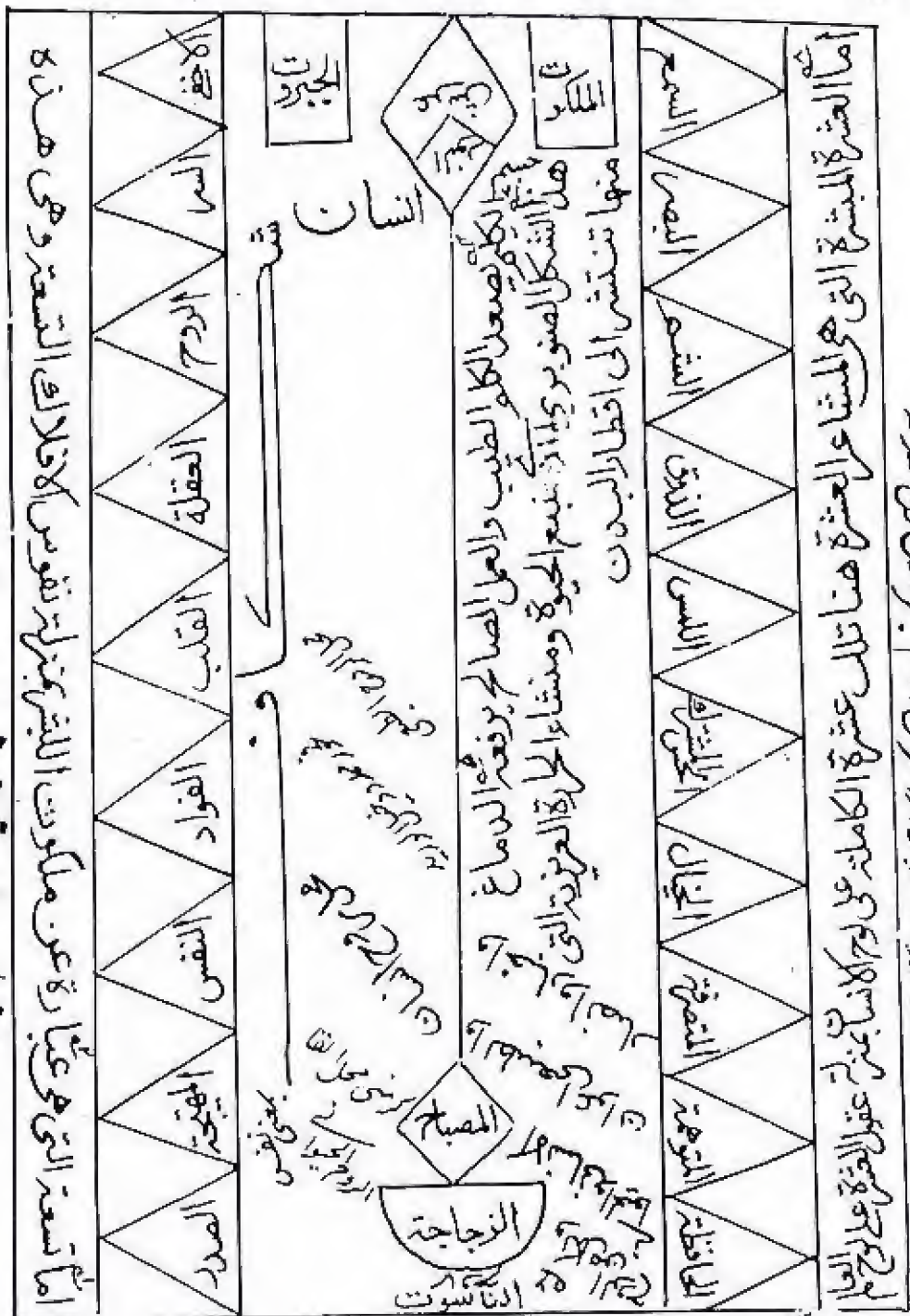
حضرت قدوة الکبر افراتے تھے کہ اذکار جعفری اور اس سلسلہ کے معارف باطنی کا حصر ممکن نہیں ہے محض
تبعاً و تبرکاً اور طالبوں کے تسکین قلب کے لئے یہاں کچھ لکھے جاتے ہیں کہ ان اذکار میں اشارات غریب اور عجیب
نشانیوں موجود ہیں من ذاق یسدر (جو چکھے وہی جانے)

دلت ای یار شدان لوح اسرار کہ بدوی حرف دیگرنیست جز یار

ولیکن چون بر آید حرف دولی چو لوح از صورہ کثرت نشوئی

ترجمہ وہ لوح تیری تجلی سے اسے دوست لوح اسرار بن گئی ہے کہ اس لوح پر مولے دوست کے اور کچھ مرقوم
نہیں ہے، لیکن جب اس پر دولی کی گفتگو تحریر نہیں ہے کلام دولی نہیں کیا جاسکتا ہے پھر اس لوح کو صاف نہیں
کیا جاسکتا جب تک کہ کثرت کی تحریر کو مٹانہ دیا جائے۔

(ب ۴۵۶) پر صورت شکل صنوبری مرقوم ہے)



داره صورت صنوبری از استخراج اما جمع حاصل قرضی الدرهم

لِوَاخَةِ الْبَشَرِ عَلَيْهَا تِسْعَةٌ عَلَيْهِا تِسْعَةٌ عَشْرُ

۱۲^{ام} واداینست ۱۲^{ام} لیکن نہ کہ آن عبارت است از ملکوت بشر بمنزلہ نفوس افلاک نسخہ پس آن این ست ۱۲^{ام}
۱۳^{ام} سوزندہ است او میان رافرتگان بر آن دوزخ نوزدہ اند ۱۳^{ام} بسوئے او صعود میکند کلمات طیبہ دہر دارد علیک ۱۳^{ام}
۱۴^{ام} میگوید مراد از عمل دماغ است ۱۴^{ام} دہرائے ہر یک از روح انسانی و حیوانی و طبعی اعوان و: خبار و انصار است ۱۴^{ام}
۱۵^{ام} این شکل صنوبری منبع حیات و نشاء حرارت عزیز است کہ منتشر میشود از بسوئے اقطار بدن ۱۵^{ام} لیکن عشر میشود
کہ مشاعر است اینجا پس آن عشرہ کا ملہ است بر لوح انسان بمنزلہ عقول عشرہ بر لوح عالم ۱۲^{ام}

لطیفہ ۱۰

تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط

(در بیان شرائط تفکر و مراقبہ و جمع و تفرقہ)

قال الاشرف:

التفکر هو الاخراج عن الباطل والاندراج في الحق الكامل

ترجمہ :- اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ باطل سے خارج ہونا اور کامل حق میں مندرج ہونا تفکر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرائے فرمایا کہ کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے۔ نوع انسانی کو دوسری ازرع کے مقابل میں اس سے شرف خاص حاصل ہے وہ شریف ترین قوت جو شریعت انسان میں ازرع کے اعتبار سے رکھی گئی ہے اور نفیس ترین جو ہر جو سلسلہ جہانی میں ودیعت کیا گیا ہے وہ یہی تفکر ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں :-

بیت

ای برادر تو ہمیں اندیشہ مابقی تو استخوان و ریشہ
گر گل است اندیشہ تو گلشنی و ربود خار تو ہمیشہ گلشنی

ترجمہ :- اے عزیز! تیرے اندر جو کچھ ہے وہ بھی اندیشہ اور تفکر ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ محض ہڈیاں اور رگیں اور پٹھے ہیں۔ اگر تو پھول ہے تو تیرا اندیشہ گلشن ہے اور اگر تو خار ہے تو آتش دان میں جائے گا

صوفیہ کرام کے نزدیک تفکر کے چند مراتب ہیں جب مقدمات علوم میں سالک کو غور و فکر پیدا ہو تو اس کو تذکر کہتے ہیں۔ اور جب وہ اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور اس سے بلند مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو نکرت کہتے ہیں اور نکرت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا نام تفکر ہے۔ (پس اس طرح یہ تین مراتب ہوئے۔ تذکر، نکرت، تفکر) چنانچہ گلشن راز کے مصنف (مخدوم شبستری) فرماتے ہیں :-

مثنوی

تفکر رفتن از باطل سوئی حق بجز اندر بدیدن کل مطلق
حکیمان کا اندرین کردند تصنیف چنین گفتند در ہنگام تعریف
کہ چون حاصل شود در دل تصور نخستین حال او باشد تذکر
و زو چون بگذرد ہنگام عبرت بود نام دی اندر عرف نکرت

تصور کان بود بہر تدبیر بنزد اہل دل باشد تفکر

ترجمہ :- باطل سے نکل کر حق محض کی طرف پہنچنا اور کل مطلق کا دیکھنا تفکر ہے۔ حکما اور ارباب دانش نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے تفکر کی تعریف کے وقت وہ اس طرح کہتے ہیں کہ جب دل میں تصور حاصل ہو تو پہلے مرتبہ میں اس کا نام تذکر ہوگا اور جب اس کے آگے عبرت کے حصول کے لئے قدم بڑھایا جائے گا تو پھر اس کا نام نکارت ہوگا، وہ تصور جو تدبیر کے لئے ہو اہل دل اس کو تفکر کہتے ہیں۔

جناب قاضی حجت نے ان تینوں آثار کا استفسار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

تفکر ساعة خیر من عبادۃ ستۃ و ستین سنۃ و من عبادۃ الثقلین
(ایک گھنٹہ کا تفکر چھ یا سٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جن انسان کی عبادت سے)

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ہر ایک شیخ نے اس حدیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے معانی اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق مراد لئے ہیں۔ بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف میں پہلا اشارہ دلائل اثبات صانع میں تفکر ہے اور دوسرا اشارہ دلائل وحدت صانع میں تفکر ہے اور تیسرا اشارہ صانع حقیقی سے جو عجائبات اور صنائع غریبہ ظہور میں آتے ہیں ان میں غور و فکر کرنا ہے۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ پہلا اشارہ عالم ملک میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا عالم ملکوت کے تدبیر کی طرف، اور تیسرا عالم جبروت کے تحیر پر ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پہلا اشارہ اجزائے بدنیمہ اور اعضائے نفسیہ میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا اشارہ دلالت کرتا ہے انوار قلبی اور آثار لاریبی میں تفکر کرنے پر اور تیسرا اشارہ دلالت کرتا ہے پے پے کو اشرف روحیہ اور یکے بعد دیگرے عوارف فتوحہ کی جانب، لیکن اس فقیر (قدوة الکبر) کے نزدیک پہلا اشارہ ہے توحید افعال کے تذکر کی طرف اور دوسرا دلالت ہے فکر توحید صفات پر اور تیسرا اشارہ حصول تفکر توحید ذات کی طرف اور اس میں فنا ہو جانے کی طرف ہے افعال و صفات کے ساتھ اس لئے کہ سالک کا حصول کار اور وصول آثار صرف تفکر نہیں ہے بلکہ تفکر کا نتیجہ کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ غیب و جود اپنے وجود سے غافل و غائب ہو جانا، جیسا کہ میر حسن حسینی نے کہا ہے :-

شعر

فکر تو ہنوز خار خار است

چون فکر نمائد عین کار است

ترجمہ :- ابھی تو تیری فکر الجھنوں میں گرفتار ہے جب کوئی فکر نہ رہے تب سمجھ کہ اب کام بنا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ سب سے بہترین نعمت جو انسان کے نواں دل میں رکھی گئی ہے اور عظیم ترین دولت جس کی طرف لوگوں کو راغب کیا گیا ہے وہ تفکر ہے۔ اس بناء پر اصحاب تفکر اور ارباب تذکر کو قرآن مجید میں خطاب کے شرف سے نوازا گیا ہے اور چند مقامات پر ان کی نقاست کے باعث یاد دہانی کرائی گئی ہے ۔

چنانچہ ارشاد ہے:-

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا
وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے
اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔
(کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا۔

مثنوی

چہ گوہر آمد از دریائی افکار	کہ زرخ اد بود کونین یکبار
چو گوہر افتد از دریاد فکر	بدست آید ہمہ صحرائی فطرت
چہ سودی ہست در سودائی فکرش	کہ بر تر آمد از کالائی ذکرش
چہ ستری ہست در راہ تفکر	کہ بر ہم میسزند دل از تحیر
چو فکر نیست در انبان انسان	مگو انسان کہ ناطق نیست حیوان
چو انسان شد بخلق ہر معانی	بیان ملہم از بہر چہ خوانی
چو انسان را نباشد از تفکر	چہ حاصل آید از دی جز مدور
زہی کز فکر پوی در جلادت	ہزاران سال ندید از عبادت
از ان فرمود آن فرخندہ افعال	کہ فکر ساعت و سبعین الف سال
زہی بہر تفکر تیز رفتار	کہ ادرا نیست ہر دہ بحد کبار
شرف از فکر یابد بہرہ سالک	شود بر گردش افلاک مالک

ترجمہ:- تفکر دریائے فکر کا ایسا گوہر آبدار ہے کہ یہ کونین اس کا یکبار گئی سودا ہے۔ (یعنی دونوں جہان اس کی پہلی بولی (زرخ یکبار) ہیں۔ اگر دریائے فکر سے یہ موتی تیرے ہاتھ آجائیں تو کیا کہنے ہیں کہ ان کے حامل ہونے سے تمام صحرائے فطرت تیرے قبضہ میں آجائے گا۔ اس سودائے فکر کا ذرا نفع تو دیکھو کہ اس متاع ذکر سے اونچی اور بلند قیمت اور کوئی متاع نہیں ہے۔ راہ تفکر پر چلنا کیسا بھید ہے کہ حیرت سے دل برہم ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کی جھولی میں فکر کا سرمایہ نہیں ہے تو اس حیوان کا ناطق ہونا تو کجا حیوان ہونا بھی مشتبہ ہے۔ انسان جب اس قوت لطف کی بدولت ہر معانی کو سمجھتا ہے تو پھر بیان ملہم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ انسان کے پاس اگر تفکر کا سرمایہ نہیں ہے تو پھر وہ یوں ہی پرکار کی طرح چکر کھاتا رہے گا۔ اس سرمایہ کے کیا کہنے جس کی بدولت فکر کو توانائی اور جوا نردی حاصل ہوا اور ایسی توانائی جو ہزاروں سال کی عبادت سے بھی نہیں آسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کی فکر ستر ہزار سال کی عبادت سے بڑھ ہے۔ سبحان اللہ تفکر کی چال اس قدر تیز رفتار ہے کہ بحد کبار کوئی اس کے مانع و حائل نہیں ہو سکتے۔ اے شرف (اشرف) سالک کے پاس فکر کا حصہ ضرور ہونا چاہیے۔ اگر ایسا ہے کہ وہ فکر سے بہرہ ور ہے تو وہ گردش افلاک کا مالک بن جائے گا۔

یہاں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ ذات الہی میں تفکر اس لئے متنع اور محال ہے کہ اس کی ذات پاک کا دامن دستِ تفکر سے نہیں پکڑ سکتے اور پائے فکر سے اس خطرناک راستہ کو طے نہیں کیا جاسکتا (اس لئے ذات الہی میں تفکر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے)

قطعہ

زہی کز خوف یحذر کم روان نیست نہایت منزل اور اعیان نیست
چرا باید شدن راہ خطرناک بسودائی کہ سودی کاروان نیست
ترجمہ :- اس راہ پر چلنا پر خوف ہے کیونکہ منزل بیان نہیں ہے لہذا خطرناک راہ پر کیوں چلا جائے کہ یہ سودا کاروان کے لئے سود مند نہیں ہے۔

یہ آنکھیں اس کے شاہدہ جمال سے چکا چوند ہیں (خیرہ ہیں کیا جانیں کہ کیا دیکھا) اور بصیرت باطن اس کے جمال کی حقیقت کی دریافت سے عاجز و درماندہ ہے اور انجام کار اس کا حاصل بے سرگی کے سوا کچھ نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہو سکتی۔

مثنوی

آنکھ در ذاتش تفکر کرد نیست فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست
ہست آن پندار او زیرِ براہ صد ہزاران پردہ آمد تا الہ
ترجمہ :- یہ جو اس کی ذات میں تفکر کر رہا ہے یہ حقیقت میں اس کی ذات میں تفکر نہیں ہے کہ اس گمان کی راہیں کاٹیں ہیں کہ اس گمان اور اس کی ذات کے مابین ہزاروں پردے ہیں۔
اگر اس کے خود شیدہ جمال کا ایک پر تو بھی بڑ جائے تو کائنات تاب نہ لا کر معدوم ہو جائے اور اس کے خورشید ذات کی ایک کرن چمک جائے تو موجودات درہم برہم ہو جائیں۔

مثنوی

ذرہ خورشید ز نور قدم گر سوئی آفاق بر آرد علم
نہست بو درخت ہمہ کائنات از لقب یک لمعہ خورشید ذات
ترجمہ :- اگر اس نور قدم کے خورشید کا ایک ذرہ بھی اس دنیا پر جلوہ نما ہو جائے تو تمام کائنات کا سرمایہ اس خورشید ذات کی ایک تہل سے فنا ہو جائے۔

اس سلسلہ میں مراقبہ اور محاسبہ کا تذکرہ آگیا۔ حضرت قدوۃ الکبر نے ارشاد فرمایا کہ سالک کی ابتدائی کار کے سلسلہ میں مشائخ عظام نے جو چند الفاظ وضع فرمائے ہیں وہ مواظفہ و محاسبہ اور مراقبہ ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مراقبہ صرف مبتدی کیلئے ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مبتدی کیلئے بھی ہے اور منتہی کیلئے بھی، البتہ ہر محل کے لئے اس کی کیفیات مختلف ہیں۔ چنانچہ ابتداء کار میں (مبتدی کے لیے) اس کی صورت یہ ہے کہ دل میں ہمیشہ اللہ ہر وقت اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کا ناظر ہے اور ان سے مطلع ہے اور جو کچھ

ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس کے علم میں ہے۔ بعض بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو بھی تاکید فرماتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں جب مرید کے تمام اوقات اس تفکر میں گزریں گے کہ خداوند تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور میرے احوال پر ناظر ہے اور میرے بارے میں آگاہ ہے تو پھر اس سے معصیت کا عذر نہیں ہو گا اور اگر معصیت پر آمادہ بھی ہو گا۔ تو اس یقین کے پیش نظر اس سے اجتناب کرے گا۔ اس صورت حال سے اس کی ترقی ہوگی (سلوک میں اس کے قدم آگے بڑھیں گے) ایک شیخ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے بہت سے ارادتمند تھے۔ ان عقیدت کیشوں میں ان کا ایک مخصوص مرید تھا جو دوسروں کے رازوں سے شیخ کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ ایک بار دوسرے مریدوں نے رشک کے باعث شیخ سے اختصاص کی وجہ دریافت کی شیخ نے کہا کہ کسی موقع پر تم کو بتا دوں گا۔ ایک دن شیخ نے ان بے شمار مریدوں میں سے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغ دیا کہ ہر ایک فرد اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ تمام مریدوں نے اپنے اپنے مرغ کو ذبح کیا اور وہ اسی طرح غیر مذبح مرغ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ شیخ نے اس مرید خاص سے کہا کہ تم نے اپنا مرغ کیوں ذبح نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو اور حضرت والا اس بات سے بخوبی واقف ہیں اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ناظر ہے (دیکھنے والا ہے) پھر میں اس کو کس طرح ذبح کر سکتا تھا۔ یہ سن کر شیخ نے دوسرے مریدوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس کی اسی خصوصیت دنیوی کی کے باعث میں نے اس کو مخصوص خدمت بخشی ہے۔

اشعار

کہ صاحب طیر بود و داہب سیر	ز ہی بال ہما و دیدہ طیر
کز ہینا مرغ بال او کہ دارد	کہ مرغان را چو داد او کام و کار د
زبان مرغ زریک درخت دند	چو دام کار و بر مرغان نہا دند
چہ خوش دریا فستہ از صورت حال	جز آن مرغی کہ بد پروردہ بال

ترجمہ:- ہمارے پرادر پرندے کی آنکھ کیا خوب ہے کہ پرندے کا مالک سیر کرنے والا ہے جس نے پرندوں کے منہ کو چاٹو یا چھری کی طرح بنایا اور کیا خوبصورت پر عطا کئے۔ جب پرندوں کے گلے پر چھری رکھتے ہیں تو ہمشیا پرندے کی زبان اس کے منہ میں دبا دیتے ہیں۔ سوئے اس پرندے کے جو کسی کا پالا ہوا ہو کتنی اچھی صورت احوال اس نے پائی۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کرام نے مراقبہ میں بیٹھنے کی مخصوص ہیئت بھی مقرر فرمائی ہے (کہ اس صورت و ہیئت کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا جائے) اور یہ کئی طرح کی ہیں۔ لیکن اس فقیر کی نظر میں مراقبہ کا تعلق باطن سے ہے ظاہری صورت سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر حالت میں سالک اس بات پر مامور ہے کہ وہ خود کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں سمجھے۔ اس کو اپنے دل میں حاضر کرے اب اگر اس کی حضوری اور مراقبہ

کوشت سے مقید کر دیا جائے گا تو پھر جہاں بیٹھنے کی جگہ یا موقع نہ ملے گا وہاں مراقبہ نہیں کر سکے گا اور ایسا نہیں ہے۔
بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ بعض جگہیں مراقبہ کے لئے مناسب اور لائق نہیں ہیں جیسے غسل خانہ، پیشاب کرنے کی جگہ یا وہ جگہ جہاں مباشرت کی جاتی ہو لیکن یہ قیدان لوگوں کے لئے جو ہمہ وقت مراقبہ میں مشغول ہوں نامناسب اور بعید ہے۔

قطعہ

چو یاد تو گرفتہ تا سرود پائی نباشم خالی از یاد تو ہر جائی
چو یاد یار باشد روح سالک تن بی روح چون گردد ممالک
ترجمہ: جب تیری یاد میرے سر و پای میں جاگزیں ہو جائے تو میں کسی بھی جگہ پر رہوں تیری یاد سے خالی نہ رہوں گا۔ جب دوست کی یاد سالک کی روح بن جائے تو پھر تن بے روح ملکوں ملکوں کس طرح پھر سکتا ہے۔
منقول ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہ کی خدمت میں کسی شخص نے کہا کہ سقایہ (غسل خانہ اور ذخیرہ آب جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ قرآن پاک پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے وہاں ایک دردمند بھی موجود تھا اس نے جواب دیا کہ میں کیا کروں کہ میں خود کو اس سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ جب گھوڑے سے اترتا ہی نہیں تو یہ چارہ گھوڑا کیا کرے۔

شعر

چو تو از بر بخوانی سورۃ یار چہ باک از کعبہ داز کوئی خسار
ترجمہ: جب تیرے دوست کا ذکر ازبر کر سکتا ہے تو پھر جگہ کی کیا قید وہ کعبہ ہو یا منے فردش کا کہ چہ۔
مراقبہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا۔

فَسَجِدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝

پس تمام ملائکہ نے اس کو سجدہ کیا۔

شعر

نہ سجد ملائک بود آدم کہ نور پاک در وی بود مدغم
ترجمہ: نہ آدم سجد ملائک نہیں تھے بلکہ اس میں ذات پاک کا نور مدغم اور نہ علم اور نہ انھیں تھا پس فرشتوں نے اس نور کو سجدہ کیا تھا۔

شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر توجہ دانی کہ درین گرد سواری باشد
تو چراغ دل از نور رقابت برکن کہ مبادا کہ درین خانہ نگاری باشد

ترجمہ :- زمانہ کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ کہ ممکن ہے کہ اس گرد و غبار میں کوئی سوار پوشیدہ ہو اور وہی تیرا مقصد ہو تو اپنے چراغ دل کو نور انتظام سے روشن رکھ کہ بہت ممکن ہے کہ اس گھر میں وہ محبوب موجود ہو۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام (ان پر اللہ کا سلام ہو) پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم علم نافع حاصل کرو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی علم نافع کیا ہے۔ فرمایا کہ علم نافع وہ ہے جس سے تم میری عظمت و جلال میری کبریائی اور ہر چیز پر میرے کمال قدرت سے آگاہ ہو جاؤ۔ پس بے شک یہ علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ سے نزدیک کر دے گا۔

پس علم نافع مشاہدہ حق کا نام ہے بظاہر بھی اور بباطن بھی یعنی علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ تک پہنچا دے گا اور وہ اس طرح کہ ہر چیز میں تم مجھ کو ہی پاؤ اور ہر آن میں مجھ کو یاد کر دے۔

شعر

کہ جہان صورت ست معنی دوست
در بمعنی نظر کنی ہمہ دوست

ترجمہ :- کہ یہ دنیا ایک صورت ہے اور وہ دوست اس صورت کے معنی ہیں اب اگر تم معانی پر غور کرو تو پھر ہر چیز میں وہ ہی وہ ہے۔

خلقت موجودات اور فطرت کائنات اسی فہم کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ
مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط یَنْزِلُ الْاَمْرُ
بَیْنَهُمْ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ
بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝ ۱۷

اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے
اور زمینوں سے (بھی) ان کے برابر سات (ان کے
درمیان) تضار الہی کا حکم جاری ہوتا ہے تاکہ تم جان
لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ نے
احاطہ فرمایا ہر شے کا (اپنے) علم سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور بمثل یتنزل الامر یعنی وہ ظہور کرتا ہے ہر صورت اور ہر شے میں تاکہ تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ ”عالم کنت کبنا“
محضاً بعالم مخلقت الحق یعنی عالم خفا سے تنزل فرمایا ہر معنی کی لطافت میں جو مقدر ہو چکی تھی اور ہر صورت
میں جو ممکن تھی لتعلموا ان اللہ علی کل شے قدير۔ تاکہ تم اس کی قدرت کو ہر شے میں معائنہ کر سکو
اور بمصدق اس کے کہ وہ مادایت شیئاً الا ورایت اللہ فیہ (میں نے کسی شے کو نہیں دیکھا مگر اس طرح کہ
اس میں اللہ تعالیٰ کو جلوہ گر پایا)

اس فقیر (حضرت قدوة الکبرا) کی نظر میں علم انافع وہ ہے جو قطرہ کو دریا سے ملا دیتا ہے اور جز کو کل میں کود دیتا ہے اور ہجر سے نکال کر وصال تک اور دوری سے نکال کر اتصال کی قربت تک پہنچا دیتا ہے۔

قطعہ

توحید کہ از مشرب عرفان باشد در مذہب اہل عشق ایمان باشد
آنکس کہ نہ دیدہ قطرہ با بحر یکی حیران شدہ ام کہ چون مسلمان باشد

ترجمہ: وہ توحید جو مشرب عرفان سے ہے، ایسی توحید اہل عشق کے مذہب میں ایمان ہے (اہل عشق اسی کو ایمان کہتے ہیں) وہ شخص جس نے قطرہ اور سمندر کو ایک نہیں جانتا میں حیران ہوں کہ وہ مسلمان کس طرح ہے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ اہل ظاہر ایک سے ہزار جانتے ہیں، اہل باطن ہزار کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔

مثنوی

دیدہ ام دیوانہ برہم زدہ سر بر آوردہ پا برہم زدہ
کو وصالی داشت با یار دگر صد الف را یک الف بین در گذر

ترجمہ: میں نے ایک دیوانہ شوریہ سر کو دیکھا کہ وہ سر ٹکرا رہا تھا اور پاؤں پٹخ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر تم حقیقی دوست سے وصال کے خواہاں ہو تو ہزاروں کو صرف ایک سمجھ کر گزر جاؤ۔

شیخ منصور حلاج نے اسی قسم کی وصیت جان دیتے وقت کی تھی اور کہا تھا کہ دنیا والے تو اعمال حسنہ اور افعال پسندیدہ کی کوشش میں مصروف ہیں اسے مخاطب تھے اس امر میں کوشش کرنا چاہیے یعنی وہ کام کرنا چاہیے جس کے مقابل میں عبادت، تقویٰ اور طاعت کو نین کم ہو۔ پوچھا گیا کہ اے شیخ وہ کون سا عمل ہے فرمایا کہ حقیقت کا علم۔ اسی علم حقیقت کو علم نافع کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

قطعہ

یاری دارم کہ جسم و جان صوت است چہ جسم و چہ جان جملہ جہان صوت است
ہم معنی خوب و صورت پاکیزہ کاندہ نظر تو آید آن صورت است

ترجمہ: ۱۔ میرا محبوب ایسا محبوب ہے کہ یہ جسم یہ جان اسی کی صورت ہے۔ یہ جسم و جان ہی نہیں بلکہ کل جہان اس کی صورت ہے اس کا باطن بھی خوب ہے اور اس کی صورت بھی پاکیزہ ہے اور ایسی صورت ہے کہ جو چیز بھی مجھ کو نظر آئے گی وہ اسی کی صورت ہوگی۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِیْنَ یُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا یُبَايِعُونَ
اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِیْهِمْ سَلٰ

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب راز توحید کا انکشاف فرمایا ہے یعنی بیعت جو تم کر رہے ہو یہ تمہارا فعل نہیں ہے بلکہ تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اس کا ہاتھ ہو تو بیعت کرنے والا ہاتھ بھی اس کا ہاتھ ٹھہرا اس طرح صاحب بیعت نے خود اپنی ذات سے بیعت کی۔ اس سر پر دلیل یہ ہے:-

فَمَنْ يَكُنْ فَإِنَّمَا يَكُنْ عَلَى نَفْسِهِ ۖ

جو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

قطعہ

شبّی در خواب دستم داد دلدار
بر دئی سینہ دست خویش دیدم
کہ این دستم بر امی جان دل دار
جو گشتم من ز خواب خویش بیدار
ترجمہ:- ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے محبوب نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ میرے اس ہاتھ کو اپنے جان و دل پر رکھ لے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے۔

العلم نقطۃ کشف الجہال (علم نقطہ وحدت ہے جاہلوں نے اس کو کثیر بنا دیا ہے)

شعر

سعدی بشوئی لوح دل از نقش غیر دوست
علمی کہ رہ بحق تمناید جہالتست
ترجمہ:- اے سعدی لوح دل کو نقش غیر سے صاف کر دو۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔ پس یہ علم ہے کہ وہ نقطہ وحدت کو دیکھے اور دوسرے کو دیکھنے کی جہالت سے پاک رہے۔ اور جاہل وہ ہے جو غیر کو دیکھتا ہے۔
لَئِنْ أَنتَ كُنْتَ لَيَحْبَبَنَّ عَمَلُكَ ۖ أَفَرَأَيْتَ شَيْءًا يَدْعُ إِلَيْهِ شُكًّا ۚ بَلْ لَمْ يَكُنْ لَكَ دَلِيلٌ ۚ

کہ پڑھو اور اس پر غور کرو۔

قطعہ

بیا ای طالب جو یائی دلدار
بین در جان معنی صورت یار
کہ نقطہ در مراتب کرد حرکت
بر آمد صورت پر کار دوار
ترجمہ:- اے دلدار کے طالب و جو یا۔ آ۔ اور جان معنی میں دوست کی صورت کا نظارہ کو غور کر کہ ایک نقطہ نے بہت سے مراتب میں حرکت کی ہے اور اس سے پرکار کا ایک دائرہ وجود میں آ گیا۔
مراقبہ افعال و اوصاف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَمَا ذَرَمِيَّتْ رَاذُ ذَمِيَّتْ ۚ وَلَكِنَّ اللَّهَ
رَحِيحٌ ۚ
اور اے محبوب! آپ نے (فاک) نہیں پھینکی جس وقت
آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

۱۵ پ ۲۶ سورہ الفتح ۱۰ ۱۶ پ ۲۷ سورہ الزمرہ ۶۵ ۱۷ پ ۲۸ سورہ انفال ۱۴

قطعہ

جولوئی آیدت از مشک و عنبر بدان آن بوی از زلف معنبر
سحر ببل کہ بر گلزار باشد نہ از ببل کہ از گلزار باشد

ترجمہ: یہ خوشبو جو تم مشک و عنبر میں محسوس کر رہے ہو یہ اس زلف معنبر کی بخشی ہوئی خوشبو ہے صبحدم
ببل جو پھول پر نالہ دزاری کی کر رہی ہے یہ ببل کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس جن سے ہے۔

سرایت ربی فی صورت امرد شاب فوضع یدہ علی صدری فوجدت بردا نامملہ فعلیت
علم الاولین و الاخرین - (میں نے اپنے پروردگار کو امرد جوان کی صورت میں دیکھا، اس نے اپنا ہاتھ
میرے سینہ پر رکھا میں نے اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کیا (سرا انگشت کی سردی محسوس کی) تو مجھے اولین و آخرین
کا علم حاصل ہو گیا ہے

بدست ناز آن یارِ نگویم گرفت از شیوہ یکزدزی گلویم
بگفت ای عاشق جان باز دیگر چہ خواہی گفتش دیگر چہ گویم
بت سیمین تنم چون کرد آغوش بدست ناز کردہ حلقہ در گوش
غریوی خواستم کردن کہ ناگاہ نہادہ لب بردی لب کہ خاموش

ترجمہ: اس یار کے نازک ہاتھوں ایک روز جو میرے گلے میں تاثیر پیدا ہوئی وہ میں بیان نہیں کر سکتا، کہنے لگا اے
عاشق جان باز اور کیا چاہتا ہے میں کیا جواب دوں۔ اس بت سیمین نے میرے تن (وجود) کو جب آغوش میں لیا
اپنے ناز و لے ہاتھوں میرے کانوں میں حلقہ پہنایا اور اچانک اس نے میرے لبوں پر اپنے لب رکھ کر
خاموش رہنے کا حکم دیا۔

مراقبہ صمدیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو جوف (خلا) نہ رکھتا ہو اس لئے کہ جو
مجوف ہوتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے اور جب اس کا وجود غیر مجوف ہو گا تو کسی چیز کی اس کے وجود میں سمالنے
کی گنجائش نہ ہوگی۔ لیکن اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

شعر

جہان در آفرینش ہمچو ظرفست
نہ ظرفی کش بود جونی شگرف است

ترجمہ: دنیا ایک ظرف کی طرح ہے لیکن ایسا ظرف نہیں جس میں جوف نہ ہو، اس میں جوف نہ ہونا تعجب ہی کی بات ہوگی۔
مراقبہ عینیہ لا وصل ولا فصل ولا قرب ولا بعد -

نہ وصل ہے نہ فصل نہ قرب نہ بعد یعنی وصل ہو تو کس سے ہو اور فصل ہو تو کس سے ہو اور

قرب ہو تو کس سے ہو اور بعد ہو تو کس سے۔

قطعہ

کسی کو از صفات ذات عالی وجود اد لطیف و پاک باشد
نیابد قرب و بعدش در عبارت کہ برتر از رہ ادراک باشد

ترجمہ :- وہ ذات جو اپنے صفات عالی کے باعث وجود لطیف و پاک رکھتی ہو تو اس کا قرب و بعد عبارت میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وہ فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں : علما التوحید مبائن للوجود و موجودہ مفادق
لعلمہ یعنی علم توحید وہ ہے جو موجود کے وجود کو جدا کرے اس کے علم سے اور وجود توحید یہ ہے کہ اس کی ذات سے اس
کا علم جدا ہو۔ وحدت یہ ہے کہ صرف ایک ذات کا مشاہدہ مدام ہو۔

شَهِدَ اللَّهُ مَا أَتَى لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ يَكُونُ
اللَّهُ تَعَالَى نَعَى كَوْنِهِ كَوْنُ كَوْنِهِ

سوائے اس کے در آنجا یکہ فرشتے اور ارباب علم انصاف

کے ساتھ قائم ہیں۔

اس شہود کی علامت یہ ہے کہ عالم کو ایک جانے بغیر کسی حس و حرکت کے اور متصرف سمجھ اس میں حق تعالیٰ کو
جس طرح روح قالب میں متصرف ہے اسی نکتہ کو اس موجد (منصور حلاج) نے اسی طرح بیان کیا ہے، جس کو یہ
حقیقی مشاہدہ حاصل ہو گیا ہو اس کا احساس مضمل ہو جاتا ہے۔ بیکار ہو جاتا ہے۔ ہر اس چیز سے جو اس کے سوا
ہے۔ (کا شفت بالتحقیقۃ فیفصل احساسہ بیماسواہ)۔

پس ایسا صاحب مشاہدہ "النشاهد الجمع" ہے سرسیر اور اس کا ظاہر و صف تفرقہ سے

(فہر المشاہد للجمع من الس و ظاہرہ بوصف التفرقہ)

مثنوی

جہان در چشم وحدت یک بود است کہ پیش واحد خود در سجود است

کسی کو سجود خود گردد آگاہ نیاید در مقام لی مع اللہ

ترجمہ :- چشم وحدت میں یہ سارا جہان ایک و خود رکھتا ہے کہ وہ اس ایک واحد کے سامنے سجدہ ریز ہے
جو کوئی اپنے اس سجدہ سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ مقام لی مع اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔

مراقبہ حضرت شیخ نجم الدین مینوی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ بیلح الدین المعروف بشاہ مدار اپنے مریدوں کو اسی نسبت
شریفہ مخصوص فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ بات قدوۃ الکبرایہ بیان کی گئی تو حضرت نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

مراقبہ جلوس الموحد فی میدان التوحید و قیل المراقبۃ رویت اللہ بلا حجاب

یعنی موحد کا میدان توحید میں بیٹھا مراقبہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک خداوند تعالیٰ کا دیدار بیکسی

حجاب کے مراقبہ ہے۔

اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں قبلہ رو ہو کر اس طرح بیٹھے کہ ریڑھ کی ہڈی میں خم نہ ہو اور اس خلوت میں کوئی مداخلت کرنے والا اور سامنے بولنے والا نہ ہو۔ سامنے آنکھیں لگی ہوں۔ اللہ کا نقش اپنے سینہ میں تصور کرے اور پاس انفاس کرے اور غیر حق کو خیال میں مدخل نہ ہونے دے۔ اس طرح اسی حال میں ایک ہفتہ تک مراقبہ کا کام انجام دے اور بزم توحید میں دوست کے ساتھ اس کے نورانی حضور میں ہم مجلس ہے

قطعہ

چون نقش یار را در سینہ دارد نفس را پاس با آئینہ دارد
شود علم وصال دوست حاصل کہ آن را دایہ در سینہ دارد
ترجمہ: یار کے نقش کو جب سینہ میں رکھے تو سانس کو پاس کرتے ہوئے آئینہ کی طرح دیکھے۔ وصال دوست کا علم حاصل ہوگا اور اس کو سینہ میں محفوظ رکھے۔

مراقبہ حضرت قدوة الکبر افراتے ہیں کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی ابن بغش سے ایک شخص نے مراقبہ کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ اسرار توحید کی آئینہ کائنات میں کوئی مثال بیان فرمادیجئے اور انکار و تفرید کو دہر موجودات میں کسی مثال سے ظاہر فرمائیے تو آپ نے کہا کہ دو آئینے ہیں اور ایک سیب ہے ظاہر ہے کہ ہر آئینہ میں ایک ایک نظر آئے گا در آنحالیکہ سیب ایک ہے۔ ناظروں میں ایک وہاں موجود تھا۔ انہوں نے ایک قطعہ میں اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے

قطعہ

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن این حرف نو آرد بصحرائی سخن
گفتا کہ زوعدت از مثال خواہی سیبی بجی دو انبہ تصور میکن
ترجمہ: شیخ کامل نجیب الدین قدس اللہ سرہ نے صحرائی سخن میں یہ ایک نیا نکتہ بیان فرمایا کہ کائنات کے دہر میں اگر وحدت کی تمثیل نم چاہتے ہو تو سنو کہ ایک سیب کو دو آئینوں میں تصور کرو۔

اس طرح کی متعدد دربا عیات شیخ عزیز الدین محمود الکاشی (صاحب مصباح الہدایت) نے لکھی ہیں۔ حضرت قدوة الکبر نے بسند رشد و ہدایت کئی باری بات بیان فرمائی ہے کہ مراقبہ میں طالب رشد و ہدایت کو عجیب ذوق اور عجیب حالت میں آتی ہے۔

قطعہ

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است تعلیم کن گرت بدین دست رس است
گفتم کہ الف گفت و گر گفتم ہس در قانہ اگر کس است یک حرف بس است
ترجمہ: دل نے کہا کہ علم لدنی ہوس ہے۔ اگر تجھے دین میں دسترس ہے تو مجھے تعلیم کر۔ میں نے کہا کہ الف،

اس نے کہا اور آگے میں نے کہا کہ مزید آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر اس خانہ میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

قطعہ

این عکس رخ تو داد نور بصرم تادر رخ تو بنور تو در نگر
گفتی منگر بغیر ما آخر کو غیر از تو کسی ناید اندر نظرم
ترجمہ:- تیرے عکس رخ کو میں نے اپنی آنکھوں کا نور دیا تاکہ تیرے چہرے میں تیرا نور دیکھوں، اس نے کہا کہ میرے بغیر نہ دیکھو کیونکہ میری نظر میں تیرے بغیر کوئی نہیں آ سکتا۔

قطعہ

ای دوست میان ما جدائی تا کی چون من تو ام این دتوی و مائی تا کی
با غیر تو مجال غیری چون نمائد پس در نظر این غیر نمائی تا کی
ترجمہ:- اے دوست ہمارے درمیان جدائی کب تک۔ جب میں تو ہوں تو یہ میں اور تو کب تک۔ جب تیرے بغیر کسی اور کی مجال نہیں ہے تو پھر اس نظر میں غیر نمائی کب تک۔

قطعہ

کثرت چونیک می نگر می عین وحدت است مارا شکی نمائد درین گرترا شک است
در ہر عدد و زردی حقیقت چو بنگری کز صورتش بہ بینی و کز مادہ اش یک است
ترجمہ:- کثرت کو جب غور سے دیکھے گا تو یہ عین وحدت ہے۔ ہمیں تو اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ اگر تجھے شک ہے تو ہر عدد کو از ردی حقیقت اگر تو دیکھے تو خواہ صورت کو دیکھے خواہ مادہ کو وہ ایک ہی ہے۔

قطعہ

تا توئی در میانہ خالی نیست چہرہ وحدت از نقاب کسی
گر حجاب خودی بر اندازی عشق و معشوق عاشقست یکی
ترجمہ:- جب تک تو درمیان سے ہٹ نہیں جاتا چہرہ وحدت نہیں دیکھ سکتا۔ اگر خودی کے حجاب کو تو اتار دے تو عشق و معشوق اور عاشق ایک ہی ہے۔

مراقبہ و تَفَعُّتُ فِیْہِ مِنْ رُوحِی ۱۵ اور اس میں اپنی طرف کی رفاص روح پھونک دوں۔

کے ارشاد کے بموجب آدم آئینہ کی طرح ہے اور اللہ کی ذات بس اس صورت مرئی کی طرح ہے جو خارج سے نظر آتی ہے اور روح اس صورت کے مشابہ اور مانند ہے جو صورت رائی کے مقابل میں آئینہ میں منعکس ہوتی ہے۔
تَفَعُّتُ فِیْہِ مِنْ رُوحِی کے معنی یہی ہیں ہر چند کہ ایک صورت داخلی آئینہ میں نظر آتی ہے اس کی

حضرت قدوة الکر نے حج و تفریق کی وضاحت کے موقع پر ایک عارف باللہ کا قول نقل فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

بعض عارفین نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی تجلی فرماتا ہے کسی ذات میں تو تمام ذات و صفات اور افعال کو دیکھتا ہے اور ان شاعوں میں تلاش کرتا ہے اس کی ذات کو اس کی صفات کو اور اس کے افعال کو اور تمام مخلوقات سے اس کے نفس کو پالیتا ہے۔ گویا کہ وہ تمام مخلوقات کے لئے مدبر ہے اور وہ مخلوقات اس کے اعضاء ہیں اور کوئی شخص ان اعضاء سے کسی کو الگ اور جدا گانہ نہیں پاسکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کو مسلم و کمال پاتا ہے۔ اس کی ذات واحد کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی اس کو اس کی ذات واحد کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کی صفت اور اس کا فعل اس کا فعل بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ بالکل عین توحید میں مستہک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے لئے اس مرتبہ سے دراد اور کوئی مقام توحید میں نہیں ہے۔ جب روح کی نگاہ جمال ذات کی طرف منعطف ہوتی ہے تو اس وقت وہ نور عقل جو فرق کرنے والا ہے چیزوں کے مابین غلبہ نور ذات قدیم کے باعث پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ ہر حادثہ و قدم کے درمیان تمیز ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اب باطل حق کے نزدیک ہونے کے باعث مٹ گیا اس حال کو "حال جمع" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مراقب منطق و منظومہ

مشتوی

مرد آن باشد که در یادِ حضور
زانکه در یادش چنانم دولتی است
هر که از نزدیک یادش ماند دور
ای برادر هر چه بینی در جهان
گر بود چشم دل تو پاک تر
هست هر فردی خدا را آئینه
بعد ازین دیدار ادبرتر برای
این همه افراد یک آئینه دان
کاندان آئینه روی یار بین
بعد ازین برتر ترا بهر خیال
اندر دِ عکس همه اسماء حق

سہ پ ۲۰ القصص ۸۸

برتر آزیں خاطر خود پاک کن
در چنین آئینہ ذات خدائی
تا بود محو تو در عکس شہود
گرچین محو ترا حاصل شود
ہر کرا بردست آید این مقام
این مقام اشرف سمنان بود
صورتم جام جہان بین آمدہ
ذات اورا آئینہ ادراک کن
عکس اسمائی جہان بین از درائی
تو نمائی در میان الا وجود
فرق با جمعیتی واصل شود
ہست اداہل مقام والسلام
فی زلیخا یوسف کنعان بود
نے جو جمشید جہان بین آمدہ

ترجمہ۔ حقیقی جو انفرادہ ہے جو یاد الہی میں اپنے دل میں حور و قصور و جنت کا خیال بھی نہ آنے دے اس لیے کہ اس دوست کی یاد الہی عظیم دولت ہے کہ اس کی شان و شوکت دروں جہاں سے بڑھ کر ہے۔ جو بھی اس کی یاد کے قرب سے دور رہا ایسا بد نصیب اگر حوریں بھی رکھتا ہو تو تنہا کامیاں اس کے دان میں ہیں۔ اسے عزیز دنیا میں تم کو جو کچھ بھی نظر آتا ہے۔ اس میں اس کی ذات پاک پوشیدہ ہے۔ اگر تمہاری چشم دل ماسوا سے پاک ہے تو ہر چیز میں وہ مجرب حقیقی تم کو جلوہ گر نظر آئے گا ہر فرد خداوند تعالیٰ کی ذات کی جلوہ گری کے لیے آئینہ ہے بے شک تم ہر آئینہ میں نظر کر کے دیکھو اور اپنی ذات میں اس دیدار کے بعد ذرا اور آگے بڑھو تو اپنے دوست کا جمال ہر جگہ دیکھو گے۔ کائنات کے تمام افراد کو (باعتبار کلی) ایک آئینہ سمجھو اور یہ آسمان بھی اس کی جلوہ گری کا ایک آئینہ ہے۔ اس آئینہ میں اپنے محبوب کے جمال کا نظارہ کرو اور اگر تمہارے پاس آنکھ ہے تو دوست کے دوستوں کو دیکھو۔ اس کے بعد عالم خیال میں آگے دیکھو کہ یہ تمہارا وجود ایک آئینہ کی طرح ہے اور اس آئینہ میں تمام اسمائے حق کا عکس پڑ رہا ہے۔ تو اس میں نظر کر دلیکن غیر کے لباس کو اتار دینا شرط ہے۔ اس سے آگے اگر اور تم بڑھنا چاہتے ہو تو اس خیال کو بھی دل سے نکال دو اس وقت تم خود اس کی ذات کو ایک آئینہ پاؤ گے۔ اس وقت اس آئینہ میں جو ذات خداوندی کا آئینہ ہے تم کو اس کے مادر تمام اسمائے جہاں کا عکس نظر آئے گا۔ جب تمہاری ذات اس شہود حق میں محو ہو جائے گی تو پھر اس میں تم ہی تم نظر آؤ گے ہاں تمہارا وجود اس میں نہیں ہوگا۔ اگر تم کو یہ محبت حاصل ہوگئی تو پھر تمہارا حال تفریق جمع سے ہوگا تفرق مٹ جائے گا اور حال جمع حاصل ہو جائے گا۔ جس کس خوش نصیب کو یہ مقام ہانچا جائے بس وہی صاحب مقام ہے (اس کے آگے اور کیا کہوں)۔ اس کے فضل و کرم سے اثر فی سمنانی کو یہ مقام حاصل ہے۔ اب وہ زلیخا (عاشق) نہیں ہے بلکہ اب وہ خود یوسف کنعان (محبوب حق) ہے۔ اس کے لطف و کرم سے میری صورت اب ایک جام جہاں بین کی طرح ہے اس دانش مند جمشید کے جام کا کیا ذکر کردہ جام جہاں نما رکھتا تھا اور میری صورت جام جہاں بین ہے۔

لطیفہ ۱۱

مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنان و یقین

قَالَ الْأَشْرَفُ !

المشاهدة هي معاناة الوجود في مرات روية المقصود بعين
اليقين المفقود۔

ترجمہ ۱۔ اشرف سنانی فرماتے ہیں کہ وجود کا آئینہ میں معائنہ کرنا اور چشمِ یقین سے
مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔

حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ رویت باری تعالیٰ اور اختیار کا مسئلہ سلف میں بھی مشکل تھا (اسلاف
کے خیالات بھی ان ہر دو مسائل میں مختلف و متضاد رہے ہیں) اور آج بھی اسی طرح مشکل ہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر
سے اور کیا طریقت و حقیقت کے اعتبار سے، پھر بھی عارفانِ کامل اور کاملانِ مکمل نے اس مسئلہ کی اس طرح
شرح اور وضاحت کی ہے جس سے اربابِ صدق و صفا کو اطمینان و تسکین حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت
قدوة الکبرا فرماتے ہیں، کہ بعض مشائخ اور اربابِ تصوف نے مشاہدہ، وصول اور یقین کو الفاظِ مترادف
خیال کیا ہے۔ (یعنی ایک ہی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہیں) لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ، وصول اور رویت میں کچھ فرق
کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق تو اس جہانِ فانی سے ہے۔ اور رویت
دارِ آخرت سے موعود ہے یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے۔

قطعہ

گر چہ دارد نازنین من نقاب بر رخ کش ذرہ گردد آفتاب

لیک چشم از بہر توئی آسودہ کرد جلوہ در آخرۃ موعود کرد

ترجمہ ۱۔ اگرچہ مرے نازنین کے اس چہرہ پر نقاب پڑا ہے جس کی تجلی کے ایک ادنیٰ کرشمہ سے ذرہ
آفتاب بن جائے لیکن اپنے جمال کے پرترے میری آنکھوں کی تسکین کے لیے اس نے اپنے دیدار
کا آخرت میں وعدہ کیا ہے۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ان آنکھوں سے اور نہ دل سے
مگر حجت یقین سے اس کا دیدار ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک گردہ نے اسی بات کو روارکھا
ہے کہ بندہ دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کر سکتا ہے آنکھوں سے اور دل کے مشاہدہ سے لیکن علمائے

اہل سنت و جماعت اور ارباب دین و دیانت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو مبتدع کہتے ہیں یہ تمام تر بالغہ علمائے ظاہر اور مقربان حضرات نے روارکھا ہے۔ صوفیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرات صوفیہ اور مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں دونوں میں حق تعالیٰ کا دیدار تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور مومنین و مومنات کے لیے نص قرآنی، احادیث شریفہ اور اقوال صحابہ کرام اور مشائخ اور اخص الخاص سے جائز ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے اقوال سے بھی تائید ہوتی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ عام مسلمان آخرت میں ان جہانی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے اور خاص بندے (ارباب طریقت) دیدہ دل سے دنیا میں اس کا دیدار کریں گے جس میں نہ جگہ نہ کی اور نہ کوئی کیفیت اور نہ احساس اور نہ ادراک! لیکن جو بندگان اخص (خاص الخاص) ہیں وہ دنیا میں چشم جاں سے اس کا دیدار کرتے ہیں۔ یہ حالت خواب ہوتی ہے یا حال مراقبہ ہوتا ہے۔

بیت (خواجہ حافظ)

دیدن روی ترا دیدہ جان بین باید
و این کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

ترجمہ: ترے دیکھنے کے لئے تو چشم جان بین کی ضرورت ہے۔ میری اس چشم جہان بین کو سلیقہ کب ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

من رآنی فی المنام فقد رآ الحق

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں خواب میں دیکھا۔

راایت رجبی فی المنام علی احسن صورۃ
اسی کا نام مشاہدہ ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ادم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سو بیس بار دیکھا اور اس سے ستر بار سوال کیا اور ان میں سے چار کام میں نے اظہار کیا لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا۔ پس میں نے باقی کو چھپایا۔

حضرت قدوة الکبر انے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا سب اسانی النظر الیک اسے رب مجھے اپنا جملہ دکھاتا کہ میں تجھے دیکھوں! اگر حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں ناممکن و محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت باری کی درخواست دنیا میں نہ کرتے۔ اس لیے کہ محال طلبی انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ہے۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا لہن ترانی فرمانا اس وجہ سے تھا (ظاہری آنکھ) سے دنیا میں رویت ممکن اور ناممکن ہے۔

مثنوی

گرچہ در دنیا جمالت دیدنی است دیدنی گویند و لیکن دید نیست

دیدن را هر که او منکر بود
دیدن باشد ولی نوع دیگر
هرگز ازین دیدنی ذوقی بود
واصل فانی که در باقی بود
شرح دیدن برتر از کیفیت است
خیز از قانونِ ارنی در نواز
راز ساز پرده از گوشِ دل
تا ترا این جملہ یکسازی شود
بشنوی گوش از شجرہ شہود
گرترا از لن ترانی زخمها است
لن ترانی ناز معشوقی بود
سنگِ دل را قابل دیدار کرد
لن بسوی چشمِ آنظر بردست
اشرف این ناز و نیاز دلببران

گر مسلمان است خود کافر بود
دیدہ را زین دیدنی نبود اثر
تا ابد از دیدہ در شوقی بود
حاصل دیدار در باقی بود
ماہری داند کہ از ماہیت است
تا بردن آید ترا زین پرده راز
گوش را آن نغمہ غیرت گسل
ہر سرِ مویت در آدازی شود
نغمہ ائی انا اللہ از وجود
زخمها نبود ترا آن نغمہا است
گر نہ داند ناز او شوقی بود
معدنی از گوہری اسرار کرد
ہر کہ این چشمک بداند کامل است
ہر کہ داند از یقین نہ دلبران

ترجمہ :- اگرچہ دنیا میں تیرا جمال دید کے قابل ہے۔ اس کو دیدنی تو کہتے ہیں لیکن اس کی دید ہوتی نہیں۔ پس دیدنی کا جو کوئی بھی منکر ہے اگر مسلمان بھی ہو تو وہ کافر ہے۔

ہاں یہ دیدار ایک اور ہی قسم کا ہے۔ اس دید میں ان آنکھوں کا کوئی تعلق نہیں ہے جو کوئی ان آنکھوں سے اس کے دید کا ذوق رکھے گا وہ ابد تک اس شوق میں کامیاب نہ ہوگا۔ ہاں! جب یہ فانی اس باقی سے واصل ہو جائے گا۔ اس کی ذات میں فنا ہو جائے گا تب اس باقی میں دیدار حاصل ہو جائے گا۔ اس کے دیدار کی شرح کیفیت میں نہیں سما سکتی۔ وہ اس سے کہیں برتر ہے کہ ایک ماہر ہی جان سکتا ہے کہ ماہیت کیا ہے۔ اٹھ اور ربِ اسانی کا ساز بجاتا کہ اس راز سے پردہ تیرے سامنے سے اٹھ جائے۔ دل کو اس ناز کے ساز کا پردہ بندے اور پھر اس دلی کوٹلنے والے نغمہ کو سن۔ تاکہ خود سراپا لے از بن جائے اور تیرا سرِ مو ایک آواز بن جائے۔ پھر تو اس وقت شہر و شہر (شجر طور) سے ائی انا اللہ کا نغمہ سن سکتا ہے اگر تیرے دل پر لن ترانی کے نغمہ آتے ہیں تو وہ زخم نہیں ہیں (بلکہ نعمات ہیں) یہ لن ترانی تو ایک ناز معشوقانہ ہے جو کوئی اس ناز معشوقانہ کو نہیں سمجھ سکتا تو بھروسہ ایک شوق ہے ایک آرزو ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ دل کے سمجھ میں اس نے قبول دیدار کی صلاحیت پیدا کر دکا ہے اور اس کو گوہرِ اسرار کی کان بنادیا ہے۔ یاد رکھو کہ لن (نغمہ) کا تعلق چشم سے ہے اور آنظر کا ربط دل سے ہے یعنی اس کو دل سے دیکھ سکتے ہیں اور چشم سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو اس لطیف فرق کو جانتا ہے

وہ دراصل مرد کامل ہے اور طالب صادق ہے۔ اسے اشرف معشوقوں کے یہ ناز و نیاز جو یقین کامل کے ساتھ سمجھتا اور جانتا ہے وہی حقیقت میں دلبر ہے۔
حضرت قدوة الکبراً نے فرمایا کہ جیب دل کو مرتبہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جات لیتا ہے کہ وہ وہ ہے اور جب بندہ کا یہ یقین درست ہو جاتا ہے تو بس سمجھ لینا چاہیے کہ دیدار حاصل ہو گیا۔

شعر

بدرد یقین پردہ ہائی خیال
نماند سرا پردہ الآجلا

ترجمہ ۱۔ اس منزل پر یقین خیال و گمان کے تمام پردے چاک کر ڈالتا ہے اور بھر جلال ذات کے سرا اور کئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

اصحاب کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کو اسمائے صفات کے واسطہ کے بغیر اور آئینہ کائنات کے رابطہ سے الگ ہو کر نہیں دیکھ سکتے۔ آئینہ کائنات کا رابطہ اور اسمائے صفات کا واسطہ اس کے دیدار کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اس کی ذات والا صفات ایسی پر نور ہے کہ اس کے نور کا ایک ذرہ بھی کونین کی تمام آنکھوں کو... کو جلا دینے کے لیے کافی ہے اور چار سمتوں (خافقین) کے انوار کو درہم برہم کر دینے والا ہے اور اس کی تجلی اسمائے صفات کے پردہ میں رہ کر ہی عارفان روزگار کی بصیرت کی بقا کا باعث ہے اور اس کے رخسار جمال کے ناظروں کا شوق بڑھانے والی ہے۔ جیسا کہ ظاہری طور پر ایک دنیاوی مثال ہے کہ اگر ایک رقیق پردہ حبیب دیکھنے والی بنگاہوں اور سورج کے مابین واسطہ بن جاتا ہے تو دیکھنے والا اس ابر کے پردہ کے باعث خورشید کو نہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ اگر کا یہ پردہ نہ ہوتا تو خورشید کا نظارہ ممکن ہوتا۔ پس اسی طرح یہ اسمائے صفات بھی اس کے خورشید ذات اور اصحاب شہود کی بصیرت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔

مشنویات

نیست صدک ناظران را بی سحاب
بی وقایت می وراید در خیال
بہر ادراک جمال این صفات
ہیچ کس ادرانہ بسند در عیان
حد و قانع شرح لایعنی بود
ز آسمان غیب مطلق بے نقاب
در شعاع لمعۃ انوار او
از تہ جلاب کشرت سوبو

اسی برادر چون جمال آفتاب
پس چنان آن نور خورشید جمال
شد وقایت درمن و خورشید ذات
گر نباشد این وقایت در میان
ہر کہ دانشمند این معنی بود
گر بتابد ذرہ آن آفتاب
محو گردد عالم و آثار او
جلوہ دارد عجب خورشید رو

عکسِ خوبانِ جہان باشد عیان کا شکار پردہ فی پردہ نہان
ورنہ نور ذات را تقصیر نیست یک چشما زرا چنان تدبیر نیست
ہر کہ اشرف اینچنین دارد نظر ادخارا دید دسر کرد از نظر

ترجمہ :- اسے عزیز، جس طرح آنکھیں بغیر حجاب اور پردہ کے جمالِ آفتاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں اسی طرح اس خورشیدِ جمال کا نور بھی بغیر پردہ کے کب خیال میں آسکتا ہے بغیر پردہ دیکھنے کا خیال کس طرح ہو سکتا ہے یہی پردہ اس خورشیدِ ذات اور میرے درمیان حائل ہے تاکہ اس کی صفات کے جمال کا ادراک کیا جاسکے۔ اگر یہ پردہ درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی اس کو عیاں نہیں دیکھ سکتا تھا جو کوئی اس بات کا سمجھنے والا ہے اس کی نظر میں ایسی سینکڑوں رکاوٹیں لائینی اور بے معنی ہوں گی۔ اگر اس آفتابِ جمال کا ایک ذرہ بھی آسمانِ غیبِ مطلق سے بے نقاب ہو کر اپنی تباہی دکھائے تو یہ عالم اور اس کے تمام آثار فنا ہو جائیں اور مٹ جائیں۔ بایں ہمہ وہ خورشید و محبوب اپنے انوار کی کرنوں کی ایک ایک مشعاع کی عجیب جلوہ نمائی کرتا ہے۔ کہ کثرت کے پردوں کے پیچھے سے سر طرف جلوہ نما ہے۔ خوباں جہاں کے عکس سے دنیا میں عیاں ہے کہ وہ پردہ سے آشکارا ہے لیکن پھر بھی پردہ میں عیاں ہے۔

ورنہ نور ذات کا تو کوئی تصور نہیں کہ وہ پردوں کے پیچھے سے بھی عیاں ہے۔ یاں ہماری نگاہوں کو اس کے بعدار کا سلیقہ نہیں آتا۔ اسے اشرف جو کوئی ایسی نظر رکھتا ہے کہ پردوں میں اس کے جمال کا مشاہدہ کر سکے تو وہ خدا کو دیکھ سکتا ہے لیکن نظر اس بارے میں مرگرداں رہے گی۔

جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ تے فرمایا ہے سمجھنا چاہیے کہ یہ بات سوائے اس کے ادراک نہیں ہے کہ عالم کثرت میں اس کا یہ نور بحسب ظہور و تجلی ہے بحسب حقیقت نہیں ہے اس لئے کہ اسکی حقیقت ذات کا ایک ادراک نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا احاطہ ہو سکتا ہے کبھی بھی نہ بحسب مجموعہ نہ بحسب تفصیل۔
حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ اگرچہ نسبت شہود کا ملکہ پیدا ہو جانے کو صوفیہ کرام وصول اور مشاہدہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو عروسِ دھول کے ناظر ہیں اور خورشیدِ ہائے حصول کے دیکھنے والے ہیں ان کا کچھ اور ہی مشرب ہے وہ یہ بات نہیں کہتے کہ ان کے مشرب کی وضاحت کے لیے عبارت کا دامن تنگ ہے اور نہ اشارات میں اس کو سمو سکتے ہیں اور نہ اس کا وزن کر سکتے ہیں۔

مثنوی

دیدن رخسار او اندر نقاب گر چہ دارد ذوق و شوقی بی حساب
یک در چشم شہود عارفان پردہ بر رخسار نمود بیگمان

سہ بے جانی میں بھی نکلیں ان کی پردہ داریاں : شمس وہ اتنے نمایاں ہیں کہ پنہاں ہو گئے

بلکہ ایشان را درین ذوق وصال ہست ذوقی دیگر از راہ کمال

ترجمہ: اس محبوب کے رخسار کا دیدار نقاب کے اندر اگر چہ بڑے ذوق و شوق کا حامل ہے۔ لیکن عارفوں کی نگاہ شہود میں اس کے رخساروں پر کوئی پردہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کو اس ذوق وصال میں ایک دوسرا ذوق از راہ کمال حاصل ہے۔

ہر چند کہ عارفوں کو دنیا کے کارخانہ معدوسی میں عروس زیبائنگار یعنی پردہ نگار کا شاہدہ حاصل ہے لیکن اس عروس زیبائنگار کے رخساروں پر جو ایک بانیک پردہ پڑا ہوا ہے وہ اس دنیا میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس لیے کہ اس کے اٹھنے کا وعدہ دار آخرت میں کیا گیا ہے۔ تاکہ مشاہدہ و رویت میں فرق باقی رہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر مشاہدہ کی تسلیت کامل تر ہوگی۔ پس اس دار امکان اور دار آخرت کی لطافت کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ اور یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے لو کشف الظلم لما زد دت یقیناً اگر یہ حجاب دور بھی ہو جائے تو یقیناً میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (اس کی ذات پر جیسا یقین اس وقت ہے اس وقت بھی رہے گا۔) اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع یقین میں تو کچھ زیادتی نہیں ہوگی۔ ہاں شوق و حصول اور ذوق حصول میں اضافہ ہوگا۔

حضرت قدوة الکبر انے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی دوستی السمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک نجلی کے وقت کسی صورت کا مشاہدہ کرے تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ تجلی ضروری ہے اور حق تعالیٰ کو اس صورت سے منزہ سمجھنا چاہیے۔ البتہ اس کو تجلی حق تعالیٰ جاننا چاہیے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے اخی انا اللہ کی آواز سنی تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ درخت جس سے یہ آواز آئی تھی خدا تھا تو ایسا کہنے والا کافر ہے اور کوئی یہ کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں فرمائی تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ پس تجلی ضروری کہ بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے اور ایسا ہی اعتقاد ضروری ہے اس روز جبکہ انہوں نے یہ بات فرمائی۔ اخی علی دوستی بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے علی دوستی کا یہ اقدہ اور جو کچھ انہوں نے اس وقت کہا بہت پسند آیا میں اس وقت درویشوں کے اعتقاد کی استقامت کے لیے اس کو بیان کرنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال ایک بار کل موجودات کی صورت میں تجلی فرمائی۔ علی دوستی نے اس کی تنزیہ اور تہنیں ان الفاظ میں بیان کرنی شروع کر دی جو صورت لفظی میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ادا کرائے تنزیہ و تہلیل اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے متعلق ان سے دریافت کیا کہ کیا تو نے مجھے دیکھا۔ علی دوستی نے جواب دیا نہیں اسے پردہ نگار! فرمایا کہ پھر یہ جو کچھ دیکھا یہ کیا تھا؟ علی دوستی نے کہا کہ یہ سب تیرے آثار و افعال اور صورت صفات تھے تیری ذات تمام چیزوں سے منزہ و پاک ہے۔ ان کا یہ جواب بارگاہ رب العزت میں بہت پسند کیا گیا۔

حضرت قدوة الکبر نے طوابع الشموس سے یہ بات نقل فرمائی کہ جب یہ بات محقق ہوگئی کہ بصارت بصیرت سے ہے اور اس سے قائم ہے اور کئی ادراک بھی بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ جیسے شعاع جو چراغ کی روشنی سے متعلق ہے اسی طرح بصارت کا تعلق بصیرت سے ہے پس کسی صورت کا دیدار بھی اس وقت تک ہے جب تک بصیرت، بصارت کے ساتھ ہے اور اس سے متعلق ہے۔ جب بصیرت کا تعلق حق سے ہو گیا اور وہ جس باقی سے متعلق ہوگئی اور اس کی طلب اس میں پیدا ہوگئی تو پھر یہ بصارت کہاں باقی رہی وہ تو رخصت ہو چکی کہ اثر بغیر اثر کے نہیں پایا جاتا جب بصیرت نہیں تو بصارت بھی نہیں۔ اس موقع پر بصارت خود بصیرت بن جاتی ہے۔ اور اس کا وصف اختیار کر لیتی ہے پھر وہ کسی صورت کو نہیں دیکھتی اور بصیرت میں حق جلوہ گر ہے۔ پس اب بصارت و بصیرت میں سوائے حق کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور جب بصیرت صفت حق بن گئی تو اب بصارت بصیرت بن کر نہ قبل دیکھتی ہے نہ بعد نہ واپس دیکھتی ہے نہ بائیں نہ اس کے فوق ہے نہ تحت ہے۔ اب نہ یہاں نہ نہایت تضاد باقی رہتی ہے اور نہ مشابہت اندازہ دین کا شکل میں آنا اب بس وہی جیسا کہ وہ ہے رہے گا۔ دھوکا دھولا دھوکا اس نسبت کا تعلق صرف کشف سے ہے کہ قوت ادراک یہاں بیکار ہے نہ تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ
اعاطہ نہیں کر سکتی اور وہ
اعاطہ کئے ہوئے ہے سب نگاہوں کا۔

یہاں غور کرو۔ دیکھو کہ بصیرت یہاں کار فرما ہے اور عقل اس کے ادراک سے بیکار رہے۔ بہر حال یہ بحث بہت طویل ہے۔ ہزاروں دفتر بھی بھر جائیں پھر بھی اس نکتہ رویت کو نہیں پاسکتے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث

رویت کے اقسام و انواع

شریف میں :

سیرت ربکم یوم القيامة کما ترون

المصر فی ليلة البدر۔

عارف کے لیے ایک انکشاف کامل ہے جس میں معارف غریبہ پر شبیدہ ہیں اور یہ بات معلوم ہوگی کہ توحید تین طرح کی ہے۔ یقین، مشاہدہ اور عیانی۔ یقین یعنی رویت یقینی، یہ جگہ مومنین کو حاصل ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ رویت حق تعالیٰ حقیقی ہے اور ہم اس کا دیدار کریں گے۔ یہ قسم عوام ہے۔ اور مشاہدہ یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے وہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی کرتے ہیں لیکن چشم دل کے ساتھ :

طوابع الشموس حضرت قاضی حمید الدین ناگر ری خلیفہ اجل حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اختیار ادب شمس قدس سرہ کی

تصنیف ہے۔ ۲ پ ۷ الانعام ۱۰۳

کاتھیر الٹ گزایا کہ وہ تھک کر دیکھ رہا ہے۔

اور رویت عیانی کا تعلق کل قیامت سے ہے کہ چشم سر سے اس کا دیدار کریں گے۔
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ وصول علم یقین ایسے صوفیہ کرام کو حاصل ہے جو صرف کامل ہی نہیں بلکہ کل
(کمال پر پہنچانے والے) ہیں۔ یہی وصول علم یقین رویت ہے۔

چنانچہ رسالہ غوثیہ میں ہے:

یا غوث من سالتی عن الرویت بعد العلم فهو محبوب لبعلم الرویت فمن ظن ان الرویت
غیر العلم فهو معذور

یا غوث حصول علم کے بعد جس نے مجھ سے رویت کے بارے میں دریافت کیا وہ علم رویت سے محبوب ہے جس نے
یہ سمجھا کہ رویت غیر علم ہے وہ معذور ہے۔

وصول کیا ہے؟ ایک موقع پر وصول کے بارے میں گفتگو ہونے لگی کہ وصول کیا ہے تو حضرت قدوة الکبر

نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ وصل کیا ہے
تو آپ نے جواب دیا کہ عطفین کو دور کر دے۔ تجھے وصل حاصل ہو جائے گا۔ یعنی درمیانات یا درخواست
کو ترک کر دے اس پر سائل نے سوال کیا کہ حضرت عطفان کیا ہیں؟ قال قام ذرة بین یدیکم فحبتکم عن اللہ
کہ ایک ذرہ تمہارے سامنے ایستادہ ہے پس وہ تمہارے لیے خدا سے حجاب بن گیا ہے۔ سائل نے پھر سوال
کیا فقال ما لتک الذرة قال الذی اذی العقبی کہ یہ ذرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ دنیا امد آخرت

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ لَمْ يَرْيِدِ الدُّنْيَا مَرَّ مَرَّتَيْنِ يَرْيِدِ
الْآخِرَةَ جَلَدًا
تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی
آخرت کو چاہتا تھا۔

پس ان میں اللہ کا طالب کون ہے۔ پھر شیخی نے فرمایا:

اذ قلت اللہ فہو اللہ و اذا سکت فہو
اللہ یا من ہ لا ہو سبھا فہو وحدہ
لا شریک لہ
جب تو نے کہا اللہ تو وہ اللہ ہی ہے اور جب تو خاموش رہا
تو بھی اللہ ہی ہے، اے وہ ذات جس کے سوا کچھ نہیں وہ
پاک اور واحد ہے۔

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے ان کو وہاں سے اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا وصول دو طرح پر ہے ایک تو وہ ہے جس کے بارے میں علمائے ظاہر فرماتے
ہیں کہ العلم باللہ وصول الیہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم باللہ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ہمک پہنچنے کا علم یہ ہے کہ جس نے اس کو جانا اور اس پر ایمان لایا گو یا وہ اس ہمک پہنچ گیا اور دوسری نوعیت وصول کی ہے جو موفیلے کرام بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ غیر سے الگ ہو جانا اور خدا سے عزوجل سے اتصال حاصل کرنا وصول ہے اس لئے کہ بندے اور خدا کے درمیان نہ آسمان، نہ زمین نہ پہاڑ نہ دریا نہ دشت نہ بیابان کوئی چیز بھی حجاب نہیں، سوائے اس کے کہ بندہ غیر کے ساتھ مشغول ہو۔

شعر

چون نماںد در دلت اغیار نام
پردہ از محبوب برخیزد و تمام
ترجمہ:- جب تیرے دل میں غیر کا نام باقی نہیں ہے گا تو اس محبوب کے رخ سے تمام پردے اٹھ جائیں گے۔
اس منزل پر سالک کو کمالی مشاہدہ اس درجہ مستغرق کر دیتا ہے کہ اس میں کسی غیر کو نہیں سنا جاسکتا۔
مصرع: انا من اهوئى ومن اهوئى انا
ترجمہ:- میں وہ ہوں جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں وہ میں ہی تو ہوں۔
سے اس مرتبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مثنوی

ہمدم گر از بردر وجود غرق گردد در دل بحسب شہود
دور دریا ہر دو با ہم گم شود ہمو جوئی کا خزان قلم شود
ترجمہ:- اگر کوئی ہمدم ایک دور وجود کے لیے بحر شہود کے اندر غرق ہو جائے تو اس وقت در اور دریا دونوں ایک ہو جائیں گے جس طرح ایک ہنر قلم میں گر کر خود قلم بن جاتی ہے
مومنوں کی رویت | جب یہ ذکر چھڑا کہ مومنوں کو رویت حق کس طرح ہوگی تو حضرت قدوة الکبرائے فرمایا مومنوں کی رویت کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ اصحاب سنت و جماعت اور باب دین و دیانت کی رائے اس سلسلہ میں مشہور ہے اور ان کا اعتقاد ظاہر ہے۔ اور اسلاف کرام کی کتب عقائد میں اس کی صراحت موجود ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلہ میں آئی ہے
و اذا نظروا الى الجمال طابوا اور جب اس کے جمال کا نظارہ کریں گے تو شادمان ہوں
و اذا نظروا الى الجلاله گئے اور جب اس کے جلال کا مشاہدہ کریں گے تو
زابوا پگھل جائیں گے۔

یعنی جو مومنین بہشت میں پہنچیں گے اور بہشت کو جو روغلاں سے آراستہ پیراستہ پائیں گے تو خوشی سے مست ہو جائیں گے اور اس کے بعد جمال حق کا نظارہ کریں گے تو بے حد و حساب طرب حاصل ہوگی۔ اور جب جلال حق پر نظر کریں گے تو ان میں گداز پیدا ہوگا

شعر

چشم شوخ تو خون من ریختہ بود

آہ از نہ لب تو دستگیرم بودی

ترجمہ ۱۔ تیری شوخ چشم نے میرا خون کر دیا ہے۔ آہ تیرے لبوں نے میری دستگیری نہ کی۔
کہ بہشت پگھلنے کی جگہ نہیں۔
قطعہ

چون جمال یار دیدہ آن زمان در طرب آیند از حشش نیاز

ور جمال او نماید ذرّہ نگر بود صد کوه آید در گداز

ترجمہ ۲۔ جب دوست کا جمال دیکھیں گے تو دوست کا حسن دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوں گے اگر اس کا جلال اپنا ایک ذرہ بھی بے نقاب کر دے تو اگر سو پہاڑ بھی ہوں گچھل جائیں۔

اس موقع پر شیخ غلام حسین نے عرض کیا کہ گداختن سے یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا یہ گداز حقیقی ہے یا اس کی کوئی تاویل ہے۔ حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ یہ گداختن حقیقی نہیں ہے۔ کہ جنت پگھلنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ گداختن سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جمال حق کا مشاہدہ کرے گا تو ان تمام چیزوں کو بھول جائے گا جو انہوں نے جنت میں دیکھی ہوں گی۔ اور اس وقت ان کو کوئی چیز یاد نہ رہے گی۔ اور وہ یہ خیال نہ کر سکیں گے کہ وہ چیز انہوں نے دیکھی ہے یا نہیں!

غزل

چہ معشوقی کہ ادرانیست ثانی

ز دیدار جمال کامرانی

بجنب صورت آن پر معانی

کہ تمثیلش بود از انس و جانی

نباشد پیش حسن جادوانی

کہ نبود از وجود خویش فانی

گلی چہیند کہ داند باغبانی

چہ بینند گلشن دیدار جانی

چو بینند عاشقان در روی معشوق

ز نمد خیمہ زمک خویش بیرون

جمال حور دارد کامرانی

بل از ہر دو جہان چیزی نباشد

اگر از نعمت کونین معروض

مگو از ناظران روی بانی

اشرف از گلشن دیدار آنکس

اگر نبود وجودش ہنجو زنگس

ترجمہ ۱۔ جب عاشقوں نے معشوق کے چہرے میں دیکھا۔ ایسا معشوق کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تو اپنے ملک سے باہر خیمہ زن ہو گئے، دیدار جمال کے کامران ہوئے۔ حور کا جمال کامرانی کا حامل ہے۔ جو اس پر معانی صورت میں ہے بلکہ دو جہاں میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو انس و جانی کی تمثیل ہو۔ اگر کونین کی نعمت بھی حاصل ہو جائے تو حسن جادوانی کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے باقی کا چہرہ دیکھنے والوں سے نہ کہو کہ اپنا وجود

فانی نہیں تھا۔ اس کے گلشن دیدار سے اشرف نے وہ پھول چنے جو باغبان جانتا ہے۔ اگر اس کا وجود زنگس کی طرح نہ ہوتا تو گلشن میں دیدار جانی کیسے کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:-

وَإِذَا سَأَلَ أَتَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا
وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝

اور جب تو وہاں (کسی طرف بھی) نظر اٹھائے نعمت ہی دیکھے اور بہت بڑی بادشاہت۔
منقول ہے کہ جب مومنین جمال حق کی پہلی نظر دیکھیں گے تو اس کے ذوق سے اتنی سال تک مست رہیں گے۔

بیت

جمال در نظر شوق ہم چمن باقی

گد اگر ہم عالم بددہند گداست

ترجمہ: در نظر شوق میں آرزوئے جمال اسی طرح باقی ہے اگر گدا کو تمام عالم بھی دے دیا جائے جب بھی وہ گدا گر رہے گا۔

اس موقع پر تاضی اشرف نے عرض کیا کہ جب مومنین حالی دیدار میں ہوں گے تو وہ ان چیزوں سے چمن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسے نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، حوروں سے مباشرت کرنا اور اس طرح کی دیگر لذتوں سے بہرہ یاب اور مخلوق ہوں گے یا نہیں؟ اس کا جواب ”معدن المعانی“ میں اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ تمام نعمتیں دو درجہ حالت میں ہوں گی لیکن یہ نعم دارین میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں کہ ہمیشہ کی لذتوں اور خواہشات لذت کے اعتبار سے دیدار خداوندی کل نعم کا دیکھنا ہے۔ یہ ایک نعمت نعم دارین کا جمع ہو جانا ہے کسی نے خوب کہا ہے:-

فرد

ہر چہ ہست از منظر حسن و جمال

محو گردد پیش حسن لایزال

(ہر چیز ہیں سب منظر حسن و جمال

ساختے ہیں جب وہ حسن لایزال)

اس اعتبار سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ حواس کی بہرہ مندی کے لیے تو ایک معدن ہے لیکن دل

کی لذت تو خدا نے عزوجل کے دیدار میں ہے۔

حضرت قدوة الکبرؒ فرماتے تھے کہ صوفیہ کرام کا طبقہ عالیہ اگرچہ جنت میں حورو و قصور کی طرف متوجہ اور ان کی لذتوں سے بہرہ یاب ہو گا لیکن ان کا ذوق و شوق عام مسلمانوں کے ذوق و شوق سے سوا ہو گا بلکہ وہ رویت الہی جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے حور عین کے نظارہ اور مندرجہ بالا محلات کے ملاحظہ سے حاصل کرینگے یہ نکتہ ہر طبیعت کے ادراک کے لائق نہیں ہے۔

قطعہ

کسی کو اینچنین ادراک باشد ز لذتہائی بشری پاک باشد
 بود ذوقی مراشان را بیدار کہ برتر از ہمہ ادراک باشد
 ترجمہ :- جب کسی کو ایسا دیدار میسر آجائے جو ادراک سے بالاتر ہے تو یقیناً بشری لذتوں کی کیا پڑا
 کرے گا۔ ذوق دیدار اسی کو ہو سکتا ہے جو تمام ادراک سے بلند بالا ہو۔
 حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ رویت کی لذت شوق کے اندازہ کے مطابق ہے جس مقدار کا کسی کو
 شوق ہوگا (اتنا ہی بہرہ یاب ہوگا) بعض کو دنیا سے شوق لے جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا کام ہے۔

قطعہ

روز محشر کہ من از خواب گراں برخیزم ہجو ز گس بجمالت نگران برخیزم
 گر در انجای شہیدان غمت را طلبند من بخون غرق کفن نعرہ زنان برخیزم
 ترجمہ :- جب روز محشر میں خواب گراں سے میں بیدار ہوں گا تو ز گس کی مانند تیرے جمال کو دیکھتا ہوا اٹھوں گا
 اور اگر وہاں تیرے غم کے شہیدوں کو طلب کریں گے (پکاریں گے) تو میں خون میں غرق کفن میں سے نعرہ
 مارتا ہوا اٹھوں گا۔

اور بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے آخرت میں یہ شوق عنایت فرما دے گا۔

حضرت قدوة الکبر سے فرمایا جب دوزخیوں سے اللہ تعالیٰ ماکشوا فرمائے گا (دیر تک انتظار کرو) تو اس
 خطاب کی لذت سے دوزخی عذاب کی وحشت اور دوزخ کی عقوبت کو بھول جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم
 نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا

یا غوث لا وحشت ولا حرقۃ فی النار بعد یا غوث دوزخیوں سے خطاب کے بعد آگ میں حرکت اور
 الخطاب لا اھلھا وحشت باقی نہیں رہے گی

ان کا رونا دھونا اور آہ و بکا کرنا فراق کے باعث تھا نہ کہ بوجہ عذاب۔

قطعہ

چو یوسف بر سر زندان گذر کرد خطابی کرد باز زندانیان ساز
 ز یاد شوق آن آواز زندان شدہ گلشن پر از گلہائی طنناز
 ترجمہ :- جب حضرت یوسف قید خانہ کی طرف سے گذرے اور قیدیوں سے مخاطب ہوئے تو قید خانہ کی یاد
 کے شوق میں رنگارنگ پھولوں سے مہکتا ہوا گلشن محسوس ہونے لگا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ جنب طالب کا دل آتش شوق کے دیدار سے جلتا ہے اور سالک کی جان یار

کی محبت کے شعلے سے جلنے لگتے ہیں تو اس وقت تشیل کے پانی سے اسکی اس آگ کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے اس لیے کہ عاشقوں کے لیے یہ لباس تشیل نہ ہر تو ان کا لباس حیات پارہ پارہ ہر جاتے۔

قطعہ

عاشقان را وصال دانی چیست یافتن راہ در باط مثال
ز انکہ وصل خدائی بی کم و کیف جز تمثال محال ہست محال
ترجمہ:- تمہیں معلوم ہے کہ عاشقوں کے لیے وصال کیا ہے؟ ان کا وصال یہ ہے کہ ان کو باط مثال کی طرف راستہ مل جائے اس لیے کہ اس ذات کا جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے تمام اغراض سے پاک ہے سوائے تمثیل کے وصال محال ہے محال۔

چنانچہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اضطراب و اشتیاق بہت زیادہ ہوا اور جدائی کی آگ حسد سے بڑھ گئی تو آپ کو معراج مثال کا عروج عطا کیا گیا۔ (معراج عطا ہوئی) اور آپ کے سر اقدس پر وصل کا تاج سجایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رایت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن
صورتہ شاب ادا مرحد زری قطط
میں نے اپنے رب کو لیلۃ المعراج میں ایک جوان ارشد
مرد لڑکے کی بہترین صورت میں دیکھا۔

اور اسرار مثال سے مطلع ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اور انوار مثال پر نظر رکھنا کبھی معمول کردار کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

ای برادر پائی در راہ مثال مشکل است و بہترین پندار حال
ہر کرا شاہ مثال یار داد بر سریر لایزال پانہاد
ترجمہ:- ملے دوست راہ مثال میں پاؤں رکھنا بہت مشکل ہے لیکن اسکو بہترین حال سمجھنا
چاہیئے۔ جس کسی کو شاہ مثال اپنے حضور میں بار یاب فرماتا ہے، گو یا اس نے لایزال تخت
پر اپنا قدم رکھ دیا۔

حضرت قدوة الکبر انے فرمایا کہ شیخ سہیل عبد اللہ تستری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اس عالم میں ایک تمثال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور وجود کو تمثیل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیکر کو تحفہ مرقضوی میں جلوہ نما فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَاءَ كُؤُوتِنَا إِلَهُ نُوْرٌ لَّهُ
بے شک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد پر نور کا سایہ نہ ہونا اسی بنا پر تھا کہ

شعر

سایہ نداری کہ تو نور ہی
رو کہ تو خود سایہ نور الہی

ترجمہ۔ چونکہ آپ ایک عظیم نور تھے اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا اور نور الہی کا سایہ کس طرح ہو سکتا تھا۔
بے شک آپ کا وجود مبارک آفتاب حقیقت کا پرتو تھا اور ظاہر ہے کہ پرتو کا سایہ نہیں ہوتا
مثنوی

بود ذاتش پرتو نور شید ذات تافتہ انوار او از شش جہات
لاحصرم نور خدا مند بود سایہ او انوار باہم ضد بود
ترجمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرانی نور شید ذات کا ایک پرتو تھی جس کے انوار شش جہات
سے تاباں تھے۔ بے شک خدا کا نور حقیقت محمدی میں تھا اس لیے اس کا سایہ نہ تھا کہ سایہ اور
نور تو باہم متفاو ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔
امام ابو بکر محمدیؒ فرماتے ہیں:

سرایت رب العزۃ علی صورۃ
النبی الاھی۔ میں نے خدا کو نبی الامی کی صورت
میں دیکھا۔

اور مجھے معلوم ہے کہ یہ ذات گرانی کرن ہے تر النبی الاھی کو سمجھ اور عندہ اہم الکتاب (اور اس کے پاس ام
الکتاب ہے) کو پڑھا اور سمجھ۔ اور یہ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم
کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یہی تمثیل ہے۔ یہ بطور تمثیل و تشبیہ نہیں ہے۔
حضرت قدوة الکبر انے حضرت مولانا رمی کے معارف سے یہ بات فرمائی کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ انسان دنیا
میں اس شخصیت سرمدی کے لائق اور دولت ابدی کے شایاں اس وقت بن سکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سفلی سے
گزر کر گلزار علوی میں پہنچ جائے جس طرح وہ پہلے لالہ زار علوی سے نکل کر اس کو ہمارے سفلی میں آیا تھا۔

قطعہ

اگر خواہی کہ بیسنی بار علوی ز سفلی برگذر و آثار علوی
کہ علوی روی علوی را بہر بند درین گلزار سفلی گل بچیند

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اکثر سالکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجاہدہ سے مشاہدہ
کا دروازہ کھول دیتا ہے اور بعض حضرات کو اس حالت میں کہ مسند نشین ریاست ہوتے اور صدر
بالش پر بیٹھے ہوتے ہیں اس عرصہ کا نظارہ میسر آ جاتا ہے۔ بہر حال وہ مستغنی ہے جیسا چاہے
کرے کسی کے لئے دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔

مثنوی

یکی پیمودہ راہ عشق بسیار بدیدہ تاجمال یار دلدار
 یکی در بزم عیش خود نشسته شراب وصل خوردہ با خجسته
 چنانچہ خواجہ مظفر سے منقول ہے کہ فرماتے تھے جو کچھ دوسرے لوگوں کو سمجھتے مراصل، خوشخوار جنگوں
 کر لے کر نے اور جاگداز دشت و دریاں رہنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ میں نے سروری اور حکومت کے
 تخت پر بیٹھ کر پایا۔ اصحاب رعوت ان بزرگ کے اس قول کو ایک دعویٰ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ایسا
 کہنا ان کے حال کا نقص تھا۔ نشان کمال نہیں تھا۔ ۵

بدستان راست ناید کار رستم
 ز زالی زشت آید زیب پرچم

ترجمہ :- عام لوگ رستم نہیں بن سکتے اور عورتوں کے ہاتھ میں پرچم زیب نہیں دیتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں بابا تنگر قلی جو قلمی ترک تھے اور دوسرے
 دوست علی جو از بک ترک تھے منازل سلوک طے کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان دونوں اصحاب کے حال
 کے مطابق ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ کار مقرر کیا گیا۔ تنگر قلی کو ذکر کے لئے ایک ایسا کمرہ عنایت کیا
 گیا جس میں اعلیٰ درجہ کا فرش تھا اور دوست علی کے لیے سونے کی ریاضت مقرر کی گئی۔ ہمارے بعض ساتھی اس موضوع
 پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مرشد حضرات حاذق اطباء کی مانند ہیں کہ وہ مرض کے مطابق ہی
 ادویہ سے کام لیتے ہیں۔ مثنوی

طبیان را نظر تیز است ای یار کہ دروہر کسی دانش ز نہار
 یکی از دروہر دیگر سودا بنالیند ہر دو پیش بیطار
 ز نظر تربیت فرمود شان را گلاب این را و آنرا نیند جادار

ترجمہ :- اے دوست جو طبیب ہیں ان کی نظر بہت تیز ہے اور وہ ہر ایک کی بیماری کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔
 ایسا نہیں ہوتا کہ دو شخص تھے ایک کے سر میں درد تھا اور دوسرا سودا کی بیماری میں مبتلا تھا یہ دونوں بجائی طبیب کے معالج
 حیوانات کے پاس پہنچ گئے، اس نے دونوں کے علاج کیلئے گلاب تجویز کر دیا (حالانکہ دونوں مرض ایک دوسرے کے متضاد ہیں)
 پس کچھ عرصہ کے بعد تنگر قلی حجرۂ تربیت سے فارغ ہو کر باہر آئے تو حضرت نے ترکی زبان میں پوچھا ”از حجرہ کو ردنگر“ تو
 انہوں نے کہا ”منی بنار پیکر اول کو رد و کیم ہیج کبشین عالم دار کو رسالہ تقاہی اور فی البدیہہ ترکی زبان میں یہ شعر پڑھا ہے
 شعر ترکی :-

کو رد و اول خورشید فی کم برجہ عالم ذرہ
 در اپچندم اول دیانی کم کم عرش پر سنگ قطرہ
 (اس سے آگے آخر تک ترکی عبارت ہے)

لطیفہ ۱۲

صوف و خرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی
اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض طاقبہ کا تذکرہ

(در بیان انواع لباس مشائخ از صوف و خرقہ و اشغال آن معنی ہر یک شرائط ارادت مرید مراد ذکر مقراض طاقبہ)

قال الاشرف:

الارادة دهي داعية مختلفة في الصدور مقدمة على الافعال-

ترجمہ:- حضرت اشرف جہانگیر سمانی فرماتے ہیں کہ ارادت ایک داعیہ ہے مختلف النوع جو لوگوں کے سینوں میں ہوتا ہے اور یہ افعال پر مقدم ہے۔

صحاب ارادت پر واضح ہو کہ جب عنایت ربانی کی ہوا فضا سے سجانی سے چنا شروع ہوتی ہے اور ربانے وعدہ سے شجرہ ایمانی پر رحمت صمدانی کی بارش شروع ہوتی ہے تو بارغ دل تر و تازہ ہو جاتا ہے اور نہال ایمان میں حرکت و جنبش ہونے لگتی ہے تو اس وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور دل میں طلب ارادت (مرید ہونے کی خواہش) پیدا ہوتی ہے اور انسان مبدا و معاد کی جستجو میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پس اس وقت بار عنایت ایزدی کے جھونکے اپنی آغوش میں لے کر کسی صاحب دل (مرشد) تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ وہ اس کو قبول فرمائے۔

شعر

گر تو سنگ صخر دف مرم شوی

چون بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ:- اگر تم سنگ خارہ ہو تو سنگ مرم ہو جاؤ گے۔ اگر کسی صاحب دل تک پہنچ جاؤ گے تو گوہر بن جاؤ گے۔ جب تم اس کی خدمت میں پہنچ جاؤ گے تو وہ شریعت کے حکمت خانہ سے تم کو شربت شفا پلائے گا اور طریقت کے درخشاں دف کی سمجھ مفرح کھلائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَسَنَزِلُّ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ

وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

یہ شرعی دوائیں امراض جسمانی میں اعتدال اور امراض سے مقابلہ کی قوت پیدا کرتی ہیں اور طبیعت نفسانی کے

قوی میں ہوائے روحانی کی جانب سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو امراض جہالت سودا میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

شعر

علاج علت سرسام عنابست و نیلوفر

تواز سیر و عدس جوئی ددائی اد زہی سودا

ترجمہ ۱۔ سرسام کا علاج تو رغاب اور نیلوفر سے کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے اس کو لہسن اور مسود کھلا رہا ہے۔ کیا پاگل بن ہے۔

حضرت تددۃ الکبرؑ نے فرمایا کہ مریدوں کا ادبیائے روزگار کی ارادت میں داخل ہونے اور زمانہ کے اصفا سے مستفید ہونے کا سرشتیہ یہ ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ۖ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

ایک دوسری آیت ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تفسیر قیامی میں لکھا ہے کہ الوسیلہ الی اللہ کے معنی فقرائے مشائخ کا تقرب ہے جیسا کہ سرور کوثرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من اراد ان یجلس مع الانبیاء فلیجلس

جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں

مع العلماء ومن اراد ان یجلس مع اللہ

بیٹھے ہیں اس کو چاہیے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے

فلیجلس مع الفقراء

اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے وہ فقراء کے ساتھ بیٹھے۔

اس ارشاد میں فقرائے مراد مشائخ ہیں کہ یہی حضرات خلافت کے صحرا میں ادھر ادھر پھرنے والوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور وادی جہل میں سرگرداں لوگوں کی ہدایت کرنے اور سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔ جب ارادت کا ان دلائل سے ثبوت ہم پہنچ گیا تو پھر بیعت بھی لازم و واجب ہو گئی۔ اس لیے کہ ارادت تو بیعت کے بغیر ایک بے بنیاد وعدہ ہے۔

شعر

چو برہم دست در یاران نباشد

یقین میدان کہ آن پیمان نباشد

ترجمہ ۱۔ جب تک یاروں کا ہاتھ یاد کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ یقین کہ لو کہ وہ ہمدرد پیمان نہیں ہے۔

اصحاب بیعت اور ارباب ارادت کی دلیل یہ آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ پ ۶ المائدہ ۳۵ ۲۔ پ ۲۶ الفتح ۱۰

www.maktabah.org

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں »
 اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر
 اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے بیعت توڑی تو اس
 کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا
 کیا جو اس نے اللہ سے کیا (تھا) تو مغرب اللہ
 اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا
 يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ
 أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ
 عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا
 عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيَهُ
 أَجْرًا عَظِيمًا ۝

اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے اس کا دوسرا نام شجرۃ البیاعہ بھی ہے۔
 حضرت قدوة الکبر انے فرمایا کہ ارادت دو طرح کی ہے » ارادت صوری اور ارادت معنوی » ارادت معنوی
 کے بارے میں تو کہا جا چکا ہے کہ وہ اس سلسلہ سلوک کا ایک فرض ہے اور اس درگاہ کے واجبات میں سے ہے
 اور ارادت ظاہری سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ استحسانِ مشائخ ہے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور
 متقدمین حضرات کے عہد میں سلسلہ بیعت اور سرمد انے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ بعد میں اس کو مستحسن سمجھا گیا البتہ فرقہ
 کا دینا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود تھا۔ تم کو معلوم ہو گا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرقہ مبارک
 حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا البتہ یہ بیعت قصور و حلق نہیں تھا۔ قصور و حلق اور بیعت کا قاعدہ
 حضرت سیدالطائف حنیفہ بغدادی قدس سرہ کے عہد سے شروع ہوا ان کی نسبت کسی ہدایت کا گمان ہو گزرتا نہیں
 کیا جاسکتا کہ وہ متقدمین کے پیشوا اور قدوة کا ملین تھے۔ جب تک ان کو صحیح نقل نہیں ملی ہوگی انہوں نے اس
 سلسلہ کو شروع نہیں کیا ہوگا۔ بایں ہمہ صحیح یہ بات ہے کہ ارادت کا تعلق اور بیعت کرنا رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مشائخ سے منقول اور ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ تک
 سلسلہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ ارادت صوری کا تعلق ایسے شخص سے اور ایسی ذات سے قائم
 کیا جائے جو خدا رسیدہ ہو اور بارگاہِ الہی میں برگزیدہ ہو۔

شعر

ارادت با کسی آری برادر کہ باشد ہجو مادر آب و آذر
 بگیر آن کف کہ در بحر ہوئی بگیرد دست توازن آشنائی

ترجمہ :- ارادت ایسے شخص سے قائم کرنا چاہیے جو ہماری طرح آگ اور پانی میں ہو۔ اس شخص کا ہاتھ پکڑ
 (بیعت کر) جو سمندر دل اور طوفانوں میں کبھی پہچان کر تیری دستگیری کرے۔

اور اس برگزیدہ شخص کا سلسلہ اجازت مسلسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بلا فصل پہنچا ہو۔ اگر اس کے سلسلہ اجازت میں کہیں سے خلل ہو (وہ سلسلہ درمیان میں کہیں سے ٹوٹا ہو) تو ایسے شخص سے بیعت نہیں کرنی چاہیے بلکہ جن کا سلسلہ اجازت صحیح ہے ان سے بیعت کرنا درست ہے اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرنا مناسب ہے خواہ وہ سرحد کمال تک نہ پہنچا ہو۔

حضرت شیخ خواجگی سے منقول ہے کہ ایسے خلفاء سے جن کا سلسلہ ارادت ان مشائخ تک پہنچتا ہے بیعت کرنا زیادہ درست ہے اور دوسروں کو ان کے احوال پر چھوڑ دے۔ ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ شیخ حارث محاسبی، سید الطائفہ جنید، شیخ ابو محمد رویم، شیخ ابو العباس ابن عطاء، شیخ عمرو عثمان مکی قدس اللہ اسرارہم (ان حضرات کے سلسلہ کے خلفاء سے بیعت کرنا زیادہ بہتر ہے) اس فقیر کے خیال میں ایسے سلسلہ میں بیعت کرنا اچھا ہے جن کا تعلق ان چودہ مشہور خانوادوں سے ہے اور ان کی اقتداراہم ہے۔ ان کے علاوہ ان سلسلوں میں بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔ جن کا سلسلہ ائمہ سادات تک پہنچتا ہے یہ پسندیدہ اور مناسب ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت قدوة الکبر انے فرمایا کہ سلسلہ صحیح میں بیعت کرنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اگر خدا نخواستہ ان واسطوں کے درمیان بیعت کرنے والے شخص کا پیر اس کی استمداد کی اہلیت نہیں رکھتا ہے تو اس سلسلہ میں انتہا تک کوئی نہ کوئی پیر یا ضرور ہوگا جو اس کی فریاد کو پہنچے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک شخص کو موت کے دقت ایک مشکل مرحلہ سے دوچار ہونا پڑا اس نے اپنے پیر کی طرف توجہ کی لیکن وہ پیر اس مشکل کو حل نہ کر سکا تو اس نے اپنے پیر کی طرف رجوع کیا لیکن اس کے پیر سے بھی وہ مشکل مسئلہ حل نہ ہو سکا تو انہوں نے اپنے پیر سے رجوع کیا اور اس طرح سلسلہ بسلسلہ ہر ایک اپنے پیر کی روحانیت سے رجوع کرتا رہتا تا انیکہ روح مقدس و پر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ پہنچا اور سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس نے اس مرید کی دستگیری فرمائی اور اس کی مشکل کو حل فرما دیا۔ (آپ کی ذات گرامی کو نبین کے غم کو دور کرنے والی ہے) اسی طرح جب کہیں اصحاب طریقت کی راہ میں کوئی دشواری طاری ہوتی ہے تو پیر اس کی مدد فرماتا ہے۔ اور اگر وہ پیر مدد نہیں کر سکتا تو پھر اس کا پیر مدد کرتا ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر توبہ کی راہ میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے تو بے شک اس کی مدد اس کا پیر کرتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور اگر وہ مدد نہیں کر سکتا تو پھر وہ مدد کرتا ہے جو اس سے بلند ہے یعنی اس کا پیر ہے اور اگر اس سے بھی اس مشکل کا حل ممکن نہیں ہوتا تو پھر یہ سلسلہ سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مدد فرماتے ہیں:

مثنوی

ہر کہ درین سلسلہ خاندان دست زدہ واصل جانانہ دان

رست ازین سلسلہ روزگار سلسلہ یافت ز زلف نگار
گرچہ درین سلسلہ حلقہ ست بود، ایسج سخن فرقہ
زانکہ سر حلقہ او محکم است کش بود آویختہ عالم کم است

ترجمہ :- جو کوئی اس سلسلہ خاندان سے وابستہ ہو گیا سمجھ لو کہ واصل جانا نہ ہو گیا یعنی مجرب حقیقی تک پہنچ گیا جس کے ہاتھ میں اس محبوب کی زلف آگئی وہ اس سلسلہ روزگار سے آزاد ہو گیا۔ اس سلسلہ زنجیر میں کوئی کڑی کمزور بھی ہو تو پرواہ نہیں ہے۔ کچھ فرق نہ سمجھو کہ اس زنجیر کا سرا اور پہلی کڑی تو بہت مضبوط ہے وہ پہلی کڑی ایسی ہے کہ اس سے تمام عالم بھی وابستہ ہو تو بھی بہت کم ہے۔ وہ اس سے زیادہ وزن کی متحمل ہو سکتی ہے۔

شرائط بیعت حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ یہ سلسلہ وسائل مشائخ (مشائخ کے واسطوں کا سلسلہ) حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے تا انیدم (ہمارے زمانہ تک) بہت طویل ہے۔ اور اس سے یہ راہ سلوک و طریقت بہت روشن ہو گئی ہے اور اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت انبی علی مصری سے منقول ہے کہ اکابر کے واسطہ اور مشائخ کے سلسلے درمیان میں جس قدر زیادہ ہوں گے اتنی ہی یہ راہ روشن ہوگی اور اسی قدر فوائد حاصل ہوں گے۔ اور راہ سلوک آسان ہوگی۔ احادیث شریفہ کے سلسلہ میں اس کے برعکس ہے کہ جس احادیث کی اسناد میں جس قدر وسائل کم ہوں گے اتنی ہی وہ حدیث معتبر ہوگی اور صحیح تر ہوگی۔ جیسا کہ صحابہ کرام نے فرمایا ہے کہ وسائل جس قدر زیادہ ہوں گے اتنا ہی تغیر کا احتمال زیادہ ہوگا۔ اس کے خلاف جس قدر خرقے زیادہ اور نور مشائخ سے نسبت زیادہ ہوگی اتنا ہی راستہ زیادہ روشن ہوگا۔

مثنوی

گرچہ شہر شکر سیارہ سر میکند از راہ لطف خود گذر
لیک فوجی کہ در سرحد بود از جماعت بیشتر دارد نظر
ترجمہ :- اگرچہ بادشاہ شکر سیارہ سر پر اپنے لطف و کرم سے گزرتا ہے لیکن وہ فوجی جو سرحد پر کھڑا ہے جماعت سے زیادہ نظر رکھتا ہے۔

حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ بیعت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی۔ جب تک شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے اور سر پر تینہ نہ چلائی جائے۔ (بال نہ کترے جائیں) اور شیخ سے خرقہ نہ پائے اگرچہ مقررین اور خرقہ کو لازمی شرائط میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سلسلہ صوفیہ میں اس کا استعمال اس کثرت سے ہوا ہے کہ اب اس کو کوئی ترک نہیں کرتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے منقول ہے کہ مرید اس وقت تک کامل مرید نہیں بن سکتا جب تک شیخ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے اور اس کے بال نہ کاٹے جائیں اور اس کو شیخ خرقہ عطا نہ فرمائے۔ خرقہ سے مراد ٹوپی اور ایک چادر یا کپڑا ہے۔ حضرت قدوة الکبریٰ نے تقریباً ان الفاظ

میں فرمایا کہ حضرت شیخ احمد کنبوہ حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طاقیہ کی درخواست کی حضرت نے ان کو طاقیہ دکلاہ جو عمامہ کے نیچے پہنا جاتا ہے (عنایت فرمادیا اور بیعت نہیں کی۔ جب حضرت شیخ نظام الدین نے سفر آخرت اختیار فرمایا تو شیخ احمد حضرت شیخ نصیر الدین (چراغ دہلی) کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا بس وہی کافی ہے اس وقت جو صوفی حضرات وہاں موجود تھے۔ آپس میں بحث کرنے لگے کہ ان کو جو طاقیہ ملا ہے وہ محض تبرک ہے بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہوتی۔ (یعنی شیخ احمد مرید نہیں ہیں) حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا۔ پھر دہلی کے اکابر اور دوسرے مکاتب صوفیہ سے اس سلسلہ میں رجوع کیا گیا۔ چنانچہ اس استفسار اور حضرات صوفیہ کی تصانیف و رسائل کے مطالعہ اور چھان بین کے بعد یہی بات قرار پائی کہ "بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہے" پس وہ کلاہ جو شیخ احمد کو دی گئی ہے وہ محض تبرک ہوگی۔

حضرت شیخ ابوالسحاق جب شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہ کے مرید ہوئے تو صرف بیعت کی ذخرۃ کلاہ حاصل نہیں کیا، لیکن مقرض اور ذخرۃ بھی اہم امر میں سے ہے اور بعض ارباب تصرف اور مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ بیعت ان تین چیزوں کا نام ہے اول مقرض یعنی سرنڈ وانا یا بال کتروانا دوم پیرا ہمبر کا اقرار سوم پیر سے فرقہ حاصل کرنا۔ کم ہو یا نہ زیادہ (یعنی فرقہ کے پڑے کم ہوں یا زیادہ ہوں) بعض مشائخ نے یہ بھی کہا ہے کہ سر کے صرف تین بال دو سیدھی طرف سے کہ علق کو نین سے قطع تعلق کی جانب اشارہ ہے کاٹ لینا چاہیئے اور ایک بال بائیں طرف سے جس سے دو دیگر سے قطع تعلق کی طرف اشارہ ہے حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ بال لینے کے سلسلہ میں تعداد کا تعین کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن معمول یہ رہا ہے کہ مرید کے سر سے تین بال کاٹ لیتے ہیں اور اس سلسلہ میں قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ طالب و مطلوب کے درمیان جو کثیف ترین پردے ہیں وہ یہ تین ہیں۔ اول علق جو طاعت و عبادت میں حجاب بنتا ہے دوم دنیا جو آخرت کا حجاب ہے سوم عقبی جو حجاب مولا ہے پس جب مرید کے یہ تین بال لیے جاتے ہیں تو اس سے مراد ان تمام حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ بعض مشائخ بجائے تین بالوں کے چار بال لیتے ہیں ایک بال پیشانی سے اور ایک ایک دائیں بائیں سے اور ایک گدی کی طرف سے ان چار بالوں کے قطع کرنے سے بھی انہی چار حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ تین حجابات تو مذکور ہو چکے جو حقا حجاب نفس ہے یا اس سے مراد چار ترک کر نین ہے (یعنی کو نین کو بالکل ترک کر دینا اس کے تمام لوازم کے ساتھ)

مثنوی

چار تار یار کی گیسری بسر
پردہ را آنگہ ز دل آغز کن
گر نمائی گوش نفس خویش باز
بشنوی از نغمہ ہر موی زنگ

تانبہری چار تار موی سر
چار تار عشق گیر و ساز کن
چار تار یار کی آید باز
چار تار یار گر آید بچنگ

ترجمہ :- جب تک تو سر کے یہ چار بال نہیں کاٹے گا تو دوست کے چار تار تجھے میسر نہیں آسکیں گے۔ پس عشق کے ان چار تاروں کو حاصل کر کے اس سے چار تارہ بنا لے اور چار تارہ پر اپنا راگ چھیڑ دے۔ لیکن دوست کا یہ چار تارہ (ساز) اس وقت تک نہیں چھیڑ سکتا جب تک تو اپنے نفس کی گوشمالی نہیں کرے گا۔ جب دوست کا یہ چار تارہ چھیڑ جائے گا تو اس کے ہر تار سے "رنگ" کا نغمہ پیدا ہوگا۔

مقراض کی ابتداء کا ذکر

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں جب کوئی پیدا ہوتا تو آپ اس کو کسی نہ کسی کسب میں مشغول فرما دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے یہاں شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ابتداً اُسے عربی سے حضرت شیث (علیہ السلام) کی عادت یہ تھی کہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ رہتے اور زمانہ کی پابندیوں سے خود کو آزاد رکھتے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اس طرف راغب پایا تو سوچ میں پڑ گئے کہ ان کو کس کسب میں مشغول کروں وہ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا شیث صوفی (شیث صوفی ہے) اس کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کو خلوت میں بیٹھا دیا گیا۔ ان کی خلوت نشینی کا ہر طرف شہر ہو گیا اور پھر یہ شہرت اس درجہ پر پہنچ گئی کہ وہ مرجع خلافت بن گئے لوگ آپ کی زیارت کے لیے لڑتے پڑتے تھے اور آپ سے فوائد حاصل کرتے تھے جب لوگوں کا آنا جانا اس طرح حد سے بڑھ گیا تو جبریل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور حضرت شیث علیہ السلام کو مقراض دی اور کہا اب جو کوئی محبت اور دوستی کا تعلق تم سے پیدا کرنا چاہے اس تینپنی سے اس کے سر کے بال کاٹ لینا تا کہ تمہارے اور اس کے درمیان اتحاد کی علامت بن جائے۔

مثنوی

کسی کو درجہاں خلوت نشین بشد درادجمع اصناف دین شد
وگرچون موی حکمش بر سر آمد کہ گیرد موی فرق کش در آمد
گرفتہ موی از فرق خلایق کہ مشرگشت بر قطع خلایق

ترجمہ :- جب کوئی خلوت نشین ہو جاتا ہے تو اس کے مجمع میں دین کو اضافہ ہوتا ہے اور جو کوئی اس کے حکم کے بال سر پر رکھ لیتا ہے یعنی حکم مان لیتا ہے تو سر کے بال اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ خلایق کے سر سے بال اتار کر ثابت کیا جاتا ہے کہ قطع خلایق کیا گیا ہے۔

مقراض قطع کا لہ ہے یعنی پیر مرید کو اس مقراض کے ذریعہ غیر سے منقطع کر دیتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعض اوقات تین بال سیدھی طرف کے اور کبھی بائیں طرف کے اور کبھی پیشانی سے کاٹ لیتے تھے یہی سلطان المشائخ کا معمول تھا۔ لیکن اگر امراء و سلاطین حلقہ ارادت میں داخل ہوں تو بجائے سر کے بالوں کے ان کی موچوں کے بال لیے جائیں۔ یہی اولیٰ ہے اور ان کے گلے میں دستار ڈال دی جائے۔ جس سے

یہ ظاہر ہو کہ یہ بندہ گنہگار جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا تھا۔ اب اس کی بارگاہ میں رخصت کاروں کی طرح حاضر ہو رہا ہے اور اپنے نفس کی گردن کو شریعت کی قید میں مقید کر رہا ہے اور اب باری تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ کی پناہ کا خواہاں ہے اس طرح شرف نفس اور شیاطین سے پناہ طلب کرتا ہے۔

مثنوی

گزید بندہ گر از خداوند بصر اسر نہد ز آرام گاہی
چو خواهد آمدن بر خواجہ خویش بصاحب دولتی جوید پناہی
رسن در گردن اندازد بیارد بہ پیش خواجہ و خواهد گواہی

ترجمہ :- جو بندہ خداوند کریم سے گریز کرتا ہو وہ اپنا سر صحران کی آرامگاہ میں رکھتا ہے لیکن اگر وہ اپنے خواجہ و آقا کے حضور آنا چاہے تو پیر و مرشد کے ہاں پناہ حاصل کرے۔ گلے میں رسی ڈال کر آئے اور اپنے خواجہ کے سامنے توبہ کرے اور گواہی دے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ مرید کے سر پر کلاہ چار ترکہ رکھی جائے اس کلاہ میں تکرہ ہو ناچاہیے کہ یہ تکرہ اشارہ ہے اس نقطہ وحدت کی طرف یعنی چار چیزوں کو ترک کر کے وہ نقطہ وحدت پر آگیا ہے اور اپنے ایمان ثابتہ کے نقطہ نظر پر پہنچ گیا ہے اور یہ بات مرید منتہی کے منصب اور مرتبہ سے نسبت رکھتی ہے کہ وہی اس کا اہل ہے اگر مرید قابل سعادت اور افادت کے لائق ہے تو اس کو اپنی کلاہ عنایت فرما دے ورنہ عام صورت میں اپنے سرے مس کر کے اس کو اڑھا دے اور وہ مرید شیخ کے تمام اصحاب اور حاضرین مجلس سے مصافحہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دو گانہ ادا کرے۔ یہ شکرانہ اس سلسلہ میں ہے کہ اس کو توبہ کی دولت حاصل ہوئی اور شیخ کی دست بوسی کی نعمت میسر آئی اگر مرید اس لائق ہے کہ وحدت کا کام (کار وحدت) کر سکتا ہے تو اس کے مناسب حال کوئی خدمت اس کے سپرد کر دی جائے۔ اور اگر وہ شیخ کے ہاتھ پر صرف توبہ ہی کرنا چاہتا تھا اور بیعت سے اس کا مقصد صرف توبہ کرنا تھا تو یہ بھی ایک گرانا یہ اور عظیم سعادت ہے اور بہت ہی خوشگوار دولت ہے۔

شعر

سری باید کہ پوشد تاج دولت
بری شاید کہ بیند زیب و شمت

ترجمہ :- تاج دولت پہننے کے لئے موزوں اور مناسب سر ہونا چاہیے اور زیب و شمت کے لئے مناسب جسم درکار ہے۔

عجب کوئی مرید ارادت کے لیے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ارادت کا نام لیتا تھا تو حضرت اس سے بہت بچتے تھے اور آپ کے چہرہ کارنگ بدل جاتا تھا اور فرماتے تھے آج کل مرید کہاں ہے

اگر کوئی مرید تھا تو حلقہ مریدان جہاں کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور پیروں اور مرشدوں کے سردار سردار کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور ان کے بعد چند اور دوسرے حضرات متقدمین میں تھے۔ جو ارادت کی حدود تک پہنچے تھے چونکہ آپ کے خدام عظام نے آپ کے زبان سے مستعد و بار یہ بات سنی تھی اس لیے جیب کوئی طالب ارادت خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو اس کو سمجھا دیا جاتا تھا کہ ارادت کے بجائے توبہ کی اتماس کرے۔ جب آپ کے گوش مبارک میں توبہ کا نام پہنچتا تو آپ حد درجہ سرد ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسے بھائی آؤ۔ آؤ۔ ہم تم مل کر توبہ کریں اور ہم تم کو نہ مخرعیاں میں غرقاب ہیں توبہ کر کے ساحل بخشش تک پہنچ جائیں جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ) نے کہا ہے۔

شعر

نبال بلبیل اگر بامنت سر یار یست
کہ مادو عاشق زاریم و کار یار یست

(آئندہ یس کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل)
فرماتے تھے کہ اس بیعت میں ایک فائدہ اصل اور سرمایہ کل یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس طرح ایک مغفور کا ہاتھ اس وسیلہ سے حاصل ہو جائے جو ایک بدکار کی مغفرت اور ایک زشت کار کی آمرزش کا موجب بن جائے۔

شعر

چہ بہتہ - زین کہ از ایصال دستی
بدست اگر د سعادت نیکی جیتی

ترجمہ :- کتنا اچھا ہے کہ ایسے ہاتھ سے ایصال کے نتیجے میں نیک نیتی کی سعادت ہاتھ آجائے۔
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے مرید اس زمانہ کے پیروں سے اچھے ہیں کیونکہ مرید کا بیعت سے مقصود دین کا استفادہ ہے (حصول دین ہے) اور بیشتر پیروں کا مقصود مرید کرنے سے اس کین دنیا کا حصول ہے اور فرق صاف ظاہر ہے۔ (کہ دونوں میں کون بہتر ہے)۔

حضرت قدوة الکبرؒ نے ارشاد فرمایا کہ کلاہ سرسوائے مرید قابل کے اور اپنا خرقہ جو مرید کامل کے کسی اور کو نہیں دینا چاہیے کیونکہ تاج شاہی کی قدر و قیمت اور شاہی خلعت کے اسرار ہر بے سرو پاکی سمجھ میں نہیں آسکتے۔

شعر

نباشد ہر سری در خور و تاجی
نیابد ہر بری زیب و داجی

ترجمہ :- ہر ایک سرتاج کے قابل نہیں ہوتا اور ہر ایک جسم پر قبا خوبصورت نہیں معلوم ہوتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوانی کا بیان ہے کہ جب میں مصر سے نکل کر بغداد پہنچا تو وہ طاقیہ جو شیخ نور الدین عبدالرحمن اسفہانی نے مجھے عطا کی تھی اور بہت سے اکابر کے سر پر رہ چکی تھی۔ میرے پاس تھی۔ بغداد میں میری ملاقات پیر تاج گیلانی سے ہوئی انہوں نے یہ طاقیہ مجھ سے طلب کی۔ چنانچہ حبیب کہ فقیروں اور درویشوں کا دستور ہے (کہ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے) میں نے وہ طاقیہ ان کو دے دی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ طاقیہ مجھ سے فریاد کر رہی ہے اور ان بزرگوں کے نام بتا رہی ہے جن کے سروں پر وہ رہی تھی کہ میں فلاں کے سر پر رہی ہوں اور فلاں بزرگ نے مجھے استعمال کیا ہے اور آج تم نے مجھے مٹے نوش کے سر پر رکھ دیا جو ہر وقت شراب نوشی میں مشغول رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے ایک مرید کو ساتھ لے کر اس طاقیہ کو حاصل کرنے کے لیے نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس وقت مینانہ میں ہے اور شراب پینے میں مشغول ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں کرہ میں ہے جب اس کرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بدمست پڑا ہوا ہے اور وہ طاقیہ اس کے سر پر موجود ہے۔ میرے ہنسی نے کہا آپ باہر چلیں میں ٹوپی کو اس کے سر سے اتار کر لانا ہوں۔ میں باہر چلا آیا، چنانچہ میرے ہمراہی نے وہ طاقیہ اس کے سر سے اتار لی اور کرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور طاقیہ لے کر میرے پاس آیا کہتے ہیں کہ آخر میں اس کو ایک ایسی دوا پینے کو مل گئی (کسی پر کی نظر اس پر پڑ گئی) کہ تین روز تک مدد ہوش پڑا رہا۔ عالم غیبت میں رہا۔ جب عالم غیبت سے ہوش میں آیا تو ایک سال تک مطلقاً کسی سے بات نہیں کی اگرچہ اس نے اس تاج کرامت کی قدر نہیں کی۔ لیکن پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ مل گیا۔

مثنوی

گلی کر دوست آید چون نبوی رساند بوئی خود از نیکی خوی
کسی کش از دماغ پاک بوید ز گلزار دو عالم دست شوید
ترجمہ :- وہ پھول جو دوست سے حاصل ہوا ہے اگر تو اس کو نہیں سونگھتا پھر بھی وہ اپنی نیک خوئی سے تجھے اپنی خوشبو پہنچائے گا اور جو کوئی پاکیزہ دماغ کے ساتھ اس کو سونگھ لے گا تو پھر دونوں عالم کے باغ اس کے لئے بے کار ہیں۔

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا کہ حقیقت کے اشغال کی طلب اپنے پیروں سے کرنا چاہیے اور راہ سلوک کی راہنمائی اسی سے حاصل کرنا چاہیے۔ البتہ اگر پیرو معذور ہوں نقدان حال کی وجہ سے یا مرید اور شیخ کے درمیان بعد سنت ہو یا راستہ طے کرنا دشوار ہو یا پیر کا دھال ہو گیا ہو تو دوسرے پیر کی طلب کی جاسکتی ہے لیکن ادنیٰ اور انسب یہی ہے کہ پیر بیعت و ارشاد ایک ہی ہو۔ خود پیر کی رضامندی حاصل کر کے دوسرے شیخ کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔ بعض حضرات نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ ہم لطیفہ آداب میں بیان کر چکے ہیں۔

قطعہ

خدا ایک دل نہادہ در سروتن کہ بر یک یار بندی دل بہنبار

نہ بہر آنکہ دل صد پارہ سازی دہی ہر پارہ از بہر صد یار
ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے سروتین کے ساتھ ایک ہی دل عطا فرمایا ہے تاکہ تم ایک ہی دوست سے دل کر لگاؤ
دل اس لیے نہیں ہے کہ اس کے ٹکڑے کر کے سو یاروں میں ایک ایک ٹکڑا تقسیم کر دو۔
ہر چہ کہ شیوخ نامدار اور اکابر روزگار میں یہ مقولہ مشہور رہا ہے کہ ”ارادت یکجا و نعت صد جا“ لیکن ان لوگوں
کو ایسے لوگوں سے کیا نسبت جن کو شیخ اول ہی سے دولت حاصل ہوئی ہے اور اسی کے توسط سے دولت
آخری سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔

شعر

چہ نسبت در میان این و آنست
کہ فرقی از زمین تا آسمانست

ترجمہ: ان کے اور ان کے درمیان کیا نسبت، کیونکہ ان کے مابین تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔
بایں ہمہ مشائخ روزگار نے متعدد اکابر سے بھی کسب فیض کیا ہے جیسا کہ حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے ہیں
کہ مجھے ۱۱ مشائخ سے یہ نعمت ارشاد حاصل ہوئی ہے اور طائفہ صوفیہ میں سے خواہ دور یا نزدیک جس کسی کے بارے
میں یہ سنا گیا کہ صاحبِ بصیرت ہے میں نے اس کی صحبت حاصل کی ہے اور شرف دیدار حاصل کیا لیکن ان
تمام فیوض و برکات کو میں نے حضرت مخدومی شیخ علاؤ الدین گنج نبات قدس سرہ کا طفیل سمجھا اور ان ہی کی
دولت و سعادت کا ایک حصہ جانا ہے

قطعہ

کرم از از ہمائی استخوانی رسیدہ از طفیل شاہ باز است

خورد گرتش نہ از جوی آبئی ز دریا دیدہ اوزان جان نواز است

ترجمہ: ہما کی ہڈیوں کو جو برابر کرم پہنچا وہ شاہ باز کے طفیل سے پہنچا ہے۔ پیاسے نے اگر نہر سے پانی پیا
تو یہ اس جان نواز دریا کا ہی پانی ہے۔

خدا کی قسم اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے اور ہر زبان کو ہزاروں بیان مل جائیں تب بھی میں اپنی
اس دولت سربدی اور حشمت ابدی کا ذرا سا بھی شکرانہ ادا نہ کر سکوں۔

ہر سر موگر زبان گردد ہر زبان در خور بیان گردد

سرموی بیان شکرانہ نتوانم چو صد لسان گردد

الحمد للہ ان تمام مشائخ سے ہم نے فرزند عزیز نور العین کے لئے دولت حاصل کی ہے اور ان سب حضرات
نے ان کے حق میں دُعا کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ مشائخ روزگار سے منقول اور صوفیہ نامدار کا معمول ہے کہ جب انہوں نے

اپنے کسی مرید کی پرواز کی صلاحیت کو غیر معمول پایا ہے تو انہوں نے خود دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے تاکہ وہ (دوسرا شیخ) اس مرید کو سیر و سلوک کی انتہا تک پہنچا دے جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت شیخ طہ حضرت شیخ اسماعیل سمنانی کی خدمت میں منازل سلوک طے کر رہے تھے اور بہت سی منازل طریقت کو ان کی خدمت میں رہ کر قطع کر لیا تھا۔ لیکن جب شیخ اسماعیلؒ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ طہ کا ظرف قابلیت بہت وسیع ہے قرآن کو سنے کہ حضرت قدوة الکبرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی بہت زیادہ سفارش کی اور کہا کہ آپ شیخ طہ کی تربیت میں کبھی بھی دریغ نہ فرمائیں گے اور میری یہی آخری گزارش ہے حضرت قدوة الکبرؒ نے حضرت شیخ اسماعیلؒ کے ارشاد کے بموجب شیخ طہ کی تربیت میں بھرپور کوشش فرمائی حضرت فرمایا کرتے تھے کہ فرزند طہ سمنان کی یادگار ہے یہ گوہر نفیس مجھے سمنان کے معدن لطیف سے ہاتھ آیا ہے لہذا اس کی پرداخت اور تربیت میں کوئی کوتاہی میں نے نہیں کی ہے۔

مثنوی

کسی کو را با حسان یار جانی فرستاد دل و جان ارمنانی
بیاید داشتن از نیک خوئی بہ نیکو تر مکان از تازہ ردئی

ترجمہ: جب کوئی کسی کو دوست جانی دل و جان سے تحفہ دیتا ہے تو اسے نیک خوئی سے لپھے مکان میں تازہ ردئی کے ساتھ رکھنا چاہیے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ محمد بابا ساسی قدس سرہ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو حضرت میر کلال قدس سرہ کے سپرد فرماتے ہوئے ارشاد کیا تھا کہ میرے اس فرزند بہاء الدین کی تربیت اور شفقت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا اگر تم نے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی کی تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔

حضرت میر کلال نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں مرد نہیں اگر میں خواجہ کی اس وصیت میں ذرا بھی کوتاہی کروں۔ جب حضرت خواجہ بہاء الدین جوان ہوئے تو حضرت میر کلال نے حضرت خواجہ محمد ساسی کے ارشاد کے بموجب ان کی بھرپور تربیت فرمائی اور ایک دن مجمع عام میں خواجہ بہاء الدین نقشبند کو طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے فرزند بہاء الدین میں نے حضرت خواجہ محمد بابا ساسی کی وصیت اور ان کے ارشاد کو تمہارے حق میں پورا کر دیا اس کے بعد اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اپنی چھاتیوں کو تمہارے لیے خشک کر دیا جو کچھ میرے سینہ میں موجود تھا تم کو پہنچا دیا، اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے باہر آگیا ہے (بشریت کی غفلت تمہارے وجود سے نکل چکی ہے) چونکہ تمہارا مرغ بہت بلند پرواز ہے اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں جہاں کی خوشبو بسی ہے خواہ وہ ترک میں ہو یا تاجیک میں وہاں سے مزید رشد و ہدایت حاصل کرو اور اس حصول میں ذرا بھی دریغ نہ کرنا۔ یعنی

اب تم کو کسی اور مرشد سے رجوع کرنا چاہیے میرے پاس جو کچھ دولت طریقت تھی وہ میں نے تم کو دے دی چنانچہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند ترک مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ قسّم کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے۔ اس کے بعد سمنان تشریف لائے اور سمنان میں شیخ علاء الدین سمنانی کے ایک خلیفہ کی خدمت میں رہ کر کسب فیض فرمایا۔ حضرت قدوة الکبر افرماتے تھے کہ شیخ کے حضور میں پہنچ کر ارادت حاصل کرنا اور بیعت سے پرہیز مند ہونا کچھ اور ہی بات ہے (یعنی بہتر اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کرے اور حلقہ ارادت میں شامل ہو) لیکن اکثر بزرگوں اور حضرات شیعہ نے دور دراز جگہوں سے دوسرے مقامات پر کلاہ ارادت بھی ہے (ایسا بھی ہوا ہے کہ شیخ اور مرید کے درمیان بعد مہافت ہے اور مرید نے خواہش کی ہے۔ چنانچہ شیخ نے اس کو کلاہ ارادت وہاں سے بھیج دی ہے) اور باوجود دوری کے خرقہ اجازت سے بھی نامزد کر دیا ہے طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش طریقت کی تکمیل اور تعلیم تصرف کی دولت جب حضرت شیخ الشیوخ (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) سے حاصل کر چکے اور شیراز واپس ہوئے تو شیخ الشیوخ نے شیخ نجیب الدین بزغش اور شیخ شمس الدین کو درجنوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا تھا چالیس ٹوپیاں مرحمت فرمائیں۔ ہر ایک ٹوپ پر شیراز کے کسی ایک بزرگ اور شیخ کا نام لکھا ہوا تھا اور کہا کہ جب تم لوگ شیراز پہنچو تو سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ یہ ٹوپیاں ہر اس شخص کو پہنچا دینا جس جس کا نام اس پر تحریر ہے۔ پھر کسی دوسرے کام کی طرف مترتبہ ہونا چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالوفانے بھی اپنی کلاہ شیخ علی ہینی کے ہاتھ سے شیخ جاگیر کو بھیجی تھی اور ان کو اپنے پاس آنے کی زحمت نہیں دی اور کلاہ ارسال کرتے وقت فرمایا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ شیخ جاگیر کو میرے مریدوں میں داخل فرمادے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھے عنایت فرمادیا۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ مشائخ نے اپنے مریدوں اور طالبوں کو کلاہ ارادت اور خرقہ اجازت دور دراز مقامات سے ارسال کیے ہیں۔ اور اس طریقہ پر عمل کیا ہے۔ پس ان حضرات کا عمل ہمارے لیے ایک دلیل ہے۔

بچپن میں مرید کرنا | ایک دن بچوں کو داخل ارادت کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ بچوں کی ارادت یہ ہے کہ ان کے باپ اپنے بچوں کو جس شیخ کا چاہیں مرید کرادیں۔ ایسی ارادت جائز ہے اس کا قیاس اسلام قبول کرنے کے سلسلہ پر کرنا چاہیے کہ باپ کے ساتھ بچے بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور کسی ہوشمند بچے کا مرتد ہونا بھی اسی طرح درست ہے جیسے اس کا اسلام لانا اس پر چڑھنا جائز ہے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے پس جب ان کا اسلام لانا درست ہے تو اسی طرح بیعت کرنا بھی درست ہے حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا قیاس اس مسئلہ نکاح پر کرنا چاہیے جس کا تعلق ولی سے ہے۔ جب کس کے دلی کا کرایا ہو نکاح درست ہے یعنی اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی ولایت میں کر دیا ہے تو بیٹے کے

بالغ ہونے پر بھی وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر باپ کے علاوہ کسی اور نے جیسے چچا وغیرہ نے کر دیا ہے تو دریغ پر اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے پس یہاں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی بچہ کے باپ نے اپنے بیٹے کو کسی شیخ کا مرید کر دیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ بیعت کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر باپ کے علاوہ الیا ہوا ہے تو وہ بیعت کا اعادہ کر سکتا ہے۔

بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے | حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض مشائخ رذکر گار اور صرفیہ صافی کردار جو افراد اور صاحب ہمت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں جو صالح اور نیک کردار ہوتے ہیں لیکن اس فقیر کا خیال یہ ہے کہ ہر رذیل خریف اور ادنیٰ و اعلیٰ سے خواہ وہ کسی طبقہ سے ہوں اس طائفہ عالیہ کو بیعت میں قبول کر لینا چاہیئے اور جو لوگ توبہ کرنا چاہتے ہوں

مشنوی

بہار ندگی چون در افتاد میغ ندارد ز بوم و بر آبی دریغ
کو ہر کن کہ او اہل احسان بود برو نیک و بد ہر دو یکساں بود

ترجمہ: جب بادل برسے پر آتا ہے تو زمین ہو یا پانی ہر جگہ برستا ہے اسی طرح جو کوئی صاحب احسان ہوتا ہے اس کا رویہ ہر نیک و بد کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ اغصاب ہے اور مشائخ کرام صفت غفاری کے منظر ہیں ساری طرح ان کا ایک لازمی وصف ستاری اور غیب پوشی بھی ہے۔ پس جو کوئی مہربانی اور رحمت سبحانی کو ناجردوں اور بدکاروں سے دو برابر رکھتا ہے وہ تیروخت کے منصب سے عہدہ بر آہیں ہوتا۔

مشنوی

کہ رحمت بر ندت چو رحمت بری

ترجمہ: جہاں تک ہو سکے رحمت سے بری نہ ہو کہ اگر رحمت سے گریز کرے گا تو رحمت سے محروم ہو جائے گا۔

جب پہلی مرتبہ روایات علائی و اعلام فقرائی کا نزول ظفر آباد میں ہوا اللہ تعالیٰ اس شہر کو آفتوں سے محفوظ رکھے تو حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اور قدوۃ الکبرا کے درمیان جامع مسجد ظفر خان میں اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں حضرات دہاں تشریف فرما تھے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی ایک جماعت دہاں آئی یہ لوگ چوری اور ڈکیتی میں بہت مشہور تھے انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے داخل ارادت ہونے کی درخواست کی اور اس پر مصر ہوئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ازراہ انکسار حاجی چراغ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کر لیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ارادت نام ہے توبہ کا اور یہ لوگ توبہ کرتے نہیں ہیں۔ پس یہ ارادت میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں اس سلسلہ میں باہم بہت کچھ اصرار ہوا حاجی چراغ ہند کسی طرح راضی نہیں ہوئے تب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جو افراد لوگ ہیں اور مسائل کو اپنے دردانہ سے

ناامید واپس نہیں کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں سے کہا کہ آگے بڑھو تاکہ ہم تم کو اپنی بیعت و ارادت میں داخل کریں۔ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دینے جیسے ہی حضرت نے ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا وہ لرز گئے اور توبہ و استغفار کرنے لگے جب خود انہوں نے توبہ کی استمداد کی تو حضرت نے ان میں سے ہر ایک کو توبہ کرائی ان کے سر پر ٹوپی رکھی اور ان کے بال تراشے جب حق تعالیٰ نے ان کو شرف ارادت سے مشرف کرایا تو بیعت کی برکت سے سلوک کی ترفیق ان کو حاصل ہوئی اور اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ اور بزرگان طریقت میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ۷

گر آری خلیلی ز بتخانہ کئی آشنائی ز بیگانہ

ترجمہ:- کبھی بت خانہ حضرت خلیل جیسے خدا دوست کو پیدا کرتا ہے اور ایک بیگانہ کو اپنا آشنا بنا دیتا ہے۔ حضرت قدردان اکبر فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک کسی کو مرید نہیں کرتے۔ جب تک لوح محفوظ میں اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام نہیں دیکھ لیتے۔ اور کسی کے ہاتھ میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں دیتے ہیں جب تک مغفورین میں اس کا نام لکھا نہیں پاتے۔ آپ بعض مریدوں کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ تم اور تمہاری دو تین پشتوں تک ہم نے ارادت میں قبول کر لیا ہے۔ ان ملفوظات کا جامع اور مولف (حاجی نظام مغرب یعنی حضرت کامبرکاب نقا۔ اس وقت جو اُتر فلسطین میں بعض لوگوں نے فرنگیوں کے ڈر سے پوشیدہ طور پر حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور کافی تعداد میں بیعت سے مشرف ہونے کے لئے آئے۔ حضرت نے ازاں رحمت ان سے فرمایا کہ تم کو اور تمہارے بیٹوں اور پوتوں تک کو ہم نے قبول کر لیا ہے، چنانچہ ان لوگوں کی اولاد نے بھی اس ارادت کو پورا کیا۔ (وہ اس خاندان میں رہے)

نظم

میان ما و شما عہد در ازل رفتست ہزار سال بر آید ہمان نخستینی
مرا یقین است کہ بر تختہ عقیدہ خویش بجائی مہر رخ من دگر تو نگزینی

ترجمہ:- ہمارے اور تمہارے درمیان ازل سے یہ عہد ہو چکا ہے، ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی وہی اولیت ہے مجھے یقین ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق تم میرے رخ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھو گے۔

حضرت قدردان اکبر کبھی کبھی از روئے لطف و کرم و فور جذبات کے وقت احباب تقریبا یوں فرمادیا کرتے تھے کہ اشرف جہانگیر ام کم از شیخ جاگیر نیستم (یعنی میں اشرف جہانگیر ہوں میں شیخ جاگیر سے کم نہیں ہوں) جن کا یہ قول ہے ”میں اس وقت تک کسی سے عہد نہیں لیتا جب تک میں اس کا نام لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتا۔ کہ میرے مریدوں میں اس کا نام مرقوم ہے جن کی مغفرت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔“ اور یہ قول بھی ہے ”مجھے ایسی کاٹ کرتی ہوئی گزرنے والی تلوار دی گئی ہے جس کے ایک طرف مشرق اور ایک طرف مغرب ہے اگر میں پہاڑ کی طرف اشارہ کر دوں تو وہ بھی

ریزہ ریزہ ہو جائے پھر حضرت قدوة الکبرائے حالت و جد میں یہ اشعار فرمائے۔

قطعہ

گر ہماٹی ہمتم از ہم کشاید بال و پر بیضہ گردون بود در زیر بالم استخوان
بادشاہان چون نشیند بر سر سلطنت گر نہ باشد بر سر شان سایہ من سائبان
ترجمہ: ہمارے ہمت اگر اپنے بال و پر کھولے تو آسمان میرے پردوں کے نیچے آجائے، بادشاہ تخت شاہی پر
کس طرح بیٹھ سکتے ہیں اگر ان کے سروں پر سایہ نہ ہو۔

بابا حسین خادم اور مولانا عزیز الدین شجرہ نویس۔ شیخ یحییٰ کلاہ دار خدمت میں موجود تھے۔ جبکہ سبکدہ میں
روح آباد میں عید الفطر آئی۔ چند دن میں اطراف و اکناف سے تقریباً دس ہزار افراد شرف ارادت کے حصول
سے مشرف ہوئے۔ ان مذکورہ صدر لوگوں نے محول اور قاعہ کے مطابق ان تمام مریدوں میں سے ہر ایک
کا نام مریدوں کے دفتر میں تحریر کیا۔ کئی دفتر بھر گئے۔ مذکورہ بالا خدام نے مریدوں کے دفاتر کی کثرت
اور بہتات کے بارے میں عرض کیا اور کہا کہ اب تو ان دفاتروں کی نگہداشت دشوار ہو گئی ہے آپ نے حکم دیا کہ
مریدوں کے تمام دفتر میرے پاس لاؤ چنانچہ تعین ارشاد کی گئی آپ نے خود اپنے دست مبارک میں وہ دفتر لیے
اور ان سب دفاتروں کو دھو ڈالا اور فرمایا کہ ہم نے اپنے تمام مریدوں کے اعمال نامے دھو دیئے ہیں اور ان
کے نام مغفرت پانے والوں کے دفاتروں میں لکھ دیئے ہیں اور ہم نے حق تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ مشرق سے مغرب
تک شمال سے جنوب تک کوئی شہر اور کوئی زمین ایسی باقی نہ رہے جہاں اشرف کے مرید موجود نہ ہوں۔ اور اس
فقیر کے خلفاء و وزج کا منہ نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ استدعا اپنی عنایت بے غایت قبول فرمائی ہے۔

شعر از سکندر نامہ

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد برداد کردم سپاس

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی جس قدر خواہشیں کی ہیں اس نے اپنے لطف و کرم سے ان کو قبول
کر لیا ہے۔

حضرت قدوة الکبرائے نے فرمایا کہ مشائخ صرفیہ اور اس طائفہ علیہ نے عورتوں
کو بھی بیعت کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ جو مشائخ میں جاری و ساری

ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذْ يَخْلَعْنَ وَاَسْتَغْفِرْنَ لَهُنَّ اِنَّ اللّٰهَ
عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ ۝

تو انہیں بیعت فرمایا کریں: اور ان کیلئے اللہ سے استغفار فرمائیں
بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرماتے والا ہے۔

۱۵ پ ۲۸ السمیعہ ۱۲

عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے۔ بے شک جب حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو بیعت کرنے والی عورتیں پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر حاضر ہوتیں اور وہ اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈالتیں۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس پانی میں ڈالتے اور عورتیں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوتی تھیں۔

انہ کان اذا بايع النساء دعا يقدح من ماء فقمس ايديهن فيه فجلس رسول الله عليه وسلم يداه فيده جالساً من وراء الحجاب۔

مشائخ کرام بھی سنت کے مطابق عورتوں کو مرید کرتے تھے۔ اس فقیر کے نزدیک عورت کی بیعت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نصیحت پردہ پوشی کی جائے اور اگر کسی عورت کو یہ خواہش ہو تو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ سامنے نہ آئے اور پردہ میں بیٹھے۔

سکندر نامہ

چہ خوش گفت جمشید با زای زن کہ در پردہ یا گور بہ جامی زن
زنی کو نہ ساید بہ بیگانہ ردی ندارد شکوہ خود و شرم شوی
ترجمہ :- جمشید نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ عورت کی جگہ پردے میں یا قبر میں بہتر ہے جو عورت نامحرم کو نہ دکھاتی ہے۔ اس کی نہ عظمت باقی رہتی ہے اور نہ شرم دجیا۔

عورت کو مرید کرتے وقت نماز و روزہ کی تاکید کرنی چاہیے اور شوہر کی رضا جوئی اور رضا طلبی کی اس کو ترغیب دیں تاکہ عورت اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور زینت کر کے خوش گوئی کے ساتھ شوہر کا استقبال کرے۔ شوہر کی خاطر جوئی ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی فرد یا وظیفہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ باتیں ان عورتوں کے بارے میں کہی گئی ہیں جو نہ یور و زینت کی طرف رغبت رکھتی ہیں۔ ورنہ بعض عورتوں کو حق تعالیٰ نے کشف واقعات میں ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ بہت سے اصحاب سلوک کشف واقعات میں ان کے دست نگر رہے ہیں۔ اور ان کا مرتبہ بہت سے اللہ والوں سے بھی دو چند تھا۔ جیسا کہ صاحب فترحات (محمی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے۔ ”لیہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مردوں کے بارے میں ہے البتہ کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ لیکن باعتبار تغلب مردوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں چند ابدال بھی ہیں۔ جب دریافت کیا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو کہا کہ چالیس نفوس! جب کہا گیا کہ آپ نے چالیس نفوس کہا ہے آپ نے چالیس افراد کا لفظ کیوں نہیں استعمال کیا تو فرمایا کہ ان میں اکثر عورتیں بھی ابدال گزری ہیں۔“

حضرت شیخ عبدالرحمن سلمی صاحب طبقات الصوفیہ نے ”نساء عابدات و عورات عارفات“ کے احوال میں ایک جگہ انہ تذکرہ لکھا ہے اور اس میں کافی شرح و بسط کے ساتھ ان کے حالات بیان کیے ہیں۔

قال بعضهم ولو كان لנساء كما ذكرنا لفضلت النساء على الرجال.
(بعضوں نے کہا ہے اگر ایسی عورتیں ہوں جن کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ مردوں سے زیادہ بزرگ ہوں گی)
شعر

فلا التانيث لاسم الشمس عيب
ولا التذكير فخر للهِلال

ترجمہ: شمس کا اسم مؤنث ہونا عیب نہیں ہے لیکن ہلال کے لئے مذکر ہونا قابل فخر نہیں ہے۔

چنانچہ ایسی صالح عورتوں میں ایک حضرت رابعہ عدویہ ہیں شیخ سفیان ثوری ان سے بہت سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کے مواعظ سننے کا ان کو بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں گئے اور ان سے دریافت کیا کہ سلامتی کیسے ہے؟ یہ سوال سن کر رابعہ عدویہ رونے لگیں۔ سفیان نے دریافت کیا کہ آپ کس بات پر رونے لگیں تو انہوں نے کہا کہ میں اس سلامتی سے تنگ آچکی ہوں۔

حضرت بی بی رابعہ بصری اور حضرت فاطمہ منکوثرہ شیخ سلطان احمد خضرویہ کے فضائل اور مجاہدات آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں جبکہ شرائط و آداب میں گذر چکا ہے اور طبقات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ام احسان اہل کوفہ میں ایک زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں بھی گئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان (ام احسان) کے زہد و عبادت کی بنا پر حضرت سفیان نے ان سے نکاح کرنا چاہا تھا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں ایک بار ان کے گھر میں پہنچا تو ان کے یہاں چٹائی کے ایک ٹکڑے کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی اور وہ بھی پرانی چٹائی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے چچا نادبھائیوں کو ایک رقم لکھ کر بھیج دیا جائے تو وہ یقیناً تمہارا خیال کر میں گے (اور سامان خانہ داری فراہم کر دیں گے) انہوں نے مجھے جواب دیا اے سفیان میرے دل اور میری نظر میں تو اس سے بھی بہت بلند خیال موجود ہے جو تم نے کہا۔ میں دنیا کا جب اس ہستی سے سوال نہیں کرتی جو اس دنیا پر تصرف ہے اور اس کا مالک ہے تو پھر کسی اور سے کیا سوال کروں جو اس پر تصرف اور قدرت نہیں رکھتا ہے۔

حضرت قدرة الکبرائے فرمایا کہ اگر چہ عورتیں بھی بلند مراتب پر پہنچی ہیں لیکن ان سے مریدوں کی تربیت نہیں ہو سکتی ہے (لوگ ان کے مرید نہیں ہوئے) اس لیے کہ ان کا پردہ اس چیز میں حائل اور اس کے منافی ہے۔ جس طرح کہ نبوت کے مرتبہ پر کوئی عورت نہیں پہنچ سکتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض مشائخ نے ان سے استفادہ کیا ہے اور معارف و حقائق حاصل کئے ہیں۔

حضرت شیخ فی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک فاطمہ بنت المشی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں اور ان کی عمر غالباً ۵۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہو گی پھر بھی مجھے شرم آتی تھی کہ میں ان کے چہرہ پر نظر ڈالوں، ان کو ایک نفر دیکھوں اس عمر میں ان کے چہرہ کی تازگی اور نازکی کا یہ عالم تھا کہ کہتے ہیں کہ

جو کرئی ان کو دیکھتا تھا وہ ان کو چودہ سال کا سمجھتا تھا۔ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عجیب ہی معاملہ تھا وہ مجھے ان تمام لوگوں میں جوان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے زیادہ میتر سمجھتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے اس شخص کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ یہاں آتا ہے تو اپنے تمام اوصاف و کمالات کے ساتھ یہاں آتا ہے اور باہر کچھ بھی نہیں چھوڑ کر آتا اور جب یہاں سے جاتا ہے تو بہت کچھ ساتھ لے جاتا ہے اور میرے سامنے کچھ چھوڑ کر نہیں جاتا۔ حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے "فاتحہ الکتاب" کو مجھے مشغول رکھنے اور میری خدمت بجالانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن خدا کی قسم یہ "فاتحہ الکتاب" اللہ تعالیٰ سے میری مشغولیت میں مانع ہو کر اپنی طرف مجھے کبھی نہ مشغول کر سکی۔ اور میرا حجاب نہ بن سکی۔ ایک دن کچھ شاخ آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیف آپ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میرا شوہر فلاں شہر میں ہے اور وہاں وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ ناظر نے کہا کہ تو چاہتی ہے کہ تیرا شوہر واپس آجائے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے ناظر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اسے مادر محترم آپ سن رہی ہیں کہ یہ عورت کیا چاہتی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو! میں نے کہا کہ اس عورت کا مقصد پورا ہونا چاہیے۔ انہوں نے فوراً فاتحہ الکتاب سے کہا کہ اسے فاتحہ الکتاب بجاؤ اور فوراً اس کے شوہر کو لے آؤ۔ یہ کہہ کر انہوں نے فوراً فاتحہ الکتاب کو پڑھنا شروع کر دیا (سورہ فاتحہ) اور ان کے ساتھ میں بھی پڑھنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ انہوں نے سورہ فاتحہ کو پڑھ کر کوئی صورت پیدا کی ہے اور اس صورت کو اس عورت کے شوہر کو لانے کے لیے بھیجا ہے۔ چنانچہ بھیجتے وقت انہوں نے کہا کہ اسے فاتحہ الکتاب فلاں شہر میں جاؤ اور جہاں اس عورت کے شوہر کو دیکھنا اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تک یہاں نہ لے آؤ۔ چنانچہ فاتحہ کے بھیجنے کے بعد اس کے شوہر کے آنے میں بس اتنا وقت صرف ہوا جتنا اس مسافت کے قطع کرنے میں صرف ہوتا۔

حضرت قدوة الکبر انے فرمایا کہ بیٹے کی ارادت باپ سے آؤ لی اور آخری ہے کہ بیٹے کے پیکر عنقریب اور ہیکل جسمانی کی پرورش اس سے ثابت اور لازم ہے۔ پس اگر وہ طریقت کی تربیت بھی کرے تو دردِ معق جح اور دوستیں باہم محقق ہو جائیں گی۔ اس طرح اگر کوئی باپ بیٹے کا مرید ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ جب حضرت شیخ احمد ابدال کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سلوک عطا فرمائی اور وہ حضرت شیخ ابواسحاق شامی کے مقلد ارادت میں داخل ہو گئے تو حبیب شیخ مرید ہو کر واپس آئے تو انہوں نے اپنے والد کے میخانہ کے طرف توڑنا شروع کر دیا اور میخانہ کا دروازہ خوب مضبوط بند کر دیا تو ان کے والد محل کی چیمت پر چڑھے اور بالائے خانہ کے ایک بڑے سوراخ سے ان پر نیچے پتھر پھینکنا شروع کیے تو وہ سوراخ رفتہ رفتہ تنگ ہونا شروع ہو گیا۔ جب خواجہ احمد ابدال کے والد نے اپنے بیٹے کی یہ کرامت دیکھی تو اسی وقت ان کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور ان کے مرید ہو گئے اور اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں کہ لوگ اپنے بیٹوں کے مرید ہو گئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ جس پر چاہے فرازش کرے۔ ذالک فضل اللہ الیوتیہ من یشاء۔

ان تین سے کم نہ ہونا چاہیے۔

۱۔ پیوند درست لگا سکے۔ ۲۔ صح بات سن سکے اور کہہ سکے۔ ۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھ سکے۔

اس وقت حاضرین میں کچھ درویش بھی موجود تھے۔ جب ان باتوں کو سن کر یہ لوگ اپنے مقام پر واپس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ آؤ اس موضوع پر ایک دوسرے سے کچھ گفتگو کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس سلسلہ میں کہا۔ جب شیخ علی جموری (داتا گنج بخش) کی بولنے کی باری آئی تو آپ نے کہا

۱۔ درست پیوند لگانے سے مراد یہ ہے کہ پیوند فقر کی نیت سے لگائے، زینت کے خیال سے نہ لگائے اگر فقر کی نیت سے پیوند لگائے گا اور اگر وہ نادرست بھی لگ گیا تو حسن نیت کے باعث وہ درست ہوگا۔

۲۔ صح بات سننے اور کہنے سے مراد یہ ہے کہ حال سے نئے خودی سے نہ سنے اور نیت و حق اور ذکر و وجد کو اس میں صرف کرے نہ بہر منزل (یعنی حق رسی سے اس میں تصرف کرے نہ کہ خوش طبعی اور مزاج کے طور پر) اور اس بات کو عقل سے نہیں بلکہ حقیقت زندگی کے ساتھ سمجھے۔

۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پاؤں جب زمین پر مارے تو دھڑکے ساتھ مارے لہو و لعب کے طور پر نہ مارے۔

شیخ جموری کی اس توضیح کو ان کی عدم موجودگی میں شیخ ابوالقاسم گرگانی سے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے درست کہا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جزا عطا فرمائے۔

حضرت قنوة الکبر انے خرقہ پہنانے کے سلسلہ میں فرمایا:

الخِرْقَةُ عَلَامَةُ الْعِشَاقِ الخِرْقَةُ عَلَامَةُ الْعِشَاقِ خرقہ عاشقوں کی علامت ہے اور عاشقوں کے

لیے ایک ہیبت ہے۔

وہیبة علی الفساق

خرقہ پہنانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بارگاہِ صمدیت سے خرقہ لے کر آئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چار ٹکڑے کر دیئے تھے۔ ایک قطعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ٹکڑا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اور ایک قطعہ حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور وصیت فرمائی کہ اس کی حفاظت کرو، حاجت کے وقت اس کو نکالو، ایک دن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات سے وہ قطعات طلب فرمائے۔ اصحاب مذکور میں سے تین حضرات نے یہ ٹکڑے تلاش کئے لیکن ان کو نہیں ملے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چاروں قطعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوا کہ اے علی تم کو مبارک ہو، پہنو اور دوسروں کو پہناؤ۔

نزدل خرقہ کا سبب طائفہ مشائخ نے ایک اور بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ کے مرید "درہ التاج" درخشاں تھا۔ جو بہشت میں آپ کو عطا ہوا تھا اور خزانۃ الہی سے ایک خلعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا گیا تھا۔ جب آپ نے وہ خلعت خاص پہنا تو خاطر شریف میں یہ خیال گزرا کہ میرے امتیوں کو بھی اس خلعت خاص سے بہرہ اندوزی حاصل ہو تو کیا ہی خوب ہو چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خلعت خاص سے آپ کے امتیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ ایک شرط اس کے لیے مقرر کی جاتی ہے جو کوئی اس شرط کو پورا کرے گا وہی اس خلعت کے لیے سزاوار ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے شرط میں حضور پر ظاہر فرمادی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی سیر سے دنیا میں واپس تشریف لائے تو اصحاب کرام پر یہ بات ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ چاروں اصحاب کرام میں وہ کون ہے جو رموز کوزا الہی اور درمکوم لائقا ہی کے بارے میں بات کریگا چنانچہ پہلے آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم کو یہ خرقہ پہنایا جائے تو تم کیا کر گے انہوں نے جواب دیا کہ میں مدہ صدق و صفایں اس کی آخری حدوں تک جاؤں گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عدالت کا ایک دقیقہ بھی فریاد نہ کرنا چاہتا ہوں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں حیا کی بارش سے کشت زار و زنگار کروں گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ خرقہ نفس کا پردہ پوش ہے لہذا سزاوار یہ ہے کہ اس سے ستر عیوب کا کام لیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی یہ خرقہ تم کو مبارک ہو کہ اس کی شرط یہی تھی جو تم نے بیان کی۔

مثنوی

چو خرقہ آمد از ستار عیوب	بسوی خانقاہ شیخ محبوب
مریدان را بتوفیق خلافت	نویدی داد با عز و کرامت
کہ من با ہر کسی از رہ خطابی	سوالی میکتم گوید جوابی
مراد را خرقہ تشریف دادار	پوشا من برای شیخ ستار

ترجمہ: ستار عیوب کی بارگاہ سے پیار سے مہرب کی بارگاہ میں جب خرقہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توفیق خلافت کی بنا پر بڑے عزت و احترام کے ساتھ اپنے اصحاب سے اس کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ میں ہر ایک سے ایک سوال کرتا ہوں جو کوئی اس کا صحیح جواب دے گا تو داد اعظم پروردگار عالم کا یہ خرقہ اس کو عطا کر دوں گا، جو عیب پوش شیخ ہوگا۔ (اس کی صراحت اوپر گزر چکی ہے)

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ سات قسم کا خرقة پہنا جاتا ہے۔

۱۔ صوف۔ ۲۔ ملمع۔ ۳۔ مرقع۔ ۴۔ کبود۔ ۵۔ سیاہ۔ ۶۔ سفید۔ ۷۔ ہزارہی

۱۔ صوف

سب سے پہلے جس نے صوف (اون) کا لباس پہنا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے کہ جب وہ بہشت کے دنیا میں تشریف لائے تو ہدیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک گوسفدان کے پاس بھیجی۔ اس کے بالوں کو حضرت حوئے کاٹا اور حضرت آدم نے اس اون سے کپڑا بن کر پہنا۔ آپ کے بعد حضرت یحییٰ و حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون یا صوف کا لباس پہنا اور صوفی کی اس صوف سے نسبت کامل ہے۔ صوف کے تمام حروف کے معانی مشہور ہیں۔ پس جو کوئی اس معانی سے بہرہ ور ہے وہ اس کا سزاوار ہے (ص سے صبر و سے وفا عہد اور ف سے فقر) وہ مبتدی سرید جو صوف پوش ہے اس کو چاہئے کہ وہ ریاضت اور کثرت مجاہدہ میں کوشش بلیغ بجائے تاکہ یہ صفات اس میں بدرجہ کمال سرایت کر جائیں۔ اگر یہ صفات اس میں نہیں ہیں تو پھر وہ ایک اسم بغیر مسمیٰ ہے (وہ نام اس پر صادق نہیں آئے گا) پھر وہ صاحب خرقة نہیں بلکہ خرقة کا طفیل ہوگا۔ البتہ وہ حضرات جنہوں نے اپنے جسموں کو مجاہدہ کی بھیٹی میں۔ کی آگ سے گداختہ کیا ہے اور جنہوں نے اپنے نفسانی وجہاتی خواہشات کے آلات کو لایند سے روک لیا ہے اور جسم و جان اور خاندان کو اس راہ پر خاک کر چکے ہیں اور جن کا:

مر جاؤ تم مرنے سے پہلے۔

موتوا قبل ان تموتوا

پر عمل ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفوس کو لذتوں اور شہوتوں، بیویوں، غذاؤں اور پیسے کی چیزوں (مکولات مشروبات اور ملبوسات) سے ہماری خاطر روک لیا ہے۔ یقیناً ان کو ہم اپنا راستہ دکھا دیں گے یعنی اپنی ذات تک پہنچنے کا راستہ۔

مثنوی

ای صوفی صافی گہر، مہر و چین بے سر دیا از جسم دجان اندر گزری پی ہر دو شو جوان ما

مانند عیسیٰ ای پسر بکشائی بال و پر و پر خوش پر شوازدام زمین بر چرخ دبر کیوان ما

ترجمہ: ای صوفی صافی گہر بغیر سر اور پاؤں کے ایسے چلتا جا کہ جسم و جان سے گذر جائے اور ان دونوں کے بغیر بھی ہمارے متلاشیوں میں ہو جا حضرت عیسیٰ کی طرح لے بیٹے اپنے بال و پر کھول لے اور خوبصورت پڑوں کے ساتھ پرواز کرتا ہوا زمین کی قید سے نکل کر عمارت آسمان پر آ جا حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک وہ جامہ جس کا تعلق عادت سے ہے (یعنی عاذنا جو لباس پہنا جاتا ہے) اس کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ جامہ اور خرقة عین شخص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک عرض و قائم البتہ ہے جس کا تعلق جو سر و وجود سے ہے جس وقت تمام اعضاء اور جوارح انسان اس خاکدان (دنیا) میں مرنے کے بعد چھوڑ جاتا ہے تو پھر ان کا کیا اعتبار رہتا ہے۔ ایک معین لباس کا پہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابھی اسباب فانی کی طرف میلان باقی ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی وہ غلام بر کو نہیں چھوڑ سکا ہے اور

ترک عادت نہیں ہو سکا۔ پس جو کوئی اس مرتبہ پر ہوتا ہے اس کو خام کہا جاتا ہے:

قال الاشرف ليس الحجاب بين العبد والمعبود سوى العادات الطبيعية

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ عباد اور معبود کے درمیان عادت اور طبیعت کے سوا اور کوئی حجاب نہیں ہے۔

قال الاشرف ليس الوصول الى الله مالم يخف العادات

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ اس وقت تک وصول الی اللہ میسر نہیں ہو سکتا جب تک عادات (طبیعیہ) کو ترک نہ کیا جائے۔

۱۔ **جامعہ غیر معین** | شاہ شجاع کرمانی رحمہ اللہ علیہ جو ایک دلی اللہ تھے ہمیشہ غیر مخصوص لباس پہنا کرتے تھے یہ فقیر (اشرف سمنانی) جس وقت حضرت محمد عالم و پیشواؐ کے نبی آدم شیخ علاؤ الدین (کنج نبات) قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کی ظاہری اور باطنی نظر سے نوازا گیا۔ حضرت نے طرح طرح کے لباس مجھے مرحمت فرمائے میں نے وہ تمام کپڑے اسی روز ایک فقیر کو دے دیے۔ بعض مساندین اور سارنہ رکھنے والے لوگوں نے خود پرستی اور حسد کی بنا پر میری غیبت میں میرے اس طرز عمل پر نکتہ چینی شروع کر دی اور طعنہ زنی کرنے لگے کہ آج تک نہیں ہوا ہے کہ مرشد کے خاص لباس کو دوسرے کو دے دیا جائے یہ بات کہاں سے سیکھی ہے کہ شیخ کا فرقہ سائل کو بخش دیا۔

قطعہ

اگر یا بد کسی از خلعت خاص نباشد جائز شش بر دیگر ایشار
کہ آن لطفی بود از جانب او نباید دادش از دست یکبار
ترجمہ اگر کسی شخص کو خلعت خاص مل جائے تو اسے دوسرے پر ایشار کرنا جائز نہیں ہے یہ تو خلعت بخشنے
دائے کی طرف سے ایک لطف خاص ہے اس کو یکبار باقت سے نہیں دینا چاہیے۔

لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ (قدس سرہ) تک پہنچا دی کہ اشرف نے عطا فرمودہ فرقہ کسی کو خیرات کر دیا ہے حضرت نے ان لوگوں کی بات سن کر فرمایا کہ فقیر کا فعل بے معنی نہیں ہوتا۔ تم خود اس سے (اشرف سے) جا کر دریافت کر دو کہ ایسا کیوں کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس فقیر سے دریافت کیا۔ اس عاجز نے ان سے کہا کہ بنائے جامعین پیر ہے یا غیر پیر۔ میں پیر تو اس کو کسی طرح سمجھا ہی نہیں جاسکتا اس لیے کہ جامع عرض ہے جو نہیں ہے اس لیے وہ بہر صورت غیر ہے اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی۔ اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اگر میں عوارضات پیر تو جسہ کروں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے۔ اور جس نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے اس کو پیر سے کیا نسبت۔

مصرعہ ۱۔ مشتات بین محمد و محمد
(محمد اور محمد کے لفظی ترجمہ میں بڑا فرق ہے)

جب ہماری یہ گفتگو حضرت پیر و مرشد کے سامنے مبارک ہو گئی تو بہت زیادہ تعریف فرمائی اور تحسین و آفرین کی۔ اور اس فقیر کے حق میں دعا کی کہ دولتِ اشرافی کا شہرہ اور شوکتِ شگرفی کا آوازہ مشرق سے مغرب تک پہنچے

قطعہ

چہ فرخ ساعتی کو در حق من برآورد از لب خود یک دعائی
ز دم از ہمت او کوس دولت بچرخ ہفتمین چون بادشاہی
ترجمہ :- سبحان اللہ وہ کیسی عمدہ ساعت تھی کہ حضرت نے میرے حق میں اپنے مبارک لبوں سے ایک دعا فرمائی

ان کی دعا کی برکت سے آج میری سطوت و دولت کا تقارہ فلک ہفتم پر بھایا جا رہا ہے۔
چمکیا اور بھڑکیا خرقہ مبتدی اگر پہن بھی لے تو اس کو کوشش کرنا چاہیے کہ وہ اپنے نفس کا مالک بنے کہ اس کے حروف کے معانی سے خود کو موصوف بنا لے اور اگر کوئی کامل اس کا استعمال کرے تو اس کو اپنی بلند ہمت سے ملک و مملکت سے گزر جانا چاہیے کہ وہ سلوک کی ابتداء سے نہایت منزل تک پہنچے
میں ہر منزل سے فیض یاب ہوا ہے اور اس کو اس مرتبہ اور درجہ سے نصیب کامل حاصل ہوا ہے اور لغات غیبی کی کرنیں اس پر چمکی ہیں اگر متوسط اس کو استعمال کرے تو زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ ابھی وہ لغاتِ انوار کی منزل سے نہیں گزرا۔

مثنوی

ملعہ آن کسی در پوشد ای یار کہ بر تابد ہمہ لغان انوار
نہ آن کو در دورنگی بودہ باشد کہ یکرنگی بستابد اندرین کار
ترجمہ :- اے دوست ملعہ وہ پہنے جو تمام لغاتِ انوار کو چمکائے نہ کہ وہ جو دورنگی میں پھنسا ہوا ہو کیونکہ اس کام میں یکرنگی ہی چمکتی ہے۔

۳۔ خرقہ مرقعہ اگر خرید پیوند دار خرقہ پہنے تو اس کو اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کر لینا چاہیے کہ میں نے یہ مرقعہ اس لیے پہنا ہے کہ مجھے یہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے میراث میں ملا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَطَفِقًا يَخْصِفُن عَلَيْهِمَا مِنْ
وَرُوقِ الْجَنَّةِ ز لہ جسم کو چھپانے لگے۔

اور اس کے حروف کے وصف سے خود کو متصف کرنا چاہیے۔

حضرت قدوة الکبرا سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ جب سلوک میں باطن کا اعتبار ہے تو پھر اس ظاہری خرقہ

کی کیا ضرورت ہے (اس سے کیا حاصل) حضرت نے جواب میں فرمایا اس لیے پہنچتے ہیں کہ عوام میں اور ان میں تمیز ہو سکے اور ان صفات سے جو اس خرقہ کے جوہر حرف سے حاصل ہوتے ہیں اگر صرف متصف ہے تو کل روزیہ قیامت میں وہ اولیاء کے ساتھ ہوگا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہم نشینی اس کو نصیب ہوگی اور وہ ان ہی کے ساتھ مشہور ہوگا۔ ورنہ وہ اولیا اور انبیاء کے اس لباس سے بے بہرہ رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ لباس اس کی جان کا دشمن بن جائے گا۔ اشرف کہتا ہے کہ:

من لبس الخرقہ فیکون مشغلاً علی
تغییر الاخلاق ذمیمۃ وان لم یغفل
ذالک فقد خات من لباس الانبیاء
والا ولیاء۔

جس نے خرقہ پہنا پس وہ اپنے اخلاق کو بدلنے میں
مشغول ہو جاتا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس
نے بے شک اس نے اولیاء اور انبیاء کے لباس
سے خیانت کی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سیاہ پوش درویش تھا (ایک درویش سیاہ خرقہ پہنتا تھا) اور اطراف و اکناف کی میر کرتا پھرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کے سامنے دو سرخاب دریا کے کنارے اپنے بال و پر کھولے بیٹھے۔ تھے، ناگاہ مادہ سرخاب نے دور سے اس سیاہ پوش فقیر کو دیکھ لیا کہ سامنے سے آرہا ہے مادہ سرخاب نے اپنے نر سے کہا کہ ایک خوشخوار اور ہمارا کھا جانے والا آدمی آرہا ہے لہذا ہم کو اپنے بال و پر سمیٹ کر اڑ کر پانی میں چھپ جانا چاہیے نر سرخاب نے کہا کہ تو یہ ٹھیک کہتی ہے کہ آدمی ہمارا دشمن ہے لیکن تو یہ نہیں دیکھتی کہ وہ ماتمی رنگ کا لباس پہنچے ہوئے ہے اس لیے میرا خیال اور ظن غالب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو ایذا نہیں پہنچے گی اس لیے کہ جو شخص ایسا لباس پہن لیتا ہے تو دوسرے کے دکھ کو وہ اپنا دکھ سمجھنے لگتا ہے لہذا تو بے خوف بیٹھ رہ۔ یہ دونوں جانور گفتگو کر رہے تھے کہ اس سیاہ پوش فقیر نے میاں کی طرح غلام کا جال بچھایا اور نر سرخاب کو پکڑ لیا۔ مادہ سرخاب نے جب اپنے نر کو گرفتار پایا تو اس کی جان پر بن گئی کہ پرندوں میں جس قدر محبت سرخاب کے جوڑے میں ہوتی ہے کسی دوسرے میں نہیں ہوتی اور یہ فقیر بھی یہ تماشا دیکھ چکا تھا کہ کسی جگہ سرخاب کو شکار کر کے اس کے کباب آگ پر بھون رہے تھے تو اس کی مادہ نے اس آگ میں گر کر جان دے دی تھی۔

چو در آب ہجراں سرود بر دسر

چکا دک در آتش زدہ بال و پر

ترجمہ: جب آب ہجراں سر سے اوپر آنے لگا تو چکا دک نے اپنے بال و پر آگ میں ڈال دیئے۔

بہر حال اس درویش نے اس سرخاب کو کھالیا۔ مادہ سرخاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جا کر فریادی ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے درویش سے پوچھا اس نے بہت سے عقلی اور شرعی دلائل پیش کئے لیکن وہ نر سرخاب کے شکار کی کوئی قابل قبول دلیل پیش نہ کر سکا۔ آخر حضرت سلیمان علیہ السلام

نے فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ میں قصاص صرف یہ ہے کہ درویش کا یہ لباس اتار لیا جائے کہ آئندہ دوسرے لوگ اس لباس کو پہن کر دوسروں کو فریب نہ دے سکیں۔

مثنوی

اگر صورت کنی معنی طلب کن داگر نہ خویش را از جان ادب کن
ازین معنی اگر صورت کشفش چو دیگر قاصدان رہ کم زندش
ترجمہ:- اگر صورت بنانا ہے تو اس کے معنی بھی پیدا کر در نہ اپنے آپ کو ادب سے جدا کر لے اگر اس طرح صورت کے معنی ہوں گے تو قاصدان راہ پر کم ہی جائیں گے۔

۴۔ خرقہ کبود | نیلے رنگ کا خرقہ اگر کوئی پہنے تو اس کیلئے لازم ہے کہ آسمان کی طرح ایک ساعت بھی آرام سے نہ بیٹھے اور چرخ دوار سے اگر اس کو کوئی رنج و الم پہنچے تو راضی برضا رہے اور اس کا نفس مکر و فریب سے آزاد رہے اور اپنی استعداد کے ظرف کو معارف کے نیلے رنگ (نیل) سے بھر لے کہ جب گونا گوں حوادث کا اس کو شکار ہونا پڑے تو اس کی یک رنگی پر حرف نہ آئے سے

فرد

این ہمہ رنگہا پر نیل رنگ
خمد و حدت کند ہمہ یک رنگ

ترجمہ:- یہ تمام خوبصورت رنگ خمد و حدت نے ایک رنگ میں ڈال دیئے ہیں۔
اسی طرح سالک کو جس لباس میں بھی تم ملبوس دیکھو سمجھ لو کہ اس کے جامہ کا رنگ سالک کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پس مبتدی سالک کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ جس رنگ کا لباس پہنے اس رنگ سے منسوب صفات کو اپنے اندر پیدا کرے تاکہ وہ لباس اس کے لئے مناسب اور درست بن جائے۔

مثنوی

کبود آنکس کند در بر کہ گرد زہر چہ آن زیر این چرخ کبود است
نہ رد آرد بہر رنگی کہ بنیند زخم کثرۃ از وحدت رلود است
ترجمہ:- نیلا رنگ وہ پہنے جو خود ہر چیز کو اس نیلے آسمان کے نیچے اسی رنگ میں دیکھے۔ جو رنگ نظر آئے اس پر توجہ نہ کرے بلکہ خمد و حدت کو دیکھے۔

۵۔ خرقہ سیاہ | خرقہ سیاہ کا پہننا اس شخص کے مناسب حال ہے جس نے اپنے آپ کو بھوک پیاس سے مہذب بنالیا ہو۔ اور آداب ریاضت و مجاہدات سے مودب بن گیا ہو اور سیاہ لباس پہن کر نفس کا ماتمی ہو۔ مانتہ کر رہا ہے، اور عبادت کی تلوار سے تن کو قتل کر دیا ہو اور تمام دنیا پر فنا کی چار

تیکریں پڑھ چکا ہو (تمام دنیا کو ترک کر چکا ہو)

فرد

بیاتادست ازین عالم بشویم

وجود خویش را تکبیر گویم

ترجمہ ۱۔ اے دوست آ، تاکہ اس دنیا سے ہاتھ دھولیں اور اس پر چار تکبیریں پڑھ لیں۔

لباس کا تعلق اہل میت سے ہے (مردے کے اعترافاً سیاہ لباس پہنتے ہیں) ایک درویش سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے کسی شخص نے دریافت کیا کہ سیاہ لباس کیوں پہنا ہے انہوں نے کہا کہ میں تین گروہوں کی میت کا عزادار ہوں (ان کے ماتم میں سیاہ لباس پہنتے ہیں) ایک علماء کا گروہ ہے، دوسرا فقراء کا گروہ ہے اور تیسرا اُمراء کا گروہ ہے جو اصحاب عزائم ہیں۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس سرائے فانی سے دارالقرار کی طرف تشریف لے گئے تو اپنی میراث میں یہ تین چیزیں چھوڑ گئے۔ ایک غم، دوسرے فقر اور تیسرے تیغ۔ علم تو علمائے امتیاز کیا اور اس کے باعث مغرور ہو گئے، غم کو جاہ و سروری کا ذریعہ بنایا اور جدل و عداوت میں مبتلا ہو گئے۔ (منظروں میں الجھ گئے) فقر کو فقرائے امتیاز کیا اور اس کو اسباب معاش اور آلات غنا بنا لیا۔ تلوار مجاہدین نے سنبھال لی لیکن جہاد کا حق ادا نہ کر سکے اور وہ شریعت کے حکم پر جہاد کا فرض ادا نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں گروہ اپنی اصل خدمت بجا نہیں لائے اس لئے وہ مردوں کی مانند ہیں اور میں نے ان ہی تینوں مردوں کے غم میں یہ سیاہ لباس پہن لیا ہے۔

مثنوی

سیاہ آنکس پوشد از حریفان کہ او در ماتم خود شستہ باشد

این تار سیاہ از بہر زینت بزرچرخ خود را رستہ باشد

ترجمہ ۱۔ حریفوں میں سیاہ لباس وہ پہنتا ہے جو خود اپنے ماتم میں بیٹھا ہو، یہ سیاہ دھاگا زینت کھلنے نہیں ہے جو اس نے اپنے چرخے سے کاٹا ہے۔

۲۔ خرقہ سفید جو سفید لباس پہننا سکو چاہیے کہ وہ تمام معاصی و مناسی سے تائب ہو جائے اور اپنے آنسوؤں سے دنیاوی غم کو توبہ کے صابون سے دھو ڈالے (لباس کو صاف شفاف بنالے) جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر الثياب الا بیض (سفید لباس سب سے بہتر ہے) اپنے دل کے صحیفہ کو نقش انیہار اور ہولے شرار سے پاک و صاف کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشَّوْاِیْنَ وَ یُحِبُّ
الْمُسْتَطَهِّرِیْنَ ۝ ۵

بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے
اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

۵ پ ۲ سورہ بقرہ ۲۲۲

اہل اشارت (ارباب علم) نے اس ارشاد کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا ہے۔ پاکیزگی کے سلسلے میں یہ ہے کہ جب تک باطنی نراہت (پاکی) اور نظافت (ستھرائی) نہ ہوگی، اس وقت تک ظاہری پاکی کچھ کام نہیں آ سکتی ہے۔ جب تک سینہ پاک و صاف نہیں ہے اس وقت تک روشنی سے کیا حاصل۔

مصرع

کز حرص جاردہی پیوستہ درین کردی

(کہ تو حرص رہو اکی جھاڑو اس میں لگا تکتا ہے)

ملک عراق میں یہودیوں، نصرانیوں اور مسلمانوں میں تمیز کرنے کیلئے علامت رکھی گئی ہے اس علامت سے باہر گدے امتیاز ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہودی اپنے کندھے پر زرد رنگ کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لگا لیتے ہیں، نصاریٰ ایک ٹکڑا نیلے رنگ کے کپڑے (کٹان) کا اپنی پگڑی میں ٹانگ لیتے ہیں تاکہ ایک دوسرے میں تمیز کی جاسکے۔

مشائخ کا لباس ان کی شخصیت اور ان کے مقام پر دلالت کرتا ہے جس طرح شاہی علم اس امر کا نشان ہوتا ہے کہ فوجی دستہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور لشکر اپنی جگہ پہنچ جائے۔ اگر شرط مذکور فقیر میں نہیں ہوگی تو وہ ایک ایسا اسم ہو گا جس کا کوئی سنی نہ ہو (اس کو فقیر نہیں کہیں گے)

اگر یہ لباس پہنے تو اس کو چاہیے کہ اپنے وجود کو مجاہدہ اور ریاضت کی ضربات سے محروم کرے اور ہزار جرمہ زہرنا کامی کے شربت کا پیتار ہے (خود کو نامرد رکھے) اور سوزن نامردی سے

خود کو سجالے اور فقر و فاقہ اختیار کرے۔

قطعہ

کسی کند بر وجود ہزار میخی را کہ بر ہوائی دل خود ہزار میخ زند

بصد ہزار صلابت مراد دنیا را بچار میخ بفرعون چار میخ زند

ترجمہ :- دو شخص ہزاروں پیوند والی گدڑی پہننے کا اہل ہے یا اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو سولی پر چڑھا دے (چار میخ کی سزا دیدے) اور ہزار سخت چوٹوں (ضربات) کے ساتھ دنیا کو اور خواہش کو اس طرح چار میخ کی سزا دے جیسے فرعون بنی اسرائیل کو دیا کرتا تھا اور ان کو چار میخ (+) کرتا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا اگرچہ خرقہ سات طرح کا ہے لیکن مرد زمانہ کے ساتھ ساتھ مشائخ میں سے ہر ایک شیخ نے اپنی اپنی پسند کا خرقہ اختراع و ایجاد کر لیا ہے اور ان کے انواع حد شمار سے باہر ہو گئے ہیں۔ ہر چند کہ دودمان چشت و خانقاہ اہل بہشت میں بھی قطع پیرا سن کا خرقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن جب یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ خواجہ قطب الدین کی خانقاہ میں پہنیا اور وہاں مجھ پر طرح طرح کی مہربانیاں کی گئیں اور خصوصی الطاف سے نوازا گیا تو وہاں مجھے وہ خرقہ پسند آیا جو شیخ احمد بن سلطان فرسنانہ سے منسوب تھا چنانچہ میں نے اسی لباس کو اپنا ملبوس بنالیا اپنے خلفاء کو بھی اسی لباس میں ملبوس کیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ خرقہ مشہور ہوگا۔ جب دوسری مرتبہ

حضرت قدوة الکبرا جو پور شہر میں تشریف لائے تو اکابر و اشراف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نور الدین بن سید اسد الملک ظفر آبادی جن کا سلسلہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ملتا ہے بھی آپ کی خدمت میں آئے اور خرقہ تبرک کی اتماس کی۔ آپ نے جو خرقہ خاندان چشت کے اسلوب کا پہن رکھا تھا وہ انہیں عطا فرمایا۔ جناب سید نور بہت بہرہ مند ہوئے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ اسلوب خرقہ ہمیں بہت پسند آیا ہے۔ امید ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الامجاد کی طفیل یہ مقبول ہوگا۔

اگر خارجی اور بالاپوش کوئی شخص پسند کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے وجود کا پیرہن عشق اللہ تعالیٰ سے چاک کیا ہوا رکھے شریعت اور طریقت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھے اور قیود امر و نہی سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ اور اس بات کا اعلان کرے کہ جو کوئی مجھ سے اپنا راز کچھ گامیں اس کے راز کو پوشیدہ رکھوں گا اور جو کوئی میری پشت پناہی (مدد) کا طالب ہوگا اس کی میں مدد کروں گا اور اپنے خرقہ کی آستین سے اپنے برادران طریقت کی عیب پوشی کروں گا۔ سجادہ قربت کی بساط ہے کہ ہمت سے اس پر بیٹھے۔

حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طریقت میں الحق کے معنی دریافت کئے آپ نے جواب دیا کہ الحق مخلوق سے ترک سوال اور حق کی طمع رکھنے کی شہادت ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ خرقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر فاقہ میں ثابت قدم ہے۔ پھر میں نے آپ سے مصلیٰ کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر کو حق تعالیٰ سے وصول حاصل ہو گیا ہے۔

کلاہ - طریقت میں کلاہ تاج کرامت ہے جس کو بادشاہوں کی طرح سر پر رکھا جاتا ہے۔ کلاہ تعریف ہے مملکت بیکبر اور گردن کشی پر۔

کلاہ چہار ترک کی - اس سے یہ چار ترک مقصود ہیں: ۱۔ ترک معاصی۔ ۲۔ ترک منہائی۔ ۳۔ ترک ملاہی (لہو و لعب)۔ ۴۔ ترک نواہی۔ اس کے علاوہ اشارہ ہے ترک طعام، ترک کلام، ترک خواب اور عوام سے ترک صحبت کی طرف۔ کلاہ چار ترک کی سے کبھی وہ چار گوشہ کلاہ بھی مقصود ہوتی ہے جس کے چاروں گوشے محیط ہوتے ہیں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت پر یعنی ایک گوشہ شریعت پر، دوسرا طریقت پر، تیسرا معرفت پر اور چوتھا حقیقت پر محیط ہوتا ہے۔ کلاہ کے اوپر تکمہ بھی لگایا جاتا ہے جس سے وجود واحد حق تعالیٰ کا مشاہدہ مراد ہوتا ہے۔

دستار - سر پر اس طرح دستار باندھنا جس طرح مشائخ چشت باندھتے تھے اس طرح ہے کہ سات یا پنج (پلیٹ) کی ہوا در ہر کور (پلیٹ) میں بل ہوں جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ سر کو ماسوا حق تعالیٰ سے موڑ لیا ہے سچ سے کم اور زیادہ کی دستار بھی باندھی گئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو بہت لمبی دستار باندھی ہے اور کبھی بہت کم لمبی اور کبھی نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ کم (میان)

جس سے یہ تینوں صورتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) سات لپیٹ کا علم باندھا کرتے تھے۔ ایک روز محفل سماع میں بے خود ہو گئے (وجد میں آگئے) حالت وجد میں علم کی ایک لپیٹ کھل گئی آپ فوراً ہوش میں آگئے اور اس لپیٹ کو دوبارہ باندھ لیا پھر سماع میں مشغول ہو گئے۔ جب سماع کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے استفسار پر فرمایا کہ میری دستار کا ہر کورہ ایک اقلیم سے منسوب ہے اور ہر اقلیم کا قیام اس کورہ (لپیٹ) سے مربوط ہے اگر میں اپنی اس کھلی ہوئی کورہ (لپیٹ) کو نہ باندھتا تو احتمال تھا کہ اس سے مربوط اقلیم درہم برہم ہو جاتی قطعہ

بصورت گر نہی دستار بر سر
معانی کورہ دستار دست آر
کہ از ہر کورہ دستار ایشان
سر شاہان ہفت اقلیم بشمار

ترجمہ ۱۔ جس صورت میں تو نے دستار بر باندھی ہے اس صورت میں دستار کی لپیٹ کے معانی سمجھ لے کہ ان کی دستار کی ہر لپیٹ کے ساتھ ہفت اقلیم کے بہت سے بادشاہوں کے سر تو شمار کر سکتا ہے۔

دستار کے دونوں سرے باہر نکالنا بعض مشائخ کا طریقہ رہا ہے۔ دستار کے ایک سرے کا شملہ بنانا مشائخ چشت کی سنت ہے اور دونوں سروں کا باہر رکھنا اس میں دوستوں کے لئے یہ اشارہ موجود ہے کہ رشتہ محبت کے دو سر ہیں۔ ایک سر کا تعلق عاشق سے اور دوسرے کا تعلق معشوق سے ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ ان دو سروں سے ظاہر و باطن کے رشتوں کو قید کر لیا ہے۔ حاجت انسانی (بول و براز) اور وضو کے وقت ان سروں کو شملہ کیا جاسکتا ہے (دستار کے سر کو لپیٹ میں پیوست کر لینا) علماء فتن کو سر کے پیچھے ڈال دیتے ہیں (فتن یعنی شملہ) جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ علوم شریعت کو حاصل کر لیا ہے اور اسباب دنیا کو پس پشت ڈال دیا ہے اور خود کو حق کے کاموں میں مشغول کر دیا ہے لیکن مشائخ کرام شملہ پس پشت نہیں رکھتے بلکہ بل دے کر سامنے رکھتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی کام درپیش ہے (مکمل کاربائی ہے) دیکھئے کیا سامنے آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حضرات خود کو مردہ خیال کرتے ہیں اور میت (مردے) کا شملہ سامنے رکھا جاتا ہے۔

مشائخ چشت دستار اس طرح باندھتے ہیں کہ دونوں کان بندش میں آجاتے ہیں۔ مشائخ سہروردیایاں کان ڈھانپ لیتے ہیں جو اشارہ ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ لوگوں کے عیوب و نقائص نہیں سنیں گے۔ وہ دایاں کان کھلا رکھتے ہیں تاکہ نصح و موعظ کو گوش ہوش سے سنیں۔ مشائخ چشت رحمہم اللہ تعالیٰ دستار سے دونوں کان چھپا لیتے ہیں کہ نہ وہ حق سنیں اور نہ باطل سنیں جو حق کے مقابلہ میں ہے اور اصلاً اس کا کوئی وجود نہیں ہے جو کچھ ہے وہ حق ہے ہر باطل سے انکار نہ کر دو کہ بعض باطل ظاہر میں آتے ہیں۔

خرقہ ۱۔ حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ اکابر روزگار اور مشائخ نامدار نے پانچ قسم کے خرقے پہننا بیان کیا ہے۔ طریقت میں جو خرقہ پہنا جاتا ہے وہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ منجملہ ان کے سب سے پہلے خرقہ ارادت ہے جو بیعت

کے روز شیخ اپنے مرید کو عطا فرماتا ہے اور اس کو توبہ کی تلقین کرتا ہے اور صلاح و تقویٰ کے لباس سے آراستہ کرتا ہے۔ دوم خرقہ محبت ہے کہ پیر ارادت کے بعد مرید کو جامہ یا خرقہ دیتا ہے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ درویش ہمہ گیر بطور رفاقت عرصہ دراز تک ایک ساتھ رہے ہوں۔ جب ان دونوں میں ہدائی واقع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو خرقہ محبت پیش کرتا ہے جس طرح حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار حضرت قدوة الکبرا کے ساتھ کئی سال تک سفر میں ساتھ ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ سفر و حضر میں زندگی بسر کی۔ جب مریدین روم سے حضرت شیخ بدیع الدین (شاہ مدار) سرزمین اودھ کی طرف واپس ہوئے تو حضرت شاہ مدار نے قدوة الکبرا کے ہاتھ سے خرقہ محبت پہنا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کے باعث دونوں حضرات بہت روئے۔

قطعہ

چو پردین یکدگر بودیم یکجا پھر خ دوستی در مرزا بناس
ز با ہم چون نبات النعش دیگر فتادیم اسی فلک فریاد از یاس
ترجمہ:- پردین کی طرح دونوں یکجا تھے اور اس فلک دوستی کے نیچے وہ لوگوں سے ایک پناہ گاہ میں تھے۔ اور اب صورت یہ ہے کہ نبات النعش (قطب کے قریب سات ستاروں کا جھرمٹ) کی طرح باہم دوستی سے گر کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے بے فلک فریاد ہے اس ناامیدی سے۔

تیسری قسم کا خرقہ، خرقہ تبرک ہے کہ ایک دوسرے (بزرگ) کو اس کے عقیدے کے اتقنا کے طور پر دیا جاتا ہے جیسا درویش صالح سمرقندی کا معاملہ ہے کہ وہ حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانی کے دربار سے وابستہ بلند پایہ مرید تھے ایک مدت دراز تک حضرت قدوة الکبرا کے ساتھ خلوص و اتحاد کے رستے پر گامزن رہے۔ جب یہ حضرت شیخ سماء الدین کی خاتقاہ واقعہ زردلی سے سمنان کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت قدوة الکبرا نے خرقہ تبرک ان کو عطا فرمایا۔ شیخ مذکور کا اپنے شیخ سے عقیدت کا معاملہ ادران کے جذبہ طریقت کے آثار اس مرتبہ کو پہنچ گئے تھے کہ کسی مرید اگر کسی طالب طریقت سے ان کا فرق کرنا ممکن نہیں تھا۔

بیت

دو مغزی بودہ اند با ہم چو بادام در ایشان فرق نہ جز پوست بادام
ترجمہ:- گویا یہ دونوں با ہم محبت و اتحاد میں ایک بادام ہیں دو مغز (گری) کی طرح تھے ان دونوں میں سولے پوست بادام کے اور کوئی فرق نہیں۔

خرقہ نوع چہارم، خرقہ محبت ہے کہ ایک شیخ جب اپنی زندگی میں اپنے کسی مرید کو دیکھتا ہے کہ اس کی ہمت کا ہما بلند پرواز واقع ہو ہے تو اس کو وہ کسی دوسرے شیخ کے حوالے کر دیتا ہے جن کا حال اس سے اعلیٰ تر ہے تو وہ اس کو دوسرے شیخ کی خدمت میں جانے کی اجازت دیتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہو۔ یہ رخصت بعض مشائخ کی صورت ردحانیہ سے بھی کبھی کبھی واقع ہوتی ہے کہ عالم معاملہ میں یا خواب میں وہ جس شیخ کی خدمت میں بھیجا مقصود

ہوتا ہے ان کی طرف اشارہ کر دیتا ہے تاکہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مزید تربیت حاصل کرے
مثنوی

ہر کہ باشد در رہ حق را ہر
 چون رساند ہمرہ خود را بجائی
 رہ نماید تاکہ خود کردہ سفر
 کش بود حاصل زیر رہنمائی
 پس بگوید او بدیگر رہنمائی
 گفت از اینجا پیشتر تو رہنمائی

ترجمہ :- جو کوئی راہ حق میں رہنمائی کا فرض ادا کرتا ہے وہ اس کو وہ راستہ دکھاتا ہے جس پر اس نے
 خود سفر کیا ہے جب وہ اپنے ہمراہی کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جس پر اپنے رہنما کے عمل سے عمل
 کر کے پہنچا ہے تو وہ دوسرے رہنما سے (جس کے سپرد ہمراہی کو کر رکھا ہے) کہتا ہے کہ اب یہاں سے
 آپ اس کی رہنمائی کیجئے۔

پانچواں خرقہ، خرقہ حقیقی ہے کہ شیخ سلسلہ اپنے لطف عام سے اپنے مرید خاص کو اس کے حصول کی
 طرف راغب کرتا ہے اور وہ خرقہ اس کو عطا کر کے اس کے وارداتِ طریقت مواقع اور حوادثِ سلوک
 کا کفیل بن جاتا ہے۔ یہ شیخ و مرید کے درمیان ایک معاملت ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو اس کی خبر ہو
 بعض مشائخ علماء و علما کی جماعت کے سامنے اس منصب بلند اور شرف ارجند کو سعادت مند مرید کے سپرد
 کر دیتے ہیں (اور بعض کسی کو مطلع کرنا ضروری نہیں سمجھتے) اس خرقہ کی دولت کا حصول اور اس شوکت کا وصول
 بہت زیادہ محنت اور بہت تکلیف اٹھانے کے بعد ممکن ہوتا ہے۔

مثنوی

بسی باید دویدن در پی این کار
 کسی کز سر نہ پوید راہ داور
 کہ بناید رخ مقصود دلدار
 نہوشد خلعت خورشید خادر

ترجمہ :- اس امر خلیفہ کے حصول کے لئے بہت تنگ و دو کرنا پڑتی ہے تب کہیں دلدار کے رخ مقصود کا نظارہ
 ہوتا ہے جو کوئی سر کے بل اس راہ کو طے نہیں کرتا وہ اس خلعت کو نہیں پہن سکتا جو مرتبہ میں خورشید
 خادری کی طرح بلند ہے۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ پیروں کی ہر بانی اپنے مریدوں پر اور مرشد کی کرم گستری رشد و ہدایت کے
 طالبوں پر اس درجہ ہوتی ہے کہ زبانِ خامہ اس کی شرح سے عاجز ہے ان حضرات کی ہر بانی اس سے زیادہ اور
 کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی طویل، عمر جادوانی کا محصول (حاصل کردہ سرمایہ) اور تمام زندگی کی پونجی اپنے مرید کو ٹپک
 جھپکاتے بخش دیتے ہیں۔

بیت

ز شکر ی کہ آن نعمت افزون بود
 دلی نعمت پیش ازین چون بود

ترجمہ:- شکر ہے کہ وہ نعمت زیادہ تھی لیکن اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے۔
کوئی نعمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک روزہ مصاحب کو اپنی سوسال کی کمائی ہوئی نقدی عطا کرتے ہیں۔

مثنوی

جسے گویم وصف آن پاکیزہ گوہر کہ از یک کف دہد دریائی گوہر
ز دیگر کف ہمہ کون و مکانرا بہ بخشہ ہر کہ را خواہد امانرا

ترجمہ:- میں اس پاکیزہ گوہر ہستی کا وصف کیا بیان کروں کہ مرشد ایک ہاتھ سے دریائے گوہر عطا کر دیتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے تمام کون و مکان کا سرمایہ اس کو بخش دیتا ہے اور جسے امان کی طلب ہو وہ دیتا ہے۔
حضرت شیخ ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک سال تک حضرت شیخ ابوالعباس کی خانقاہ میں مقیم رہے منقول ہے کہ صوفیوں کے جماعت خانہ میں حضرت شیخ ابوالعباس کی ایک مخصوص جگہ تھی وہ اکثر ایسے سال تک اسی ایک جگہ پر مقیم رہے۔ صوفیوں کی جماعت میں سے اگر کوئی صوفی رات میں نفلی نماز زیادہ پڑھتا تو شیخ ابوالعباس فرماتے کہ لے فرزند! سو جاؤ کہ پیر جو کچھ کرتا ہے وہ تمہارے ہی لئے کرتا ہے کہ اس کو اس عمل کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ حاجت ہے۔ اس ایک سال کی مدت میں حضرت ابوالعباس قدس سرہ نے حضرت ابوسعید (ابوالخیر) سے کسی رات یہ نہیں فرمایا کہ لے فرزند تم سو جاؤ اور یہ نفلی نماز مت پڑھو جیسا کہ وہ دوسرے مریدوں سے کہا کرتے تھے۔ شیخ ابوالعباس قدس سرہ نے شیخ ابوسعید کو اپنے قریب سونے کی جگہ دیدی تھی (شیخ ابوسعید کی خواہگاہ شیخ ابوالعباس کی خواہگاہ کے برابر تھی) ایک رات شیخ ابوالعباس قدس سرہ خانقاہ سے باہر تشریف لائے انہوں نے فصد کھلائی تھی رگ کا منہ کھل گیا تھا شیخ ابوسعید کو اس حال کی خبر تھی وہ اسی وقت اپنی چادر اور جامہ لے کر شیخ ابوالعباس قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ کے اس ہاتھ کو باندھا جس کی رگ کھل گئی تھی، ان کا ہاتھ دھویا ان کے کپڑے جو خون سے تر تھے اتارے اور اپنے کپڑے ان کو پیش کئے۔ شیخ ابوالعباس نے ان کے کپڑے پہن لئے۔ شیخ ابوسعید نے شیخ ابوالعباس کے کپڑے دھوئے اور ان کو الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال دیا خود نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے وہ کپڑے رات بھر میں خشک ہو گئے۔ شیخ ابوسعید ان کپڑوں کو لپیٹ کر شیخ کی خدمت میں لائے شیخ نے اشارہ کیا کہ تم ان کپڑوں کو پہن لو۔ شیخ ابوسعید نے حسب الحکم حضرت ابوالعباس کے کپڑے پہن لئے اور اپنے گوشہ عبادت میں چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ سو کر اٹھے اور شیخ ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شیخ ابوالعباس قدس سرہ شیخ ابوسعید کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور شیخ ابوالعباس کا لباس شیخ ابوسعید کے جسم پر ہے سب لوگ حیران رہ گئے، ان کی حیرانی دیکھ کر شیخ ابوالعباس قدس سرہ نے فرمایا کہ کل رات پنچھادیں ٹٹائی گئیں میں تمام پنچھادیں شہر مہنتہ کے اس جوان (ابوسعید) کے حصے میں آگئیں اس کو مبارک ہوں۔

مثنوی

نباشد خلعت درویش در بر کہ نبود نعمتی در جامہ مضم
 کسی کین خلعتی در بر کشیدہ ز جیب آن قرطع عرشی دریدہ
 ترجمہ ۱۔ درویش کے جسم پر ایسی خلعت (خرقہ) نہیں ہوتی کہ جس میں کوئی نہ کوئی نعمت پوشیدہ و پنهان
 نہ ہو۔ جس کسی نے یہ خلعت (خرقہ) پہن لی اس کی عظمت کے سامنے (دنیا دی) عزت و جاہ کا
 دامن پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔
 اول و آخر اور اوسطاً تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیڑی کی۔

لطیفہ ۱۳

حلق و قصر

قال کلا شرف :

الحلق والقصر هروضع اشعارالعلائق والعوائق عن فرق الطالب الاقتصار الیبد
من الامور الکونین بطالب۔

حضرت اشرف جہانگیر سنائی فرماتے ہیں کہ حلق و قصر یہ ہے کہ طالب کے سر سے علائق و عوائق کے بال دور کئے جائیں اور طالب کے ہاتھ کو کونین کے امور سے روکا جائے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ حلق و قصر دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں لیکن حلق قصر سے افضل ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مشعر ہے کہ آپ نے حایموں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ سر سنڈانے والوں پر اللہ کی رحمت ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا اور بال چھوٹے کرانے والوں پر؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام نے یہی ”والمقصرین“ کو دہرایا۔ اس طرح چار مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ (ادبین) ارشاد فرمایا۔ پس اگر حلق کو قصر پر فضیلت نہ ہوتی تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اہل حلق پر رحمت کی تکرار نہ فرماتے اور مقصرین کے حق میں جو ترجم فرمایا گیا یہ عطف ہے اصل نہیں ہے یعنی ضمناً ہے پس ثابت ہوا کہ حلق قصر سے افضل ہے۔

حلق میں فوائد جسمیہ اور بدنیہ اس قدر ہیں کہ شرح و بیان میں نہیں آسکتے، حضرت سلطان الشانخ سے منقول ہے کہ تین کام خود کرنے چاہئیں کہ اسمیں بہت زیادہ منفعت ہے اور جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ امور ثلاثہ یہ ہیں (۱) سر سنڈانا، (۲) انطار میں سب سے پہلے چاولوں کی بیج پینا (۳) پیروں کے تلووں میں تیل ملنا۔ مملوق کا اعمال صلوة میں غیر مملوق سے آگے نہونا یا افضل ہونا طبع رسا پر پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب میں حضرت مخدومی رشیخ علاؤ الدین گنج نبات کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی تو حضرت مخدومی نے سعادت حلق کا تاج میرے سر پر رکھا چاہا اور میل سر اپنے زانوئے اطہر پر رکھا اور اپنے دست مبارک میں اُسترو لیکر میرے سر کو مونڈا تو میں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔

قطعہ بمکتب خانہ توفیق از لطف جو استاد ازل تعلیم کر دیم
یہ پیش پائے تو از موئے ہستی نہام از سر و تسلیم کر دیم
(مکتب خانہ ازل میں توفیق الہی نے جب سے تعلیم دینا شروع کی تو میں نے اپنے سر سے موئے ہستی اتار کر تیرے
قدموں میں ڈال دیا)

میرے یہ اشعار سنکر حضرت مخدومی نے فرمایا اللہ اللہ! فرزند شرف ایسا مت کہو کیونکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے تم کو بطور امانت حاصل کیا ہے اور یہ امانت ایک عجیب امانت ہے۔ میں نے تو ایک گرامت کے حصول کا شرف حاصل کیا ہے، پھر حضرت مخدومی نے فوراً فرمایا میں نے تیرے سرگیسو سے ایک تار (بال) اسلئے لیا ہے کہ یہ تار روز قیامت میرے سر پر سایہ فگن ہو۔ حضرت مخدومی نے یہ قطعہ ارشاد فرمایا۔

ستر وہ از سرت موہم کردم
زہر موئے تو تنینے کردہ یکبار

زمیم توجہ ایں حسیم کردم
سرغیر خدا، دد نیم کردم

ترجمہ :- میں نے تیرے سر سے جو یہ بال مونڈے، میں گویا یہ تیرے میم کے میم سے جیم (رج) کو جدا کیا ہے میں نے اس تلوار کے ذریعہ تیرے وجود سے غیر خدا کا سر دو ٹکڑے کر دیا ہے۔

حضرت مخدومی نے اس قسم کے اور بہت سے مہر آگیں جملے بھی خرقہ پہناتے اور حلق کرتے وقت ارشاد فرمائے تھے حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے حلق سے قصر بہتر ہے کہ پہلی بار اس راہ میں قدم رکھنا دشوار ہے جب مرید کے قدم، مقام نہایت پر پہنچ جائیں اس وقت حلق کریں کیونکہ مشائخ ترتیب کے ساتھ کام کرتے ہیں اور تدریجاً سالک سے کام لیتے ہیں۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی سے منقول ہے کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد خداوندی کے بموجب مُحَلِّقِیْنَ دَعَوْا فَتَسَكَّمُ (آپ نے سرور کو منڈوا کر، مخلوق ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہ خداوندی سے چار کلاہ لے کر آئے اور سراقص پر انہوں نے استرو چلایا اور چاروں ٹوہپاں سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقص پر رکھیں۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سر پر استرو چلایا اور کلاہ ایک ترک ان کے سر پر رکھ دی پھر تکبیر کہی، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے سر کے بالوں کو صاف کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کلاہ دوڑکی پہنائی، پھر تکبیر کہی حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمانؓ کے سر کے بال صاف کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر کلاہ ستر کی رکھی پھر تکبیر فرمائی۔ اب حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کے سر کے بال مونڈے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلاہ چار ترک ان کو پہنا دی اور تکبیر کہی۔ پس چار پیر اور چار تکبیر سے یہی معنی مقصود ہیں۔

لطیفہ ۱۴

مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں

(در بیان سب خانوادۂ مشائخ کہ در اصل سلف چارہ بودند)

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ سب حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنی اپنی مدت خلافت گزار کر اور مخلوق کی ہدایت فرما کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو حضرات تابعین نے خلق کو (دین کی) دعوت دی اور دین کا راستہ دکھایا۔ جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو تابعین حضرت سید کے سب اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اُسوقت تمام علماء نے متفق اللفظ ہو کر یہ بات کہی:۔
”اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم“۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء و پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تو صحابہ کرامؓ کے حق میں تھا اور آج کوئی فرد بھی صحابہ کرامؓ میں سے موجود نہیں ہے کہ ظاہری طور پر ہم ان کی اقتداء کریں اور کسی دوسرے کیلئے ان کے سوا دعوت دین روا نہیں ہے۔ پس امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ و امام محمد و امام ابو یوسفؒ نے اس امر پر اجماع کیا کہ اس زمانے میں خلفائے راشدین کا جو قائم مقام ہو اس کے لئے دعوت دین روا اور جائز ہے کیونکہ تابع متبوع کی مانند ہوتا ہے اور نائب منیب کی طرح چنانچہ تلاش بسیار کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ اور نائب و قائم مقام حضرت خواجہ حسن بھریؒ کو پایا۔ چنانچہ علماء و تابعین میں سے ہر ایک نے اُن کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے مرید ہو گئے۔ یہ پوری مریدی کا سلسلہ اور طریقہ اُسی دن سے شروع ہوا، ورنہ اس سے قبل محض بیعت کرنا اور ہم نشینی کا دستور تھا بلکہ صرف صحبت (ہم نشینی)

حضرت خواجہ مورود چشتیؒ اپنی (کتاب) ”حجت السالکین“ میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ حسن بھریؒ بہت زیادہ بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے اپنی خلافت و حضرات کے سپرد کی۔ ایک حضرت شیخ عبدالواحد بن یزید اور دوسرے حضرت شیخ حبیب عجمی۔ یہ دونوں حضرات اُسوقت یگانہ روزگار اور سرآمد زمانہ شمار ہوتے تھے۔ اس زمانے میں جو چودہ خانوادے علماء و مشائخ میں مشہور ہیں وہ ان ہی دو مخدوم حضرات کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بھریؒ تک پہنچتے ہیں۔

حضرت قدوة الکبرائے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مشائخ روزگار میں یہ چودہ خانوادے مشہور و معروف ہیں لیکن متاخرین صوفیاء کے ذریعہ در بہت سے خانوایں پیدا ہوئے ہیں اور بہت سے خانوادے سادات کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتے ہیں۔ ان چودہ خانوادوں کی صراحت و توضیح کے بعد ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان باقی خانوادوں کو سلسلہ تحریر میں لائیں گے، ان چودہ خانوادوں کے تمام مشائخ اکابر روزگار اور اثر نامدار ہیں

سب کے سب مذہب اہلسنت وجماعت کے پیرو ہیں۔ واضح رہے کہ ان چودہ خاندانوں میں پانچ خاندان حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطے اور نو خاندان حضرت حبیب عجمی کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بھری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطے سے حضرت حسن بھری تک پہنچنے والے پانچ خاندان یہ ہیں۔
 ۱۔ زیدیال ۲۔ عیاضیاں ۳۔ ارمیاں ۴۔ ہیریال ۵۔ چشتیاں
 اور نو خاندان سے جو حضرت حبیب عجمی کے واسطے سے حضرت حسن بھری تک پہنچتے ہیں یہ ہیں۔
 ۱۔ جیبیاں ۲۔ طیفوریال ۳۔ کرخیاں ۴۔ سقلیاں ۵۔ جنیدیاں
 ۶۔ گارونیال ۷۔ فردوسیال ۸۔ طوسیال ۹۔ سہروردیال

یہ ہیں کل ۱۴ خاندان جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اب ہر ایک خاندان کے پیشوا کے کچھ فضائل و خصال اور ہر ایک کی توبہ کا موجب و محرک بیان کرتے ہیں۔

اس سلسلے کا آغاز تمام سلاسل اور خاندانوں کے پیشوا و سرِ ملکہ حضرت خواجہ حسن بھری کے احوال سے کیا جاتا ہے۔

حضرت حسن بھری | حضرت حسن بھری، جو خان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ہیں اور دسترخوان مرقنوی سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں، کی والدہ جو حضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں، ایک دن کسی کام میں مشغول تھیں، حسن جو اس وقت شیرخوار تھے، بھونک سے رونے لگے، حضرت ام سلمہؓ نے اُن کو چُپ کرنے کے لئے اپنا سرِ پستان اُن کے منہ میں دے دیا، یہ اسکو مچھو سننے لگے، انتہائی شفقت و محبت کے باعث اُن کے پستان سے دودھ کے چند قطرے نکل کر اُن کے منہ میں چلے گئے۔ یہ جو کچھ برکتیں اور عظمتیں اُن سے ظہور میں آئیں ان ہی چند قطراتِ شیرِ کافیش ہیں۔

مثنوی

نہاد اندر نہاد آن چشمہ شیر
 کہ ہر کو قطرہ از وی چشمیدہ
 ز لطف پاک آن دانای تقدیر
 ز شیرین بر سر شیری رسیدہ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ان کے دودھ میں ایک ایسا جود ڈال دیا جو بالکل پاک ہے کہ اگر کوئی ایک قطرہ بھی اس سے چکھ لے تو منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بھریؒ نے عہدِ طفلی میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزہ پاک سے تھوڑا سا پانی پی لیا تھا جب وہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے، جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس برتن سے پانی کس نے پیا ہے آپ کو بتایا گیا کہ حسن نے پیا ہے، تب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا علم اس میں سرایت کر

جائے گا۔ ایک دن حضرت ام سلمہؓ نے حسن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ اطہر میں دے دیا تو آپ نے ازراہِ شفقت و کرم حسن کو گود میں لے کر اُن کے حق میں دُعا ئے خیر فرمائی۔ آپ کے تمام آثار اسی دُعا کی برکت کا نتیجہ ہیں

منقول ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور آپ نے دستارِ مبارک اٹھا کر اپنے زانوئے اطہر پر کھلی تھی جس کا عالم طفلی تھا، کھیلنے ہوئے آٹے اور دستارِ مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہائیں! ہائیں! یہ کیا کر رہے ہو؟ اے لڑکے بے ادبی نہ کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو یہ بہت بڑا شخص ہوگا، اپنے زمانے کا مقتدا اور پیشوا ہوگا۔ میری دستارِ ولایت اس کے سر پر طیک رہے گی۔

قطعہ

نگویم آنکہ بنی ادبی است کز دی ادیب روزگار خویش گشتہ
دستارِش بدست آوردنی حکم کہ دستِ باطنش در پیش گشتہ
ترجمہ :- میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے بے ادبی کی بلکہ اپنے مودبانہ خصلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ دستار بھی بغیر حکم کے نہیں اٹھایا تھا بلکہ اس وقت ان کا اندرونی ہاتھ اُن کے سامنے آ گیا تھا۔
منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا ستموہ حسنا فاقہ حسن الموجدہ "اس کا نام حسن رکھو یہ خوب رُو ہے"
حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی پرورش فرمائی اور وہی آپ کی دیکھ بھال فرمایا کرتی تھیں اکی محبت و شفقت کے باعث آپ کی پستان میں دودھ آ گیا تھا اور دودھ کے چند قطرے اُن کے حلق میں پہنچ گئے تھے جیسا کہ مذکور ہوا، حضرت ام سلمہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ الہی اسکو مقتدا ئے خالق بنا نا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے ایک سوئیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شرف دیدار حاصل کیا۔ ان اصحاب میں شتر تو اصحاب بدر تھے، حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؒ کے مرید تھے، بعض کہتے ہیں کہ آپ کو حضرت حسن بن علیؒ سے ارادت حاصل تھی لیکن قولِ اول زیادہ صحیح ہے۔

ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ یہ گور فروش کیا کرتے تھے اسی بنا پر آپ کو حسن لولوی کہتے تھے ایک بار یہ تجارت کے سلسلہ میں روم تشریف لے گئے، وزیرِ مملکت کے پاس جانا ہوا اس نے کہا کہ آج مجھ کو ایک جگہ جانا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے قبول کر لیا، پس یہ لوگ جنگل کی طرف گئے جنگل میں پہنچ کر حسن نے دیکھا کہ وہاں ایک عالیشان خیمہ لگا ہے، یہ خیمہ دیا کا تھا اسکی طنائیں ریشم کی اور میخیں سونے کی تھیں، بے شمار سپاہی تمام ہتھیاروں سے لیس خیمے کے اطراف میں گشت کر رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں کرتے

جاتے تھے، پھر یہ تمام سپاہی واپس ہو گئے۔ ان کے بعد تقریباً چار سو ادیب اور فیلسوف آئے سرائیک نے خیمہ کا چکر لگایا۔ پھر لوٹ گئے۔ ان کے بعد کچھ پیران یا صفا آئے وہ بھی ٹیپے کے گرد پھر کر چلے گئے ان کے بعد کچھ حسین اور خوب رو عورتیں آئیں، وہ بھی اسی طرح پھسرد کر چلی گئیں۔ ان کے بعد چار سو ماہر و کینیزی آئیں ہر ایک کے ہاتھ میں زرد جواہر کے بھرے ہوئے طشت تھے انہوں نے بھی دوسروں کی طرح خیمہ کا چکر لگایا اور سب کی سب واپس چلی گئیں، سب سے آخر میں قیصر روم اپنے ذریعوں کے ساتھ خیمہ کے اندر گیا اور کچھ کبکرواپس آگیا۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں یہ تمام باتیں دیکھ کر حیران تھا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ میں نے اپنے ہمراہی وزیر سے دریافت کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ وزیر نے مجھے بتایا کہ قیصر روم کا ایک لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا، وہ اچانک بیمار ہوا۔ بڑے بڑے خاذاق طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور آخر کار وہ مر گیا۔ اس کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا جہاں خیمہ نصب ہے۔ ہر سال اس کی قبر کی زیارت کے لئے (سپاہ) امراء و وزراء اور بادشاہ ایک مرتبہ یہاں آتے ہیں، سب سے پہلے عظیم الشان لشکر اس کے خیمہ کے گرد پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے شانہزادے! اگر تمہاری موت کو ہم جنگ و جدل سے رفع کر سکتے تو ہم سب اپنی جانیں قربان کر دیتے لیکن یہ معاملہ تو اس کا تھا جس سے ہم جنگ نہیں کر سکتے۔ یہ کبکروہ واپس ہوتے ہیں، پھر دانا اور فلاسفر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شانہزادے! اگر ہماری عقل و دانش اور علم و خرد تجھ سے موت کو دور کر سکتی تو ہم اس کے رفع کرنے میں تقصیر نہ کرتے۔ یہ کبکروہ بھی واپس چلے جاتے ہیں اس کے بعد پیران محترم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شانہزادے! اگر ہماری سفارش اور ہماری گریہ و زاری اور ہماری دانشوری سے تمہاری موت ٹل سکتی تو ہم ضرور کوشش کرتے لیکن یہ تو اس ذات کے اختیار کی بات ہے جہاں گریہ و زاری اور سفارش و شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ کینیزی آتی ہیں جو ہاتھوں میں زرد جواہر کے بھرے ہوئے طشت لئے ہوتی ہیں وہ بھی خیمہ کے گرد پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگر ہم اپنے حسن و جمال سے تمہاری رضا کو رد کر سکتے اور تم کو خرید سکتے تو ہم ایسا ضرور کرتے لیکن ہم اپنے حسن و جمال اور مال سے تم کو نہیں خرید سکتے دہاں نہ مال کی قدر ہے اور نہ حسن و جمال کی۔ ان کیتروں کے بعد قیصر روم اپنے ذریعوں کے ساتھ خیمہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے جان پدر! میں تیرے لئے لشکر عظیم لے کر آیا، دانشوروں کو لایا، پیروں اور شفاعت کرنے والوں کو لایا، حسین و جمیل کینیزوں کو بے شمار زرد جواہر کے ساتھ لایا اور اب میں خود آیا ہوں، اگر تیرے لئے میرے ہاتھ سے کچھ ہو سکتا تو میں ضرور کرتا اور یہ بے چارگی اور بے بسی اس شخص کی ہے جو روئے زمین کا بادشاہ ہے لیکن بائیمہ جلالت شانہ وہ بھی قضاے الہی کے سامنے عاجز ہے، تجھ پر سلام ہو۔

جب دوسرا سال آتا ہے تو پھر بھی سب کچھ کیا جاتا ہے اور پھر واپس آ جاتے ہیں۔ ان باتوں نے حسن بصری کے دل کو بہت متاثر کیا اور اسی وقت دہاں سے پلٹ پڑے اور بصرہ واپس آ گئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ان کو انجام کار معلوم نہیں ہو جائے گا وہ ہنسی کا نام نہیں لیں گے اس کے بعد وہ عبادت الہی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہی سال تک انکی طہارت سوائے حوائج ضروریہ کے نہ ٹوٹی۔

شیخ عبداللہ بن عوف کے پانچ فرزند تھے یہ پانچوں حضرات شیخ عبدالواحد بن زید کے مُرید ہو گئے خانوادہ زیدیوں | تھے۔ ان حضرات نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید سے خود کو اس طرح منسوب کیا کہ کہ اپنی خانہ دانی نسبت اور خود نسبت مکانی کو اس میں گم کر دیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد نے (ان حضرات کی ریاضت اور عبادت سے متاثر ہو کر ہر ایک کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان پانچوں حضرات میں سے ہر ایک حافظ کلام ربانی تھا علوم (متداولہ منقول و منقول) پر ہر ایک کو کامل دسترس تھی۔ محنت در ریاضت و مجاہدہ میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، خلوت اور بیابان میں ان کے شب در روز گزرتے تھے، ان میں سے ہر ایک صائم الدہر اور قائم اللیل تھا ان کی افطار جنگلی پھل اور گھاس سے ہوتی تھی تین دن اور تین رات کا روزہ رکھنا ان کا معمول تھا کبھی کسی جاندار کو ایذا نہیں پہنچائی۔

میت
میا زار موری کہ دانہ کش است
کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

ترجمہ :- چوٹی کو بھی مت سناؤ کہ اس کی جان ہے اور جان شیریں ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔ کبھی اپنے کپڑوں سے جوں نکال کر نہیں ماری نہ سانپ اور بچھوؤں کو تکلیف دیتے تھے اگر کوئی شخص ان کی ہم نشینی کا خواستگار ہوتا یا کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تو سب سے پہلے اپنے حال کی اصلاح کرتا، قرآن پاک حفظ کرتا، چونکہ ان کے یہاں قرآن اُزبہ ہونے کے بعد ان کی تلقین ہوتی بغیر حافظ القرآن ہونے کسی کو ان کی صحبت میں بازیابی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان حضرات میں سے ہر ایک ایک قرآن دن میں اور ایک قرآن رات میں ختم کرتا تھا۔

مثنوی

تن اینجا بہ نان جوین ساختن
دل آنجا بجنجینہ برداختن
بکن طعمہ خود گیا ہامی خاک
کہ حاصل شود صحبت جان پاک

ترجمہ :- یہاں نان جوین (جو کی روٹی) سے تن کی پرورش کرنا اور دل کو (معرفت) کا خزانہ بنانا ہے۔ اپنی خود پاک بنیوں اور پودوں سے حاصل کرو کہ اس سے صاف اور پاک روح کی پرورش ہوتی ہے۔ دنیا کی خوشی کے اسباب اور علاقے سے بالکل الگ تھلگ تھے، جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتا تھا وہ بھی دنیا سے رغبت نہیں رکھتا تھا نہ کبھی گھر کی طرف رُخ کرتا اور نہ کہیں گھر بناتا، شہر و قریہ میں آنا جانا ترک کر دیتا جس جنگل میں بسیر کرتا یا پہاڑوں کو اپنا مسکن بناتا۔

میت

ہر کہ در راہ عزیزان نہاد
سر بسوی بیشہ و صحرا نہاد

ترجمہ :- جو کوئی بھی ان بزرگوں کی راہ اختیار کرتا ہے وہ صحراؤں میں جا بسیر کرتا ہے۔ جو کوئی بھی خاندان زیدیوں میں مرید ہوتا وہ تجرید اختیار کر لیتا۔ زیدیوں کا لباس ٹاٹ کا ہوتا تھا کبھی کبھار صرف پتوں سے بکرا

سروپشی کر لیتے تھے کسی سے رزق کیلئے طالبِ دُعا ہاں نہیں ہوتے تھے اگر کوئی شخص فتوح بھیج بھی دیتا تب بھی اسکی طرف رخ نہیں کرتے تھے اور اس فتوح کو اُسی وقت غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے اپنے نفس پر اس فتوح کو قطعاً خرچ نہیں کرتے تھے۔ یہ حضرات بہت ہی سلیم القلب ہوتے۔ اگر کوئی شخص ان کو جنگل سے پکڑ کر لے آتا اور اپنا غلام بنالیتا تو یہ دم نہیں مارتے، اور پوری تندہی سے اس لاسنے والے کی خدمت کرنے اگر کوئی لالہ کو غلام بنا کر دوسروں کے ہاتھ بیچ ڈالتا تو پھر یہ اُس خریدنے والے کی خدمت میں لگ جاتے اور ذرا بھی تاامل نہیں کرتے اور نہ اپنے دل میں ملال لاتے۔

قطعہ

چہ آزاد گانند در روزگار کہ ہر کس کند بندہ شان تن دہند
دگر بہر ایشان فرد شد کسی بجان و دل از بندگی دم زنند

ترجمہ :- یہ حضرات زمانہ میں کیسے آزاد مرد ہیں کہ اگر کوئی ان کو غلام بنالے تو اسکی خدمت پر تیار ہو جاتے ہیں، اگر کوئی انکو غلام بنا کر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے تب بھی یہ اس دوسرے شخص کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔ یہ خانوادہ حضرت فضیل بن عیاض سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ طبقہ اول کے صوفیاء سے ہیں آپسکے کنیت ابو علی ہے اور آپ اصلاً کوئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ خراسانی ہیں اور مرو کے مضافات کے رہے والے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے تھے کوفہ میں ان کو لے آئے تھے اور کوفہ ہی میں نشوونما پائی اسی لئے کوئی الاصل کہلاتے ہیں اور بعض لوگ بخاری الاصل کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ نے محرم ۳۸۵ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات بیت اللہ شریف میں چاہ زمزم کے قریب ایک قاری کی زبان سے یہ آیت سنکر ہوئی :-

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ
بِأَصْفَادٍ ۚ

جیسے ہی آپ نے یہ آیت سنی ایک نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کردی بے شک و دستِ دوست کی نشانی پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور یہی انہوں نے کیا، شعر

من مات عشقا فليمت هكنا لاخير في عشق بلا موت

ترجمہ :- جو عشق میں مرتا ہے وہ اسی طرح مرتا ہے۔ اس عشق میں کیا خوبی جس میں موت نہ آئے۔

آپ کے نائب ہونے کی کوئی صراحت طبقات الصوفیہ میں نہیں کی گئی ہے بلکہ طبقات الصوفیہ سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ آبا و اجداد سے درویش زادہ تھے لیکن صاحب تذکرۃ الادبیاء (خواجہ فرید الدین عطار) کہتے ہیں کہ پہلے یہ راہزن اور عارف تھے۔ پھر انہوں نے راہزنی سے توبہ کر لی اور یہی بات زیادہ مشہور ہے۔

سیرت عاضیان یہ ہے کہ وہ ہر وقت سفر میں رہتے ہیں۔ مجرد رہتے ہیں کسی جگہ اقامت اختیار نہیں کرتے شادی نہیں کرتے اور نہ گھر بناتے ہیں۔ پیوند دار خرقہ پہنتے ہیں۔ اگر راستہ میں کپڑے کا کوئی ٹکڑا پڑا ہوتا ہے تو نماز پڑھ کر اپنے خرقہ میں اس کا بوڑ لگا لیتے ہیں، جہاں کہیں رات ہو جاتی ہے عشاء کی نماز اسی جگہ پڑھ لیتے ہیں اور وہیں شب باٹھی اختیار کر لیتے ہیں لیکن تمام رات عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ کھانے کی کوئی چیز بغیر طلب کے مل جاتی ہے تو کھا لیتے ہیں ورنہ فاقہ سے رہتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو وہاں سے فوراً چل پڑتے ہیں یہ حضرات اکثر برہمنہ پارہتے ہیں، تیسرے روزانہ فطار کرتے ہیں اور وہ بھی مہمان کے ہاتھ۔ یہ حضرات سخت ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے۔ اگر کوئی صاحب سعادت ان سے ملاقات کا خواہاں ہوتا ہے یا ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کو ماسوی اللہ کے خیال سے خالی کرے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے سب خدا کی راہ میں فقرا و درسا کیلین پر خرچ کرے، تجرد اختیار کرے اور فاقہ کو اپنا شعار بنائے، اپنی اولاد اور خاندان کو خدا کے حوالے کر دے۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو اس کے بعد ہی ان کے شرف ارادت سے مشرف ہو سکتا ہے۔

قطعہ

شعار و سیرت این خوب کیشان چنیں بودہ کہ آن مذکور گشتہ
ز قید خانہ و فرزند و اسباب شدہ آزاد و مسرور گشتہ

ترجمہ :- ان بلند ہمت و خوب سیرت حضرات کا شعار یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرزند خانہ و اسباب کی قید سے آزاد رہتے ہیں۔

یہ سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم سے ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا تعلق طبقہ اول خاندانہ اوہمیان کے صوفیائے کرام سے ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے :- ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور البیہقی۔

شیخ ابراہیم بن ادہم شہزادے تھے۔ ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک بازو شکار کے لئے گئے ہوئے تھے، ہلکے غیبی نے ندا کی :- ”اے ابراہیم! تجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا“۔

مثنوی

برآمد چون بسوی صید طیار نہ آند ز زہرت گاہ جب ر
کہ ای صیاد صید ہمیشہ تنگ بصید خویش تن ناکردہ آہنگ
ترا از بہر کاری آفریدند نہ از بہر شکاری آفریدند

ترجمہ:- جب طیارہ شکار کے لئے روانہ ہوا تو باغی غیبی سے صدا آئی کہ شکار تمہارا پیشہ نہیں ہے۔ لہذا شکار کا ارادہ ترک کر دو چونکہ تم کو ایک خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے اس طرح شکار کھیلنے کے لئے تو پیدا نہیں کیا ہے۔

جیسے ہی انہوں نے یہ آواز سنی، حقیقت سے آشنا ہوئے اور طریقت کا راستہ اختیار کر لیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے، پھر وہاں وہ جس مرتبہ پر پہنچے وہ سب کو معلوم ہے لیکن تذکرۃ الاماد لیا میں آپ کی توبہ کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جس زمانے میں بلخ کے حکمران تھے اور ایک جہان ان کے زیر فرمان تھا اپنی مرضی ڈھالیں اور سچاں مرضی طلبانی گزران کے جلوس میں غلامی کر چلتے تھے۔ اس زمانے میں ایک شب یہ اپنے محل سرا میں آرام کر رہے تھے۔ ستر کینز میں طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ دیراستہ ان کی خدمت میں موجود تھیں کہ اچانک اغرابی صورت کا ایک شخص ان کے محل کی چھت پر پھرنے لگا اس کے پیروں کی دھمک سن کر انہوں نے کہا کہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہارا ایک شناسا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اسے تلاش کر رہا ہوں، ابراہیم نے کہا کہ کتنے نادان ہو کہ اونٹ کو چھت پر تلاش کر رہے ہو، اونٹ کا چھت پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ نادان تو نہیں ہوں کہ تم اس حیران ناز نعمت میں اور اس زرین لباس میں عزت و احترام کے ساتھ خدا کو تلاش کر رہے ہو، یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ مشکل اور ناممکن سی بات ہے اور سو ہزار درجہ بڑھ کر عجیب ہے۔ ابراہیم بن ادہم نے جیسے ہی یہ بات سنی، ان کا دل لرز گیا اور اسی وقت ارادہ کر لیا کہ عیش و آرام کے اس تمام اسباب کو ترک کر دینا چاہیے۔ جب صبح ہوئی اور دولت مریدی کی نسیم نے چلنا شروع کیا تو مجلس اسے باہر نکل کر دربار عام میں آکر بیٹھے۔ اچانک ایک باہر بیت شخص دربار میں داخل ہوا اور ان کے تخت کے سامنے ٹہلنے لگا۔ اس کی ہیبت کی وجہ سے کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کو دربار سے باہر نکال دے یا اس طرح تخت کے سامنے ٹہلنے سے روک دے۔

ابراہیم بن ادہم نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ سرائے کہاں ہے یہ تو میرا محل ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تم سے پہلے یہ کس کی ملک تھا؟ انہوں نے کہا کہ میرے والد کی ملک تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے کس کی ملک تھا؟ اس طرح چند بار سوال و جواب ہوتے رہے۔ تب اس شخص نے کہا کہ جب یہ محل باری باری اتنے لوگوں کی ملک رہ چکا ہے تو پھر یہ سرائے (رباط) نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ شخص لیک ایک غائب ہو گیا۔ یہ باتیں سن کر ابراہیم کی حالت غیر ہو گئی اور یہ اسی حیرت کے عالم میں جنگل کی طرف نکل گئے اور ادھر ادھر پھرنے لگے۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ اچانک اُس شخص سے ملاقات ہوئی۔ ابراہیم نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔ یہ سنتے ہی ان کے اندر حق شناسی کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ لڑکے سے جلا ہو گئے اچانک ایک آواز سنی کہ بیدار ہو باقیل اس کے کہ موت سے بیدار کیا جائے۔

بیت

نہی بیدار بختی کو سر خواب

شود بیدار پیش از مرگ بیدار

ترجمہ: اے بیدار بخت خواب سے جاگ جا۔ قبل اس کے کہ موت سے پہلے تجھے جگایا جائے۔

جب انہوں نے یہ آواز سنی تو از خود رفته ہو گئے۔ جب حالت کچھ سنبھل تو ایک ہرن ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کا پیچھا کیا تو ہرن بولنے لگا اور ان سے کہا "تم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے" یہ سن کر انہوں نے ہرن کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ راستہ میں ایک گڈریا ان کو مل گیا انہوں نے اپنی مرصع کلاہ اور زر لغت کی قبا اس گڈریے کو دیدی اور اس کی گڈری لے کر خود پہن لی اور جنگل میں کسی طرف کو چل پڑے۔

اس گروہ رپیروان ابراہیم بن ادہم کی سیرت یہ ہے کہ سردیاں برہنہ ہمیشہ مسافرت میں رہتے ہیں۔ خالی ہاتھ خالی پیٹ رہنا ان کا شعار ہے۔ ان کا کیسہ بھی ہمیشہ خالی رہتا ہے۔

جب سلطان ابراہیم حضرت فیصل بن عیاض کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور چودہ عجیبی من کا خرقة انہوں نے پہنا دین عجیب دور طے کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ۴۸ منی خرقة ۲۸ رطل وزنی ہوا) ایک روایت میں ہے کہ دس من وزنی اور ایک دوسری روایت کے اعتبار سے ۹ من عجیب وزن کا خرقة آپ نے پہنا۔ بعض نے سات من بھی کہا ہے۔ ہفت من سے کم کسی نے نہیں بتایا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے یہ خرقة اپنے ایک مرید کو عطا کر دیا۔ جو شخص ان کا مرید ہوتا وہ اپنے آبا د اجداد اور شہر و وطن کی نسبت محو کر کے خود کو ادھی کہتا۔

آپ کے تمام مریدین آپ کی پیروی میں ہفت منی اور نو منی خرقة پہنتے ہیں اور اس طرح سلطان ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کے پیرو اور ارادت مند خواہ کسی حال میں ہوں تجرید و تفرید کو اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں، مجدد اور تنہا رہتے ہیں۔ سفر و حضر میں ذکر جلی میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت شیخ قوام الدین ادہمی کی خدمت سے مشرف ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ خواہ سفر میں ہوں یا گھر پر ذکر جلی کو اختیار کروں۔ چنانچہ ذکر جلی پر میری یہ مداومت سفر و حضر کی صورت میں ان ہی کے ارشاد اور حکم کے بموجب ہے۔ اگرچہ بعض عداوت رکھنے والے ہمارے اس اقدام کے انکار پر کمر بستہ ہو گئے اور جھگڑنے لگے۔

ان حضرات کو از قسم ماکولات بطور فتوح بغیر ارادہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ سب فقراد مساکین پر خرچ کر دیتے ہیں اور ان کے طفیل میں دو چار فقے ان کے منہ میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ یہ حضرات تمام رات بیدار رہتے ہیں۔ جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا قصد کرے اس کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے آئینہ دل کو خواہشا کو نین کے زنج سے صاف کرے اور اپنے نفس کو احکام شریعت کی بجا آوری سے مہذب بنائے، جب اس کا نفس اوامر کی بجا آوری پر تیار ہو جائے گا۔ تب کہیں ان حضرات کی صحبت و ارادت سے شرف یاب ہوگا۔

مثنوی

مہر کہ در راہ سلوک از روی صدق
جادہ شہزادہ ادہم گرفت
باید کش اعراض از کونہن و باز
راہ ورہ ہیمودن ادہم گرفت

ترجمہ ۱۔ جس کسی نے راہ سلوک میں صدق کی راہ سے شہزادہ ابراہیم بہادیم کی راہ پر قدم رکھا اس نے کونہن کی خواہشات کو ترک کر دیا۔ تب کہیں ان کی طرح اس راستہ کو طے کر لیا۔

خانوادہ مہسیریان

یہ خانوادہ شیخ ہسیر دہسری سے تعلق رکھتا ہے شیخ ہسیر دہسری کے ارادت مندوں کی سیرت یہ ہے کہ یہ لوگ کسی شہر یا قریہ میں قیام نہیں کرتے ہیں جنگل اور ویران جگہوں پر پھرتے ہیں۔ راہ جو برید اختیار کرتے ہیں۔ ان کی خوراک سبزہ، گھاس اور جنگلی پھل ہوتے ہیں یا حوضوں میں پڑے جو کچھ غلے اور دانے مل جاتے ہیں۔ یہ حضرات شب و روز وضو سے رہتے ہیں۔ یہ لوگ فتوح قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کی بندگی خدا کے لئے کرتے ہیں نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہم خدا کی بندگی خدا کی محبت کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ یہ حضرات روزہ کی افطار سبزہ اور نمک سے کرتے ہیں۔ ان حضرات کی ارادت و محبت کے حصول کے لئے انسان کے ظاہر اور باطن کا تصفیہ لازمی ہے۔ بغیر اس تصفیہ کے ان کی ملازمت کا شرف حاصل ہونا محال ہے۔

قطعہ

سنو از سیرت الیساں کہ چون گنج
برون از خانہ دریرانہ باشند
ز خود وارستہ و از خانمان ہم
انیس صحبت جانا نہ باشند

ترجمہ ۲۔ سنو! ان حضرات کی سیرت ایسی ہے جیسے گنج جو گھر سے باہر ویرانہ میں ہوتا ہے، اپنے پرائے سے بیگانہ ہو کر اپنے محبوب کی صحبت کا شیدائی ہوتا ہے۔

خانوادہ چشتیان

چشتیوں کا سلسلہ شیخ مشاد علودینوری سے ملتا ہے۔ چشتیوں کے مجدد حضرت شیخ ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور چشت تمام کے دو مقام ہیں۔ ایک ولایت خراسان میں ایک شہر ہے اور دوسرا ولایت ہمدان میں ملتان اور اوجہ کے درمیان ہے اور یہ قسریہ چشت ملتان سے زیادہ قریب ہے۔ شیخ ابواسحاق چشتی کا تعلق خراسان سے ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کا تعلق شام سے ہے اس لئے کہ آپ کو شیخ ابواسحاق شامی کہتے ہیں۔ آپ ابدالوں میں سے تھے چشت تو کفرستان تھا۔ شیخ ابواسحاق نے وہاں اسلام پھیلایا۔ اسلام کی تبلیغ کرنے کے بعد آپ چشت سے بغداد پہنچے۔ وہاں پہونچکر آپ شیخ علودینوری کے مرید ہوئے۔ شیخ نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابواسحاق شامی۔ شیخ نے فرمایا کہ اب تم کو ابواسحاق چشتی کہیں گے کہ تم چشت کے خواجہ (سر دار) ہو تم ہی چشت میں اسلام پھیلاؤ گے۔ اس کے بعد حضرت علودینوری نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ اب چشت میں جاد کہ

وہاں اکابر کی ایک جماعت سلطان فرسناد کی نسل سے پیدا ہو گئی جسکے مربی و مشوا تم ہو گئے پس آپ پر کے ارشاد کے بموجب چشت تشریف لائے۔ سلطان فرسناد جو چشت کے شرفاء میں سے تھے، ان کی ایک سالحد بن تھیں حضرت ابو اسحاق ان کے یہاں گاہے گاہے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کو آپ نے یہ بشارت دی کہ تمہارے بھائی (سلطان فرسناد) کے یہاں عنقریب بیٹا پیدا ہو گا جو اکابر و امرا کا منبع ہو گا۔ سلطان کے یہاں ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ جب یہ بات آپ نے فرمائی تھی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ہی سلطان فرسناد کے یہاں شیخ احمد ابدال پیدا ہوئے اور وہ سن شعور پر پہنچ کر حضرت ابو اسحاق شامی سے بیعت ہوئے۔ تب سے خواجگان چشت یہ پانچ حضرات ہیں یعنی ان پانچ افراد پر خواجگان چشت کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱۔ خواجہ ابو اسحاق چشتی۔ ۲۔ خواجہ احمد چشتی۔ ۳۔ خواجہ محمد چشتی۔ ۴۔ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی۔ ۵۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ خواجہ قطب الدین چشتی اور حضرت شیخ احمد زندہ پیل جامی کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد اختلاف ختم ہو گیا اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی نے حضرت شیخ احمد زندہ پیل سے بہت کچھ حاصل کیا۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے مرید کو چشتی کہتے ہیں۔ اسی طرح جو بھی اس سلسلہ سے وابستہ ہوتا ہے چشتی کہلاتا ہے۔

حضرات چشت کی سیرت کے سلسلہ میں صرف چند باتیں یہاں تحریر کی جاتی ہیں :- یہ حضرات شہر و قریہ میں مکانات بناتے ہیں۔ مخلوق کو دعوت حق دیتے ہیں اور باطل کی دنیا سے نکال کر حق کی طرف لاتے ہیں۔ ہمیشہ دنیا اور آرزو ہائے دنیا سے الگ رہتے ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ کو اپنا شعار بنائے رہتے ہیں۔ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمیشہ فقیروں اور مسکینوں کی صحبت میں رہتے ہیں اور کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یہ حضرات سماع کو درست رکھتے ہیں اور اہل سماع کو پسند کرتے ہیں، اپنے پیروں کا عرس منعقد کرتے ہیں۔ صاحبان ثروت سے زیادہ فقیروں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں۔ اپنے مہانوں اور مسافروں کے ہاتھ خود دھلاتے ہیں۔ فقیروں کے سامنے آتش اور کھانا خود ہی پیش کرتے ہیں اور کبھی کسی مالدار کو غریب اور فقیر پر ترجیح نہیں دیتے۔ ان کے افطار میں اکثر لذیذ چیزیں ہوتی ہیں، اکثر لذیذ چیزوں اور نعمتوں سے انظار کرتے ہیں (ان حضرات کے التفات سے مرید کے دل میں دنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے، یہ حضرات مرید کو بہت جلد توبہ کراتے ہیں)۔

قطعہ

کسی کو مریدان چشتی بود	درو سیرتی از بہشتی بود
بظاہر شریعت بباطن حضور	جزین ہر دو سیویش ترشتی بود
بہر کس بہ اخلاق سازند دہس	اگر مسجدی یا کنشتی بود
بطوفان بلوئی، جہاں را چو نوح	دم جودشان ہم چو کشتی بود

کہ اشرف دریں خاندان شگرف صفا بیشتر، کم درشتی بود

ترجمہ ۱۔ جو کوئی سلسلہ چشتیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس میں جنتیوں جیسی سیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا ظاہر شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور باطن حضور حق میں حاضر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تیسری چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ حضرات ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا نصرانی ہو۔ معصیت کے طوفان کے وقت دنیا کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ان کا وجود امن و امان عطا کرنے والی ہستی ہوتا ہے۔ لے اشرف اس خاندان چشت میں جو بہت ہی انوکھا اور پاکیزہ خاندان ہے صفا اور درستی بہت زیادہ ہے، درشتی اور سختی بہت کم ہے۔

خانوادہ جیبیاں | یہ سلسلہ حضرت حبیب عجمی سے ملتا ہے شیخ حبیب عجمی ابتدائے حال میں بڑے مالدار تھے، دولت کی بہتات تھی اور لوگ ان سے روپے پیسے کا معاملہ رکھتے تھے۔ آپ کی توبہ کا محرک اور سبب یہ ہوا کہ حبیب عجمی کا معمول تھا کہ ہر روز اپنے روپے کی وصولی کے لئے بصرہ جاتے تھے اور قرض داروں کے گھروں پر پہنچتے تھے۔ جس کسی کے گھر پر جاتے اگر وہ ان کا روپیہ ادا کر دیتا تو رقم وصول کر لیتے اور اگر وہ شخص قرض ادا نہ کرتا تو اس سے اس کے گھر تک آنے کا معاوضہ وصول کر لیتے اور اسی رقم سے اپنا روزانہ کا خرچ پورا کرتے۔ معمول کے مطابق ایک دن تقاضائے زر کیلئے ایک شخص کے گھر پر گئے وہ شخص گھر پر موجود نہیں تھا۔ انہوں نے رقم طلب کی۔ قرضدار کی بیوی نے کہا کہ میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے۔ البتہ گوشت کا ایک ٹکڑا موجود ہے اگر چاہو تو وہ لے لو۔ انہوں نے کہا کہ لاؤ پارچہ گوشت ہی دے دو۔ چنانچہ یہ گوشت لے کر گھر آئے۔ اپنی بیوی سے کہا کہ ہانڈی چڑھا کر گوشت پکا لو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ لکڑیاں نہیں ہیں گوشت کیسے پکاؤں؟ اور آٹا بھی نہیں ہے۔ حبیب عجمی پھر اپنے قرضداروں کے گھر پہنچ گئے اور پائزہ دیں ان سے لکڑیاں اور آٹا حاصل کر کے گھر لے آئے۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا تو ایک سائل نے ان کے دروازے پر آکر آواز دی اور کھانا مانگا۔ حبیب دروازے پر آئے اور عقدہ سے پائل سے کہا کہ میں اتنا کچھ تم کو دیتا ہوں پھر بھی تم سیر نہیں ہوتے اور مانگنے آ جاتے ہو۔ کیا ہم تمہیں دیتے دیتے خود فقیر بن جائیں سائل ناامید ہو کر ان کے دروازے سے لوٹ گیا۔ جب گھر میں لوٹ کر آئے اور ہانڈی کو کھولا تو کیا دیکھا کہ اس کے اندر خون ہی خون ہے۔ یہ میاں بیوی دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے ان کی بیوی نے کہا کہ یہ سب کچھ اس ڈانٹ کا نتیجہ ہے جو تم نے فقیر کو دی تھی۔ حبیب بہت ہشیمان ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ گھر سے نکل کر حضرت حسن بصری کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ راستہ میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ یہ جب ان بچوں کے قریب پہنچے تو ان بچوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ چلو کہیں اس سود خور حبیب کی گرد ہم پر نہ پڑ جائے۔ حبیب یہ سن کر بہت انسرودہ خاطر ہوئے۔ بس یہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں پہنچے اور توبہ کی۔ جب حبیب آپ کی مجلس میں توبہ کر کے واپس ہوئے تو راستہ میں وہی

بچے کھیلنے ہوئے ان کو دیکھ کر بچوں نے کہا کہ اب ہم نہیں بھاگیں گے اب انکی گرد ہم پر پڑنا چاہئے کہ وہ توبہ کر کے آئے ہیں۔ یہ سن کر حبیب نے کہا الہی ابھی ابھی کچھ دیر ہوئی کہ میں نے تیرے سامنے عہد کیا ہے تو نے میرے نام کو تائبوں میں شامل کر لیا اور خورد و کلاں کے دلوں میں میری دوستی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اللہ اللہ! یہ کہتے ہوئے حبیب اپنے گھر واپس آئے اور پھر منادی کرادی کہ حبیب پر جس کسی کا کوئی حق ہو وہ آئے اور اپنا حق اس سے حاصل کر لے۔ انہوں نے اپنے تمام مال کو ایک جگہ ڈھیر کر دیا۔ مال طلب کرنے والے آتے تھے اور اس مال سے اپنے حق کے بقدر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مال کا ڈھیر ختم ہو گیا، پھر ایک دعویٰ آیا اور اپنا مال طلب کیا انہوں نے اس شخص کو اپنی بیوی کی چادر اتار کر دے دی۔ پھر ایک شخص اور آیا اور مال کا طلب گار ہوا، انہوں نے اپنا پیر بن اتار کر اس شخص کو دے دیا اور خود ننگے ہو گئے۔

حضرت حبیب عجمی نے دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت خانہ بنالیا تھا اور وہاں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ دن میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرتے اور پوری رات عبادت میں صرف کر دیتے تھے، آپ کو عجمی اس درجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن مجید صمیم طور پر نہیں پڑھ سکتے تھے۔ جن حضرات کا اس خانوادہ سے تعلق ہے ان کے کچھ خصائل یہ ہیں:-

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں دو شخص تھے ایک کا نام مبارک بن حمزہ بن عبدالرحمن بن عوف تھا۔ مبارک نے علوم دینی اپنے دادا (عبدالرحمن بن عوف) سے حاصل کئے تھے اور درجہ اجتہاد پر فائز تھے انہوں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا اور دوسرے شیخ العرب محمد بن حمزہ بن عبدالرحمن بن عوف کہلاتے تھے یہ دونوں بزرگان جو متقی اور صالح افراد ہیں سے تھے حضرت حبیب عجمی کے مرید ہو گئے اور خلوت و عزلت اختیار کر لی۔ ان کے شب و روز عبادت و ریاضت میں گزرتے تھے۔ انہوں نے خود کو جیسا کہ پہلوا یا اور اپنے نسب پدری و جدی اور وطن کی نسبت کو محو کر دیا۔ حضرت حبیب عجمی نے ان دونوں بھائیوں کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ تم دونوں کوہ جسر کے دامن (دادی) میں چلے جاؤ اور وہاں عبادت میں مشغول رہو، دوسرے لوگوں سے اختلاط نہ کرنا، مجرّد و منفرد رہو۔ سات دن کے بعد ایک خرماسے افطار کرو اور دینا میں خرماسک کھانے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ نہ کھانا۔ یہ حضرات (دونوں بھائی) بارہ سال تک دامن کوہ حرا میں مشغول عبادت رہے۔ حبیب عجمی کے وصال کے بعد اس سلسلہ کے لوگوں کا معمول ہو گیا کہ یہ لوگ دن میں کچھ نہیں کھاتے پیتے۔ لوگوں میں نہیں اٹھتے بیٹھتے۔ کسی کی فتوح قبول نہیں کرتے جنگل پھلوں اور کوہستانی گھاس پات کھاتے اور وہ بھی بیس روز یا چالیس روز کے بعد۔ اگر کسی شخص میں ان کی ملازمت میں حاضری کی خواہش پیدا ہوتی تو اس کے لئے لازم اور ضروری تھا کہ ان افعال مذکورہ کو اپنائے تب کہیں شرف صحبت و ارادت سے مشرف ہو سکتا تھا۔

قطعہ

کسی کز جیبیان عجمی بود ز تجرید و تفسیر باید گزید
دل از آب و نان بایدش کند و باز بسر چشمہ وصل شاید رسید

ترجمہ :- جو کوئی جیبیان عجمی کے سلسلہ سے وابستہ ہونا چاہتا ہے اسکو تجرید و تفسیر اختیار کرنا چاہیئے۔ پہلے دل سے آب و نان کی خواہش کو دور کر دینا چاہیئے۔ تب کہیں وہ ان کے وصل کے سرچشمہ سے سیراب ہو سکتا ہے۔

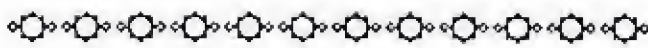
سلسلہ طیفوریاں سلطان العارفین سے ملتا ہے جو طبقہ اول کے اصحاب تصوف سے ہیں۔ سلطان العارفین کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سردشاں ہے۔

آپ کے دادا مجوسی تھے، پھر اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک مسلمان شخص بطور مہمان ان کے گھر آیا۔ ان کے دادا بہت کریم النفس تھے اور بہت ہی مہمان نواز تھے لیکن جب انہوں نے آگ کو سامنے رکھا تو ان مسلم مہمان کو معلوم ہوا کہ میرا میزبان آتش پرست ہے۔ لہذا انہوں نے اس کے کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالا۔ سردشاں نے مہمان سے کہا کہ تم نے کھانے سے ہاتھ کیوں رد کیا؟ کیا سبب ہوا؟ مسلمان مہمان نے کہا کہ میں خدا آشنا ہوں میں کسی بیگانے کے یہاں کھانا نہیں کھا سکتا، سردشاں کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرے نفس کی بزرگی اور شرافت سے یہ بات بعید ہوگئی کہ میرے گھر سے مہمان بھوکا چلا جائے، پس سردشاں نے اسلام قبول کر لیا۔

سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ شیخ بائزید طیفور ہم درویشوں کے درمیان اسی طرح سرفراز و سر بلند ہیں جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام ملائکہ کی جماعت میں۔ حال توحید میں جملہ سالکان طریقت کی نہایت حضرت بائزید کی بدایت ہے۔ اور وہ سالکین طریقت جو ان کی بدایت حال کو پہنچ جاتے ہیں وہ اپنی نہایت (انتہا) کو پالیتے ہیں اور اس قول پر دلیل یہ ہے کہ سلطان العارفین بائزید مانتے ہیں کہ دو سو سال جب بوستان پر گزر جاتے ہیں تب کہیں وہ پھول کی طرح کھلتا ہے۔

حضرت ابو سعید الوائلی (قدس اللہ سرہ) فرماتے ہیں کہ میں بائزید کے اشارہ پر اٹھا رہا ہزار عالم کا شاہدہ کر رہا ہوں اور پھر بھی بائزید ان میں کہیں نہیں ہیں یعنی جو کچھ بائزید سے ہے وہ حق میں محو ہے۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ جب آپ کی والدہ نے آپ کو مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجا اور ایک دن سورہ لقمان پڑھ رہے تھے، جب اس آیت کریمہ پر پہنچے اِنَّ اَشْكُوْا لِيْ وَ لَوَالِدَيْكَ لَمَه (میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا) تو آپ نے استاد سے اس کے معنی دریافت کئے۔ استاد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ ان معانی نے ان کے دل پر عجیب اثر کیا، انہوں نے بسیرہ رکھ دیا اور



اسا سے اجازت لیکر گھر آئے۔ ان کی والدہ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اے طیفور! کس کام سے گھر آگئے؟ کیا کچھ مجبوری درپیش ہے یا کوئی ہدیہ لائے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے آج قرآن کریم میں یہ آیت پڑھی ہے اور اس نے یہ معنی بتائے ہیں لہذا اب میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ مجھ سے دو مخدوم کی خدمت نہیں ہو سکتی یا تو آپ خداوند تعالیٰ سے مجھے مانگ لیجئے کہ بس آپ ہی کی خدمت کرتا رہوں یا پھر مجھے خداوند تعالیٰ کی خدمت و طاعت و عبادت کے لئے سخت دیکھے تاکہ میں سرایا اسی کا خدمت گزار بن جاؤں۔ ان کی والدہ نے جواب دیا کہ میں تم کو خداوند تعالیٰ کے کام کے لئے وقف کرتی ہوں اور میں اپنا حق تم کو بخشتی ہوں۔ بس یہ سن کر آپ بسطام سے نکل کھڑے ہوئے اور راہ سلوک کا حصول اپنا مقصود قرار دے دیا۔ پھر جو کچھ مواد ہوا۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے ایک تئوتیرہ مشائخ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ ان بزرگوں میں ایک حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ سلطان العارفین نے ایک سو پچاس سال کی عمر پائی اور آپ نے تربیت کمال حضرت حبیب عجمی سے پائی۔

سلطان العارفین کے اکثر مریدان صادق اور طالبانِ دانش نے جو آپ کی خدمت میں حاضر باش تھے، خود کو ان کی ذات سے منسوب کر کے طیفوریان کہلانا پسند کیا اور اپنے آبا و اجداد اور شہر و احصار کی نسبت کو مخدوم کر دیا طیفوریوں کی روش اور طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کو خلافت کا منصب ملتا اور خرقہ پہنتا تو اس خرقہ کو "بایزیدی" کہتے تھے آپ کا یہ خرقہ چار طرح کا ہے۔ سلطان العارفین طیفور کے چار خلفاء تھے، شیخ مسعود، شیخ محمود، شیخ ابراہیم اور شیخ احمد۔ شیخ مسعود طیفوری نے خرقہ شکر پارہ جسکو "تاج" بھی کہتے ہیں پہنا اور شیخ محمود طیفوری نے "ہزار ریشہ سیاہ" کا خرقہ پہنا اس خرقہ کو "خرقہ ہزار معنی" بھی کہتے ہیں۔ شیخ ابراہیم طیفوری نے خرقہ خشت پارہ مربع "زیب تن" کیا اور شیخ احمد طیفوری کو "خرقہ صوف" شیخ نے عطا فرمایا۔ خلافت اور خرقہ پوشی سے سرفراز ہو کر یہ چاروں حضرات سلوک کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ یہ حضرات سات دن یا دس دن کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے، چنیدوں درندوں کے سوا ان کا کوئی انیس نہیں تھا، چنانچہ جنگلی جانور اور پرندے بھی اُن سے مانوس تھے اور ان کے پاس بے خوف و خطر آتے تھے اور ان کی زیارت کرتے تھے۔ یہ حضرات کسی جاندار کو نہیں ستاتے تھے جس کسی شخص میں ان کی زیارت اور ملازمت کا ذوق پیدا ہوتا تھا وہ ان ہی اوصاف سے موصوف ہو کر داخل ملازمت ہو سکتا تھا اور ان کی پابوسی کی سعادت سے مشرف ہو سکتا تھا۔

قطعہ

کسی کا ندر رہو طیفوریان است
ہوایش از جہاں کا فور باشد
عروس کون را از گوشہ چشم
نہ بیند گرچہ بہ از حور باشد

ترجمہ :- جو طیفوریوں کی راہ پر گامزن ہے اس کی خواہش دنیا بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے وہ اس دنیا کی عروس کو گوشہ چشم سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا خواہ وہ حور تمثال ہی کیوں نہ ہو۔

یہ خانوادہ حضرت معروف کرخی سے منسوب ہے۔ حضرت معروف کرخی صوفیائے طبقہ اول سے خانوادہ کرخیاں ہیں۔ آپ مشائخ متقدمین سے ہیں اور شیخ سری سقطی کے استاد و مرشد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔ آپ کے والد کا نام فیروز یا فیروزان ہے۔ بعض نے کہا کہ معروف کرخی علی الکرخی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد غلام تھے، پھر آزاد کر دیئے گئے تھے اور وہ حضرت علی بن موسیٰ رضا کے دربان تھے۔ امام علیؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے لیکن ایک روز حضرت نے دربار عام منعقد کیا تھا۔ لوگوں کا اڑدہاں ہوا اور یہ کچل کر ہلاک ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی کو بچپن میں نصرانی معلموں میں سے ایک معلم کے سپرد کیا گیا۔ معلم نے ان سے کہا کہ کہو خدا تین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خدا ایک ہے۔ ہر چند معلم نے کوشش کی کہ یہ کہیں کہ خدا تین ہیں ان کو ڈرایا، دھمکایا لیکن ان کی زبان سے یہی نکلا کہ خدا ایک ہے۔

بیت

کسی کو را دم توحید باشد
یکجا گوید اگر تر سید باشد

ترجمہ :- اگر کوئی توحید کا خواہاں ہو تو اس کو لاکھ ڈرامیں تب بھی نہیں بچے گا کہ خدا ایک ہے۔ آخر کار جب انہوں نے اپنے والدین کا دین قبول نہ کیا تو انہوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا۔ یہ وہاں سے نکل کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب انکے ماں باپ نے دیکھا کہ بیٹا سہمائے ہاتھ سے جا رہا ہے تو انہوں نے کہا کاش وہ ہم سے پاس آجائے ہم بھی اس کا دین قبول کر لینگے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو گھڑائے اور ان باپ کو حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں لے گئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ خود حضرت شیخ داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہو گئے۔ اسی درگاہ سے آپ کو خلافت حاصل ہوئی۔ شیخ داؤد طائی کو حضرت حبیب عجمی سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت معروف کرخی کے مریدوں نے خود کو کرخیاں کی نسبت سے مشہور کیا اور خود کو کرخیاں کہلوا یا۔ کرخ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ کرخیوں کی سیرت یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہیں خوفِ الہی سے ان کا بیشتر وقت گریہ و زاری میں گزرتا ہے، کلمہ نغی و اثبات (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کا ورد کثرت سے کرتے ہیں کشف میں یہ حضرات اس مرتبہ پر فائز تھے کہ عرش سے فرشتے تک ان کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ ان کی سیرت اختیار کر کے شرفِ مریدی سے مشرف ہوتا۔

قطعہ

کسی کز دودہ معروف باشد باد صاف خدا موصوف باشد
بهر فان بایدش معروف بودن ناز جاد جہان معروف باشد

ترجمہ :- سلسلہ معروف کرخی سے جو کوئی وابستہ ہوتا ہے وہ صفاتِ الہی سے موصوف ہوتا ہے۔ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرتا ہے جس پر مختلفا باخلاق اللہ صادق آتا ہو۔ عرفان کی دنیا میں اس کو معروف کرخی کی طرح ہونا چاہیے۔

اور دنیا کی چاہ میں مبتلا یا مصروف نہیں ہونا چاہیے۔

خانوادہ سقطیاں | یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کا تعلق طبقہ اول کے صوفیائے ہے۔ آپ کی کنیت ابوالمعین ہے۔ آپ شیخ جنید اور تمام بغدادیوں کے استاد ہیں۔ آپ حارث محاسبی دبشراحانی کے اخوان معرفت سے ہیں اور معروف کرنی کے شاگرد ہیں۔ طبقہ ثانیہ کے اکثر صوفیہ اپنی نسبت ارادت آپ تک پہنچاتے ہیں۔ سوم ماہ رمضان ۲۵۲ھ میں آپ کا وصال ہوا حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:-

”میں نے سری سقطی جیسا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ ان پر ستر سال گزر گئے اور کسی نے ان کو چت لیتا نہیں دیکھا، سوائے غلبہ موت میں کہ جب انتقال ہوا تو ان کو چت لٹایا گیا۔ مراد یہ ہے کہ ستر سال تک وہ پاؤں پھیلا کر ملک پر نہیں ہوئے“ منقول ہے کہ ایک روز سید الطائفہ شیخ سری سقطی کے گھر آئے (جو آپ کے حقیقی ماموں تھے) شیخ سری اپنے گھر میں جھار دیتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:-

شعر

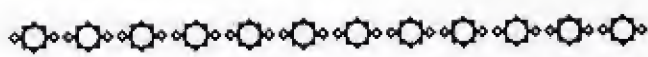
لائی النهار دلائل الدلیل بی فرج

فلا ابالی اطال الیل اُم قصراً

ترجمہ: میرے لئے نہ دن میں فرحت ہے اور نہ رات میں۔ مجھے کیا پرواہ ہے کہ رات طویل ہو گئی یا کوتاہ۔

سقطیوں کی نسبت آپ ہی سے ہے یعنی سری سقطی سے جو حضرت معروف کرنی کے مرید و خلیفہ تھے سقطیاں تین افراد تھے جو بنائے ملک برمک سے تھے۔ اول شیخ عزیز بن ملک بن یحییٰ برمکی، دوسرے شیخ عمر بن ملک فضل برمکی۔ تیسرے شیخ علی بن ملک عبداللہ برمکی۔ یہ تینوں حضرات خلیفہ بغداد کے وزیر تھے۔ جب ان سعادت مند دل کو تو بہ کی توفیق نصیب ہوئی تو حضرت سری سقطی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور سلوک کے راستہ کو اختیار کر لیا اور خود کو سقطیان کہلویا۔ انہوں نے اپنے آباد اجداد کے نسب کی نسبت کو ترک کر دیا۔ ان تینوں حضرات کے خصال و شمائل بھی دیے ہی تھے جیسے دوسرے سقطیوں کے، مگر ان چند باتوں میں دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے۔

ایک تو یہ کہ تینوں صاحبان معتمد رہتے تھے۔ تیسرے دن ان میں سے ایک فرد شام کے وقت خلوت سے باہر نکل آتا اور صرف دس گھروں پر جا کر سوال کرتا اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خوراک جمع کر کے لاتا۔ ایک بار ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ فتوح کیوں قبول نہیں کرتے؟ کہ آپ کو اس تفرقہ پریشانی مٹانے سے نجات مل جائے۔ ان حضرات نے جواب دیا کہ فتوح قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے دنیا کو نہیں چھوڑا ہے دوسرے یہ کہ جو کوئی فتوح لے کر آئے گا وہ کچھ حاجت رکھتا ہوگا تو ہمارا دل حاجت اور ضرورت پورا کرنے کی طرف لگ جائیگا۔ جب اسکی ضرورت پوری ہو جائے گی تب ہی فتوح ہمارے لئے حلال ہوگی۔ اگر ایسا نہیں ہے یعنی فتوح لانے والے کی کوئی حاجت نہ بھی ہو جب بھی جیسا کہ معلوم ہے کہ جو کوئی فتوح لاتا ہے تو دل اس کی طرف متوجہ و راغب ہوتا ہے



کہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ دل محسن کی طرف کھینچتا ہے اور اس کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ بات ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے خدا کی محبت میں دوسرے کو شریک بنا لیا۔ یہ حضرات یعنی ”سقطیاں“ ایک ہی وضو سے مغرب اور فجر کی نماز ادا کرتے تھے، شام سے صبح تک ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہ لوگ دہرے کھانے کے بعد یعنی قیلولہ کے وقت سوتے تھے (تمام شب بیدار رہتے تھے) حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جلی زنا پسند کرتے تھے، جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تھا وہ ان اوصاف سے متصف ہوتا تب ہی شرف ملازمت حاصل کر سکتا تھا۔

قطعہ

کسی کہ سر بسری دودہ سری دارد ز سر سری ز سر جان خویش رگبر و
چو سر بسری بہ چین سروری شود سرور ضیائی لمعہ شمعش بہ دہر در گبر و
ترجمہ اسے جو کوئی خانوادہ سری سقطی میں شرکت کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے دل سے خودی کو نکال دے جو کوئی ایسی سروری اور سرداری پر سرور ہوتا ہے اس کی شمع کے شعلہ کی روشنی تمام دنیا میں پھیل جاتی ہے

خانوادہ جنیدیاں | خانوادہ جنیدیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے آپ کا تعلق طبقہ ثانیہ کے ارباب تصوف سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور آپ کا لقب قواریری و زجاج اور خراز ہے۔ آپ کو قواریری اور زجاج اس سبب سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد آگینہ فروش تھے۔ اور خراز اس بنا پر کہتے ہیں کہ خرز دریشم کا کام کرتے تھے۔ آپ اصلاً ہمدانی ہیں لیکن آپ کا مولدہ دمشقا بغداد ہے۔ آپ ابو ثور دسفیان ثوری کے مذہب کے پیرو تھے۔ اور امام شافعی کے عظیم شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ سری سقطی، حارث محاسبی اور محمد قصار سے فیض محبت پایا تھا۔ اور ان حضرات کے شاگرد تھے۔ آپ صوفیائے کرام کے اماموں اور سرداروں میں سے ہیں۔ تمام اکابر صوفیاء آپ سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً شیخ خراز، شیخ رویم، شیخ نوری اور شیخ شلی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، شیخ ابو العباس عطار کہتے ہیں: ”اس علم تصوف میں ہمارے مرجع اور مقتدی جنید ہیں“ ایک بار خلیفہ بغداد نے شیخ رویم سے کہا: ”مے بے ادب! انہوں نے جواب دیا کہ میں بے ادب نہیں ہو سکتا کہ تمام عمر شیخ جنید کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور حال یہ ہے کہ کوئی ایک روز بھی شیخ جنید کی صحبت میں رہا ہو وہ ہرگز بے ادب نہیں ہو سکتا اور میں نے تو تمام عمر ان کی صحبت میں گزاری ہے پھر میں کس طرح بے ادب ہو سکتا ہوں؟“ شیخ ابو جعفر حداد کہتے ہیں کہ اگر عقل مرد ہوتی تو جنید کی صورت میں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس طائفہ کے تین افراد ایسے بالکمال تھے کہ ان کے شل کوئی چرتھا نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادی: ابو عبد اللہ جلا شام میں اور ابو عثمان خیری نیشاپور میں حضرت جنید کو خلافت حضرت سری سقطی سے عطا ہوئی۔ جنیدیاں دو اصحاب تھے، ایک شیخ عثمان بن علی دقاق اور دوسرے شیخ محی الدین منصور، یہ دونوں عزیزان گرامی بارگاہ حق تعالیٰ کی آراستہ دیراستہ ہستیاں تھیں ان دونوں کے علاوہ بھی اور بہت سے مشائخ ہیں جنکی حضرت سید الطائفہ سے نسبت درست ہے۔ ۲۹۰ میں آپ کا

انتقال ہوا۔ رسالہ قشیر یہ اور طبقات الصوفیہ (عبدالرحمن علی) میں یہی تاریخ وفات مذکور ہے۔ لیکن تاریخ ایبانی میں آپ کی تاریخ وصال ۲۹۸ھ تحریر ہے۔ بعض نے ۲۹۹ھ میں تاریخ وصال بتائی ہے۔

جنید یوں کے سائل وخصائل وہی ہیں جو دوسرے صوفیائے کرام کے ہیں لیکن ان میں ایک نعلت زیادہ تھی اور وہ یہ کہ ان کے کھانے پینے کا سامان ایک فرشتے کے ذریعہ جو آدمی کی شکل میں ہوتا تھا غیب سے آتا تھا اور ہاتف غیبی ان کو آواز دے کر کہتا کہ ”تم ہمارے کام میں مشغول رہو ہم تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول ہیں“ اگر کوئی سائل ان کے پاس آتا تو اس کی ضرورت غیب سے پوری ہو جاتی تھی چونکہ یہ حضرات چالیس روزے بھی زیادہ کے بعد افطار کرتے تھے۔ پس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا لاتا تھا اور پکا کر کہتا کہ لایا کل دلا بشر بہ دنہ کھانا اور نہ پینا) فرشتہ کی صفت ہے۔ پس بہت اصرار سے ان کا روزہ افطار کرتا۔ ان حضرات کا زمانہ احکام الہی کے نفاذ اور اسرار لا متناہی کے اجراء کا زمانہ تھا۔ جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ اوصاف مذکورہ سے متصف ہوتا تب ان کی صحبت و ارادت سے شرف یاب ہوتا۔

رباعی

کسی کو دودھ حضرت جنید است زحظ ہر دو کون ادنا امید است

ز بہر قطع شاخ ماسوی را کشیدہ تیغ ہچون برگ بید است

ترجمہ:- جو کوئی خانوادہ حضرت جنید سے تعلق رکھتا ہے وہ دوزخ جہاں کی لذتوں سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ ماسوی اللہ کی شاخ کو قطع کرنے کے لئے وہ برگ بید کی طرح تلوار کھینچے ہوئے رہتا ہے۔

گازر دنیاں خانوادہ کا سلسلہ حضرت سید الطائفہ جنید بنداوی اور حضرت سلطان ابواسحاق گازر دنی سے ملتا ہے۔ حضرت ابواسحاق گازر دنی جو گازرون کے فرزند

خانوادہ گازر دنیاں

تھے۔ ترک سلطنت کر کے حضرت شیخ عبداللہ خفیف کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ طبقات الصوفیہ میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق گازر دنی کی نسبت تصوف میں شیخ ابوعلی حسین بن محمد الفیروز آبادی سے ہے اور حضرت عبداللہ خفیف کو ارادت خواجہ محمد ردیم سے حاصل تھی اور خواجہ محمد ردیم حضرت سید الطائفہ جنید بنداوی کے مرید ہیں جب شیخ ابواسحاق نے شیخ عبداللہ سے شرف ارادت حاصل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:-

”اے ابواسحاق گازر دنی! ہم نے تم کو دین دیا اور دنیا بھی عطا کی تم اپنا علم و طبل بلند کرو“
علم و طبل کی شرح ان کے لطیفہ میں پیش کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رباعی

کسی کو دودھ اسحاق باشد بہ مردم نادر آفاق باشد

زندگر کوس دولت را بہ ہمت صدائیش نغمہ ن طاق باشد

ترجمہ:- جو کوئی خانوادہ اسحاق گازر دنی سے وابستہ ہوتا ہے وہ لوگوں کے درمیان ایک نادر و رفیع شخصیت

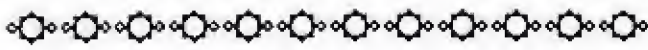
بن جاتا ہے اگر وہ اپنی دولت و سلطنت فقر کا نقارہ بجلائے تو اسکی آواز آسمانوں کے لئے نغمہ بن جائے گی۔
خانوادہ فردوسیال | سلسلہ سہروردیہ سے ہے یعنی شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور فردوسیال ایک ہی پیر کے مرید ہیں جن کا واسطہ سید الطائفہ و جنید بغدادی تک ہے۔

ایک روز حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ جو اکابر فردوس ہیں اور حضرت علاء الدین طوسی جو طوس کے اکابر ہیں اور ان دونوں حضرات کے مابین اخوت دینی قائم تھی۔ یہ دونوں حضرات شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ عمر ختم ہونے پر آگئی اور مقصد برآری ابھی تک نہیں ہو سکی ہے شیخ ابو نجیب نے فرمایا کہ ہم بھی اسی غم میں مبتلا ہیں۔ اگر تم رُوتے مقصود دیکھنا چاہتے ہو تو کسی کی ارادت کا حلقہ لگے میں ڈالنا چاہیے۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ جس کے لئے آپ کا ارشاد ہو اُس کی مریدی اختیار کر لی جائے شیخ ضیاء الدین ابو نجیب نے کہا ہم بھی ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے ہیں۔ یہاں ایک بزرگ ہیں جو محرم اسرار اور جامع العلوم و الانوار ہیں شیخ وجیہ الدین ابو حفص ان کا نام نامی ہے، آدھم تینوں ان کے شرف ارادت سے مشرف ہو جائیں جب یہ تینوں حضرات شرف ارادت سے مشرف ہوئے تو حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص نے حضرت ابو نجیب سہروردی اور حضرت شیخ علاء الدین طوسی کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے اپنے شہر مسکن کو واپس جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کرو اور ان کو توبہ پر آمادہ کرو۔ یہ فرما کر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابو نجیب سہروردی کے حوالہ کیا اور کہا کہ ان کا کام (مقصد) تم پورا کرو۔ یہ وہ ہستی ہے کہ درویشی کا طریقہ اس شخص کی بدولت تازگی پائے گا اور اس ارشاد کے بموجب شیخ ابو نجیب نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو سات ماہ تک اپنی خدمت میں رکھا اس کے بعد ان کو خسر قد پہنایا اور فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو۔ اسی روز سے خانوادہ فردوسیال وجود میں آیا جو شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے۔

شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ ضیاء الدین ابو نجیب کی نسبت شیخ وجیہ الدین ابو حفص سہروردی سے ہے۔ شیخ وجیہ الدین کی نسبت شیخ احمد اسود اور ان کی نسبت شیخ مٹاد علودینوردی سے اور ان کی نسبت شیخ جنید بغدادی سے، شیخ جنید بغدادی کی نسبت شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی کی نسبت ارادت حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف کرخی کی نسبت شیخ راؤد طائی سے اور ان کی نسبت شیخ حبیب عجمی سے اور ان کی نسبت حضرت حسن بصری سے ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

فردوسیوں اور سہروردیوں کی نسبت حضرت معروف کرخی سے متنازع ہے کہ حضرت معروف کرخی کی نسبت حضرت علی مرتضیٰؑ تک ائمہ کے واسطے سے بھی ہے وہ اس طرح ہے۔

- ۱۔ شیخ معروف کرخی
- ۲۔ حضرت امام علی رضا
- ۳۔ حضرت امام موسیٰ کاظم
- ۴۔ حضرت امام جعفر صادق
- ۵۔ حضرت امام محمد باقر
- ۶۔ حضرت امام زین العابدین
- ۷۔ حضرت امام حسین ابن علیؑ
- ۸۔ حضرت علی مرتضیٰؑ



حضرت شیخ رکن الدین فردوسی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ تمام فردوسی حضرات کا سلسلہ شیخ نجم الدین کبریٰ تک پہنچتا ہے اور حضرت امام علی رضائے اپنے پیر حضرت امام موسیٰ کاظم سے جو نسبت حاصل کی تھی اور جو امانت ان سے ملی تھی وہ اپنے آخری مرید تک پہنچا دی اور آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ یہ امانت اور نعمت نجم الدین کبریٰ کا حصہ ہے جو ہمارے سلسلہ میں چند نسبتوں کے بعد آئے گا۔ پس جس کسی کو یہ نسبت ملی وہ اس نے اپنے بعد آنے والے کو پہنچا دی و سلسلہ فردوسی میں یکے بعد دیگرے یہ نسبت منتقل ہوتی رہی، یہاں تک کہ حضرت نجم الدین کبریٰ کے حصہ میں آئی۔

قطعہ

کسی کو دودہ فردوسیاں است معاد او بہ نجم الملتہ والدین است
بدایت سلسلہ از کبرویہ است بالایشاں گشتہ انسباب داین است

ترجمہ:- جو شخص خاندان فردوسی سے تعلق رکھتا ہے اسکا حشر شیخ نجم الدین کبریٰ کے ساتھ ہوگا۔ اور آکاؤ سلسلہ کبرویہ سے ہے ان ہی کے ساتھ ہو جاؤ جن کا نسب یہ ہے۔

خانوادہ طوسیایں | خا زادہ طوسیایں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے تین واسطوں سے ملتا ہے فردوسیایں اور طوسیایں ایک ہی فرقہ کے سلسلے ہیں۔ ان کی سیرت کے سلسلے میں یہ چند باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ یہ حضرات سمار مزامیر کے ساتھ سنتے ہیں اور حال و وجد میں رقص کرتے ہیں۔ ذکر جہری پر سختی سے کار بند ہوتے ہیں۔ خیر و شر سے جو کچھ ان کو پیش آتا ہے اس سے سرتابی نہیں کرتے اور اس کا کھوج نہیں لگاتے اور نہ سبب غایت معلوم کرنے کے در پے ہوتے ہیں ان کا عمل صرف اس پر ہے کہ ماصنع اللہ فہو الخیر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے پیدا کیا ہے وہ خیر ہے، یہ حضرات مسلم و کافر میں امتیاز نہیں کرتے۔ نعمتوں کی تقسیم میں سب کو برابر رکھتے ہیں۔
مصرع :- بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست — ترجمہ :- اس عام دسترخوان پر دوست دشمن سب برابر ہیں۔
ان کا مہمان کافر ہو یا مسلمان دونوں کا احترام کرتے ہیں جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا خواستگار ہوتا ہے اس کو یہ افعال اختیار کرنے پڑتے ہیں تب ان کی محبت کے شرف سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

قطعہ

کسی کو دودمان طوسیایں است بنزدش کافر و مسلم برابر
چہ ایشاں مظہر لطف خداوند جلال و لطف سوئے دوست و ایر

ترجمہ :- جو کوئی خانوادہ طوسیایں سے تعلق رکھتا ہے اسکی نظریں کافر و مسلم برابر ہیں کہ مسلمان تو لطف خداوندی کا مظہر ہے اور کافر پر اس کا جلال دائر و سائر ہے۔

خانوادہ سہروردیایں | حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت سید الطائف بنید بغدادی تک اور دو واسطوں سے حضرت شیخ مشاد دینوری تک پہنچتا ہے (یعنی ۱۔ حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص، ۲۔ حضرت شیخ احمد اسود، ۳۔ حضرت شیخ مشاد دینوری، اور

۴۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

حضرت شیخ مشاد دینوری حضرت سید الطائفہ کے خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے لطائف میں سے کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ:۔ مرید ہونے سے قبل بارہ سال تک حضرت شیخ ضیاء الدین البونجیب سہروردی کا یہ معمول رہا کہ وہ اپنے نفس کو سات روز کے بعد پینے کو پانی دیتے تھے اور تین خرے کھلاتے تھے۔ جب آپ شیخ وجیہ الدین کی خلافت سے سرفراز ہوئے تو تیس سال تک نہیں سوئے، شب دروز قبلہ رو بیٹھے رہتے تھے۔ عرش سے فرش تک کی تمام موجودات ان کے مریدوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ خانوادہ سہروردیاں سے جس قدر مشائخ کو نسبت حاصل ہے یہ کثرت کسی اور خانوادے کو میسر نہیں

رباعی

کسی کو دم از دودہ سہرورد
زند بایدش بہر او سہرورد
بر گلاب و جہاں بوقت سحر
شگفتہ بدوار دم سہرورد

ترجمہ:۔ یعنی جو سلسلہ سہروردیہ سے تعلق کا خواہاں ہے اسکو چاہیے کہ اس کے حصول کے لئے بیداری کو اختیار کرے۔ کہ صبح کے وقت باغ و جہان پر سہروردی ہوا کا گذر ہوتا ہے۔ اس سے سہرورد کے دم کو تازگی ملتی ہے۔ ان چودہ خانوادوں کی جو مشائخ میں مشہور ہیں شرح کر دی گئی اور دوسرے سلاسل جہاں چودہ خانوادوں کے نکلے ہیں یا سادات سے مستنبط ہیں یا حضرت اویس قرنی سے فیض یافتہ ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس لطیفہ کے بعد آنے والے لطیفے میں بیان کئے جائیں گے۔

خانوادہ ادیسیاں | خاندان ادیسیہ کا منشا اسی لطیفہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ شیخ الطریقہ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے کہا ہے کہ خداوند بزرگ و بزرگے ادیاد میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنکو مشائخ طریقت و کبرا حقیقت ادیسیاں کہا جاتا ہے۔ یہی مشائخ طریقت ادیسیہ کے نام سے موسوم ہیں اور ان حضرات کو عالم ظاہر میں کسی پیر و مرشد کی ضرورت نہیں ہوتی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عنایت میں بذات خود پرورش فرماتے ہیں جس میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے واسطہ غیر پرورش فرمائی۔ ادریہ ایک بہت ہی عالی اور بہت ہی عظیم مقام ہے کبھی کسی کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے ادریہ مقام میسر آ جاتا ہے۔

ذالک فضلُ اللہ یؤتیہ من یشاء ۛ ۛ ۛ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

اسی طرح بعض ایسے اولیائے کرام ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بعض طالبان طریقت کی تربیت اپنی قوت روحانی سے فرماتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ بظاہر ان کا کوئی پیر و مرشد ہو یہ جماعت بھی سلسلہ ادیسیاں میں داخل ہے بہت سے ایسے مشائخ طریقت گزرے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں ان کی توجہ اس مقام کی طرف مبذول رہی ہے جیسے شیخ عظیم شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت ابوالجناح نجم الدین کبرٹی کے مشائخ سلسلہ کا تعلق ہے۔ اس طرح حضرت شیخ ابوسعید

سہ پ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۱

ابوالخیر ادریشی ابو الحسن خرقانی قدس سرہ ارواحہم کہ ابتدائے سلوک میں ان کا ذکر بس یہی تھا کہ ہمیشہ ایس ایس کہتے رہتے تھے۔
حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ حضرت مجددی کے مشرب خدمت سے مشرب معنی سے قبل اس فقیر کی توجہ بھی اس مقام کی طرف تھی
حضرت ادیس قرنی کی روحانی مبارکہ نے مجھے اس راستہ پر لگایا اور دل میں سلوک کی خواہش اور زیادہ پیدا کر دی حضرت
ادیس قرنی کی روحانی خیر نے مجھے اشارہ فرمایا کہ راہ سلوک کو طے کر دو اور اس حصول دولت کا باعث حضرت خضر علیہ السلام ہوئے
کہ میں نے حضرت مجددی کی ارادت کا مشرب حاصل کیا۔ بعض مشائخ کے ساتھ یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ پہلی کوشش میں
یہ سعادت حاصل ہو گئی اور پھر آخر میں بزرگان روزگار میں سے کسی بزرگ کی بدد سے سلوک کا مشرب بھی حاصل کیا بعض
حضرات اس دشوار منزل میں اول سے آخر تک صرف اولی ہی رہے مثلاً خواجہ نظام الدین گنجوی کہ وہ اول سے آخر تک اوی
ہی ہے۔ چنانچہ ان کے اشعار سے یہ مترشح ہوتا ہے۔

مثنوی

اگر بہ زخود گلبنی دیدمی گلی سرخ یا زرد از دچیدمی
چو از دران خود خورد باید کباب چہ کردم بدر دیزہ چون آفتاب

ترجمہ :- اگر میں اپنے باغ سے بہتر کسی باغ کو پاؤں تو اس کے سرخ یا زرد بھول توڑ لوں، میرا باغ سب باغوں سے اچھا ہے
جب میں اپنی دان سے گوشت کے کباب کھا سکتا ہوں تو پھر مجھے اس آرزو میں آفتاب کی طرح بدر پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔
کچھ یہی صورت حال حضرت خواجہ حافظ شیرازی کی ہے جو مجذبان زمانہ کے معتقد اور محبوبان پروردگار کے بیٹے تھے وہ
بھی اس سلسلہ ادیب کی نسبت سے مشرب تھے۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ سیاحت کے دوران جب ہم شہر شیراز میں
پہنچے اور دہل کے اکابر سے مشرب ملاقات حاصل ہوا۔ حافظ شیرازی کی ملاقات سے قبل یہ شعر ہم سن چکے تھے

حافظ از معتقدان است گرامی و ارش
زانکہ بخشایش بس روح مکرم با دست

ترجمہ :- یعنی حافظ اس کے معتقدوں میں سے ہے اس کا احترام کرو، اس کی عزت کرو۔ اس لئے کہ ایک بہت ہی گرامی قدر
روح اس کے حال پر اپنی بخشش مندول رکھتی ہے۔

اسی لئے ہم نے جان لیا تھا کہ وہ اویسی نسبت رکھتے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی اور ہمارے ان کے درمیان
محرمانہ صحبت پیش آئی تب ہم کو اندازہ ہوا کہ وہ بہت ہی بلند مشرب کے مالک ہیں۔ ایک عرصہ تک ہم دونوں شیراز میں ساتھ ساتھ رہے
ہر چند کہ ہم نے بہت سے مجذبان روزگار اور مجذبان کردگار کو دیکھا تھا لیکن ان کو ہم نے بہت بلند مشرب پایا۔
اس زمانے میں جو کوئی سلوک و طریقت کی نہایت کے جاننے کا خواہاں ہوتا وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ان کے اشعار
بہت ہی معارف نما اور حقائق کشا ہیں۔ اکابر زمانہ نے ان کے اشعار کو "لسان الغیب" کہا ہے بلکہ ایک بزرگ نے قاس
سلسلہ میں یہاں تک کہا ہے کہ کوئی دیوان خواجہ حافظ کے دیوان سے بہتر نہیں ہے اگر پڑھنے والا شخص صوفی ہوگا تو اس کو معلوم ہو جائے گا۔
حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار بھی اویسی مشرب تھے اور ان کا مشرب بہت ہی بلند تھا بہت سے نادر اور عجیب
علوم مثلاً ایسیا ویمیسیا، کیمیا در میا کا اظہار ان سے ہوا اور ایسا عبور ان علوم پر ان میں شاید ہی کوئی رکھتا ہو۔ ایک بار مکہ معظمہ زاد بادشاہ
تشریف آؤتکرمینا کے سفر میں ہم ایک دوسرے کے شریک صحبت رہے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے۔

لطیفہ ۱۵

سلسلہ حضرت قدوة الکبرا

اور سلسلہ حضرت نور العین اور سلف و خلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفاء اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنا فائدہ کیا،

قال اکاشرف:

سلسلۃ المشائخ سلسلۃ قصل الی شجرۃ المقصود من ربط ربق عنہ عتق من رق المتعذدۃ ۱۔
ترجمہ ۱۔ (حضرت) اشرف جہانگیر کا کہنا ہے کہ مشائخ سلاسل کا سلسلہ شجر مقصود تک پہنچتا ہے اور جس نے اس سلسلہ سے رابطہ پیدا کر لیا بہت سی غلامیوں سے آزاد ہو گیا۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کہ اس فقیر (اشرف) نے متعدد اکابر اور بکثرت اماثر سے بہرہ پایا ہے (متعدد شیوخ سے بہرہ مند ہوا ہوں) جس کی صراحت اور توضیح ناممکن ہے لیکن حقیقت میں بندہ خاندانِ چشتی اور درویشانِ چشتی کا پروردہ اور خاک سے اٹھایا ہوا ہے پھر آپ نے حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعی ارشاد فرمائی ہے

رباعی

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد / واحسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زبان شود ہر موئی / یک شکر تواز ہزار نتوانم کرد
ترجمہ ۱۔ میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا، تیرے بغیر دم بھر کو مجھے قرار نہیں آ سکتا، درست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے جسم پر ہر مال زبان بن جائے جب بھی تیرے ہزاروں احسانات سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

اس لطیفہ میں چودہ شجرے بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

- شجرہ اول ۱۔ ان مشائخ کے سلاسل کا بیان جو خاندانِ چشتیہ بہشتیہ سے ملتے ہیں۔
- شجرہ دوم ۱۔ سلسلہ قادریہ وغوثیہ
- شجرہ سوم ۱۔ سلسلہ بکریہ
- شجرہ چہارم ۱۔ سلسلہ سہروردیہ
- شجرہ پنجم ۱۔ سلسلہ نقشبندیہ
- شجرہ ششم ۱۔ سلسلہ مشائخ یسویہ (جو مشائخ ترک کا منشا ہے)
- شجرہ ہفتم ۱۔ سلسلہ مشائخ نوریہ

شجرہ ہشتم :- سلسلہ مشائخ نعروییہ -
 شجرہ نہم :- سلسلہ مشائخ شطاریہ -
 شجرہ دہم :- سلسلہ مشائخ سادات حنیہ حسینیہ -
 شجرہ یازدہم :- سلسلہ مشائخ زاہدیہ -
 شجرہ دوازدہم :- سلسلہ مشائخ احمدیہ -
 شجرہ سیزدہم :- سلسلہ مشائخ الفاریہ -
 شجرہ چار دہم :- سلسلہ مشائخ جو سید الطائفہ ضیہ بغدادی سے ملتا ہے۔

شجرہ اول

سلسلہ مشائخ دو دہائی چشت و خاندان بہشت

سلسلہ حضرت قدوة الکبرا اس طرح ہے کہ آپ نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت شیخ العارفین و قطب الکاملین حضرت شیخ علاء الحق والدین سے پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قدوة العارفین و زبدۃ الراصلین حضرت شیخ اخی سراج الدین قدس سرہ سے پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قدوة الکاملین و عمود المتأخرین حضرت نظام الحق والدین المعروف نظام الدین اولیاء ساخان المشائخ (ہند) سے پہنا۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین | حضرت شیخ اخی سراج الدین جو حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفائے اودھ میں سرآمد و سرملقب تھے سرزمین اودھ و مملکت ہندستان کے پہلے غفر میں جو حضرت کی ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے آپ کا اسم شریف حضرت شیخ عثمان تھا چونکہ حضرت نظام الدین اولیاء تمام احباب و اصحاب سے زیادہ آپ پر توجہ فرماتے تھے اس لئے آپ کو لفظ ”اخی“ (میرے بھائی) سے مخاطب فرماتے تھے، آپ کے بارے میں حضرت نے ارشادات گرامی بکثرت استعمال فرمائے ہیں۔ حضرت اخی سراج کم عمری ہی میں جبکہ آپ کے چہرے پر خط بھی نہیں نکلا تھا (داڑھی، نہیں نکلی تھی) آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے تھے، آپ کا وطن ادرمکن منافات اودھ میں تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ لکھنؤ میں مقیم تھیں۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد آپ اپنی والدہ سے ملنے کے لئے لکھنؤ تشریف لے جاتے تھے ورنہ آپ کا زیادہ وقت حضرت مرشد کی خدمت میں گزرتا تھا اور خانقاہ کے ایک گوشہ میں رہتے تھے۔ کتاب اور قرآن مجید کے سوا کچھ ساز و سامان آپ کے پاس نہیں تھا۔ اس گوشہ خانقاہ میں ایک گوشہ خود اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اور ایک جگہ ملاقات کے لئے مخصوص تھی۔

جب نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے اشارہ کے بموجب کچھ مریدوں کے نام عطائے خلافت کے لئے منتخب کئے گئے تو اس میں اُن کا نام بھی رکھا گیا۔ جب ناموں کی یہ فہرست سلطان المشائخ کے حضور میں پیش کی گئی اور آپ کا نام دیکھا تو آپ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ طریقت میں سب سے اول درجہ علم کا ہے۔ چونکہ حضرت اخی سراج الدین

علوم دینی کبھی کے زبور سے متراختے (علوم دینی کا اکتساب نہیں کیا تھا) لہذا مرشد کے حکم کی تعمیل میں حصول علم کے لئے آپ کو حضرت مولانا فخر الدین زرا دی کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان کو صرف چھ ماہ میں دانشمند بنادوں گا۔ چنانچہ ان کی خاصی عمر ہو گئی تھی۔ جب انہوں نے تحصیل علم کی طرف توجہ کی (اور مولانا زرا دی سے پڑھنا شروع کیا) مولانا زرا دی نے ان کی تعلیم کی طرف دوسرے طلباء سے زیادہ توجہ فرمائی اور علم صرف، نحو، فقہ اور اصول قواعد میں محض ان کی خاطر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کو تصریف عثمانی سے موسوم کیا۔ اسی سراج الدین نے ابتدائی کتابیں بہت کم مدت میں ختم کر لیں اور جیب خاصی استعداد پیدا کر لی اس وقت ان کا خلافت نامہ مہر اشرف شریف منہ ختم کر کے قبل اس کے کہ یہ ہند کی طرف مراجعت کریں حضرت سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ اودھ روانہ کرا دیا۔

جب تک حضرت سلطان المشائخ زندہ رہے یہ ان کی خدمت میں موجود رہے۔ جب سلطان المشائخ اس موت کے شرف ہوئے (موت وہل ہے جو درست کو درست تک پہنچاتا ہے سلطان المشائخ نے دصال فرمایا) ان کا قیام دار السلطنت دہلی میں رہا۔ سلطان المشائخ کے دصال کے تین سال بعد یہ لکھنؤ تشریف لے گئے اور حضرت سلطان المشائخ کے کتب خانہ کی بعض اہم کتابیں جو ان کو بعض اوقات غنایت کی گئی تھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے اس مملکت (بنگال) کو اپنے انوار و برکات سے نوازا اور مستفید فرمایا اور بہت سے لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا چنانچہ اس دیار کے اکثر ملوک اور امرا بھی آپ کے زمرہ سعادت و ارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ انھی سراج الدین نے بہت طویل عمر پائی۔ اپنی عمر کے آخری سالوں میں آپ نے اپنے استاد مولانا رکن الدین اندر پتی (جو حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات کے جامع ہیں) کے لئے بہت سارے پیہ (زر) اور نفیس تحفے، ملبوسات، فوکر اور خوشبوئیاں بھیجے۔ جب آپ کے سفر آخرت کا وقت قریب آیا تو آپ نے لکھنؤ کے سرزمین میں اپنے مدفن کے لئے جگہ کا انتخاب فرمایا اور اس جگہ کے سرہانے ایک اور قبر تیار کرا کے مشائخ کے ملبوسات خصوصاً حضرت سلطان المشائخ کے بعض کپڑے جو دہلی سے بطور تبرک اپنے ساتھ لائے تھے اس میں دفن کرا دیئے۔ اس قبر کے پائین جو اپنی قبر تعمیر کرائی تھی اس پر اپنا مقبرہ تعمیر کرایا۔ ان اکابر و امارت کے ملبوسات کی برکت سے آپ کا مقبرہ قبلہ ہند وستان اور کعبہ دوستان بن گیا۔

میت

در مقامیکہ نشان کف پائی تو بود

ساہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

ترجمہ :- جس مقام پر تیرے پاؤں کے نشانات ہوں گے وہ جگہ صاحب نظران کی سجدہ گاہ بنے گی۔

امید ہے کہ قیامت تک آپ کے خلفائے کبار خلق کی رہنمائی اور ہدایت دبیوت میں مصروف رہیں گے۔ بظیفہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت مولانا شہاب الدین | آپ کو سب سے بڑی اور عظیم نعمت اور کرم نامتناہی یہ حاصل ہوا کہ آپ حضرت سلطان المشائخ کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے تھے جب حضرت شہاب الدین ارادت کی دولت سے مشرف ہوئے تو خواجہ نوح (جو سلطان المشائخ کے اقربا میں سے تھے) کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ سے فرمایا کہ تمام علوم دینی کی ان کو تعلیم دو اور مسائل ضروریہ سے آگاہ کرو۔ ایک چھوٹا جرحہ جو خانقاہ میں تھا آپ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کے عظیم خادموں میں شامل رہ کر اپنی تمام تر عمر خدمت مرشد میں بسر کر دی۔

آپ کو بڑی شدت سے یہ آرزو تھی کہ ایک دفعہ جماعت صوفیہ کی امامت کا شرف مجھے حاصل ہو جائے۔ چونکہ یہ عظیم منصب صاحب تقویٰ و یقین، شیخ زادہ راجستین خواجہ محمد امین ابن مولانا بدر الدین اسحاق دہلوی حضرت شیخ مشکوٰۃ کے سپرد تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا لیکن مولانا شہاب الدین اس سعادت کے حصول کے منتظر تھے۔ چونکہ یہ موسیقار سے بھی زیادہ خوش نوا اور خوش لحن تھے اور نغمہ سرائی میں ان خوش نوا پرندوں سے بھی بڑھ کر تھے چنانچہ ایک موقع پر جبکہ خواجہ محمد امین موجود نہیں تھے ان کو امامت کا اشارہ کیا گیا۔ انہوں نے قرآن پاک ایسی قرأت اور ایسی لحن سے پڑھا کہ حضرت سلطان المشائخ پر بہت اثر ہوا اور ایک عجیب و غریب وجدانی کیفیت حضرت میں پیدا ہو گئی۔ نماز کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی قرأت کی بہت تعریف کی۔ حضرت سلطان المشائخ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی مقررہ اور مخصوص جگہ پر رونی افزود ہوئے تو مولانا شہاب الدین حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے آپ کا سر اٹھایا۔ سر اٹھاتے وقت آپ کے کندھے سے جا نماز نیچے گر پڑی۔ آپ نے دجا نماز (مصلیٰ) مولانا شہاب الدین کو عطا فرمایا۔ مولانا اس عطیہ پر بہت خوش ہوئے اور پھر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ

بیت

گردست و ہد ہزار جانم
بر پای مبارکت فشانم

ترجمہ: مجھے اگر ہزار جانیں میسر آجائیں تو سب کو آپ کے پائے مبارک پر قربان کر دوں۔
حضرت سلطان المشائخ نے یہ سکر فرمایا "اللہ اللہ کیا نیاز مندی ہے"۔

بیت

ای سرور سروران دو عالم
بریک سر موئی تو فشانم

ترجمہ: اے دو عالم کے سرادرل کے سرور تیرے ایک بال کی نوک پر میرا سب کچھ قربان۔
مولانا شہاب الدین نے پھر قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت سی نوازشوں سے سر بلند ہوئے۔ اسی زمانے میں

حضرت خواجہ محمد امین نے حضرت گنج شکر کے مزار اقدس کی زیارت کا قصد کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ کے حکم کے بموجب مولانا شہاب الدین کو اپنی نیابت سپرد کر کے وہ روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد بھی یہ منصب امامت آپ ہی کے سپرد رہا اور جب تک حضرت سلطان المشائخ مسندِ رشد و ہدایت پر رونق افروز رہے سعادت کی یہ دولت یعنی امامت آپ ہی کے سپرد رہی۔

حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ چھت پر رونق افروز ہوئے کیونکہ کچھ اصحاب چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ اثنائے گفتگو میں مریدین کی ریاضت کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس جوان کو جو کھڑا ہے (دیکھو) کہ اس جوان سے ہر چند میں کہتا ہوں کہ تم بھی اس پانی سے وضو کر لیا کرو جس سے میں وضو کرتا ہوں اور مریدین میرے لئے گرم کرتے ہیں کہ ٹھنڈی ہو ایسے خود کو زحمت دے کر دریا پر جا کر وضو کر دو لیکن یہ اس سے باز نہیں آتا۔ دوستوں نے یہ مُزدرہ مولانا شہاب الدین کو سنایا بہت مسرور ہوئے "اس جوان سے" حضرت کی مراد آپ ہی کی ذات تھی۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب (خلفاء) اپنے اپنے خلافت نامے پیش خدمت کر رہے تھے جن پر آپ اپنی مہر ثبت فرما رہے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے مولانا شہاب الدین سے فرمایا کہ تم اپنے خلافت نامے کو ترتیب کیوں نہیں دیتے؟ جناب مولانا نے انکسار کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ حضرت مولانا شہاب الدین کو حضرت کے دوسرے خلفاء کے مقابلے میں سماع سے بہت زیادہ شغف تھا۔ جب مولانا کو سفرِ آخرت پیش آیا تو خانقاہ کے قریب ہی اُسی قبر میں آپ کو دفن کیا گیا جو آپ نے اپنی زندگی میں بنوائی تھی۔

حضرت مولانا برہان الدین غریب | آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، آدابِ کوشی اور احبابِ نوازی میں بہت مشہور تھے۔ بہت ہی روشن اور لطیف طبع رکھتے تھے۔ ان کو حضرت سلطان المشائخ سے خلوص، اعتقاد اور اطاعت کیشی بقدر تھی وہ دوسرے اصحاب سے کہیں زیادہ تھی۔ اس عقیدت کیشی کا ایک معمولی سا نمونہ یہ ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے آپ نے کبھی غیاث پور کی طرف پاؤں نہیں بھیلے۔ دیکر یہ ادبِ شیخ کے خلاف ہے، یہ حالِ ادب کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ ارادت اور عقیدت میں بھی آپ اکثر اصحاب سے بڑھ کر تھے اور دوستی اور محبت کی راہ میں آپ سب سے آگے تھے۔

ظرافتِ کلام اور لطافتِ طبع تو گویا ایک آیت تھی جو آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ میر حسن، امیر خسرو اور دوسرے خوش طبع حضرات آپ کے دالہ و شیفہ تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود ادھی نے علومِ عجیبہ و غریبہ آپ ہی سے حاصل کئے تھے۔ ایک روز سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین ادھی سے دریافت کیا کہ کہاں رہتے ہو اور کس سے تحصیلِ علم کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا برہان الدین غریب کے یہاں رہتا ہوں اور اُن ہی سے تحصیلِ علم کر رہا ہوں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:۔

مصرع

مرد رہہ باش ہر کجا خواہی باش

ترجمہ :- جہاں کہیں رہو مرد با تقویٰ اور پاک و صاف ہو کر رہو۔

مولانا برہان الدین غریب مجددِ حال میں ایک طرزِ خاص کے موجد تھے۔ اگر کسی دوسرے شخص سے اس طرز کا مجددِ حال ظہور میں آتا تو لوگ کہتے کہ یہ نقل ہے وہ تو وہی طرز ہے

حضرت قدوۃ الکبرانیہ ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی خاطر مشرف کو مولانا برہان الدین غریب کی جانب سے کچھ ملال پہنچا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب مولانا برہان الدین غریب بہت بوڑھے ہو گئے اور عمر ستر سال ہو گئی اور چٹائی کے فرش پر بیٹھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا تو آپ نے ایک کبل کو دوہرا کر کے سجادہ کی طرح چٹائی پر ڈال دیا اور اس پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ مولانا علاؤ الدین زنبیلی اور ملک نصرت نے اس صورتِ حال کو کچھ اور ہی رنگ دیکر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ مولانا برہان الدین نے شیونخت اور سجادہ کی کا ڈول ڈال لیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ یہ بات سن کر رنجیدہ ہوئے۔ اس کے بعد مولانا حسب دستور حاضر خدمت ہوتے تو سلطان المشائخ ان کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔ جب مولانا نے یہ دیکھا کہ حضرت کا ملال خاطر کسی طرح دور نہیں ہوتا تو وہ گھر کو ماتم کدہ بنا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے دوست احباب ماتم پرسی کے لئے آتے تھے۔ ایک روز حضرت امیر خسرو تشریف لائے تو ان کو شدید رنج اور تکلیف کے عالم میں پایا۔ حضرت امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عفو و تقصیر کے لئے عرض کیا اور مولانا برہان الدین نے بھی بدل و برہان توبہ و استغفار کی۔ حضرت سلطان المشائخ نے ان کی غلطی کو معاف فرما دیا۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت کے شرف سے مشرف کیا گیا۔

حضرت سلطان المشائخ کے دصال کے بعد مولانا برہان الدین خلقِ خدا کی رہنمائی فرماتے رہے، پھر آپ دیوگیر چلے گئے اور وہیں آپ کا دصال ہوا۔

حضرت مولانا علاؤ الملکۃ و الدین زنبیلی

مولانا علاؤ الدین زنبیلی بھی حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے مشرف تھے۔ مولانا علاؤ الدین زنبیلی فصاحت و بلاغت زبانِ دیباچہ میں بے عدیل و بے مثل تھے۔ معارفِ طریقت کے دقائق کی تشریح و وضاحت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا آپ نے بعد السلام فرید الدین شافعی سے جواو دہ میں مقیم تھے تفسیرِ کشاف پڑھی۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور بعض دوسرے علمائے عصر آپ کے ہم درس تھے۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے بامِ خانہ پر نمازِ جامعۃ ادا فرمائی، مولانا علاؤ الدین اذان کے ساتھ بعض دوسرے لوگ بہت دیر میں آئے ان حضرات نے دوسری جماعت کی اور مولانا علاؤ الدین زنبیلی نے امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی قرأت کا لحن عجیب و غریب تھا اور اس میں اس قدر نغمگی تھی کہ سلطان المشائخ نے بڑی توجہ سے

آپ کی قرأت کو سنا اور اقبال خادم کو حکم دیا کہ یہ میرا مصطفیٰ ہے جا کر مولانا کو دے دو۔ جب مولانا نے سلام پھیرا تو اقبال خادم نے مصطفیٰ پیش کیا۔ آپ نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اس کو قبول کر لیا۔

مولانا علامہ الدین زبیلی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خلافت کا بار نہیں اٹھا سکتا ہوں۔ ہر چند کہ مجھے اس سعادت سے سربلند کیا گیا ہے لیکن میں خود کو اس سعادت کے قابل نہیں پاتا۔ ہمیشہ اسی طرح کا عجز و انکار فرمایا کرتے تھے (آپ امیر حسن سہری) کہ مرتبہ منسوبات الخواہد افراد کا بہت زیادہ مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس کو حصول دولت و دارین کا موجب اور سعادت کو نین کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

مولانا نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر بنوا دی تھی اور یہ عمارت حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ کے پوتے پر جہان ندر و فی دہلیز کے دروازے کے سامنے دوسرے احباب کی قبور سے منسل ہے۔

حضرت مولانا وجیہ الدین یوسف کلاہری | مولانا وجیہ الدین یوسف کلاہری حضرت سلطان المشائخ کے ایک صادق و ذاتی خلیفہ تھے۔ زہد و عبادت میں لظیف نہیں رکھتے تھے۔ مولانا برہان الدین کا حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں شرف یاب ہونے کا باعث آپ ہی ہوئے تھے جس طرح خود مولانا وجیہ الدین مولانا عمر کلاہری کے واسطے سے خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔ سلطان المشائخ سے نسبت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حضرت کی خانقاہ کی طرف جب روانہ ہونے لگے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس راہ کو قدموں سے نہیں بلکہ سر کے بل طے کرنا چاہیئے۔

بیت
عاشقی کو ز سر قدم بخند
راہ معشوق را قدم نرند

ترجمہ :- عاشق جن تک سر کو قدم نہیں بنالیتا اس وقت تک معشوق و محبوب کے راستہ پر قدم نہیں رکھتا۔
یہی باتیں کر رہے تھے کہ آپ پر ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہو گئی اور معشوق ہو کر اس راستہ کو طے کیا۔
آپ کے اصحاب کا خیال تھا کہ یہاں سے غیاث پور کا فاصلہ کافی ہے لیکن مولانا وجیہ الدین نے عین قلابازیوں میں یہ تمام راستہ طے کر دیا اور خانقاہ پہنچ گئے۔

شعر
براہ دوست گر عاشق زندگام
ندانم رفتن رہ راسر انجام

ترجمہ :- عاشق جب دوست کے راستہ میں قدم رکھتا ہے تو پھر وہ اس راہ کے سر انجام کو نہیں سوجھا۔
حضرت سلطان المشائخ نے جسد پرانہ کلمات آپ کے بارے میں فرمائے ہیں کہ جس کی نسبت ایسا فرمایا ہو گا۔

ولایت چنڈیری کا حکمران ترمنا می شخص تھا اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خلیفہ موسیٰ کو چنڈیری کے لئے نامزد فرمادیا جائے تو ان کی تشریف آوری کی برکت سے میری ملکی مہمات کامیاب ہو جائیں گی اور شور و شخم ہو جائیگی حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے مولانا یوسف مناسب رہیں گے۔ چنانچہ اقبال خادم نے حضرت کے اشارے کے بموجب خلعت خلافت حاضر کی، حضرت نے آپ کو خلعت خلافت پہنائی اور آپ کو سر کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ حضرت نے سب سے پہلی نصیحت ان کو یہ فرمائی کہ رہنے سہنے کے ہر حال میں میری پوری پوری پیروی کرنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ملاحظہ (مراقبت) سے خالی نہ رہنا۔ ان دو کلمات میں حضرت نے خلوت خانے کے تمام اسرار آپ کو تفویض فرمادیئے۔

جب مولانا دانی چنڈیری کے ساتھ نواح چنڈیری میں پہنچے تو چند ہی دن میں اس کو فتح حاصل ہو گئی اور اس کی تمام مہمات سر ہو گئیں۔ پھر آپ نے چنڈیری ہی کو اپنا مسکن اور وطن بنالیا۔ اس دیار کے لوگ اگر کبھی سلطان المشائخ کی خدمت میں ارادت کے لئے حاضر ہوتے تو آپ ان سے فرماتے کہ میرے بھائی یوسف وہاں موجود ہیں تم ان ہی سے استفادہ کرو اور ان ہی کے مرید ہو جاؤ۔

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ | حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ حضرت سلطان المشائخ کے مخلص احباب اور حضرت سے خلافت پانے والے اصحاب میں سے تھے حضرت سلطان المشائخ کے حضرت گنج شکر کی ارادت سے شرفیاب ہونے کے پہلے سے آپ حضرت سلطان المشائخ کے رفیق دہم صحبت تھے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو قول دیا تھا کہ جب آپ کو حضرت گنج شکر سے ارادت و خلافت حاصل ہوگی تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو آپ کا مرید ہوں گا۔ پس جب اس وعدہ کے ایفا ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب بندہ آپ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔ مجھے یہ توقع اور امید ہے کہ امداد کے وقت آپ کو حضرت مرشد سے جو نعمت بھی ملی ہے وہ میرے حصہ میں آئے گی (مجھے عطا ہوگی) حضرت سلطان المشائخ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہر شخص سب سے پہلے مجھ سے بیعت ہوا وہ ایک مرد صالح ہے۔

حضرت قاضی القضاة | قاضی محی الدین کاشانی جو حضرت کے مخلصین اور آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم غریبہ اور خصائل عجیبہ سے آراستہ تھے۔ آپ کے جد محترم قاضی قطب الدین کاشانی شہر کاشان کے استاد تھے ان تمام فضائل و شمائل کے باوجود جب آپ حضرت کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے تو اس ارادت کے حصول کو ایک بہت ہی عظیم اور خوشگوار دولت سمجھا۔

شعر
شریف و قد وہ اصحاب علم بود در
نگار صدق و ارادت بدست او بستند

ترجمہ ۱۔ چونکہ وہ ایک شریف انسان اور پیشوائے اصحاب علم تھے لہذا شوقِ ارادت کے نقش و نگار ان کے ہاتھوں پر بنائے گئے یا صدقِ ارادت کا معشوق ان کے ہاتھ آگیا۔

جب حضرت قاضی محی الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو شبِ دروز حضرت ہی کی خدمت میں بسر کرتے تھے۔ برخلاف دوسرے حضرات کے کہ ان کو یہ دولت حاصل نہیں تھی۔ اسی بنا پر جہقدر حقائق اور دقائق معرفت و طریقت آپ حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کرتے تھے دوسروں کو اس قدر موقع میسر نہیں آتا تھا۔ جب آپ ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے تو اپنی جاگیر کے اسناد اور مزارع کے فراہین حضرت سلطان المشائخ کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور فقور مجاہدہ کی راہ کو اختیار کر لیا۔ آپ کے خلافت نامہ میں حضرت سلطان المشائخ نے خاص اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے ۱۔

ترجمہ خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

”تم کو تارک دنیا رہنا چاہیئے۔ دنیا اور اربابِ جاہ کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گاؤں، علاقہ، روزینہ اور وظیفہ قبول نہ کرنا، بادشاہوں کا انعام قبول نہ کرنا، اگر کوئی مسافر تمہارے پاس آئے اور اس وقت تمہارے پاس (اس کے لئے کچھ نہ ہو) تو اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا اور اس کے لئے کسی قسم کی تکلیف نہ کرنا (کہ کہیں سے کچھ حاصل کر لو) ورنہ تم ایک بڑے جال میں پھنس جاؤ گے۔ اس دام میں نہ پھنس جانا، اگر تم نے یہ جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا کر لے گے اور میں تمہاری ذات سے گمان رکھتا ہوں کہ تم ویسا ہی کر دو گے تو تم میرے خلیفہ ہو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر نگہبان اور نگران ہے کہ آپ کی رحلت سلطان المشائخ کے حضور میں ہوئی۔ حضرت مولانا وجیہ الدین پابلی حضرت کے خلیفے کا ملین ہیں سے تھے اور زہد و تقویٰ میں سب سے سبقت رکھتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار جب مولانا وجیہ الدین حضرت گنج شکر کے مقبرہ منورہ کی زیارت کے لئے اجودہن تشریف لے گئے اور زیارت کی تو آپ کی مرتبہ مبارک سے آوازیں آئی کہ ”اے پابل کے ابو حنیفہ! آؤ“ اس آواز کو تمام لوگوں نے سنا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں بہت زیادہ اثر دام تھا۔ بڑی کثرت سے لوگ موجود تھے۔ اس اثر دام میں مولانا وجیہ الدین کے پاپوش گم ہو گئے جب حضرت سلطان المشائخ نے سنا کہ مولانا کے پاپوش گم ہو گئے ہیں تو آپ نے اپنے پاپوش آپ کو بھیج دیئے۔ مولانا نے حضرت سلطان المشائخ کے کفش کو اپنے عمامہ کے بیچ میں رکھ لیا اور عجیب ذوق و شوق کی حالت میں گھر کو روانہ ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جوتیاں تو آپ کو پہننے کے لئے دی گئی ہیں، آپ ان کو پہننے کیوں نہیں؟ آپ نے ان کو جواب دیا کہ یہ تو میرا تاج ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا

شعر

بر سر خود برگرفت این خاکِ راہ
تا چ دولت را کہ دادہ بادشاہ

ترجمہ:- بادشاہ نے جو تاج دولت مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس خاکسار (خاک راہ) نے اپنے سر پر رکھ لیا ہے
جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو حوض شمس کے کنارے دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فخر الملة والدین | حضرت مولانا فخر الدین بہت ہی پرہیزگار اور عبادت گزار فرد تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے خلافت حاصل ہوئی۔ آپ حافظ کلام ربانی تھے۔

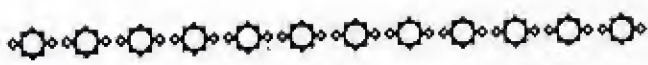
اور آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ کرامت سے بہت اعراض کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مولانا صاحب کو بہت زیادہ پیاس محسوس ہوئی اور اس وقت کوئی شخص موجود نہیں تھا کہ اُس سے پانی مانگیں۔ غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک کٹورا تھا۔ جب آپ نے وہ کٹورا دیکھا تو ہاتھ مار کر اس کٹورے کو توڑ دیا اور فرمایا کہ میں کرامت کا پانی نہیں چاہتا۔ جب سلطان المشائخ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا "کرامت کو رد نہیں کرنا چاہیئے؟" جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو سلطان المشائخ کی درگاہ کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فصیح الدین | حضرت مولانا فصیح الدین ارباب فصاحت کے پیشوا اور اصحاب بلاغت میں منتخب تھے۔ آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ آپ انواع علوم و فضائل سے آراستہ اور زہد و تقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے اس بناء پر ارادت، خلافت کے مرتعبن دوسرے اصحاب پر سبقت رکھتے تھے۔

جب قاضی محی الدین کاشانی اور جناب مولانا فصیح الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت سلطان المشائخ نے جناب قاضی محی الدین کو جلد ہی مرید کر لیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں حضرت شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کی روحانیت سے اجازت طلب کر دوں گا۔ جیسا کہ فرمان ہوگا اس کو بجا لاؤں گا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد جناب مولانا کو حلقہ ارادت میں داخل فرمایا۔ واضح رہے کہ جب مشائخ ہند کے باب میں حضرت کبیر استعمال کیا جائے تو اس سے مراد حضرت گنج شکر ہوتے ہیں اور حضرت شیخ اکبر سے مراد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار خاں کی ذات ہوتی ہے۔ مولانا فصیح الدین نے بھی حضرت سلطان المشائخ کی حیثیت میں ذفات پائی۔

حضرت امیر خسرو دہلوی | ملک فضائل کے بادشاہ اور کالات کی سلطنت کے سلطان حضرت امیر خسرو ترک اللہ حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص خلفاء اور نمبروں میں سے تھے۔

حضرت سلطان المشائخ جس قدر ظاہری اور باطنی التفات آپ سے رکھتے تھے۔ بہت کم کسی کو یہ شرف حاصل تھا۔ آپ کے حالات ابتداء سے آخر تک "لطیفہ شعرا" میں بیان کئے جائیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)



قطعہ

در پیش شعر خسرو شکر اگر ز ندوم
گویند راست طبعان شیرین زبان ندارد
در گفتن معارف اصحاب معرفت را
چون این جہان معنی دیگر زمان ندارد
ہر در کہ ریخت یزدان در معدن نظامی
جز جان ترک دلہا دیگر مکان ندارد
ترجمہ :- اگر خسرو کے شعر کے سامنے شکر مقابلہ کا دعویٰ کرے تو انصاف پسند یہی کہیں گے کہ شکر شعر کے مقابلے میں شیرین زبان نہیں ہے۔ اصحاب معرفت کے معارف بیان کرنے میں سوائے اس ذات کے جو جہان معنی ہے، زمانہ اور کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے۔ یعنی خسرو کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظامی گنجوی کی کان میں جو جواہر پیدا کئے ہیں اس کے رکنے کے لئے سوائے ترکِ دل کے جان کے پاس کوئی اور جگہ نہیں ہے

حضرت امیر حسن خیالات غریب اور نکات عجیب کے انشراح کرنے والے حضرت امیر حسن بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے حسن معنوی کو آبدار اشعار کی صورت میں اور سیرت کی نازک و لطیف الفاظ میں تصویر کشی کی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ جس لطف و احسان کا اظہار ان دو حضرات (امیر خسرو اور امیر حسن) کے سلسلہ میں بیان فرمایا کرتے تھے، ایسا کسی دوسرے کے بارے میں ظہور میں نہیں آیا حضرت امیر حسن اور امیر خسرو فلاہری و باطنی اسرار سے مخصوص تھے۔

قطعہ

حافظ گوہر نظامی را
جز حسن نیست کس بحسن مقال
ہمہ الفاظش از زبان فصیح
تازگی دارد و خیال و کمال
ترجمہ :- سوائے امیر حسن کے حسن مقال کے ساتھ نظامی گنجوی کے جواہر کا اور کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ ان کی زبان فصیح ہے۔ جس قدر الفاظ ادا ہوتے ہیں ان میں تازگی بھی ہوتی ہے اور کمالات خیال کے مظہر بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا بہاء الملئ
والدین ادہمی اودھی
آپ حضرت سلطان المشائخ کے کامل خلفاء اور ندیوں میں سے تھے۔ کبھی کبھی لوگ آپ کو دارالامانی بھی کہا کرتے تھے۔ زیورِ علم سے آراستہ اور خلعتِ معانی سے پیراستہ تھے۔ ان کی تجرید کا یہ عالم تھا کہ دوسرے اصحاب اس سے محروم تھے۔

آپ اپنے وطن مالوف (ملتان) کو ترک کر کے حضرت سلطان المشائخ کی ارادت میں داخل ہوئے اور ظاہری و باطنی کمال کے حصول میں اس درجہ کوشش و سعی کرتے تھے کہ ہر روز دریا (دریائے جہنا) عبور کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس طرح ہر لحظہ و ہر نفس ان کو دریائے ماسوئی سے عبور میسر آتا تھا (دریائے جہنا عبور کر کے حضرت کی خدمت میں پہنچتے اور فیضیاب ہوتے)

حضرت شیخ مبارک گویاموی | آپ اپنے پیر (سلطان المشائخ) کی محبت سے سرشار اور مرشد کی دوستی میں بے نظیر تھے۔

آپ کو امیرداد بھی کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے محبت نامے اور محبت دفلوس پر مشتمل مراسلے جسقدر آپ کو تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کم کسی دوسرے کو لکھے گئے ہوں گے۔

حضرت سلطان المشائخ کے بعض مریدین و معتقدین جیسے شیخ نصیر الدین محمود، مولانا علاؤ الدین وغیرہ جب سلطان المشائخ سے شرف نیاز حاصل کر کے اپنے اپنے وطن کو مراجعت فرما ہوتے تو حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ”راستہ میں میرے بھائی شیخ مبارک گوپاموسی سے ملتے ہوئے جانا“ حضرت سلطان المشائخ آپ کے حقوق کی ادائیگی کا اسقدر اہتمام کرتے تھے کہ دوسرے کسی شخص کے لئے یہ اہتمام نہیں ہوتا تھا۔

حضرت نجمہ امیر الدین کرۃ | آپ کا ظاہر علوم سے آناستہ اور باطن فضاائل و کمالات سے پرامنہ تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے مخلصین میں سے تھے۔ ابتدائے حال میں بڑے صاحب شان و شوکت اور متمول فرد تھے۔ جب حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو مالی مشاغل سے دست کش ہو گئے اور شان و شوکت کو ترک کر دیا اور مجاہدہ، ریاضت اور راہ سلوک کو اختیار کر لیا۔ جب سلطان علاؤ الدین غلی سربراہ آرائے سلطنت ہوا اور اورنگ حکومت پر جلوس فرمایا تو ان کو اپنے حضور میں طلب کیا تاکہ ان کو کسی منصب پر فائز کر دے۔ امراء شاہی نے عرض کیا کہ وہ تو اب اباب تصوف کے ارادت مند ہو گئے ہیں اور صوفیوں کی سیرت اختیار کر لی ہے اور انہوں نے سلطان المشائخ کی خدمت کا شرف حاصل کر لیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الملک والدین | آپ علم و عمل میں یگانہ روزگار تھے اور حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کا ملین اور ندمائے خاص سے تھے۔ آپ کے آبا و اجداد بھی گوشہ نشین حضرات تھے، انہوں نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری تھی۔ انہوں نے اموال دنیا اور اصحاب جاہ و ثروت سے تعلق نہیں رکھا۔ اس وجہ قانع تھے کہ افاضل روزگار نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ

شعر

شیر نر بوسد بہت مرد قانع راقم

مادہ سگ نہاید بدنجان پای مردی ہروری

ترجمہ:- جو شیر نر ہے بہت سے مرد قانع کے قدم چومتا ہے اور کتیا تو ہر بیگانہ شخص کو کاٹتی ہے

آپ صرف نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے خلوت سے باہر قدم نکالتے تھے اس کے علاوہ نہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ہامسی کے مشائخ کے آپ پیشوا تھے۔ سلطان المشائخ سے ان کو اسقدر محبت تھی کہ جب کوئی آپ کے سامنے حضرت سلطان المشائخ کا نام لیتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں۔

شعر

بیاد قامت آن نازنین سرشک دہشتم

بہر زمین کہ بیارد درخت ناز بر آید

ترجمہ :- اس نازنین کی قامت کی یاد میں میری آنکھوں سے اس طرح آنسو گرتے ہیں کہ اگر وہ کسی زمین پر گرے تو اس زمین سے درخت ناز آگ آئے۔

سلطان المشائخ سے نہایت درجہ محبت اور آپ کی ذات گرامی سے ان کو اس درجہ شغف تھا کہ وہ دہلی چھوڑ کر حضرت کبیر (گنج شکر) کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے کبھی نہیں گئے۔

حضرت قطب الدین منور اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود حضرت سلطان المشائخ حضرت شیخ قطب الدین منور کے قدیم ترین خلفاء اور ظریف ندیموں میں سے تھے۔ یہ دونوں اکابر ایک ہی روز حضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ جب خرقہ خلافت شیخ قطب الدین کو آپ نے پہنا دیا تو ارشاد فرمایا کہ اب شیخ نصیر الدین محمود کو بلاؤ ان کو بھی خرقہ خلافت پہنا یا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کو خرقہ خلافت حضرت نے پہنایا تمام اصحاب نے مبارکباد پیش کی۔

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے بغلیگر ہو اور عطائے خرقہ میں جو تقدیم و تاخیر ہوئی ہے اس سے آزر دہ خاطر نہ ہونا کہ تم دونوں کا مرتبہ میری نظر میں یکساں ہے اور پھر یہ مصرعہ ارشاد فرمایا

مصرعہ

خضر ہمان ست مسیحا ہمان

ترجمہ :- وہی خضر ہے وہی مسیحا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات کی تعریف و توصیف کسی نے کی تو فرمایا کہ یہ دونوں عزیز میرے مرغِ حال کے دو بازو ہیں کہ ان ہی کے چنگال میں سب پرواز کرتے ہیں۔

اتفاق سے ایک روز حضرت شیخ قطب الدین نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود سے کہا کہ حضرت سلطان المشائخ نے جو اسرار تم پر منکشف کئے ہیں مجھے بھی ان سے آگاہ کر دو۔ انہوں نے کہا کہ انصاف شرط ہے کہ جو اسرار سلطان المشائخ نے تم پر ظاہر کئے ہیں ان سے تم مجھے آگاہ کر دو۔ پھر دونوں حضرات نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر ان حضرات نے خود ہی یہ شعر پڑھا

بیت

عشقی کہ ز تو دارم امی شمع چگل

دل داند و من دانم و من دانم و دل

ترجمہ :- اے چین و چگل کے حسین میرے دل میں تیری جو محبت ہے اسکو بس دل جانتا ہے اور میں جانتا ہوں

پھر یا میں جانتا ہوں اور یہ دل جانتا ہے اور کوئی واقف نہیں ہے

جب حضرت سلطان المشائخ نے یہ بات سنی تو بڑی تعریف کی جب آپ نے شیخ قطب الدین کو رحمت کیا تو فرمایا کہ کتاب عوارف المعارف تو تمہارے جد شیخ جمال الدین ہا نسوی نے حضرت شیخ کبیر سے خلافت حاصل کرتے وقت حاصل کی تھی۔ میں نے بھی حضرت شیخ کبیر راغب شکر سے خلافت پائی اور حضرت شیخ جمال الدین ہا نسوی نے میری تربیت فرمائی اور مجھ پر انعام و اکرام فرماتے تھے۔ جب میں اُن سے رحمت ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب جو حواشی و فوائد سے آراستہ ہے میں تم کو دیتا ہوں لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تمہارے پاس آئے گا اس کو تم اس نعمت اور دولت کے دینے میں دریغ نہیں کرو گے جو میں نے تم کو عطا کی ہے۔ پس اس وعدے کے بموجب جو تمہارے جد محترم سے ہوا تمہاری کتاب اب میں تم کو دیتا ہوں اور ان سے حاصل کی ہوئی نوازش اور تربیت میں تم کو سونپتا ہوں۔ ہرگز ہرگز تم اس بات کو سرسری اور معمولی بات نہ سمجھنا کہ میں ایک عظیم نعمت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔

حضرت قدوة الکبیر فرماتے تھے کہ ہر چند سلطان المشائخ کے تمام خلفاء مسند شیعہ و ختم اور ارشاد پر شکن ہوتے ہوئے شریعت و احکام دین کے اطاعت گزار تھے (شریعت مطہرہ کے پورے پورے پابند تھے) لیکن حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو حق تعالیٰ نے جو بزرگی و ولایت عطا فرمائی تھی اس مرتبہ اور درجہ پر حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے کوئی نہیں پہنچا۔ اس قدر آثار و ولایت و کرامت اور انوار ہدایت آپ سے ظہور میں آئے کہ کسی اور سے ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ پورے ہندوستان میں کوئی بھی صاحب ولایت آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں یہ سخن بہت مشہور و معروف ہے۔

قطعہ

غلام بخت بلندش ایاز مقصود است کسی کہ ہمت او چون نصیر محمود است

شب حصول وصول خدا بمعراجش کینہ منزل دادنی مقام محمود است

ترجمہ: حضرت نصیر الدین محمود کا مقام یہ ہے کہ بلند بخت ایاز اس کا غلام ہے کسی کی ہمت ہے جو اس مقام تک پہنچے اگر کسی کو خدا کی معراج بھی حاصل ہو جائے تو بھی وہ منزل اور مقام محمود کے مقابلے میں ادنیٰ ہے۔

قدوة الانام، شیخ الاسلام مولانا فخر الدین زرا دی جو زمانے کے نامدار علماء اور فقہان روزگار میں منتخب تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے اہم ندیموں اور کالمین خلفاء میں سے تھے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے تمام خلفائے کبار اور صاحبان اسرار میں سب سے زیادہ علوم غریبہ اور مسائل عجیبہ کے زیور و لباس سے آراستہ تھے۔ حضرت کا اتفاقات ظاہری و باطنی حضرت مولانا کی نسبت اس قدر تھا کہ دوسرے اجاب آپ پر رشک کرتے تھے۔

حضرت قدوة الکبیر فرماتے تھے کہ ایک دانشور جو مالکی مسلک تھا، بغداد سے حاضر خدمت ہوا۔ یہ دانشور

حضرت قدوة الانام
مولانا فخر الدین زرا دی

اپنے عہد میں منفرد تھا اور زمانہ کے بہترین صاحبِ بلاغت میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس دانشور نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان میں ایک دروازہ ظاہر ہوا اور ایک فرشتہ ہاتھ پر طباق لئے ہوئے جس پر سبز کپڑا پڑا تھا زمین پر آیا۔ میں نے اس فرشتہ سے پوچھا تم کون ہو اور یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور اس طبق میں علم لدنی میں سے کچھ علوم ہیں اور اس پر جو کپڑا پڑا ہے وہ شریعت ہے میں اس کو ڈھک کر لئے جا رہا ہوں تاکہ ان علوم لدنی کو مولانا فخر الدین زرا دی کے سینہ بے کینہ میں پہنچا دوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے مولانا زرا دی کا پتہ چلایا۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت کی خدمت میں ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ہاں وہ بزرگوار ابھی یہاں موجود تھے شاید اس وقت وہ خانقاہ کے گوشہ میں ہوں گے۔ جب ان کو تلاش کیا گیا تو واقعی وہ اسی جگہ گوشہ خانقاہ میں موجود تھے چنانچہ وہ دانشور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان سے ملا اور مولانا نے بھی ان کے ساتھ کمرمت و تعظیم کا اظہار کیا اور ان کو فقر کی ایک کتاب نذر کی۔

حضرت شیخ تاج الملة والدین | اصحابِ ملاحت میں منتخب اور اربابِ صباحت میں صاحبِ مقام بلند حضرت شیخ تاج الدین جو تقویٰ اور پاکیزگی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ کے خلفائے کبار اور مخصوص حضرات میں سے تھے۔

ابتدائے حال میں یہ بڑی شان و شوکت کے مالک تھے لیکن جب آخر میں شرفِ ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے تو فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی اور سخت مجاہدہ کرنے لگے اور اس طرح بادیہ توحید و دادی تفرید کو طے کیا۔

بیت

ملکت عشق شد از کرم الہیم

پشت من و پلاس غم اینست قبائی شاہیم

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عشق کی ملکت میری ایک بن گئی ہے اب اگر میری پیٹھ پر غم کا ٹماٹ ہے تو اب یہ میرے لئے قبائی شاہی ہے۔

آپ صورت و سیرت میں حضرت سلطان المشائخ کی صورت جانِ جہان آرا سے مشابہ تھے اور حضرت سلطان المشائخ جانِ جہان آرا جیسے خصال رکھتے تھے اس مشابہت کی سعادت کی بدولت حضرت سلطان المشائخ کے مریدین آپ کے دیدار سے بہت شنف رکھتے تھے اور احباب آپ کے اشار کی طرف زیادہ مائل تھے۔

بیت

اذانِ بپای سہی سرود افتم چون گل

کہ اندکی بشمایل نگار من ماند

ترجمہ:- میں اس سرود سہی کے پاؤں پر پھول کی طرح اس وجہ سے پڑا ہوا ہوں کہ اس میں میرے محبوب

کے کچھ شمائل (خوبیاں) موجود ہیں۔

صوفیہ کرام کے مجمع میں اور اس طائفہ علیہ کی محفل میں سماع کا کیف ان پر سب سے زیادہ غالب تھا۔ میزامیر کی تھوڑی سی آواز ان کو قوالوں کی طرف کھینچ کر لے جاتی اور اس وقت اگر یہ نقد جان بھی اُن پر نثار کر دیتے تو تھوڑا تھا خلعت و اموال کا دے دینا تو معمولی سی بات تھی۔

دیوگیر کے سفر میں منزل بکستون سے دالہی پر آپ چند روز بیمار رہے۔ جب نزع کا عالم ہوا تو ہنسنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے :-

مثنوی

عاشقی را یکی فشرده بدید کو بھی مرد خوش بھی خندید
گفت پیرا بوقت جان دادن چیت خندین و خوش افتادن
گفت خوبان چو پردہ برگیسرند عاشقان پیش شان چنن میرند

ترجمہ :- ایک افسردہ خاطر شخص نے ایک عاشق کو دیکھا کہ مرد رہا ہے اور ہنس رہا ہے۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ اے پیرا اس وقت خوش ہونے اور ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب معشوق عاشق سے پردہ ہٹاتا ہے تو اس وقت عاشق اس کے سامنے اسی طرح ہنستے ہوئے جان قربان کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا فیاض الدین برنی | اصحابِ طرانت میں منتخب اور اربابِ لطافت میں برگزیدہ اور انجمن کے فصحاء میں سب سے اعلیٰ اور برتر مولانا ضیاء الدین جو زیورِ فغان سے آراستہ اور شمائلِ نامتناہی کے اعلیٰ لباس سے پرستہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے اور آپ کی مجلس کے قدیم اصحاب طرانت سے آپ کا تعلق تھا۔ جس مجلس اور محفل میں آپ موجود ہوتے تھے فضلاء نے روزگار کے کان ان کی طرف لگے ہوئے ہوتے تھے اور جس محفل میں آپ تشریف فرما ہوتے فصیحان روزگار کے ہوش ان کی طرف متوجہ ہوتے۔

کم سنی ہی سے آپ نے مہبطِ انوارِ آستانے کی مجاورت اختیار کر لی تھی (آستانہ شیخ المشائخ پر حاضر ہوتے تھے) اور اس منزلِ اسرار کی حاضری کو اپنے لئے لازم کر لیا تھا اور غیاث پور کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ چونکہ آپ کی طبیعت سلاطین کی محفل کو آراستہ کرنے والی تھی اور آپ اراکے زمانہ کی محفل کو رونق بخشنے والے تھے، جو ان ہی میں سلطان محمد انار اللہ برہانہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ سلطان محمد سے منسلک ہو کر انہوں نے خوب ترقی کی اور دولت و عزت حاصل کی۔ سلطان فیروز شاہ کے عہد سلطنت میں چونکہ ان کی عمر ستر سال کی ہو گئی تھی لہذا یہ شاہی خدمات سے وظیفہ بیکر مستعفی ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور موقیانہ رنگ میں آگئے اور کتب کی تصنیف و تالیف میں منہمک ہو گئے۔ آپ کی تصانیف اور رسائل میں شائے محمدی، صلوة کبیرہ، حرمت نامہ، عنایت نامہ، الہی نامہ، مآثرِ سادات اور تاریخِ فیروز شاہی قابل ذکر ہیں۔

تاریخِ فیروز شاہی کو تاریخِ ہائے سلاطین میں خاتم کتب کہنا چاہیے۔ یہ تاریخ تمام سلاطین کے آثار و احوال کی

جاسے ان تمام کتب و رسائل کو آپ نے بڑی خوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

سلطان المشائخ کی صحبت کے اثر سے مشرب صوفیہ میں انتہا کو اور فقر و فاقہ کے مذہب کے کمال پر پہنچ گئے آپ نے سفر آخرت کو بڑی پامردی سے طے کیا۔ آپ کی تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ کفن بھی آپ کو فقیرانہ نصیب ہوا اور سلطان المشائخ کے خلیفہ کے قریب اپنی والدہ کے قبر کے پائیں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ مؤید الدین انصاری قبلہ ارباب تصوف و کعبہ اصحاب معرفت، منظر انوار و نینداری خواجہ مؤید الدین انصاری کا دل جب انقلاب زمانہ کے باعث کار و بار کی منفعت سے اچھاٹ ہو گیا تب حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے سرفراز ہوئے جس وقت سے آپ شرف ارادت سے مشرف ہوئے پھر کبھی ایک آن کے لئے بھی ارباب شان و شوکت اور اصحاب دولت کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔

آپ کو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور احاد سے اس قدر لگاؤ تھا اور ان کی فرمانبرداری کا ایسا جذبہ آپ میں تھا جو بہت کم کسی میں ہوگا اور اس وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی سے مغفرت کے امیدوار تھے۔ سماع کے شوق اور سوزِ عشق سے سوزِ تنگی کا یہ عالم تھا کہ لوگ اس امر میں آپ کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ سے جو خلوص اور تعلق خاطر آپ کو تھا بہت کم کسی کو ہوگا۔

حضرت خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میری زوجہ سلطان المشائخ کے شرف ارادت سے مشرف ہوئیں تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے میں بہت ہی شکستہ خاطر رہتی ہوں۔ آپ نے اقبالِ خاوم کو حکم دیا کہ روٹی (مکئیہ) اور خرمالے کر آئے۔ جب یہ چیزیں حاضر کی گئیں تو حضرت نے ان کو مرحمت فرمائیں۔ کچھ ہی مدت کے بعد فرزند پیدا ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ کے حضور میں اس کو پیش کیا گیا۔ آپ نے محمد نور الدین انصاری نام تجویز فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس الدین جامع فنون خاص اور شانِ ہائے خلوص کے صاحب شمس الدین، خواجہ زادہ امیر حسن شاعر بھی حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین میں سے تھے اور شروع سے ہی حضرت سلطان المشائخ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے، ناز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ جب تک یہ سلطان المشائخ کے جمالِ جہاں آرا کو نہیں دیکھ لیتے تھے اس وقت تک بیکجہ تحریہ نہیں کہتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شعر

در شنائی نماز ای جان نظر بر قامتت دارم

مگر از قامتت خوبت قبول افتد نماز من

ترجمہ :- اے جانِ من نماز کے درمیان میں اپنی نگاہ تیری قامت پر رکھتا ہوں مگر تیری ہی اس خوبیِ قامت سے میری نماز قبول ہوتی ہے۔

جب یہ بیمار ہوئے تو علاج کے لئے طبیب کو بلا یا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میری بیماری کسی غلطی کے فساد کے

سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ بیماری بے اختلاط کی ہے (مجھے مُرشد کا قُرب اور ان سے اختلاط حاصل نہیں ہے)

قطعہ

ماجرائی دل دیوانہ بگفتم بہ طیب
گفت ازین نوع حکایت کہ تو گفتی سعدی
کہ ہر شب در چشم است بفکرت بازم
در عشق است ندانم کہ چہ درمان سازم
ترجمہ :- میں نے اپنے دل دیوانہ کا ماجرا طیب سے بیان کیا کہ مجھے مرض یہ لاحق ہے کہ تمام رات میری آنکھیں
اس دوست کے فکر و خیال میں کھلی رہتی ہیں تو طیب نے کہا کہ تو نے لے سعدی جو حکایت بیان کی ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ تجھے دردِ عشق ہے اور اس کا علاج میں نہیں جانتا۔

حضرت سلطان المشائخ کو جب آپ کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو اس مریضِ محبت کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے
ابھی آپ اُن کے مکان تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ کے پاس خبر آئی کہ بیمار کا روانہ سرائے دھالِ محبوب کی طرف روانہ
ہو گیا اور انتقال کے وقت یہ شعر زبان پر تھا :-

شعر

پیش ازان دم کہ نگارم بی عیادت بسر آید
جان بدیدار نگار از سر حسرت بدر آید

ترجمہ :- اس وقت سے پہلے کہ وہ محبوبِ عیادت کے لئے میرے بالین پر آئے اس کے دیدار کے لئے جان
حسرت کے ساتھ نکل جاتی ہے۔

مولانا نظام الدین زائر المحبین اور سائر الخافقیں مولانا نظام الدین حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار
سے ہیں آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔ لباس تقویٰ سے آراستہ اور زیورِ زہد و تقویٰ سے پرستہ
تھے۔ انواعِ علوم غریبہ و اصنافِ معلوم عجیبہ پر عبور رکھتے تھے۔ آپ اہل تہنوت کی سیرت اور اربابِ صدق و صفا
کی طبیعت سے بہرہ ور تھے۔ نعمتِ سماع سے بھرپور حصہ پایا تھا اور اس کا بڑا ذوق و شوق تھا۔

خواجہ سالار سنین قدوة اربابِ عشق و منتخب اصحابِ صدق خواجہ سالار سنین جو شرفِ زہد و درع سے مشرف اور
وصفِ عبادت و تقویٰ سے متصف تھے، حضرت سلطان المشائخ کے کامل و اکمل خلفاء اور
ندماء میں سے تھے۔ جب آپ حضرت کی ارادت و خلافت سے سر بلند ہوئے تو ابتدائے حال ہی سے خلوت
نشینی اختیار کر لی تھی۔

حضرت سلطان المشائخ کی صحبت نے ان پر اس قدر اثر کیا کہ جس وقت بھی وہ حضرت کا جمالِ جہان آرا دیکھتے
اور حضرت کے علو مرتبت کا ان کو خیال آتا تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی ان کی حالتِ سماع دوسرے احباب
و اصحاب کے مقابلہ میں زیادہ اثر آفرین تھی۔
ایک دن اربابِ ذوق و شوق اور صوفیہ کرام کا مجمع تھا اور قوالوں نے سماع شروع کر رکھا تھا حضرت مولانا پر

اس شعر نے ایک خاص اثر کیا ہے

شعر

از سر زلف عروسان چمن دست بدارد
بسز لفش اگر دست رسد باد صبا را

ترجمہ :- اگر اس محبوب کی زلفوں تک باد صبا کا ہاتھ پہنچ جائے تو پھر وہ عروسان چمن سے تعلق قائم کر دے
اگر عمر میں آپ کو ایک مرض لاحق ہو گیا تھا اور اسی مرض میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت مولانا فخر الملتہ | مولانا فخر الدین حیرتی حضرت سلطان المشائخ کے اصحاب خلافت میں منتخب تھے اور اوصاف
والدین حیرتی حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ اور اہل علم کی خصوصیات سے پرستہ تھے۔ آپ پر
مشرقی عشق کا غلبہ تھا۔ حافظ قرآن تھے اور ایسی عمدہ قرأت سے قرآن پاک پڑھتے تھے
کہ اسکو سنتے ہی آپ کے احباب و اصحاب رونے لگتے تھے۔

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری | حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری زیارت مکہ معظمہ کے شرف سے مشرف تھے۔
آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ لطافت
طبع و عاطفت و مہربانی میں تمام اصحاب سے ممتاز تھے۔

حضرت سید محمد کرمانی | ادلاء و رسول میں منتخب اور احفاد حضرت بتوں میں برگزیدہ خاندان مرتضوی و مصطفوی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزند یعنی سید محمد، حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار
اور وزرائے نامدار میں سے تھے۔ آپ کی ذات منظر اسرار الہی و معصرا نوار نامتناہی تھی۔ آپ کے والد اور آپ کے
دادا بھی اس خاندان شریف اور خاندانہ لطیف سے ارادت و خلافت یافتہ تھے۔

جب سید محمد نے بحکم الہی اس دنیا میں قدم رکھا تو آپ کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا گیا۔
آپ کے جد محترم سید محمد کرمانی اور آپ کے گرامی قدر نانا بھی خدمت والا میں موجود تھے۔ ان حضرات نے ان
کا نام تجویز کرنے کی ہر ایک سے درخواست کی لیکن ازراہ انکسار کسی نے نام تجویز نہیں کیا۔ جب ان حضرات نے
حضرت سلطان المشائخ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام بھی محمد ہے اور اس بچے کے دادا کا نام بھی محمد
ہے۔ پس مولانا مناسب یہ ہے کہ ان کا نام بھی محمد رکھا جائے۔ یہ سنکر حاضرین میں سے ہر شخص نے مبارکباد پیش
کی اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ ان تمام دعاؤں کی قبولیت بہت جلد ظاہر ہو گئی۔

جب سید محمد بالغ ہوئے تو ان کے والد حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں ان کو لے کر حاضر ہوئے
اور آپ کا مرید کر لیا۔ جب آپ جوان ہوئے تو زمانے کے کاروبار میں لگ گئے بائیںہم آپ کو اس زمانے میں جاہ
و جلال کے اعلیٰ مراتب کے حصول سے اعراض تھا بلکہ مجاہدہ اور مشاہدہ کے راستہ پر لگ گئے اور حضرت سلطان المشائخ
کی حضوری کا شرف حاصل کیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت کے اصحاب کبار و اصحاب نامدار میں شمار کیا جانے لگا۔ آپ نے

اس سلسلہ میں ایک عظیم خدمت انجام دی اور وہ یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے الفاظ متبرکہ اور اقوال مقدسہ کو جمع کیا (جو کچھ بھی سیرالاولیاء کے نام سے موجود ہے) اگرچہ جمع ملفوظات کی خدمت دوسرے اکابر و اماثر (مثلاً امیر حسن اور امیر خسرو) نے بھی انجام دی لیکن حضرت سلطان المشائخ کے ارشادات گرامی اور ملفوظات سامی کو ان سے بہتر طریقے پر در کوئی جمع نہیں کر سکا۔ ان کے جمع کردہ ملفوظات تمام طائفوں میں مقبول ہیں اور ہم سبقوں میں ان کو بہت اہم اور گراں مایہ سمجھا جا رہا ہے۔

ان ملفوظات کے ذریعہ بادیہ ضلالت کے بہت سے گم گشتگان ہدایت یاب ہو گئے اور منزل حقیقت کا راستہ پانے والے بہت سے لوگوں نے راستہ پایا اور یہی گم کردہ راہ اصحاب عرفان کا مقصد بن گئے اور ارباب وجدان کا مطلوب قرار پائے۔ یہی ہدایت یافتہ حضرات، حضور کی رونمائی کرنے والا آئینہ اور معبود حقیقی کی معرفت کا راز کشف از باہم کرنے والا جاہ بن گئے۔

حضرت جمشید قلندر | خورشید فلک منظر حضرت جمشید قلندر حضرت کے مخلص خلعائے کبار میں سے تھے۔ جمشید اس عمر کے قلندروں کی جماعت کے پیشوا اور ارباب تجربہ کے سربراہ تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے تو چند روز تک اس عالم پناہ خانقاہ میں مقیم رہے اور ارادت کی نظریں آپ پر پڑیں اور اہامات کی نگاہوں سے فیضیاب ہوئے تو حضرت کی بندگی اور غلامی کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ جب حضرت سلطان المشائخ نے ان کو عطاء خلافت اور ہم نشینی کا اہل پایا، لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی تو حضرت نے ان کو خرقہ خلافت سے ملبوس فرمایا۔

حضرت شیخ حیدر | حضرت علیؑ کی سیرت اور حضرت عثمانؓ کے خصال سے آراستہ حضرت شیخ حیدر حضرت کے مخلصین خلعاد میں سے تھے۔ حضرت شیخ المشائخ دوسرے اصحاب کی بہ نسبت آپ سے بہت زیادہ التفات فرمانہ فرمایا کرتے تھے، حضرت کی خدمت گزاری میں اس درجہ کوتاہاں رہتے تھے کہ دوسرے خدام سے اس خصوصیت میں بڑھ گئے تھے۔

خادم سلطان المشائخ بابا اقبال | خدام عظام کے پیشوا، ملازمان کرام میں منتخب، صاحب جمال و جلال بابا اقبال دوسرے خادمان کے مقابلے میں حضرت سلطان المشائخ کے زیادہ محرم اسرار تھے۔ حضرت سلطان المشائخ جس قدر لطف و عنایت اور مہربانی ان کے حال پر فرماتے تھے، دوسرے خادموں کو یہ بات میسر نہیں تھی۔ اس لئے کہ ظاہر و باطن میں حضرت کے محرم اسرار ہی تھے۔ ہر چند کہ حضرت لالا بھی زیور خدمت سے آراستہ اور خلعت ملازمت سے پیراستہ تھے اور دوسرے خادموں کے مقابلے میں بہت زیادہ سرلہبے جاتے تھے اور ان کی تعریف کی جاتی تھی۔ لیکن یہ شرف صرف بابا اقبال کو حاصل تھا کہ وہ ہر ایک راز دانک و دبیار کے محرم تھے اور حضرت ہر بات ان سے فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ مریدین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش اور خطا سرزد ہو جاتی تو ان کو درمیان میں لاکر معافی طلب کی جاتی تھی۔

حضرت شیخ لطیف الدین | مظہر لطائف و مصدر نظرائف حضرت شیخ لطیف الدین حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین
 خلفاء اور صاحب کمال ندیموں میں سے تھے۔ آپ کی ذات جسقدر مجمع اسرار و مرجع انوار تھی
 ایسا شرف کم کسی کو حاصل تھا۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے اور جیسا کچھ آپ
 نے ارشاد فرمایا وہ تھوڑی مدت ہی میں ظہور میں آگیا۔ حق تعالیٰ نے جس کے نعیم میں جو کمالات مقدر فرمادیئے ہیں
 وہ ان بزرگوں کی زبان سے صادر ہو جاتے ہیں سے قطعہ

نباشد آنچه اندر لوح محفوظ زایشان از زبان صادر نباشد
 بہرچہ نیک و بد گویند ایشان جز آن اندر جہان ظاہر نباشد
 ترجمہ :- جو امر کسی کی نسبت لوح محفوظ میں موجود نہیں ہوتا ہے ان بزرگوں کی زبان سے وہ بات کہی نہیں نکلتی۔
 یہ حضرات جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں خواہ وہ جیسا بھی ہو اس کے خلاف بات کہی دنیا میں ظہور میں نہیں آتی ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین | حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی جو گونا گوں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ
 اور ہر طرح کے کمالات صوری و معنوی سے پیرا تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے
 خلفاء میں سے تھے آپ نے جاہ و مرتبت کے اعلیٰ مراتب سے منہ موڑ کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت و
 ملازمت کو اختیار کر لیا تھا۔ اور حضرت کے خلوص اور خصوصیت سے اسقدر ممتاز ہوئے کہ حضرت سلطان المشائخ
 کی جناب میں جب تک یہ موجود رہتے اسوقت تک حضرت بس آپ ہی کو مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت ملک زادہ مسعود بیک | سعادت سردی سے بہرہ ور اور سیادت ابدی کے حامل جناب ملک زادہ
 مسعود بیک، فنونِ فضائل سے آراستہ اور گونا گوں خوبیوں سے پیرا تھے۔
 خاص طور پر فنِ شاعری میں کمال حاصل تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ ابتدائے
 عمر ہی سے صاحب جاہ و جلال تھے اور منصب کمال رکھتے تھے ادھر پھر حضرت سلطان المشائخ کی نظر
 سعادت بخش کے منظور بن گئے اور حضرت کے التفات کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تو خلوص و عقیدت کے رستے
 پر بہت تیزی سے بڑھے اور بہت کم مدت میں سلوک کی منازل کو طے کر لیا۔ اور حضرت کے جذبِ جلی سے آپ کو شرف
 حاصل ہوا۔ آپ کا کلام بہت ہی بلند پایہ ہوتا تھا۔ ان خصوصیات کی بنا پر جب حضرت سلطان المشائخ کا التفات
 آپ کی جانب دوسروں سے زیادہ ہوا تو کچھ لوگ تعقب کی وجہ سے آپ کی غیبت کرنے لگے۔ ان لوگوں کی
 باتیں سن کر حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے، اے دوستو! ان کو مغرور جانو کہ جو کوئی جیسا چھوڑتا ہے
 ویسا ہی پاتا ہے۔

حضرت ملک بہاؤ الدین گرد | حضرت ملک بہاؤ الدین گرد جو زیور زہد و عبادت سے آراستہ اور تعبد و تقویٰ
 کے لباس سے پیرا تھے، حضرت سلطان المشائخ کے ولایت آبا صحاب

اور خلفائے ہدایت انتساب سے تھے۔ آپ کو دیگر اصحاب سے سماع کا شوق زیادہ تھا اور نعماتِ سن کر سوز و گلاز آپ میں اس قدر پیدا ہوتا تھا کہ دوسرے اصحاب میں یہ بات نہیں تھی، آپ نے عقیدت اور خاص کے ساتھ راہ سلوک کو اس طرح طے کیا کہ اس سے زیادہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ واردات و الہامات سے آپ بہت زیادہ بہرہ ور تھے۔ دوسرے تمام خادموں سے آپ زیادہ مزاوار کرم ہوتے تھے۔

آپ اکثر و بیشتر حضرت سلطان المشائخ کے مکارمِ اخلاق اور کرمِ نوازی کو بیان کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے وقت کا زیادہ حصہ وجد و حال میں گزرتا اور خیال وصال کے دریا میں غوطہ زن رہتے۔ مختصر یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے ولایت نہاد خلفاء کی تعداد کی تفصیل حیطہ بیان سے باہر ہے صرف برائے حصولِ خیر و برکت چند نام اس مجموعہ (لطائف اشرفی) میں پیش کر دیئے گئے ہیں در نہ مشرق سے مغرب تک کوئی مقام اور کوئی قصبہ اور شہر ایسا نہیں ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں اور آپ سے استفادہ کرنے والوں سے خالی ہو۔

قطعہ

شمارِ زمرة خدامِ کن علی سیرت چگونہ شرح دہم کز شمارِ بیرون است

ہمہ مرید و ہمہ معتقد بشرق و غرب چنان پر اند کہ گو سر بہ بحر مغرب و نوبت

تو جھم: حضرت والا سیرت کے خدام کے گروہوں کا شمار جبکہ وہ شمار سے باہر ہیں کس طرح کر دں اور اسکی تشریح کس طرح ہو سکتی ہے بس یوں سمجھ لو کہ مشرق سے نیکر مغرب تک تمام مقام آپ کے مریدوں اور معتقدوں سے اس طرح پُر ہیں جس طرح سمندر میں موتی ہیں۔

اب اُن بعض اکابر و اثر کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت قطب الدین شیخ نعیر الدین محمود چراغ دہلی سے

نسبت رکھتے ہیں: حضرت قاضی عبدالمقتدر، حضرت شیخ حمید لاہوری، حضرت شیخ الیاس صوفی، حضرت

شیخ علاؤ الدین اللہ، حضرت شیخ محمد ساوی، حضرت شیخ صدر الدین حکیم اور حضرت سید محمد گیسو دراز۔

حضرت سید محمد گیسو دراز: آپ علم ظاہری و باطنی کے جامع تھے آپ بہت سی بلند پایہ کتب کے مولف

و مصنف ہیں۔ آپ ۸۲۸ھ میں پیدا ہوئے آپ نے ایک سو پانچ سال

چار ماہ اور بارہ روز کی عمر پائی اور بروز شنبہ ۱۶ ماہ ذی قعدہ ۸۲۵ھ بوقت چاشت وصال فرمایا۔ آپ کا

مزار مبارک قصبہ گلبرگہ ولایت دکن میں ہے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ جب ہم حضرت میر سید محمد گیسو دراز کی خدمت سے مشرف ہوئے تو حضرت

سے اس قدر معارف و حقائق حاصل ہوئے کہ کسی اور شیخ سے حاصل نہیں ہوئے، سبحان اللہ آپ بڑے جذبہ

قوی کے مالک تھے۔ عرصہ تک ہم قصبہ گلبرگہ (ملک دکن) میں مقیم رہے۔ دو مرتبہ اس سرزمین میں روایاتِ علائی کا گدڑا

حضرت سید محمد گیسو دراز نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت شیخ نعیر الدین چراغ دہلی سے حاصل کیا تھا انہوں

سے فارسی متن میں حضرت گیسو دراز کی عمر ایک سو چھ سال بتائی گئی ہے لیکن دلائل وصال کی جو تاریخیں بتائی گئیں اسکے مطابق آپ کی عمر وہ بنتی ہے جو ہم نے ترجمہ میں دے دی ہے۔

نے حضرت شیخ نظام الدین ادلیار بدایونی سے حاصل کیا تھا اور اب بختاب نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت اکبر صاحب السر شیخ حضرت فرید الحق والدین المعروف بہ گنج شکر قدس اللہ سرہ سے حاصل کیا تھا۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی | حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کے خلفائے کبار سے ہیں۔ ان سے خرقہ ارادت و اجازت شیخ برہان الدین ہانسوی نے حاصل کیا اور ان سے شیخ قطب الدین منور نے اور ان سے شیخ نور الدین ہانسوی شغل کش نے خرقہ ارادت و خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابر | حضرت قطب المشائخ شیخ علی احمد صابر بھی حضرت شیخ کبیر کے خلفائے کا ملین ہیں سے ہیں۔ درمیان میں کچھ شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی، کچھ عرصہ بعد وہ اختلاف بڑی خوبی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

حضرت مولانا داؤد | آپ علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے آراستہ و براستہ تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر عزت و خلوت میں بسر کر دی۔ مولانا داؤد پالہی مٹو کے رہنے والے تھے جو قصبہ ردول کے قریب ہیں سے ایک قریہ ہے۔ حضرت شیخ کبیر دو مرتبہ ردولی جب تشریف لے گئے تو مولانا داؤد کے گاؤں پالہی مٹو میں نزول اجلال فرمایا اور مولانا داؤد کی خاطر سے اس مسجد کے گوشہ میں جو پالہی مٹو میں ہے ایک چلہ خلوت نشین رہے، پھر قصبہ ردولی تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا تقی الدین | آپ بھی حضرت کبیر کے خلفاء میں سے ہیں۔ ابتدائے حال ہی سے فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے، آپ حضرت مولانا داؤد کے برادر زادہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مولانا تقی الدین کے کمال حال کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب رجاں الغیب سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اشارۃ غیبی کی بنا پر چند رجاں الغیب "مولانا تقی الدین کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس شخص کی جگہ اس جماعت میں داخل ہو جائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم اپنی عقیقہ بیوی سے اس سلسلہ میں اجازت طلب کریں گے، دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی عقیقہ بیوی سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ رجاں الغیب "کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟ کیا ان کے بیوی بچے ہوتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے واپس آکر رجاں الغیب سے یہی دریافت کیا۔ یہ لوگ سنکر متبسم ہوئے۔ آپ پھر بی بی صاحبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ رجاں الغیب تو بے خانناں لوگ ہیں۔ یونہی پھرتے رہتے ہیں۔ آپ کو ان سے کیا نسبت؟ یہ سنکر رجاں الغیب نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے لوگ ہیں کہ اپنی علو ہمت کے مقابل ہمارے بلند منصب کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مثنوی

چہ مروا شد اندر راہ دادار نہان از مردم و گم کردہ آثار
ز عالی مرتبہ در چشم نامزد مقام دعال سیصد و شصت اختیار

ترجمہ۔ حق تعالیٰ کی راہ میں کیسے لوگ ہیں جن کا لوگوں کے درمیان کوئی نام اور نمود نہیں ہے۔ اور اُن کی نظر میں مقام اور منصب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حضرت داؤد کا مرقد منور ایک تالاب کے کنارے جو اسی موضع میں ہے، واقع ہے اور حضرت مولانا تقی الدین کا مزار انہونہ قصبہ میں جو خطہ اودھ میں ہے ایک حوض کے کنارے پر بنایا گیا ہے آپ (مولانا داؤد) نے خرقہ ارادت واجازت حضرت قطب الاقطاب قطب الحق والدین سے حاصل کیا تھا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بجیاراوشی قطب دہلی | آپ کی وفات بروز دو شنبہ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۷۳۳ھ میں ہوئی تھی آپ نے عمر مبارک ۵۲ سال پائی۔

قاضی حمید الدین ناگوری | قاضی محکمہ معارف و اُدب مدینہ عوارف حضرت حمید الدین ناگوری حضرت ولایت مآب حضرت خواجہ قطب الدین (کے مخلصین خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین

جس قدر التفات ظاہری و باطنی آپ پر فرماتے تھے اتنا کسی اور پر نہیں فرماتے تھے۔ اسی التفات اور انوار ارادت کا نتیجہ تھا کہ کتب بلند پایہ اور تالیفات لائقہ آپ نے مرتب فرمائیں خاص طور پر ”طوالع الشموس“ تو آفتاب تحقیقات کا مطلع ہے اور کاسہ ہائے دقائق کا منبع ہے، ایسی خصوصیات کی حامل اور کوئی کتاب نہیں ہے ”طوالع الشموس“ میں جیسے معارف و عوارف بیان کئے گئے ہیں کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ آج یہ کتاب تمام فرقوں اور تصوف کے مختلف سلاسل جیسے مثل و نعل و مکاتب فکر کا دستور ہے اور بطور سند پیش کی جاتی ہے۔ آپ نے بروز دو شنبہ ۱۱ رمضان المبارک ۸۶۳ھ ہجری میں وفات پائی۔

مولانا فخر الملک والدین حلوائی | اکابر عصر میں منفرد و یکتائے زمانہ مولانا فخر الدین حضرت کے خلفاء میں سے تھے (حضرت خواجہ قطب الدین کے خلیفہ تھے) حضرت خواجہ نے آپ کے سلسلہ

میں جو کچھ پاکیزہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں دوسروں کے بارے میں ایسے کلمات ارشاد نہیں فرمائے۔

مولانا برہان الدین | مولانا برہان الدین حلوائی حضرت شیخ اکبر (خواجہ قطب الدین) کے منتخب احباب میں سے تھے اور آپ کے اسرار باطنی و ظاہری کے محرم اور بہت سے صوری و معنوی انوار سے بہرہ ور تھے۔

شیخ بد الدین غزنوی | فلک عرفان کے ماہ کامل اور بزم وجد کے صدر و محفل حضرت شیخ بد الدین غزنوی جو زیور علوم غریبہ سے آراستہ اور حقائق عجیبہ کے لباس سے پیراستہ تھے حضرت

خواجہ قطب الدین اوشی کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ حضرت شیخ امام الدین پانی پتی آپ کے نسبت رکھتے تھے اور شیخ بہاؤ الدین عمر عاشق پانی پتی کو ان سے نسبت تھی۔ حضرت عماد شریف دہلوی ان سے نسبت رکھتے تھے اور ان سے شیخ بہاؤ الدین عماد شریف احمد آبادی نسبت رکھتے تھے۔

سہ متن میں کاتب کی غلطی سے لفظ وفات کی جگہ ولادت لکھا گیا ہے جو کہ صریح غلط ہے۔

حضرت قطب الدین ادشی نے خرقہ ارادت و اجازت قطب العارفین و عمدۃ الواہلین معین الحق والدین حسن سجری چشتی سے پہنا۔ حضرت معین الدین چشتی نے سیم ماہ ذی الحجہ ۶۳۳ھ کو وصال فرمایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قطب العارفین، زبدۃ الکاملین حضرت خواجہ عثمان ہارون سے پہنا۔ حضرت خواجہ ہارون نے خرقہ ارادت و اجازت قدوۃ المتقین حضرت حاجی شریف زندنی سے پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت و اجازت قدوۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے پہنا۔

حضرت خواجہ مودود چشتی | آپ یعنی حضرت خواجہ مودود چشتی حضرت خواجہ یوسف کے فرزند اکبر تھے۔ حضرت خواجہ یوسف نے اپنے ان فرزند کو کم سنی ہی میں تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا اور حصول علم کی تاکید فرمائی اور اپنا قائم مقام نامزد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف کو حفظ کر لیا اور علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ کی عمر ۲۶ سال ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار خواجہ یوسف کا انتقال ہو گیا تو آپ کو ان کی مسند پر بٹھایا گیا۔ بہت جلد آپ لوگوں کے منظور نظر بن گئے اور عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کی۔ اعلیٰ و ادنیٰ اشراف و اراذل اس قدر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے جسکی شرح، ممکن ہے۔ آپ کو حضرت شیخ الاسلام احمد انصاری الجامی کی دولت تربیت اور شرف صحبت بھی میسر آئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت شیخ الاسلام دلائت جام سے شہر بہرات میں تشریف لائے تھے۔ آپ نے ۵۲ھ میں وفات پائی، آپ نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ المتقین خواجہ یوسف سے حاصل کیا۔

خواجہ یوسف چشتی | خواجہ یوسف خواجہ محمد عثمان کے خلیف اکبر تھے اور خواجہ محمد بن احمد ابدال چشتی کے خواہر زادہ تھے، خواجہ محمد ابدال نے پینسٹھ سال کی عمر تک شادی نہیں کی۔ آپ کی بہن خدمت کیا کرتی تھیں، آپ کے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام ان ہی کے سپرد تھا۔ آپ کی بہن کی عمر بھی چالیس سال کی ہو گئی تھی لیکن بھائی کی خدمت اور طاعت الہی میں مشغولیت کے باعث وہ شادی کی طرف رغبت نہیں تھیں۔ ایک رات خواجہ محمد بن احمد ابدال نے اپنے والد (احمد ابدال) کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ مملکت شام میں فلاں شخص محمد شمعان نامی ہے جو علوم و فنون سے آراستہ ہے اور عبادت الہی میں مصروف و مشغول ہے تم اپنی بہن کا نکاح ان سے کر دو۔ جب یہ بیدار ہوئے تو کسی کے ذریعے انہیں طلب کیا اور اپنی بہن کا عقد ان سے کر دیا۔ وہ چشتی ہی میں رہنے لگے۔ ان ہی کے صلب سے خواجہ یوسف پیدا ہوئے۔ خواجہ محمد بن احمد کی چھیا سٹھ سال کی عمر میں شادی ہوئی لیکن کوئی اولاد نہ ہو سکی اس لئے خواجہ محمد، خواجہ یوسف کو اپنے فرزند کی طرح سمجھتے تھے اور ان کی تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کو تحصیل علم میں مشغول رکھتے اور معرفت الہی کی طرف ان کی رہنمائی فرماتے۔ ان کی وفات کے بعد معتقدین نے آپ ہی کو ان کا جانشین بنایا۔

آپ نے حضرت شیخ الاسلام انصاری سے اس وقت شرف ملازمت حاصل کیا جب وہ چشت کے بزرگوں کے

۱۵ حضرت خواجہ معین الدین چشتی امیری کے وصال مبارک کی اصل تاریخ ۸ رجب المرجب ہے (اخبار الاخبار)

مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے، جب شیخ الاسلام ہرات واپس تشریف لائے تو اکثر و بیشتر اپنی مجالس و محافل میں آپ کا ذکر کرتے اور آپ کی تعریف فرماتے۔ آپ نے ۱۲۵۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے چوراسی (۸۴) سال کی عمر پائی۔ آپ یعنی (خواجہ یوسف) نے خرقہ ارادت و اجازت شیخ الاسلام خواجہ محمد بن احمد چشتی قدس اللہ سرہ سے حاصل کیا تھا جو خواجہ احمد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے جیسا کہ آپ کے والد نے فرمایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چوبیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ تمام علوم دینی اور معارف یقینی (معرفت) میں اس عمر میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ آپ بہت زاہد و متقی تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور دنیا والوں سے اجتناب کرتے تھے۔

جب سلطان محمود سبکتگین سومات (ہند) پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کو برکت کے لئے ہمراہ لے گیا اور فتح سے پہلے ہوا چنانچہ کا کر خادم کی مدد اور تعاون سے سلطان کو فتح حاصل ہوئی (اس کی تفصیل تذکرہ مشائخ چشت اور آثار الکلام میں موجود ہے) آپ نے ۱۲۸۹ھ میں وفات پائی۔ آپ نے خرقہ ارادت و اجازت اپنے والد گرامی حضرت خواجہ احمد ابدال قدس اللہ سرہ سے پہنا تھا جو سلطان فرسناذہ کے فرزند تھے سلطان فرسناذہ چشت کے والی و حاکم تھے سلطان فرسناذہ کی بہن ایک بہت ہی صالحہ خاتون تھیں۔ حضرت شیخ ابوالسحاق شامی کبھی کبھی آپ کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ نے ان کو بشارت دی تھی کہ ان کے بھائی (سلطان فرسناذہ) کے یہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے چنانچہ ۱۲۸۹ھ میں جبکہ معتم باللہ غلیفہ عباسی کا دور ملکیت تھا، خواجہ احمد متولد ہوئے سلطان فرسناذہ کی صالحہ بہن نے آپ کی پرورش فرمائی، خواجہ احمد ابدال نے ۱۲۵۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت خواجہ ابوالسحاق قدس اللہ سرہ سے پہنا تھا۔ آپ کا فرار مبارک عکہ (شام) میں ہے۔ خواجہ ابوالسحاق نے خرقہ ارادت و اجازت قطب المتقین حضرت علودنیوری سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ علودنیوری نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت ہبیرہ بصری سے اور انہوں نے خرقہ ارادت حضرت خدیفہ مرعشی سے اور انہوں نے خرقہ ارادت و اجازت تارک مملکت و سلطنت حضرت ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت ابراہیم ادہم نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہ سے اور انہوں نے حضرت عبدالواحد بن زید سے اور انہوں نے رئیس التابیین حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے پہنا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خرقہ ارادت و اجازت سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

سہ ماہی الاسرار کے مطابق آپ کا وصال ۱۲۵۹ھ میں ہوا۔

شجرہ دوم

سلسلہ قادریہ غوثیہ

اس شجرہ کی بناء (بنیاد) حضرت غوث الثقلین قطب بانی محبوب سبحانی میر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

حضرت والا کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کی علوی اور حسنی نسبت ہے۔ آپ حضرت ابو عبد اللہ صومعی کے نواسے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی الخیرات الجبارہ فاطمہ بنت عبد اللہ صومعی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۱۸۸ھ اور وفات ۱۲۷۸ھ میں ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی میں کم سن تھا کہ عرفہ کے روز میں جنگل کی طرف نکل گیا وہاں میں نے ایک گائے کی دُم پکڑ لی تاکہ کھیت میں ہل چلاؤں۔ اس گائے نے اپنا منہ میری طرف کر کے کہا کہ ”اے عبدالقادر! کیا تم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور کیا تم کو اسی کام کے لئے حکم دیا گیا ہے؟“ میں یہ آواز سن کر ڈر گیا اور وہاں سے گھبراہٹ میں آگیا۔ میں مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ حاجی عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں نیچے اترا اور اپنی والدہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کے لئے آزاد کر دیجئے اور اجازت دیجئے تاکہ میں بغداد جا کر علم حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ محترمہ نے اس تبدیلی اور تغیر خاطر کا سبب دریافت کیا میں نے تمام ماجرا والدہ سے بیان کر دیا۔ وہ سن کر رونے لگیں، پھر اٹھ کر گئیں اور اسی (دُم) دینار نکال کر لائیں۔ جو کہ میرے والد مرحوم کا ترکہ تھا۔ اس میں سے چالیس دینار انہوں نے میرے بھائی کے حصے کے نکال لئے اور باقی چالیس دینار میرے جامہ میں بغل کے نیچے سی دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے سفر کی اجازت مرحمت فرمائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ ہر حال میں سچ بولوں گا۔ پھر وہ مجھے رخصت کرنے باہر تک آئیں اور فرمایا کہ اے فرزند! جاؤ کہ میں نے خدا کے لئے تم سے ترک تعلق کر لیا۔ اب قیامت تک تمہارا منہ نہ دیکھ سکوں گی۔

میں ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ بغداد کو روانہ ہو گیا۔ ہم ابھی ہمدان سے کچھ آگے بڑے تھے کہ ساٹھ سواروں کا ایک جتنا جنگل سے نکل آیا اور قافلہ والوں کو پکڑ لیا۔ لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اے فقیر! تیرے پاس کیلہ ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اُس نے کہا کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے جامہ میں بغل کے نیچے سٹے ہوئے ہیں وہ شخص یہ سمجھا کہ میں اُس سے مزاحاً یہ بات کہہ رہا ہوں۔ وہ مجھے جھوڑ کر چلا گیا، پھر ایک دوسرا شخص (ڈاکو) میرے پاس آیا

اس نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا۔ یہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ دونوں اپنے سردار کے پاس پہونچے اور جو کچھ مجھ سے سنا تھا اس کو بتایا۔ اس سردار نے مجھے بلایا۔ یہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے ہوئے لوٹ کا مال تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھ سے کہا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا کہ چالیس دینار ہیں میرے جامہ میں بغل کے نیچے ملے ہوئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارو۔ انہوں نے میرے کپڑے اتارے جس طرح میں نے ان کو بتایا تھا وہ چالیس دینار میرے جامہ کی بغل سے برآمد ہو گئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس اقرار پر تجھے کس نے مجبور کیا کہ تو نے بتا دیا کہ تیرے جامہ کی بغل کے نیچے دینار ملے ہوئے ہیں میں نے اُس کو بتایا کہ میری ماں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ہر حال میں کسچ بولوں گا پس میں نے ان کے عہد میں خیانت نہیں کی اور کسچ بتا دیا۔ یہ سن کر وہ سردار رونے لگا اور بولا کہ میں تو اتنی مدت سے اپنے پروردگار کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ اے سردار تم ڈاکو اور چوری کے معاملات میں ہمارے سردار رہے ہو اب توبہ میں بھی تم ہمارے پیشوا اور سردار ہو۔ اس طرح اس کے تمام ساتھیوں نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ کی اور جس قدر مال قافلہ کا لوٹا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والے ہی لوگ تھے۔

حضرت والا شہید ہوئے بغداد پہونچے اور پوری توجہ کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ طریقت و تقویٰ میں آپ کی نسبت دو سلسلوں پر منتہی ہوتی ہے ایک توحید عجبی پر اور دوسری امام موسیٰ کاظم پر۔ (ایک نسبت اس طرح ہے)

ابو عبد القادر بن ابی صالح بن عبد اللہ الجبلی۔ آپ نے حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی مخزومی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الفرج الطرطوسی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت شیخ ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز التیمی سے پہنا اور انہوں نے شیخ ابو بکر شبلی سے خرقہ پہنا اور شیخ ابو بکر شبلی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ سری سقطی سے۔ انہوں نے حضرت معرف کرخی سے اور انہوں نے امام داؤد طائی سے خرقہ ارادت پہنا۔ حضرت داؤد طائی نے حضرت حبیب عجبی قدس اللہ سرہ سے خرقہ ارادت پہنا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا دو سلسلہ ارادت و بیعت جو سادات کا سلسلہ ہے اس طرح ہے:-
آپ کا سلسلہ شیخ ابو سعید مخزومی سے بصورت عن فلان عن فلان سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور حضرت جنید بغدادی نے شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی نے حضرت معرف کرخی سے اور انہوں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد موسیٰ الکاظم سے انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے۔ اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد امام حسین سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے خرقہ ارادت حاصل کیا۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد کی نسبت خرقہ اس طرح ہے کہ :

حضرت غوث الثقلین سے ان کے فرزند صالح حضرت سید عبدالرزاق نے خرقہ پہنا اور سید عبدالرزاق سے ان کے فرزند صالح ابی صالح نے اور ابی صالح سے ان کے فرزند صالح کبیر ابی نصیر محی الدین نے اور ان سے ان کے فرزند صالح احمد بن محمد نے اور ان سے ان کے فرزند صالح حسن الشریف نے خرقہ پہنا۔ حسن الشریف سے ان کے فرزند صالح محمد الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح حضرت علی الشریف نے خرقہ پہنا۔ ان سے ان کے فرزند صالح موسیٰ الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح محمد حسین الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح احمد بن حسین الجبیلی نے خرقہ پہنا۔ حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ صالح احمد بن حسین الجبیلی سے ان کے فرزند نور العین اعزدار شدار جند سید عبدالرزاق کو نسبت حاصل ہوئی۔

شیخ محی الدین | صاحب فصوص کی نسبت خرقہ دو ہیں ایک حضرت غوث الثقلین سے ایک واسطہ سے بذریعہ
ابن عربی | شیخ محمد یونس قناری سے اور دوسری نسبت حضرت خضر علیہ السلام کو ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔

نسبت هذا الخرقه المعروفة من يد ابي الحسن علي بن عبيد الله بن الجوامع
بيستانه بالمقلی خارج الموصل سنة احدى وست مائة ولبسها ابن الجوامع
من يد الخضر عليه السلام وفي الموضع الذي البسه الخضر اياها البسها
ابن جامع على تلك الصرقة من غير زيادة ونقصان۔

ترجمہ :- میں نے یہ مشہور خرقہ شیخ ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن الجوامع کے ہاتھ سے ان کے باغ مقلی
جو مضافات موصل میں ہے ۶۸۷ھ میں پہنا اور ابن جامع نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے پہنا اور جس جگہ خضر
علیہ السلام نے ان کو خرقہ پہنا یا تھا اسی موضع میں انہوں نے مجھے پہنایا، اسی صورت میں بغیر کسی زیادتی اور
نقصان کے۔

اور ایک دوسری نسبت بغیر واسطہ کے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا
صحبت انا و الخضر عليه السلام و ناديت به و اخذت عنه و صايا كثيرة۔
ترجمہ :- میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل کی اور ان سے ادب حاصل کیا اور ان سے
بہت وصیتیں حاصل کیں۔

صاحب فصوص الحکم کے آثار کی شرح اور اصحاب معصوم کے اس پیشو اسکے مکالم کا بیان اور اسکی تفصیل
بیان کے احاطہ میں نہیں آسکتی اور نہ صحائف روزگار میں تحریر کی جاسکتی ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں استفادہ
حقائق و معارف بیان کئے ہیں کہ صوفیائے کرام میں کسی دوسرے سے یہ کام نہیں ہو سکا ہے اور نہ کسی کتاب
میں ایسے معارف و حقائق پائے گئے ہیں

مثنوی

زہی آں قیدہ ارباب توحید
دُرِ دریائی تحقیق و معارف
محی الحق والدین کان اسرار
فصوص معرفت از معدنِ اد
پناہِ زمرہ ابرار و احرار
جوہرِ یان رسید از مخزنِ اد
ز نقدِ جوہر کان کرامات
کہ پُر از معدنِ آن جوہری نیست
در توحید و تفرید یکشا د
کہ مجری آبِ حیوانست خاکش
ز نورش لعلِ نورشید ذرہ
شدہ خاتمِ ولایت از عنایت
زلطفِ لانہایت در بدایت

نوٹ :- یہ تمام اشعار حضرت شیخ محی الدین ابن عربی المعروف بہ شیخ اکبر نور اللہ مرقدہ کی تالیف میں ہیں اور ان اشعار میں آپ کی مشہور کتابوں میں فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا ذکر بہت ہی خالص انداز و صفت ایہام و توریہ میں کیا گیا ہے، تمام اشعار جامع ملفوظات شیخ نظام غریب یعنی کی طبع کا نتیجہ ہیں ان کو حضرت تذہ الکریم سے منسوب نہ کیا جائے۔ مترجم

ترجمہ مثنوی :- ۱۔ آپ ارباب توحید کے پیشوا ہیں آپ کا کیا کہنا اور آپ اصحاب تفرید میں منتخب ہیں ۲۔ تحقیق و معارف کے آپ موتی ہیں اور ارشاد و عوارف کے آسمان کا سورج ہیں۔ ۳۔ آپ کا نام نامی محی الدین ہے آپ اسرار معرفت کی کان ہیں اور تمام ابرار و احرار کی پناہ۔ ۴۔ معرفت کے بیگینے جو فصوص الحکم کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی کی کان کے جھینے ہیں جو ان کے خزانے سے نکل کر زمانے کے جوہریوں کے پاس پہنچے ہیں۔

۵۔ تمام زمانے کیلئے آپ کی دار و دات جو فتوحات مکیہ میں بیان کی گئی ہیں وہ کان کرامات سے نکلے ہوئے جوہر ہیں ۶۔ صفائے باطن کے بادشاہوں (صوفیائے کرام) کے پاس ایسا کوئی خزانہ نہیں ہے جو ان جوہر سے پُر نہ ہو۔ ۷۔ دنیا کے وحدت کے رہنے والوں کے لئے آپ نے تفرید سے توحید کا دروازہ کھول دیا ہے۔ ۸۔ آپ کی ذات پاک سے آپ حیات کا طور ہوتا ہے جس سے خضر و سکندر فیضیاب ہوتے ہیں۔ ۹۔ آپ کے دریائے حضوری کے لئے سمندر ایک قطرہ کی طرح ہے اور آپ کے نور معرفت کے مقابل میں خورشید ایک ذرہ کی طرح ہے۔

۱۰۔ خداوند تعالیٰ کے لطفِ لانہایت سے آپ سلوک و معرفت کی ابتداء ہی میں خاتمِ ولایت کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔

حضرت شیخ محی الدین بلاد اندلس میں ۱۲۲۸ رمضان المبارک ۷۳۵ھ شنبہ کو پیدا ہوئے اور آپ کا دصال ۲۲ ربیع الآخر ۷۳۵ھ میں شنبہ جمعہ کو دمشق میں ہوا اور آپ کو القونیوی کے باہر دفن کیا گیا، اب یہ جگہ صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ صدر الدین محمد | آپ کی کنیت ابو المعالی ہے۔ شیخ صدر الدین علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، چاہے عقلی ہوں یا نقلی، آپ کے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے درمیان سوال و جواب کا سلسلہ بہت مشہور ہے۔

مولانا قطب الدین المعروف بہ علامہ شیرازی علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں اور کتاب جامع الاحوال اپنے قلم سے لکھ کر آپ کے سامنے پڑھی ہے اور وہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ مولانا صدر الدین شیخ اکبر کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ شیخ اکبر ان کو شیخ کبیر فرماتے تھے۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی سے منقول ہے کہ وہ شیخ صدر الدین شیخ محی الدین ابن عربی کے پیروں میں تھے۔ حضرت صوفیہ میں سے شیخ مویہ الدین جندی، مولانا شمس الدین ابکی شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ سعید الدین فرغانی قدس اللہ ارواہم اور بعض دوسرے اکابر صوفیہ نے آپ کے حجرے میں آپ سے تربیت پائی ہے اور آپ کی صحبت میں کمال حاصل کیا ہے۔ شیخ سعد الدین حموی کی صحبت میں آپ بہت زیادہ رہے ہیں۔ ان سے آپ نے بہت سے سوالات بھی کئے ہیں شیخ صدر الدین کو بعض منہاد میں ابتداء سے انتہا تک جو کچھ ان کو پیش آنے والا ہے سب دکھا دیا گیا تھا۔

جب شیخ اکبر قونیہ میں آئے تو شیخ صدر الدین کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ شیخ محی الدین ابن عربی کے جالہ عقد میں آگئیں جس کی وجہ سے آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کی خدمت اور صحبت میں پرورش پائی۔ آپ شیخ کے کلام کے ناقد اور شارح ہیں سلسلہ وحدت الوجود میں شیخ کا مقصود اس طرح کہ عقل اور شرح کے مطابق ہو، آپ کی تحقیقات کے متبع کے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔

آپ کی تصنیفات بہت ہیں منجملہ ان کے تفسیر سورہ فاتحہ، مفتاح الغیب، فصوص، فکر، شرح حدیث ہیں کتاب نفحات الہیہ میں انہوں نے اپنی واردات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے کلمات کا پتہ چلتا ہے، آپ کے اور مولانا جلال الدین رومی کے مابین بڑی خصوصیت اور یگانگت تھی۔ ایک بار شیخ شرف الدین قونیوی نے شیخ صدر الدین کبیر سے پوچھا کہ کہاں سے کہاں تک اور ان دونوں کے درمیان حاصل کیا ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

”علم سے موجودات خارجیہ تک اور اس میں حاصل یہ ہے کہ نسبت ہماۃ کی تجدید ہو جائے جو جانیں ہیں ظاہر ناظر و حکم کی ہیں۔“

شیخ مویہ الدین جندی | آپ شیخ صدر الدین قونیوی کے مخلص اور محضوں احباب میں سے تھے۔ آپ نے ظاہری و

سلسلہ بعض آثار میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۷ رمضان المبارک لکھی گئی ہے۔

باطنی علوم کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی ہے۔ شیخ مویٰ الدین جندی نے شیخ اکبر رشیخ محی الدین ابن عربی کی بعض تصنیفات جیسے فصوص الحکم، مواقع الجنوم کی شرح لکھی ہے بعد میں فصوص الحکم کی جس قدر شرحیں لکھی گئی ہیں ان کا مآخذ یہی شرح ہے اور اس سے بہت سے حقائق و دقائق کا اظہار ہوتا ہے۔

شیخ مویٰ الدین جندی اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں کہ میری شرح کا خطبہ حضرت شیخ کبیر نے تحریر فرمایا ہے اس اثنا میں آپ نے مجھ پر ایسا تصرف فرمایا کہ کتاب فصوص الحکم کے تمام مباحث و مطالب مجھ پر واضح ہو گئے۔ شیخ ابن الفارض کی طرح حقائق و معارف کے بیان میں اس شرح میں ان کے عربی اشعار بھی لطیف ہیں۔ اسی طرح کچھ اشعار شیخ فخر الدین عرانی نے اپنی کتاب لمعات میں نقل کئے ہیں۔

شعر

البحر بحر علی ما کان فی قدم	ہے بحر و بحر وہی جو کہ آپ سے پہلے تھا
ان الحوادث امواج وانحمار	جو حادثات زمانہ ہیں، موجیں اور نہریں
لا یجبتک اشکال تشاکلھا	کہیں جواب نہ بن جائیں خصال کو نین
عن تشکل فیھا وہی استار	یہ رنگارنگ صور اور یہ مختلف شکلیں

آپ نے قصیدہ تائید فارضیہ کا جواب بھی لکھا ہے (یعنی اسی طرز میں قصیدہ لکھا ہے)

شیخ سعید الدین فرغانی | شیخ کبیر (صدر الدین قونیوی) کے مخلص اصحاب میں سے ہیں۔ علوم غریبہ اور مصطلحات عجیبہ سے بہرہ وافر رکھتے ہیں۔ قصیدہ تائید فارضیہ کی بہت ہی اعلیٰ پایہ کی شرح آپ نے لکھی ہے۔ ایک اور تصنیف منہاج العباد والی المعاد کے نام سے ہے۔ مذاہب آئمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اس کا موضوع ہے۔ اس راہ کے راہروں کو اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے بلکہ بہت اہم اور ضروری ہے ان کو نسبت خرقہ سلوک شیخ کبیر سے حاصل ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور ان کے خرقہ ارادت کی نسبت حضرت شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی سے ہے (شیخ کبیر سے خرقہ تبرک حاصل کیا ہے اور خرقہ ارادت و خلافت شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی سے) شیخ نجیب الدین علی بن بزغش نے خرقہ ارادت شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی) سے اور انہوں نے اپنے عم بزرگ شیخ نجیب الدین سہروردی سے۔ شیخ الشیوخ کی نسبت خرقہ ان کے دو چھاؤں سے ہے۔ ایک تو یہی شیخ نجیب الدین سہروردی سے اور دوسرے شیخ وجیہ الدین سے ہے اور آپ کی نسبت خرقہ قاضی وجیہ الدین سے بھی تاتے ہیں۔ اس سلسلہ کے باقی واسطوں کو حسب موقع بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ ابو محمد عبد الرحمن الطفونجی | شیخ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ مقام طفونج (بغداد کے نزدیک ایک مقام) کے رہنے والے تھے ایک روزیہ نمبر پڑھے اور کہا انا بین الا دیاء کالکدکی بین الطیور اطلولہم عقائد۔ (میں اولیاء اللہ کے درمیان ایسا ہوں جیسے پرندوں میں کلنگ کر اس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے)

ذکر اصحاب غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

شیخ ابو عمر حریفینی

غوث الثقلین کے مخلص اصحاب میں سے ہیں ان کے تائب ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ تیز ہوائیں کبوتروں کا ایک غول گزر رہا ہے۔ ایک کبوتر نے کہا

سبحان من عندہ خزائن کل شیء وما یزلہ الا بقدر معلوم

ترجمہ ۱۔ پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں وہ ان کو ایک معلوم انداز کے مطابق ملاتا ہے دوسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من اعطی کل شیء خلقہ ثم ہدیٰ

ترجمہ ۱۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر شے کو وجود بخشا اور پھر اس کی رہنمائی فرمائی۔

تیسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من بعث الانبیاء حجۃ علی خلقہ وفضل علیہم تعددا

ترجمہ ۱۔ پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ مخلوق پر اس کی حجت بنیں۔ اور ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت بخشی۔

ایک اور کبوتر نے کہا:

کل ما فی الدنیا باطل الا ما کان اللہ ورسولہ

ترجمہ ۱۔ جو کچھ دنیا میں ہے وہ باطل ہے سوائے اس کے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

ایک اور کبوتر نے کہا:

یا اہل الغفلۃ عن مولکم قوموا الی ربکم۔

ترجمہ ۱۔ اپنے مالک سے لے غافل رہنے والو! اپنے پروردگار کی طرف کھڑے ہو جاؤ

(آپ کہتے ہیں کہ) ان کبوتروں کی حمد و ثنا سن کر میں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور میری حالت

میں عجیب انقلاب برپا ہو گیا، میرا دل دونوں جہان کی آرزوؤں سے سرد ہو گیا میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں خود کو

ایسے شخص کے حوالہ کروں گا جو حق کا راستہ دکھائے، میں اسی خیال میں چلا جا رہا تھا کہ ایک نورانی چہرے والا

شخص نمودار ہوا اور اس نے میرا نام لے کر السلام علیکم کہا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے

اس شخص کا دامن پکڑ لیا اور اس کو قسم دے کر کہا کہ بتاؤ تم کون ہو اور تم کو میرا نام کس طرح معلوم ہوا؟ انہوں نے

کہا کہ میں خضر ہوں میں شیخ عبدالقادر کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالعباس! کل رات

مقام صدیقین میں ایک شخص کے اندر جذبہ خدا پرستی پیدا ہوا ہے اس کے اس جذبہ کو بارگاہ الہی میں قربت حاصل

ہو گئی ہے اور بالائے ہفت آسمان سے اس کو مہربا کہا گیا ہے۔ اس نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ خود کو کسی شیخ

کے سپرد کرے گا آپ چلیئے اور اس کو میرے پاس لے کیئے چنانچہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھ کر

فرمایا خوش آمدید اے وہ کہ جس کے دل میں پرندوں کی زبان سے تسبیح سن کر جذبہ خدا طلبی پیدا ہوا ہے پھر آپ نے مجھے یہ بشارت دی کہ عبدالغنی ابن نقطہ نامی شخص تمہارا مرید ہوگا جو ایک بہت بڑا ولی اللہ ہوگا یہ ارشاد فرما کر کلاہ طاہرہ میرے سر پر رکھی جس کی خشکی میں نے اپنے دماغ میں محسوس کی اور دماغ سے دل تک اسکی ٹھنڈک پہنچی اور دماغ سے دل تک عالم ملکوت کا حال مجھ پر منکشف ہو گیا۔

شیخ بقا بن بطور | آپ حضرت غوث الثقلین کے معاصرین میں سے تھے آپ سے اسقدر حقانیت و معارف ظہور میں آئے جن کی شرح ناممکن ہے شیخ بقا بن بطور کی نسبت ارادت و خلافت کے بارے میں بات تحقیق تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

شیخ قصب البان الموصلی | آپ کبراء متقدمین اور کاملین روزگار میں سے تھے حضرت غوث الثقلین کے مریدوں میں سے ہیں ان کو کشف صوری میں اسقدر قدرت حاصل تھی کہ مختلف صورتوں میں آجاتے تھے اور بیک وقت کئی جگہوں پر موجود رہتے تھے۔ لوگوں نے حضرت غوث الثقلین کے سامنے عرض کیا کہ شیخ قصب البان نماز نہیں پڑھتے، حضرت غوث الاعظم نے سن کر فرمایا کہ ہائیں ہائیں! ایسا مت کہو کہ اس کا سر تو ہمیشہ سجدے میں رہتا ہے۔

شعر
بظاہر گر نباشد در عبادت
چہ شد در سر عبادت کرد عادت

ترجمہ :- اگر ظاہراً عبادت نہیں کی تو کیا ہوا۔ چونکہ اُسے مخفی عبادت کی عادت ہو گئی ہے۔

شیخ ابن القائد | شیخ محمد الاوائی المعروف بابن القائد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں سے تھے انکو مغزوہ المحضت بھی کہا جاتا ہے آپ مغزوہ میں تھے منصب افراد پر فائز تھے۔

شیخ ابو السعود بن الشبل | آپ بھی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے تھے۔

شیخ ابو مدین المغربي | آپ کا نام نامی شعیب بن حسین ہے اور آپ ابو مدین مغربی کے نام سے مشہور ہیں یہ گروہ صوفیہ کے مقدم ہیں۔ آپ کی صحبت میں بہت سے مشائخ درجہ کمال کو پہنچے ہیں ان ہی

شیوخ میں سے ایک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔ امام عبد اللہ یافعی کہتے ہیں کہ میں نے اکثر شیوخ شیخ عبدالقادر جیلانی سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض کی نسبت شیخ ابو مدین سے ہے۔ ان شیخ ابو مدین کو شیخ مغرب کہا جاتا ہے اور حضرت غوث الثقلین شیخ مشرق ہیں

شیخ ابو العباس بن العریف الاندلسی | آپ کے بارے میں صاحب فتوحات مکیہ اپنے شیخ سے یہ واقعہ ملتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں اپنے شیخ ابن عربی سے رخصت ہو کر جنگل میں سیر کے لئے نکل گیا میں جس گھاس یا درخت کے پاس پہنچتا تو وہ کہتا دکھتی، کہ مجھے لے لو، (حاصل کرد) کہ میں فلاں مریض کی دوا ہوں۔ اس طرح ہر ایک گھاس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا۔ میں نے یہ ماجرا اپنے شیخ

سے بیان کیا یعنی ابن عربی کے شیخ نے ابن عربی سے یہ بات بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کی ہے اب تم وہاں پر جاؤ اگر اس مرتبہ بھی گھاس چونس تم سے ہم کلام ہوں تو سمجھنا کہ تمہاری توبہ قبول نہیں ہوئی۔ یہ شیخ کے ارشاد کے بموجب جب جھگ میں پہنچے تو اس مرتبہ کسی چیز یا گھاس نے ان سے کلام نہیں کیا، یہ بہت شرمائے اور اپنے شیخ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری توبہ قبول کر لی گئی ہے اور یہ اسکی نشانی ہے۔ آپ کا انتقال ۵۳۷ھ میں ہوا۔

شیخ ابوالزینع الکفیف شیخ ابوالزینع الکفیف الملقی، شیخ ابوالعباس ابن العریف کے مرید تھے۔

شیخ ابن الفارض شیخ ابن الفارض المحموی المصري قدس اللہ سرہ کی کنیت ابوالحفص ہے مصر میں آپ پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مصر کے اکابر علماء میں سے تھے۔ شیخ ابن الفارض کا ایک دیوان ہے جو معارف و فنون لطائف پر مشتمل ہے ان قصائد میں سے ایک قصیدہ تائید ہے جو سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ مشائخ کرام میں بہت ہی مشہور و معروف ہے (تائید ابن الفارض کہلاتا ہے) اسی طرح علم و فضل والوں میں بھی اسکی شہرت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس قصیدے میں شیخ نے سیر و سلوک کے تمام منازل، علوم دینیہ کے جمیع حقائق و معارف یقینیہ خود اپنے ذوق سے اور دوسرے مشائخ عظام و اکابر صوفیہ کے معارف و ارادت کو اس میں جمع کر دیا ہے اور ان حقائق و معارف کو ایسی خوبی اور عمدگی کے ساتھ نظم کیا ہے کہ یہ بات کسی دوسرے کو میسر نہ آسکی اور اگر باب فضل و ہنر میں سے کسی کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ نورا بشر سے اکثر کا مقدور نہیں ہے کہ ایسا قصیدہ کہہ سکے۔

شعر
من کل لطف ذیہ لفظ کاشف فی کل معنی منہ حسن باھر
بحر دکن الطفاۃ عنبر مزین دکن الغیوب جواھر

ترجمہ: اس میں جو لفظ ہے وہ کاشف ہے ہر معنی میں ہر لطف کا اور اس میں حسن ظاہر بھی ہے۔ یہ بحر ہے لیکن خرمن آفتاب عنبر ہے، باران ہے لیکن اس کے جواہر چھپے ہوئے ہیں۔

شیخ ابن الفارض رضی اللہ عنہ اس قصیدہ کے بارے میں کہتے تھے کہ جب میں قصیدہ تائید مکمل کر چکا تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ”اے عمر! تم نے قصیدہ کو کس نام سے موسوم کیا ہے؟“

میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اس کا نام لوائج الجنان و درائج الایقان رکھا ہے“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں بلکہ تم اس کا نام نظم السلوک رکھو۔“ پس میں نے اس کا یہی نام رکھا ہے۔

منقول ہے کہ یہ قصیدہ شعر و قانون فکر کے تحت نہیں کہا گیا ہے (جیسا کہ عام طور پر شعر کہا جاتا ہے) بلکہ آپ پر جذبہ محبت و عشق الہی طاری ہوتا تھا اور آپ اس جذبہ کے تحت دس دس بارہ بارہ دن تک اپنے خواص سے غائب

رہتے تھے اس کے بعد جب ہوش دھوا اس میں آتے تھے تو بے اختیار اشعار لکھتے چلے جاتے تھے اور اس طرح تیس چالیس اشعار لکھ لیتے تھے پھر آگے بھول جاتے تھے۔ اس کے بعد پھر ایسا ہی جذبہ طاری ہوتا اور پھر ہوش میں آتے تو پھر اس طرح اشعار لکھتے چلے جاتے تھے۔ پس یہ پورا قصیدہ وارداتِ الہی اور الہامات نامتناہی کے تحت کہا گیا ہے۔ اکثر اکابر روزگار نے اس قصیدے کی شرحیں لکھی ہیں۔

شیخ صدر الدین قونیوی کی مجلس میں علماء اور طلباء حاضر ہوتے تھے اور مختلف علوم پر گفتگو ہوتی تھی اختتام پر قصیدہ نظم السلوک کے بعض اشعار پڑھے جاتے تھے شیخ برہان الدین عجمی زبان میں اشعار کی تشریح میں ایسے ایسے عجیب غریب معارف بیان فرماتے تھے کہ ان کو صرف ذوق و وجدان رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اور دوسروں کے بس کی بات نہیں ہوتی تھی، اشعار کے معانی بیان کرتے وقت ہر لحظہ اور ہر آن ایک نئے معانی آپ کو وارد ہوتے تھے۔ حضرت امام عبداللہ دہلوی کو آپ کا یہ شعر بہت پسند تھا اسے

شعر

هينئاً لاهل الدير كم سكر و ابها

وما شربوا منها ولو كنتم هم هموا

ترجمہ :- اے شراب خانے کے لوگو! تم نے کس قدر شراب پی ہے حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پی ابھی اس کا ارادہ ہی کیا ہے۔

شیخ برہان الدین اپنے کچھ اصحاب کبار کے ساتھ ان کے مرقد کی زیارت کے لئے گئے تھے تو دیکھا کہ آپ کی قبر کے چاروں طرف مٹی کے انبار لگے ہیں آپ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور یہ شعر پڑھا

شعر

مساكن اهل العشق حتى قبورهم

عليها تراب الذل بين المقابر

ترجمہ :- اہل عشق کے مسکن یہاں تک کہ ان کی قبروں پر بھی خواری کی مٹی کے ڈھیر ہیں دوسری قبروں کے درمیان پھر آپ نے ارد گرد اور قبر سے مٹی صاف کی۔ اس مٹی کو اپنے دامن میں بھر بھر کر دوسری جگہ ڈالا اور اس طرح قبر کو مٹی سے بالکل پاک و صاف کر دیا۔

شیخ ابن فارض رضی اللہ عنہ نے ۲ جمادی الاول ۷۳۲ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ حماد دباس | حضرت شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ بالکل ان پڑھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے معارف و اسرار کے دروازے آپ پر کھول دیئے تھے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ایام جوانی تھے جب آپ شیخ حماد دباس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت غوث الثقلین بڑے ادب کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ اُٹھ کر کسی ضرورت سے باہر گئے تو شیخ حماد

نے فرمایا کہ اس عجمی شخص کا قدم اس کے وقت میں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ چنانچہ کچھ مدت گزر جانے کے بعد تمام اولیاء اللہ کی گردنیں آپ کے زیر قدم تھیں (اور حضرت حماد کا وہ اشارہ اور پیشگوئی ہو کر رہی) شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ رمضان ۱۲۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شجرہ سوئم

سلسلہ کبرویہ

سلسلہ کبرویہ کا منشا و مبنی جو حضرت شیخ الشیوخ ابو نجیب الدین سہروردی تک مسلسل پہنچتا ہے شیخ نجم الدین کبریٰ ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کنیت ابو الجناح ہے اور آپ کا نام نامی احمد عمر الجبونی ہے اور لقب کبریٰ ہے۔ اولاً آپ میں جو جذبہ پیدا ہوا وہ بابا فرخ تبریزی کا فیض نظر تھا، پھر آپ حضرت شیخ اسماعیل قسری کے مرید ہو گئے اور آپ ہی سے تربیت سلوک حاصل کی۔ پھر ان کے اشارے کے بموجب آپ حضرت شیخ عمار یا سر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں مزید تربیت حاصل کی۔ بعد ازیں سلوک راہ الہی کی تکمیل اور مقامات نامتناہی پر عبور حضرت شیخ روز بہان کبیر کی خدمت میں میسر ہوا اس کی تفصیل اس "ملفوظات" میں دوسرے مقام پر کی گئی ہے۔

حضرت شیخ روز بہان کبیر کو بھی حضرت ابو نجیب سہروردی سے نسبت ہے۔ چنگیز خان لعین کا خروج آپ (نجم الدین کبرا) ہی کی بددعا کے نتیجے میں ہوا۔ جس نے ربیع مسکون کی اکثر عمارتوں کو برباد کر ڈالا اور شہر کے شہر ویران کر دیئے۔ شیخ نجیب الدین کبریٰ کی شہادت پانے کا موجب بھی وہی لعین ہوا۔ اکثر مقتدایان روزگار و پیشوایان نادار آپ سے نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے اکابر و امثال آپ کی تربیت سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ آئندہ ان کا ذکر کیا جائیگا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ماہ ربیع الآخر ۷۸۵ھ میں پیش آیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کی دوسری نسبت شیخ ابو نجیب سہروردی سے شیخ عمار یا سر کے واسطے سے ہے، شیخ روز بہان کے واسطے سے نہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کیفیت یہ تھی کہ اُن پر جب حال اور جذبہ طاری ہوتا اور اس وقت کوئی اُن کی نظروں میں آجاتا تو اُن سے فیضیاب ہوتا اور ولایت کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کو ایک نسبت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بغیر واسطہ کے حاصل ہے۔

ذکر خلفائے شیخ نجم الدین کبریٰ

شیخ سعد الدین حموی | شیخ سعد الدین حموی شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ آپ صاحب احوال و صاحب ریاضت تھے۔ آپ کے بہت سے اصحاب و مریدین تھے۔ آپ کی تصانیف بھی ہیں آپ کا مسکن قاسیون تھا مدت تک وہاں رہے۔ پھر آپ خراسان واپس آ گئے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

آپ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانہ میں یگانہ تھے، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں کتاب محبوب اور سبجیل الارواح مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں رمزیہ کلام، مشکل کلمات اور اشکال و دوائر بہت پیش کئے ہیں جن کی بناء پر عقل و فکر ان کی عقدہ کشائی سے عاجز ہے۔ آپ شیخ صدر الدین قونیوی کے معاصرین میں سے ہیں۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور آپ کی وفات بردز عید الاضحیٰ (۱۰ اردی الحجہ) ۷۲۵ھ میں ہوئی۔

شیخ مجدد الدین بغدادی شیخ مجدد الدین بغدادی کی کنیت ابو سعید تھی اور نام نامی مجدد الدین شرف المویذ بن ابی الفتح بغدادی تھا۔ بغداد آپ کا مولد و وطن تھا، آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں بلکہ انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ آپ نہایت خوب رو اور ظریف الطبع تھے۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ آپ اس وقت شیخ نجم الدین کبرا کی صحبت سے مشرف ہوئے (انکے مرید ہوئے) جبکہ آپ "امرد" تھے خلاف واقعہ ہے۔

خوارزم شاہ پر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا جو غیظ و غضب نازل ہوا کہ اس نے شیخ مجدد الدین کو دریائے دجلہ میں غرق کر دیا تھا، درخود اس کا ہلاک کون تو لیخان بن چنگیز خان کے ہاتھ سے مارا جانا اور اس یحییٰ کے ہاتھوں سلطنت کی بربادی اور روئے زمین کی تباہی کا موجب آپ ہی کی ذات تھی۔

آپ کی شہادت سننے میں اور بقول بعض سنار میں واقع ہوئی۔ آپ کی بیوی کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ ان کو نیشاپور بھیج دیا گیا اور سنہ ۷۳۳ھ میں نیشاپور سے اسفراین پہنچا دیا گیا۔

شیخ سیف الدین باخرزی آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے عظیم خلفاء میں سے تھے، تحصیل و تکمیل علوم کے بعد آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت حاصل کی۔ ابتداء میں آپ کو خلوت میں بٹھایا گیا تاکہ جلہ کمپیں۔ جب دوسرا چلہ کرایا گیا تو شیخ آپ کے حجرے کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دے کر فرمایا کہ اے سیف الدین سے

شعر
منم عاشق مرا غم ساز و راست
تو معشوقی ترا با غم چہ کار است

ترجمہ ۱۔ میں عاشق ہوں اور مجھے غم سے سروکار رہتا ہے جبکہ تم معشوق ہو تمہیں غم سے کیا سروکار ہے؟
اُٹھو اور باہر آؤ جب وہ باہر آئے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے پھر ان کو بخارا کی طرف روانہ کر دیا۔ آپ کا انتقال ۷۵۶ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بخارا میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

سلسلہ فردوسیال

شیخ نجم الدین فردوسی | **شیخ شرف الدین بھٹی منیری**
اکابر سلسلہ فردوسیال کا منشا ربیعنی خانوادہ کبریا ہے۔ ہندوستان میں خانوادہ فردوسیہ کو

شیخ شرف الدین بجلی منیری سے بہت شہرت ہوئی۔ یہ سلسلہ فردوسیہ خانوادہ کبرویہ سے اس طرح ملتا ہے کہ شیخ سیف الدین باخرزی سے یہ نسبت حضرت شیخ بدر الدین سرقندی کو حاصل ہوئی اور ان سے شیخ رکن الدین فردوسی کو حاصل ہوئی اور ان سے شیخ نجم الدین فردوسی کو نسبت حاصل ہوئی اور شیخ نجم الدین فردوسی سے یہ نسبت حضرت شرف الدین بجلی منیری کو حاصل ہوئی۔ واضح ہو کہ شیخ نجم الدین فردوسی نجم الدین صغریٰ کہلاتے تھے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ کے سریرِ دولت و شوکت کے دور و نزدیک کے غلاموں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اور ان میں محمد تغلق کے امراء دولت اور مقربان شاہی بھی تھے۔ ان سب نے شرف و وصول اور قرب کا اعزاز حاصل کیا۔

جب حضرت شیخ شرف الدین تحصیل علوم شرعیہ و ریاضاتِ اعلیٰ و فرعیہ کی تکمیل کے بعد حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر خدمت ہو کر ارادت و ارشاد کی استعداد کی تو حضرت نے کچھ دیر کے استغراق کے بعد فرمایا برادرِ شرف الدین! تم کو ارادت میں قبول کرنا اور سلوک کی دولت عطا کرنے کا شرف میرے بھائی نجم الدین صغریٰ کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ تم وہاں جاؤ کہ وہ تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔ جب حضرت کے اشارے کے بموجب آپ نے شیخ نجم الدین صغریٰ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ فقیروں کے پاس سے خالی ہاتھ نہ جاؤ۔ اس خاندانِ چشت کی دولتِ سماعت و صفائی تم کو مبارک ہو۔ حضرت شرف الدین تعظیم بجالائے، خاندان فردوسیہ میں سماعت و صفائی یہ دولت اسی خاندان کا عطیہ ہے۔

حضرت نجم الدین صغریٰ کے اوصاف ذاتی کی شرح اور آپ کے اخلاق کا بیان اور آپ کے صفاتِ لطیفہ کی تشریح حد سے فزول اور بیان سے باہر ہے خامہ و بیان اور زبان عیاں نہیں کر سکتے۔

قطعہ

صفات ذاتِ آن عالی مناقب	بدون از حد و برتر از بیان است
نہی آن قدوۃ اصحاب و جدان	نہی آن عمدہ از عارفان است
شہ ملک دلا و والی پاک	کہ در بزم معارف کامران است
جہان شد تازہ از باد بہارِ شش	بہارِ خورم از سرور و دان است
دماغ آسودہ از باغ فردوس	چراغِ دودہ فرو و بیان است
بساتین تازہ دارد از ریاحین	ز گلزار معارف بوستان است

ترجمہ :- ۱۔ اس بلند اوصاف رکھنے والی ہستی کے صفات کا بیان حد سے فزول اور بیان سے برتر و بالا ہے۔

۲۔ بسمان اللہ! ارباب و جدان و طریقت کے اس پیشوا کی کیا تعریف کی جائے اور واہ عارفان زمانہ میں اس منتخب ہستی کے اوصاف کیا بیان ہوں؟

۳۔ وہ ملکِ خلوص و محبت کے دلی اور حکمران ہیں اور سبحان اللہ! عارفانِ زمانہ میں اس منتخب ہستی کا کیا کہنا کہ

وہ ہر دم عارفان میں ایک کامیاب ہستی ہیں

۴۔ آپ کے باغ عرفاں سے چلنے والی بادِ بہاری سے دنیا تر تازہ ہو گئی، بہار کی یہ تمام تازگی اور رونق آپ ہی کے وجود سے ہے کہ آپ باغ عرفاں کے سرورِ رواں ہیں۔

۵۔ باغ فردوس کی نگہت سے دماغ آسودہ اور خوشبو سے بہرہ مند ہے کہ آپ کی ذات والا سلسلہ فردوسیاں کا چراغ ہے

۶۔ باغ اپنے پھولوں سے تر تازہ اور شاداب رہتا ہے۔ گلزار سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسکو صرف بوستان کہہ دیا جائے بوستان میں جب تک تازہ ہوائیں نہ ہوں گی وہ بوستان یا گلزار نہیں ہے۔

شیخ جمال الدین گیلی | آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ اس زمانے میں جب ان کے دل میں حضرت شیخ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا تو یہ کتب خانے میں آئے اور ہر علم کی ایک ایک کتاب اپنے پاس رکھ لی اور ان کتابوں کو لے کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ لے لے لے اس پشتار سے کو پھینک دے، یہ حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ بھی دنیاوی سامان نہیں ہے اور نہ اس سامان کے جمع کرنے کی مجھے خواہش ہے پھر یہ پشتار کیا ہے؟ تین راتوں میں مسلسل ان سے یہی کہا گیا، آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے شیخ نجم الدین کبریٰ سے عرض کیا کہ شیخ! یہ پشتار کیا ہے جس کے پھینکنے کیلئے مجھ سے کہا جا رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ علوم غریبہ کی منتقلی کا یہ گھڑا ہی وہ پشتار ہے جس کے پھینکنے کیلئے کہا جا رہا ہے۔ انہوں نے فوراً تمام کتابیں دریا میں پھینک دیں۔

شیخ بابا کمال خجندی | شیخ بابا کمال خجندی حضرت نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم ہیں سے تھے۔ آپ مرتبہ کمال پر فائز تھے، حضرت شیخ نے ان کو خرقہ خلافت عطا فرماتے ہوئے کہا کہ ملکِ ترکستان میں مولانا شمس الدین مفتی کے ایک صاحبزادے ہیں ان کو احمد مولانا کہتے ہیں یہ خرقہ ان کو پہنچانا ہے اور ان کی تربیت میں تم کو تاہی نہ کرنا جب بابا کمال یہ خرقہ لے کر خجند پہنچے تو راستہ میں کچھ بچوں کو کھیتا ہوا پایا۔ چونکہ احمد مولانا بھی کم سن تھے وہ بھی ان بچوں میں موجود تھے لیکن وہ کھیل میں مشرک نہیں تھے بلکہ دوسرے بچوں کے کپڑوں کی نگرانی کر رہے تھے احمد مولانا نے جب بابا کمال کو دیکھا تو فوراً تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ کا استقبال کرتے ہوئے سلام پیش کیا اور کہا کہ جس طرح ہم دوسروں کے ان چند کپڑوں کی نگہبانی کر رہے ہیں اسی طرح آپ ہمارے جامعہ کی نگہداشت کریں، یہ سننے ہی بابا کمال نے ان کو آغوش میں لے لیا اور ان کو اسی طرح آغوش میں لئے ہوئے حضرت شمس الدین مفتی کے مکان پر پہنچے مفتی صاحب نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ بابا کمال! یہ فرزند مجدد ہے ممکن ہے کہ آپ کی مناسب خدمت نہ کر سکے ان سے جوٹا بھائی زیادہ ہوشیار ہے اور مؤدب ہے، بابا نے فرمایا وہ بھی خوش نصیب ہے ہم تو شیخ کے ارشاد کے بموجب ان احمد مولانا کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے احمد مولانا کو بہت ہی کم مدت میں اپنی تربیت سے فارغ کر دیا پھر تو ان کے کمالات کا شہرہ چاروں طرف پھیل گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے طالبانِ طریقت نے انکی صحبت میں تربیت حاصل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ سے تربیت حاصل کرنے والوں میں ایک اہم شخصیت بہاؤ الدین کبرکی ہے

کہ انہوں نے اپنے چھوٹے دانشمند بھائی جن کا نام مولانا محمد تھا، کی تربیت مولانا احمد کے سپرد کر دی تھی، علاوہ ازیں شیخ بہاؤ الدین نے اپنے چھوٹے بیٹے ابو الفتوح کو بھی احمد مولانا کی تربیت میں دے دیا تھا۔ خواجہ ابوالوفاء خوارزمی انہی شیخ ابو الفتوح سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سلسلہ مشائخ میں بیان کیا گیا ہے۔

اشعار

رسید فیض علی رازا احمد مختار	پس از علی حسن آمد خزینہ اسرار
حبیب و طائی و معروف پس سری و جنید	ز بو علی و دگر مغربی سر اخیار
عقیب ابن ہبہ بو القاسم و پس نساج	امام احمد پس سہروردی و عمار
پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین	کہ بود قدوہ اخیار و سرور ابرار
کمال احمد و آنکہ بہاء ملت دین	دگر محمد پس ابو الفتوح فخر کبار

- ترجمہ:- ۱۔ حضرت علی ہسکو فیض پہنچا احمد مختار سے۔ اور علی کے بعد حضرت حسن خزینہ اسرار بن گئے۔
 ۲۔ حبیب اور طائی اور معروف کے بعد سری اور جنید آئے اور پھر بو علی مغربی سرزمین نیکو کاروں کے سردار تھے۔
 ۳۔ ان کے بعد بو القاسم اور نساج، اور امام احمد، سہروردی اور عمار تھے۔
 ۴۔ مذکورہ اکابر میں سے شیخ نجم الدین نیکو کاروں اور ابراروں کے سردار۔
 ۵۔ کمال اور احمد ملت دین کا خزانہ تھے اور محمد پشت پر تھے ابو الفتوح فخر کبار کے۔

بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ خواجہ ابوالوفاء خوارزمی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مریدوں میں تھے

شیخ نجم الدین رازی | شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ نجم الدین دابہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے بہت ہی بلند مرتبت مریدوں میں سے ہیں شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کی تربیت شیخ مجد الدین کے سپرد کر دی تھی۔ آپ مرصاد العباد اور تفسیر بحر الحقائق کے مصنف ہیں۔ چنگیز خان کی تاخت و تاراج اور تباہ کاریوں کے باعث نوارزم کی سکونت ترک کر کے ارضِ روم میں چلے آئے، یہاں پر آپ کو شیخ زین الدین فردوسی، شیخ صدر الدین قونی اور مولانا جلال الدین رومی جیسے اکابر و مشائخ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ نے کئی وفات پائی اور شہرِ یزید مضافات بغداد میں شیخ سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی کے مقبرے کے قرب میں ایک مزار ہے اس مزار کے بلے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آپ ہی کا دفن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہاں آپ کی ایک رباعی درج کی جاتی ہے۔

رباعی

شمع ارجہ چو من داغ جدائی دارد	باگریہ و سوز آشنائی دارد
سر رشته شمع بہ کہ سر رشته من	کان رشته سری بروشنائی دارد

ترجمہ:- شاید شمع میری طرح اپنے دل میں داغِ جدائی رکھتی ہے کہ میری طرح وہ بھی سوز و گداز میں مبتلا ہے۔

میرا سر رشتہ بہتر ہے یا شمع کا کہ اُسی رشتہ کی بدولت اُس میں یہ روشنی موجود ہے۔

شیخ رضی الدین علی لالا | شیخ رضی الدین علی لالا کا نام علی بن سعید بن عبد الجلیل لالائی الغزنوی ہے آپ کے والد بزرگوار حکیم سمنائی کے چچا زاد بھائی تھے اور حضرت

خواجہ یوسف ہمدانی کے مُرید تھے۔ شیخ رضی الدین لالا شیخ نجم الدین کبریٰ کے اصحاب میں سے تھے ابتدائے سلوک میں اُن کی صحبت میں رہے لیکن ارادت کا شرف شیخ مجدد الدین سے حاصل کیا۔ منقول ہے کہ شیخ علی لالا نے ایک سو چودہ^{۱۱۴} مشائخِ کامل سے خرقہ کا شرف حاصل کیا تھا۔

ان کی وفات کے بعد ۱۱۳ خرقہ موجود تھے، انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور ابو الرضاتن رضی اللہ عنہ کی صحبت حاصل کی تھی۔ یعنی شیخ رضی الدین علی لالا نے صہابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا الرضاتن بن نصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحبت کی۔ شیخ ابو الرضاتن بن نصیر کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مائے مبارک میں سے ایک شانہ عطا ہوا تھا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنائی اس مبارک و مقدس شانہ کو اپنے خرقہ میں رکھتے تھے اور پھر اس خرقہ کو کاغذ میں پیٹ کر رکھ دیا تھا اور اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شانوں میں سے ایک شانہ ہے جو اس ضعیف بندے کو ایک صہابی کے توسط سے ملا ہے اور یہ وہ خرقہ ہے جو اس فقیر کو شیخ ابو الرضاتن سے حاصل ہوا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (میں) حضرت ابو الرضاتن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ پر بڑی نوازش فرمائی۔ اس فقیر کی ایک نسبت خرقہ حضرت ابو الرضاتن رضی اللہ عنہ سے بھی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنائی | حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنائی بن احمد بن محمد البیانکی اصل میں سامانی النسل ملک سمنان میں سے تھے، حضرت ابراہیم شاہ سمنان کی وزارت کا منصب ان کے سپرد تھا، یہ ایک معرکہ میں شریک تھے، اسی جنگ کے دوران ان پر جذبہ طاری ہو گیا اور انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ ۱۱۹۹ھ اور بقول بعض ۱۲۰۵ھ میں شیخ نور الدین عبدالرحمن اسفرائینی کرخی کی خدمت میں پہنچے اور شرفِ ارادت حاصل کیا ان کا عارفانہ کلام اس مجموعہ میں مختلف مقامات پر پیش کیا گیا ہے اسلئے تکرار و اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ہم اپنے ابتدائے کار میں (جب راہ معرفت میں قدم رکھا) ان کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے اور ان سے بہت سے حقائق و معارف حاصل کئے تھے۔ حضرت شیخ نور الدین اسفرائینی کی نسبت شیخ احمد کورفانی سے ہے اور اُن کی نسبت حضرت شیخ علی لالا سے ہے اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خانقاہ سکاکہ کے اندر سولہ سال تک مقیم رہے۔ اس مدت میں انہوں نے ایک سو چالیس چلے کئے، بعض کہتے ہیں کہ مختلف اوقات میں اُن کے چلوں کی تعداد ایک سو تیس ہے، جب اُن کی عمر ۷۰ سال کی ہوئی تو مشبہ جمعہ

۱۲۲ھ رجب ۲۴ء میں بمقام برُج احرار صوفی آباد میں آپ کا انتقال ہو گیا اور قطب الادب عماد الدین عبدالوہاب کے خیرہ میں دفن ہوئے۔

شیخ ابوالبرکات تقی الدین | شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی الدولہ سمنانی، شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی کے مریدوں میں سے ہیں۔

امیر سید علی ہمدانی | امیر سید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی علم باطنی ظاہری کے جامع گئے ہیں اور آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں جو یہ ہیں :- "کتاب اسرار النقطہ، شرح اسماء اللہ، شرح نعوش، شرح قصیدہ خمیریہ فارسیہ

آپ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ المزدغانی کے مرید ہیں اور وہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کے مرید ہیں اور وہ مرید ہیں شیخ نور الدین عبدالرحمن کے اور وہ مرید ہیں شیخ احمد خرقانی کے جو شیخ علی لالا کے مرید ہیں۔

شجرہ چہارم

سلسلہ سہروردیہ

حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی | اس خاندان کا منشا اور اس کے بانی حضرت شیخ ابوالنجیب (عبدالقادر سہروردی) ہیں۔ وہی اس خاندان کے پیشوا اور سربراہ ہیں۔ آپ کی نسبت خرقہ کے سلسلہ میں مختصراً ذکر لطیف سابقہ میں آچکا ہے۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں جن میں آداب المریدین بہت مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور سلسلہ خرقہ حضرت شیخ احمد غزالی تک پہنچتا ہے۔

آپ ایک دن قصابوں کی دکان سے گزر رہے تھے وہاں ایک لٹکا ہوا دنبہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ دنبہ کہہ رہا ہے کہ میں مڑا رہوں، مجھے ذبح نہیں کیا گیا ہے، قصاب یہ سن کر بے ہوش ہو گیا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو حضرت شیخ کے قول کی صحت کا اقرار کیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ نے ۵۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی | مقتدی الامام شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی کنیت ابوالفضل عبداللہ بن محمد المشائخ ہے عین القضاۃ آپ کا لقب ہے۔ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ امام احمد غزالی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات آپ کی تصانیف سے ظاہر ہیں۔ کیا عربی اور کیا فارسی دونوں زبانوں میں آپ نے جس قدر حقائق و دقائق کی شرح کی ہے کم ہی کسی اور نے کی ہوگی۔ آپ سے بہت سے خوارق عادات ظہور میں آئے مثلاً ایاد امانت وغیرہ۔

شیخ امام احمد غزالی | امام احمد غزالی (برادر حجت الاسلام محمد غزالی) علمائے شریعت و طریقت کے مقتدا اور مشائخ معرفت و حقیقت کے پیشوا ہیں۔ آپ کا کلام و ارشادات ہر مکتب فکر کے لوگوں کے لئے

ایک دلیل اور ایک سند ہے۔ آپ کی تالیف و تصانیف تمام طوائف صوفیہ میں مقبول اور معتبر ہیں۔ ان تصانیف میں ایک تصنیف ”سوانح“ ہے اسی کتاب نے شیخ فخر الدین عراقی کو کتاب ”لغات“ لکھنے پر آمادہ کیا۔ کسی شخص نے امام محمد غزالی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ خون میں بیٹھے ہیں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ مسئلہ حیض کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے۔

کچھ حصہ ان کی تصانیف کا حجتہ الاسلام (امام غزالی) کے پاس پہنچا انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمایا کہ سبحان اللہ ہم ڈھونڈتے رہے اور انہوں نے پالیا ہے

بیت

یکی می رود ، دیگری می رسد

یکی می رسد و دیگری می رود

ترجمہ :- ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے اس طرح ایک آتا ہے تو دوسرا جاتا ہے۔

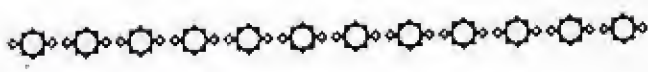
حضرت شیخ احمد غزالی نے کاشغر میں وفات پائی۔ آپ کا مزار قزوین میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔ آپ کے فرقہ کی نسبت حضرت ابو بکر نساج مکت بہنیتی ہے۔

حضرت شیخ امام محمد غزالی | امام حجتہ الاسلام محمد بن محمد غزالی کی کنیت ابو حامد ہے اور آپ کا لقب زین الدین ہے۔ آپ شیخ علی فارمدی کے مرید ہیں جو حضرت ابو القاسم گورکانی سے نسبت رکھتے تھے۔

امام غزالی اوائل عمر میں طوس اور نیشاپور میں رہے ششم میں مدرسہ نظامیہ بغداد کی مدرسہ پر فائز ہوئے۔ جو اُس زمانے میں ایک بہت ہی بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی وہ تصانیف جن سے تمام طبقوں اور فرقوں کے لوگ تمسک کرتے ہیں یہ ہیں :- کتاب احیاء العلوم، جواہر القرآن، تفسیر یا قوت التاویل، جالیس جلدوں میں، مشکوٰۃ الانوار وغیرہ آپ کی مشہور ترین تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت ہی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ ۴۱ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

منقول ہے کہ آپ کی تصانیف کا انکار کرنے والے ایک شیخ نے جو معتزلی عقیدہ رکھتے تھے خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انکار کے باعث اس عالم کو منزدی۔ جب یہ عالم خواب سے بیدار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوڑا مارا تھا اس کا نشان اس کے جسم پر موجود تھا اور جب تک یہ شخص زندہ رہا اس کوڑے کا نشان اس کے جسم پر باقی رہا۔

آپ شہر طوس میں ۵۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے شمس میں حجاز کا سفر کیا ج سے فارغ ہو کر آپ دمشق واپس آئے اور ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے، آپ نے شہر طوس میں در ۵۰۵ھ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں وفات پائی جبکہ آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ نے علم طریقت اور خلافت شیخ ابو المعالی جوینی سے حاصل کیا جو شیخ ابو القاسم قشیری کے مرید تھے وہ شیخ ابو دقاق کے مریدوں میں سے تھے، اُن کے پیر و مرشد سید ابو القاسم نصیر آبادی تھے، ان کے شیخ



نوجوان ابو بکر شبلی تھے جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔

شیخ ابو بکر طوسی نساج | شیخ ابو بکر بن عبد اللہ نساج، شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرید ہیں۔ توکل، معرفت اور شاہد ہیں آپ کا کلام اس قدر بلند ہے کہ تمام مشائخ طریقت نے اس بات میں انکی پیروی کی ہے

شیخ ابوالقاسم گرگانی | شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام نامی غلی ہے، اپنے وقت کے عظیم الشان پیر تھے، ایک روز شیخ ابوسعید ابو الخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی ایک ساتھ تشریف رکھتے تھے اور بہت سے درویش بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ ان درویشوں میں سے ایک درویش کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کون سا بزرگ زیادہ صاحب منزلت و مرتبت ہے۔ جیسے ہی اس درویش کے دل میں یہ خیال آیا، پیر ہروی (سید شیخ ابوسعید ابو الخیر) نے اسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جو کوئی بیک وقت دو بادشاہوں کو ایک تخت پر بیٹھا پا تا ہو وہ آئے اور ہم درویشوں کو دیکھ لے گا۔

شعر
ہر کہ بیک تخت ندیدہ در شاہ
کو نگر دسوی دوا ین کج کلاہ

اللہ تعالیٰ نے اس درویش کے دل سے حجاب کو اٹھا دیا اور شیخ کے کلام کا صدق اس پر ظاہر ہو گیا اور وہ دونوں کی بزرگی سے آگاہ ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آج روئے زمین پر ان دو درویشوں سے زیادہ بزرگ کوئی اور شخص بھی ہے یا نہیں؟ شیخ ابوسعید ابو الخیر نے پھر فرمایا کہ یہ ملک بہت مختصر ہے لیکن ہر دروازے ملک میں ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے ستر ہزار افراد خداوند تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور ستر ہزار کے دل میں خشیت الہی پیدا نہیں ہوتی۔

شیخ ابو عثمان بن سعید | شیخ ابو عثمان بن سعید بن سلام المغربی قدوہ مشائخ اور علمائے راسخین کے پیشوا تھے آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرشد ہیں، زمانے کے اکثر اولیاء اللہ اور حضرات مشائخ کو آپ سے نسبت حاصل ہے۔ آپ نے ۹۱۲ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ ابو علی الکاتب المصری | شیخ ابو علی الکاتب کا تعلق طبقہ چہارم کے مشائخ سے ہے۔ آپ بہت بڑے شیخ وقت گذرے ہیں۔ نوجوان ابو عثمان مغربی آپ کے خلفائے کبار میں سے ہیں آپ کو ابو بکر مصری اور شیخ ابو علی ردوباری سے شرفِ ارادت و خلافت حاصل تھا، آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کو جب علم معرفت و طریقت میں کبھی دشواری پیش آتی اور کوئی نکتہ حل نہیں ہوتا تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک خواب میں انکشاف کر دیتی تھی۔

حضرت شیخ ابو علی ردوباری | آپ کا تعلق بھی طبقہ رابع سے ہے آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن القاسم بن منصور ہے۔ آپ کے جدِ محترم کے والد و زرائے دربار شاہی سے تھے۔ آپ کا نسب

کسری (شاہ فارس) سے ملتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی اور سید الطائفہ جنید بغدادی سے شرف صحبت حاصل کیا تھا اور ابو عبید اللہ رودباری کے ماموں تھے۔ شیخ ابوعلی الکاتب جب آپ کا نام لیتے تو سیدنا کہتے تھے اس سے بہت سے مشائخ کو رشک ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ (شیخ ابوعلی رودباری) شریعت سے گذر کر طریقت کے میدان میں داخل ہوئے اور ہم طریقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔ آپ کے خرقہ کی نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتی ہے اور اس سے اوپر اسطرح ہے جیسا کہ ہم نے سلسلہ فردوسیوں میں ذکر کیا ہے اور کچھ آپ کے فضائل کا ذکر وہاں بھی آیا ہے۔

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی | سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے متعدد مشہور خانوائے پیدا ہوئے آپ کے خلفائے کبار دارائی بزرگی اور عظمت کے بارے میں اختصار سے شجرہ جنیدیاں میں لکھا جائے گا، یہاں بھی مختصراً کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے ایک خرقہ کی نسبت یوں ہے:-

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت امام علی رضا
حضرت امام موسیٰ کاظم
حضرت امام جعفر صادق
حضرت امام محمد باقر
حضرت امام زین العابدین
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جنید قدس سرہ کی دوسری نسبت خرقہ یوں ہے:-

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت خواجہ داؤد طائی
حضرت جدیب عجمی
حضرت حسن بصری
امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی ایک اور نسبت خرقہ بیان کی جاتی ہے جو حضرت کیل بن زیاد اور شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت خواجہ حسن بھری (قدس اللہ اسرارہم) کے واسطوں سے ہے۔

مشائخ کی ایک نسبت حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اس طرح ہے

حضرت شیخ نجم الدین

حضرت شیخ اسماعیل قمری

حضرت شیخ محمد باکیل

حضرت شیخ محمد بن داؤد المعروف بخادم الفقراء

حضرت شیخ ابوالعباس ادریس

حضرت شیخ ابوالقاسم بن رمضان

حضرت شیخ ابویعقوب طبری

حضرت شیخ عمرو بن عثمان مکی

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

شیخ عمرو بن عثمان مکی | آپ طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ شیخ منصور حلاج کے

استاد ہیں اور شیخ جنید بغدادی سے آپ کو نسبت ہے آپ شیخ خزانہ کے معاصرین میں سے ہیں انکی نسبت خرقہ شیخ ابویعقوب نہر جوری سے ہے آپ کا بغداد میں ۲۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ یعقوب نہر جوری | آپ علمائے مشائخ اور پیشوایان طریقت سے ہیں۔ یہ شیخ جنید، شیخ ابوعمر اور شیخ عثمان مکی

کے ہم صحبت تھے۔ بعض نے اس کے برعکس ان کو شیخ ابویعقوب سوسی کا شاگرد بتایا ہے جو مجاور مکہ مکرمہ تھے آپ کا

وہیں ۱۰۱۰ھ ہجری الاخرہ ۳۳۳ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کو شیخ ابویعقوب سوسی سے نسبت خرقہ حاصل تھی اور شیخ ابویعقوب

سوسی کو حضرت کیل زیاد سے اور ان کو امیر المومنین حضرت حسن مجتبیٰ سے نسبت خرقہ حاصل تھی۔ علاوہ ازیں شیخ

ابویعقوب سوسی کو نسبت خلافت و اجازت شیخ عبدالواحد بن زید سے بھی حاصل تھی اور حضرت عبدالواحد بن زید کو

حضرت حسن بھری سے اور ان کو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نسبت خرقہ حاصل تھی۔

شیخ ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی | حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی سے

حضرت مولانا رومی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر

شیخ قطب الدین الابہری

حضرت شیخ رکن الدین سبجانی

حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی

حضرت مولانا جلال الدین محمد الرومی

ایک قول ہے کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ ابوبکر سلہ باف کے مُرید و خلیفہ تھے، شیخ ابو عبد اللہ الدین کرمانی کو بھی شیخ ابوبکر سلہ باف سے ارادت و خلافت حاصل تھی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مُرید و خلیفہ تھے اور ان ہی کی بارگاہ سے ان کو یہ مژدہ ملا تھا کہ تمہارا ایک مُرید مولوی رومی بڑا صاحب کمال ہوگا، بہر حال یہ احتمال ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین نے ان تمام اکابرِ مذکورہ سے تربیت پائی اور ان حضرات کی عنایات سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی کے مُرید شیخ صلاح الدین زرکوب ہیں جن کو صلاح الدین فریدون قونیوی کہا جاتا ہے ادلاً قویہ سید برہان الدین ترمذی کی تربیت میں رہے، بعد میں مولانا رومی کی صحبت و خدمت میں باریاب ہوئے جس طرح خواجہ شمس الدین تبریزی نے مولانا رومی کے حال پر نوازش فرمائی تھی اسی طرح مولانا رومی نے صلاح الدین زرکوب کو اپنی نوازشوں سے بہرہ ور فرمایا۔ شیخ صلاح الدین زرکوب برادری کے فرد تھے چنانچہ مولانا رومی نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیت

یگی گنجی پدید آمد ازین دکان زرکوبی
زہی صورت، نہ ہی معنی زہی خوبی

ترجمہ :- سنا کہ دکان سے ایک ایسا گنج ہاتھ آیا ہے جو ہر طرح سے یعنی صورت، معنی، سیرت اور خوبی کے لحاظ سے بھی سونا ہے۔

شیخ صلاح الدین مولانا کی خدمت میں ہمہ وقت مشرف رہتے تھے اور زرکوبی کی دکان آن کی آن میں لٹادی۔ مولانا رومی کے فرزند سلطان ولد جب جوان ہوئے تو مولانا جلال الدین نے شیخ صلاح الدین کی دختر سے ان کا نکاح کرادیا۔ اُن کے فرزند شیخ چلبی عارف انہی خاتون کے بطن سے ہیں۔ جب شیخ صلاح الدین کا انتقال ہو گیا تو مولانا رومی کی تمام توجہ شیخ حسام الدین چلبی عارف کی طرف منتقل ہو گئی اور حضرت مولانا نے ان کو خلافت بھی عطا فرمادی۔ مولانا رومی شیخ چلبی سے بہت محبت کرتے تھے، یہ محبت عشق کی حد تک پہنچ گئی تھی مثلاً مولوی معنی لکھنے کے محک بھی یہی شیخ چلبی عارف تھے۔

مولانا جلال الدین رومی کے خلف برحق اور خلیفہ صدق سلطان ولد ہیں اس موقع پر حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ ”ولد الولد ستر لابیہ لاشک فیہ“ کا صحیح مصداق ہیں۔ مولانا رومی کا خلق بعینہ ان میں موجود تھا آپ نے سیدنا برہان الدین محقق اور شمس الدین تبریزی کی بہت خدمت کی تھی۔

حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی کی ولادت شہر بلخ میں ۶ ربیع الاول ۷۰۳ھ کو ہوئی۔ آپ سے ابتدائے حال سے آخر تک استعد خوارقِ ظہور میں آئے ہیں کہ کم ہی کسی سے ظہور میں آئے ہوں گے، آپ نے حضرت فرید الدین عطار سے بھی شرفِ صحبت حاصل کیا ہے

انہوں نے آپ کو اپنی تصنیف، بیسراۃ عطا فرمائی، مولانا نے مرضِ آخر میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے مرنے پر مغموم نہ ہونا، شیخ منصور حلاج کا نور ایک سو پچاس سال کے بعد شیخ فرید الدین عطار میں جلوہ گر ہوا۔ میں اُن سے کم نہیں ہوں، تم ہر حال میں میری یاد کرتے رہو کہ میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔

آپ کے انتقال کے وقت شیخ صد الدین قونیوی موجود تھے، مولانا نے فرمایا ”ہمارے دوست ہم کو اس طرف کھینچ رہے ہیں اور مولانا شمس الدین اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ اب چار دنا چار جانا ہی پڑے گا“ آپ نے ۵ جمادی الآخر ۷۲۷ھ کو غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ شیخ مویا الدین جندی نے یہ شعر آپ ہی کی تعریف میں کہا ہے:-

شعر

لو کان فینا للالو ہیئتہ صورۃ
ہی انت لا اکفی ولا ترد

ترجمہ:- اگر ہمارے درمیان الٰہیت کی کوئی صورت ہوتی تو وہ تیری ہی صورت ہوتی اس بات کے کہنے میں نہ میں کنایہ سے کالے رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے کچھ پس و پیش ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ولد حضرت شیخ بہاؤ الدین ولد حضرت مولانا جلال الدین رومی کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ حضرت نجم الدین کبریٰ کے اصحاب (مریدین) میں سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن احمد الخطیب الکبریٰ ہے، مولانا رومی کی والدہ شاہ علاؤ الدین محمد بن خوارزم شاہ کی صاحبزادی ہیں جو خراسان کے بادشاہ تھے اپنی بیٹی کا عقد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مولانا رومی کے والد کے ساتھ کر دیا تھا۔

خواب میں آپ کو سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا تھا جس زمانے میں مولانا جلال الدین کم سن تھے تو شیخ بہاؤ الدین ولد بغداد کے راستے سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ بغداد پہنچے تو مشائخ نے ان سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا،

مِنَ اللّٰہِ دَرَاۤیَ اللّٰہِ وَلَا تَحْزَنْ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ترجمہ:- اللہ کی طرف سے، اور اللہ ہی کی طرف اور کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔

جب یہ کلام شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے سنا تو فرمایا کہ اس کا کہنے والا بہاؤ الدین بلخی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ اُس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ سے استدعا کی کہ آپ خانقاہ میں تشریف لے چلیں تو آپ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے مدرسہ مناسب جگہ ہے چنانچہ مدرسہ مستقر میں آپ نے قیام فرمایا۔ شیخ الشیوخ نے خود اپنے ہاتھوں سے انکے مرنے آئے۔ آپ چار سال تک آذربائیجان میں رہے، سات سال شہر لارندہ میں قیام کیا اور یہاں



حضرت مولانا جلال الدین رومی کی شادی کر دی۔ اُس وقت مولانا رومی کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ۶۲۳ھ میں مولانا رومی کے یہاں سلطان ولد پیدا ہوئے اس کے بعد مولانا بہاؤ الدین کو سلطان نے قونیہ بلا لیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے، قونیہ ہی میں شیخ بہاؤ الدین ولد نے انتقال فرمایا۔

سید برہان الدین | آپ سید ہیں اور مولانا بہاؤ الدین سے تربیت حاصل کی تھی اور ان ہی کے مُردیہ تھے۔ اشرف معقوقِ ترمذی ہونے کے باعث وہ خراسان اور ترمذ میں سید سروران کے لقب سے مشہور تھے جس روز مولانا بہاؤ الدین ولد کا انتقال ہوا یہ ترمذ میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک کہنے لگے افسوس، میرے استاد اور مرشد کا انتقال ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت شیخ الشیوخ | حضرت شیخ الشیوخ سہروردی ابو حفص عمر بن محمد البکری حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ تصوف میں آپ کی نسبت آپ کے چچا شیخ ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی سے ہے۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے بھی فیضِ صحبت حاصل کیا ہے اور اپنے زمانہ کے دوسرے شیوخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین نے اُن سے فرمایا تھا:

انت آخر المشہورین بالعراق

ترجمہ: تم عراق کے آخری مشہور شخص یعنی شیخ ہو۔

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں عوارف المعارف، رشف النصارح زیادہ مشہور ہیں۔ گروہ صوفیہ میں آپ بہت مشہور ہیں اور صوفیاء کرام آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ایک موقع پر شیخ محی الدین ابن عربی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے اُن کے بارے میں کہا

بحر مواج لا غایت لہ

ترجمہ: وہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں جسکی کوئی نہایت داغ تھا، نہیں ہے۔

اور جب شیخ محی الدین ابن ابکر سے شیخ الشیوخ کی نسبت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جو نور سہروردی کی پیشانی میں چمک رہا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کی ولادت ماہِ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۶۳۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا

نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک (سُطرح پہنچتا ہے۔ عمر شہاب الدین) بن محمد بن عبداللہ بن سعید بن حسن

بن قاسم بن نصر بن قاسم بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

آپ نے ۱۴ محرم ۶۳۹ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

آپ نے شیخ ابو محمد بن عبداللہ البصری سے بھی صحبت و خلافت حاصل کی اور انہوں نے خلافت شیخ ابو یوسف مغنی

سے حاصل کی تھی۔

شیخ نجیب الدین علی بن بزرغش | شیخ نجیب الدین علی بن بزرغش الشیرازی جن کی پیدائش کی بشارت اُن کے والد

کو خواب میں ملی تھی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہ کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ آپ نے ماہ شعبان ۱۰۳۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن بن علی بزغش قدس اللہ سرہ شیخ علی بن بزغش کے فرزند ہیں۔ اپنے والد محترم ہی سے انہوں نے بیعت کی تھی لیکن خرقہ انہوں نے شیخ الشیوخ سے حاصل کیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین مہروردی نے اپنے خرقہ کا ایک کپڑا ان کے لئے بھیج دیا تھا، جب یہ پیدا ہوئے تو ان کو وہی کپڑا پہنایا گیا (اسی میں لپیٹ دیا گیا) جو حضرت شیخ الشیوخ نے بھیجا تھا اور انہوں نے دنیا کے وجود میں آنے کے بعد پہلا خرقہ وہی پہنا تھا۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں آپ نے عوارف المعارف کا ترجمہ فارسی زبان میں بہت خوبی سے کیا ہے۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ کے یہ دو اشعار بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔

وقد كنت لا ارضى من الوصل بالرضى واخذنا من فوق الرضى مشير ما
فلما تقفنا و شطه مالننا قعت بطيف منك ياتي مسلما

ترجمہ
راضی میں وصل یا رہ ہوتا نہ تھا کبھی اک مرتبہ رضا سے بھی اعلیٰ قبول تھا
لیکن جدا ہوئے تو رجوع دور تک ہوا قانع ترے خیال پر اے دوست ہو گیا

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن نے ۱۰۳۷ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ محمد یمنی شیخ محمد یمنی بھی شیخ الشیوخ کے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی حضرت شیخ بہاؤ الدین بن کبیر زکریا ملتانی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہ کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ جب آپ حضرت گنج شکر اور شیخ عبدالرحمن جلال تبریزی کے ساتھ شرفِ ارادت کے حصول کے لئے حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان دونوں حضرات کو دوسری جگہ جانے کیلئے ارشاد فرمایا چنانچہ ہندوستان میں یہ قصہ مشہور ہے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا تنہا آپ کی خدمت میں عرصہ تک مقیم رہے۔

حضرت بہاؤ الدین ابن زکریا محمد بن ابی بکر اسدی قریشی کی ولادت شب جمعہ (یعنی شب قدر) رمضان المبارک ۷۶۷ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک سو سال عمر پائی، آپ کی وفات ظہر اور عصر کے درمیان ۸ صفر بروز جمعہ شب ۸۳۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار ملتان میں ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اور اسکی زیارت کرتے ہیں۔ شیخ جمال ادھی خنداں رود مولانا طاہر بیابانی، امیر حسن ہروی وغیرہ آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ شیخ صدر الدین آپ کے خلفاء الصنف اور خلیفہ برحق ہیں۔ شیخ صدر الدین کی ولادت شب جمعہ ۸۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے تریسٹھ سال کی عمر پائی، آپ کا

انتقال ظہر عصر کے درمیان ۳ ماہ ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں ہوا۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح | آپ اپنے والد شیخ صدر الدین کے خلیفہ اصدق و خلیفہ برحق ہیں۔ بہت سے اکابر زمانہ آپ سے نسبت ارادت رکھتے ہیں چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کا سلسلہ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت بروز جمعہ ۶۴۴ھ میں ہوئی اور آپ نے ۸۸ سال کی عمر پائی۔ آپ اپنے جد محترم (بہاء الدین زکریا) کے سجادہ پر باؤن سال تک متمکن رہے۔ آپ نے شب جمعہ ۹ جمادی الاول ۷۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ حاجی صدر الدین چراغ ہند کو بھی شیخ رکن الدین ابو الفتح سے ارادت و خلافت کی نسبت ہے۔ سید جلال بخاری کی خلافت کی تفصیل اور نسبتیں شجرہ سادات میں انشاء اللہ تحریر کی جائیں گی۔ حضرت شیخ فخر الدین عراقی اور حضرت میر حسین سادات حسینی کے بارے میں لطیفہ شعرا میں تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

شجرہ پنجم (سلسلہ نقشبندیہ)

اس خاندان شریف کا مرجع اور اس پاکیزہ سلسلہ کا منشاء تو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی ہیں لیکن یہ سلسلہ نیچے کی جانب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے ملتا ہے اس سلسلہ کے نقشبندیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند بخاری کی ذات گرامی ہے نقش بند کی وجہ تسمیہ ان کی صورت کا نقش قائم کرنے سے ہے، کہ یہ نسبت ان تک پہنچتی ہے اور ان کی نسبت کے تصور کے کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

اس سلسلہ کے بزرگوں کی نسبت خلافت و ارادت دو حضرات پر منتهی ہوتی ہے ایک تو حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اور دوسری شخصیت حضرت شیخ ابو علی فارمدی کے واسطے سے ہے جو حضرت ابو القاسم گرگانی کے توسط سے اپنے منہا (ختم سلسلہ) تک پہنچتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

شیخ ابو علی فارمدی | آپ کا نام نامی فضل بن محمد ہے آپ کو شیخ الشیوخ خراسان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے یکتا و منفرد تھے۔ آپ امام ابو القاسم قشیری کے مرید ہیں۔ تصوف میں آپ کا انتساب دو طرف سے ہے ایک تو حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی سے اور دوسری نسبت کا تعلق حضرت ابو القاسم گرگانی سے ہے۔

آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ امام عالم، عارف ربانی، صاحب احوال اور اللہ تعالیٰ خواجہ یوسف ہمدانی کی بڑی مہربانیوں، کرامات مقامات علیہ السلام خلیفہ تھے ابتداً حال میں شیخ ابو اسحاق شیلزی سے تعلق تھا اور ان ہی سے آپ کو احوال میں کثائش حاصل ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ تصوف میں آپ کی نسبت حضرت شیخ ابو علی فارمدی سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ نسبت شیخ عبداللہ جوینی سے ہے اور آپ

شیخ حسن سمنانی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ مرد کے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، سال وفات ۵۳۵ھ ہے۔ آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔ ایک مدت کے بعد آپ کی نعش کو مرد میں منتقل کیا گیا جہاں آپ کے مرقد پر عالی شان مقبرہ بنایا گیا جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ اکبر نے حضرت شیخ اوصد الدین کرمانی کے حوالے سے آپ کے اقوال کو نقل کیا ہے آپ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک سجادہ نشینی پر متمکن رہے اور اس طرح کہ سولے نماز جمعہ اور نماز عیدین کے آپ باہر نہیں نکلتے تھے آپ کے چار خلفاء نے بہت زیادہ شہرت پائی جو یہ ہیں:-

۱۔ خواجہ عبداللہ برقی ۲۔ خواجہ حسن اندقی ۳۔ خواجہ احمد سیوی، آپ مشائخ ترک کے پیشوا ہیں۔

۴۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا سلسلہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے ملتا ہے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی | خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روش اور آپ کا مسکب تصوف تمام فرقوں میں حجت ہے۔ آپ صوفیہ کے تمام طبقات میں مقبول ہیں۔ ابتدا میں آپ ادیسی تھے اور حضرت خواجہ خضر نے انہیں اپنی فرزندگی کے لیے قبول کیا ہے لیکن بظاہر آپ کو اجازت و خلافت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی سے حاصل ہے۔

حضرت عبدالخالق غجدوانی کے چند خلفاء ہیں جن میں خواجہ احمد صدیق اور خواجہ عارف دیوگری بہت مشہور ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی نسبت سلسلہ خواجہ عارف دیوگری تک پہنچتی ہے۔ حضرت خواجہ ابوالخیر قونیوی، خواجہ عارف دیوگری کے مشہور خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ علی رامینی | آپ خواجہ محمود کے خلفاء میں سے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت عزیزاں کے لقب سے مشہور ہیں، مقامات عالیہ رکھتے تھے اور علامات متعالی سے سربلند تھے، آپ پاک و صاف اور حلال کمائی کے لئے کپڑاؤں کو روزی حاصل کرتے تھے یعنی آپ کا پیشہ بافندگی تھا۔ جیسا کہ مولانا رومی نے یہ شعر کہا ہے

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شادی
بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

ترجمہ:- اگر علم حال علم قال سے بلند مرتبہ نہ ہوتا تو بخارا کے اعیان و بزرگ خواجہ نساج کے خادم کب بن سکتے تھے۔ آپ غلبہ حال میں اکثر یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ اگر دروئے زمین پر خواجہ عبدالخالق کے فرزندان میں سے کوئی ایک بھی اس وقت موجود ہوتا تو منصور حلاج ہرگز سولی پر نہ چڑھتے۔

قطعہ

جہان خورشید عبدالحق آن پیر مرید دوست مخلوق جہاندار
اگر بودی یکی از خدا مش الحق نگشتی دادہ منصور بردار

ترجمہ :- وہ پیر عبدالحق دنیا کے خورشید ہیں دنیا کی مخلوق انکی مرید ہے اگر انکا کوئی ایک خادم بھی اس زمانے میں موجود ہوتا تو منصور حلاج کو بچانسی نہیں چڑھنے دیتا۔

حضرت خواجہ بابا سماسی آپ حضرت عزیزال کے خلیفہ ہیں اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو آپ نے اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا تھا آپ جب کبھی قعر ہندوان کی طرف سے گزرا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب کہ قعر ہندوان قعر عارفان بن جائے گا ایک روز حضرت سید کلال کے مکان سے کہیں واپس تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں آپ کی زبان سے نکلا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی ہے، شاید وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے، چنانچہ حضرت بہاء الدین نقشبند کے دادا تین روز کے اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت بابا سماسی کی خدمت میں لے گئے، آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسی فرزند کی خوشبو کی ہم خبر دیا کرتے تھے، انشاء اللہ یہ بچہ مقتدا کے زمانہ اور پیشوا کے دیار و امصار ہوگا۔

سید امیر کلال سید امیر کلال قدس اللہ سرہ حضرت بابا سماسی کے خلفائے کبار میں سے ہیں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو نسبت ارشاد و تلقین اور آداب سلوک و طریقت کی تعلیم آپ ہی سے حاصل ہوئی۔

ایک روز حضرت سید امیر کلال نے خواجہ بہاء الدین نقشبند کو اپنے حضور میں بلایا اور فرمایا کہ لے فرزند! بہاء الدین نقشبند میں نے حضرت خواجہ بابا سماسی کی اس وصیت و نصیحت کو تمہارے سلسلے میں پورا کر دیا ہے جو حضرت نے مجھے کی تھی اور فرمایا تھا کہ میں نے جو حق تربیت تمہارے سلسلے میں ادا کیا ہے وہی حق تم میرے فرزند بہاء الدین کے سلسلے میں ادا کرنا اور کچھ کوتاہی نہ کرنا چنانچہ میں نے تمہاری تربیت میں اس حق کو تمام و کمال ادا کر دیا ہے اور کچھ کوتاہی نہیں کی ہے۔

بابا قثم شیخ بابا قثم شیخ ترکستان کے مشائخ میں سے ہیں آپ کا تعلق خواجہ احمد یسوی کے خاندان سے ہے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے بھی آپ سے بہت کچھ فوائد سلوک میں حاصل کئے ہیں۔ قثم شیخ کے نواسہ جزاد سے تھے، خواجہ بہاء الدین کو وہ اپنا دسواں بیٹا کہا کرتے تھے۔ آپ تین ماہ تک اکتساب فیض کے لئے بابا قثم شیخ کی خدمت میں رہے۔

شیخ خلیل آتا شیخ خلیل آتا بھی مشائخ ترک سے ہیں۔ حضرت بہاء الدین نقشبند ایک اشارہ خواب کی بناء پر آپ کی خدمت میں پہنچے تھے۔

خواجہ بہاء الدین نقشبند | حضرت خواجہ بہاء الدین قدس اللہ سرہ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری ہے آپ کو شیخ بابا ساسی نے اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا تھا، سلوک و آداب طریقت کی تعلیم آپ کو بحسب ظاہری حضرت امیر کمال سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے ورنہ حقیقت میں آپ اویسی ہیں اور آپ نے تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی کی روحانیہ سے حاصل کی ہے آپ کی وفات شب دوشنبہ ۳۱ ماہ ربیع الاول ۷۹۸ھ میں ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرائے آپ کی نسبت سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے جس کا ذکر انشاء اللہ لطیفہ اذکار میں کیا جائے گا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے خلفاء کثیر التعداد ہیں۔ ان میں سے چند حضرات سرحد ولایت تک پہنچے ہیں۔ خواجہ علاؤ الدین عطار نے اپنے زمانہ ولایت و شیوخت میں اپنے بعض مریدوں کو تربیت سلوک کے لئے آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے خلفائے اعظم میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ جو امانت مشائخ متقدمین اور حضرات کاملین کے خانوادوں سے ہم نے پائی ہے وہ ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں۔

شجرہ ششم

(سلسلہ یسویہ)

اس سلسلہ کے بانی اور اس خاندان شریفہ کے منشاء حضرت خواجہ احمد یسوی ہیں جو ایک مرشد برحق اور ہادی طریقت تھے۔ آپ کی نسبت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے ہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے چار خلیفہ بہت مشہور تھے: ۱۔ خواجہ حسن برقی۔ ۲۔ خواجہ حسن اندلی۔ ۳۔ خواجہ عبدالخالق غجدانی۔ ۴۔ حضرت خواجہ احمد یسوی۔ جو ترکستان میں ۹۹ ہزار مشائخ کے مقتدا تھے۔

حضرت سلطان احمد یسوی | منقول ہے کہ آپ کے دل میں زیارت حرمین شریفین کی خواہش پیدا ہوئی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ آپ بڑے طہراق کے ساتھ روانہ ہوئے بہت سے سکیا پکانے والے باورچی اور متعدد ایشکار اس جماعت میں موجود تھے۔ جب یہ لشکر (جماعت) غجدان کی سرحد کے قریب پہنچا تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ شیر پر سوار ہو اور سانپ کا ڈڑہ (کوڑا) ہاتھ میں لے اور اس کو گھاتے ہوئے بلند آواز سے کہے کہ درویشوں کی رسد (خوراک) بھجو۔ جب وہ شخص اس انداز میں حضرت عبدالخالق کی خدمت میں پہنچا اور ان کو سلطان احمد یسوی کا پیغام پہنچایا تو خواجہ تمام معاملہ سمجھ گئے اور آپ مسکرائے اور کہا کہ اچھا ترک نے اپنی کرامت ہم کو دکھائی ہے اور عجب وغیرہ ان کے اندر پیدا ہو گیا ہے پس آپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ تم دیوار پر سوار ہو کر ان کے پاس جاؤ اور سلطان سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کرو۔

خادم نے سلطان احمد یسوی کے حضور میں پہنچ کر دعوت کا پیغام دیا اور انہوں نے دعوت قبول کر لی اور حضرت عبد الخالق مجدوانی کی خانقاہ کی جانب پوری جماعت کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سلطان احمد یسوی کی جماعت کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ایک کو س تک ان کی جماعت کے افراد پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ شیخ عبد الخالق نے خادموں کو حکم دیا کہ پانچ سیر چنا، دو سیر آٹا اور ایک دُنیا ہمارے حجرے میں رکھ دو اور سلطان کے ہمراہیوں کو دعوت کیلئے بلاؤ۔ آپ کے خادم حیران تھے کہ اتنے کم سامان سے سلطان احمد یسوی کے اس عظیم لشکر کی دعوت کس طرح ہوگی خواجہ صاحب نے حکم دیا کہ لوگ آئیں اور یہاں (حجرہ) سے ہر شخص دو سیر آٹا اور گھوڑے کے لئے پانچ سیر چنا اور چار افراد پر ایک دُنیا کے حساب سے سامان لے جائیں۔ لوگ سامان لینے کے لئے دوڑ پڑے اور لشکر کے ہر فرد نے اتنا سا سامان وہاں سے لے لیا۔ آپ نے حکم دے دیا تھا کہ جس قدر سامان بتایا گیا ہے ہر شخص اتنا ہی لے اس سے زیادہ نہ لے۔ جو شخص زیادہ لے گا اس کا گھوڑا مرجائے گا۔ ایک شخص نے مقررہ سامان سے زیادہ لے لیا اس کے گھوڑے نے راستہ میں ٹھوکر کھائی اور گر کر مر گیا۔

تین روز تک اس طرح دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ اب سلطان احمد یسوی نے کوچ کا ارادہ کیا۔ حضرت عبد الخالق کو اس ارادہ سے آگاہ کیا گیا۔ آپ نے سلطان احمد یسوی کو پیغام بھیجا کہ کیوں اتنی مخلوق کو پریشان کرتے ہو؟ اگر مقصود صرف طواف کعبہ ہے تو وہ تو یہاں بھی ہو سکتا ہے چنانچہ آپ کی دعا سے کعبہ وہیں آ گیا اور سربے طواف کیا اور عرض کیا کہ میرا مقصود تو آپ کو یہاں بلانا تھا ورنہ کعبہ تو سلطان کے خادم بھی طلب کر سکتے ہیں۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ ایک دفعہ سلطان احمد یسوی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے احباب اور مریدوں کے غلوں کی آزمائش کریں اور ان کے صدق ارادت کو معلوم کریں، چنانچہ انہوں نے ایک دن اپنے پانچ نامہ میں چترے کی ایک پتیلی میں ہزار روپے رکھ لئے اور آٹھ گائے نمازیں جس کی امامت وہ خود کرتے تھے اس خرچہ کا منہ کھول دیا اور وہ روپے ہر طرف بکھر گئے، ہر ایک مریدان روپوں کو اٹھانے میں مشغول ہو گیا مگر صرف دو شخص ان کی اقتدا سے نہیں بچے اور ایک شخص آدھا کام کر کے پھر واپس نمازیں شامل ہو گیا بعد میں سب کو معلوم ہوا کہ یہ امتحان یا گیا تھا۔ اس دن حضرت سلطان احمد یسوی نے فرمایا کہ ”ہمارے صرف ڈھائی مرید ہیں۔ یہ بات آپ نے برسبیل تذکرہ فرمائی تھی۔ ویسے تو سب ہی آپ کی نظروں میں عسر و یسر الوجود تھے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔“

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر حضرت فتم کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے ظاہری و باطنی التفات سے سعادت اندوز ہوا تو اس نسبت کے سبب سے کہ میرے جدِ اعلیٰ حضرت سلطان احمد یسوی کی اولاد سے تھے، حضرت شیخ فتم نے کئی مرتبہ اشارہ اور کنایہ کے طور پر فرمایا کہ یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ اُس خاندان کے ہوتے ہوئے سلوک کی راہ کسی دوسرے بزرگ کی نسبت سے طے کی جائے میں نے بطور غدر خواہی عرض کیا کہ مشیت الہی اس طرح تھی اور جو کچھ کیا گیا حضرت ابوالعباس (حضرت خضر علیہ السلام) کے اشارے پر کیا گیا ہے کہ ہندوستان جانا ہوا

اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ مجھے نصیب ہوا، انہوں نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ترکوں کا یہ مقولہ ہے
”ارادت پر مراد اور خدمت میں یار“ لے

پھر آپ نے فرمایا: اذالفقراء كنفوس واحد
ترجمہ: تمام فقراء ایک نفس واحد کی طرح ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ فتم نے مجھے اذکار جہرہ اور اشغالِ دوریہ سے سربلند فرمایا۔ جب میں نے فرزند عزیز
سید عبدالرزاق کو آپ سے تلقین کے لئے مشرف کرایا تو ظاہری دباطنی توجہ اُن پر بھی مبذول فرمائی۔ حضرت شیخ نے
ان کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ یہ (عبدالرزاق) ساداتِ جیل سے ہیں۔ حضرت
غوث الثقلین کی اولاد اور احفاد سے ہیں اور یہ میرے پسربھائی ہیں۔ تمام مشائخ نے ان کو قبول فرمایا ہے۔ آپ نے
فرمایا ہم بھی قبول کرتے ہیں کہ تم ہمارے فرزند ہو، تمہارا فرزند ہمارا فرزند ہے حق تعالیٰ سے ہم نے دعا کی ہے کہ انشاء اللہ
پر اپنے وقت کے شیخ الاسلام ہوں گے۔ اس کے بعد میں فرزند عبدالرزاق کو شیخ خلیل اہل کی خدمت میں لے گیا انہوں
نے بھی صوری و معنوی التفات و عنایت سے مرزا فرمایا۔

جب میں سید عبدالرزاق کو حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو انہوں نے بہت
ہی زیادہ توجہ اور عنایات مبذول فرمائیں۔ اس کے بعد میں اُن کو جس بزرگ اور شیخ کی خدمت میں لے گیا ہر ایک نے
عنایت و التفات سے نوازا اور شیخ الاسلام کا لقب مرحمت کیا۔
سید عبدالرزاق کے سلسلہ نسب کی تفصیل اس طرح ہے:-

عبدالرزاق	بن ابی نصیر محی الدین	بن داؤد
بن حسن الجبیل	بن ابی صالح	بن موسیٰ
بن احمد	بن عبدالرزاق	بن عبداللہ
بن ابوالحسن الشریف	بن عبدالقادر جلی غوث الثقلین	بن موسیٰ الجون سبزنگ
بن موسیٰ الشریف	بن ابی صالح	بن عبداللہ المحض
بن علی الشریف	بن موسیٰ جنگی دوست	بن حسن المثنیٰ
بن محمد الشریف	بن ابی عبداللہ	بن امیر المومنین حسن المجتبیٰ
بن حسن الشریف	بن یحییٰ	بن امیر المومنین علی بن ابی طالب
بن احمد	بن زاہد	
بن محمد	بن محمد	

لے مترجم اس جملہ کے ترجمہ سے قاصر ہے کیونکہ یہ ترک زبان کا محاورہ ہے۔

شجرہٴ مفتم

(سلسلہٴ نوریہ)

دردمان نوریہ کی بنیاد اور خاندان سروریہ کا منشا حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہ ہیں جو طبقہ ثانیہ سے ہیں آپ کا نام نامی احمد بن محمد ہے جو ابن البغوی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد بنغ شور کے رہنے والے تھے بنغ شور مرد و ہرات کے درمیان ایک شہر ہے۔

آپ شیخ سری سقطی، شیخ محمد علی قصاب اور شیخ ابوالحواری کی صحبت میں رہے۔ شیخ ذوالنون مصری سے ملاقات کی ہے۔ آپ شیخ جنید کے معاصرین میں سے ہیں آپ کی ارادت و ارشاد و خلافت کا سلسلہ سید الطائفہ جنید بغدادی سے ہے۔ ان کا انتقال سید الطائفہ کے انتقال سے قبل ۲۹۵ھ میں ہوا۔ لیکن تاریخ یا فعی میں سال ذوات ۲۸۶ھ تحریر ہے۔ جب شیخ نوری کا وصال ہوا تو شیخ جنید نے فرمایا

”ذهب نصف هذا العلم بموت النوري“

ترجمہ:- شیخ نوری کے انتقال سے تصوف کا آدھا علم ختم ہو گیا۔

شیخ نوری کا ارشاد ہے:-

”إذا استوالحق عن عين احدكم يعقده استدلال لاخير فيه“

ترجمہ:- جب کبھی تم میں سے کسی کی آنکھوں سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ استدلال کا سہارا لیتا ہے اور اس میں کچھ خیر نہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ایک خراسانی نوجوان شیخ ابراہیم قصار کے پاس آیا اور کہا کہ میں شیخ نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ وہ چند سال سے ہمارے پاس تھے لیکن لوگوں کی دہشت (میگانگی) کے باعث بات نہیں کرتے تھے اور باہر نہیں نکلتے تھے صرف نماز کے لئے باہر آتے تھے

آپ کی وفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے ۳۱۸ رمضان ۸۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا سلسلہ حضرت سری سقطی سے بھی ملتا ہے۔ ان سلسلہ کے واسطوں اور ان حضرات کے نام پایاں سلسلہ میں بیان ہو چکے ہیں لہذا تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

شجرہٴ مشتم

(سلسلہٴ خضریہ)

شیخ احمد خضریہ | اس دردمان کبیرہ اور خاندان کشیرہ کے مرجع دشیخ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور یہ سلسلہ حقیقت میں ادیبی ہے اس سلسلہ کے جاری کرنے والے شیخ احمد خضریہ ہیں۔

آپ کا تعلق طبقہ اول سے ہے آپ کی کنیت ابو طاہر ہے۔ خراسانی مشائخ میں شیخ ابو تراب نخشی اور شیخ حاتم اہم کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔

شیخ ابو حفص سے دریافت کیا گیا کہ طائفہ صوفیہ میں آپ نے سب سے زیادہ بزرگ کس کو پایا؟ تو انہوں نے کہا کہ احمد خضردیہ سے زیادہ بزرگ اور بلند ہمت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، سلوک میں آپ کی نسبت حاتم اہم سے ہے۔ آپ نے ۸۲۷ھ میں انتقال کیا۔ بعضوں نے مسئلہ کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی اور آپ کا انتقال، اجمادی الاول کو ہوا۔ آپ کا مزار بلخ میں مشہور زیارت گاہ ہے۔

حاتم بن عوفان الاہم | آپ کا تعلق طبقہ اول سے ہے، ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ خراسان کے قدیم مشائخ میں سے ہیں اور شیخ احمد خضردیہ کے استاد اور پیر ہیں۔ آپ نے ۸۳۷ھ میں وفات پائی، کہتے ہیں کہ آپ حقیقت میں بہرے نہ تھے۔ بلکہ ایک روز ایک شریف بوڑھی عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس کا گوزن کل گیا وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد اس ضعیفہ نے آپ سے کچھ کہا تو آپ نے کہا اور بلند آواز سے کہو اور ایسا ظاہر کیا جیسے وہ بہرے ہوں، وہ یہ سنکر مسرور ہوئی اُس روز سے آپ نے خود کو بہرہ ہی بنالیا۔ شیخ سعدی نے بوستان میں اس واقعہ کو دوسرے انداز میں لکھا ہے۔ سلوک میں آپ کی نسبت حضرت شفیق بلخی سے ہے اور ان کو حضرت ابراہیم اہم سے نسبت ہے۔

شیخ ابو تراب نخشی | آپ کا تعلق طبقہ اول سے ہے۔ آپ کا نام عسکر بن حصین ہے۔ آپ خراسان کے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ علم، زہد، جوان مردی اور توکل میں یگانہ روزگار تھے۔ شیخ

ابو حاتم، شیخ عطار بصری کے ہم صحبت رہے ہیں۔ علم و سلوک آپ نے شیخ حاتم اہم سے حاصل کیا تھا۔ شیخ ابو تراب ایک روز جنگل میں مصروف نماز تھے۔ بادِ سموم چلنے لگی اور اس کی گونے ان کو بھلس دیا۔ ایک سال تک بیمار رہے مسئلہ ۸۷۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا یہ وہی سال ہے جس میں شیخ ذوالنون مصری نے وفات پائی۔

شاہ شجاع کرمانی | آپ طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ آپ سلاطین زادے ہیں۔ شیخ ابو حفص کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ نے صحبت، ارادت اور اجازت شیخ ابو تراب سے حاصل کی ہے۔

آپ ابو عثمان حیری کے استاد ہیں۔ آپ ہمیشہ قبا پہن کر چلتے تھے اور شیخ باب فرغانی و شیخ نوری و شیخ سیرانی اور شیخ حیری جامبر دوش چلتے تھے۔ شاہ شجاع نے شیخ ابو حفص کے بعد انتقال کیا ان کی وفات ۸۷۷ھ میں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ ۸۷۷ھ میں انتقال ہوا آپ کی ایک کتاب کا نام ”نورِ یحییٰ معاذ رازی“ ہے۔ یحییٰ معاذ رازی نے غنا کا فقر پر جو فضل ثابت کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں اس کا جواب دیا ہے۔

شیخ ابو عثمان حیری | آپ طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کا نام سعید بن اسماعیل الحیری ہے۔ آپ رے کے رہنے والے ہیں۔ شاہ شجاع کرمانی کے شاگرد ہیں اور علم سلوک کی حقیقت آپ سے معلوم کی ہے۔ ماہ ربیع الاول ۸۹۷ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔ آپ کا قول ہے۔

”کسی حکم الہی کے بجالانے میں کستی کرنا اس امر سے کم آگاہی ہے۔“

شیخ حمد بن قسار آپ کا تعلق طبقہ اولیٰ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو صالح ہے۔ ارباب ملامت کے شیخ و امام ہیں رفقاء ملائیت کے پیشوا ہیں۔ نیشاپور میں نظریہ ملامت کو آپ ہی نے عام کیا۔ شیخ ابوتراب نجاشی کی صحبت میں رہے ہیں۔ بعض مشائخ روزگار جیسے اسلم بن الحسین اور علی نسیر آبادی کو آپ نے دیکھا تھا۔ ۳۲۰ھ میں نیشاپور میں انتقال ہوا، آپ کا مزار موضع لاجیر میں ہے۔

شیخ طاہر مقدسی آپ ملک شام کے مشائخ متقدمین میں سے ہیں۔ حضرت ذوالنون اور شبلی کو دیکھا تھا۔ شیخ شبلی آپ کو فاضل شام (جبر الشام) کہا کرتے تھے۔ اپنی ذات کو دوسروں سے شٹنا سا کر دینے میں آپ نے بہت ہی شدت سے روکا ہے، طبقہ صوفیہ میں اس شدت سے اور کسی نے منع نہیں کیا ہے۔ آپ نے سلوک اور علوم طریقت کو شیخ ابوتراب نجاشی سے حاصل کیا ہے۔

شجرہ نہم

(سلسلہ شطاریہ)

اس سلسلہ کا آغاز حضرت شیخ الشیوخ سے ہوا ہے، حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند یہ سلسلہ مشہور نہیں ہے لیکن اس سلسلہ کے بعض اذکار اس قدر موثر ہیں کہ طالب صادق حق تعالیٰ کی طرف سے اس راستہ کو جلد ملے کرنے کی توفیق پالیتا ہے، یہ سلسلہ حضرت فداقلی مادراد النہری کے نام سے مشہور ہے، اس سلسلہ کی کڑیاں یہ ہیں:-

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسین کو،
ان سے امام زین العابدین کو، ان سے امام محمد باقر کو، ان سے
امام جعفر صادق کو، ان سے سلطان العارفين بايزيد بسطامي کو،
ان سے شیخ المعظم خواجه محمد مغربی کو، ان سے خواجه الامام زید عشتی
کو، ان سے ابوالمظفر مولانا ترک طوسی کو، ان سے شیخ ابوالحسن خرقانی کو
ان سے شیخ المعظم والمہتمم والمکرم فداقلی مادراد النہری کو، ان
سے شیخ حاجی محمد بن عارف القاری کو اور ان سے یہ فقیر جس کا
نام اشرف ہے، فیضیاب ہوا۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اس خاندان کا ایک اور سلسلہ حضرت شیخ الشیوخ کی اولاد کبار سے جاری
دوسری ہوا جس کی تفصیل یہ ہے:-

حضرت عمر معروف بشیخ الشیوخ سے شیخ حماد کو پہنچا، ان سے
بشیخ نجم الدین کو، ان سے شیخ ضیاء الدین کو، ان سے شیخ
رشید الدین کو، ان سے شیخ عبداللہ شطار کو اور ان سے
شیخ حام الدین شطار نے اکتساب فیض کیا۔

یہ سلسلہ شیخ الشیوخ کے فرزندان سے ابا و جدًا مستقلًا منتقل ہوتا رہا۔ یعنی عن فلاں عن فلاں جاری
رہا اور ان سے ہندوستان میں پھیلنا۔ میں نے ان حضرات کو دلالت میں دیکھا تھا، انہوں نے مشارب صوفیہ
سے بہرہ وافر پایا ہے۔

شجرہ دہم (سلسلہ ساداتِ حنیفہ و حنیفہ)

یہ سلسلہ سادات کے واسطوں سے انتہا کو پہنچتا ہے۔ صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں اور ارباب
طریقت کے تمام گرد ہوں کا منشاء و مبنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے۔ خصوصاً سلسلہ سادات
کا منشاء آپ ہی کی ذات ہے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں کا مختصر حال، ان کی ولادت و وفات کی تاریخیں
ان کی کرامات اور ان کے پاکیزہ خصائل کے بارے میں اس لطیفہ میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا جو حضرات
خلفائے راشدین کے اصناف کے بیان میں ہے اور ان کی اولاد و احفاد کا ذکر سیرِ نبوی کے لطیفہ کے آخر میں
بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اشرف الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اراکات اور علوم و حقائق معرفت کی نسبت حضرت امیر المومنین
علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہے۔
امام زین العابدین علی اصغر نے علوم و معارف و حقائق اپنے والدِ گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ
سے اخذ کئے۔

امام سید محمد باقر نے معدنِ علوم و مخزنِ حقائق نامتناہی اپنے والدِ امام زین العابدین سے حاصل کئے
اور شرائطِ سلوک کی تحصیل کی۔

امام جعفر صادق کے اخذِ علوم و معارف و فہمِ عوارف کی نسبت آپ کے والدِ امام محمد باقر سے ہے۔
امام سید موسیٰ الکاظم نے تربیتِ سلوک اور پرورش اپنے والدِ امام جعفر صادق سے پائی
امام سید علی رضا نے تربیتِ پرورش اپنے والدِ امام سید موسیٰ الکاظم سے پائی۔
امام سید محمد تقی البجواد نے تربیتِ پرورش اپنے والدِ سید علی رضا سے پائی۔
امام سید علی نقی الہادی نے ارشادِ تربیت اپنے والدِ سید محمد تقی البجواد سے پائی

امام سید جعفر تغویٰ حسن عسکری نے ارشادِ تربیت اپنے والد سید علی الہادی سے پائی۔
 امام حسن عسکری سے سید علی اصغر نے تربیت پائی۔ ان سے سید عبداللہ نے، ان سے سید احمد نے،
 ان سے سید محمود بخاری نے، ان سے سید محمد بخاری نے، ان سے سید جعفر بخاری نے ان سے سید علی ابی
 المویذ بخاری نے، ان سے سید جلال اعظم بخاری نے، ان سے سید احمد کبیر الحق والدین بخاری نے اور ان
 سے سید النادرین و ارشد المرشدین حضرت سید جلال مخدوم جہانیاں بخاری نے تربیت و خلافت و
 اجازت حاصل کی۔

حضرت سید جلال اعظم بخاری کو خلافت و تربیت و اجازت حضرت شیخ الاسلام کبیر بہاد الحق والدین
 زکریا ملتانی، سے بھی حاصل تھی۔

سلسلہ سادات بخاری حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ آپ (سید جلال مخدوم جہانیاں بخاری) کی
 ذات گرامی سلسلہ سادات بخاری کا منشا ہے اور بہت سے شیوخ کے مقامات
 کی نسبت کا منشا ہے۔ آپ کی ذات گرامی سے استقدر معارف و دقائق و عوارف اور کرامات عجیبہ صادر ہوئے ہیں
 کہ متاخرین صوفیہ میں کسی ذات سے اُن کا صدور نہیں ہوا۔ آپ مظہر العجائب اور مصدر غرائب تھے جب کبھی
 حضرت قدوة الکبریٰ کی خدمت میں آپ کے سلسلہ شریف کا ذکر آجاتا یا آپ کا نام آجاتا تو حضرت پر عجیب کیفیت
 طاری ہو جاتی تھی، اس وقت آپ فرماتے کہ آپ کیسے مظہر العجائب تھے، ہر چند کہ مختلف ملکوں اور شہروں کے
 اکابر اور زمانے کے اماموں نے مختلف بزرگوں اور مشائخ مختلفہ اور اولیائے زمانہ سے گوناگوں علوم طریقت
 اخذ کئے ہیں اور حقائق و معارف کو حاصل کیا ہے لیکن مخدوم جہانیاں نے اس گنبد نیلگوں کے نیچے کوئی بھی درویش
 ایسا نہیں ہے جس کی ملازمت کا شرف حاصل نہ کیا ہو اور اس سے فوائد اخذ نہ کئے ہوں۔ ان مشاہیر کرام میں سے جن
 سے آپ نے اخذ فیض کیا چند مشہور حضرات کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں کو سب سے اول نعمت طریقت و خلافت اپنے آبا و اجداد سے جو حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے حاصل ہوئی۔

ایضاً آپ نے اپنے عم محترم سید محمد بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔

آپ نے اپنے عم محترم سید احمد الدین بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔

آپ نے تربیت و خلافت امام عبداللہ یافعی سے حاصل کی۔

آپ نے شیخ ربانی اللہ سرؤفی الارضین شہاب الحق والمایۃ والدین (شہاب الدین) ابی سعید کے

تربیت خلافت حاصل کی جو محمود بن محمد کرمانی شافعی کے صحبت یافتہ تھے۔

آپ کو خلافت حاصل ہوئی شیخ محمد عبید غنی سے، اور انہوں نے تربیت و خلافت حاصل کی اپنے

والد شیخ عبید اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ فاضل بن غنی سے اور انہوں نے خلافت و تربیت

حاصل کی قطب یمن ابوالغیث بن جمیل سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی الفلاح سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی حداد سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔

ایضاً آپ کو شیخ قطب الدین منور سے اور ان کو شیخ نظام الدین اولیاء سے نسبت حاصل ہے۔

آپ نے خلافت حاصل کی مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی سے۔

آپ کو خلافت ملی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی شیخ نظام الدین اولیاء سے۔

آپ نے تربیت و خلافت پائی شیخ نور الدین علی بن عبداللہ طراشی سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی سلسلہ بر سلسلہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے۔

آپ نے خلافت پائی شیخ رکن الدین علی بن بھیجی سے اور ان کو خلافت ملی سلسلہ بر سلسلہ سید القابین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے۔

آپ کو خلافت حاصل ہوئی حمید الدین ابی الوقت محمد حنین سمرقندی سے۔

آپ کو خلافت حاصل ہوئی قطب العالم شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدر الدین بن بہاء الدین زکریا ملتانی سے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا سلسلہ دو خانوادوں کے وسیلوں سے ہی رائج ہوا، ایک شیخ

رکن الدین سے، دوسرا شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے، اگرچہ آپ نے بے شمار خانوادوں کے معارف و حقائق کی چاشنی چکھی ہے۔

آپ کو شیخ الاسلام محمود تسری سے عالم خواب میں اجازت حاصل ہوئی۔

آپ کو خلافت و اجازت شیخ نجم الدین اصفہانی سے حاصل ہوئی۔

آپ کو فقیہ یصال قطب عدن سے خلافت ملی۔

آپ کو خلافت و اجازت و تربیت قرآنہ علم العوارف و کتب سلوک اور اخذ طریقت قطب المشائخ شیخ عبداللہ قطری سے حاصل ہوئی۔

آپ کو خلافت و اجازت سلطان عیسیٰ سے حاصل ہوئی۔

آپ کو خلافت و اجازت بعالم خواب و بیداری حضرت شیخ مرشد سلطان ابواسحاق گادرنی قدس اللہ سرہ سے ملی۔

آپ کو خلافت و اجازت عالم خواب میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوئی۔

آپ کو خلافت و اجازت عالم خواب میں حضرت قطب الاولیاء سید احمد کبیر فاعلی سے ملی۔

ایضاً آپ کو خلافت و اجازت بعالم خواب شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاء سے ملی۔
 آپ کو خلافت و اجازت و تربیت غوث الہی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوئی۔
 آپ نے خرقہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے بغیر کسی واسطہ کے
 زیب تن کیا۔

حضرت شیخ اشرف الدین مشہدی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیاں کو خلافت و اجازت ایک سو چالیس سے زیادہ
 علمائے راہین اور صاحبان ارشاد مشائخ سے حاصل تھی جن کے خرقہ اور سلسلہ کی نسبت عن فلاں عن فلاں
 کے واسطے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، آپ نے علم شریعت و طریقت و حقیقت و علم
 تقصوف ان سب سے حاصل کیا اور جتنے مشائخ کرام کا ہم نے ذکر کیا ہے ان بزرگوں سے اجازت و خلافت
 ارشاد و تلقین کا شرف حاصل کیا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ جب میں آخری بار حضرت مخدوم جہانیاں قدس اللہ سرہ کی خدمت بابرکت
 میں شہزادچ میں پہنچا اور مجھے آپ سے شرف اختتام حاصل ہوا تو اس موقع پر حضرت نے ان تمام اکابر و شیوخ
 کے نام گن گن کر وہ سب فیوض عطا فرمائے جو آپ ان مشائخ سے حاصل کر چکے تھے۔

قطعہ

نہ چند ان نعمت ایثار کردند کہ آنرا میتوان کردن حسابی
 نبات از شکر او بیرون نیاید کہ گرد و سیر از دست سبحانی
 ترجمہ: آپ نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ ان کا حساب نہیں ہو سکتا، شکر سے نبات نہیں نکل سکتی جب تک بادل
 سے سیراب نہ ہو۔

حضرت مخدوم جہانیاں کی ولادت باسعادت بروز پنجشنبہ بر وقت مغرب شب برات ۱۵ شعبان ۱۲۸۴ھ
 میں ہوئی اور آپ نے ۸۷ سال قیصر حیات میں رہ کر بروز چہار شنبہ عید الاضحیٰ ۱۰ ارذی الحجہ ۱۳۷۱ھ میں
 غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار اراج میں واقع ہے۔ آپ کا مسلک حنفی تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے
 تو آپ کے والد ماجد آپ کو شیخ جمال کی خدمت میں لے کر گئے اور آپ کو ان کے پیروں پر ڈال دیا۔ اس وقت
 حضرت جمال نے آپ کے والد کو بشارت دی کہ تمہارا یہ فرزند دنیا میں ایک ایسی بزرگ ہستی ہوگا جس طرح آج کی رات
 کی بزرگی تمام عالم میں ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-
 ۱۔ شیخ صدر الدین راجو بخاری۔
 ۲۔ سید اشرف الدین مشہدی۔

- ۳۔ شیخ بابو تاج الدین بکھری۔
 ۴۔ سید محمود شیرازی
 ۵۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی
 ۶۔ سید سکندر بن مسعود
 ۷۔ سید علاؤ الدین جامع المفوظ سید اشرف الدین۔
 ۸۔ مولانا عطاء اللہ۔

حضرت مخدوم جہانیاں کو حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغِ دہلی سے جو تعلق صحبت تھا وہ بہت مشہور ہے اس لئے اس کو تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (اشرف) پہلی مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں پہنچا تو جیسا کہ حضرت مخدوم کا طریقہ تھا آپ نے اخذ مقامات کی ابتداء کی، جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ اشرف کے مقامات کا منتقل ہونا ممکن نہیں ہے تو بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ برادرِ اشرف ہم سے ضرور کچھ حاصل کر لیں گے۔ جب ان کی ملازمت میں پہلی رات ہوئی تو حضرت والا کے ارشاد سابقہ کے بموجب میں خلوت گاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم کے ساتوں اعضاء الگ الگ جگہ پڑے ہیں۔ اور ہر عضو تسبیح میں مصروف ہے اور مختلف زبانوں میں یہ تسبیح ذکر جاری ہے۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی، پھر وہ تمام اعضاء یک جا ہو گئے۔ اس رات حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا کہ بھائی اشرف تم کو یہ (نعمت) مبارک ہو، دوسری شب خلوت میں جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کا جسم تجلی بسیط سے پھیل گیا ہے اور تمام خلوت خانہ جسم سے پر ہو گیا ہے اور جسم کے گوشت کے ٹکڑے دیوار کے سوراخوں سے باہر آنے لگے ہیں۔ جب کچھ دیر کے بعد حالت اصلی پر واپس آئے تو فرمایا "میرے بھائی یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو" تیسری شب مجھے خلوت میں باریابی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم اس قدر لطیف ہو گیا ہے کہ از سر تا بہ پا جسم کا ایک ایک ذرہ دیکھا جاسکتا ہے۔

مثنوی

چنان صافی شدہ از پائی تا سر کہ گوئی بیضہ نور است یکسر
 ز تاب آفتاب ذات یزدان شدہ جسم مبارک او در خشان
 اگر در پا بود یک ذرہ خاک نماید سوئی سر آن ذرہ پاک

ترجمہ :- پاؤں سے مترک ایسا صاف ہو گیا تھا جیسے کہ سر اسرارِ ایک روشنی کا گولہ ہو۔ ذاتِ بزدال کے آفتاب کی تابش سے اُن کا جسم مبارک درخشاں ہو گیا تھا۔ اگر پاؤں کے نیچے بھی کوئی مٹی کا ذرہ موجود ہو تو اس کو بھی ان کے سر کے اندر سے مشاہدہ کیا جاسکتا تھا۔

اس حال کے مشاہدے سے مجھے دہشت ہوئی اور میں خلوتِ ثناء سے واپس آگیا۔ کچھ دیر کے بعد جب

آپ کے سراپا کا وہ آئینہ مکدر ہوا تو آپ کو اس فقیر کا خیال آیا اور مجھے طلب فرما کر ارشاد کیا ”برادرِ اشراف! یہ رفعت (بھی تم کو مبارک ہو“

جب میں آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو حلقہ احباب میں ذکرِ بھری اور ہر کام کیلئے یا غفور کے تعویذ کی اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا

قطع

میانِ ما و تو آن اتحاد است کہ آنرا موجی اندر میان نیست
چنانچہ باتو باہم امی دل آرام کہ آن وابستگی در جسم و جان نیست
ترجمہ:- ہمارے اور تمہارے درمیان ازلی دوستی اور لم یزلی الفت قائم ہے جس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اے محبوب تیرے ساتھ ایسی باہمی وابستگی ہے کہ ایسا تعلق تو جسم جان کا بھی نہیں ہے۔

شجرۂ یازدہم

(سلسلہ زاہدیہ)

حضرت شیخ ابوالحسین | آپ سلسلہ زاہدیہ کا منشا اور اس زمرہ عابدیہ کا منبأ ہیں۔ آپ مقتدرِ عمر
باز یازدہم | اور پیشوائے زمانہ تھے، تمام فضائل طریقت سے آراستہ اور کالات معرفت
سے پیراستہ تھے۔ حضرت ابوالعباس قصاب سے آپ فیضیاب ہوئے تھے۔ ان اکابر کا مرجع حضرت
سید الطائفہ ہیں۔ ان کے ذکر میں تفصیل پیش کی جائے گی۔ خاندان زاہدیہ کا منشا حضرت محمد رویم ہیں۔
شیخ ابو محمد رویم | آپ کا نام محمد رویم بن احمد بن یزید ہے۔ آپ کا تعلق طبقہ ثانیہ سے ہے۔ آپ
کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو شیخ ابوبکر، شیخ ابوالحسن اور شیخ ابوشیبان بھی کہا
جاتا ہے۔ آپ رویم اعظم کے نبیرہ ہیں جو حضرت نافع سے قرأت قرآن کی روایت کرتے ہیں۔ آپ کو
سید الطائفے نسبت حاصل ہے۔
اکابر زمانہ سے ایک بزرگ کا قول ہے:-

”موئی از رویم دوست تر از صد موئی جنید است“

ترجمہ:- شیخ رویم کا ایک بال مجھے شیخ جنید کے سوا بالوں سے زیادہ عزیز ہے۔
آپ بڑے صاحبِ جاہ و مرتبت شخص تھے۔ تصوف و معارف میں آپ کے اقوال بہت
مشہور و معروف ہیں۔

شیخ عبداللہ حقیف شیرازی | آپ طبقہ خاص سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن خفیف اسکباری ہے۔
آپ کا تعلق شیراز سے ہے اور آپ کی والدہ نیشاپور کی ہیں، آپ

اپنے وقت میں شیخ الاسلام تھے، بہت سے مشائخ روزگار جیسے حضرت رویم، حضرت کنانی، شیخ یوسف اور ان جیسے دوسرے بزرگوں کو آپ نے دیکھا تھا۔ آپ کی نسبت شیخ رویم سے ہے، آپ کا مسک شافعی تھا۔ ۳۳۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض حضرات کا قول ہے کہ آپ کی وفات یکم شوال (بروز عید الفطر) ۳۳۲ھ میں ہوئی آپ نے ایک سو چوبیس سال کی عمر پائی۔ آپ سے سلسلہ کی نسبت شیخ بازبانے مامل کی اور ان سے شیخ ابواسحاق گاذرہ نے، اور شیخ گاذرہ نے خواجہ قطب الدین عبد المجید نے اور ان سے خواجہ احمد عبد الکریم نے اور خواجہ عبد الکریم نے خواجہ صدر الدین سمرقندی نے اور ان سے خواجہ شہاب الدین زاہد نے، اور خواجہ شہاب الدین زاہد سے خواجہ فخر الدین زاہد نے اور ان سے خواجہ بدر الدین زاہد کو یہ نسبت ارادت حاصل ہوئی۔

شجرۂ دوازدہم (سلسلہ احمدیہ)

حضرت احمد النامقی الجامی | سلسلہ احمدیہ کا منشاء و منبیا حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی المعروف بہ شیخ احمد زندہ پیل قدس اللہ سرہ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ احمد زندہ پیل اس رتبہ اند پایہ کے بزرگ تھے کہ ان کے اوصاف کی تشریح و توضیح حیطہ بیان میں نہیں آسکتی۔ شیخ احمد النامقی کی کنیت ابو نصیر احمد ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابو الحسین النامقی الجامی ہے۔ آپ حضرت جریر بن عبد اللہ الجبلی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، حضرت جریر بن عبد اللہ الجبلی کا قول ہے کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کسی کام سے نہیں روکا اور آپ مجھے جب دیکھتے تو تبسم کے ساتھ دیکھتے تھے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ الجبلی بہت بلند قامت اور خوب روئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بیالیس فرزند عطا فرمائے تھے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ کے پاس جو خرقہ تھا ان کو چالیس مشائخ نے پہنا تھا اور وہی خرقہ شیخ احمد کو عطا ہوا تھا۔ شیخ ابو علی فارمدی کو آپ (ابوسعید ابوالخیر) ہی سے نسبت ارادت حاصل تھی۔ منقول ہے کہ ابو القاسم کردامر لے زمانہ میں سے تھے لیکن انہوں نے فقر اور قناعت کو اپنا شعار بنایا تھا۔ اس وجہ سے روزی کی طرف سے پریشان رہتے تھے۔ کسی شخص نے ان کو بتایا کہ شیخ احمد النامقی کی خدمت میں جاؤ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کا رزق ایک تھمر کے حوالے کر دیا۔ جس کو شاعر نے یوں نظم کیا ہے:-

نظم

ابو القاسم کرد شد چو یکسر مضطر
بکشد برو کرامت احمد در
کردند کفاف حوالہ بہ حجب
ہر روز چہار داگ می آئی دمی بر

ترجمہ ۱۔ جب ابو القاسم کردیکسر پریشان ہو گیا تو اس کے ادپر کرامت احمدی کا دروازہ کھولا گیا اس کا رزق پتھر کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ہر روز چار دانگ لے لیا کرو۔

اسی طرح کا ایک معاملہ حضرت قدوة الکبرائے بھی ظہور میں آیا کہ جب حضرت قدوة الکبرائے پہلی مرتبہ دکن کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی خانقاہ میں فرود کش ہوئے اور مدت تک وہاں قیام فرمایا۔ محمود خان گجراتی جو مشہور زمانہ امراء میں سے تھے حضرت قدوة الکبرائے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے انکسار خاص سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت کی توجہ اُن کی جانب کچھ زیادہ ہی مبذول ہو گئی تو انہوں نے امارت اور اسباب دنیوی و مال و متاع کو ترک کر دیا یہاں تک کہ روزمرہ کے خرچ سے بھی تنگ ہونے لگے جب حضرت قدوة الکبرائے کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے اہل و عیال کے لئے روزانہ کتنا خرچ درکار ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چار دینار یومیہ میں گذر بسر ہو سکتی ہے تو حضرت نے ان کے لئے چار دینار یومیہ قریب کے ایک پہاڑ سے مقرر فرما دیئے۔ یہ پہاڑ نواحی خانقاہ میں واقع تھا اور اس کو درہ شامی کہتے تھے۔ وہاں سے ان کو چار دینار روزانہ مل جایا کرتے تھے۔ خواجہ ابو الوفا نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے:-

قطعہ

چو محمود از اعیال خویش شد تنگ عنایت پر کردش فکر اور ار

کہ ہر روز ای برادر بہر اطفال بگر از سیم درہ چہار دینار

ترجمہ ۱۔ جب محمود اپنے اعیال کے خرچ سے تنگ آکر فکر مند ہونے لگا تو ان کے پیر نے ان کی فکر دور کر دی اور کہا کہ بچوں کے خرچ کے واسطے روزانہ پہاڑ سے چار دینار لے لیا کرو۔

آپ کی نسبت اجازت و خلافت شیخ ابوطاہر ابو النخیر سے ہے۔ کہتے ہیں کہ چار سو سال کے بعد ایک احمد پیدا ہوگا۔ حضرت خواجہ ابوالکلام فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام احمد جامی کا طبقہ چار سو سال اور کچھ زیادہ ہے چنانچہ اس حساب سے حضرت قدوة الکبرائے آٹھ سو سال بننے میں یعنی ۸۰۰ھ تک آپ کا دور ہے۔

حضرت شیخ احمد انصاری کی ولادت ۷۸۰ھ میں ہوئی اور انہوں نے ۸۳۶ھ میں وفات پائی، حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) تک آپ کی نسبت ارادت مسلسل ہے اور وہ اس طرح ہے:- آپ نے تربیت اور ارادت شیخ ابوطاہر سے حاصل کی۔ شیخ ابوطاہر خلیفہ برحق و خلف مستحق حضرت شیخ ابوسعید ابو النخیر کے ہیں جن کا اصل نام فضل اللہ بن ابی النخیر ہے۔ حضرت ابی سعید ابی النخیر سلطان وقت اور جمال اہل طریقت تھے آپ کے پیر و مرشد طریقت شیخ ابو الفضل شری ہیں جو یگانہ روزگار اور مقتدائے عصر تھے۔ تمام اکابر اور اماثر وقت نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید ابو النخیر آپ کی دور باعیات بہت مشہور ہیں اور کتب تصوف میں مرقوم ہیں ان میں سے ایک رباعی وہ ہے کہ اگر بیمار کی صحت یابی کے لئے پڑھی جائے یا پڑھ کر

بیمار پر پہنچی جائے یا تعویذ کی ضرورت میں ہو تو حق تعالیٰ بیمار کو صحت کُل عطا فرمادیتا ہے اور اگر کسی شخص کی نزع کی حالت میں پڑھی جائے تو دم نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہے یا وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

رباعی

حوران بظنارہ نگارم صف زد رضوان ز تعجب کف خود بر کف زد
یک خال سیر بر آن رخاں مطرف زد ابدال ز بیم چنگ بر مصحف زد
ترجمہ: صف بستہ ہوئیں حوریں نظائے کے لئے رضوان نے تعجب سے بجائی تالی
جب خال سیاہ و دست کے رخ پر دیکھا قرآن پہ ابدال نے دف تک رکھ دی

اور دوسری رباعی جو آپ سے منقول ہے اور دوسرے اکابر سے بھی اس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ جو کوئی اس رباعی کو اپنا ورد بنا لیتا ہے تو اس کو بھی منجملہ اولیاء لکھا جاتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف ہمکلامی کا خواہاں ہوتا ہے اور درجہ ولایت چاہتا ہے تو اس رباعی کو اپنا ورد بنالے، وہ رباعی یہ ہے۔

رباعی

من بی تو دم قرار نتوانم کرد احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تن من زبان شود ہر موئی یک شکر از تو ہزار نتوانم کرد
ترجمہ: میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا (تیرے بغیر دم بھر کو قرار نہیں آسکتا) لے دست
تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے ہزاروں احسانات میں سے ایک احسان کا فکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

۴ شعبان ۱۰۴۴ھ میں شب جمعہ نماز عشاء کے وقت آپ کا دھال ہوا۔ آپ نے ایک ہزار ماہ کی عمر پائی۔ (۸۳ سال ۴ ماہ)

شیخ ابوالفضل بن الفضل بن الحسن سرخسی کا نام نامی محمد بن الحسن ہے آپ شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہ کے مرید ہیں اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر ہیں۔ آپ (شیخ ابوسعید ابوالخیر) کے مریدوں پر جب حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ لوگ شیخ ابوالفضل سرخسی کے مزار پر پہنچ جاتے تھے وہاں وہ حال قبض حال بسط سے بدل جاتا تھا اور ذوق و وجدان سے یہ بیت پڑھتے تھے۔

بیت

معدن شاد بیت این یا منبع جود و کرم قبلہ ناروی یار و کعبہ ہر کس حرم
ترجمہ: معدن شادی کہوں یا معدن جود و کرم اپنا قبلہ یار کا رخ غیر کا قبلہ حرم
آپ کا کوئی مرید جب زیارت بیت اللہ کا قصد کرتا تو فرماتے کہ ان (شیخ ابوالفضل) کے مزار کا سات مرتبہ طواف کرو چھ کا ثواب مل جائے گا۔

شیخ ابو نصر سراج | آپ کو طاؤس الفقرا کہتے ہیں۔ آپ علوم و فنون میں کامل اور ریاضات و معاملات میں بے مثل و بے عدیل تھے۔ کتاب "المع" کے مصنف ہیں۔ اس کتاب "المع" کے علاوہ بھی آپ کی اور بہت سی تصانیف علم حقیقت اور طریقت میں موجود ہیں۔ آپ طوس کے رہنے والے تھے۔ طوس ہی میں آپ کا مزار ہے۔ آپ شیخ ابو محمد مرتعش کے مرید ہیں۔ آپ نے شیخ سہیل نستری اور سر سی سقعی کو دیکھا تھا، ایک روز شیخ مرتعش کی مجلس میں معارف و حقائق بیان ہو رہے تھے، یہ بھی اس میں مصروف تھے، معارف بیان کرتے کرتے شدت جذبہ پیدا ہوا اور یہ بے خود ہو گئے، آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اسی بے خودی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور آگ میں بجد سے کسے لئے سر رکھ دیا لیکن ان کو آگ سے گزند نہیں پہنچا۔ اس واقعہ سے ان کی موت و توقیر میں اور اضافہ ہو گیا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ میرے مرنے کے بعد جو کوئی میرے مزار کے پاس سے گزرے گا وہ بخش دیا جائے گا۔ اسی ارشاد کی بناء پر طوس کے لوگ (مسلمان) اپنے مرے کے جنازے کو آپ کے مزار کے پاس سے گزار کر قبرستان بچلتے ہیں۔

شیخ عبد اللہ بن محمد المعروف بامرتعش | آپ کا تعلق طبقہ رابعہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے، آپ کا مولد تونیشاپور تھا لیکن آپ بغداد کے محلہ حیرہ میں رہتے تھے۔ آپ عراق کے یگانہ دیکتا فرد تھے اور عراق کے تمام مشائخ کے آپ امام تھے۔ آپ شیخ ابو جعفر کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ جنید کو آپ نے دیکھا تھا۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ بغداد کے تین عجائب ہیں :-

۱۔ شبلی کی فریاد۔ ۲۔ مرتعش کے نکات۔ ۳۔ خلدی کی حکایات۔

شیخ مرتعش ہمیشہ بغداد میں مقیم رہے۔ مسجد شوئریہ آپ کا مسکن تھا اور اسی جگہ ۳۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض نے کہا ہے کہ ۳۲۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی ارادت و خلافت کی نسبت سید الطائف شیخ جنید بغدادی سے ملتی ہے۔

شجرہ سیزدہم (سلسلہ انصاریہ)

خواجہ عبد اللہ انصاری | سلسلہ انصاریہ کا مرجع اور منشا حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری ہیں۔ آپ کا نام امی ابو اسماعیل عبد اللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہے (قدس اللہ سرہ) آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ آپ مت الانصاری بن حضرت ابویوب انصاری کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابویوب انصاری کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میربانی کا شرف حاصل تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی۔

حضرت مت الانصاری امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں اخف

بن قیس کے ساتھ خراسان تشریف لائے تھے اور ہرات میں مقیم ہو گئے تھے شیخ الاسلام کے والد شیخ ابو منصور کچھ مدت بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ مقیم تھے۔ ایک روز ایک خاتون نے جناب شریف حمزہ عقیلی سے کہا کہ آپ ابو منصور سے کہیں کہ مجھے اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب ابو منصور سے یہ بات کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ مرا تو شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور ان خاتون کی پیشکش کو رد کر دیا۔ شیخ شریف حمزہ نے کہا کہ تم شادی ضرور کر دگے اور اسی بوی کے بطن سے تمہارے ایک فرزند پیدا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میری ولادت ہوئی۔ (یہ تمام روایات حضرت شیخ الاسلام کی زبانی ہیں) جب میری پیدائش کی خبر انہوں نے سنی تو فرمایا کہ کیا خوب رکھا ہے (یہ کلمہ تمام صفات کا جامع ہے) حضرت شیخ الاسلام کی پیدائش قریہ قندز میں ہوئی اور اسی جگہ آپ پڑھے۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت دوم شعبان ۳۹۶ھ میں ہوئی۔ آپ ربیعہ ہیں کیونکہ آپ موسم بہار میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ بھی بزرگ اور درویشہ تھیں۔

منقول ہے کہ جب شیخ الاسلام پیدا ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے اس کو تم نے دیکھا؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں دیکھا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ بچہ ہے کہ تمام دنیا اس کی برکتوں سے معمور ہو جائے گی اور اس کے وقت میں تمام دنیا میں اس سے زیادہ بزرگ اور کوئی نہیں ہوگا۔ آپ کو ستر ہزار عربی اشعار زبانی یاد تھے وہ بھی مختلف شعراء کے۔ آپ خود بھی شاعر تھے۔ آپ کی نسبت علوم تصوف میں شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ سے ہے۔ آپ نے ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالحسن خرقانی | آپ کا نام نامی علی بن جعفر ہے، اپنے وقت کے یگانہ، غوث زمانہ اور قبلہ وقت تھے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی کو تصوف میں ایک نسبت تو سلطان العارفين حضرت بایزید بسطامی سے ہے اور ایک نسبت شیخ ابوالعباس قصاب سے ہے لیکن سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ آپ کی وفات شب ۲۵ شعبان ۴۳۵ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوالعباس قصاب الکلی | آپ آمل طبرستان کے شیخ تھے۔ آپ کے شیخ محمد بن عبداللہ الطبری تھے جو شیخ ابو محمد حریری کے مرید تھے۔ آپ زبردست کرامتوں کے مالک تھے اور اپنے زمانے کے غوث تھے اُن کا ارشاد ہے کہ ہمارا یہ کاروبار باختر خرقانی کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (شیخ خرقانی کو یہ بوجھ اٹھانا پڑا وہ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالعباس قصاب کا زمانہ پایا ہے۔ میں ہمیشہ شیخ عمو سے کہا کرتا تھا کہ تین مرشدوں کی میں ضرور زیارت کروں گا۔ شیخ ابوالعباس سے آمل میں، شیخ احمد نصر سے نیشاپور میں اور شیخ بوعلی سیاه سے مرو میں شرفِ نیاز حاصل کروں گا۔

حسین بن منصور حلّاج | طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ وہ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کا ذکر تفصیل سے ابتداء سے انتہاء تک لطیفہ شطیحات

میں آیا ہے۔ آپ حضرت جنید سے صحبت رکھتے تھے۔ دوئم ذیقعد ۳۰۹ھ میں آپ کا دصال ہوا۔
شیخ ابو محمد جریری | آپ کا تعلق طبقہ ثالثہ سے ہے۔ آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن الحسین ہے۔ حسین بن
 محمد بھی بعض نے کہا ہے۔ سید الطائفہ شیخ جنید کے اصحاب کبار سے ہیں۔ شیخ جنید کے
 دصال کے بعد آپ کو شیخ (جنید) کی مندر پر بٹھایا گیا۔ تمام علماء و مشائخ نے آپ کی بزرگی کو تسلیم کیا ہے۔ شیخ سہل
 عبد اللہ تستری کی صحبت میں رہے ہیں۔ جنگ قرامطہ میں آپ شریک تھے، اسی جنگ میں پانی نہ ملنے کے باعث
 تشنگی سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کا سال وفات ۳۱۲ھ ہے اور بقول بعض ۳۱۴ھ ہے آپ نے تلو سال
 سے زیادہ عمر پائی۔

شجرہ چہار دم

اُن مشائخ کا تذکرہ جن کا سلسلہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک پہنچتا ہے

شیخ ابو حمزہ خراسانی | اگرچہ لطیفہ سابق میں تفصیل سے ہم اس سلسلہ کو بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف
 ان اکابر کا تذکرہ کریں گے جن کو حضرت جنید بغدادی سے نسبت ہے۔ ان حضرات
 میں ایک بزرگ شیخ ابو حمزہ خراسانی ہیں۔ ان کا تعلق طبقہ ثالثہ سے ہے۔ آپ نیشاپوری ہیں۔ مشائخ عراق
 کے ہم صحبت تھے۔ آپ کو جو افراد ان مشائخ میں شمار کیا جاتا ہے۔ سلسلہ میں آپ کا انتقال ہوا یعنی حضرت
 شیخ نوری اور حضرت شیخ جنید رحمہما اللہ تعالیٰ سے پہلے اور شیخ تراز اور شیخ ابو حمزہ بغدادی رحمہما اللہ
 تعالیٰ کے بعد آپ کا دصال ہوا۔

شیخ ابو الخیر تنیاتی | آپ کا تعلق طبقہ چہارم سے ہے۔ آپ کا نام نامی حماد ہے۔ آپ موضع تنیات میں جو
 ولایت مغرب میں ایک مقام کا نام ہے۔
 مہرے دس فرسخ کے فاصلے پہلے کسی شخص کے غلام تھے۔ بعض کا قول ہے کہ تنیات

جھولی بنا کرتے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرح بُن لیتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں مخلوقات
 کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ ۳۲۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ شیخ ابو عبد اللہ جلاء شیخ جنید اور ان جیسے
 بزرگوں کی صحبت کا فیض اٹھایا ہے۔ تصوف توکل اور معارف طریقت میں آپ کے ارشادات سند
 کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ میں طبقہ صوفیہ میں تیرہ ابو الخیر نام والے حضرات کو جانتا ہوں جو
 سب کے سب موالی تھے ان میں چند یہ ہیں۔ یہ حضرات سادات جہان و اقطاب زمانہ گذرے ہیں۔

۱۔ ابو الخیر تنیاتی۔

۲۔ ابو الخیر عسقلانی

۳۔ ابو الخیر حمصی

۴۔ ابو الخیر مالکی

۵۔ ابو الخیر حبشی جو آخری ابو الخیر ہیں۔

شیخ حمزہ عبداللہ حسینی | شیخ حمزہ عبداللہ الحسینی آپ کا نام نامی ہے اور کنیت ابو القاسم ہے۔ آپ کی عمر کا بیشتر حصہ سفر میں گذرا۔ آپ شیخ ابو الخیر تنیاتی کے مریدوں میں سے ہیں۔ حضرت منشاؤ النوری | آپ طبقہ سوم سے ہیں۔ عراق کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے در کے یگانہ اور سرآمد ہیں۔

حضرت یابجی جلااد | ان سے مشائخ صحبت رکھتے تھے۔ جنید درویم اور نوری کے معاصر ہیں ۲۹۹ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت سمنون بن حمزہ | طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ امام المحدث تھے۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ بعض نے آپ کی کنیت ابو القاسم بتائی ہے۔ خود کو کذاب لقب دیا تھا۔ جب تک اس لقب سے مخاطب نہ کیا جاتا آپ جواب نہیں دیتے تھے۔ عالم محبت میں یگانہ تھے۔ تمام عمر محبت کی باتیں کرتے رہے۔ سری سقطی و محمد علی القصاب و ابو احمد القلاسی سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت جنید کے مرید تھے اور ان سے پہلے وفات پائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت ابو احمد قلاسی | قدیم مشائخ سے ہیں ان کا نام مصعب بن احمد البغدادی ہے۔ کہتے ہیں وہ مرد کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید اور درویم کے معاصر تھے ۳۲۹ھ میں مکہ گئے۔ پانچویں طبقہ سے ہیں۔ کنیت ان کی ابو الحسن ہے۔ نیشاپور کے متاخرین بزرگوں اور مشائخ میں سے ہیں۔ مشائخ کی صحبت میں رہے اور ان کی صحبت سے استقامت پروریا۔ تھے کہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ سید الطائف (جنید بغدادی) کے معاصر تھے۔ ۳۵۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری | طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس قوم اور طائفہ علماء کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور اپنے عہد کے امام تھے اور اخبار ابراہیم کے مقتدا تھے۔ ذوالنون مصری کے شاگرد تھے، اپنے ماموں سے صحبت رکھتے تھے جو حضرت جنید کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت جنید سے پہلے محرم ۲۸۲ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ البخاری الحارثی المکی | آپ کتاب قوت القلوب کے مصنف ہیں جو اسرار طریقت کی جامع ہے۔ کہتے ہیں کہ طریقت کی باریکیوں سے متعلق اسلام میں ایسی تصنیف نہیں ہوئی۔ جمادی الآخرہ ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے۔ تصوف میں ان کی نسبت

شیخ عارف ابو الحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم بصری سے ہے اور ابو الحسن محمد کی اپنے باپ ابو عبداللہ احمد بن سالم سے اور ان کے والد کی نسبت سہیل بن عبداللہ کسری سے۔ قدس اللہ ارواحہم۔

حضرت ابوبکر الکسائی الدنیوری | قہستان عراق سے تعلق رکھنے والے تھے، دینور میں مرد بزرگ تھے، حضرت جنید کے قدیم اصحاب میں سے تھے اور ان سے پہلے ہی وصال فرما گئے، حضرت جنید بغدادی سے ہزار مسئلہ انہوں نے دریافت کیا جن کا آپ نے جواب دیا۔ جب رہ سوتے تھے تو ان کے سینہ سے قرآن شریف کی آواز آتی تھی۔

حضرت ابویقوب الاقطع | حضرت جنید کے کاتب تھے۔ ان کا سلسلہ مکہ میں تھا۔
حضرت محفوظ بن محمود | طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ نیشاپور کے قدیم مشائخ سے ہیں۔ ابو حفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابو عثمان حیری سے صحبت رکھتے تھے۔ مسئلہ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شیخ ابراہیم الخواص | آپ طبقہ دوم کے مشائخ میں سے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا تعلق مشائخ طبقہ سوم سے ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ توکل و تجرید اور تفرید کے طریقوں میں یکمائے زمانہ تھے۔ شیخ جنید اور شیخ نوری کے معاصرین میں سے ہیں لیکن آپ نے ان دونوں حضرات سے قبل ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو العباس بن عطا | آپ کا تعلق طبقہ ثالثہ سے ہے، آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن سہیل بن عطاء اللادی بغدادی ہے۔ علمائے مشائخ سے ہیں۔ ارباب تصوف کے ظرفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ معانی قرآن میں آپ صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ آپ کی ایک تفسیر بھی ہے۔ آپ شیخ ابراہیم ہارستانی کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور ابوسعید خراز کے اصحاب میں سے ہیں۔

شیخ ابو العباس احمد بن یحییٰ شیرازی | آپ شیخ عبداللہ حقیف کے استاد ہیں، حضرت جنید، حضرت ردیم اور سہیل بن عبداللہ سے ملاقات کی ہے۔

شیخ ابو الحسن بن محمد الجمال | آپ کا تعلق طبقہ ثالثہ سے ہے۔ آپ واسطی الاصل ہیں لیکن مصر میں مقیم ہو گئے۔ سرزمین مصر ہی میں آپ کا رمضان ۳۱۰ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر واسطی | آپ کا نام محمد بن عبد اللہ موسیٰ ہے۔ حضرت جنید اور شیخ نوری کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ اصول تصوف میں علماء اور مشائخ زمانہ میں سے کوئی شخص آپ سے کلام نہ کر سکتا تھا۔ آپ کا انتقال ۳۲۰ھ میں شہر مدینہ میں ہوا۔ آپ کا مزار مرجع خلافت ہے۔

حضرت ابوبکر الکسائی | طبقہ رابعہ سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کا نام محمد بن علی بن جعفر بغدادی ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے اصحاب میں سے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی مجاہدت آپ نے کی، اور وہیں ۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

شیخ شبلی قدس سرہ آپ طبقہ رابع سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا نام نامی جعفر بن یونس ہے اور یہی آپ کے مزار پر کندہ ہے۔ آپ مصری ہیں۔ مصر سے بغداد چلے آئے تھے۔ شیخ خیر نساخ کے مجلس میں ان کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ لیکن آپ شیخ جنید کے شاگرد اور مرید تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت جنید قدس سرہ کا ارشاد ہے:-

”لا تنظروا الى الشبلي بالعين التي ينظر بعضهم الى بعض فانه عين الجنيد من عيون الله“

ترجمہ:- شبلی کو تم اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے دوسروں کو دیکھتے ہو، بے شک وہ جنید کی آنکھ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آنکھوں میں سے۔

شیخ شبلی نے ۷۸ سال کی عمر پائی۔ ماہ ذی الحجہ ۳۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر مصری آپ کا نام محمد براہیم ہے۔ آپ شیخ ابوبکر قرانی کے استاد ہیں اور حضرت شیخ دقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور شیخ نوری قدس اللہ سرہ کی صحبت پائی ہے۔ ماہ رمضان ۳۵۸ھ میں آپ کا دصال ہوا۔

شیخ جعفر نصیر الخلدی آپ کا تعلق طبقہ خامس سے ہے آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ بغدادی ہیں۔ بغداد کے محلہ خلد کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے شاگرد تھے، آپ نے شیخ ابراہیم نوحاس کی ہم نشینی بھی پائی ہے۔ بغداد میں آپ کا دصال ہوا۔ ۳۸۸ھ میں آپ کا سال وفات ہے۔ آپ کا مزار شونیزہ میں حضرت سری سقطی اور حضرت جنید کے قریب ہی واقع ہے۔

شیخ ابوالحسن بصری آپ کا تعلق طبقہ خامس سے ہے۔ آپ کا اسم گرامی علی بن ابراہیم البصری ہے۔ آپ شیخ فتنی کے شاگرد ہیں۔ بحر آپ کے شیخ شبلی کا اور کوئی شاگرد نہیں ہے۔

شیخ جعفر الحزامی آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے حضرت جنید اور آپ کے معاصرین سے فیض صحبت حاصل کیا۔ شیخ شبلی آپ کی خوبیاں بیان کیا کرتے تھے۔ آپ نے ۳۸۸ھ میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار شیرازی میں ہے۔

شیخ ابوطالب خرزج بن علی آپ شیخ جنید کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ اسہال کے مرض میں مبتلا رہتے تھے۔

شیخ ابوالقاسم القصری حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے اصحاب کبار میں سے ہیں۔

شیخ عبد اللہ بلیانی آپ کا لقب ابو خالد بن تھا۔ آپ شیخ علی دقاق کی اولاد تھے۔ شیخ سعدی شیرازی کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ نے ۳۸۸ھ میں وفات پائی۔ عاشورہ کا دن تھا۔

شیخ عبد الرحمن سلمیٰ نیشاپوری آپ کا نام محمد بن حنین بن موسیٰ سلمیٰ ہے۔ آپ تفسیر حقائق و طبقات مشائخ اور عربی

دخاری زبانوں میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ شیخ ابوالقاسم نعیر آبادی کے مرید ہیں جو شیخ ثبلی کے مرید تھے اور ان ہی سے خرقہ پہنا تھا۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر اپنے مرشد شیخ ابوالفضل سرخی قدس سرہ کے انتقال کے بعد آپ ہی کی صحبت و خدمت میں رہتے تھے اور ان سے خرقہ پہنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا ابوعمر بن جنید سے سنا کہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی ہر طرح سے فاضل و کامل ہیں۔ انہوں نے فرمایا تصوف حق ہے جو بھی وہ تم سے کہیں وہ حق ہے۔ امام ابوسہل مصلوک نے فرمایا اغراض سے اعراض کرنے کا مطلب حق ہے۔

شیخ ابوالقاسم القشیری | آپ کا نام نامی عبدالکریم بن ہوازن القشیری ہے۔ آپ رسالہ قشیریہ کے مصنف ہیں آپ کی ایک دوسری مشہور تصنیف ”تفسیر لطائف“ ہے علاوہ ان کتب کے آپ کے ہر فن میں ارشادات و اقوال موجود ہیں۔ آپ شیخ ابوعلی دقاق کے مرید ہیں اور شیخ ابوعلی فارمدی (مرشد امام غزالی) آپ کے مرید تھے۔ آپ نے ربیع الآخر ۸۴۸ھ میں وفات پائی۔

مشائخ متقدمین و متاخرین کے سلاسل اور علمائے راسخین و کاملین کی تواریخ کا بیان برہنج اختصار جس قدر کہ میرے علم میں تھا بیان کر دیا گیا۔ اب جامع ملفوظات (نظام غریب یعنی) حضرت قدوة الکبرا کے خلفائے کبار کے حالات بیان کرتا ہے۔

ذکر خلفائے حضرت قدوة الکبرا

شیخ کبیر العباسی | آپ حضرت قدوة الکبرا کے اصحاب میں ممتاز اور آپ کے احباب میں سر بلند تھے۔ حضرت قدوة الکبرا آپ سے اس قدر ظاہری و باطنی التفات فرماتے تھے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ یہ خصوصیت نہیں تھی۔ آپ کے بارے میں حضرت کے التفات خاص کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت نورالعین بھی اس خصوصی التفات پر بسا اوقات رشک کرتے تھے۔

یہ خصوصی التفات اس وقت پیدا ہوا کہ سیلان کے سفر میں حضرت کبیر سے ایک اثر خاص مشاہدہ میں آیا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بہار کا آغاز ہوتا اور باغوں میں پھول کھلنے لگتے تو آپ باغوں میں چلے جاتے تھے وہاں آپ پر اس نظارہ بہار سے بہت ہی قوی جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس درجہ کیف کی حالت میں بہت دور دراز کا سفر طے کر لیتے تھے۔ جب پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹتے تو منزل کی طرف لوٹ آتے تھے۔ ایک دن ایک ایسے ہی جذبہ اور وجد کے عالم میں آپ جنگل کی طرف نکل گئے اور بے خودی کے عالم میں کچھ اور آگے نکل گئے جب آپ قصبہ سرن میں پہنچے تو اصل حال پر واپس آ گئے لیکن بہت شرمندہ تھے۔ اس شرمندگی کے عالم میں اس قصبہ کی ایک مسجد میں چلے گئے اور وہاں ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے اور استغراق میں مشغول ہو گئے۔ اُس روز ہندوؤں کا کوئی تہوار تھا قصبہ کی عورتیں اور مرد سیر سہاٹے کے لئے گھروں سے نکل آئے تھے ان میں سے کچھ عورتیں اور کچھ مرد مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے اور خوب ہلکے عجیب عجیب ناشائستہ حرکتوں میں یہ لوگ مشغول تھے کہ اتنے میں ایک خر سوار

ایک عجیب ہیبت میں مسجد کے دروازے پر آیا اور اس قدر شور مچایا کہ حضرت کبیر کے استغراق میں خلل پڑنے لگا اور آپ حالت استغراق سے نکل آئے۔ مسجد کے دروازے پر آپ نے آکر دیکھا تو آپ کی نظر اس دجال خرسوار پر پڑی۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے کہا کہ ”بھاگ یہاں سے“ آپ کے یہ فرمانے ہی اس خرسوار نے اپنے آپ کو سیلان کی پہاڑیوں میں پایا۔ وہ جس طرف بھی باہر نکلنے کے لئے جلتا پتھروں کی ٹھوکریں کھاتا اور اس کو باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا آخر کار مجبور ہو کر رہ گیا اور کہنے لگا کہ اب تو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ جب دوسری نماز (نماز ظہر) کا وقت آیا تو ایک شخص اس کے پاس آیا اور دو روٹیاں اور ایک پیالہ پانی اس کو دے گیا۔ یوں سات سال تک یہ رات اس کو اسی طرح پہنچتی رہی۔

انفاقاً حضرت قدوة الکبر نے حرمین شریفین کے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبیر سے حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اس سفر میں تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔

شعر

سعادت بندہ آزاد اینست

کہ گردد در رکاب بادشاہی

ترجمہ :- ایک آزاد انسان کے لئے سعادت یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا ہم رکاب ہو۔

اس سے قبل حضرت قدوة الکبر ہمیشہ خانقاہ کی نگرانی کے لئے ان کو چھوڑ جایا کرتے تھے اور خود عازم سفر ہو جاتے تھے، جب حضرت کا قافلہ جس میں حضرت کبیر بھی شامل تھے، سیلان کی سرحد پر پہنچا تو وہاں کوہ میں حضرت نے قیام فرمایا چند قلندر لکڑیاں اور گھاس بوس لینے کے لئے جنگل میں نکل گئے تو وہاں انہوں نے ریچھ کی شکل کا ایک عجیب سا جانور دیکھا۔ بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انسان ہے۔ یہ قلندر وہاں سے لوٹ آئے اور حضرت قدوة الکبر سے تمام قصہ بیان کیا، آپ نے کچھ لوگوں کو وہاں بھیجا کہ اس شخص کو یہاں لے آئیں۔ جب یہ لوگ اس کو لے کر واپس آئے تو حضرت نے اس کا حال دریافت کیا اور پوچھا ”نہجہ پر کیا افتاد پڑی ہے؟“ اس نے تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تم کو روٹیاں اور پانی روزانہ پہنچاتا تھا تم اس کو پہچان لو گے؟ اس نے کہا ہے

مصرع

شناخت منعم گر چہ حیوانست

جی ہاں اپنے محسن کو تو جانور بھی پہچان لیتے ہیں۔ حضرت قدوة الکبر نے حضرت کبیر کو طلب فرمایا انہوں نے جب اُس شخص کو دیکھا تو منہ مند سے ہوئے۔ اُس شخص نے جیسے ہی حضرت کبیر کو دیکھا، دوڑ کر آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ حضرت کبیر انکسار فرمانے لگے تو حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اب کرم کا وقت ہے۔

مصرع ۱۔ کہ بعد از قہر کردن لطف باید

(قہر کرنے کے بعد لطف کرنا چاہیئے)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ذرہ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے چمکنے کی کوشش کرے۔
مصرع

بہ پیش آفتاب چہ نوری دھند سہا

حضرت نے فرمایا کہ اس کے درد کا درمان تمہارے ہی سپرد کیا گیا ہے۔ آخر کار حضرت کے حکم کے مطابق اس کے جرم کو معاف فرما دیا اور اس کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ اپنے علقہ ارادت میں اس کو حضرت قدوۃ الکبر نے داخل فرمایا اور اس کے بال جو بہت بڑھ گئے تھے سنت کے مطابق اپنے ہاتھوں سے کاٹے۔ پھر فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو، چنانچہ آنکھیں بند کرتے ہی وہ شخص اسی موقع اور مقام پر پہنچ گیا اور پھر اس نو مسلم سے عجیب و غریب حرکتوں کا صدور ہوا۔ جب حضرت نور العین نے یہ حال مشاہدہ کیا تو رشک غیرت کا وہ سابقہ جذبہ ختم ہو گیا۔

شیخ ابو الوفاء نے آپ کی تعریف میں ایک قطعہ لکھا ہے۔

قطعہ

چو نور چشم جہانگیر اکبری ہست چہ نور چشم کہ او نور ہر جزیر بود

زردی شان ہمد راپاک میکند آخر اگر چہ رمل صغیرہ جل کبیرہ بود

ترجمہ: حضرت جہانگیر کی آنکھ کے نور میں اتنی عظمت ہے کہ نابیناؤں کی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے ان کے نور کی زردی ایسی ہے کہ ہر گندگی کو صاف کر دیتی ہے چاہے یہ گندگی ایک پتھر کے ذرہ سے چھوٹی ہو یا ایک جم غفیر سے بھی بڑی ہو۔
آپ کا انتقال ۱۳ محرم کو ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبر کے کمال انکساف کا اندازہ اس خط کی عبارت سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے حضرت کبیر کو تحریر فرمایا۔ خط کی عبارت یہ ہے:-

فرزند اعز اکرم، شیخ الاسلام و سلالۃ الاکابر شیخ کبیر طال عمرہ۔

اشرف کو تمہارا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون سے مطلع ہوا۔ اے فرزند! تمہارے لئے دلائل ایمان اور مزید رحمت دارین مخصوص ہے، برکیت معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ کچھ درویش صبح سے سفر میں ہیں اور اور وہ فرزند کے پاس امانتوں کے کاغذات لیکر ملاقات کو آنے والے ہیں۔ یہ علاقہ مشائخ چشت کے فرمان کے بموجب آں فرزند کو عطا کیا گیا ہے۔ اپنا وقت خدا کی اطاعت میں گزاریں، اپنے آباؤ اجداد کا نام زندہ کریں، مخلوق میں مشغول نہ ہوں بلکہ مخلوق کو دعوت دیں۔ لوگوں کی غلط باتوں اور جاہل عوام کی جہالت پر مغوم نہ ہوں، ایمان کا غم کھا کر دین کا کام کریں۔ ادب بھی معلوم ہو کہ مزاحمت کیلئے مستقیم اور اس کا بھائی مقسم اسماعیل آں فرزند اور اہل خاندان کے دروازے پر بیٹھے تھے، درویشوں نے مہم کے دوران اس خاندان اور اس فرزند کے فرزندوں کا فاتحہ پڑھا، ہر عامل و عہدہ دار جو آں فرزند، اہل خاندان کے درپے آنا ہوگا اس

جہان سے بے اولاد جانے گا۔ گمان یہ ہے کہ اس گاؤں میں سے آں فرزند برگزیدہ ہیں۔ جو کوئی مزاحمت اور تشویش کا باعث ہو گا اس کا دونوں جہانوں میں بھلا نہیں ہو گا۔ اس پر خود توجہ نہ کریں بلکہ پیرانِ چشت کے حوالے کریں اور آں فرزند کی اولاد و احفاد کو بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ ۱۷

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے ہم ان کے لئے کچھ کمی نہ کریں گے۔ ہر دکان آدمی اپنے اعمال میں گروہی ہے۔

جو کچھ بھیجا جا رہا ہے اسے خرچ کریں اور بے خرچی کے وقت اس درویش کو مطلع کریں اور جو وظیفہ بتایا گیا ہے اسے صبح و شام معمول بنائیں اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں اور اس درویش کو دعائے ایمان کے ساتھ یاد رکھیں انشاء اللہ خیر حاصل ہوگی۔ محرم کے مہینہ میں یہ کلمات لکھ گئے، فرزندوں، عزیزوں اور تمام مریدوں کو دعا دیں۔ برادر عزیز قدوة السالکین، مغز الاکابر خواجہ تھو دعوت دارین کے لئے مخصوص ہیں۔

راقم درویش اشرف

حضرت شیخ محمد | آپ اپنے والد حضرت کبیر کے خلیفہ برحق و خلیفہ اصدق اور مرید تھے۔ یہ ابھی کم سن ہی تھے کہ حضرت کبیر کا انتقال ہو گیا، مرتے وقت انہوں نے شیخ محمد کو حضرت قدوة الکبرا کے سپرد فرما دیا تھا۔ حضرت قدوة الکبر نے ان کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی اور خاص توجہ ان پر مبذول رکھی۔ یہاں تک کہ ان کی شادی طے کرنے کیلئے آپ بہ نفس نفیس ان کے سسرال والوں کے پاس تشریف لگئے۔ ظاہری و باطنی توجہ حضرت نے اس طرح مبذول فرمائی کہ ارادتِ اشرفی سے سرفراز کیا اور ان کے گویا سرسار اور جوہر انوار کو بحرِ قابلیت کے ساحلِ ظہور تک پہنچا دیا۔ خود حضرت نے ان کا لقب درتیم رکھا۔

ایک دفعہ کچھ صوفی حضرات بطور سیاح سرور پور کے قصبے میں وارد ہوئے اور یہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا اور پھر اپنی کراٹیں دکھانے لگے اور خوارق کا اظہار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ سرور پور کے کچھ لوگ ان کی یہ کراٹیں دیکھ کر ان کے معقد ہو گئے اور ان کی محفلوں میں شامل ہونے لگے۔ حضرت درتیم نے جب یہ حال مشاہدہ کیا تو حضرت عبدالرزاق قدس سرہ کو ایک خط لکھا جس میں ان لوگوں کی آمد، ان کی کراٹوں کے اظہار اور کچھ لوگوں کا ان کا گردیدہ بن جانا تحریر تھا۔ حضرت عبدالرزاق نے خط کے مضمون سے آگاہ ہونے کے بعد اس خط کی کپی پر اپنے قلم سے یہ تحریر فرمایا کہ کلی صبح کے وقت رقمہ کا جواب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت اس جماعت میں ایک عجیب شور و ہنگام برپا ہوا۔ حضرت درتیم نے کسی شخص کو تحقیق حال کے لئے وہاں بھیجا کہ اس ہڑبونگ کا حال معلوم کرے

جب یہ فرستادہ یہاں پہنچا اور اس نے تفتیش حال کی تو معلوم ہوا کہ اس جماعت کے پیشوا اور سربراہ ہلے ہلے کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ کیسے بے مروت لوگ ہیں کہ اپنی ولایت میں ایک مسافر کو اتنا موقع نہیں دیتے کہ چند روز آرام سے بسر کرے۔ جب اس بات کا کھوج لگایا تو ایک شخص نے بتایا کہ پچھلی رات متوڑا سادقت گزرا تھا کہ قلندروں کی ایک جماعت ہاتھوں میں پتھریاں اور میخیں لئے ہوئے آئی اور ہمارے شیخ کو پکڑ کر زمین پر گرادیا۔ شیخ نے اپنے مشائخ کی روحانیت کو پناہ کے لئے طلب کیا تو اسی وقت چند ارواح نے آکر قلندروں سے اس قدر معذرت خواہی کی کہ انہوں نے شیخ کو معاف کر دیا۔ اور امان دے دی۔ ان ارواح نے شیخ جماعت سے کہا کہ تم لوگ فوراً اپنا سامان باندھ لو اور یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ اپنا سامان باندھنے میں مصروف ہیں۔ یہ شور و غوغا اسی باعث ہو رہا ہے۔

قطعہ

چہ شیر اتند در ہریشہ خویش کر وہ را مجال بودنی نیست
اگر در بیشہ شیریں در آید ازان ضعیفم بجز فرسودنی نیست

ترجمہ:- یہ لوگ اپنے مقام پر شیر کی طرح رہتے ہیں اور وہاں لومڑی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔ اگر شیر کی کھار میں کوئی داخل ہو جائے تو تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت شمس الدین بن نظام الدین صدیقی اودھی | آپ علمائے نامدار کے پیشوا اور علمائے عصر میں برگزیدہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تکمیل مولانا رفیع الدین اودھی سے کی۔ تکمیل کے بعد ان ہی کے مرید ہو گئے۔ جب شیخ شمس الدین نے ان سے سلوک کی تحصیل اور شغل معلوک کی التماس کی تو انہوں نے فرمایا کر لے عزیم! علوم ظاہری سے تمہارا جو کچھ حصہ تھا تم کو مجھ سے مل گیا۔ اب تمہارے علوم صوفیہ اور طریقت کی تکمیل اور حصول مقامات وصول و ارادت ایک ایسے سید و بزرگ کے ہاتھوں میں ہے جو مسافرت کے طور پر جلد ہی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ہوشیار! ان کی خدمت کو غنیمت سمجھنا۔ تمہاری کشود کار ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ اس بات کو کہے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے کہ حضرت قدوة الکبریا بنگالہ کے سفر سے مراجعت فرما ہوئے اور کافی عرصہ تک روح آباد میں قیام فرمایا۔ آپ کبھی کبھی اپنے احباب و اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اودھ کی طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوة الکبریا اودھ میں رونق افروز ہوئے۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ اکابر شہر حضرت قدوة الکبریا سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے شیخ شمس الدین بھی تھے۔ حضرت قدوة الکبریا نے ان کو دور ہی سے دیکھ لیا۔ جب یہ قریب آئے تو فرمایا فرزند شمس الدین! میں تو تم سے ملنے کیلئے یہاں آیا ہوں۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی شمس الدین کے جسم میں آتش شوق بھڑک اٹھی! اور بڑے خلوص و ارادت کے ساتھ انہوں نے حضرت کے سامنے سر جھکا دیا ان کے اندر ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی جسکی شدت سے ان کو بخار آ گیا۔ حضرت نے پانی کا پیالہ ان کو عطا فرمایا، پانی پیتے ہی بخار جاتا رہا۔

چند روز کے بعد حضرت قدوة الکبریا نے ان کو خلوت میں بٹھا دیا۔ خلوت میں جب کچھ وقت گزر گیا تو ان پر

کچھ عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت نے خادم سے فرمایا خبردار! شمس الدین کی طرف سے غافل نہ رہنا۔ کچھ دیر کے بعد ان میں عجیب اضطراب اور حالت میں انقلاب پیدا ہوا۔ باوجود سنبھالنے کے خود پر قابو نہ رکھ سکے اور خلوت کے باہر نکل آئے خادم بڑی جدوجہد کے بعد ان کو پھر خلوت میں لے گیا اور دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ جب خلوت کی مدت ختم ہو گئی تب حضرت قدوة الکبر نے ان کو خرقہ پہنایا اور انواع مقامات مفتہیانہ سے سرسند کیا اور فرمایا:

”اشرف شمس ہے اور شمس اشرف ہے“

ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اس کے بعد مزید عنایت یہ کی گئی کہ بہت سے مریدوں اور حصول سعادت کے لئے حاضر ہونے والوں کی تربیت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت سید عثمان | حضرت اجل السادات سید عثمان بن خضر، حضرت قدوة الکبر کے اعلیٰ خلفاء میں سے ہیں جن پر آپ اسرار عوامانہ اور انوار مخصوصانہ نثار فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ سادات گیسو دراز سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت سلیمان محدث | قدوة المحدثین دعوۃ المفتہین شیخ سلیمان محدث بھی حضرت قدوة الکبر کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کے اساتذہ محدث بڑے عالی درجہ کے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں استاد کی محبت کم ہو گئی ہے مگر شیخ سلیمان محدث کی نہیں۔ کتاب حصن المؤمنین انہوں نے یہاں پڑھی اور حضرت بابا رضاتین کی نسبت سے اس سلسلہ حدیث کی تصحیح کی۔

شیخ معروف | آپ حضرت قدوة الکبر کے جیدہ احباب اور منتخب اصحاب میں سے ہیں۔ آپ جامع فضائل اور صاحب کمالات تھے۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں وصول طریقت اور راہ معرفت کو طے کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اُس زمانے میں حضرت قدوة الکبر حضرت مخدومی شیخ علاؤ الدین قدس اللہ سرہ کی خدمت میں موجود تھے۔ شیخ معروف کا رجحان اس وقت کے دوسرے مشائخ میں سے کسی شیخ سے نسبت ارادت حاصل کرنے کا تھا کہ ایک رات اُن پر یہ ظاہر ہو گیا کہ تمہارے مقدر کے خزانے کی کنجی سید اشرف جہانگیر کے خزانے میں محفوظ ہے۔ اور تمہارے دردِ نایاب کا علاج بس اسی مرشد کے پاس ہے۔ اب انہوں نے پتہ چلایا کہ آج کل قدوة الکبر کہاں تشریف رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت جلد ہی یہاں پہنچنے والے ہیں، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ان کے علم میں آیا کہ حضرت قدوة الکبر جونپور تشریف لانے والے ہیں۔ شیخ معروف نے جیسے ہی یہ خبر سنی وہ جونپور روانہ ہو گئے، حضرت قدوة الکبر جونپور تشریف لائے چکے تھے۔ شیخ معروف جونپور پہنچتے ہی حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے اور حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مسلسل شدید ریاضت اور پسندیدہ عبادت کے بعد آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور حضرت نے اُن کو خلافت نامہ عطا فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

”اشرف معروف ہے اور معروف اشرف ہے“

آپ کے بارے میں بعض ساداتِ عظام سے یہ واقعہ منقول ہے کہ سلطان السلطین ابراہیم شاہ کو ایک روز

یہ خیال آیا کہ گذشتہ زمانے میں حضرت جنید دمشقی (قدس اللہ سرہما) جیسی باکمال ہستیاں موجود تھیں۔ اس زمانے میں بھی کوئی ایسی باکمال ہستی موجود ہے جس کی زیارت کی جائے؟ اسی شب ان کو خواب میں بتایا گیا کہ ہاں اس زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو عبید و بایزید سے کم نہیں۔ دوسرے ہی دن سلطان ابراہیم آپ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت شیخ معروف کو جب یہ خبر ملی تو خانقاہ کا دروازہ بند کر دیا۔ جب سلطان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر بہت اصرار کیا تو آپ جنگل کی طرف نکل گئے۔ دار الخلافہ جو پورے آپ کے ترک مقام کا باعث ہی ہوا۔ اور آپ قصیدہ دیو میں آکر مقیم ہو گئے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ ہمارا معروف مکتومان میں سے ایک ہے۔

قطعہ

چسان سَر دلی معلوم باشد چور دکتُم نغف مکتوم باشد
بجز عرفان چنیں موصوف نبود بجز معرفت کان معرفت نبود

ترجمہ: ایک دل کا راز کیسے معلوم ہو سکتا ہے جب میرے پردہ پہناں میں ایک مکتوم چھپا ہوا ہو، بغیر عرفان کے ایسی صفت حاصل نہیں ہو سکتی اور بجز معرفت کے کوئی معرفت کو نہیں جانتا۔

شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز
یہ دونوں شیوخ حضرت قدوة الکبر کے نامدار احباب و اصحاب کبار میں سے ہیں اور حضرت والا کے ان اصحاب ثلاثہ میں سے ہیں جو اصحاب طیر و سیر تھے۔ ان دونوں حضرات کا تعلق ترکان لاجپن سے ہے۔ حضرت قدوة الکبر کے دوسرے سفر میں جب آپ ولایت رمنان سے مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو یہ حضرات بھی آپ کے ہمراہ آئے۔ حضرت قدوة الکبر ان کے حال پر جس قدر مہربان تھے دوسروں کے ساتھ ایسی مہربانی دیکھنے میں کم آئی۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اسدین سامان کے زمانے سے جو بہرامیہ سلاطین ہیں حضرت کا سلسلہ جدی مادری اُن سے ملتا ہے۔ سلطنت عراق اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس زمانے میں اُسی خاندان کی ملکیت تھا ان حضرات کی مائیں بھی اکثر لاجپنی ترکوں کی خاندان سے ہیں ان کی آخری جدہ خواجہ احمد سیوی کی اولاد سے ہیں اور ازراک لاجپن ہیں اور اُن کا مادری سلسلہ ابراہیمیہ، سمنانیہ، سامانیہ سے ملتا ہے۔ اس نسبت سے حضرت شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز دیگر اصحاب سے ممتاز تھے۔ ان دونوں حضرات کو نبی پورہ کا مکان رہنے کے لئے دے دیا گیا تھا جو دریائے سر جو کے کنارے ہے۔ اولاً حضرت قدوة الکبر کا یہ خیال تھا کہ خود یہاں قیام فرمائیں گے لیکن پھر یہ ارادہ بدل دیا اور شیخ رکن الدین اور قیام الدین کو عنایت کر کے حوالہ کر دیا۔

شیخ اصیل الدین جرہ باز
آپ بھی اصحاب طیر و سیر میں سے تھے۔ شدید ریاضت و مجاہد سے کے بعد آپ حضرت کی خلافت کے مشرف سے مشرف ہوئے۔ جس قدر عنایت و حمایت حضرت کی آپ پر تھی دوسرے اصحاب پر نہ تھی۔ آپ کو سلسلہ کی توسیع و اشاعت کیلئے مقام سکانو میں تعین کیا گیا تھا۔

شیخ جمیل الدین آپ کا لقب سفید باز تھا۔ آپ اصحاب ثلاثہ طیر و سیر میں سے ہیں۔ حضرت قدوة الکبرا کی خلافت کے شرف سے مشرف تھے۔ حضرت کے ظاہری و باطنی انتقادات کے مورد تھے جس قدر حقائق معرفت آپ سے صادر ہوئے حضرت قدوة الکبرا کے خلفاء میں سے شاید ہی کسی سے اس قدر معدود میں آئے ہوں۔ ایک بار آپ بادبانی جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ کھانے کا سامان کم ہو گیا اور بعض چیزوں کی خاص طور پر ضرورت پڑی تو آپ نے اشارہ کیا تھوڑی سی دیر میں تمام مطلوبہ سامان وہاں پہنچ گیا۔

حضرت قاضی حجت آپ اسم بامعنی تھے، دلائل عقلی و براہین نقلی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ عالموں اور دانشوروں کی مجلس میں عجیب و غریب دلائل و براہین کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو توفیق سلوک نصیب ہوئی تو حضرت قدوة الکبرا کی سرکار عالی میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کا صدق ارادت و عقیدت ظاہر ہو گیا تب آپ کو رموز و دقائق معرفت و طریقت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت عطا کر دی گئی اور خرقہ پہنا دیا گیا۔ روح آباد کے قریب ایک موضع آپ کا مسکن قرار پایا۔

شیخ عارم کرانی آپ عاوم شریعت میں کامل اور علوم طریقت سے پیراستہ تھے۔ جب حضرت قدوة الکبرا کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے تو آپ کے لئے بہت سخت مجاہدہ دریا منت مقرر کی گئی۔ جب آپ نے تمام مراتب سلوک طے کر لئے اور انوارِ اطوارِ سبعہ کی منزل سے گزر گئے تو آپ کو خرقہ پہنا یا گیا اور خلافت عطا کی گئی۔ آپ حضرت قدوة الکبرا کے نامور خلفاء اور ندامہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے اس قدر خارق عادات ہوئیں اور معاملات ظہور میں آئے کہ اس کتاب میں ان کا ایک شتمہ بھی بیان کرنا چاہوں تو ایک اور دفتر درکار ہو گا۔

مصرع

مگر دفترِ دیگر املا کم نم

شیخ ابوالکرام ہروی آپ حضرت قدوة الکبرا کے خلفاء و ولایت (ہیرون ہند) سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے ملفوظات کو آپ کے مریدین نے جمع کیا ہے اور اس میں آپ کے حقائق معارف اور تہذیب و روح کئے ہیں کہ صوفیہ کی کسی ایک کتاب میں اسے عوارف و معارف کا ہونا دشوار ہے۔ اسی کے ہم پایہ آپ کی ایک تصنیف شرح عوارف و دوسری شرح لمعات (عراقی) اس قدر بلند پایہ ہیں کہ اپنا جواب آپ ہیں۔

شیخ ابوالکرام حضرت قدوة الکبرا کے مخلص اصحاب اور احباب میں سے ہیں۔ شیخ ابوالکرام امیر تیمور صاحب قرآن کے ایک امیر کے فرزند تھے اور ابتدائے حال میں ایک امیر زادے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب حضرت قدوة الکبرا حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے امیر علی بیگ کی منزل میں قیام فرمایا، امیر علی بیگ حضرت قدوة الکبرا سے اس قدر متاثر ہوئے کہ امارت اور کرد و فری بساطِ لپیٹ کر رکھ دی اور آپ کے مریدوں میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے علوم ظاہری سے بہرہ کامل پایا تھا۔ حضرت قدوة الکبرا نے ان کو محنت، ریاضتوں اور معرفت کے مشغلوں میں لگا دیا۔ اس طرح بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہے۔ جب آپ

نے اس کٹھن راہ کو طے کر لیا اور آپ سے طرح طرح کے مکاشفات اور واردات کا ظہور ہونے لگے جن کا بیان کرنا دشوار ہے۔ حضرت قدوۃ الکبر نے بھر پور اتفاقات آپ سے فرمایا اور شرفِ خلافت سے مشرف کیا۔ آپ بڑے صاحبِ مکارمِ اخلاق اور بڑے صاحبِ اشفاق تھے چنانچہ حضرت کے تمام معتمدین اس بنا پر آپ کو ابو الکلام کہا کرتے تھے۔ سمرقند کی مملکت آپ کو تفویض کی گئی۔ چنانچہ وہاں کثرت سے لوگ آپ کے حلقہٴ ارادت میں داخل ہوئے۔ جب آپ حضرت قدوۃ الکبر کی خدمت میں تھے تو حضرت نے طالبانِ معرفت کی تلقین اور مریدوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔ اس اہم کام کو آپ نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔

شیخ صفی الدین دولوی | آپ تمام علوم ظاہری اور مغلیے باطنی سے بہرہ ور تھے۔ علوم ادبیہ اور اصول فقہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت ان کی بہترین تصانیف سے ملتا ہے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے کہ ہندوستان میں ایسا لائق اور صاحبِ علوم و فنون شخص میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ شیخ صفی الدین کے حلقہٴ ارادت میں داخل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ شیخ صفی الدین نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی با شان و شکوہ شخص اچانک نمودار ہوا اور انہوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت و توقیر کے ساتھ ان کو لا کر بٹھایا۔ اس وقت مولانا کے ہاتھ میں اصول فقہ کی کوئی کتاب تھی تو ان صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت سے اوراقِ سیاہ کئے ہیں اب دقت آگیا ہے کہ سیاہ کو سفید میں بدل دو اور صفحات کو انوار دائمی سے روشن کر دو۔ ان آنے والے صاحب کی ان باتوں نے ان کے دل پر بہت اثر کیا اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی تب مولانا نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے تو آپ کی ارادت کا دامن پکڑ لیا ہے۔ ازراہ عنایت مجھے سلوک کی راہ پر لگا دیجئے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے قرب کے اسرار سے آگاہ کرنا چاہتا ہے تو حضرت خضر کو حکم فرماتا ہے کہ وہ اس بندے کی رہنمائی کسی ولی اللہ کی طرف کر دیں۔ پس میں تم کو ایک ایسے مردِ حق کا ہتھ بٹانا ہوں جس کے انوارِ ولایت اور آثارِ ہدایت سے تمام جہان معمور ہے۔

مثنوی

جہان معرفت را بادشاہست ز نورش پر ز ماہی تا بہماہست
ضلیلان جہان را دستگیر است دشمن روشن روانش دلپذیر است
ترجمہ ۱۔ وہ ذات جہان معرفت کی بادشاہ ہے۔ ماہ سے ماہی تک تمام فضا اس کے نور سے پُر ہے۔
دنیا کے گم کردہ راہوں کا وہ دستگیر ہے، اس کی ہر سانس روشن ہے اور اس کی شخصیت بڑی دلپذیر ہے۔
اس سعادت کا ظہور جلد ہی ہوگا۔ وہ ولی اللہ چند دنوں میں اس قصبہ میں تشریف لانے والے ہیں۔ خبردار ہوشیاران کی ملازمت اور خدمت کو غنیمت شمار کرنا اور اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اور قصور نہ کرنا قطعہ
بصنف ادبیاء ذاتش فرید است بصاحب وحدت آن روئی وحید است
چو دارد گنج ادر سینہ بہ سینہ در گنجینہ را سید کلید است

ترجمہ ۱۔ صنفِ ادبیائیں بالکل منفرد ہیں اور راستہ وحدت کے مشعلِ راہ ہیں۔ چونکہ یہ خزانہ ان کو سینہ بسینہ ملا ہے اس کی کبھی ابھی انہی کے پاس ہے۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد حضرت قدوة الکبر نے قصبہ ردولی پہنچ کر جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ شیخ صفی الدین خواجہ مذکور کے حکم کے مطابق بہ عجلت تمام حضرت قدوة الکبر کی خدمت میں پہنچے جیسے ہی حضرت کی نظر اُن پر پڑی تو فرمایا ”برادرِ صفی! خوش آمدید! آؤ، آؤ“ مولانا بڑے ادب کے ساتھ خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ تعالیٰ کسی فرد کو اپنے قُرب سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی دوست کی طرف اس کی رہنمائی فرما دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالعباس خضر کو حکم دیا کہ وہ تمھاری رہنمائی کریں۔ یہ سنتے ہی شیخ صفی کے صفائے عقیدہ اور خلوص میں اور بھی اضافہ ہوا اور اسی وقت وہ حضرت کے مرید ہو گئے۔ حضرت قدوة الکبر نے خادم کو حکم دیا کہ مصری لاؤ تاکہ میں بھائی صفی کو سلوک کا شریعت پلاؤں۔ خادم نے مصری بہت تلاش کی لیکن نہیں مل سکی۔ مجبوراً وہ واپس آگیا اور عرض کیا کہ مصری کا تو کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوة الکبر اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مصری کو توڑا جاتا تھا۔ مصری کا ایک ٹکڑا ٹوڑتے وقت کہیں درجہ گرا تھا، حضرت نے وہی ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دست مبارک سے ان کو کھلایا اور دعا فرمائی ”نور الانوار کا حصول مبارک ہو“ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمھاری اولاد و احفاد سے علم کی دولت نہ لی جائے۔

حضرت قدوة الکبر نے محض شیخ صفی الدین کے پاس خاطر سے چالیس دن تک قیام فرمایا تاکہ وہ اپنا چہرہ دار بعینِ مکمل کر لیں۔ حضرت قدوة الکبر نے وہ تمام آداب جو ابتدائے سلوک سے انتہا تک درکار ہوتے ہیں ایک ایک کر کے ان کو تلقین کئے اور طریقت کے تمام رموز سے ان کو آگاہ فرما دیا۔ اپنے دست مبارک سے ان کو خرقہ پہنایا۔ اجازت و ملافت سے سرفرازی بخشی اور عطائے خلافت کا مجاز و ماذون بنا دیا۔

جب حضرت قدوة الکبر شیخ صفی کے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو ان کے نومولود فرزند کو جو ابھی چالیس دن کے تھے اور شیخ اسماعیل نام رکھا گیا تھا آپ کے پیروں میں لاکڑ ڈال دیا گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے بھی ہمارا مرید ہے۔

آپ ظاہری و باطنی علوم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھے اور اقباعِ سنت پر سختی سے کار بند تھے۔ حضرت قدوة الکبر کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ آپ حضرت کی محبت میں شریک ہونے والے مخلص حضرات میں سے تھے۔ جب حضرت قدوة الکبر پہلی بار اس طرف سے گذر رہے تھے تو حضرت شیخ سہار الدین آپ کے مرید ہو گئے اور روح آباد ہوئے کچھ طرح کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکمیل کی اور تقریباً چار سال تک یہاں رہ کر سلوک و اسرار طریقت کی راہ طے کرتے رہے۔ انوارِ سبعہ کے طے کرنے میں کچھ فتور پیدا ہو گیا۔ بڑی کوشش سے ان کو اس افتاد سے نکالا گیا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ انوارِ سبعہ کے طے کرنے میں ہمارے بعض اور مریدوں کو بھی ایسا افتادہ پیش آیا ہے ان میں ایک شیخ ابوالکلام بھی تھے ان کو بھی اس مہلک طے سے نکال لینے میں خاص اہتمام اور جدوجہد کرنا

پڑی تھی اور دوسرے شیخ سہار الدین تھے ان کو بہت محنت اور بے شمار کلفت سے اس درجہ سے نکالا گیا تھا۔
 یہ شیخ سہار الدین نے حضرت قدوة الکبرا کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور ان کو خلافت عطا کی گئی۔ پھر ان کو
 روح آباد سے ردولی جاکر مقیم ہونے کا حکم دیا گیا۔ حسبِ محکم یہ روح آباد سے یہاں آکر مقیم ہو گئے اس قصبہ کے
 ایک درویش سے ان کی چشمک ہو گئی وہ بھی محض جگہ کے سلسلے میں۔ یہ جہاں ٹھہرنا چاہتے تھے وہ درویش بھی وہیں
 ٹھہرنے پر مہر تھے انہوں نے حضرت قدوة الکبرا کو ایک عرضداشت ارسال کی۔ جب حضرت نے یہ عرضداشت ملاحظہ
 فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے بارگاہِ الہی میں عرض کیا ہے کہ جو کوئی ہمارے ادنیٰ سے ادنیٰ خادم سے بھی پر خاش
 رکھے گا وہ درجہ برہم ہو جائے گا۔

بیت ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس خدا داد برداد کردم سیاس

یہی بیت آپ نے شیخ سہار الدین کی عرضداشت کی پشت پر لکھ کر ان کو روانہ کر دیا۔ چند ہی دنوں کے بعد ان کے
 دل کا مقصد پورا ہوا اور وہ درویش ذلیل و خوار ہوا۔

شیخ خیر الدین سدھوی | آپ جمیع علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ اور علمائے زمانہ میں منتخب اور جیدہ تھے۔
 جامع فریب و اصول تھے۔ آپ کو حضرت قدوة الکبرا سے شرف ارادت خطہ او دھ میں
 حاصل ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان کو اصول فقہ میں چند ایسے مشکل مسائل پیش آ گئے کہ وہ کسی طرح حل نہیں ہوتے
 تھے۔ انہوں نے بہت سے علمائے وقت سے رجوع کیا لیکن ناکام رہے۔ خصوصاً مولانا علاؤ الدین جاسی سے ان مسائل
 کے حل کے سلسلے میں چند روز تک گفتگو ہوتی رہی۔ لیکن ان کو تسلی نہ ہوئی۔ شیخ خیر الدین کو بحث کے تمام مقامات اور
 نکات مستحضر تھے اس لئے مولانا علاؤ الدین ان کو مطمئن نہ کر سکے۔ اسی زمانے میں حضرت قدوة الکبرا نے حضرت شمس الدین
 ادمی کی خانقاہ میں نزول اجلال فرمایا۔ شیخ خیر الدین نے اسی جگہ آپ سے نیاز حاصل کیا۔ حضرت قدوة الکبرا نے شیخ
 خیر الدین کے استفسار کے بغیر محض بطور تعریف ان مسائل کا اس طرح حل بیان فرمادیا کہ شیخ خیر الدین مطمئن ہو گئے
 اور حضرت قدوة الکبرا سے عقیدت کا جذبہ شدید ان کے دل میں پیدا ہو گیا۔ دوسرے روز پھر خدمت میں حاضر ہوئے اور
 آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہو گئے اور خدمت عالی میں تدریس کی۔ چار سال تک راہِ طریقت میں سخت ریاضت
 اور معاملاتِ جیدہ میں کوشش پلین کرنے کے بعد ان میں خرقہ پہننے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تب حضرت قدوة الکبرا کی
 شرف خلافت و اجازت سے سربند کئے گئے۔ جس روز شیخ خیر الدین کو خلافت عطا ہوئی اسی دن او دھ کے مضافات
 میں رہنے والے بارہ افراد بھی حضرت کے مریدوں میں داخل ہوئے ان میں شیخ سہار الدین اور قاضی سہار بھی تھے جن کی تربیت
 حضرت شمس الدین کے سپرد کی گئی۔
 قاضی سہار سے معلوم ہوا ہے کہ ایک روز شیخ خیر الدین پر دورانِ وصال عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور وہ اسی طرح

دمنو کرتے رہے۔ ہر چند کہ غلام آپ کے دمنو کے لئے پانی ڈال رہا تھا لیکن ان کا دمنو ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ بہت سا پانی بہہ گیا۔ ایک شخص نے ناگواری کے طور پر کہا کہ ”پانی کا اسراف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے“ یہ بات (اعتراض) حضرت قدوة الکبر کے گوش مبارک تک پہنچی تو آپ نے فرمایا ”عزیز خیر الدین اس وقت جس حال میں ہیں اگر اس حال میں دونوں جہان کے دریاؤں کا پانی صرف دمنو ہو جائے تب بھی وہ اسرافِ آب نہ ہوگا

شعر

چو صوفی را بگسرد حالت عشق

اگر ریزد جہان اسراف نمود

قاضی محمد سدھوی | آپ جمیع علوم دنیویں سے آراستہ و پیراستہ تھے، خاص طور پر علوم اصول (اصول حدیث و اصول فقہ) پر آپ سند کا درجہ رکھتے تھے اس سلسلے میں ہر ایک آپ کی طرف اشارہ کرتا تھا آپ حضرت قدوة الکبر کے مخصوص خلفاء اور مخلص احباب میں سے تھے۔ آپ کے مرید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت قدوة الکبر کو براہِ درکھوڑا کے مریدوں کے پاس خاطر سے اس طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں قصبہ سدھوی میں نزولِ اجلال فرمایا۔ قصبہ کے اہل داکا بر حضرت شیخ خیر الدین کے ہمراہ استقبال کے لئے آئے۔ ان میں قاضی محمد صاحب بھی اپنے تمام شاگردوں اور احباب کے ساتھ موجود تھے۔ جب حضرت قدوة الکبر اسے ملاقات ہوئی تو تلقین کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ جناب قاضی صاحب آپ نے تصوف و طریقت کا علم کس خانوادے سے حاصل کیا ہے؟ قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ حضرت مخدوم سے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا خوب، بہت خوب۔ پھر حضرت قدوة الکبر نے تقریباً یہ کلمات فرمائے کہ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کو شرف و اختصا سے مشرف فرمائے تو اس کو توفیق عطا فرمادیتا ہے اور وہ کسی صاحبِ دولت کے قدموں پر اپنا سر جھکا دیتا ہے یا خود کسی صاحبِ دولت و نعمت کو اس کے سر پر سایہ فلک کر دیتا ہے۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے

قطعہ

کسی کو را سعادت پیش آید در یغ از دی نباشد بیج نعمت

اگر توفیق باشد ہم معنائش بیوسد او رکابِ اہلِ حشمت

اگر مقصود باشد بر سرِ او بہائی از غیب آرد ظلِ دولت

ترجمہ :- ۱۔ جب کسی کو سعادت ملتی ہے تو اسے کسی نعمت کی کمی نہیں ہوتی

۲۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسے اہلِ حشمت کے قدموں میں اُدیٹا

۳۔ اگر اللہ کو منظور ہے تو ہمارے غیب سے دولت اور نعمت کو اس کے سر پر سایہ فلک کر دیتا ہے۔

قاضی محمد صاحب بہت اصرار کر کے حضرت قدوة الکبر کو اپنے مکان پر لے گئے اس صورت میں کہ حضرت کی پانگی کا ایک بازو دھپکڑے ہوئے تھے اور دسرایش خیر الدین نے پکڑا ہوا تھا اس طرح حضرت قدوة الکبر کو

اپنے گھر تک لائے وہاں حضرت کی مہانداری اور خدمت حد سے زیادہ بجالائے اور حضرت کے ہمراہیوں کو بھی اپنی خدمت سے ممنون بنایا۔ جب صبح ہوئی تو سعادت کا دروازہ قاضی صاحب کے لئے وا ہو گیا۔ حضرت قدوة الکبرائے قاضی صاحب کو یاد فرمایا اور شرف ارادت سے سر بلند کیا۔ طریقت کے تمام اسرار ابتداء سے انتہا تک ان کو تعلیم فرمائے۔ قاضی صاحب نے حضرت کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ جب حضرت نے سدھور سے قصبہ جالس شریف کو جانے کا قصد فرمایا تو قصبہ کے تمام خورد و کلاں حاضر خدمت ہوئے اور سب نے شرف ارادت حاصل کیا آپ نے ان کی تربیت حضرت شیخ خیر الدین صاحب کے سپرد فرمادی اور خود قصبہ جالس روانہ ہو گئے۔ حضرت قاضی محمد صاحب قصبہ جالس تک حضرت کے محفہ کے ساتھ پایادہ آئے اور یہاں ایک مدت تک ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور خود کو حضرت کے التفات ظاہری و باطنی کے قابل بنالیا اور تمام اسرار مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود کو اہل ثابت کر دیا۔ تب آپ کو حرقہ خلافت اور اجازت کا شرف عطا ہوا۔

قاضی ابو محمد سدھوری قاضی ابو محمد عرف معین معین سدھوری بھی حضرت قدوة الکبرائے خلتائے کبار میں سے ہیں۔ جب حضرت قدوة الکبرائے قصبہ سدھور سے جالس روانہ ہونے لگے تو قاضی محمد

صاحب نے اپنے ہر ایک فرزند کو حضرت کا مرید کر دیا تھا۔ (ان ہی فرزندان میں سے ایک یہ بھی ہیں)

حضرت ابوالمنظف محمد لکھنوی آپ زمانے کے مشہور عالم اور اپنے شہر کے دانشوروں کے پیشوا تھے۔ آپ حضرت قدوة الکبرائے مخصوص رفقاء میں سے تھے۔ چونکہ حضرت آپ سے بہت زیادہ التفات

رکھتے تھے اس لئے ان کے پاس خاطر سے چند روز تک جامع مسجد لکھنؤ میں قیام فرمایا۔ قاضی ابوالمنظف بھی حضرت کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے۔ قاضی صاحب نے حضرت قدوة الکبرائے کی مدح میں ایک نفع دہن قصیدہ لکھ کر نذر کیا۔ حضرت قدوة الکبرائے بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا ”تم پر شاعری ختم ہے“ یعنی شاعری میں تم نے کمال دکھایا ہے حضرت خیر الدین سدھوری بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضرت کے ان مناقب میں جو قاضی ابوالمنظف نے بصورت قصیدہ نظم کئے تھے کچھ اصلاح کرنا چاہی تو حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ اصلاح کی ضرورت نہیں ہے کر یہ درویشانہ اور جذباتی اشعار ہیں۔ حضرت قدوة الکبرائے قاضی صاحب پر حد درجہ عنایات اور التفات مبذول فرمایا۔ ایسا التفات اور ایسی عنایات بغیر سعادت ازلی اور خوش بختی کے حاصل نہیں ہوتا۔

قطعہ

تر التفات عزیزان کسی برد بہرہ
مکرم ہجو یوسف از بخت بہرہ مند بود
صفائی صدق نیاز امی عزیز حاصل کن
مکرم التفات عزیزانت سود مند بود
ترجمہ ۱۔ عزیز معرکی توجہ سے وہی شخص بہرہ مند ہو سکتا ہے جو حضرت یوسف کی طرح خوش نصیب ہو، اے عزیز
نیاز مندی کا صدق حاصل کر لے تب عزیز کا یہ التفات تیرے لئے سود مند ہوگا۔

مولانا غلام الدین جاشی

غلام الہدیٰ مولانا غلام الدین جاشی علامہ روزگار اور فقہائے شہر میں سے تھے اور حضرت کے خلفائے کبار میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دولتِ ارادت کا شرف ان کو اس طرح حاصل ہوا کہ جس زمانے میں جاشی میں پہلی مرتبہ حضرت کا ورود ہوا اور ایک مقام پر پڑاؤ کیا گیا تو تمام اصحاب ذکر و جہر میں مشغول ہو گئے۔ جب طالبانِ حقیقت کے اس ذکر جہر کا غوغا بلند ہوا، آوازیں اس قدر بلند ہوئیں کہ ہر ایک کے کانوں میں ذکر کی آوازیں پہنچنے لگیں۔ مولانا غلام الدین نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا جانے یہ شور و غوغا کرنے والے کہاں سے یہاں آگئے ہیں؟ مولانا اُس وقت ہفت مسئلہ کو حل کرنے میں اُلجھے ہوئے تھے اور ان مسائل کے حل میں غور و خوض کر رہے تھے۔ مدتوں سے یہ اطراف و اکناف کے علماء سے ان مسائل کے حل کے لئے استفسار کرتے رہتے تھے مگر یہ مسائل حل نہیں ہو رہے تھے۔ لہذا انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ آج رات کو یہاں کے اکابر کے مزارات کی زیارت کر کے صبح کو عازمِ بنگالہ ہو جائیں اور بنگال کے علماء سے ان مسائل کو حل کرائیں۔ اتفاق سے حضرت قدوة الکبرا بھی اسی رات زیارتِ قبور کے لئے تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کا آمنا سامنا حضرت شیخ بدر الدین کے مرقد منورہ پر ہوا۔ حضرت قدوة الکبرا کے کسی ہمراہی سے مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ ان کے جواب میں حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ہم غوغا کرنے والے لوگ ہیں۔ مولانا فوراً متنبہ ہوئے اور بیوی سے کہی ہوئی بات یاد آگئی۔ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عذر خواہی کرنے لگے۔

حضرت نے فرمایا ”یہ تو بہت معمولی سی بات ہے ہم نے تو ایسی باتیں بہت سنی ہیں“

اس کے بعد وہ حضرت ہی کے ساتھ اکابر کے مزارات کی زیارت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت قدوة الکبرا نے تعریف کے طور پر مولانا غلام الہدیٰ کے لائیکل مسائل کو ایک ایک کر کے حل کرنا شروع کر دیا اور ایسی فصیح زبان میں ان مسائل کی وضاحت کی کہ مولانا کے دل پر نقش نگینہ بن کر وہ دنائحتیں بیٹھ گئیں۔ ان مسائل کے حل کو سن کر مولانا کی عقیدت کیشی ہو گئی۔ یہ پھر مغفرت کرنے لگے اور کچھ اس طرح عذر خواہی کی کہ حضرت قدوة الکبرا کے دل سے وہ شکایت رفع ہو گئی۔

دوسرے دن صبح کو مولانا اکابر شہر کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام صاحبان حضرت قدوة الکبرا کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مولانا نے اپنے تمام صاحبزادوں کو بھی حضرت سے بیعت کرایا۔ حضرت نے مولانا کو خلافت سے سربلندی بخشی۔

مولانا نے قصبہ کے تمام مسلمانوں کو حضرت کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کا شوق دلایا۔ اسی مجمع میں مولانا نے اپنی یہ سرگذشت سنائی کہ آج سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں اور قصبہ کے چند لوگ جو اکابر میں سے تھے، ردولی حضرت شیخ سلیمان کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ تم ان لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت نہ دینا، کیونکہ قصبہ جاشی کے لوگ ایک بید کے سپر کر رہے گئے ہیں جو سیاح زمینِ دلایت اور دریائے ہدایت میں عنقریب وہ اس ملک میں وارد ہونے والے ہیں ان کے یہاں داہد ہونے سے پہلے ہی تمہاری ارادت و استفادہ کا مقدر

اُن کے حوالے کر دیا گیا ہے، وہی تمہارے حال اور اشغال کے محافظ ہوں گے۔ تم اس بات سے افسردہ خاطر نہ ہونا کہ چند باتوں میں وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔ ایک سیادت میں اور دوسرے قرأت سبوح میں حفظ قرآن کے ساتھ۔ اُن عزیز کے ارشاد کا مصداق آج نظر سے گزرا ہے۔ حضرت قدوة الکبر اس قصبہ میں تشریف لے آئے ہیں، یہ یہاں کے رہنے والوں کی سرفرازی اور اقبال مندی کا باعث ہے۔

شیخ کمال جالسی | حضرت قدوة الکبر ایک مدت مدید تک اس قصبہ میں مقیم رہے۔ جب آپ نے یہاں سے روانگی کا قصد فرمایا تو یہ جگہ شیخ کمال کے سپرد فرمادی اور یہاں کے مریدوں کی تربیت بھی ان کے حوالے کر دی کہ وہ صاحب ریاضت و صاحب معاملات تھے اور اُن کے یہ اوصاف حد کمال تک پہنچ چکے تھے۔ حضرت قدوة الکبر کے تشریف لے جانے کے بعد وہاں کے اکابر و اصحاب آپ ہی سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ کمال نے کئی سال تک سفر و حضر کی کلفت اور صعوبت اٹھا کر یہ مقام حاصل کیا تھا اور ان کو خیرۃ خلافت و اجازت سے سربلندی حاصل ہوئی تھی۔

جب حضرت قدوة الکبر جالس سے روح آباد روانہ ہوئے تھے تو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یہاں کی نیابت شیخ کمال کے سپرد کر دی تھی۔ ایک مدت تک یہ یہاں اپنے اصحاب و احباب کے ساتھ رہتے رہے۔ اتفاقاً ایک دفعہ آپ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ آپ نے بعض اہم چیزوں کے پکانے کا انتظام یہاں کے لوگوں کے سپرد فرما دیا تھا لیکن جب دعوت کا وقت آیا اور وہ لوگ وہ چیزیں تیار کر کے نہیں لائے تو آپ کو سخت ناگوار گذرا اور اسی ناگواری اور غضب کے عالم میں شیخ کمال کی زبان سے نکلا:

”جل کر خاک ہو جائیں وہ لوگ جنہوں نے وعدہ دیا نہیں کیا۔“

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ بدعنوانگی اُس محلہ میں آگ بھڑک اٹھی اور تمام قصبہ جل کر راکھ ہو گیا۔ منقول ہے کہ اس آگ میں چار ہزار لوگ ہلاک ہو گئے۔ شیخ کمال کو اس حادثہ پر بڑی شرمندگی ہوئی اور خود اُردو آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ طرفہ العین میں یہ روح آباد حضرت قدوة الکبر کے حضور میں پہنچ گئے۔ حضرت کی نظر مبارک جو نہی اُن پر پڑی حضرت قدوة الکبر نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ لے خاک آلودہ تو نے میرے فرزندوں اور عزیزوں کو جلا کر خاک کر دیا اور ان کے گھر بار پھونک ڈالے۔

حضرت قدوة الکبر اُن سے اس قدر ناراض ہوئے کہ پائے بوسی کی اجازت بھی ان کو نہیں دی اور یہ مدتوں تک خانقاہ کے عقب میں جس کو وحدت آباد کہا جاتا تھا پڑے رہے اور مدت مدید کے بعد انہوں نے حضرت نور العین کو معافی کے لئے اپنا واسطہ بنایا اور ایک طشت میں خاکستر بھر کر طشت کو سر پر رکھ کر حضرت قدوة الکبر کی خدمت میں طلب معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ چونکہ درویشوں کے طریقہ پر انہوں نے معافی مانگی تھی اُنکو معافی کر دیا گیا لیکن حضرت قدوة الکبر نے فرمایا:-

”جاؤ! تمہارا ایمان تو سلامت ہے گا لیکن تم اور تمہاری اولاد سرگردان اور پریشان رہے گی!“

حضرت سید عبدالوہاب | آپ حضرت سید قدوة الکبرا کے مخلص احباب اور خلفائے مہتمم تھے۔ حضرت قدوة الکبرا کی ایسی خدمت کی تھی جیسی کرنی چاہیے تھی اور ان سے کبھی کوتاہی نہ ہوئی۔ ایک دن حضرت قدوة الکبرا نے شیخ عبدالکریم دہلوی کے پاس دہلی بھیجا، راستہ بہت ہی دشوار تھا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی اور یہ وہاں پہنچ گئے۔ جب ان سے جواب ملے کہ واپس آئے تو ان کے پاؤں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت قدوة الکبرا نے اپنی نعلین مبارک اتار کر ان کو مرحمت فرمادیں۔ انہوں نے حضرت کی نعلین مبارک کو تاج سر دولت سمجھا اور مبارک سمجھ کر اپنے پاس اس طرح رکھا کہ چالیس دن تک یہ تکیہ کی طرح اس پر سر رکھتے تھے۔ جب تک یہ نعلین ان کے پاس رہیں حق تعالیٰ نے ان کے گھر میں بہت ہی خیر و برکت پیدا فرمادی اور گھر کے لوگ آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔

شیخ راجا | آپ زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ حضرت کے خلفائے خاص میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت کی نگاہ التفات اور واردات الہی کا مقدور بنے رہتے تھے۔ حضرت قدوة الکبرا کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات خدمت والوں میں حاضر رہتے تھے۔ بہت ہی سادہ دل تھے ابتدائے حال میں حضرت قدوة الکبرا نے ان کو یہ تاکید فرمادی تھی کہ خبردار کسی بے نازی کے پاس نہ بیٹھنا۔ اسی طرح احکام شریعت کی پردہ و پردہ کی بہت تاکید فرمائی تھی۔

ایک روز حضرت قدوة الکبرا شیخ ابراہیم مجذوب کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ شیخ ابراہیم جو مجدد بان الہی میں سے تھے، بہت ہی گرم مزاج تھے۔ حضرت ابراہیم مجذوب بظاہر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت قدوة الکبرا ان کی خدمت میں پہنچ کر اس امر کے منتظر تھے کہ التفات فرمائیں یا کوئی چیز بطور تبرک عنایت فرمادیں۔ اتفاق سے کھانے کی کچھ چیزیں کہیں سے ان کی خدمت میں آگئیں فوراً ان کو کھانے لگے اور پھر حضرت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے اشرف جہانگیر! آؤ تم بھی کھاؤ۔ حضرت قدوة الکبرا بڑے ذوق و شوق سے اس کھانے میں شریک ہوئے۔ کچھ دیر تک یہ دونوں حضرات کھانے میں مشغول رہے۔ جب تھوڑا سا کھانا باقی رہ گیا تو ابراہیم مجذوب نے فرمایا اے اشرف جہانگیر! اپنے خادم کو بھی بلا لو اور کھانے میں شریک کر لو۔ حضرت نے راجا کو بلایا مگر انہوں نے کہا کہ میں بے نازی کے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ شیخ ابراہیم مجذوب نے جیسے ہی یہ بات سنی بگڑ گئے اور ان کے مارنے کو تکیہ اٹھایا۔ حضرت قدوة الکبرا درمیان میں آگئے اور بہت غدر خواہی کی۔ آخر کار شیخ ابراہیم نے فرمایا میں غصہ کے عالم میں ہوں۔ یہ تکیہ میں ضرور کسی کے ماروں گا۔ حضرت قدوة الکبرا نے اس منامے کی طرف اشارہ کیا جو بہت بلند تھا اور اس کے اوپر کلس لگندہ تھا۔ شیخ ابراہیم نے اپنا تکیہ اس منارہ پر مار دیا وہ مضبوط اور عالی شان منارہ اسی وقت ٹوٹ کر گر پڑا۔

حضرت قدوة الکبرا جب وہاں سے واپس ہوئے تو آپ نے شیخ راجا سے فرمایا کہ تم نے بڑی نادانی سے کام لیا کہ شیخ ابراہیم کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے اور بڑی ہی نامناسب بات تم نے کہہ دی۔ یہ سن کر راجا نے ہندی زبان میں کہا۔

بی پر کمر آپنہ ایسوں کہنہ آپنہ ویسوں کہنہ
(عجب آدمی ہیں خود ایسا کہا خود ہی ویسا کہا)

یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ”بے شک مخلص طالب کا عقیدہ ایسا ہی راسخ ہونا چاہیے۔
قطعہ

بجائی خود سخن چون مستقیم است دلی شنوند را تمیز باید
کہ دردی واحدی دزہر مکانی است بنسبت ہر کسی یک چیز باید
ترجمہ :- اپنی جگہ بات درست ہے البتہ سننے والے دل کو تمیز کرنی چاہیے۔ ہر جگہ وہی واحد ہے
اور ہر ایک کی نسبت ایک چیز ہے۔

حضرت جمشید بیگ | آپ ازبکی امیر تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کے درویشوں کے قافلے کا گزرنہ بین
باغستان میں ہوا تو وہاں جوق در جوق اور گروہ در گروہ ترکوں نے خدمت گرامی
میں حاضر ہونا شروع کر دیا اور شرف امارت سے سرفراز ہوتے رہے۔ ان ارادت مندوں نے بہت سے گھوڑے
اور بے شمار چیزیں حضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کئے جب حضرت کے مریدان گھوڑوں پر سواہرتے تو
بالکل لشکر جیسا سماں بندھ جاتا تھا۔ لوگوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔

اس زمانے میں امیر تیمور (صاحب قرآن) سمرقند میں موجود تھے۔ ان کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ
خانوادہ سامانیوں کا ایک شاہزادہ اور ملوک سمنان کا ایک امیر زادہ مقام ایماق پر پہنچ گیا ہے اور ایک بڑا لشکر
اور ساز و سامان اس کے پاس موجود ہے اور کئی ہزار ازبک، یرمک، قفقاق، دلاچین اور قچین کے لوگ اس کے
لشکر میں موجود ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امیر تیمور نے جب معاملہ کی تحقیق کی کہ ایسا کون ہے جس نے یہ لشکر
ہم پر چڑھائی کے لئے جمع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ ذات گرامی سادات سمنان سے تعلق رکھتی ہے جو نسلاً سامانی ہیں
لیکن سلوک و طریقت ان کا شعار ہے اور وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس قدر لوگ
ان کے ساتھ کیوں ہیں؟

ادھر حضرت قدوۃ الکبرا جس راستے سے گذرتے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے جاتے، چونکہ آپ
کا جدی مادری سلسلہ خواجہ احمد یسوی سے تھا۔ آپ کے باپ دادا کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو
ایماق کی سرزمین تک لے آئے۔ ان لوگوں نے بے شمار گھوڑے اور دوسرا ساز و سامان آپ کی نذر کیا (اس طرح ہجوم
اور ساز و سامان نے ایک لشکر کی شکل اختیار کر لی) اور اس وجہ سے یہ شور و غوغا بلند ہوا۔ یعنی نادانانہ لوگ کہنے لگے
کہ کوئی لشکر کشی کے ارادے سے آ رہا ہے۔

آخر کار (بعد تفتیش) صاحب قرآن تیمور نے خود ہی فرمایا کہ میں نے ان سیدزادے سے ملاقات کی ہے اور ان
کو میں نے بعض علاقوں کی امارت و سرداری بھی پیش کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا ان کو قطعاً ملک گیری

کی ہوس نہیں ہے۔ صاحب قرآن تیمور نے امیر جمشید بیگ کو حکم دیا کہ چند سخائف بطور نذر ساتھ لے کر تم ان سید زادے کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ جمشید بیگ حاضر خدمت ہوئے اور نذر پیش کی اور اس ناگوار واقعہ سے حضرت قدوة الکبر کو مطلع کیا کہ حضرت کی آمد سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے ایماق سے اُسی دن کوچ فرمایا اور قندھار کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو کچھ ساز و سامان ساتھ تھا وہ سب کا سب فقر اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ جمشید بیگ نے حضرت کی رفاقت اختیار کر لی اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک کی توفیق عطا فرمائی اور بعد میں وہ خلافت و اجازت سے سرفراز کئے گئے۔ روح آباد پہنچ کر حضرت نے جمشید بیگ کو اُن کے وطن واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم وہاں رہ کر ہدایت میں مصروف ہو جاؤ اور اس مملکت کی شیوخت اُن کو عطا کر دی۔ چونکہ حضرت قدوة الکبر کا حضرت احمد یسوی کے متبرک خاندان سے نسبی تعلق تھا لہذا ان سب حضرات کو اسی روش کا حکم دیا۔ اور یہ حضرات یسوی کی نسبت سے مشہور ہیں۔

حضرت قاضی شہاب الدین
دولت آبادی

کیفیت اور حالت آپ پر طاری ہوئی اور آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ بے ساختہ ادا ہو گئے:

”الناس کلہم عبید لعبدی“

(تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)

ان الفاظ سے علماء کے گردہ میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا اس شور و غوغا نے حضرت قاضی نے زبردست خدمت انجام دی تھی۔ اس وقت حضرت قدوة الکبر نے آپ کو اپنی خلافت عطا کی، خرقہ پہنایا اور ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ حضرت کے صاحب ولایت خلفاء میں سے تھے اور حضرت کے بہترین رفیقوں اور ندیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، صاحب معاملات اور جامع واردات تھے، آپ شریعت کے سخت پابند تھے آپ کو ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد مشرف خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا گیا تھا۔

شیخ حاجی فخر الدین

آپ زبور تعلیم سے آراستہ اور لباس تصوف سے پیراستہ تھے، حضرت قدوة الکبر کے بہت ہی مخلص خلفاء میں سے تھے اور آپ کے ہمراہ کعبۃ اللہ کی مجاہدیت اور طواف کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے آپ موضع اوسرہند پر گئے انکی کے رہے والے تھے۔ حضرت قدوة الکبر نے ان اطراف کے معتقدین و مریدین کو آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت شیخ فخر الدین نے حضرت قدوة الکبر کی یہاں تک خدمت کی ایک روز حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اے فخر الدین بس اب نہ کر (کافی ہے)

حضرت داؤد | یہ حضرت فخر الدین کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرت قدوة الکبر کی خلافت سے مشرف تھے ان کو

اشغال باطنی کے لئے بڑے بھائی کے سپرد کیا گیا تھا۔

حضرت قاضی رکن الدین | آپ حضرت قدوة الکبرا کی خلافت و اجازت سے مشرف تھے۔ خلافت ملنے کے بعد آپ کو موضع دو بنیری کی جانب نزد مقام حاجی پورہ بھیج دیا گیا۔ آپ نے

وہاں خانقاہ تیار کی اور گرد و پیش کے لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ ان (قاضی رکن الدین) کو شیخ آدم عثمان کے سپرد کیا گیا کہ باہم رہیں۔ جب شیخ آدم مذکور حاجی پور کی جانب روانہ ہوئے تو فرمایا کہ شمال میں گھوٹی سے کسی تک پہاڑ کی طرف تمہیں دیتا ہوں، یہ دونوں بھائیوں کا حصہ ہے۔

شیخ نور الدین | آپ کی ذات گرامی عجوبہ روزگار ہے۔ یہ علوم شرعیہ میں یگانہ اور اصول و فرع میں جدید و حیدر ہیں۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت قدوة الکبرا ہنگالہ سے حضرت مخدومی سے شرف نیاز حاصل کر کے

براستہ دو بنیری واپس آرہے تھے تو شدید بارشوں کے باعث چند روز یہاں دو بنیری میں ٹھہرنا پڑا تو یہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان میں نور عقیدت دیکھا اور ان کی ذات میں خلوص پایا تو ان کو شرف ارادت کے مشرف فرمایا آپ حضرت قدوة الکبرا کے ہم رکاب وہاں سے روح آباد آئے یہاں کئی چلتے گئے اور چند بار خلوت نشین ہوئے۔ جب یہ سخت ریاضتوں سے فارغ ہوئے تو واردات عالیہ اور مقامات کمالیہ سے سر بلند ہوئے۔ جب ان میں خلافت کی استعداد پیدا ہو گئی تو خلافت سے مشرف کئے گئے۔ عطاء خلافت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب تم اپنے ملک کو واپس جاؤ تاکہ وہاں کے لوگ تم سے بہرہ مند ہو سکیں لیکن شرط یہ ہے کہ حضرت شیخ آدم کے ساتھ ان کی اتباع میں کام کرنا قصہ کوتاہ یہ کہ تینوں بزرگوں کو اس علاقہ میں روانہ کیا گیا اور ہر ایک کو خلافت سے بھی نوازا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام | آپ جامع فضائل و کمالات تھے۔ فنون عجیبہ و لطیفہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ علم ہیئت و نجوم میں ان کو کمال حاصل تھا۔ ساکنان و اہالیان گجرات ان فنون میں اپنی تمام زندگی گزار دیتے ہیں۔ جب حضرت قدوة الکبرا گجرات کی طرف تشریف لیگئے تو

شیخ الاسلام نے پہلی ملاقات میں چند علمی مسائل حضرت سے بطور آزمائش دریافت کئے۔ حضرت نے ان کا کافی و دانی جواب مرحمت فرمایا لیکن یہ محض اپنی خود نمائی کے لئے کج بخشی کرتے رہے اور بے کار شور و غل مچایا۔ بات نے مناظرے کا رنگ اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ ایک دن دار الخلافہ احمد آباد کی جامع مسجد میں جہاں کثرت سے لوگ موجود تھے انہوں نے بہت زیادہ یادہ گوئی سے کام لیا۔ حضرت قدوة الکبرا نے اس پر بھی تحمل و برداشت کا مظاہرہ کیا۔ جب یہ ٹھہر واپس آئے اور رات کو سوئے تو ان کو تنبیہ کی گئی کہ ”خبردار سید قدوة الکبرا سے مکابرہ مت کرو اور اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو پھر تم جانو“ جب صبح کو یہ بیدار ہوئے تو انہوں نے وہاں کے حاکم (دالی احمد آباد) کو اپنا سفر نامہ بنایا اور گناہ سے غرضخواہی کی۔ حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ اب تک تو ہماری طرف سے وفا اور تمہاری طرف سے جفا کا سلسلہ جاری تھا لیکن اب نہ وفا نہ جفا بلکہ یہ محض صفا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت نے ان کو معاف کر دیا۔ شیخ الاسلام اسی وقت حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اس سفر میں حضرت قدوة الکبرا دو سال تک سرزمین گجرات میں

رہے شیخ الاسلام ہر وقت حاضر خدمت رہتے تھے۔

جب یہ خدمات شائستہ سجالائے اور ضروری ریاضتوں سے فراغت پا چکے اور لم بڑی اہلیت اور صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی تو ان کو شرف خلافت سے سر بلندی بخشی گئی۔ ہر چند کہ اس مملکت میں حضرت کے اور بہت سے خلفاء اور اصحاب موجود تھے لیکن علاقہ گجرات کے ارادت مندوں کی تربیت ان کے سپرد کر دی گئی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان پر حسد بھی کیا۔

جب حضرت قدوة الکبر نے دلی کا عزم سفر فرمایا تو یہاں کے احباب و اصحاب کے استفادہ کے لئے آپ نے "آشرف الفوائد اور فوائد الاشرف" کے نام سے رسالہ لکھ کر شیخ الاسلام کے سپرد فرمادیا، جیسا کہ حضرت نے اس سالہ کے دیباچہ میں اظہار فرمایا ہے۔

حضرت شیخ مبارک | آپ گجرات کے اکابر و امثرت سے ہیں شیخ صاحب علوم ظاہری و باطنی کے لباس سے آراستہ دہراستہ تھے اور فضائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ سے بہرہ ور تھے، اپنے حضرت قدوة الکبر کی اس قدر مالی و بدنی خدمت انجام دی ہے کہ اور کوئی دوسرا ایسی خدمت نہیں کر سکا شیخ مبارک حضرت قدوة الکبر کے ساتھ روح آباد آئے اور یہاں آکر متعدد چلے گئے اور سخت ریاضتوں میں مشغول رہے تب آپ کو خلافت و اجازت کے شرف سے مشرف کیا گیا اور گجرات واپس جانے کا حکم دیا گیا اور شیخ الاسلام کے لئے علم و طوغ ان کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ اور شیخ الاسلام سے ان کی سفارش فرمائی۔ حضرت قدوة الکبر نے اپنے مکتوبات میں شیخ الاسلام کے لئے جو حقائق و معارف تحریر فرمائے ہیں کسی اور کھلے اس قدر معجز تحریر میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شیخ حسین | آپ بھی حضرت کبیر اصحاب کبار اور اصحاب نامدار میں سے ہیں حضرت قدوة الکبر نے جس قدر ظاہری و باطنی التفات ان پر مبذول کیا اور مقامات مصطفوی سے آگاہی ان کو عطا فرمائی کسی دوسرے شخص کے حصے میں نہیں آئی۔ ان کا تعلق دو دمان خلیجی و خاندان محمدی سے تھا، بڑے صاحبِ دت و صاحبِ منصب تھے لیکن جب توفیق ازلی اور سعادتِ لم بڑی نے دستگیری کی تو شرف ارادت سے مشرف ہوئے سخت مجاہدے کے بعد مقاماتِ طریقت سے جب انہوں نے خود کو آراستہ کر لیا تب خلافت اور خرقہ کا حصول ممکن ہوا آپ کا مقام سکونت دہنیری تھا اور قرب و جوار کے لوگ ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ سرمد چنارن و درمیکر کی نیابت ان کے سپرد کی گئی بنگالہ کے بادشاہ کو شیخ سے خاص عقیدت تھی اس نے آپ کے اصحاب کی رفاہ و معیشت کے لئے کچھ رقم بطور نذرانہ بھیجی۔

شیخ صفی الدین | آپ نے جو اعلیٰ مرتبہ پر فائز اور صاحبِ ثروت امیر تھے، اس بات کی خواہش کی کہ تمام دنیوی معاملات سے دستبردار ہو جائیں لیکن حضرت قدوة الکبر نے قبول نہیں کیا اور ان سے فرمایا کہ مقصود اصلی کام ہے نہ کہ اضطرابِ ربے چارگی، کہ حق تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو مراتبِ شان و شوکت کے باوصف اپنا قرب عطا فرمایا ہے چنانچہ ایک مثال شیخ ابوسعید ابوالخیر کی ہے کہ جاہ و مال کی فراوانی

کے باد صق قرب خداوندی سے نوازے گئے، پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

شعر

حاجت بکلاہ تر کی داشت نیست

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

ترجمہ :- تم کو ترک جادوانی کہ ٹوپی سر پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کلاہ ثروت و مال سر پر رکھو لیکن درویش صفت بن جاؤ۔ چنانچہ حضرت قدوة الکبر ان کی اس خواہش کی پذیرائی سے ہمیشہ اعراض فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ دولت باطنی ان کی مددگار ہوئی۔ تب حضرت نے ظاہری و باطنی اشغال سے ان کو سرفراز فرمایا۔

ان میں بہت ہی قوی اور عالی جذبہ پیدا ہو گیا تھا لیکن پیروں کی حفاظت ان کے کام آئی۔ ان کو پہلے خرقہ تبرک عطا کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ خان موصوف خرقہ کو خلعت خانی اور عبائے سرداری کے نیچے ہمیشہ پہنتے تھے۔ ایک روز حضرت قدوة الکبر کی خدمت میں اسی حالت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

شعر

بزرگان کہ نقد صفا داشتند

چنین خرقہ زیر قبا داشتند

ترجمہ :- وہ امرا جو صفائے قلب کی نقدی سے مالا مال ہوتے ہیں وہ اسی طرح قبائے سرداری کے نیچے خرقہ فقر پہنا کرتے ہیں۔ آپ بھی حضرت قدوة الکبر کے منتخب اصحاب اور چیدہ احباب میں سے تھے۔ حضرت ان پر استفادہ عنایات فرماتے اور اتنا التفات اُن سے کرتے کہ دوسرے اصحاب سے ایسا کم ہی التفات تھا۔

شیخ محمود کنتوری

وہ سفر و حضر میں حضرت کی ملازمت میں رہتے تھے۔ جب ریاضت و مجاہدہ کی تکمیل ہو گئی تو خرقہ خلافت اور اجازت سے سرفراز کئے گئے اور اُن کو وطن مالوف کی طرف روانہ کر دیا گیا جہاں قرب و جوار کے سب لوگ آپ کے مرید ہو گئے اور ان سے استفادہ کرنے لگے۔ ایک روز حضرت قدوة الکبر سے کنتور میں استدعائے ضیافت کی۔ اور حضرت دالاکو اپنے مکان پر لے گئے اور دوسرے اصحاب و احباب کو بھی مدعو کیا۔ جب حضرت کا محاذہ قصبہ انجولی کے قریب پہنچا جو اسی زمانہ میں آباد ہوا تھا تو سالار صیف خان نے جو قصبہ انجولی کے بانی تھے آپ کا استقبال کیا اور حضرت سے ضیافت قبول کرنے کی استدعا کی۔ غالباً اسی دن ان کے یہاں منزل نو کے سلسلہ میں دعوت تھی۔ اس قصبہ کے تمام اکابر و اشراف ان کے یہاں موجود تھے جب حضرت ان کے نو تعمیر شدہ مکان میں تشریف لے گئے تو وہاں قوال بھی موجود تھے۔ محفل سماع شروع ہو گئی۔ آپ پر کیفیت طاری ہو گئی اور گریہ طاری ہو گیا، خان مذکور کی عورتیں دوسرے مکان میں تھیں انہوں نے جب سنا کہ کوئی درویش تشریف لائے ہیں اور قوالی سن رہے ہیں اور اُن پر رقت و گریہ طاری ہو گیا ہے تو آپس میں کہنے لگیں کہ یہ تو مبارک فال نہیں ہے۔ ہم کو تو پہلے اس مکان میں میزبانی کرنا تھی (ضیافت کرنا تھی)۔ جب حضرت قدوة الکبر کی حالت منبھلی اور آپ عالم شعور میں آئے تو آپ نے سالار صیف الدین کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ اپنی عورتوں میں جاؤ اور ان سے کہو کہ تم مطمئن رہو کہ ہم نے

اپنے گریہ سے تمہاری ادلاد کی جڑوں کی پرورش کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے آثار تادیر باقی رہیں گے۔
یہاں سے حضرت قدوة الکبر اقصیٰ کنز الایمان حضرت شیخ محمود کنز الایمان کے مکان میں نزول اجلال فرمایا، انہوں نے ضیافت و مہمانداری کی خدمات شائستہ انجام دیں۔ ضیافت سے فراغت کے بعد حضرت شیخ سعد اللہ کیلئے دار کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اور ان سے ملاقات ہوئی۔ سادات کنز الایمان میں سے ہر ایک نے نوبت بہ نوبت حضرت قدوة الکبر کی ضیافت کی۔ آپ نے سادات کنز الایمان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ صحیح النسب سید ہیں اور ان کو تاکید فرمائی کہ تم لوگوں میں سے کوئی اطراف و نواح میں شادیاں نہ کرے۔ جب روانہ ہوئے تو شیخ سعد اللہ نے خرقرہ کی التماس کی۔ آپ نے ان کی التماس قبول کی اور فرمایا الفقیر کففس واحد (فقیہ ایک جان کی مانند ہیں) بالخصوص خاندان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ قدوة العلماء، زبدۃ العلماء، زمانہ تھے، آپ حضرت کے خلع لے کر رہیں گے۔

**حضرت شیخ عبداللہ
الصدیقی بنارس**

جب حضرت قدوة الکبر جو بنو سے بنارس کی طرف روانہ ہوئے تو ایک جگہ سے کے قریب ایک مکان میں آپ نے قیام فرمایا اور بہت دنوں تک یہاں مقیم رہے۔ ایک دن مہینہ سیر کے طور پر اس معبد اہم (جگہ سے) میں تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ بادیہ فطالت کی ایک جماعت اور محراب جہالت میں بیٹھتے پھرنے والوں کا ایک غول دہاں موجود ہے اور بڑے صدق دیناز کے ساتھ ان بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا ہے

شعر

اگر نقش رخ و زلف نبودی در ہمہ اشیاء

مغان ہرگز نہ کردند ہی پرستش لات و عزلی را

ترجمہ ۱۔ اگر اے محبوب حقیقی! تیرا نقش رخ و زلف تمام اشیاء میں جلوہ گر نہ ہوتا تو یہ بت پرست ہرگز لات و عزلی کی پرستش نہ کرتے۔
ایک دن کافروں کی یہ جماعت اور مشرکوں کا یہ گروہ جو بتوں کے سجداری تھے حضرت قدوة الکبر کے دیکھنے (ملاقات) کے لئے آئے۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کے دین و مذہب کی فضیلت کی بات ہونے لگی۔ ہر ایک اپنے اپنے مذہب کی فضیلت میں دلائل پیش کرنے اور اپنے مذہب کی ترجیح ثابت کرنے لگا، اسی گفتگو میں کرامت دکھانے کی بھی بات چھڑ گئی حضرت قدوة الکبر نے فرمایا اگر یہی پتھر (بت) تمہارے دین کی تکذیب کر دی تو تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم عہد کرتے ہیں۔ حضرت نے پتھر کے ایک بت کو جو زمین پر پڑا تھا اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور فرمایا کہ لے پتھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا اور برحق ہے تو کہہ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، آپ کے یہ فرمانے ہی اُس بت نے نہایت واضح آوازیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اسی وقت تقریباً ہزار افراد سجداری اور اس کے چیلے سب کے سب مسلمان ہو گئے اور ایمان لے آئے۔

(الْحَمْدُ لِلّٰہ)

لطیفہ ۱۶

مشائخ کرام کے کلماتِ شطیحات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح

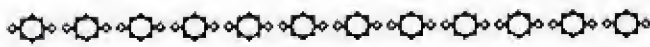
(در بیان معنی کلماتِ مشائخ از شطیحات و امثال آن)

حضرت قدوة الکبر نے ارشاد فرمایا:-
 أَلَسَّطَحٌ هَؤُلَاءِ قَاضِيَةٌ مَاءِ الزَّيْفَانِ عَنْ ظَرْفِ اسْتِعْدَادِ الْعَارِفِينَ حِينَ الْاَمْتِيَانِ.
 شطح کے معانی یہ ہیں کہ خدا شناسوں (عارفوں) کے ظرف استعداد کے پرم ہو جانے پر اس سے عرفان کے پانی کا چھک جانا۔
 حضرت قدوة الکبر نے مزید فرمایا کہ صوفیائے کرام کا طریقہ جاریہ اور قانون مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلماتِ شطیحات کو نہ تو قبول کرنا چاہیے اور نہ ان کو رد کرنا چاہیے کہ یہ مقام وصول کا مشرب ہے عقل و خرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔

بعض صوفیائے کرام نے مشائخ کے شطیحات کی ایسی شائستہ تاویل کی ہیں اور جن معنی دہل ہیں استعمال کئے گئے ہیں ان کی نہایت خوبی سے تشریح کی ہے اور اس طرح کہ وہ ادراک کے قابل بن گئے ہیں اور جو پاک طبع سامع ہے وہ ان کو سمجھ لیتا ہے۔
 قطعہ

چو جام از بادہ عرفان پُر آید بریزد جرعه او بر زمین ہم
 بدان یک جرعه خوردن از حریفان ندیم خاص باید نازنین ہم

توضیح:- سبب جامِ بادہ عرفان سے پُر ہو جاتا ہے تو اس سے ایک جرعه زمین پر بھی گر جاتا ہے لیکن اس ایک جرعه کو پینے کے لئے خاص ندیم ہونا چاہیے جو نازنین بھی ہو۔ ہر ایک اس کو نہیں پی سکتا۔
 حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اکثر اصحاب عرفان اور بیشتر ارباب و صہدان، صاحبانِ صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات اربابِ سُکر ہیں کبھی کبھی غلبہ حال اور حیرت وصال میں ان حضرات سے کلماتِ شطیحات دور ہو جاتے ہیں اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہو جاتا ہے وہ حضرات ان کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں اور اصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک بار کے بعد اگر بارِ دگر سخن شطح اور کلام سُکر آئیں ہماری زبان سے جاری ہو تو وہ اس کے تدارک کی کوشش کریں۔ آیات
 چون من سر نوش شوم از بادہ جام روان پختہ بود از مشرب خام
 دران مستی اگر از من زندہ سر سخن بیہودہ ای یارم وہ اندام



ترجمہ اس کے اگلیں جام شراب سے سرخوشی اور مستی میں آجاتا ہوں تو یہ سمجھو کہ جان بادۂ غم پینے سے اور سنجہ ہو جاتی ہے۔ اس مستی میں اگر مجھ سے کوئی بات سرزد ہو جائے تو نے میرے دوست اس بیہودہ بات کو نظر انداز کر کے چنانچہ حضرت سلطان العارفين (حضرت بایزید بسطامیؒ) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:-
بے شک مسکرا اور غلبہ حال میں ابویزید بسطامی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ”سبحانی ما اعظم شانی“ میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے۔ جب اس حال سے ان کو افادہ ہوا تو ان کے اصحاب نے کہا کہ آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکلے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تم جس وقت پھر میری زبان سے ایسے الفاظ سنو تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اور انہوں نے سب کو ایک ایک پھری دے دی اور ان پر اس حال کا جب غلبہ ہوا اور انہوں نے پھر دوبارہ وہی الفاظ کہے تو ان کے اصحاب نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا قصد کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ تمام گھراؤں سے بھرا ہوا ہے (سائے گھر میں ابویزید موجود ہیں) مریدوں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور وہ صورت جس سے تمام گھر بھر گیا تھا چھوٹی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ابویزید نمودار ہو گئے۔ ان کے اصحاب نے اس چیز کے بارے میں کہا جو انہوں نے دیکھی تھی تو انہوں نے کہا کہ ابویزید تو یہ ہے اور وہ ابویزید نہیں تھا اور ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹی صورت کو بڑی صورت دے دیتا ہے اور اسی طرح بڑی صورت کو چھوٹا کر دیتا ہے اور بے شک جبرئیل علیہ السلام مریم بتول کے پاس ایک انسان کی صورت میں آئے جس کا نام تقی تھا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ارباب صحو و مسکر کے بارے میں اصحاب طیفور اور اصحاب جنید کے درمیان اختلاف ہے۔ طیفوری اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارباب مسکر اصحاب صحو سے افضل ہیں کہ مسکر ایک نعمت الہی ہے اور صحو بندہ حق کی کبھی حرکات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواہب کو مکاسب پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔

ابیات

ہر آن لطفی کہ از محبوب باشد یقین می دان کہ آن مرغوب باشد
کمال عاشق از معشوق می دان نہ زبید چون بد و منسوب باشد

ترجمہ ابیات :- ہر وہ لطف جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے یقین جانو کہ وہ مرغوب ہوتا ہے۔ عاشق کا کمال تو محبوب کی ذات سے ہے اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے کہ اس کمال کو عاشق سے منسوب کیا جائے۔ پیردان حضرت جنید کا خیال ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صحو مسکر سے اعلیٰ اور برتر

سہ عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔

ہے اس لئے کہ سکر میں ترقی مدارج اور عروج کا حصول منقطع ہو جاتا ہے، برخلاف صحو کے کہ صحو میں حصول مراتب اور وصول مناقب کی کوئی انتہا نہیں ہے صحو میں حصول مراتب بہر طور ممکن الحصول ہیں پس مرتبہ اول کو مرتبہ آخر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

چہ نسبت در میان این و آن است
سکہ فرش از زمین تا آسمان است

ترجمہ: سکر صحو کے برابر نہیں ہو سکتا۔ دونوں مراتب میں زمین و آسمان کا فرق ہے
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ سکر صحو سے برتر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ صاحب صحو ذات الہی سے رابطہ (ربط رکھنے والا) ہوتا ہے اور یہ مقام تمکین ہے اور حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام ہے علاوہ ازیں صحو اہل مکاشفہ کوحقائق علوم سے مغلوب رکھتا ہے جس سے افعال کی درستی اور احوال کی آراستگی ہوتی ہے۔

رسالہ کشمیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سکر کو صحو پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ صاحب سکر کبھی لبطل کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی لطائف جمال کے کشف پر وجد میں ہوتا ہے اور صاحب سکر شواہد حال پر قائم رہتا ہے اور حال صحو میں یہ شواہد بشرائط علم میسر ہو سکتے ہیں اور مقام سکر میں شواہد حال بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اور وقت صحو میں بے تصرف اور صحو اور سکر سرحد بختی ہیں۔

”عارف المعارف“ میں بیان کیا گیا ہے کہ ”سکر“ درباب قلوب کے لئے مخصوص ہے اور یہ حال کاغلبہ ہوتا ہے۔ مشائخ کبار اور شیوخ نامدار کی زبانوں سے بعض اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جن میں عجیب عجیب اسرار اور غریب و نادار آثار پنہاں ہوتے ہیں۔ ان ہی سے سکر کے حال کی بقا ہے لیکن صاحب صحو کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔

سکر دو طرح کا ہے۔ ایک سکر تو محبت سے پیدا ہوتا ہے اس کے لئے کسی دوسرے سبب یا محرک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس میں رویت منعم کے انوار ہوتے ہیں۔ ان انوار کا مشاہدہ کرنے والا خود کو نہیں دیکھتا۔ یہ مقتدی حضرت کو میسر ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا سکر وہ ہے جو شراب مودت (دوستی) سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا اظہار مشاہدہ نعمت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود دیکھتا ہے (یعنی اس قسم دوم میں نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اول میں منعم کا) ایسے سکر کو صحو پر فضیلت نہیں ہے۔

سکر کی طرح صحو بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو اقامت محبت کے کشف سے ظہور میں آتا ہے دوسرا صحو غفلت سے اور یہ دونوں اس راہ کے مبتدیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس یہ صحو اس سکر پر کس طرح فضیلت پاسکتا ہے لیکن جب سلطان حقیقت جمال کی جلوہ آرائی فرماتا ہے تو پھر سکر و صحو دونوں اس جمال کے طفیلی بن جاتے ہیں، اور جب سالک ذوق و شرب کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت

نہ صحو باقی رہتا ہے اور نہ سُکر۔
ذوق و شرب اسی صحو و سُکر کے ثمرات سے مراد ہیں جس کے نتیجے میں آثار کشف و تجلی و ارادات
حاصل ہوتے ہیں۔ صاحب ذوق صاحب سُکر ہوتا ہے اور صاحب شرب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ
اسی سُکر کا بقیہ ہوتا ہے۔ ذوق: رنج و راحت اور لذت ہے۔ شراب: حلاوت و لذت طاعت
و عبادت کو کہتے ہیں۔ شرب کے معنی اُس بہرہ اور نصیب کے ہیں جو شراب مودت سے حاصل ہوتے
ہیں جسکی محبت مرتبہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اُس کا شرب دوامی بن جاتا ہے پھر اس کا صحو حتی کیلئے ہوتا ہے۔
جس کسی کا شراب صافی ہے اس کا صفا و شرب باقی رہتا ہے۔

شربنا الحب کا سا بعد کا پس میں نے پئے شراب محبت کے اتنے جام
فما فقد الشراب و ما رویت خالی پڑے ہیں جم گرا اس پہ ہوں تشنہ کام
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اصحاب صحو و سخت تمکین پر متمکن ہوتے ہیں اور ارباب سُکر
شراب تلون سے مخمور رہتے ہیں۔ اہل تمکین کے لئے ستر اور پردہ داری لازمی ہے۔ ہر چند کہ یہ اصحاب
شراب معارف سے چھکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن وہ مدہوش نہیں رہتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر
کو مغلوب نہیں کرتا کہ محققان روزگار اور واصدان حق کی یہی سیرت ہے مگر اصحاب تلون کا حال اسکے
برعکس ہے۔ ان کا ظرف استعداد تھوڑی سی شراب عرفان سے بھر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب جام
بُر ہو جائے گا تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ چھلکے گا۔

ندیمانی کہ در بزم شراب آند
یکی از جام عرفان سرخوش آید
دو گو نہ می شوند از ذوق مستی
دگر خواہد بستی چیرہ دستی

ترجمہ ۱۔ بزم سے کشی میں جوئے نوش سے نوشی کر رہے ہیں اُن کی ذوق مستی کے اعتبار سے دو حالتیں
ہوتی ہیں ایک تو وہ مے کش میں جو شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں لیکن مدہوش و بدست نہیں
ہوتے اور کچھ ایسے ہیں کہ مست ہو کر چیرہ دستی اور بے خودی میں گر جاتے ہیں مستی کا اُن پر اس قدر
غلبہ ہوتا ہے کہ وہ ہوش میں نہیں رہتے۔

تلون ارباب طریقت کی صفت ہے اور تمکین اصحاب حقیقت کی سیرت ہے۔ پہلا گروہ ہمیشہ
احوال کی ترقی میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ مسند وصال پر متمکن ہوتا ہے اور ان ارباب وصال کی نشانی
اور علامت یہ ہے کہ بالکل اپنی ذات سے جدا ہوتے ہیں اور حال تمکین میں کار اور مقصود ایک بلکہ کی طرح
بن جاتے ہیں اور اس کے لئے اُن کو کوشش اور سعی نہیں کرنا پڑتی۔ تم ان کو نو باتوں میں پاسکتے ہو۔

ان میں سے تین چیزیں مال (مالیت) سے تعلق رکھتی ہیں۔

۱۔ بیماری - ۲۔ غریبی - ۳۔ درویشی

اور تین چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں ۱

۱۔ ظن (گمان) ۲۔ تہی ۳۔ ہمت

اور تین چیزوں کا تعلق عادت سے ہے :

۱۔ خشم (غصہ) ۲۔ بیم (امید) ۳۔ حاجت (ضرورت)

منقول ہے کہ جب بعض اصحاب عالم تمکین میں پہنچتے ہیں تو امیری اور ذیوری ان کے حال میں مزاحم نہیں ہوتی۔

بعض عارفوں نے فرمایا ہے :

”التمکین دفع التلویین“ یعنی تلویں کا دور ہو جانا تمکین ہے۔

حقیقت میں محققین کا محل کمال میں اقامت گزیں ہو جانا اور دصال کے عالی درجہ پر پہنچ جانا اور پیشگاہ وصول میں منتہی حضرات کا مقیم ہونا تمکین ہے۔ تلویں تو مبتدیوں کا ایک درجہ ہے اور اس راہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مال تلویں میں تھے کہ کوہ طور پر تجلی الہی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور حبیب خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم متکین تھے کہ مکہ سے مقام قاب قوسین تک سے جمیع منازل آپؐ نے طے فرمائے اور تجلی الہی سے سرفراز ہوئے لیکن بے خبر اور بے خود نہ ہوئے۔

یکی از دست رقت از جرعه جام دگر نچہا کشید از صبح تا شام

بود آن سر بکود و بیشہ دادہ بود این تازہ در مجلس بہ بادہ

ترجمہ :- ایک بادہ کش تو ایسا ہے کہ ایک جام سے ایک گھونٹ پی کر بھی مست و بے خود ہو جاتا ہے اور دوسرا بادہ کش صبح سے شام تک خم کے خم خالی کر دیتا ہے۔ ایک تو ایک جرعه پی کر مست و بے خود ہو جانے والا مستی میں کوہ و صحرا کی طرف نکل جاتا ہے اور دوسرا خم پر خم پی کر بھی مجلس میں تازہ دم رہتا ہے۔

تمکین سے مراد یہ نہیں ہے کہ صاحب تمکین بالکل متغیر نہیں ہوتا۔ متغیر تو ضرور ہوتا ہے کہ اس میں بشریت کا عنصر باقی ہے بلکہ تمکین سے یہ مراد ہے کہ اس حال تمکین میں حقیقت سے اس پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں رہنے پاتا بلکہ اس میں اور بھی زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے۔ بیت

تا بہ منزل درسی باید کہ جائی نیستی

گر بموئی بازمانی مردان رہ نیستی

ترجمہ :- جب تک تو منزل پر پہنچ نہ جائے تو یہ سمجھ کہ یہ تیرے مقام کی حد نہیں ہے اور اگر اس منزل سے تو ذرا سا

پچھے رہ گیا تو پھر مردِ راہ نہیں ہے۔

تلوین اس کے برعکس ہے لیکن صاحبِ فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اصحابِ تلوین اصحابِ تمکین سے افضل ہیں جیسا کہ لطیفہ اصطلاح میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کا یہ قول چند مقدمات پر مبنی ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ شطیحات کا صدور صاحبِ نگر سے ہوتا ہے جو تلوین کے لوازم میں سے ہے اور معاملات اصحابِ صحو سے صدور پاتے ہیں کہ یہ امر تمکین کے خواص میں سے ہے۔ اب رہے بعض وہ حضرات جو بزمِ شکر و مستی میں شرابِ معرفت کے پینے والے ہیں اور غلبہ کی محفل کے ندیم ہیں وہ ایسے اربابِ تجدد ہیں جنہوں نے عیال کے وصال کے بستر پر آسودگی نہیں پائی ہے۔ (ازدواجی زندگی بے انگ تھلک ہیں)

حضرت شیخ مشرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کی مجلس میں کسی نے منصور صلاح کا ذکر چھیڑا اور اُن کی ہلاکت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ اُن کو لوگوں نے مار ڈالا۔ اگر یہ فقیر اس زمانے میں ہوتا تو اُن کے درد کا مداوا کرتا۔ حضرت کے مریدوں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ اُن کا مداوا کس طرح فرماتے؟ آپ نے فرمایا میں اُنکو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیتا۔ آپ کا یہ جواب شکر بعض حضرات نے لفظ ازدواج سے یہ نتیجہ نکالا کہ طریقت میں ازدواج ایک مقام ہے (ایک مرتبہ کا نام ہے جس میں غلوت فردیت سے مرید کو نکال کر دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے یا تفرقہ سے نکال کر حالِ جمع میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اب بھی اس لفظ کے معانی کے سلسلہ میں یہی خیال کیا جاتا ہے لیکن اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں لفظ ازدواج کے یہی ظاہری معنی ہیں (شادی بیاہ کرنا) کہ جب ایسا شخص کسی آزاد خاتون کے وصل سے بہرہ یاب ہوتا ہے تو ہر بار کے حفظ وصل سے شورش کا یہ بخار کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اس قسم کی ناگفتنی باتیں کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک تنبیہ بھی موجود ہے کہ بھال مجازی سے کمال کی نسبت ضائع ہو جاتی ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ دریائے لذت میں متفرق ہیں اور جو ایسی شہوت میں پھرتے رہتے ہیں کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ البتہ یہ نقصان کاملین کے طبقہ کے لئے موجب کمال ہے جو اس راہ میں پوشیدہ ہے اس سے یعنی ازدواج سے ان کے عشقِ حقیقی کا زوال نہیں ہوتا۔

بیت

چہ نسبتِ پنختہ را با خام باشد

کہ این مبداء و آن انجام باشد

ترجمہ: خام کو پنختہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ یہ تو مبداء ہے اور وہ انجام ہے۔

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کسی صاحبِ عیال صوفی سے شطیحات واقع نہیں ہوتے ہیں یہ ستر حضرات جن سے شطیحات

منسوب ہیں ان میں شاید ہی کوئی صاحبِ عیال ہو لیکن یہ نسبت کلی بھی نہیں ہے کیونکہ کئی صاحبِ عیال بھی ایسے ہوئے ہیں جو شوشر، مہمان میں مبتلا ہوئے اور یہ تقاضائے بشری نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بے خود کر دیتا ہے جیسا کہ سید الطائف حضرت حنید بغدادی قدس اللہ تبارک نے کہا ہے میں نے ایسے مشرولوں کو پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش اور بندگی محض وہم و خیال سے کرتے ہیں اور میرے بھائی بایزید بھی ان ہی میں سے ہیں۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا ”اب تم میری بات گوش و ہوش سے سنو اور دل و جان میں اس کو جگہ دو کہ سید الطائفؒ نے جو لفظ ”وہم و خیال“ استعمال فرمایا ہے۔ یہ وہ وہم و خیال نہیں ہے جو عوام پر چھایا ہوا ہے بلکہ کل متکلم بتکلم باصطلاحہم“ (یعنی ہر ایک اپنی اصطلاح میں کلام کرتا ہے) اس سے وہ وہم مراد ہے جو کلماتِ مشائخ میں استعمال ہوا۔ وہم ہے کہ ”الوہم سلطان الاعظم فی هذا الطريق“ (اس راہ تصوف میں، وہم سلطان اعظم کا مرتبہ تھا ہے) پس سید الطائف قدس سرہ کا سلطان العارفین کے وہم کی طرف اشارہ ان کی حالتِ تلوین سے ہے خود ان کے حال کے برعکس کہ سید الطائف حالتِ تمکین پر متمکن تھے یا یہ کہ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حال کے تفوق کا اظہار کیا ہو (اللہ تعالیٰ حقیقت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

شطح :- سلطان العارفین بایزید بسطامی نے فرمایا :-

”سُبْحَانِي مَا اعْظَمُ شَانِي“ (میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے)

اس بات کو حضراتِ صوفیہ سے جو اہلِ تجربہ ہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ ان پر حضرت بایزیدؒ پر یہ دولت یکے بعد دیگرے نازل ہوئی۔ پس انہوں نے اپنے نفس میں بقدر اپنے حال کے اس سے کوئی چیز پائی۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کلام کو ان کی زبانی جاری فرمایا۔ ابوزید کے قصد کے بغیر بالکل اسی طرح جیسے دل میں بغیر قصد کے ذکر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کے قول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی کا ذکر اپنے بندے کی زبان سے جاری فرمادیا، لہذا اس میں کوئی دشواری اور استحالہ نہیں ہے ”فَمَا هَذَا التَّعَبُ“ اور اس امر کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ ابوزید نے کہا کہ ”اللہ! اگر ایک دن میں نے یہ کہا کہ میں پاک ہوں اور میری شان کس قدر بزرگ ہے“ تو میں آج ایک محوسی کافر ہوں۔ چنانچہ اب میں زنا ر توڑتا ہوں اسی لئے اب میں کہتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ بعض علماء کہتے ہیں کہ ابوزید کے اس کلمہ کے بارے میں استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں بعض وظائف میں مشغول تھا۔ پس میں نے ”سُبْحَانِي“ اپنے پروردگار کی طرف سے بطریق حکایت کہا تھا جس طرح کوئی شخص سورہ ظہ میں رَاقِيْ اَکَادَرْتُکَ کہہ دیتا ہے۔“

اور اس معنی میں انا برا لے تعجب ہے جو عظمت و بزرگی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ عین القضاۃ ہمدانی کہتے ہیں کہ ”ابوزید کے قول ”سُبْحَانِي مَا اعْظَمُ شَانِي“ اور

منصور حلاج کے قول ”انا الحق“ یہ دونوں اقوال سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف رجوع ہوتے ہیں ”من رانی فقد راي الحق“ یعنی جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا مطلب یہ ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ“ یعنی جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ پس لفظ ”سبحان“ اور حق جو انہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے ثبوت اتحاد و محبت کیلئے۔ ان ادراک (لطائف اشرفی) کا جامع کتاب ہے ”کے سبحان“ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ پس اُن کا ”سبحانی“ کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کس چیز نے میرے امر کو بزرگ کیا یعنی اس کو عظیم بنایا۔ یہ معنی معرفت میں علو درجہ کی طرف رجوع کرتے ہیں پس اُن کے قول کے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ تحقیق کہ اس میں سلطان العارفین کو خطاب کیا گیا ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی نے جو معنی بیان کئے ہیں اس میں تامل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عین القضاۃ کا قول بایزید کے قول پر جب مصداق صحیح ہوتا کہ وہ اَنَا اللَّهُ اَنَا الْخَالِقُ کہتے اور ایسا انہوں نے کہا نہیں،

شطح :- حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول : يَكُونُ النَّاسُ تَحْتَ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَمَحًا يَكُونُ تَحْتَ لِوَاءِ قَوْلِهِ لِوَاءِيْ اَعْظَمُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ (قیامت کے دن لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کا قول کہ میرا جھنڈا زیادہ عظیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے) اس شطح کے بارے میں کہا گیا کہ ”یہ ابوزید سے کہا گیا کہ لوگ قیامت کے دن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء کے نیچے ہوں گے“ یہ قول ابوزید کے لئے تھا اُن سے کہا گیا تھا اُس وقت اُن پر حال غالب تھا اور سر کی قوت شدید تھی پس اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو ”مُحَمَّدٌ يَكُونُ تَحْتَ لِوَاءِنَا“ اُن کے ارادے کے بغیر اُن کی زبان سے جاری کر دیا۔ پس یہ قول بایزید کا قول نہیں ہے بلکہ وہ منسوب ہے حق تعالیٰ سے۔ بعض اُن فقراء نے جو اہل خواہش و نفس دہوا ہیں کہا ہے کہ یہ قول بغیر کسی تاویل کے صحیح ہے۔ اُن کا تو یہ بھی قول ہے کہ ولی افضل ہے نبی سے، لیکن اُن کا یہ قول مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ جامع کتاب (حاجی نظام غریب یمنی) کہتا ہے کہ لواء دو قسم کا ہے وہ لواء جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ لوائے خواص ہے اور وہ فقراء اور عارفین ہیں اور وہ جو حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگا، وہ لوائے عام ہے۔ پس عوام لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قیامت کے دن ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس لوائے خواص کے نیچے ہوں گے جو لواء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بار اہا مجھے ”زمرۃ المساکین“ میں اٹھانا“ آپ کا یہ فرمانا برسبیل تواضع ہے۔

پس ابو یزید نے بوائٹا دلوائی جو کہا ہے اس سے مراد حق تعالیٰ ہے (ارادہ اللہ تعالیٰ) مگر انہوں نے اس کی اضافت بطور رخسار اپنی ذات کی طرف فقر و خدا شناسی کی وجہ سے کی اور کبھی کسی چیز کی اضافت دوسری چیز کی طرف ادنیٰ تعلق کی بنا پر بھی کی جاتی ہے جو اضافت بادی ملا بہت کہلاتی ہے مثلاً جس طرح لکڑیوں کا گٹھا لیجانے والے سے کہا جائے کہ اپنا کنارہ پکڑ (غذ طرف) باوجودیکہ وہ کسی طرف یا ست کا مالک نہیں ہے۔

شیخ ابو الحسن خرقانی کا قول

”اَنَا قُلٌّ مِنْ رَبِّي بَسْنَتَيْنِ“ (میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں)

اس سلسلہ میں معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ یزید بسطامی نے کہا ہے کہ میں ایک مدت تک یہ گمان کرتا رہا کہ میں خدا کی طلب کر رہا ہوں لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ حق تو مجھے زبانہ سابق سے طلب کر رہا تھا۔ شیخ ابو یزید نے یہ بھی کہا ہے

”مَتَدُ ثَلَاثِينَ سَنَةً كُنْتُ طَالِبًا لِلَّهِ تَعَالَى فَلَمَّا تَفَكَّرْتُ فِي ذَلِكَ كَانَ الطَّالِبُ هُوَ كُنْتُ اَنَا الْمَطْلُوبُ“

(میں تیس سال سے خدا کو طلب کر رہا تھا لیکن جب میں نے اس بارے میں غور کیا تو

معلوم ہوا کہ طالب وہ تھا اور میں اس کا مطلوب تھا)

اس قول کی تائید بھی حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ ”اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو میں افلاک دنیا کو پیدا نہ کرتا“ پس اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو یقیناً اس کی طلب پیدا نہ ہوتی کہ میری ذات جو تاریکی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو شیا طین کی صفات سے مرکب کیا گیا ہے اور اس کے نفس کو اس کا دشمن بنا دیا گیا ہے (یہ تھا ابو یزید قدس اللہ سرہ) کا مطلب اس قول سے کہ خدا طالب تھا اور میں اس کا مطلوب اب رہا حضرت ابو الحسن خرقانی کا قول کہ ”میں اپنے پروردگار سے دو سال چھوٹا ہوں“ اس سے وہی معنی نکلتے ہیں (جو ابو یزید کے قول کے ہیں) کہ حق تعالیٰ کی طلب میرے لئے مقدم ہے اور ابو الحسن کی طلب اس طلب سے دو سال متاخر ہے۔

جامع ملفوظات (لطائف اشرفی) عرض کرتا ہے کہ مجھ سے اس قول کے بارے میں بعض فقرام نے دریافت کیا پس میں نے اس قول میں غور کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت کبیر نے فرمایا کہ سنیین سے مراد دو صفتیں ہیں جو خواص واجب الوجود ہیں ایک وجوب وجود اور ایک قدم۔ یہ دونوں صفتیں ذات الہی کے لئے خاص ہیں کہ سالک کو اس راہ سلوک میں خواہ کتنی ہی ترقی اور عروج حاصل ہو جائے لیکن وہ وجوب اور قدم کی صفات کو نہیں اپنا سکتا اور یہی شیخ ابو الحسن خرقانی کے قول کا مقصد ہے۔

شطح ۱۔ شیخ ابوالحسین بن منصور حلاج کا قول ”انا الحق“ (میں حق ہوں)

حضرت منصور حلاج کے بارے میں حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ منصور حلاج کا تعلق طبقہ ثانیہ سے ہے ان کی کنیت ابوالغیث ہے۔ فارس کے مشہور شہر بیضا کے رہنے والے تھے، وہ اصل میں حلاج (ردئی دھکنے والے) نہیں تھے بلکہ اس انتساب یا لقب کی اصل یہ ہے کہ ایک روز یہ ایک حلاج کی دکان پر بیٹھے تھے۔ ابن منصور نے اپنے اس دوست کو کسی کام کے لئے بھیجا اور کہا کہ تم میرے کام سے جاؤ میں تمہارا کام نمٹا دوں گا۔ پس انہوں نے ان بنوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جو ردئی میں پورست تھے بس وہ تمام بنو لے (پنہ دانہ) ردئی سے الگ ہو گئے پس اسی دن سے ان کو حلاج کہنے لگے۔ یہ عراق میں رہتے تھے۔ حضرت سید الطائف جنید بغدادی اور شیخ نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔ یہ شیخ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد تھے۔ انکی رسوائی کا باعث شیخ عمرو کی ذات ہوئی جسکی تفصیل اوراق سابقہ میں گذر چکی ہے۔

ان کے معاملہ میں (شطح کے سلسلہ میں) مشائخ کے مختلف نظریات ہیں۔ اکثر حضرات نے ان کو رد کیا ہے، چند مشائخ نے جیسے ابوالعباس عطا، شیخ شبلی، شیخ ابو عبد اللہ خفیف، شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی شیخ ابوالعباس سرخ (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ان کے قتل پر اتفاق نہیں کیا ہے اور نہ ان کے محضر قتل پر دستخط کئے ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ ”ہم نہیں جانتے وہ کیا کہتے ہیں“

کتاب کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام متاخرین مشائخ صوفیہ نے ان کو قبول کیا ہے لیکن بعض مشائخ متقدمین نے ان کو بجائے قبول کرنے کے رد کیا ہے (مہجور کیا ہے) یہاں ہجر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے مسلک کا رد کیا ہے یا ان پر طعن کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہجور ہی مہجور کے معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ مشائخ متاخرین میں سے سلطان الطریقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا ہے کہ ۱۔ ان کے زمانے میں علو حال میں مشرق سے مغرب تک کوئی ان کا ثانی نہیں تھا اور نہ میں نے ان جیسا کسی کو پایا

شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں شریعت کی موافقت میں ان کو قبول نہیں کرتا ہوں اور مشائخ کی متابعت اور رعایت کے اعتبار سے ان کو رد بھی نہیں کرتا ہوں تم بھی ان کے بارے میں ایسا ہی طریقہ اختیار کرو۔ ہاں مجھے وہ لوگ زیادہ عزیز ہیں جو ان کو درست رکھتے ہیں۔ وہ اہم طریقت ہیں لیکن ہر شخص ان کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ انکی اس قول کو ان کے ضعف صفا پر محمول کرنا چاہیے، جو کچھ ان کو بھگتنا پڑا وہ شرع کی رعایت نہ کرنے کی سبب سے ہوا۔ وہ باوجود اس دعویٰ کے ہر شب باتہ روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات میں جس کی صبح کو وہ قتل کئے گئے پانچ سو رکعت نماز ادا کی تھی اور ان کے بارے میں یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا محض جھوٹ ہے۔

جب ان کو سولی پر چڑھایا گیا تو حضرت شبلی نے ان کی دادر کے نیچے کھڑے ہو کر فرمایا: کیا ہم نے تم کو دنیا والوں سے ایسی بات کہنے سے منع نہیں کیا تھا؟ اُس قاضی نے جس نے ان کے قتل کا حکم دیا تھا کہا کہ ”یہ تو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے“ یہ سن کر شیخ شبلی نے فرمایا کہ ”میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو یہ تمہارے ہیں

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا پہچانا بھی حق ہے جیسا کہ اکسیر تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اسی طرح منصور علاج کی روح کے مس پر جب معرفت الہی کی اکسیر پڑی تو ان کی روح جو تانبہ تھی سونے میں تبدیل ہو گئی۔ باطل سے حق کی طرف رواں ہو گئی اور وہ زبرِ خالص بن گئی اور جو چیز بھی اس کے سولہ ہے وہ باطل ہے یعنی فانی ہے۔

پس وہ شخص جس کے نزدیک "ماسوی الحق" سب فنا ہو گیا اس کا نفس بھی فنا ہو گیا پس اس کے یقین میں سوائے حق کے کوئی وجود باقی نہ رہا اور وہ یہ کہتا رہا "اَنَا الْحَقُّ" گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر اس کلمہ کو جاری کر دیا اور وہ بالکل اپنے نفس سے مقام فنا میں تھے اور ان کا غرق ہونا اللہ کے انوارِ جلال میں اس کلمہ کے ادا کرنے کا موجب ہوا۔

پس جب اُن سے کہا گیا کہ کہو: "میں حق کے ساتھ ہوں تو اس کے بجائے انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں" اگر وہ یہ کہتے کہ "میں حق کے ساتھ ہوں" تو اُن کا "میں" کہنا اُن کے اپنے نفس کی طرف اشارہ ہوتا اور وہ مراد "منصور" ماسوی حق کے مقامِ محو میں تھا۔ اس کی مثال امام رازی نے یہ دی ہے کہ جب کسی شے پر کسی شے کا غلبہ تمام ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز بن گیا ہے اور یہ کہنا بر بیل مجاز ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو مجسمِ جود و کرم ہے۔ پس جس وقت منصور علاج حق میں غرق تھے تو انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں"۔

اس تاویل میں اور دوسری تاویل میں فرق صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے بالکل خالی ہو گیا لیکن وہ شہودِ حق سے فانی نہیں تھا۔ اور "انا الحق" وہ کلام تھا جس کو حق تعالیٰ نے اس کی زبان سے جاری کر دیا۔ حالِ مستی (مُسکَر) میں جب کہ وہ شرابِ محبت سے چھکا ہوا تھا اور اس قول میں اُس کے مقصد کو دخل نہیں تھا بلکہ اس کا کہنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل میں کہ بندہ نے وہی کچھ کہا جو کہلویا گیا اور اُس سے مراد مبالغہ ہے ایک قسم کا ضعف پایا جاتا ہے "جبکہ مجازی معنی کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ محلِ حقیقت اور مجاز میں ایک قسم کی مشابہت ہو اور اللہ اور اس کی مخلوق میں کسی اعتبار سے بھی مشابہت نہیں ہے ہاں جب یہ تشبیہ کا مرتبہ موجود ہوتا ہے یہ کلام صحیح ہو سکتا تھا اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ پس درست بات وہی ہے جو امام نے فرمائی کہ جب منصور کی روح میں انوارِ جلال کی تجلی ہوئی اور اس سے حجابِ ہائے بشریت زائل ہو گئے تب اس کی روح عروج کی انتہائی منزل پر پہنچ گئی۔ پس وہ حق بن گیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حق بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَيُحَقِّقُ اللَّهُ الْحَقَّ يَكَلِّمُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى**

اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت فرما دیتا ہے) پس اسی طرح منصور کا قول کہ میں حق ہوں صادق آگیا۔ (فَيَصَدَّقْ قَوْلُهُ اَنَا الْحَقُّ) اس لئے کہ حق عام ہے اور حق اپنی ذات سے حق ہے اپنے غیر سے۔ اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس کے معنی یہ تھے کہ انا عابد الحق یا عبد الحق یا شاكر الحق یا ذا كثر الحق؛ تو یہ تاویل بھی ضعیف ہے کہ مضاف کو حذف کر دینا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم کرنا صرف اُسی وقت جائز ہے کہ اشتباہ کا خوف نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:-

وَالَّذِينَ اسْتَلُوا الْفَرِيقَيْنِ اَنْ يَخْرُجُوا مِنْ دَارِهِمْ سَرَّحْنَاهُمْ لِقَوْمٍ يُفْقَهُونَ اور سوالیہ کر دقرب سے یعنی اہل قریہ سے۔

مگر ایسا کرنا اس وقت جائز نہیں ہے جبکہ التباس یا اشتباہ کے پیدا ہونے کا امکان ہو، مثلاً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے زید کے غلام کو دیکھا تو اس کے بجائے تم کبھی یہ نہیں کہو گے کہ ”رَأَيْتُ زَيْدًا“ میں نے زید کو دیکھا۔ یہاں تم خود کہو گے کہ حذف مضاف روا اور درست نہیں ہے اور قول ”انا الحق“ اسی قبیل سے ہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہاں حذف مضاف پر دلالت موجود ہے کہ ”بندہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا“ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ جب منصور حلاج سے کہا گیا کہ کہو ”اَنَا بِالْحَقِّ“ جیسا کہ حضرت جنید قدس اللہ سرہ سے منقول ہے تو انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ”اَنَا الْحَقُّ“ اور اُن پر یہ قول صادق ہو گیا جس کی پاداش میں اُن کو قتل کر دیا گیا۔

اگر اس تاویل کو درست مان لیا جائے کہ منصور حلاج کے ”انا الحق“ کہنے کے معنی یہ تھے کہ ”انا عابد الحق“ میں خدا کی عبادت کرنے والا ہوں تو یہ تاویل درست نہیں ہوگی۔ اب رابعا فی القضاۃ ہمدانیؒ کا یہ قول کہ منصور حلاج کا قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا:

”مَنْ دَانِي فَقَدْ دَانِي الْحَقُّ“ (جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا) تو یہ قول بھی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ہم ”سبحانی ما اعظم شانی“ کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ پس اس سلسلہ میں اس جامع اوراق رحاجی نظام غریب کا یہ قول ہی درست ہوگا کہ حق صفت محمودہ ہے اور باطل صفت مذمومہ ہے۔ پس قول انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں صفات محمودہ کے ساتھ باقی ہوں، اور صفات مذمومہ کے ساتھ فنا ہو چکا ہوں۔

شیخ ابن منصور حلاج کو جو سولی پر چڑھایا گیا اس کا سبب صرف یہ تھا کہ شریعت ظاہر پر مبنی ہے نہ کہ باطن پر جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَحْنٌ لِحُكْمٍ بِالظَّاهِرِ وَدِّمٌ ظَاهِرٌ

پر حکم کرتے ہیں ”وَاللّٰهُ يَتَوَكَّلُ السَّارِئُ“ (اور اللہ تعالیٰ سرِ راز کا مددگار ہوتا ہے) (یعنی باطن سے اللہ تعالیٰ واقف ہے) اور تکفیر کی دو قسمیں ہیں تکفیر من جہتہ اللہ اور تکفیر من جہتہ العلماء علمائے جو منصور علاج کی تکفیر کی اس کا موجب اُن کا قول ”اَنَا الْحَقُّ“ تھا۔ اور اس کا تعلق اسی دوسری نوع کی تکفیر سے تھا۔ جبکہ علماء نے اُس کو اس قول پر مصر پایا۔ پس فہم و خرد نے یہی باور کیا اور عقل نے اسی طرف سبقت کی کہ حق یہ منصور کا مقصود اسم اللہ ہے۔ پس انہوں نے اُن کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا تاکہ شریعت کی عظمت بحال رہے اور فتنہ ختم ہو جائے۔ جب شیخ جنید سے دریافت کیا گیا کہ منصور کے اس قول کی کوئی تائید ہے تو انہوں نے کہا اس کو چھوڑ دو وہ قتل کیا جائے گا۔ آج کا دن تائید کا دن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ ایک دن جب منصور حضرت سید الطائفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باہم دگر اسرار و معارف پر گفتگو ہونے لگی تو منصور غلبہ اور سرکشی کی حالت میں بلند آواز سے اُن معارف و اسرار کو بیان کرنے لگے۔ سید الطائفہ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ وہ کون سا دن ہو گا جبکہ (سولی کی) لکڑی تمہارے خون سے سرخ کی جائے گی۔ یہ سنکر منصور نے کہا کہ جس دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو آپ بھی اس شیونخت کے لباس اور مسند شیونخت پر نہیں رہیں گے قطعہ نہ عارف را مکان بردار باشد کہ رہ بر دائرہ دادار باشد چہ فتویٰ می نویسد مفتی عشق کہ بی دفتر جہاں بردار باشد ترجمہ: نہ عارف کا مکان سولی پر نہیں ہے کہ اس کی راہ تو دائرہ دادار ہے مفتی عشق کا کیا فتویٰ ہے کہ غیر دفتر جہاں دار پر ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں منصور علاج کے اس جذبہ اور کیف کے پیدا ہونے کا سبب یہ تحریر کیا ہے کہ ان کی بہن ایک بہت ہی عارفہ خاتون تھیں ان کو اُن کے کمال معرفت کے باعث لوگ راجع زمانہ اور عدویہ عصر کہتے تھے۔ وہ راتوں کو جنگل میں چلی جاتی تھیں اور وہاں وہ اپنے مقصود کے حصول میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ ایک رات منصور کے دل میں کچھ شک پیدا ہوا چنانچہ یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے گھر سے نکل کر صحرا میں پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے ان کی بہن نے تمام رات عبادت و مراقبہ میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو ایک پیالہ شراب معرفت سے لبریز (غیب سے) ان کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے ذوق و شوق کے ساتھ اسکو پینا شروع کیا۔ منصور اس جگہ سے جہاں وہ چھپے بیٹھے تھے بھاگتے ہوئے آئے اور اس پیالہ کو پکڑ کر کہنے لگے کہ ایک گھونٹ اس میں سے مجھے بھی پینے دو۔ انہوں نے کہا اے منصور! تم اس شراب معرفت کی تاب نہ لا سکو گے انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہو! ناچار اُن کی بہن نے ایک گھونٹ ان کو پلا دیا۔ اس گھونٹ کے پیتے ہی عجیب کیفیت و سرشتی ان میں پیدا ہو گئی۔

قطعہ

چوساتی بزمِ وحدت بادۂ ناب بجائی در فگندہ از لطفِ احسان
بدستِ آن عروسِ جملہ راز بداد از شربتِ آن جامِ عرفان
کشیدہ بادۂ آن جامِ دم زد دگر از جرعہ شد ہرزہ گویان

ترجمہ:- ساتی بزمِ وحدت نے بادۂ ناب اپنی غایتِ دمہربانی سے جامِ یس ڈال دیا۔ جملہ راز کی اس عروس کے ہاتھ سے اس جامِ عرفان کا کچھ حصہ ان کو بھی دے دیا۔ اس جام سے شراب پی کر ایک گھونٹ کے بعد سانس لی اور دوسرے ہی گھونٹ میں ہرزہ گوئی کرنے لگے۔ اور اس جام کے پینے کے بعد ہر طرف سے یہ آوازاں کے کانوں میں آنے لگی:-

”مَنْ أَحَقُّ بِالْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ راہِ خدا میں قتل کئے جانے کا کون زیادہ مستحق ہے؟

پھر تو ہر وقت اور ہر طرف سے یہی آوازاں کے کانوں میں آتی تھی۔ اس آواز سے وہ اپنی شہادت کے معاملہ کو سمجھ گئے۔ جیسے جیسے وہ یہ آواز سنتے، شوق، سرمستی اور استغراق اُن کا بڑھنے لگا اور جانِ سپاری کا شوق فزوں ہونے لگا۔

بیت

نثارِ دوست را جانِ چسیت اشرف

اگر صد جان بود ہم سہل باشد

ترجمہ:- اے اشرف! دوست پر نثار کرنے کے لئے یہ ایک جان کیسا ہے اگر ایسی سو جانیں ہوں تو نثار کر دینا بہت آسان ہے۔

ایک بار سرفروشی اور مستی کے عالم میں جب انہوں نے ”مَنْ أَحَقُّ“ سنا تو اُس کے جواب میں کہا ”أَنَا أَحَقُّ“ میں زیادہ سزاوار ہوں اور وہ اس سرخوشی کے عالم میں مَنْ أَحَقُّ کے جواب میں ”أَنَا أَحَقُّ أَنَا أَحَقُّ“ کہنے لگے۔ سننے والے یہ سمجھے کہ یہ ”أَنَا أَحَقُّ“ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ شور مچ کر کے اُن کے مار ڈالنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس وقت حضرت منصور نے دل میں خیال کیا کہ میں برابر یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ ”راہِ خدا میں قتل ہونے کا میں زیادہ سزاوار ہوں اور یہ لوگ بھی اللہ ہی کے راستہ میں میرے قتل کے لئے یہ شور و غوغا کر رہے ہیں۔ اب اگر ان کو میں اصل بات بتاتا ہوں اور سمجھاتا ہوں کہ میں اَنَا أَحَقُّ نہیں بلکہ اَنَا أَحَقُّ کہہ رہا ہوں اور اس طرح میں اپنی جان بچاؤں تو میں دعویٰ عشق میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں گا اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ راہِ الہی میں قربان ہونے کے اس دعویٰ سے میں نے رجوع کر لیا ہے اور یہ بات عاشق اور مشتاق کے شایانِ شان نہیں ہے۔ پس انہوں نے اپنے قول کی تصحیح اور توضیح ضروری نہیں سمجھی اور غوام جو کچھ کہہ رہے تھے اسی پران کو قائم رہنے دیا اور اس طرح انہوں نے اپنی جان قربان کر دی۔

قطعہ

کسی کو دم زند در دعویٰ عشق زبان بادل بہم اقرار باشد
گواہی باید از جان با حق ہم و گرنہ دعویٰ زوار باشد

ترجمہ: جو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اس کی زبان اور دل کو دعویٰ میں یکساں ہونا چاہیئے۔ جان قربان کر دینا اس دعویٰ میں بطور ایک شاہد گواہ کے ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ دعویٰ ایک جھوٹے کا دعویٰ ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ”انا الحق“ کہنا انانیت اور خودی کا دعویٰ ہے۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ ”انا العبد“ کہنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ ”انا الحق“ کہنے میں تو بہت کچھ تواضع کا پہلو ہے۔ یعنی خود کو معدوم کر کے فنا کے دروازے پر سامان ہستی کو پھینک دینا ہے اور تب کہیں ”انا الحق“ کہا جاتا ہے یعنی میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ ہے وہی ہے اور خدا کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے۔

بیت

غیرتش غیر در جہان نگذاشت

لا جسم عین جملہ اشیاء شد

ترجمہ: اس کی غیرت ذات نے دنیا میں کسی غیر کو درجہ وجود میں نہیں چھوڑا اس لئے وہ جملہ اشیاء کا عین بن گیا اور جو شخص ”انا العبد“ کہتا ہے یعنی میں بندہ خدا ہوں، وہ دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے۔ ایک اپنی ذات کا اور دوسرے وجود خداوندی کا اور بندگی درمیان میں موجود ہے۔ اور یہ کمال شکر ہے۔ ہزار آفرین گوشہ نشین گنجہ کی روح پر کیا خوب فرمایا ہے۔

ندارم روا با تو از خویشتن

کہ گویم توئی باز گویم کہ من

ترجمہ: مجھے تیری ذات کے ساتھ اپنی ذات کا ذکر کرنا روا نہیں ہے کہ میں کہوں کہ تو ہے اور پھر کہوں کہ میں بھی ہوں۔ اے عزیز! ”وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ“ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو پر نظر کرو اور کہیں ”وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ“ (تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے) کے راستہ پر چلو۔ اگر اس پر بھی عشق کا دعویٰ کر دو کہ ہم کرتے ہیں اور ہم فاعل ہیں، تو کتنی عجیب بات ہوگی۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

قطعہ

چون ہست دریں عذرہ دعویٰ تباہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

بدکردم واعتماد بدتر ز گناہ

دعویٰ وجود و قدرت و دعویٰ فعل

۱۔ گوشہ نشین گنجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد نظامی گنجویؒ ہیں۔

۲۔ سورہ الصفات ۹۶ لے ۲۹ سورہ الدھر ۳۰

ترجمہ:- میں نے گناہ کیا پھر غدر گناہ؟ یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس طرح گناہ کر کے میں تین دعوے کروں۔ ایک تو وجود کا دعویٰ، دوسرے قدرت کا دعویٰ اور تیسرے فعل کا دعویٰ اور یہ تینوں دعوے غلط ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت قدوة الکبر نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ منصور حلاج کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ جس زمانے میں شیخ اخی علی مصری پر حال کا غلبہ تھا، وہ شیخ منصور حلاج کے مزار پر گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مراقبہ کیا تو اُن کی روح کو اعلیٰ علیین میں پایا اور فرعون کی روح کو ادنیٰ سبحین میں) تب میں نے بارگاہ الہی میں مناجات کی اور عرض کیا اے الہی! اس میں کیا راز ہے کہ فرعون نے ”أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَىٰ“ کہا اور منصور حلاج نے ”أَنَا الْحَقُّ“ کہا۔ اس طرح دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا لیکن منصور حلاج کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور فرعون کی روح سبحین کے ادنیٰ طبقہ میں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

ہاتف نے ندا کی کہ اس کا سبب یہ ہے کہ فرعون خود بینی میں مبتلا ہو گیا تھا اور اس کو اپنی ہی ذات نظر آئی اور مجھے بھلا دیا اور منصور نے بس مجھ ہی کو دیکھا اور خود کو گم کر دیا۔ دیکھ لے اس میں کیا فرق ہے۔

بیت: چہ نسبت در میان این و آنست
سکہ فرقت از زمین تا آسمانست

ترجمہ:- اس میں اور اُس میں کیا نسبت ہے؟ کہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

شیخ: شیخ ابوسعید المہینی نے کہا ”لیس فی جنتی سوی اللہ“ (میرے جہنم میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے) ایک دن وہ وعظ فرما رہے تھے وعظ کے درمیان ہی اُن پر کیفیت طاری ہو گئی اور انہوں نے فرمایا: ”لیس فی جنتی سوی اللہ“

ترجمہ:- میرے جہنم میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے۔

پھر انہوں نے اپنی اگشت شہادت اپنے سینے کے محاذ پر ماری، بس اُسی وقت اُن کی انگلی کا نشان اُن کے جُبتہ پر بن گیا۔ یہ واقعہ نیشاپور میں پیش آیا تھا۔ وہ مہینہ سے یہاں آئے تھے۔ اُس وقت اُن کی مجلس میں استاد امام ابوالقاسم قشیری اور شیخ ابو محمد الجونی جیسے بہت سے مشائخ اور علماء موجود تھے، اور کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہو سکی بلکہ ان حضرات میں اس جملہ سے اور بھی ذوق و وجد پیدا ہوا، اور تمام مشائخ نے باہم یہ طے کیا کہ جُبتہ میں جس جگہ یہ نشان اگشت ہے اس کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ پس وہ جُبتہ بطور تبرک محفوظ کر لیا گیا۔

پس جب ایسی صورت پیدا ہو تو سوائے تاویل کے اور کچھ چارہ کار نہیں ہے اور تاویل یہ ہے کہ تمام دانشوروں کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان تمام شطیحات

میں مقصود واحد ہے، یعنی صرف اللہ، محض راستے الگ الگ ہیں ظاہری اعتبار سے پس جب کوئی اسکی ذات تک پہنچ گیا تو وہ تمام اختلافات مٹ گئے اور وہ تمام کے تمام وحدت میں بدل گئے۔ پس اسس مقام پر تمام صفات بشریت فنا ہو گئیں اور اگر ان میں سے کچھ باقی رہ گئیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

پس اس کے لئے سلوک کے راستہ میں تلوین حال پیدا ہو گئی اور اگر تمام صفات بشریت فنا ہو گئیں ہیں اور کچھ باقی نہیں ہے اور وہ احوال سے مجرّد ہو گیا۔ اس سے مراد ہے نشانہائے بشریت کا فنا ہو جانا اور خدا کے ساتھ تنہا رہ جانا۔ اور جب خداوند تعالیٰ کی یگانگی وحدت کے لئے وہ تنہا رہ گیا تو دونوں کے درمیان اتحاد و محبت ثابت ہو گئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے محبوب اور اس کے ذکر کے اب اس کے اندر کچھ باقی نہیں ہے۔ اسکو مثال سے اس طرح سمجھو کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اور وہ کسی دوسرے شہر میں موجود ہے اور تم اس طرح کہو کہ میرے دل میں سوائے اس شخص کے کوئی موجود نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے دل میں سوائے اس فرد محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھو! تمہارے پاس ایک بہت بڑا برتن ہے اور اس بڑے برتن میں ایک آنچورہ ہے جس کے اندر پانی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس ظرف کلاں (آوند) میں پانی ہے تو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہوگا۔ ہر چند کہ پانی آنچورے میں ہے ظرف کلاں میں نہیں ہے۔ پس شیخ ابوسعید کا یہ کہنا کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ گویا انہوں نے جبہ کو ایک ظرف قرار دے دیا حالانکہ محبت اور ذکر الہی تو دل میں ہے جبہ میں نہیں ہے۔ پس جس طرح دل ظرف ہے اور وہ ذات یا اس کا ذکر منظور ہے اسی طرح جبہ اس منظور کا ظرف ہے۔ (ظرف منظور) اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو انہوں نے اپنی انگشت شہادت جبہ پر بالکل اپنے سینہ کے محاذ پر رکھ لی تھی اور جبہ میں ان کے انگشت کے بقدر اس جگہ پر سوخت ہو گیا تھا اور یہ ایک تقریر خاص ہے۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب یہ فقیر (میں) نیشاپور پہنچا تو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتوں اور ان کی اولاد سے ملاقات ہوئی، وہ خرقہ جس کا اوپر تذکرہ ہوا اب تک اس خاندان میں موجود ہے برائے حصول برکت لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔

شیخ: شیخ مظفر قمری (مظفر القمری) کا بھی ایک قول از قبیل شطیحات ہے اور وہ قول یہ ہے: "الفقیہ الذی لیس له حاجۃ الی اللہ" (فقیر وہ ہے کہ جسے خدا کی طرف کوئی حاجت نہیں ہے)

اس سلسلہ میں استاذ ابوالقاسم القشیری فرماتے ہیں کہ اس قول کی تاویل اور توجہ مراد و مطالب کا ساقط ہو جانا ہے۔ حاجتوں اور اغراض کا نیست ہو جانا اور ہر وہ چیز جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے جاری ہو اس پر راضی ہونا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب نہیں کرتا، سوائے اُسی کے، یہاں تک کہ فقیر سے

خواہش کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ پس شیخ مظفر نے یہ بات اُس وقت کہی جب خدا سے انہوں نے سوال کیا کہ اور کچھ طلب نہیں کیا۔

اور اس قول میں ایک اشارہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت اختیار کرے جو غنی ہے اور وہ سوائے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو جاتا ہے، جبکہ احتیاج نقصان اور ضعف ہے اور فقیر غیر اللہ سے استغنائیں اپنے درجہ کمال پر پہنچ چکا ہے۔ یہی شیخ مظفر کے قول کے معنی ہیں یعنی فقیر وہ ہے جو نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ اپنے رب کا اور نفس سے بے نیازی یہ ہے کہ عادات اور مالوفات (خواہشات) کو ترک کیا جائے اور نفس کے خلاف کام کئے جائیں حرام چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور مباح کا استعمال کم کر دے۔ اور نمازوں کو ان کی نہایت تک پہنچا دے۔

حضرت قدوۃ الکبرائے فرمایا کہ میرے مخدوم قدس اللہ سرہ کا ارشاد ہے کہ یہ دو مقولے اور میں جو دوسرے اکابر سے منسوب ہیں جو مختلف مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: ”الفقیرو لا یحتاج الی اللہ“ اور دوسرے یہ ہے: ”الفقیرو یحتاج الی کل شیء“ کلمہ اول سے مراد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو فنا فی اللہ کا مالک بن چکا ہے پس جب وہ خود فانی ہو گیا تو احتیاج اور ضرورت جو اس کی ایک صفت تھی بدرجہ اولیٰ فنا ہو گئی۔ اس مرتبہ پر پہنچ کر اس کو خداوند تعالیٰ سے کیا حاجت باقی رہی جبکہ وہ خود ہی باقی نہیں رہا۔

قطرہ

جو عارف را خودی مفقود باشد چہ مقصودش کہ خود مقصود باشد
جو در دریا فتادہ قطرہ آب نہ آن قطرہ کہ بحر آمود باشد
ترجمہ: جب عارف کی خودی فنا اور مفقود ہو جاتی ہے تو پھر اس کا کوئی مقصود نہیں رہتا وہ تو خود ہی مقصود بن گیا۔ جس طرح جب قطرہ دریا میں مل جاتا ہے تو وہ پھر قطرہ کہاں رہتا ہے وہ قطرہ تو دریا یا سمندر بن گیا۔

اب رہا کلمہ ثانی ”الفقیرو یحتاج الی کل شیء“ تو اس کی تاویل یہ ہے کہ یہاں فقیر سے مراد وہ عارف ہے جس کی نگاہ بصیرت کے سامنے تمام موجودات اسماء و صفات کا آئینہ ہیں اور کائنات میں تجلّی ذات جلوہ آرا ہے تو جب عارف اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اب وہ جلوہ ذات کیلئے ہر ایک چیز کا محتاج ہوا۔ جس میں وہ مشاہدہ جمال کر سکے۔

قطرہ

چون جہان آئینہ صافی بود ہر کجا بینم در آنجہ روئی تست
ہر گلی کان بویم از گلزارِ دہر بوئی گل نبود کہ در گل بوئی تست
ترجمہ: جب یہ جہان اس کے جمال کا آئینہ صاف اور شفاف ہے تو میں جس چیز کو بھی دیکھوں اس میں تیرا جلوہ رخ موجود ہے۔ اس گلزارِ دہر میں جس پھول کو میں سونگھوں وہ پھول کی خوشبو نہیں ہوگی

بلکہ وہ تیری خوشبو ہوگی۔

شطح ۱۔ ایک اور کلمہ شطح ہے۔ یعنی کہا گیا ہے۔ "اذا انت الفقر فحو الله" (جب فقر تمام ہوا پس وہ اللہ ہے)

اس کلمہ کی تائید میں قاضی حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں کہ جب طالب اپنی صفاتِ زمیمہ سے نفا ہو گیا اور راست ہوا، حق بن گیا تو اس کے اندر باطل باقی نہیں رہا۔ تب وہ اپنی ہستی میں اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا پس بیشک وہ اللہ کے ساتھ واصل ہو گیا اس کا فقر تمام ہو گیا اور یہ اس قول کے مانند ہے۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ سرہ اس کلمہ کی تائید اس طرح فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص فقر میں کمال حاصل کر لیتا ہے یعنی آرزو باقی نہیں رہتی تو بے شک و شبہ اس کو تخلیق بخلق اللہ کا شرف حاصل ہو گیا، اور یہ صفتِ غنا ہے۔

فحو الله کی تائید یہ ہے کہ "وہ اللہ ہے" یعنی وہ نائبِ خدا ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے وہ خصلت اختیار کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خصلت ہے۔ آمندہ اس کی تشریح کی جائے جائیگی انشاء اللہ جہاں اس قول کی توضیح پیش کریں گے کہ "الصوفی هو الله"

شطح ۲۔ ایک کلمہ شطح یہ بھی ہے "ما فی الجنة احد سوائے اللہ" معلوم ہونا چاہیے کہ "کل شیء ہالک الا وجهہ" (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذاتِ الہی کے) اور اہل جنت کیلئے اگرچہ بقاء لیکن وہ بھی ہلک کی ہلاکت کی استعداد رکھتے ہیں۔ اب جو چیز بالفعل پائی جاتی ہے وہ بالقوۃ بھی پائی جاتی ہے۔ پس اس قول کے قائل کو یہ یقین حاصل ہو گیا کہ غیر حق تعالیٰ فانی ہے تو اس کے دل نے ادراک کیا کہ جنت میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں ہے۔ یعنی اس کے حکم اور آثار کے سوا جنت میں کوئی اور نہیں ہے پس وہ ان صفات کے دیکھنے کے بعد اس پر عاشق ہو گیا اور یہ امر کہ وہاں اس نے سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ قائل کلمہ کے کمال عشق پر دال ہے۔

شطح ۳۔ حضرت معروف کرخی سے یہ کلمہ (شطح) منسوب ہے کہ انہوں نے کہا: "لیس فی الوجود سوا اللہ الا اللہ" (کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ یا سوا اللہ کے بجائے انہوں نے الا اللہ کہا) اس کلمہ کی تائید اس طرح ہے کہ وجود دو طرح کا ہے ایک وجود مطلق اور دوسرا وجود مقید پس وجود مطلق وہ وجود ہے جس کے ساتھ نیستی (عدم) ہرگز نہ ہو اور وہ ہستی صرف خداوند تعالیٰ کی ہے اور وجود مقید وہ ہے جس کے پہلے بھی عدم ہو اور آخر میں بھی عدم۔ ایسی ہستی کا ظہور اللہ تعالیٰ اور اس کے فیضان ہی سے ہو سکتا ہے یہ وجود مقید ممکن الوجود ہے جو حق تعالیٰ کے فیضان سے ہے۔ وجود مقید کے لئے یکساں ہے کہ اس کا وجود ہو یا اس کے غیر کا۔

ایسی ہستی مقید کی نسبت، وجود مطلق کے ساتھ ایسی ہے جیسے اس صورت کی ہستی جو آئینہ میں نظر

آ رہی ہے، نسبت رکھتی ہے اُس ہستی سے جو آئینہ کو دیکھ رہی ہے یعنی اصل وجود، وجودِ مطلق ہے اور وجودِ مقید اس کا ظل یا پرتو ہے) پس یہی ہستی اصل میں کل وجود ہے۔ پس قائل کا یہ قول درست ثابت ہوا کہ ”لیس فی الوجود الا اللہ“ علاوہ ازیں وجود متوسط دو عددوں کے درمیان واقع ہے مثل اس پاک کے جو دونوں (حیض) کے درمیان ہوا اور یہی معنی توحید کے ہیں۔

شیخ ابو العباس قصاب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں: ۱۔ لیس فی الدارين الا ربی وان الموجودات کلها معدومة الا وجودہ۔ (دونوں جہاں میں میرے پروردگار کے سوا کوئی بھی موجود نہیں ہے اور تمام موجودات سب کی سب نیست ہیں سوائے اس ہستی کے) اس میں معنی توحید کی طرف اشارہ ہے، اس میں ہستی مطلق کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے غیر کی نفی ہے، اور ہستی مقید کا اثبات اس کے غیر کے لئے ہے۔

اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو کسی عرب کا کہا ہوا سب سے سچا شعر فرمایا۔ جس کا مصرعہ ثانی یہ ہے ۵

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ فانی اور باطل ہے۔

ای غیر حق و موجود و لما حصل له اليقين والذوق في ذلك ماراى في الدنيا والاخرة موجوداً غيره فقال الا ربی۔

ترجمہ: ۱۔ یعنی جب لبید کو اس راہ میں ذوق و یقین حاصل ہوا تو انہوں نے دنیا اور آخرت میں سوائے حق کے کسی غیر کو نہیں دیکھا۔ پس انہوں نے کہا کہ ”سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں ہے“ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ما نظرت فی شیء الا ورايت اللہ فیہ“ میں نے جس چیز کو بھی دیکھا اس میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کیا۔

حضرت عین القضاة ہمدانی نے اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے ”ای حکم اللہ تعالیٰ دائرۃ“ یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور آثار کو دیکھا۔

حضرت قدوة الکبر نے اس موقع پر فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ اکابر سلف میں سے کسی کا ارشاد ہے اور یہ قول مین طرح سے آیا ہے: ۱۔

۱۔ مارايت شيئاً الا ورايت اللہ فیہ۔

ترجمہ: میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

۲۔ مارايت شيئاً الا ورايت اللہ بعدہ۔

ترجمہ: میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس کے بعد حق تعالیٰ کو دیکھا۔

۳۔ ما رأیت شیئاً الا ورایت اللہ قبلہ۔

ترجمہ ۱۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس سے قبل حق تعالیٰ کو دیکھا۔

یہ تینوں مشاہدات ان مقامات ثلاثہ کا اظہار کرتے ہیں جو عارف کو بالترتیب پیش آتے ہیں جبکہ تشریح بلع ذکی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شطح ۱۔ قال ابو بکر الوتر انا لیس بینی وبين اللہ فرق فی الطلب فان طلبی وطلبہ مقارنات الا ان تقدمت بالمجاهدة علی وجود العشق الا للہیتہ من غیر طلب متنی۔ ترجمہ ۲۔ شیخ ابو بکر وتر انا فرماتے ہیں کہ میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان طلب میں جدائی نہیں ہے (دونوں ساتھ ساتھ ہیں) تحقیق کہ میری طلب اور اس کی طلب ایک دوسرے کے نزدیک ہیں۔ جو اُس صورت کے کہ بغیر میری طلب کے مجاہدہ، عشق الہی کے وجود پر مقدم ہو جائے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ہر چند بعض صوفیائے کرام نے ان الفاظ کا محل بتایا ہے اور لطیف عبارات میں اسکی شرح کی ہے لیکن اس کے معنی اور کنہ تک پہنچنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔ بے شک محبوب اور محب کے درمیان جو راز ہوتا ہے اگرچہ بمقتضائے اشارت اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ راز پھر بھی ایک راز مہموم ہے

بیت

میان دوستان سرتیست مہموم

کہ راز اوکسی مانیت معلوم

ترجمہ ۱۔ دوستوں کے درمیان ایک ایسا مہموم راز ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔

شطح ۱۔ قال سلطان العارفين توبۃ الناس من ذنوبهم و توبتی من قول لالا الا اللہ محتد رسول اللہ۔

ترجمہ ۱۔ کہا سلطان العارفین (بایزید بسطامی) نے کہ لوگوں کی توبہ تو اُن کے گناہوں سے ہے اور میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے توبہ کرتا ہوں۔

اس قول کی تفسیر یا تاویل کے سلسلہ میں شیخ ابو بکر شبلی کا یہ واقعہ ہے کہ اُن سے کسی شخص نے کہا کہ اے ابو بکر! آپ اللہ کہتے ہیں اور لا الہ الا اللہ نہیں کہتے پس انہوں نے جواب دیا کہ ”لا“ تو نفی کیلئے ہے کیا اللہ کی نفی کوئی ضد یا مقابل ہے جس کی نفی کی جائے

یہ سنکر اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی برتر و واضح جواب دیجئے تو انہوں نے کہا کہ میری زبان پر ایسا کلمہ جاری نہیں ہوتا۔ اس شخص نے کہا کہ اس جواب سے بھی برتر اور ادنیٰ (دفعہ) بات فرمائیے تو شیخ ابو بکر نے فرمایا ”مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس کلمہ ”لا“ میں پکڑ لیا جائے گا اور ”لا“ میں خوف انکار

بھی موجود ہے اس شخص نے کہا کہ اس سے بھی واضح بات فرمائیے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) یعنی اس کے معنی ان ہی پر چھوڑ دو۔

اس سلسلہ میں ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ اللہ کہتے ہیں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ نفی کا ہے یعنی 'لا' سے نفی کی نفی ہوتی ہے۔ پس مجھے یہ خطرہ لاحق ہے کہ اس کے کہنے سے غیر کاشتوت ہو جائے گا۔

اس کے معنی کا بیان و تفسیر یہی ہے جو کسی نے پیش کی ہے جو یہ ہے کہ "اللہ کے دوستوں نے سوزش محبت میں ایسی عبارتیں وضع کی ہیں جن سے ان کے دلوں کو قرار آئے اور ان کے ارواح کو قرار حاصل ہو۔ پس اُن کی یہ عبارتیں اُن ہی کے لئے ہیں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** (اللہ تعالیٰ منزہ عن اوصاف الخلق و احوالہم) (اللہ تعالیٰ مخلوقات کی صفت سے پاک ہے اور ان کے احوال سے بھی منزہ ہے)

اسی طرح شیخ بایزید کا قول "توبتی من لا الہ الا اللہ" بھی ایک اشارہ ہے اور اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ شیخ بایزید سے منقول بعض روایات میں ہے کہ میری توبہ "لا الہ الا اللہ" کہنے سے یہ ہے کہ میں آلات و حروف میں اس قول کو کیوں کہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان آلات و حروف سے خارج ہے، کہنے والے نے کہا یعنی رادی کہتا ہے کہ میں نے اُن سے کہا کہ بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کلمہ کلید بہشت ہے اور تمام اذکار میں افضل اور برتر ہے، جیسا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مفتاح الجنة۔ (کلمہ لا الہ الا اللہ کلید جنت ہے)

اور یہ بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ (سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے)

یہ سنکر ان میں ایک ذوق اور وجد کی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ایسے کلمات جو میں کہتا ہوں یا میری زبان سے ادا ہوتے ہیں رد نہیں کرتے اس چیز کا جس پر اتفاق کیا گیا ہے بلکہ اُن کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا "لا الہ الا اللہ"۔ انہوں نے فرمایا لا الہ کہنے میں غیر خدا سے انقطاع یا انفصال ہے (الگ تشنگ ہو جانا ہے) اور لا اللہ میں حق سے اتصال ہے۔ اور جو جدا نہیں ہوا وہ نزدیک نہیں ہوا چنانچہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔

اس بارے میں شیخ استاد ابوعلی دقاق قدس اللہ سرہ کہتے ہیں کہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ

لا الہ الا اللہ کہا جائے تاکہ آپ کدورت سے پاک ہو جائے پس بندہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اس کدول کدورت سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا باطن حاضر ہو جاتا ہے۔ لا الہ کے بعد جب الا اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا ورود دل پر ہوتا ہے جس طرح ”سبحان اللہ“ کو ”الحمد للہ“ پر تقدم حاصل ہے، پہلے سبحان اللہ کہا جاتا ہے پھر الحمد للہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحَانَہٗ وَبِحَمْدِہٖ یعنی سبحان اللہ کہہ کر صفات نقصان سے انکی علیحدگی بیان کی جاتی ہے۔ حمد سے اسکی صفات کمالیہ کو ثابت کیا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص عرق گلاب کو بڑے برتن میں انڈ لینا چاہے توسیف سے پہلے وہ اس برتن کو دھو تا ہے پھر اس میں عرق گلاب کو انڈ لیتا ہے۔ پس یہ قول بھی اسی کے مانند ہے۔ جب بندگی نقطہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسکو زندگی مل جاتی ہے حق تعالیٰ کی زندگی کی طرح۔

حضرت اولیس قرنی فرماتے ہیں کہ بندگی کا کامل و تمام ہونا یہ ہے کہ تم ہر حال میں اس کے بندے بنے رہو جس طرح تمہارا رب ہر حال میں تمہارا رب ہے لہذا تم ہر اس چیز کو ترک کر دو جو خداوند تعالیٰ کے سوا ہے اسوقت تمہاری زندگی خداوند تعالیٰ کی زندگی کی طرح ہو جائے گی استغنا اور بے نیازی میں۔

حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ مثال کے طور پر میں یہاں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کر دوں گا کہ فرمایا ہے: ﴿وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (اپنے رب کی آخر دم تک عبادت کرو) یعنی جب تک عبادت کی نسبت بندہ سے منسوب رہتی ہے وہ عبادت رہتی ہے اور جب مرتبہ قائم افعال میں پہنچ جاتی ہے اور اس کا حوالہ دوسرا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ صفات الہیہ سے موصوف ہو جاتی ہے۔ شطیح: شیخ حسین ابن منصور حلاج نے کہا: لا فرق بینی و بین ربی الا صفتان صفة الذاتیۃ و صفة القائمۃ قیامنا بہ و ذاتنا منہ (میرے اور میرے رب کے درمیان سوائے دو صفتوں کے اور کوئی فرق نہیں ہے ایک صفت ذاتیہ ہے اور ایک صفت قائمہ ہے اور ہمارا قیام اسی سے ہے اور ہماری ذات اسی سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ فقیر وہ ہے جو کمال فقر پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر سے سوال اور طلب سے مستغنی ہو اور اس کمال فقر کا دعویٰ کرنے والا مستغنی ہو تمام احوال اور تمام اوصاف میں سوائے اس چیز کے جس سے اس کا استثناء کر دیا گیا ہو اور یہ استثناء یہ ہے کہ ہماری ذات کا ظہور اسی سے ہے اور ہمارا قیام بھی اسی سے ہے۔ اس قول میں اس بات کی دلیل ہے کہ اثر اپنے وجود میں مؤثر کا محتاج اور اسی طرح قیام و بقا میں اسکو احتیاج ہے جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا اس سلسلہ میں مسلک ہے

شطیح: اور انہوں نے جبریہ کہا کہ ”الزاهد هو الفقیر والفقیر هو الصوفی والصوفی هو اللہ“

ترجمہ ۱۔ جو زاہد ہے وہ فقیر ہے اور جو فقیر ہے وہی صوفی ہے اور جو صوفی ہے وہی اللہ ہے۔
 اس کی تاویل یہ ہے کہ مبتدا کی خبر دو طرح پر آتی ہے۔ یہ جو جملہ مذکورہ بالا میں ”وہو“ ہو گیا
 ہے اس کا دوسرا لفظ ”ہو“ پہلے ”ہو“ کی خبر ہے جس طرح کوئی کہے ”الامیر العادل“ اس میں عادل امیر
 کی صفت ہے اپنے معنی میں اور یہ صفت ذات موصوف کی ہے جو اس کی صفت پر صادق آتی ہے۔ اور
 اس کا مرتبہ جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس کا مرتبہ ہے یعنی صفت کا نزول مبتدا کے مرتبے میں تشبیہ کے طور پر
 ہے۔ جیسے تم کہو زیدؑ اسدؑ (زید شیر ہے) یعنی زید قوت میں شیر کے مانند ہے یا مشابہ ہے اس کے یہ
 معنی نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے گویا اس میں مبالغہ ہے۔ یعنی کہنے والے نے زید کی ذات میں نہایت
 شجاعت کا اعتماد کیا اور پھر اس کو تشبیہ دی اور ایسا کہنا صرف قائل کے اپنے اعتقاد کی بناء پر ہے۔
 حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زید شیر کا نائب مکناب ہے۔ (قائم مقام) جس طرح اللہ تعالیٰ
 کے اس ارشاد میں ہے: ”لَا تَسْمَعُوا النَّبِيعُ مِثْلُ الرَّبِّ“ (سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بیع
 مانند سود کے ہے) پس قائل کا یہ قول کہ جو زاہد ہے وہی فقیر ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو زاہد ہے وہ
 قائم مقام ہے فقیر کا اور قائل کا یہ کہنا کہ جو صوفی ہے وہی اللہ ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو صوفی ہے وہ قائم مقام یا
 قائم مقام صوفی کے ہے اور یہ کہنا کہ جو صوفی ہے وہی اللہ ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو صوفی ہے وہ قائم مقام یا
 نائب مکناب اللہ کا ہے ان امور میں جن کے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا امور
 آخرت اور اس سے جس کسی نے کوئی بات سنی وہ گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی جیسا کہ سرور کونین
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”ان الحق لينطق على لسان عمر“ (حق حضرت عمرؓ کی زبان
 سے گویا ہوتا ہے)

شرح ۲۔ بعض مشائخ کرام کا یہ قول ۱۔ ”العبودية بغير الربوبية نقصان وزوال والربوبية
 بغير العبودية محال“ (عبودیت بغير ربوبیت کے نقصان اور زوال ہے اور ربوبیت بغير عبودیت کے محال ہے)
 اس قول کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدہ بغير مشاہدہ کے بندہ کی عبودیت میں نقصان کا نشان ہے اور مشاہدہ
 بغير مجاہدہ کے محال ہے از روئے عارف۔
 شرح ۳۔ حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے: ”البشرية ضد الربوبية احتجب بالبشرية
 فاتته الربوبية“ (بشریت ضد ربوبیت ہے، جو بشریت میں پوشیدہ ہو گیا اس سے ربوبیت
 فوت ہو گئی۔)

اس کے معنی یہ ہیں کہ احتیاج استغنا کی ضد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-
 ”الفقر سواد الوجه فی الدارین“ (فقر دونوں جہانوں میں سیاہ رو ہے)

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اس ”سواد الوجه“ سے مراد سالک کی فناء ذات ہے، مشاہدہ حق میں اس طرح کہ دوئی ارتفاع ہو جائے اور یہی معنی ہیں فناء القناد فی الدارین ای فی الصفتین کے یعنی صفتیں میں فنا القناد کے درجہ پر پہنچ جانا، اس جملہ کی قریب القہم تادیل یہ ہے کہ ”سواد الوجه“ سے مراد وہ خالی رُخ ہے جو اس کی زیبائی کا موجب اور عذار محبوب کی رعنائی کا سبب ہے یعنی فقر اختیاری دونوں جہان میں روئے حالت سالک کو زیب و زینت بخشے والا ہے۔

شطح:- حضرت قدوة الکبر کا مقولہ ”الناس کلہم عبید لعبدی“ (تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)

یہ قول حضرت جہانگیر اشرف قدس اللہ سرہ کی ذات گرامی سے منسوب ہے۔ اس قول کی کچھ شرح تو لطیفہ آداب کے آخر میں گزر چکی ہے یہاں اس سلسلہ میں مزید وضاحت کی جاتی ہے:- اس قول کی تادیل گردہ صوفیہ کے مناسب حال یہ ہے کہ جب سالک اپنے سلوک میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گیا اور اپنے نزل کے اسباب کو اپنے عین ثابۃ کی منزل پر پہنچا دیا۔ (یعنی جب عروج و صعود میں اپنے عین ثابۃ کی منزل پر پہنچ گیا، تو اُس وقت اس کی عین ثابۃ ان مینوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی جسکی شرح ہم لطیفہ سلوک میں کر چکے ہیں۔ پس جب سالک کی عین ثابۃ تمام اعیان ثابۃ کی جامع اور تمام صورِ علمیہ حق کی مالک بن جاتی ہے اور اس طرح وہ اعیان ثابۃ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور جب اسکی عین ثابۃ تمام اسماء و صفات کی جامع ہو گئی تو اب اُس (سالک) کا اس سے مطلع ہونا جمیع اعیان سے مطلع ہونے کا موجب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی تمام صورِ علمیہ کی مابیات کے اشتمال کا سبب بن گیا۔ اب جبکہ اسکی آگہی اور اطلاع اس مرتبہ پر پہنچ گئی تو اس وقت وہ کہہ اٹھتا ہے ”الناس کلہم عبید لعبدی“ اور یہ مسئلہ ہے کہ اکثر ہر کُل کا حکم لگایا جاتا ہے۔

شطح:- حضرت اشرف جہانگیر قدس اللہ سرہ نے ایک موقع پر یہ شعر ارشاد فرمایا:-

بیت

ہمائی ہتمتم چون بر زند بال

برد عنقائی وحدت را بچنگال

ترجمہ:- اگر ہماری ہمت کی ہمانے پر داز شروع کر دی تو عنقائے وحدت کو بھی اپنے چنگل کی گرفت میں لے لیگی۔

اس شعر کے پڑھنے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب حضرت قدوة الکبر کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو پہلے آپ روم تشریف لیگئے۔ باب الابواب کی طرف گئے۔ آپ کے ہزار بہت سے لوگ تھے جن میں بہت سے اکابر وقت بھی تھے، وہاں چند روز قیام کرنا پڑا۔ ایک روز شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت علی ثانی سید علی ہمدانی اور ان کی مثل بہت سے علماء و فضلاء آپ کی مجلس میں موجود تھے اور معارف و حقائق و سلوک و طریقت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت قدوة الکبر معارف و حقائق بیان کرتے کرتے جوش میں آنا شروع ہوئے۔ پھر آپ کی حالت میں عظیم تغیر پیدا ہوا اور آپ کا ہما ہمت تخت ادرج معارف پر پرداز کرنے لگا اس عالم میں بے ساختہ یہ شعر مذکورہ آپ کی زبان سے نکلا۔ کسی شخص نے آج سے پہلے ان کے علاوہ یہ شعر اور کسی سے نہیں سنا تھا۔ جب آپ نے یہ شعر پڑھا تو تمام حاضرین پر ایسی کیفیت و حال طاری ہو گیا کہ سوئے "امثنا دُمدُنا" کے کوئی دوسری بات کسی کی زبان سے نہیں نکلی۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو شیوخ اپنے مقام پر واپس ہوئے اور اس شعر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت سید علی ہمدانی نے فرمایا کہ میرے بھائی اشرف کوئی بے معنی بات زبان سے کبھی نہیں نکالیں گے اور یہ شعر جو انہوں نے پڑھا ہے اسکی تاویل و توجیہ کی تو بہت گنجائش ہے۔

”ہمائے ہمت“ سے مراد ان کی حقیقت انسانیہ ہے اور پرداز کرنے سے مراد اس کا اپنی عین ثابۃ تک پہنچنا ہے۔ وحدت سے مراد تمام اسمائے الہی اور تمام صفات نامتناہی ہیں جو ان کی عین ثابۃ میں شامل ہیں اور چنگال میں لانے سے مراد اپنی اطاعت اور تبعیت میں لانا ہے تمام اعیان کو۔ جب کسی کی عین ثابۃ اس جمعیت کے قابل اور کسی شخص کے صور علمیہ اس شمولیت کی حاصل ہو جاتی ہے تو یقیناً تمام دوسرے اعیان الہی اور صور علمیہ نامتناہی اس کے تحت آ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس طائفہ میں یہ بات مشہور ہے کہ بعض اولیاء کے دل ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کے دلوں اور بنی آدم کی خاطر کو ان کے حکم کے تحت کر دیا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کبھی تو صرف چند اصحاب کے ساتھ ہوتے تھے اور کبھی ہزاروں مخلوق اور لوگوں کا اژدہام آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ بعض اصحاب نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ:- ”اللہ تعالیٰ نے قلوب عالم کو میرے قبضے میں دے دیا ہے۔ کبھی میں ان کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہوں تو اس وقت ایک اژدہام میرے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی میں ان کو آزاد کر دیتا ہوں تو اُس وقت لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں“

شطح:- حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا:-

”انا للہ لا الہ غیری“

یہ شیعہ کس طرح زبان مبارک سے نکلا اس کی تفصیل یہ ہے کہ: جب حضرت جہانگیر اشرف مع ارباب عالی ردم کے سفر سے واپسی میں نواحی گجرات میں پہنچے تو خانقاہ عالم پناہ حضرت سید محمد گیسو دراز میں نزول فرمایا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز کا دصال ہو چکا تھا اور آپ کے غلف برحق اور خلیفہ اصدق حضرت سید ید اللہ آپ کے سجادہ نشین تھے۔ سید زادہ بھی ایک جذبیہ قوی کے مالک تھے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ سو من وزنی زنجیریں آپ کے ہاتھوں اور پردوں میں پڑی ہوتی تھیں اور وہ جا کر ایک پتھر پر بیٹھ جاتے تھے۔ شاہان وقت اپنی شاہزادیوں کو بطور نذر آپ کی نکاح میں دیدیتے تھے۔

آپ کی خانقاہ کے چاروں طرف آپ کے حرم کے مکانات تھے اور وسط میں سید ید اللہ کی خانقاہ تھی، جذبہ مستی کا آپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر کلمات شطیحات آپ سے ادا ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی لفظ اعظم تجلیات آپ کی زبان سے نکل جاتے تھے۔ آپ کی بیویوں میں سے اس روز جس کی نوبت اور باری ہوتی تھی آپ اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کے دصل سے شاد کام ہوتی تھیں۔ مختصر یہ کہ سید زادہ بھی حضرت قدوة الکبرا کی خدمت و ملازمت میں برابر حاضر ہوتے تھے۔ اکثر اوقات حضرت قدوة الکبرا ایسے حالات بیان کرتے تھے جو دنوں میں اتر جاتی تھیں اور ان کے اصحاب کو تعجب ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز محفل سماع برپا تھی، کبرگہ کے نواح و اطراف کے تمام اکابر و اصاغر حاضر تھے۔ جب محفل سماع ختم ہوئی تو توحید اور مذہب تفرید کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی، حضرت قدوة الکبرا اسرار توحید و آثار تفرید بیان فرماتے فرماتے یکبارگی جوش میں آگئے اور اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ کلام ادا ہوا۔

”انا اللہ لا الہ غیرہ“

اس وقت بہت سے علمائے کا ملین اور فاضلئے متبحرین مجلس میں موجود تھے لیکن آپ کا یہ قول سن کر کسی میں دم مارنے کا یارا نہ تھا لیکن دوسرے دن ایک متعلم نے حاضر خدمت ہو کر اس موضوع پر بہت سے مقدمات ترتیب دے کر بحث کرنا شروع کر دی۔ قاضی حجت خلیفہ حضرت قدوة الکبرا نے اس قول کی چند تاہیں پیش کیں لیکن اس کی تسلی نہیں ہوئی، تب قاضی حجت نے فرمایا کہ انسان جب تک یہ مشرب (سلوک) نہ رکھتا ہو ان اسرار کا سمجھنا دشوار ہے۔ اس قول کی تاویل جو درویشوں کو موجب قبول ہو اور حصول مراد کا سبب بنے یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات سے مراد ایک ایسا دائرہ ہے جس کا نصف (دائرہ) واحدیت ہے جو اس وجوب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصف خاص ہے اور دوسرا نصف (دائرہ) اسماء کوئیہ کا ہے کلاماً ان اس کے لوازم سے ہے۔ پس اسماء الہیہ جو اٹھائیس (۲۸) اسم کلی ہیں اس قوس وجوب میں رکھے گئے ہیں اور اٹھائیس (۲۸) اسماء کوئیہ جو قوس امکان یا قوس کوئیہ میں ہیں جب عارف سیار و سالک شطرا اپنے عین ثابتہ

(حاجت و نیاز)
اسماء کوئیہ

تک پہنچ جاتا ہے اور اس جمعیت کے اعتبار سے جو اس کی عین ثابۃ کو حاصل ہے وہ اس سے مطلع ہوتا ہے تو اس وقت وہ تمام اسماء الہیہ اور اسماء کونیہ کو اپنے اجزاء پاتا ہے۔

جب اس کا نام اپنے عین کے ساتھ اس کمال اور اسماء الہیہ اور اسماء کونیہ کے اشتمال کے ساتھ متجلی ہوتا ہے تو ہر آئینہ ”اَنَا اَللّٰہُ“ پکارا ٹھٹھا ہے۔

شیخ ابو علی قلندر پانی پتی کی حقیقت عینیہ اپنی جامعیت سے اس حد تک مطلع ہو گئی تھی کہ وہ کہہ اٹھے

”واللہ کہ ہر زردی خدایم محقر است“

(اللہ کی قسم میرے خدا کی آرزو محقر ہے)

اور قاب قوسین سے گذر کر ادنیٰ تک پہنچنا ہر چند کہ یہ مرتبہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن عارفان سید اور عاشقان تیز رفتار اس ہمت کے ساتھ جو ان کو میسر ہے جب پرداز کرتے ہیں تو یہ صورت ہوتی ہے۔

مثنوی

ہمائی ہمت من بی پرو بال زد بر قلہ توحید چنگال
دران صحرا ز بال لایزالی پر و بالی زغم چون لا ابالی
کشہ آنجائی مرغ ہمت سر نہ زور بال باشد فی رو پر

ترجمہ۔ میری ہمت کے ہمانے بغیر پرو بال کے توحید کی بلند چوٹی پر پہنچ کر اپنے پنجے جما دیئے ہیں اس صحرائے وحدت میں ”لایزالی“ کے بازوؤں سے میں بے خوف و خطر پرداز کر رہا ہوں، اس طرح میری ہمت کا پرندہ دہل تک پہنچ جاتا ہے کہ جہاں بازوؤں کی قوت کام آ سکتی ہے اور نہ ہی پر کام دے سکتا ہے۔

لطیفہ ۱۷

آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور و جین سانی
(دربیان آداب صحبت زیارت مشائخ و قبور ایشان کیفیت رشتہ جہین بدی الشیخ)

قال کاشف:

روية المشائخ عبادة لوفات هذه العبادة ليس لها وقت القضاء
(حضرت اشرف اہل بیتؑ فرماتے ہیں کہ مشائخ کا دیدار ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس عبادت کی نفاذ کرنے کا وقت نہیں ہے)

دیدار مشائخ کے فوائد | حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد اصحاب طلب کے لئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ مشائخ روزگار اور مردان نامدار کی خدمت میں اپنی عمر گراں پایہ کو صرف کرے اس لئے کہ ان کی ایک ملاقات سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے بہت سے چلوں (اربعین) اور زبردست مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اپنے پیرومرشد کی نگاہ لطف و کرم مرید کیلئے اکسیر دولت ہے، نہ معلوم کس وقت مریدان کی نگاہ کی اکسیر سے کندن ہو کر صاحب اسرار بن جائے۔

نچہ زر میشود از پرتو آں قلب سیاہ
کیا نیست کہ در صحبت درویشان است

ترجمہ: درویشوں کی صحبت ایسی کیسا ہے کہ جس کے پرتو سے تاریک دل سونا بن جاتا ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین ادبیا رحمۃ اللہ) پاکی میں سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک جگہ آپ کو بہت زیادہ بھیڑ نظر آئی۔ آپ نے اپنے خادموں سے دریافت کیا کہ کیسی بھیڑ لگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس ان کے معتقدین کا یہ جوم لگا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا مخالف اس درویش کے پاس لے چلو تاکہ میں بھی شرف ملاقات حاصل کر لوں۔ جب آپ کی پاکی درویش کے قریب پہنچی تو آپ نے کچھ دیر تک درویش پر نظر کی پھر فرمایا کہ پاکی یہاں سے واپس لے چلو، چنانچہ پاکی وہاں سے واپس بجائی گئی۔ جب کچھ راستے ہو گیا تو آپ کے اصحاب و احباب نے دریافت کیا کہ آپ (بغیر ملاقات کے) واپس کیوں ہو گئے؟ حضرت نے اس استفسار کے جواب میں فرمایا کہ درویش سے ملاقات کا مقصد اس کی نعمت کا معلوم کرنا تھا کہ وہ کس نسبت کا مالک ہے۔ جب اسکو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس کوئی نعمت نہیں ہے بلکہ ایک درویش کی نظر اس کے پردہ بینی پر پڑ گئی تھی جس کے باعث اسکو یہ جمعیت حاصل ہو گئی راتنی مخلوق اس کے پاس جمع ہے، مجھے امید ہے کہ اس نظر کی برکت سے سعادتِ ابدی اور دولتِ سرمدی بھی اسکو مل جائے گی۔

قطعہ

سرفرازان را بین کاند زمان
می دہند از یک نظر ہر دو جہان
خیمہ گردون بپا آورده اند
از طناب ہمت دریا دلاں
شیخ نورشید جہان میسر دہم
گودر فشد ذرہ از نور شان

ترجمہ: ان سرفراز بندوں کو دیکھو کہ وہ ایک نظر سے دونوں جہاں کی دولت عطا فرماتے ہیں، یہی وہ حضرات ہیں کہ خیمہ گردوں انہی دریا دل حضرات کی ہمت کی طنابوں سے قائم ہے۔ آفتاب جہاں کی روشنی بھی ماند پڑ جاتی ہے اگر ان کے نور کا ایک ذرہ بھی چمکتا ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا: منقول ہے کہ ایک قاتل کو قتل کی سزا میں سولی پر چڑھایا گیا، اسی رات میں کسی بزرگ نے اسکو خواب میں دیکھا کہ وہی قاتل بہشت کے باغوں میں سیر کر رہا ہے اور جنت میں ہر طرح کی نعمتیں اسکو میسر ہیں، اس قاتل سے ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تو دنیا میں ایک بہت بڑا قاتل تھا، آخرت میں یہ مرتبہ تجھ کو کس طرح حاصل ہو گیا اس نے جواب دیا کہ جب مجھے پچانسی پر چڑھایا گیا تو حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہ اُدھر سے گزر رہے تھے انہوں نے نظر شفقت سے مجھے دیکھا تھا اور میرے لئے دعا فرمائی تھی، حق تعالیٰ نے اُن کے دیدار کی برکت سے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔ حضرت قدوة الکبر نے ارشاد کیا کہ جس نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی ہے وہ اتنا ہی افضل و برتر ہے اُس شخص سے جس نے کم مشائخ کا دیدار کیا ہے۔ گردہ صوفیہ میں دیدار مشائخ کے سلسلے میں اسی طرح مجھے یہ اعزاز حاصل ہے۔

منقول ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ نے جو نیشاپور کے مشائخ متاخرین میں سے تھے وہ نیشاپور کے مشائخ کے دیدار سے بہت بہرہ ور تھے، انہوں نے شیخ ابوعثمان جریؒ اور شیخ محفوظ کی نیشاپور میں زیارت کی اور سمرقند میں محمد فضیلؒ یعنی بلخ میں محمد فاضلؒ، جرجان میں علیؒ سے میں ابویوسف بن ابوالحسن، بغداد میں جنیدؒ شیخ رویمؒ و مسنونؒ ابن عطاء حریری شام میں طاہر مقدسی دابن جلا و ابو عمر دمشقی، مصر میں ابوبکر دقاق و ابو علی رودباری کی صحبت پائی اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے مشائخ کی انہوں نے زیارت کی اور اُن سے بہت سی احادیث نقل کیں۔ ایک روز شیخ عبداللہ خفیفؒ اور شیخ ابوالحسنؒ ایک تنگ پل سے جب گزرنے لگے تو عبداللہ خفیفؒ نے اُن سے کہا کہ تم پہلے آگے چلو، ابوالحسنؒ نے کہا کہ مجھ میں ایسی کون سی فضیلت ہے کہ آپ کے آگے چلوں، انہوں نے فرمایا کہ آپ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا حضرت قدوة الکبرؒ نے فرمایا کہ شیخ الاسلامؒ کا ارشاد ہے کہ اس طائفہ صوفیہ کے لئے سب سے عظیم نسبت مشائخ کا دیدار اور ان کی صحبت ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ پیروں کا دیدار صوفیہ کے فرائض میں سے ہے کہ مشائخ اور پیروں کے دیدار سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

حدیث قدسی میں وارد ہے:

میرضت فہم تعد فی سألک لہم
تجملنی۔
میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہیں کی۔ میں نے سوال کیا تو نے جواب نہیں دیا۔

www.maktabah.org

شیخ الاسلام کا بھی ارشاد یہی ہے کہ بارگاہ الہی میں عرض کیا الہی! یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دستوں کو مرتبہ دیا ہے کہ جس نے ان لوگوں کو پایا اس نے تجھے پایا اور جس نے ان لوگوں کو نہیں پہچانا اُس نے تجھ کو نہیں پہچانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَنَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ ۛ

اور تو اُن کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں لیکن وہ تجھ کو نہیں دیکھتے۔

لیکن یہ بات جو افراد سے تعلق رکھتی ہے جو افراد کو چاہیے کہ جو افراد کو دیکھے جس نے جو افراد کو دیکھا گویا اس نے حق کو دیکھ لیا اس لئے کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں) قصہ سرمہ حق، کبھی کبھی ایک غلام کو ایک غلام کے ہاتھ سے یکا یک مل جاتا ہے، خود کو اس غلام کے بہانے سے لوگوں کی نگاہوں میں جلوہ آرا کرتا ہے تاکہ اُنھیں اُس کے دیدار سے آسودہ ہوں، لیکن جب یہ حقیقت رخصت ہو جاتی ہے تو پھر وہ غلامی میں آ جاتا ہے اور اگر وہ حقیقت میں آزاد ہو گیا ہے تو پھر وہ غلامی میں واپس نہیں آتا اور یہ مناسب ہی ہے کہ غلامی کا فتنہ غلامی ہی سے پیدا ہوتا ہے اس طرح ایک حقیقت سے ہزاروں بہانے پیدا ہوتے ہیں جب پہانہ ختم ہو گیا تو حقیقت جلوہ نما ہو گئی۔ ہاں اس کام کو کون انجام دے سکتا ہے، یہ تو انسان کے بس کا کام نہیں۔ ایک کی نظر بہانے پر ہے اور ایک کی نظر حقیقت کا پر ہے۔ ایسے شخص کی نظر میں بہانے کی کیا حقیقت۔

قطعہ

صورت درویش را کردہ حجاب
دیدگان معنی بدید از صورتش

حق فرد آید بمعنی در نقاب
دیدہ حق واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ:- صورت درویش کو تو ایک پردہ بنا لیا ہے، حق تو در حقیقت اس نقاب اور پردہ میں ہے وہی اس کا نظارہ کر سکتا ہے جس نے صورت میں معنی (حق) کو تلاش کیا۔ پس اس نے حق کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کہا گیا ہے کہ حضرات صوفیا میں زیارت مشائخ ایک بڑی نسبت ہے اور ایک بلند مقام ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب نے فلاں مرشد محترم کی زیارت کی ہے یا فلاں شیخ کی صحبت سے بہرہ اندوز ہوا ہے۔ پس دیدار مشائخ کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیے کہ پیروں کے دیدار کا موقع اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اسکو نہیں پاسکتا۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ فی حدیث اور دوسرے علوم دینیہ میں میرے شیوخ بہت ہیں لیکن تصوف و حقیقت میں میرے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگر میں اُن کے دیدار سے مشرف نہ ہوتا اور ان کی ارادت کا شرف نہ پاتا تو میں حقیقت کو نہیں جان سکتا تھا۔ نفس اور حقیقت میں آویزش ہوتی رہتی۔

حضرت قدردان اکبر فرماتے تھے کہ ہر چند کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور منغیر و گناہوں سے بھی نہ بچتا ہو

اگر کسی درویش کی نظر گھبرا اٹھیں پڑ جائے تو بہت جلد اسکو منا ہی و معاصی کے گرداب سے نکال کر انابت و توبہ کے ساحل پر وہ شیخ پہنچا دے گا۔ حضرت قدوة الکبر نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا:-

شیخ عیسیٰ میاد مبنی ایک بازاری عورت کے پاس سے گزرے، آپ نے اس فاحشہ عورت سے فرمایا کہ میں عشا کی نماز کے بعد تیرے پاس آؤں گا۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئی اور خود کو خوب بنایا سنوارا اور لباس فاخر پہنکر بیٹھ گئی۔ نماز عشا کے بعد شیخ اس کے یہاں پہنچے اور اس کے گھر میں در رکعت نماز ادا فرما کر باہر نکل آئے، اُسی وقت اس فاحشہ کی حالت دگرگوں ہو گئی، آلات فسق توڑ پھوڑ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارا مال و متاع خیرات کر دیا۔ شیخ نے اُس خاتون کا نکاح اپنے ایک مرید سے کر دیا اور اس درویش سے کہا کہ اس نکاح کی دعوت ولیمہ کر دو اور اس میں عصیدہ پکاؤ اور اس کیلئے روغن خریدو، وہاں کے ایک رئیس کو جو اس خاتون کی طرف مائل تھا یہ قصہ سنکر بہت تعجب ہوا۔

بیٹ قتادہ کشتی اندر بحر عصیان

کہ بیرونش کند جز لطف یزدان

ترجمہ ۱۔ وہ کشتی جو بحر عصیان میں ڈالناں ڈول ہو رہی ہے اسکو خدا کی مہربانی کے سوا کون ساحل سے لگا سکتا ہے۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ اسے ایک درویش کے نکاح میں دیکر گیا ہے لیکن ولیمے کے عصیدہ کی تیاری کے لئے روغن نہیں ہے تو میر نے ازراہ تمسخر دو بوتلیں شراب سے بھری ہوئی شیخ کے پاس بھیج دیں اور کہہ دیا کہ مجھے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی اور میں یہ دو بوتل روغن بیع رہا ہوں اسکو عصیدہ میں ڈال کر کھائیں۔ جب امیر کا فرسادہ پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی، پھر ان دونوں بوتلوں میں جو کچھ تھا عصیدہ میں ڈال دیا اور فرسادہ سے فرمایا بیٹھو اور کھاؤ، عصیدہ میں پڑا ہوا روغن اسقدر لذیذ تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھایا تھا۔ امیر کو جب اس کرامت کی خبر ہوئی تو امیر بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ شیخ کے مریدوں اور اصحاب میں باہم دیگر اسقدر اخلاص و اتحاد ہونا چاہیے کہ اسباب اور دوسرے ساز و سامان میں من و تو کا معاملہ پیدا نہ ہو کہ ایک کہے یہ پاپوش میری اور دوسرا کہے کہ میری ہے تو یہ لگانگت اور خصوصیت کے خلاف بات ہوگی بلکہ کسی کو بھی ملکیت کا مدعی نہیں ہونا چاہیے، کہ بے ملک ہونا ہی ان حضرات (صوفیہ) کی صفت ہے۔ ان کا ایک مالک ہے جس کے یہ سب مملوک ہیں اور مالک اپنی ملک میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے

قطعہ

شرط باشد در میان دوستان

بر مراد خویشان تو منرض دان

درد باش از نزد ایشان در جهان

آن تو و آن ما نبود روان

چند چیز از روئی انصاف ای عزیز

اولاً تقسیم کام شان بہ دل

ثانی آن کز دشمنان این گروہ

ثالث آن باشد کہ اندر یک دگر

ترجمہ ۱۔ عزیز! دوستوں کے درمیان از روئے انصاف چند چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے اور شرط دوستی

ہے اول یہ کہ ان کے کاموں کی انجام دہی اپنے کاموں پر مقدم سمجھنا، دوسرے یہ کہ جو لوگ ان درویشوں کے مخالف ہیں ان سے دور رہنا، تیسرے یہ کہ آپس میں یہ چیز میری ہے اور وہ چیز تیری ہے کا فرق اور دعوائیں ہونا چاہئے۔ بلکہ میں تو باقی نہیں رہنا چاہئے۔

ارادت کیا ہے؟ حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا ارادت ہو تو فقیہ ارادۃ علیٰ عملہ اصحابہ۔ ترجمہ: ارادت کے معنی ہیں اپنے ارادے کو دوستوں کی مراد کے موافق کر لینا۔

یہاں یہ بات واضح ہونا چاہئے کہ شیخ و مرید کی سیرت اور آداب کا ذکر کلی سابقہ لطیفہ میں بیان ہو چکا ہے، یہاں ہم اصحاب طریقت اور طالبان سلوک کے تمام آداب بیان کرتے ہیں اور یہ تمام آداب بطور ایجاز صرف اس ایک بات میں مندرج و متضمن ہیں کہ طالب صادق کو چاہئے کہ اپنی مراد سے اپنے اصحاب کی مراد کو مقدم رکھے اور اپنی ارادت کے حقوق سے جزوی اور کلی طور پر عہدہ بڑا ہو۔

مثنوی

بر مراد ان کو نہادہ پائی نیست
بر بساط قرب ادرا جائی نیست
بلکہ بر خود پائی نہ ای ہوشیار
تا نہی پا بر سریر وصل یار
ترجمہ: جس نے مرادوں پر پیر نہیں رکھا ہے، بساط قرب پر اسکی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اے ہوشیار! اپنے اوپر پیر رکھ، تاکہ وصال یار کے تخت پر تو پیر رکھ سکے۔

حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے مرشد، استاد اور والدین کی جانب بغیر وضو نظر نہ کرے۔ اس طرح آسمان کی طرف بھی بغیر وضو نہیں دیکھنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے بڑوں کے سامنے گفتگو بہت کم کرے، دائیں بائیں نہ دیکھے۔ جب تک ان کی مجلس میں حاضر رہے ایک جگہ جم کر بیٹھے اور پیر و مرشد کھڑے ہوں تو خود بھی کھڑا ہو جائے۔ گفتگو میں پہل نہ کرے، اسی طرح چلنے میں بھی پیش قدمی نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو پیر کے آستانہ پر بغیر وضو کے حاضر نہ ہو۔ جب اندر داخل ہونے لگے تو آستانہ (دہلیز) کو بوسہ دینا اپنے اوپر لازم سمجھے، پیر و مرشد کے سامنے نوافل بھی ادا نہ کرے۔ اسی طرح دوسرے اوراد و وظائف بھی اُس وقت نہ پڑھے کہ پیر کے دیدار سے ان میں سے کوئی شے بھی بالائز نہیں ہے۔ مرشد کا دیدار ان سب سے بالاتر ہے۔

قطعہ

اگر باشد نظر بر قامت شیخ
نمازی گر گزارد سہو باشد

نمازی مقتدی عشق آست
کہ در محراب ابرو عمو باشد

ترجمہ: اگر مرید کی نظر قامت شیخ پر ہے تو اس وقت رہ اگر نفل نماز ادا کرے گا تو یہ بھی مبہول ہوگی کہ مقتدی عشق کی نماز تو بس بھی ہے کہ وہ محراب ابرو کے دیدار میں محو رہے۔

مرشد کے سامنے جا نماز بھی نہیں بچھانا چاہئے۔ اگر اس بات کا یقین ہے کہ وقت مقررہ کا کوئی وظیفہ

فوت ہو جائے گا اور کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں ہے کہ مھٹے بچھایا جائے تو شیخ کے عقب میں جا کر اسکو ادا کرے۔
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ افزائش سجادہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو سجادہ نماز ہے، دوسرے
وہ سجادہ ہے کہ جس پر ہمیشہ بیٹھا جاتا ہے اس پر بیٹھنا بھی بغیر مرشد کی اجازت کے درست نہیں ہے۔ بعض
مشائخ چونکہ نہالچر بیٹھنے کے لئے بناتے ہیں اور اس پر بیٹھتے ہیں یہ بھی رعوت سے خالی نہیں ہے لیکن اکثر
بزرگ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت قدوة الکبر تو زری کے سجادہ پر اکثر جلوس فرمایا کرتے تھے، منقول ہے کہ حضرت
شیخ برہان الدین غریب حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کی اجازت کے بغیر سجادہ پر بیٹھا کرتے تھے، جب یہ
بات حضرت سلطان المشائخ نے سنی تو آپ نے اسکو پسند نہیں فرمایا اور شیخ برہان الدین غریب سے آپ ناراض
ہو گئے، انہوں نے ہر چند عذر خواہی کی لیکن آپ کی ناگواری دور نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ شیخ نصیر الدین محمود
قدس اللہ سرہ نے آپ کی سفارش کی تب آپ نے معاف کیا۔

قطعہ

خطائی گر رود از دست درویش صواب آنست کہ آرد پای مردی
چو مجد الدین بہ نجم الدین کبریٰ بیار د پائی مردی پائی مردی
ترجمہ :- اگر کسی درویش سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو درست طریقہ یہی ہے کہ اس کی معافی کا خواستگار ہو
جس طرح شیخ مجد الدین سے جب شیخ نجم الدین کبریٰ کے حضور میں ایک غلطی سرزد ہوئی تو انہوں نے جو انوری
سے کام لیتے ہوئے آپ سے معافی مانگی۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو شیخ کی طرف پیٹھ کرنے
سے گریز کرے۔ اگر فاصلہ بہت زیادہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ جب
قریب ہو تو اسکو ملو نہ رکھے، مرید مرشد کے حضور میں جس قدر بھی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے گا اسی قدر اس کی
راہ (سلوک و طریقت) میں ترقی ہر گئی اور شیخ کی خدمت میں جس قدر عجز و انکسار کرے گا وہ اس کے عروج کا
باعث ہوگا۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک مرید سے آپ کا
سامنا ہوا۔ وہ مرید فوراً گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور شیخ (جو خود بھی گھوڑے پر سوار تھے) کے زانو کو بوسہ دیا۔
شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے آپ کی پٹلی کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور
نیچے بوسہ دیا، لیکن شیخ یہی فرماتے رہے اور نیچے، اور نیچے، یہاں تک کہ اُس مرید نے گھوڑے کے سُم کو بوسہ
دیا۔ تب حضرت شیخ نے فرمایا تم کو معلوم ہے کہ ہم نے تم کو اس قدر نیچے بوسہ دینے کا حکم کیوں دیا؟ مرید نے کہا
حضرت شیخ اس بات کو زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا اس منزل پر ہم تمہارا عروج ملاحظہ
فرما رہے تھے۔

قطعہ

مریدان را تنزل پیش پیران ہر نوعی کُشد معراج باشد

رود ہر چند لولؤ در تنگ بحر بر آید بر سر و بر تاج باشد

ترجمہ :- مریدوں کا شیخ کے حضور میں عجز و انکسار جس قدر بھی ہوتا ہے وہ اُن کے عروج کا سبب ہوتا ہے دیکھو! موتی سمندر کی تہ میں چلا جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو یہ عروج ملتا ہے کہ تاج اور سر کی زینت بنتا ہے۔

مُرید کو چاہیے کہ مرشد سے ملاقات کے وقت جو تیاں اتار دے اور پھر ہر د مرشد سے صرف سلام ہی برائے نگاہ نہ کرے بلکہ مرشد کی پابوسی کرے اور سر جھکا لے، دست بوسی بھی کرے، اس فقیر کے خیال میں سوائے پابوسی کے سلام نہ کرے، سر جھکا لے اور دست بوسی بھی نہ کرے۔

نماز کی امامت مرشد کو یا سرِ معلقہ کو کرنا چاہیے۔ اگر پیر کا حکم ہو کہ نماز پڑھائے تو فوراً آگے بڑھ جائے کہ اس میں ایک حکمت ہے۔ امامت ختم ہوتے ہی مرید کو چاہیے کہ بہ عجلت تمام اپنی جگہ پر چلا جائے۔ دُعا اور مناجات شیخ کے لئے چھوڑ دے تاکہ وہ دُعا و مناجات کرے۔

اگر مرشد یا اکابر کا بچا ہوا پانی یا کھانا مل جائے یا کوئی کھایا ہوا پھل تو اس کو کھڑے ہو کر کھائے اور اسکو ایک نعمت جانے، پیر کا خرقة جہاں تک ہو سکے بغیر وضو کے نہ پہنے۔ پانخانے یا کسی اور نا پاک جگہ پر اکابر کے خرقة کو پہن کر نہ جائے جیسا کہ حضرت روز بھان بعلی کا واقعہ ہے کہ وہ ایک گھانے والی کی محبت میں مبتلا ہو گئے اور یہ بات کسی اور شخص کو معلوم نہیں تھی اگرچہ وہ حسینہ کے حسن میں جن حقیقت کا مطالعہ کرتے تھے لیکن اکابر کے خرقة کو انہوں نے اتار دیا تھا۔ اس محبت کے باوجود ان کا دُعا اور وجد میں نعرے گنانا اسی طرح جاری تھا لیکن پہلے وہ آہ و زاری خدا کیلئے تھی اور اب یہ نعرے اور بے قراری اس مغنیہ کے لئے ہوتی تھی، لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی محبت میں ہو رہا ہے چنانچہ آپ ایک دن حرم شریف کے صوفیہ کی مجلس میں آئے اور اپنی محبت کا تعقد ان لوگوں سے بیان کر کے کہا کہ میں اپنے حال میں کاذب نہیں بننا چاہتا اور خرقة ان کے سپرد کر دیا اور مغنیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ تم سے محبت کے یہ مدعی ایک عظیم ولی اللہ ہیں۔ یہ سنکر اس نے توبہ کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی مغنیہ کی محبت آپ کے دل سے زائل ہو گئی۔ اس کے بعد آپ مجلس صوفیہ میں دوبارہ آئے اور وہ خرقة پھر پہن لیا۔

مرشد کا لباس جو دلالت کی خلعت اور اسکی عنایت کا لباس ناخرہ ہے اگر قسمت سے مل جائے تو اسکو کبھی نہ دھوئے، ہاں اگر پیر نے وہ لباس زیب تن نہیں کیا ہے تو اس کے دھونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اگر بطور امانت کوئی لباس سپرد کرے تو خیال رکھے کہ وہ لباس پیروں کے نیچے نہ آئے۔

اپنے پیر و مرشد کے یہاں حاضری دے یا اکابرین میں سے کسی کے یہاں حاضری کا موقع ملے تو خانقاہ، مسکن یا مکان کا جائزہ نہ لے، مرشد یا اصحاب مرشد کے ساز و سامان کو نہ دیکھے کہ یہ بھی ایک قسم کا سوال کرنا ہو گا۔ اگر کسی ساتھی یا



دوست سے کوئی لغزش ہو جائے تو اشارے کنایہ میں تنبیہ کرے، اگر دُعا حجت کی ضرورت آ ہی پڑے تو تنہائی میں اس کا اظہار کرے۔ احباب آپس میں ادب کو ملحوظ رکھیں اور یہ جو کہا گیا ہے کہ صحبت بے تکلف ہونا چاہیے اس سے مراد یہ ہے کہ دوستوں سے اپنی تعظیم کا خواستگار نہ ہو اور نہ خود اپنی طرف سے ایسے ادب کا اظہار کرے سوائے اس صورت کے کہ آپس میں خصوصی روابط ہوں۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات بہت عجب معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں فلاں میلہ ہے اسلئے کہ یار کا یار ہونا اور یاری کی شرائط بجالانا بہت ہی مشکل کام ہے بلکہ جان سے گذر جانے سے بھی مشکل ہے البتہ یہ کہنا ہم ایک دوسرے کے آشنا ہیں۔

غزل

ای درینا در زمانہ یار نیست	یار چہ بود در جهان اغیار نیست
زانکہ اغیار از قسیم یار شد	یار کو اندر سخن بیدار نیست
شرط ادنیٰ در میان دوستان	جان سپردن باشد اندر یار نیست
یار نزدیک ست از نورِ دو چشم	لیک در چشم تو این انوار نیست
نورِ او تابان تر از نورِ شید چرخ	ہرست چشمِ موش را دیدار نیست
اشرف آن یارے کہ دید از چشم خویش	وصفِ ادرا قوتِ گفتار نیست

ترجمہ :- ۱۔ ہائے افسوس کہ اس دنیا میں کوئی یار موجود نہیں ہے، یار تو یار ہے اغیار بھی ناپید ہے۔

۲۔ اس لئے کہ اغیار بھی یار ہی کی ایک قسم ہے (کہ وہ یار کا یار ہوتا ہے) لیکن جب یار ہی ناپید ہے تو اغیار کی بات واضح نہیں ہے۔ (یار نہیں تو اغیار کہاں سے آئے گا)

۳۔ دوستوں کے درمیان دوستی کی ادنیٰ شرط جان سپردن ہے (اپنی جان دوست کے حوالہ کر دینا ہے جو کہ اب نہیں پائی جاتی)۔

۴۔ حقیقت میں حقیقی دوست تو دو آنکھوں کے نور سے بہت قریب ہے لیکن محرومی کا باعث یہ ہے کہ تیری آنکھوں میں وہ نور نہیں ہے۔

۵۔ وہ نور خورشیدِ فلک سے بھی زیادہ تاباں اور درخشاں ہے لیکن قصور چھو نہ رکھتا ہے جو اسکو نہیں دیکھ سکتی۔

۶۔ اے اشرف! اس دوست کا نظارہ جس نے بھی کیا ہے وہ اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا کہ اس کے وصف کو بیان کرنے کیلئے قوتِ گفتار ہی نہیں ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اس طائفہ علیہ صوفیہ کے یہاں آداب لباس یہ ہیں کہ ایسا آداب لباس | لباس پہنا جائے جس سے رعوت پیدا نہ ہو۔ صوفیہ کا لباس اُن کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہوتا ہے یعنی لباس جس مقام کے لئے مخصوص ہے وہ مقام حاصل کئے بغیر اسکو پہننا مناسب نہیں ہے۔ مبتدی کے لئے ایسا لباس پہننا جس سے تکبر اور رعوت پیدا ہو بالکل منع ہے۔ منہجی حضرات کیلئے منع نہیں ہے کہ وہ ان مراحل سے

بالا تر ہیں۔ عام طور پر حضرات صوفیہ جو لباس پہنتے ہیں وہی لباس استعمال کرنا چاہیے، باریک کپڑے پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں یہ سمجھا ہے کہ باریک تہ بند پہننے سے روکا گیا ہے، لباس ایسا ہونا چاہیے جو باریک اور موٹے کے بین بین ہو۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ لباس کی زینت ناز کے لئے مخصوص ہونا چاہیے۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے نہیں ہونا چاہیے۔ منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری قدس اللہ سرہ نے ایک بار اُٹا جامہ پہن کر نماز ادا کی، جب وہ نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے کہا آپ اُٹا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ اسکو سیدھا کر کے پہن لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب سیدھا کر کے پہننے سے کیا فائدہ؟ میں نماز تو پڑھ چکا اب کیا میں دکھاوے کیلئے سیدھا کر کے پہنوں! مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔

شعر چہ کار آید لباس زیب وزینت

چو بہر دیدن دلداز نبود

ترجمہ ۱۔ اس لباس کی زیب وزینت سے کیا فائدہ! جو دلداز کے دکھاوے کیلئے نہ ہو۔

ہاس کو تاد ہونا چاہیے کہ زیادہ پاکیزگی اسی میں ہے خصوصاً ازار تہ بند ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونا چاہیے۔ اگر موٹا اور کھردرا کپڑا نفیس کشی کے لئے پہنا جائے تو بہتر ہے۔ اگر نفیس کپڑا فقیر کی ستر پوشی کے بقدر ہو تو اسکو کام میں لائے نفیس یا معمولی کپڑے کا پابند نہیں ہونا چاہیے بلکہ جیسا کپڑا بھی میسر آجائے وہ استعمال کرے۔

حضرت شیخ ابراہیم سہروردی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی مخصوص کپڑے کے پابند نہیں تھے کبھی تو وہ دستار باند تھے جو انہوں نے دس دینار میں خریدی تھی اور کبھی اس عمامہ کو باندھتے تھے جس کی قیمت صرف دس پیسے تھی اسی طرح حضرت شیخ شکر قدس اللہ سرہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے پاس کہیں سے نفیس کپڑا آگیا تھا آپ کا پیر میں اس کپڑے سے قطع کیا گیا لیکن کپڑا کم بڑ گیا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے آپ نے پلاس (گڑی) دے دیا۔ جب جامہ تیار ہو کر آیا تو اس نفیس ریشمی کپڑے میں پلاس کا بھی ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ اصحاب خدمت نے اس پر بہت تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ ستر دونوں سے یکساں حاصل ہوتا ہے، بہر حال مناسب یہی ہے کہ کپڑا وسط درجہ کا ہو۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جب چراغدار چراغ روشن کرے (شیخ کی خانقاہ میں یا خانہ شیخ میں) تو اس وقت پر صوفیہ میں جو دعا معمول ہے وہ یہ دعا پڑھے۔

نور اللہ قلبک بحسن شرار المحبة والمعرفة۔

ترجمہ ۱۔ اللہ تیرے دل کو شرار محبت و معرفت کے حسن سے نورانی کر دے۔

فتوح کا قبول کرنا | اسی سلسلہ میں فتوح کے قبول کرنے کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اگر صوفی لاکوئی روزینہ نہ ہو اور کسی کسب سے اسکو روزی حاصل نہ ہو تو عبادت الہی اور بھائیوں کو نصیحت کرنے کی قوت کو بحال رکھنے کے لئے فتوح قبول کرے۔ ہمارے اسلاف کرام نے فتوح قبول کرنے میں یہ تفتیش ضرور کی ہے کہ فتوح نذر کرنے والا یہ جو کچھ بطور نذرانہ پیش کر رہا ہے اس کو یہ مال یا شے کیسے طرح

ماصل ہوئی ہے یعنی اخذ فتوح میں تفتیش کر لیا جائے لیکن بعض مشائخ کرام اخذ فتوح میں صرف معطل حقیقی پر نظر رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو شبہ کے مال سے نہیں کھلو آتا ہے۔ حضرت قدوة الکبر نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت علی ثانی حضرت سید علی ہمدانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امیر نے لاچین (ترک) میں سے ایک امیر نے دعوت میں بلایا اُس نے حضرت علی ہمدانی رحمہ کے امتحان اور آزمائش کے لئے مشتبہ طعام تیار کرایا تھا یعنی ایک ضعیفہ سے ایک مرغ زبردستی چھین کر پکوا یا تھا اور ایک مرغ وجہ حلال سے (خرید کر) الگ پکوا یا تھا۔ امیر نے باورچی سے کہہ دیا تھا کہ حلال اور حرام مرغ کو اس طرح دسترخوان پر رکھنا کہ وجہ حلال سے ملل کیا ہو مرغ میرے سامنے ہو اور مشتبہ مرغ شیخ کے سامنے رکھنا، جب کھانا سامنے رکھا گیا تو باورچی یہ بات بھول گیا اور اس نے حلال مرغ حضرت شیخ کے سامنے اور مشتبہ مرغ امیر کے سامنے رکھ دیا۔ جب کھانا کھا چکے اور ہمت دھونے کے لئے طشت لایا گیا تو اُس وقت امیر نے شیخ علی ہمدانی سے کہا کہ حضرت میرا آپ نے کھانے میں احتیاط نہیں برقی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حلال کھانے والے کو حلال ہی کھلو آتا ہے اور اس وقت بھی ایسا ہی ہوا ہے جب اس بات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس ضعیفہ سے یہ مرغ چھینا گیا تھا وہ حضرت کی مریدنی تھی اور اس نے یہ مرغ حضرت کی فتوح میں پیش کرنے کیلئے پرورش کیا تھا اور امیر کے کسی غلام کو بھی یہ بات اس وقت بتا دی تھی اور کہا تھا کہ یہ مرغ ایک دردیش کی نذر کلمہ ہے، علاوہ ازیں دوسرا مرغ امیر کے کہنے کے مطابق اس کے سامنے نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت شیخ کے سامنے رکھا گیا۔ امیر بہت شرمندہ ہوا، توبہ کی اور حضرت شیخ کے نیاز مندوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ زکوٰۃ اور غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال فقیر کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ مال کا میل کچل ہے، علاوہ ازیں فتوح میں جو کچھ حاصل ہو اس کا ذخیرہ نہ کرے۔ نہ صبح کی فتوح کو شام کے لئے اسی طرح شام کی فتوح کو صبح کے لئے بچا کر نہ رکھے تاکہ وہ اس حکم کو بجا لائے۔

الفقر بذل الموجود و تحریک طلب المفقود۔

ترجمہ:- یعنی موجود کا خرچ کرنا اور غیر موجود کا ترک کرنا ہی فقر ہے۔

ہاں اگر اکابر کے اعلاس یا کسی دوست کا قرض ادا کرنے کے لئے جمع کرے تو روا ہے۔ فتوح کو اصحاب مجلس میں تقسیم کر دینا چاہیے کہ تحفوں میں سب کا حصہ ہے۔ ”الھدیٰ مشترک“ یعنی اگر فتوح بصورت لباس حاصل ہو تب بھی سب کو اس میں شریک کرے۔

جب گھر سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے نکلے اور راستہ میں کچھ فتوحات میسر آئیں تو سب اُس شیخ کی خدمت میں پیش کرے، ورنہ شرکت سے تو کسی حال میں محروم نہ کرے۔ اکابر و شیوخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے، کوئی چیز بطور ہدیہ ضرور ساتھ لے خواہ وہ پھول یا سبزہ ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من زار كريمًا صفر اليدين رجع مصفرًا اخذين .

ترجمہ:- جس نے کسی کریم سے خالی ہاتھ ملاقات کی وہ زرد دروہو کر لوٹا۔

درویش بھی زار کو کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دے چاہیے ایک گھنٹ پانی ہی ہو۔ حفصہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من زار حيتًا ولم يذق منه شيئًا فكا تها زار ميتًا .

ترجمہ:- جس نے کسی زندہ سے ملاقات کی اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھا تو گویا کسی مردے سے ملاقات کی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک طالب طریقت کسی عزیز (درویش) کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا اس کے پاس پیش کرنے کے لئے کوئی تحفہ موجود نہیں تھا اس نے ایک ڈھیلا ہاتھ میں لے لیا وہاں پہنچ کر وہی ڈھیلا پیش کر دیا۔ اتفاق سے وہی ڈھیلا اُن درویش کے کام آیا۔

جب ملاقات کرنے والا درویش کی خدمت میں پہنچے اور اس کو کسی کام میں مشغول پائے جیسے دیوار اٹھانا اور جھارو دینا وغیرہ (کہ مشائخ نے ہمیشہ یہ کام کئے ہیں) تو زار کو چاہیے کہ اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، جب کوئی شخص جمعہ، چہار شنبہ یا مہینے کی پہلی تاریخ کو از قسیم مالکولات واجناس کچھ پیش کرے تو فوراً قبول کر لے اور کھانے کی چیزوں کو فوراً کھائے، اسلئے کہ وہ لوگ جو کچھ پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک غیبی نعمت موجود ہوتی ہے جو اثر کرتی ہے۔

مصرع

از دست دوست ہر چہ ستانی شکر دہد

ترجمہ:- دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملتا ہے میٹھا ہوتا ہے۔

اگر فتوح کرنے والا خود موجود ہو تو یہ دعائیہ کلمات کہے:-

جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا اَوْ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْكَ

اور اگر موجود نہ ہو تو اس طرح کہے:-

جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا اَوْ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْهُ .

درویش اگر جامہ یا جائے نماز (مصلیٰ) پیش کرے تو اللہ کے شکر میں دو گنا ادا کرے اور فتوح میں جو کچھ

ملا ہے وہ اپنے شیخ کے حضور میں لے کر حاضر ہو۔ درویش جب کسی کی ملاقات کیلئے روانہ ہونے لگے تو خادم اُسکے

روانہ ہونے سے پہلے اس بزرگ کو مطلع کرے کہ فلاں آپ سے ملنے کے لئے آ رہے ہیں تاکہ دم ملاقات کا حجاب

درمیان سے دور ہو جائے۔

مزارات کی زیارت کرنے کے بعد کسی مریض کی عیادت کو نہیں جانا چاہیے، اگر جانا بہت ہی ضروری ہو تو راستہ میں

دو گنا ادا کر کے عیادت کے لئے جائے۔ عیادت کے وقت مریض سے امید افزا اور حیات انگیز باتیں کرنا چاہیے

اس کے خلاف نہ کرے، خوشی اور مسرت کی مجلس یا محفل میں غم انگیز باتیں نہیں کرنا چاہیے اسی طرح نکاح کی مجلس میں

طلاق کا ذکر نہ کرے، غریب نہ ہر محفل یا مجلس میں وہاں کے ماحول کے مطابق گفتگو کرے، چاند رات کو سفر کے دوران اگر امانت کرنے کا اتفاق ہو جائے تو ایسی آیات کی تلاوت نہ کرے جو عذاب الہی یا تحشیت الہی پر مشتمل ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص تلاوت کی جانے والی آیات سے فال لینا چاہتا ہو۔

اگر کوئی شخص ملاقات میں گنگنا بطور زندرانہ پیش کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ شانہ کسی چیز میں پٹا ہوا ہو، شانہ کو محفوظ کر کے نذر کرے۔ کھلا شانہ قطع محبت کا موجب ہوتا ہے چنانچہ کاغذ یا کپڑے میں لپیٹ کر پیش کرے اسی طرح چھری بغیر غلاف کے نہ دے اس کا بھی وہی اثر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خر بوزہ یا گوشت دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں چھری سے بہت آسانی سے کٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح پانی کا برتن خالی نہ دے (بھر کر دے) مجلس میں سفید ریش درویش کو سیاہ ریش درویش پر مقدم رکھیں (آگے بٹھائیں) اسی طرح مخلوق کو غیر مخلوق پر ترجیح دیں۔ اکابر صوفیہ اپنے احباب کو مصلیٰ، تسبیح، شانہ دھوا اور چھال گل وغیرہ جو کچھ دیتے تھے ان میں سے ہر چیز حقیقت اور معنی کی طرف ایک اشارہ ہوتا تھا۔ زیارت قبور | اس مجلس میں زیارت قبور کا بھی ذکر چھڑا گیا تو حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ اکابر کی زیارت کے

بعد جو مندر ارشاد پر متمکن ہیں، اکابر کے مزارات کی زیارت بھی ضرور کرنا چاہیے کہ بعض ارباب طریقت اور اصحاب معرفت نے اپنے مقصود حقیقی کو ان قبور کی زیارت و ملازمت ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ حضرت مولانا زین الدین نے حضرت شیخ الاسلام شیخ احمد جامی کی روحانیہ مبارکہ سے رشد و برکات الہی و فتوحات نامتناہی حاصل کی تھیں جب وہ شدید ریاضات اور منتخب مجاہدات سے فارغ ہوئے تو شیخ الاسلام جامی کی روح پر فوج ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دروہی دوا ہمارے شفا خانہ میں رکھی ہے۔ مولانا زین الدین کا یہ دستور تھا کہ وہ سات سال تک مسلسل یا پیا دوا کر اکثر برہنہ پا آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے رہے اور اس گنبد میں جو آپ کے مزار مبارک کے سلسلے تھا جا کر کھڑے ہو جاتے اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے۔ اور قدم قدم آگے بڑھتے رہے۔ اسی طرح ایک ایک بڑھاتے بڑھاتے سات سال کی مدت میں آپ کے مزار مبارک تک پہنچے۔ مزار مبارک کے قریب پہنچ کر بھی کچھ وقت کھڑے رہتے کبھی دور اور کبھی نزدیک آخری دور میں بیٹھ جاتے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی آنحضرت کے اشارے کے مطابق تھا۔ اس طرح بیس سال کی مدت میں آپ نے ایک ہزار بار قرآن پاک کا ختم مکمل کر لیا، تب کہیں وہ اپنے منزل مقصود کو پہنچے۔ حضرت شیخ الاسلام کی روحانیہ سے حکم ہوا کہ اب اہم رماضی اللہ عنہ کے مشہد مقدس کی زیارت کا اہتمام کر دے چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور وہاں حاضر ہو کر انہوں نے فیض حاصل کیا اور گونا گوں نوازشوں سے سربلند ہوئے وہاں سے فیضیاب ہو کر وہ طوس کے مزارات مقدسہ کی زیارت کیلئے طوس پہنچے اور وہاں تمام مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے، ایک رات وہ حضرت شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہ کے مزار پر موجود تھے خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مکمل شہر میں تمہاری ملاقات ایک ایسے درویش سے ہوگی جو عریاں رہتا ہے تم ان کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرنا صرف سجدہ نہ کرنا، جب صبح کو یہ شہر طوس کے اندر گئے تو ان کو شہر میں بابا محمود طوسی مجذوب بالکل اسی شکل و صورت کے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا، سامنے سے آتے ہوئے

نظر آئے جیسے ہی انہوں نے مولانا کو دیکھا تو فوراً زمین پر لیٹ گئے اور منہ سے اپنے سر کو چھپایا۔ مولانا ان کے قریب پہنچے اور کچھ دیر کھڑے رہے، بابا محمود طوسی نے کچھ دیر کے بعد منہ سے سر باہر نکالا اور کھڑے ہو گئے اور خود کو مخاطب کر کے کہا ”اے محمود! تو ایسے شخص کی تعظیم نہیں کرتا جس سے شیخ ابو نعر سراج کے مزار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات فرمائی اور ان کو تیرا چہ بتایا۔ آسمان کے فرشتے بھی اُن سے حیا کرتے ہیں۔ مولانا نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اُن سے کہا جاسیے روڈ بار کے اولیاء آپ کے تشریف لانے کے منتظر ہیں۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدلہ سمنانی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں باریاب تھا کسی شخص نے شیخ قدس اللہ سرہ سے سوال کیا کہ بدن کو خاک میں ادراک نہیں ہے، جسم یہ ادراک روح سے کرتا تھا اب دونوں جدا ہو گئے ہیں۔ عالم ارواح میں کوئی جواب نہیں ہے ایسی صورت میں کسی قبر پر جانے سے کیا حاصل؟ اس لئے کہ جس طرف بھی روح کی جانب توجہ کی جائے وہاں روح موجود ہوگی نہ کہ صرف قبر میں۔ حضرت شیخ نے یہ اعتراض سن کر فرمایا کہ قبر پر جانے کے بہت سے فائدے ہیں ایک تو یہ کہ تم کسی سے ملاقات کھیلے جاتے ہو تو اس میں جس قدر بھی قریب ہو گئے اتنی ہی تمہاری جانب اس کی توجہ زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قبر پر جاؤ گے اور صاحب قبر کی قبر کا مشاہدہ کرو گے تو صاحب قبر بھی پورے طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور اُن سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ نیز یہ کہ روح کے لئے ہر چند حجاب نہیں ہے اور تمام عالم اس کے لئے یکساں ہے لیکن وہ بدن جس سے وہ تشریف لے کر متعلق رہی ہے اور وہ اسی بدن کے ساتھ محسوس بھی ہوگی اور پھر ابدالاً بآدمک اسی بدن میں رہنا ہوگا۔ پس روح اس جگہ کو اپنی نظر میں زیادہ رکھے گی بمقابلہ دوسری جگہوں کے۔ اس سراجت کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے اس جگہ قیام کیا جو حضرت جنید قدس اللہ سرہ کی غارت گاہ تھی۔ اُن کی اس خلوت گاہ سے مجھے ذوق تمام حاصل ہوا۔ کیونکہ اس جگہ کو حضرت جنید کی صحبت سے فیض پہنچا تھا، جب میں اس خلوت گاہ سے باہر نکلا اور حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے مزار پر حاضر ہوا تو وہاں مجھے وہ ذوق و کیف حاصل نہیں ہوا۔ میں نے یہ اپنے شیخ (مُرشد) سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ذوق جو تم کو اس خلوت گاہ میں حاصل ہوا وہ حضرت جنید کے باعث حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اُن ہی کی بدولت نصیب ہوا۔ تب انہوں نے فرمایا کہ محض ایک جگہ کچھ عرصہ رہنے کے باعث کہ وہ اپنی تمام عمر میں چند بار ہی وہاں تشریف فرما رہے ہوں گے لیکن محض اس تعلق کے باعث تم کو وہاں سے ذوق حاصل ہوا تو پھر اس جسم سے جس میں وہ روح ایک عرصہ دراز تک مسلسل رہتی رہی ہے یقیناً زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہئے تھا ممکن ہے کہ تمہاری حس کے کسی اور امر میں مشغول ہونے کے باعث مزار پر تم کو وہ ذوق حاصل نہ ہوا ہو جو خلوت گاہ میں حاصل ہوا۔ ذرا خرقة کے فیض پر غور کر کہ جس کو کوئی صاحب دل پہنچتا ہے تو اس سے کس قدر ذوق اور کیف حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن خرقة سے نزدیک تر ہے اس سے اور زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہئے۔ الغرض زیارت قبور مشائخ کے بہت سے فائدے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ و مقدسہ کی طرف توجہ کرے تب بھی فائدہ پائے گا اور اس کو کیف حاصل ہوگا لیکن اگر یہ عمل مدینہ منورہ میں

بہنچ کر کرے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سفر کی تکالیف سے آگاہ ہیں، تو جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلیئہ اس کی طرف متوجہ ہوں گے، اس فائدے کو اس فائدے سے کیا نسبت؟ اہل مشاہدہ اس بات کی تحقیق کر چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرنے والے زیارت کرنیوالے کی آمد سے اور اس کی توجہ سے باخبر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم ارواح بہت ہی لطیف ہے۔ خصوصیت کے ساتھ حضرات مشائخ و اکابر کی ارواح تو زائر کی معمولی توجہ ہی سے آگاہ اور باخبر ہو جاتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاء) حضرت خواجہ قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ کے مرقد مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ پس اُس وقت جبکہ سلطان المشائخ زیارت کے طواف میں مصروف تھے اُنکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میری اس توجہ سے حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ کی روح آگاہی اور خبر رکھتی ہے یا نہیں؟ ابھی اُن کے دل میں خطرو پورا نہیں ہوا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کے مرقد منور سے ایک آواز بلند ہوئی جس سے نصیح زبان میں اس شعر کا مفہوم واضح ہو رہا تھا۔

مرا زندہ پندار چون خویش تن من آیم بجان گر تو آئی بہ تن

مدان خالی از ہم نشینی مرا بیستم ترا، گر نہ بیستی مرا

ترجمہ: مجھے تم اپنی طرح ہی زندہ شمار کرو کہ تم تو جسم کے ساتھ یہاں آئے ہو اور میں یہاں جان کے ساتھ ہوں۔ مجھے تم اپنی ہم نشینی سے مدانہ سمجھو، میں تم کو دیکھ رہا ہوں اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی جب کسی شہر میں داخل ہو تو سب سے پہلے ان اکابر حضرات کی پیٹے بوسی کی سعادت حاصل کرے جو بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ اس کے بعد مشائخ و اکابر کی قبور کی زیارت کا شرف حاصل کرے اور اگر زائر کے مُرشد کا مزار اس شہر میں موجود ہے تو سب سے پہلے اس مزار کی زیارت کرے ورنہ جن اکابر کے بارے میں لوگ اسکو مطلع کریں ان کے مزارات کی زیارت کرے، پھر اس کے مرید کی اور اس کے بعد اس کے مرید کی مزار کی زیارت کرے۔

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنا ✓
کی ہے اور اس کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ لیکن حضرات مشائخ میں اس

سلسلہ میں اختلاف ہے۔ اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں جیسا کہ میں نے یاحت کے دوران بہت سے اکابر کے یہاں مشاہدہ کیا ہے کہ جس کسی ہستی کے ساتھ زندگی میں ادب و تعظیم سے پیش آتے تھے، مرنے کے بعد بھی اسی ادب اور تعظیم کو انہوں نے روا رکھا ہے۔ جیسے والد، استاد، مرشد اور ان جیسے دوسرے بزرگ حضرات جن کی تعظیم واجب ہے لیکن مشائخ کے سامنے زمین پر پیشانی رکھنے کو بعض مشائخ نے روا رکھا ہے اور جب کبھی ان کے کسی مرید نے غلط ارادت اور غایت شفقت سے ان کے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی تو

انہوں نے مُردہ کو اس عمل سے منع نہیں فرمایا لیکن اکثر مشائخ نے اس سے اجتناب کیا ہے اور اپنے مریدوں کو اس سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ سجدہ تعظیمی سابقہ زمانے میں جائز تھا اور اب منسوخ ہے۔

لیکن میرے مخدوم (شیخ علاؤ الدین گنج نبات) جب نماز جمعہ نماز عیدین سے فارغ ہو کر واپس تشریف لاتے تو ہزاروں لوگ آپ کے قدموں پر سر رکھتے تھے اور وہ لوگ جو آپ کے قدم ہائے مبارک پر سر نہیں رکھ پاتے تھے وہ دور ہی رہ کر زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ ایک ملا نے اس سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا اور کہا کہ یہ بات تو شریعت میں منع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو لوگوں کو بہت زیادہ منع کرتا ہوں اور باز رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ ایسا کرنے سے باز ہی نہیں آتے۔ مختصر یہ کہ اس طرح آپ نے بہت ہی انکساری کی باتیں فرمائیں۔ طالبانِ صادق اور دوستانِ واثق جب شیخ کے آئینہ (روح) میں اس جمالِ حقیقی کو دیکھتے ہیں یعنی شیخ کی صورت میں جب حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار ہو کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں سہ بیت

سری کو در خور ایشار نمود

مرا با این سری سرد کار نمود

ترجمہ: وہ سر جو اشار کے قابل نہیں ہے ایسا سر مجھے مرگز نہیں چاہیے۔

اس سجدہ سے کہ جواز کے سلسلہ میں بعض اصحاب نے شرعی روایتیں (تاویلیں) بھی پیش کی ہیں مثلاً کتاب الملقط میں کہا گیا ہے کہ سجدہ سے کی دو طرفیں ہیں (دو طرح کے ہیں) طرف تعظیم و طرف عبادت۔ سجدہ تحیتہ انسان کے لئے ہے اور سجدہ عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سجدہ تحیتہ بمنزلہ سلام کے ہے۔ پس شیوخ کے سامنے دونوں رخساروں کو زمین پر رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ سجدہ دو طرح کا ہے۔ سجدہ عبادت اور سجدہ تحیتہ۔ پس پہلا یعنی سجدہ عبادت وہ مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسرا یعنی سجدہ تحیتہ کسی کی تکریم بجالانے کے لئے ہے اور اس کے پانچ محل اور مواقع ہیں۔ یعنی سجدہ تعظیم پانچ موقعوں پر روا ہے۔

۱۔ کسی امت کا اپنے نبی کو

۲۔ مُردہ کا پیر کو

۳۔ رعیت کا بادشاہ کو

۴۔ اولاد کا والدین کو

۵۔ غلام کا آقا کو

ان پانچ مواقع پر سجدہ کرنے کی ہر حال میں اجازت ہے۔ جب انسان کسی انسان کو سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح کوئی شخص بادشاہ یا اس کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ (تعظیمی) کرے اور اس کی نیت صرف تعظیم و تکریم ہو نماز نہ ہو تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ یہ تمام تصریحات فتاویٰ قاضی خان و صغیر خانی و تیسیر و

سراجی دغانی اور کافی میں موجود ہیں (یہ کتب فقہ اہل سنت کی مشہور کتابیں ہیں) کتاب مرصاد العباد میں کہا گیا ہے کہ مشائخ کے سامنے سرکوزمین پر رکھنا سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ معبود حقیقی کے اُس نور ذات و صفات کی تعظیم و تکریم ہے جو شائخ میں جلوہ گر ہے۔

تر یارتِ قبور | حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ جب زیارتِ قبور کے لئے جائے تو مزار کے پائیں سے داخل ہو اور تین یا سات بار مزار کا طواف کرے، اس کے بعد مزار کے پائیں طرف جا کر تعظیماً سر کو جھکائے، پھر مزار کے سامنے کی طرف بالکل متقابل میں کھڑے ہو کر کہے:

عَلَيْكُمْ السَّلَامُ يَا أَهْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

(اے اہل لا الہ الا اللہ تمہارے اوپر لا الہ الا اللہ والوں کی جانب سے سلامتی ہو) کَيْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ يَا أَهْلَ اللَّهِ بِحَقِّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَأَعْرِضَ عَنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَخْشَرْنَا فِي زَمْرَةٍ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا قِيلْنَا قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُعْتَمِدِينَ رَسُولَ اللَّهِ۔ ترجمہ :- آپ نے قول لا الہ الا اللہ کو کیسا پایا؟ یا اللہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے صدق میں اسکو بخشدے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور ہم کو اسی گروہ کے ساتھ تھا جس نے لا الہ الا اللہ کہا، اور ہمارے قول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول فرمائے۔

اس کے بعد قبر پر پھول یا سبزہ چڑھائے، اس کے بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۃ زلزال و تکوین ایک ایک مرتبہ اور سورۃ اخلاص سات بار یا دس بار پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے :- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ أَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بِسْمِ اللَّهِ عَلَى سَلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد یہ الفاظ بھی کہے :- اللَّهُمَّ قَرَأْتُ هَذِهِ الْقِرَاءَةَ وَجَعَلْتَ ثَوَابَهَا تَحْفَظُهُ بَرُوحُ فَلَانِ بْنِ فَلَانٍ۔ اس کے بعد پھر قبر کے سامنے آئے اور غلافِ مزار (چادر) کے نیچے اپنا ہاتھ رکھے اور اپنی حاجت بیان کرے۔

جب مشائخ کی زیارت کے لئے جائے تو بغیر شیرینی، پھول اور سبزہ کے نہ جائے اور اگر سپرد مرشد کے مزار پر جائے تو نقدی بھی قبر پر رکھے، بعد میں اس نقدی کو مخدوم زادگان کی خدمت میں پیش کرے اور کچھ نقدی بطور ہدیہ مجاہدوں کو بھی دے۔ اجتماعی طور پر جب زیارت کے لئے جانا ہو اور سر حلقہ زیارت میں مشغول ہو تو

سارے سجدہ عبادت وہ ہے کہ سجدہ کو نفع و ضرر کا متنازعہ نہ رہے جو سوائے حق تعالیٰ کے کس اور کے لئے نہیں ہے اگر اس نیت سے سجدہ کرے تو کافر اور بعض تنظیم کی نظر سے کرے تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک حرام۔

دوسرے ہمراہی الگ کھڑے رہیں۔ جب سر حلقہ زیارت سے فارغ ہو جائیں تب دوسرے لوگ نوبت بہ نوبت زیارت سے مشرف ہوں۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک میں حال قبض پیدا ہو جاتا ہے تو اگر اس کا مرشد بقید حیات ہے تو اس کے دیدار سے حال بسط پیدا ہو جاتا ہے ورنہ مرشد کے مزار مبارک کی زیارت سے یا دوسرے مشائخ کے مزارات پر حاضر ہونے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

منقول ہے کہ جب کبھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ پر حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ اپنے مرشد ابوالفضل قدس اللہ سرہ کے مزار پر چلے جاتے تھے، خواجہ ابوطاہر ابوسعیدؒ کہتے ہیں کہ ایک روز ہمارے شیخؒ پر حال قبض طاری ہو گیا، وہ مجلس میں رونے لگے۔ پھر فرمایا اگھر ٹاٹیا کر کے، چنانچہ اسی رات وہ روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بہت سے مریدین تھے، جیسے ہی آپ پر ابوالفضل قدس اللہ سرہ کے مزار پر پہنچے تو آپ کا حال قبض حال بسط میں بدل گیا۔ تمام درویشوں میں شور پیدا ہو گیا، وہاں قوال بھی موجود تھے انہوں نے اس بیت کو پڑھنا شروع کر دیا

بیت

معدن شاد نیست این یا معدن جود و کرم
قبلہ ماروئی یار و قبلہ ہر کس حرم

ترجمہ :- یہ حالت خوشی کے خزانہ میں سے ہے یا جود و کرم کے خزانہ میں سے کہ ہمارا قبلہ ہمارے یار کی صورت ہے جبکہ دوسروں کا قبلہ حرم ہے۔

تمام مریدین شیخ ابوسعیدؒ کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور شیخ کے مزار کے طواف میں مصروف تھے اور نعرے لگاتے جاتے تھے، کچھ دوسرے درویش سر و پا برہنہ انتہائی وجد کی حالت میں زمین پر لوٹ رہے تھے اُس وقت شیخ ابوسعیدؒ نے فرمایا کہ آج کے اس وقوعہ کی تاریخ کو لکھ لیا جائے کہ آج کے دن سے بہتر کوئی دن ہم کو میسر نہیں ہو سکتا۔

بیت

چہ روزست این کہ بہ زین روز نبود
اگر باشد چنین فیروز نبود

ترجمہ :- یہ کیسا عمدہ دن ہے کہ اگر ایسا دن نہ ہوتا تو کامیابی نہ ہوتی۔

اس واقعہ کے بعد جب کسی مرید کے دل میں حج کا شوق پیدا ہوتا تھا تو وہ شیخ ابوالفضل کے مزار پر جا کر سات طواف کر لیتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات حضرت قدوة الکبرا نے بیان فرمائے۔ بے شک دوسرے بزرگوں کے مزارات سے بھی ایسے ہی فیوض حاصل ہوئے ہیں۔

لطیفہ ۱۸

معانی زلف و خال وغیرہ

(در بیان معنی زلف و خال و امثال آن)

قال الاشرف :

أَسْرَارُ الْمَشَاحِجِ دُرَرٌ وَالْفَاطُ الشُّعْرَاءُ أَصْدَافُهَا۔

ترجمہ :- (حضرت) قدوة الکبر نے فرمایا : مشائخ کے اسرار موتی ہیں اور شعراء کے الفاظ ان موتیوں کی سیپاں ہیں۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ صالحہ دمشق میں مجھے حضرت کبیر الدین ابن فخر الدین العزاقی کا شرفِ صحبت حاصل ہوا تو بہت سے فوائد عارفانہ اور اصنافِ موائد محققانہ سے انہوں نے مجھے بہرہ مند فرمایا۔ انہی دنوں میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ اپنے بہت سے مریدوں اور ارادت مندوں کو حضرت مولانا رومی کے دیوان کا سبق دیا کرتے تھے ان اشعار میں خود خال وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کئے گئے تھے ان کے معنی متعارفہ کے برعکس اصطلاحِ صوفیہ کے مطابق ان کے معانی بیان فرمایا کرتے تھے (یعنی خود خال اور زلف کے معانی رخسار، تل اور چوٹی بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ ان معانی کے بدلے صوفیانہ اصطلاحیں بیان فرماتے تھے) ان عجیب و غریب اصطلاح اور نادر کلمات کو شری لباس میں چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کا موجب یہ ہے کہ ان حضرات کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ ایک نامحرم کی نظر ان کے اصول و ارادات پر پڑے۔ پس انہوں نے یہی مناسب سمجھا اور بہتر خیال کیا کہ عرائسِ معانی کو اصطلاحی الفاظ سے آراستہ کیا جائے اور صرف دیدہ در حضرات ہی ان مصطلحانہ عبارتوں کے موتیوں کو ان سیپوں سے نکال سکیں۔

مثنوی

دروغہ نخلہ الف ظ رنگین فراز منصفہ اشعار شیرین
بجلوہ دروغ و س مثنوی خویش در آرنندی بہ بیگانہ بر خویش

ترجمہ :- رنگین الفاظ کے پردے میں اور شیریں اشعار کے جلوے میں اپنے حقیقی معانی کو چھپا کر ظاہری الفاظ میں بیان کیا کہ بیگانہ اس کو نہ سمجھ سکے۔

پس اس مقصد کے تحت ان حضرات نے خاص معانی کو زلف و رخسار اور ناز و آرا کے ظاہری الفاظ میں بیان کیلئے تاکہ عوام اس راز کو نہ پاسکیں۔

اب یہاں ان لغاتِ شاعرانہ کو حضراتِ صوفیہ کے معانی مطلوبہ اور ان حضرات کی مرادی عبارتوں کے مطابق بیان کیا جاتا ہے تاکہ طالبِ صادق جس لفظ کے اصطلاحی معانی سمجھنا چاہیں اس سے جلد ہی بہرہ ور ہو سکیں یہ طفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ و آلہٖ و سلم

الف

کلیسا: عالمِ حیوانی

چلیپا: عالمِ طبائع

ترسا: معانی و حقائق جب وہ دقیق اور رقیق ہو جائیں

لقا: ظہور معشوق جبکہ عاشق کو یقین ہو جائے کہ وہ ہے۔

وفا: عنایت ازلی جو بغیر عملِ خیر اور اجتناب از شر سے ہو۔

جفا: معارف و مشاہدات کو سالک کے دل سے چھپانا۔

شبِ یلدا: نہایت الوان کہ سوادِ اعظم ہے۔

شما: کسی مسرت کا حاصل ہونا۔

چشمِ شہلا: سالک کے احوال و کمالات اور علو مرتبہ کو ظاہر کرنا، اس کے علاوہ منع ہے اور شہرت اس مقام

سے حاصل ہوتی ہے اور یہ مکر و استدراج سے کم خالی ہوتا ہے

ب

محب: صاحبِ محبت، خواہ طالبِ مفارق ہو یا نہ ہو، خواہ طلب ہو یا نہ ہو۔

محبوب: حق تعالیٰ جبکہ بغیر کسی قید کے اسے دوستی سے بے نیاز جانتے ہیں۔

طلب: حق کی تلاش اگرچہ اُسے دوست رکھیں یا نہ وہ عبدیت اور معبودیت سے پہلے تھا۔

طالب: عبودیت اور اس کی کمالِ حمدیت کے ساتھ حق کا متلاشی از روئے دوستی نہیں۔

مطلوب: ذاتِ حق جبکہ اس کا متلاشی دوستی سے منسوب ہو۔

فریب: استدراجِ الہی

حجاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے روکتی ہے، یہ حجابِ عاشق کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔

نقاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے دور رکھتی ہے، معشوق کے ارادت کے حکم کے بموجب۔

طرب: حق تعالیٰ سے اُگس اور دل کا اس میں مسرور ہونا

شراب: عشق کے وہ غلیبے جو حاصل ہوں باوجود اعمال کے مستوجبِ ملامت ہونے کے۔ یہ اہل کمال کا

خاصہ ہے کہ وہ نہایت سلوک میں انحصار ہوتے ہیں۔

مست خراب : استغراق اور اپنے استغراق پر نظر رکھنا

کباب : تجلیات میں دل کا پرورش پانا

مشتب : عالم غیب۔ بعض اسکو عالم جبروت خیال کرتے ہیں اور یہ عالم خطی ہے جو وجود و عدم کے مابین ہے۔ بعضوں نے خلق و امر کے مابین کہا ہے اور بعض عالم ربوبیت و عبودیت کے درمیان کہتے ہیں۔

مطرب : آگاہی بخشنے والا

لب : کلام

غیغیب : ملاحظہ اور لذتِ علم کا اقرار

شتاب : سرعتِ سیر جو مقامات کے دقائق کی بے شعور معرفت ہے اور یہ سیر جذبہ کے حکم سے ہے اور خواہ بحکم سلوک در اعمال و ریاضات اور تصفیہ پاک کی وجہ سے ہو۔

سخن خوب : مادہ اور غیر مادہ میں اشارت واضح۔ خواب : فناء اختیاری

ت

محبت : حق سبحانہ و تعالیٰ سے بغیر کسی سبب اور علامتہ کے اور بغیر کسی متحرک کے دوستی۔

ملاحت : کمالاتِ الہی کا بے نہایت ہونا جہاں سوائے اسکی ذات کے کسی کی رسائی نہیں ہے کہ کوئی معلن ہو۔

ظرافت : مادہ میں انوار کا حضرت الہی کی طرف سے ظہور ہونا۔

شوحی کثرت : التفات

غارت : جذبہ الہی

دوست : شیوہ محبت الہی

قامت : سرزدار پرستش اور حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی سرزدار پرستش نہیں ہے۔

چشم مست : سالک سے جو غلطی سرزد ہو حق تعالیٰ کا اس کو چھپا لینا اس طرح سے کہ کوئی دوسرا اُس سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اسکو عفو بھی کہتے ہیں۔

عشرت : وہ لذت ہے جس کا شعور ہو اور اسکی نسبت حق تعالیٰ سے قائم ہو۔

خرابات : خرابی۔

بت : مقصود و مطلوب

عبادت : سالک کا اجتہاد

زکوٰۃ : ترکِ دایثار

طامات : معارف

دست : صفتِ قدرت

انگشت : احاطہ کرنے کی صفت
 سبقت : عالم الہیہ کی بیعت صفت ربوبیت کے ساتھ
 محنت : رنج دالم جو معشوق کی جانب سے عاشق کو پہنچتا ہے خواہ وہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری
 راحت : وہ وجود امری جو دل کے ارادہ کے مطابق ہو
 رویت : عبودیت کی ادائیگی کا ہر بندے کو ایسی قدرت نہ ہونا جو سزا دار حق تعالیٰ ہے۔
 سعادت : ازلی تعلیم
 شقاوت : ازلی راندہ
 غیبت : مقام دوئی

ج

جج : سلوک الی اللہ
 تاراج : تمام احوال و اعمال ظاہری و باطنی میں سالک کے اختیار کا سبب۔
 رنج : وجود امری۔

ح

قدح : دقت
 صلح : قبول اعمال و عبادت اور وسائط قرب
 صبح : دل کے ارادہ کے برخلاف دقت و احوال کا طلوع۔

خ

رخ : تجلیات محض
 زرخ : محل لذات
 زبان تلخ : وہ امر جو سالک کی طبیعت کے موافق نہ ہو
 سیب زرخ : لذت مشاہدہ کا علم
 چاہ زرخ :- اسرار مشاہدہ کی مشکلات

د

ساعد : قدرت و قوت کی صفت

قد : استوار الہی یا غلبہ الہی

خدا : وہ حالت ہے جو فراق کے بعد ظاہر ہوا اور طلب کا باعث بن جائے۔

قریب : ذکر جہری

درد : اس حالت کا نام ہے جو محبت سے محب پر طاری ہو جاتی ہے اور اس کے برداشت کرنے کی محبت میں طاقت نہیں ہوتی۔

شاید : تجلی حق

عید : مقام جمع

زہد : زیادتی اور فضولی سے اعراض

بامداد : موات کے مارنے کی جگہ

مہر : اپنی اصل کی طرف رغبت جبکہ حصول لذت سے آگاہی ہو اور دریافت مقصد کا علم ہو۔

سُز : وہ جذبہ الہی جس پر کبھی سلوک مقدم ہوتا ہے کبھی برعکس
مکمل : معشوق کا عاشق سے غور کرنا کبھی از روئے لطف و موافقت اور کبھی بطریق مخالفت۔
جور : عروج سے سالک کا روک لینا۔

امیر : سالک پر ارادت الہی کا جاری رہنا یا جاری رکھنا۔

تکبر : سالک کا اپنے اعمال سے بے نیاز رہنا یا ہو جانا۔

شہر : وجود مطلق

در : مطاعت یا اطاعت

یار : وہ صفت الہی جو تمام موجودات کے لئے ضروری ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی موافق نام سالک کیلئے نہیں ہو سکتا کہ کلمہ توحید اس اسم پر دائر ہے۔

غمگسار : صفت رحمانی کہ اس میں شمول و عمومیت موجود ہے۔

غم خوار : حق تعالیٰ کی صفت رحیمی جو صرف اسی سے مخصوص ہے۔

دلدار : بسط پیدا کرنے والی صفت جو سرور محبت سے پیدا ہوتی ہے۔

دلبر : بسط کے برعکس قبض پیدا کرنے والی صفت جو دل میں محنت و اندوہ پیدا کرتی ہے۔

سُر : ارادت الہی کی صفت

دور : سالک کی ہدایت

خمار : مقام وصول سے رجعت بقہر یا بطریق انقطاع۔

تذکرہ

شب قدر :- وجود حق تعالیٰ میں مین استہلاک میں سالک کی بقاء
کفہر :- تاریکی عالم اور تفسر

ذریعہ :- عالم انسانی

کافر :- صاحب اعمال

ناشیر :- مقام خور

بہار :- مقام علم

گلزار :- مقام کشف اسرار جس پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے اُس سے اس کی اضافت کر دی جاتی ہے۔
(مثلاً گلزار شہود، گلزار تحملی وغیرہ)

ابر :- وہ حجاب جو وصول کا سبب ہو اور اجتہاد کے واسطے سے حصول شہود کا موجب ہو۔

جوئیاری :- مجازی عبودیت

نالہ زار :- محب کی تلاش

نالہ زریہ :- محبوب کا انطاف جو محب پر ہو

گوہر :- اشارات واضح کے ساتھ سخن

سخن چون گوہر :- اشارتِ مدرکہ

کنارا :- دریافت اسرار و دوام

حضور :- مقام وحدت

شتر :- انسانیت

قطار :- نوعیہ

زر :- ریاضت

صبر قہر :- تقدیر الہی پر مجبور ہونا۔

کبر :- صفات قہر کا تسلط جو عاشق پر ہوتا ہے۔

زئار :- معشوق کا عاشق کو قوت دینا۔

ز

ترک تار :- جذبہ الہی جبکہ سلوک مقدم ہو، جب جہت مجاہدہ سے نشوونما نہیں ہوتی ناگاہ جذبہ الہی کا

صدور ہوتا ہے اور سالک کے کردار کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے باقی احوال کا مکملہ کر دیتا ہے

جو سالک کو مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

روز :- انوار کا نتائج۔

نوروز: مقام تفرقہ

نماز: مطاوعت

خط سبز: عالم برزخ

س

مجلس: آیات و اوقات حضور حق

ناقص: یاد کرنا اور مقام تفرقہ کا ذکر

نگس: نتیجہ علم، جودل میں پیدا ہوتا ہے

چشم نرس: سالک سے اس کے احوال و کمالات اور علوم تربیت کا پوشیدہ رہنا اگرچہ لوگ اسکو دلی جاننے

اور سمجھتے ہوں۔ لیکن وہ خود نہ جانتا ہو کہ وہ ولی ہے اور اس کے برعکس کہ وہ اپنی دلالت کو

جانتا ہو لیکن لوگ اس کی دلالت کو نہ جانتے ہوں۔ یہ دونوں حالتیں ایک ہی جنس سے ہیں۔

مش

عیش: دوام حضوری اور اس میں فراغت

قلاش: اعمال کے معاثر اور مباشر جیسا بھی تقاضائے حال ہو

اوباش: غلبہ محبت میں گناہ سے بھی اور عبادت سے بھی بیم و ثواب کا ترک کرنے والا۔

دوش: عالم ازل اور محل کثرت اسما میں کبریا کی صفت حق کے ساتھ

نبا گوش: دقیق

ع

شمع: اللہ کا نور

سماع: مجلس

قطع :- ترک الم

ف

لطف: عاشق کی پرورش

زلف: غیب ہویت

تاب زلف: اسرار الہی

بیچ زلف: اشکالی الہی

دف: عاشق کو معشوق کی طلب

علف: شہواتِ نفس اور ہر وہ چیز جس سے نفس کو خطا حاصل ہو۔

ق

عشق : محبت مفرد کا نام
 معشوق : حق تعالیٰ جب اسکی طلب حد کمال پر پہنچ جائے اس اعتبار و یقین کے ساتھ کہ من جمیع الوجہ
 وہی مستحق دوستی ہے۔
 عاشق : حق کا متلاشی۔

شوق : طلب حق میں بے قراری جبکہ مطلوب کو پائے اور پھر جب مطلوب کو کھودے تب بھی اسکی طلب
 میں مبتلا ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر معشوق نہ ملے تو اسکی بے قراری میں تو سکون ہو لیکن عشق اور
 طلب اسی طرح باقی رہے اور اگر مطلوب بطور دوام حاصل ہو جائے تو عشق میں نقصان اور کمی
 پیدا نہ ہو بلکہ عشق میں اور اضافہ ہو جائے۔

اشتیاق : میل کلی اور طلب تمام اور عشق مدام میں کمال اضطراب کا یکساں ہونا خواہ لے پالے یا نہ پائے۔
 فراق : غیب
 فرق : صفت حیات

ک

میان باریک : سالک کے لئے جب اس کے وجود کے سوا اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا تو اس کے وجود کا
 حجاب جو باقی ہے۔

گ

شنگ : طوائع اور لوا مع انوار کے احکام حضرت اللہ سے
 جنگ : گوناگون ظاہری و باطنی بلاؤں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے امتحانات۔

ل

میل : اصل مقصد سے شعور و آگہی کے بغیر اپنی اصل کی طرف رجوع ہونا "میل" ہے جس طرح جمادات کا
 طبائع اربعہ کی طرف رجوع ہونا کہ وہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں یا عناصر کا اپنی طرف
 رجوع ہونا۔

اعمال : ادا امر کی بجا آوری اور متابعت

نیل : حق تعالیٰ کی دوستی پوری طلب اور کمال سعی کے ساتھ۔

جمال : معشوق کا اپنے کمالات کو ظاہر کرنا تاکہ رغبت اور طلب میں زیادتی ہو

جلال : معشوق کا عاشق سے بزرگی ظاہر کرنا شان بے نیازی کے ساتھ اور عاشق کے غرور کی نفی کرنا

اور اس کی بے چارگی اور معشوق کی بزرگی کا اثبات کرنا

شکل : وجود حق تعالیٰ

شمائل : جمالیات و جلالیات کا امتزاج اور بسرعت ان کو رواں کرنا

عقل : عالم تمیز

وصال : مقام وحدت جس میں سالک خفیہ و علانیہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

کاہل : بطنی السیر (مقامات کو آہستہ سہلے کرنا) سالک کو گاہے یہ بات اس وقت ہوتی ہے جب وہ راہ سے

پوری طرح واقف ہوتا ہے اور یہ سالک کا کمال ہے اور ایسی سیر کو کامل ترین سیر کہا گیا ہے

جو رجعت کی محتاج نہ ہو اور کبھی یہ سالک کے تقصیر کے باعث ہوتی ہے۔

محمل : تکلیف سے جو آرام حاصل ہوتا ہے

نقل : معافی و اسرار کے کشف

سیل : غلبہ احوال دل جس کو فروغ و طرح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

گل : نتیجہ عمل

لب لعل : بطون کلام

م

فہم : آلہ آگہی و دریافت

رام : محل تجلیات جو عالموں سے پر مشیدہ ہے۔

حاکم : شریعت کے وہ اوامر جو سالک پر جاری ہوتے ہیں۔

تظلم : شیطان اور نفس کے شر سے اور اپنی تقصیر سے بارگاہ الہی میں استغاثہ کرنا

نسیم : عنایات الہی کو یاد دلانے والی ہوا۔

یام : تجلیات کا محل

چشم : صفت بصیری

شراب خام : عیش مزوج (شراب جس میں پانی ملا ہوا ہو)

جام : احوال

اسلام : دین کی پیروی اور اس کی پیروی کے اعمال۔

دام : مقادیر بے اختیاری

سلام : درود و محمدؐ

عام : وہ ادا مرد نہا ہی جن کی اطاعت مخلوق کرتی ہے۔

غم : پندواندوہ محنت اور طلب معشوق
 سیم : ظاہری اور باطنی تصفیہ
 خم : موقف (عمل وقوف)
 خشم : صفات قہری کا ظہور
 سہیم : پرورش سالک

ن

لکین : صفات قہری کا تسلط
 لماختن : ایثار الہی پر یقین رکھنا۔
 آستان : اعمال و عبادت
 مہربان : صفت ربوبیت
 جہانان : صفت قیومی جس سے تمام موجودات کا قیام وابستہ ہے۔ اگر موجودات کا یہ رابطہ قیام نہ ہے
 تو قیام عالم ناممکن ہو جائے۔
 دین : اعتقاد جو مقام تفرقہ نمایاں ہوتا ہے۔
 بیابان : طریق سلوک کے واقعات
 فروختن : ترک تدبیر و اجتہاد
 گرد کردن : اپنے وجود کو مقدرات کے حوالے کر دینا اور تدبیر و اجتہاد کا ترک کرنا۔
 بذل کردن : کسی چیز کا کسی چیز سے یا کسی غرض کا کسی غرض سے برابر کرنا۔
 در باختن : نظر باطن سے احوال ماضیہ کا محو کر دینا۔
 ترک کردن : ہر چیز سے امید کو منقطع کر لینا
 نجاستن : قصد و عزیمت
 نشستن : سکون
 رفتن : عالم سفلی سے عالم علوی کی جانب عروج
 آمدن : عالم ارجح یا استغراق اور سرے عالم بشریت میں لوٹنا۔
 درون : عالم ملکوت
 بیرون : عالم ملک
 تابستان : مقام معرفت
 زمستان : مقام کشف

بستان : محل کشادگی، صفتِ بساطت عام اس سے کردہ مخصوص ہو۔

ریحان : انتہائی تصفیہ اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا نور

باران : نزولِ رحمت

آبِ روان : دل کی فرحت

پائے کو فتن : تواجد

دستِ نردن : اپنے اوقات کی نگہداشت اور حفاظت

چہرہ گلگون : تجلیات جو خواب بیداری یا عالم بے خودی میں طاری ہوں

لبِ شکرین : وہ کلام الہی جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعہ نازل ہوا اور اولیاء اللہ کو صفائے باطن سے حاصل ہوا۔

لبِ شیرین : شعور و ادراک کی مشرط کے ساتھ بے واسطہ کلام۔

دہان : صفتِ مشکمی

دہانِ شیرین : فہمِ دہمِ انسانی سے پاک صفتِ مشکمی

سخن : اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارت و انتباہ

سخنِ شیرین : مطلقاً اشارتِ الہی جو انبیاء علیہم السلام کو بواسطہ وحی اور ادلیائے کرام کو بذریعہ الہام حاصل ہوں

دورِ سخن : مادہ و غیر مادہ میں مکاشفات و اسرار اشاراتِ الہی جو محسوس و معقول ہوں۔

گوہرِ سخن : مادہ و غیر مادہ میں واضح اشارات جو معقول و محسوس ہوں۔

زبان : اسرارِ الہی زبانِ شیرین : وہ امر جو تقدیر کے موافق ہو۔

میان : طالب و مطلوب کے درمیان سابقہ سر مقام و حجاب کے متعلق

موتے میان : سالک کی نظر کا قطعِ محب پر ہونا اپنی ذات کے لحاظ سے اور غیر کے اعتبار سے

جستن : جمیعت کمالِ معشوق۔ سلطان : عاشق کی ارادت کے مطابق احوال کا جاری ہونا۔

ہجران : غیر حق کی طرف اندردنی اور بیدنی توجہ۔ پیرِ مغان : مرشدِ معقن کی طرف اشارہ۔

کلیہ احزان : وقتِ حزن و اندہ۔ میدان : مقامِ شہوت۔

چوگان : تمام امور میں تقدیر الہی بطریقِ جبر و قہر

فغان : احوالِ دردنی کا اظہار

مردن : حضرتِ حق سے تھوڑا دور ہونا

ساربان : رہنما

ایمان : مقدار دانش
حسن : جمعیت کمال

و

آرزو : اپنی اصل کی طرف میدان معمولی آگاہی کے ساتھ اور اصل و مقصد کا تھوڑا سا علم
گیسو : طلب کمال کے طریقے۔
سرود : علوم مرتب

کمان ابرو : بہ سببِ تفسیر سالک پر سقوط کا نزول یا پیش آنا اور پھر عنایتِ ازل سے اس کو اس کے
درجہ اور مقام سے ساقط نہ کرنا۔

جفت ابرو : تفسیر کے باعث سالک کا اس کے درجہ اور مقام سے سقوط اور پھر جذبہ کے باعث
عنایتِ الہی کے تعاون سے جس درجہ سے سقوط ہوا تھا اس درجہ پر صعود کرنا۔

طاق ابرو : درجہ و مقام سے تفسیر کے باعث ترقی کے اشارے کو سالک سے ساقط کر دینا، چشم پوشی کرنا
شست و شو : عقل سے بے بہرہ کر دینا اور حضورِ عاشق و معشوق میں صفا کا پیدا کرنا۔

جستجو : عیب گیری و نکستہ چینی۔ خواہ وہ کسی طرف سے ہو۔
گفتگو : عتاب محبت آمیز ابراہیمال بازو : مشیت

ہ

کرشمہ : التفات

شیوہ : وہ معمولی سا جذبہ الہی جو کبھی پیدا ہوا اور کبھی پیدا نہ ہو جو غرور و غفلت کا سبب نہ بن جائے
خانہ : خودی

کنہ : جمیع مخلوقات کے ادراک کے اعتبار سے ماہیتِ الہی۔

دست گاہ : تمامی صفت کمال کا حصول ہر صفت پر قدرتِ کاملہ کے ساتھ
محکمہ : صفت کمالات سے متصف ہونا۔

دیدہ : اطلاع الہی۔ سبزہ : عین معرفت

مرثہ : حکمتِ الہی کے حکم سے سالک کا اپنے اعمال میں سستی کرنا سرِ اوجہراً

تیر مرثہ : بظاہر و باطن سالک کا اپنے اعمال میں سستی نہ کرنا۔

چشم آہوانہ : سالک کی تفصیلات سے اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سالک کے عین سے لیکن سالک کو
آگاہ کر دینا اس کی تفصیلات سے نیز اس کے غیر سے

شراب پختہ : عیش صرف۔

شراب خانہ : عالم ملکوت
 میخانہ : عالم لاهوت
 میسکہ : قدیم مناجات
 خجنانہ : غلبات شوق اور غلبات کئے نزدیک کی جگہ جو عالم دل سے
 بادہ : عشق جبکہ کمزور ہو۔ ایسا عشق عوام کو بھی لاحق ہوتا ہے۔
 جرعمہ : اسرار و مقامات و احوال جو سلوک میں سالک سے پوشیدہ ہیں۔
 شبانگاہ : احوال کا منکد حاصل ہونا
 توبہ : ناقص چیز سے کمال کی طرف لوٹ جانا
 زکوٰۃ : ترک و ایثار
 کعبہ : مقام وصول
 خرقة : صلاحیت و صورت سلامت
 سجادہ : سدِ باطن یعنی ہر شے جس میں نفس کی آمیزش ہو۔
 لالہ : نتیجہ معارف جس کا مشاہدہ کیا جائے۔
 شگوفہ : علوم مرتبہ
 بنفشہ : ایسا نکتہ جہاں قوت ادراک صرف نہ ہو سکے
 ترانہ : آئین محبت
 چہرہ : وہ تجلیات جو سائل کی آگہی کے قابل ہوں
 خال سیاہ : عالم غیب
 خط سیاہ : غیب الغیوب
 سلسلہ : اعتصام خلائق۔ یعنی خلائق سے تعلق رکھنا
 سینہ : عالم الہیہ کی صفت
 ہدیہ : ولایت۔ کیا باعتبار اجتہاد اور کیا بلحاظ اصطفا
 بوسہ : کیفیت کلام علمی اور عملی، صوری اور معنوی کو قبول کرنے کی استعداد
 غمکدہ : مقام مستوری
 وہ ودیہ : وجود مستعار
 آہ : علامت کمال عشق جو بیان میں نہ آ سکے
 پردہ : جو عاشق و معشوق کے درمیان مانع ہو۔

ی

مستوری: تقدیس
 تیزی: اعمال بندہ کو رد کر دینا
 سرکشی: سالک کے ارادہ اور مراد کے مخالف
 تندہی: صفت قہاری اس طرح کہ جیسی مشیت الہی ہو
 توانائی: مختار کی صفت
 تو نگری: تمام کمالات کے حصول کی علامت
 متواری: احاطہ و استیلائے الہی
 آشنائی: ربوبیت کا حقیقی تعلق مخلوقات سے، کلیہ و جزئیہ جیسا کہ خالقیت کا تعلق مخلوقات سے ہے۔
 بیگانگی: عالم الوہیت میں ایسا اشتغال جس میں کسی اعتبار سے بھی مماثلت اور مشابہت نہیں۔
 کوی: مقام عبادت
 دلکشائی: دل کے اندر مقام انس میں فتاحی کی صفت
 جان افزائی: باقی اور ابدی صفت جس میں فنا کا دخل نہیں ہے۔
 موٹی: ظاہر ہویت، یعنی ایسا وجود کہ ہر ایک کے اسکی معرفت کا علم تو حاصل ہے لیکن اس تک رسائی نہیں ہے
 پیشانی: ظہور اسرار الہی
 چشم خماری: تقصیر سالک کو چھپانا۔ لیکن ایسے ارباب کمال پر کشف ہو جاتا ہے جو اس سے اکمل
 و اعلیٰ اور اجل ہوں
 مٹی: غلبات عشق باین شرط کہ ان اعمال سے ہو جو سلامتی کے قرین ہوں اور یہ خواص کے
 ساتھ مخصوص ہے۔
 ساقی: شراب پہنچانے والا۔ یعنی دل میں اسرار الہی کا فیض پہنچانے والا۔
 صراحی: مقام مستی۔ عشق کا تمام صفات ظاہری و باطنی کو اپنی گرفت میں لے لینا اور یہ ابتدائی
 ”سکر“ ہے۔
 نیم مستی: استغراق سے آگاہی اور استغراق پر نظر رکھنا
 ہشیاری: صفات ظاہری اور باطنی پر غلبہ عشق سے اقامت کا حاصل ہونا اور یہ ابتدائی
 ”صحو“ ہے
 زندگی: طاعت الہی میں اپنے اعمال سے قطع نظر کرنا
 لا ابالی: کسی بات کی پرواہ نہ کرنا جو کچھ بھی پیش آئے کہنا اور کرنا۔

صبحی : محادثہ (باہم گفتگو کرنا)

غیوبی : مسافرت

زردی : صفتِ سلوک

سرخی : قوتِ سلوک

سبزی : کمالِ مطلق۔ باقی تمام کا قیاس اُن رنگوں پر کیا جاتا ہے جو بیان کیے گئے ہیں وہ جس قبیل سے ہوں اسی سے اسکی تادیل کی جاتی ہے۔

سپیدی : وہ یکرنگی جو توجہ تمام کے ساتھ ہو

کیودی : تحلیلِ محبت

بوی : دشمنوں سے آگاہی اور دل سے پیوستگی کی کوشش

نامی : پیغامِ محبوب

روئی : تجلیات کا آئینہ

ماہِ روئی : مادہ میں تجلیات کا ظہور خواہ وہ حالتِ خواب میں ہو یا عالمِ بے خودی میں۔

گومی : سالک کی مجبوری اور اس کے مقہور ہونے کی حالت جو اسکو سیر میں تقدیرِ الہی کے چوگان کے سامنے پیش آتی ہے۔

بیاری : قلق اور اندرونی اضطراب

زندگی : قبولِ راقبال

تندرستی : دل کا قرار پانا

افتادگی : حالت کا ظہور

خرابی : تصرفات اور عقلی تدابیر کا منقطع ہونا

بیہوشی : مقامِ پوشیدگی

دیوانگی : احکامِ عشق کی فتح مندی

بدہوشی : ظاہری دباطنی استہلاک

بندگی : مقامِ تکلیف

آزادی : مقامِ حیرت

بے نوائی : ناتوانی

فقیری : عدم اختیار اس طرح کہ اس سے علم و عمل کو بھی لے لیا جائے۔

وردی : عالمِ تفرقہ و دقائق کی کیفیات کے معارف کا شعور

لطیفہ ۱۹

در بیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ
کے متعلق مختلف فضلاء سے صادر ہوئے

قال الاشرف :

اسرار المشائخ دُرِّ د الفاظ الشعراء اصدافها۔

ترجمہ: حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ مشائخ کے اسرار موتیوں کے مثل ہیں اور شعراء کے اشعار ان موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ بعض شعراء متقدمین کے اشعار اور فضلاء کا ملین کے کلمات اگرچہ شراذم کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے البتہ توحید و معرفت میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں کہ ان کے معانی کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے مولانا جلال الدین رومی کی اکثر غزلیں اور مولانا محمد شیرین المعروف بہ مغربی اور حضرت شیخ اودھ الدین کرمانی اور ان جیسے دوسرے حضرات کا کلام ہے۔

حضرت قدوة الکبر حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو قطب الاولیاء سلطان ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہ) کی اس رباعی کے معنی جاننے کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر اس کو شش میں مصروف رہتے تھے۔ اگرچہ اسی رباعیاں حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے کہی ہیں جو تمام صوفیہ کی مشکلات کے حل میں ہیں اور وہ قضائی حاجات کے لئے انہیں مسلسل پڑھتے تھے اور جہات حل ہو جاتی تھیں لیکن ان میں سے یہ ایک رباعی بہت مشہور ہے :-

رباعی

خو راں بہ نظارہ نگام صف زرد رضوان ز تعجب کف خود بر کف زرد
یک خال سیہ بر آن رخاں مطرف زرد ابدال ز نیم چنگ بر مصحف زرد

حضرت خواجہ باوجودیکہ حضرت (ابوسعید ابوالخیر) کی روح مبارکہ سے مستفید تھے لیکن دنیاوی مشغولیتوں اور یہاں کی مصروفیتوں کے باعث اس رباعی کے معنی کا ادراک، انکشاف ان کو صحیح طور پر نہیں ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں امیر الامراء امیرناضر الدین تبریزی زاد توفیقہ لاعانت العباد نے بعض اکابر زمانہ اور مشائخ عصر سے اس رباعی کے معانی کی تحقیق کی خواہش کا اظہار کیا اور مجھ سے بھی یہ فرمائش کی اور امیر الامراء کے بعض احباب اور

وابستگان نے اس رباعی کے معانی بیان کئے، ہر چند کہ ان حضرات کی تصریح و تشریح بھی حقائق و دقائق کے انکشاف سے خالی نہیں تھی، لیکن ان تصریحات و توضیحات سے اس فقر کی تشنگی دور نہیں ہوئی اس لئے کہ ان حضرات نے جو معانی بیان کئے تھے ان میں اور اس رباعی کے بیمار پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی تھی اگرچہ بذاتِ خود اس رباعی کے معانی میں اس سلسلہ میں پوری پوری استعانت موجود ہے کہ وہ بیمار کو شفا بخشتے ہیں، میں اسی فکر میں تھا کہ فیاض حقیقی نے اس فقر کے دل میں اس رباعی کے اصل معانی کا انکشاف فرمایا بمصداق من ادام قرع باب لاشک ان یفتم رج شخص دروازہ پیتا رہتا ہے یقیناً اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا، اس سے میری طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔ لہذا میں اس رباعی کے معانی بیان کرتا ہوں لیکن اس سے قبل یعنی رباعی کی شرح سے پہلے اس مقدمہ سے استفادہ ناگزیر ہے، (بطور مقدمہ ان باتوں کا سمجھنا ضروری ہے) حق سبحانہ تعالیٰ نے ارواح انسانی کو پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ مشاہدہ جمال اور معائنہ جلال کر سکے جیسا کہ اس حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے: فاحببت ان اعرف۔ (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں) اس ارشاد میں اشارہ اس بات کی طرف موجود ہے کہ چونکہ ارواح مشاہدہ جمال میں مصروف تھیں اور معائنہ جمال کے آپ زلال سے سیراب ہو رہی تھیں لہذا ان کو اس جمال سے ایک نسبت و محبت حاصل ہو گئی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان تمام ارواح کو بمقتضائے مشیت عالم اشباح میں پہنچایا تو اس وقت عذارِ مقصود اور رخسارہ وجود حقیقی پر ایک حجاب پڑ گیا، ہر چند کہ ان ارواحِ مستورہ نے چاہا کہ وہ اپنی حالت سابقہ پر لوٹ جائیں تاکہ پھر اسی طرح مشاہدہ جمال میں مصروف ہو جائیں، اور مواصلتِ دانش کی طرف پھر لوٹیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔

شعر

ہر کر در راہ غربت پائے در گل ماندہ اند

آن مگر در خواب میسند باز یا رخویش را

ترجمہ :- جو لوگ مسافرت میں تھک کر بیٹھ گئے ہیں وہ اب خواب ہی میں اپنے دوست کا دیدار کر سکیں گے منزلِ دوست تک تو پہونچنا مشکل ہے۔

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حالت میں اگرچہ اشتیاق جمالِ حد سے فزول ہو جاتا ہے لیکن تعلقاتِ بدنی کے باعث رفتہ رفتہ ارواح اجسام سے مانوس ہوئیں اور اس درجہ پر پہونچ گئیں کہ انہائے آدم علیہ السلام مشاہدہ جمال سے محروم و محجوب ہو گئے اور مشاہدہ کی لذت کو فراموش کر بیٹھے۔

بیت

شدہ باشاہد حرمان در آغوش

شراب وصل را کردہ فراموش

ترجمہ :- بے بہرہ محبوب سے ہم آغوش ہوا اور شراب وصل کو فراموش کر دیا۔

ادریہ فراموشی اس حد تک بڑھی کہ ہر خد کہ انبیاء علیہم السلام اور ادلیائے کرام نے کوشش کی اور ان ابنائے آدم کو اس حالت (مشاہدہ جمال) کی یاد دہانی کرائی لیکن ان کو (دور مواصلت اور وہ حالت) یاد نہ آئی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔

لَا يُؤْمِنُونَ ۝ لَآ اَتَذَكَّرُ اَمْ لَمْ يُنْذِرْهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ۝ لَآ اَتَذَكَّرُ اَمْ لَمْ يُنْذِرْهُمْ
تحقیق کہ جو لوگ منکر ہوئے، برابر ہے ان کے لئے کہ تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ:-

پیدا کائناتو! یکنزدیقت ۝ ۱۰

بدلان کے جھوٹ کا

اسی مخلوق میں ایک «سرگرد» ایسا تھا جس نے اگرچہ اس مواصلت اور مشاہدہ جمال کو فراموش کر دیا تھا لیکن جب انبیاء (علیہم السلام) اور ادلیاء نے ان کو یاد دلایا تو ان میں سے اس نورانیت کے باعث جو ان میں موجود تھی، مشاہدہ جمال کا اشتیاق عظیم پیدا ہوا اور وہ ظلمت کفر سے نکل آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے اس دور مواصلت کو فراموش ہی نہیں کیا ہے، یہ وہی حضرات ہیں جن کے دلوں میں آتش محبت موجود تھی اور اس آگ کا فرو کرنا (بھانا)، اس مشاہدہ جمال کی یاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔

قطعہ

مسلمانان! میرا کیست نیمائی
کہ او صفا می شیرازا بدراند بہ تنہائی
بہ پیش خلق نامش عشق، پیش من بلائی جان
بلائی محنت شیرین جز با دنیا سائی
دلان عشق می خندد و چشم عشق می گریند
کہ حلوا سخت شیرین است تا پیدا است حلوائی

ترجمہ ۱۔ اے مسلمانو! اے مسلمانو! میرا محبوب ایسا ترک نیمائی (لوٹے والا ترک) ہے کہ وہ اکیلا ہی شیروں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اس کا نام دنیا والوں نے عشق رکھا ہے وہ اس کو عشق کہتے ہیں اور میں اس کو بلائے جاں کہتا ہوں اگرچہ وہ بلا ہے لیکن ایسی گوارا اور پسندیدہ بلا ہے کہ تجھے اس کے بغیر آرام نہیں مل سکتا۔ دہن عشق تو اس لئے مسرور و خندال ہے کہ یہ حلوا بہت ہی شیرین ہے لیکن چشم عشق اس لئے گریاں ہے کہ اس ملوے کا بنانے والا نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ پردے میں ہے۔

یہ وہی حضرات ہیں کہ ان میں سے جب کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے یا تکلیف پہنچتی ہے اور اس حال میں کوئی ان کو موت کی یاد دلاتا ہے تو اس وقت ان کو نہایت حفظ حاصل ہوتا ہے کہ اب مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ بعد کمال بھی اس مشاہدہ جمال کا حصول بغیر موت کے

ناممکن ہے۔ پس اسی مسرت و نشاط کے اثر سے اُن کا بدن ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ مسرت و شادمانی کا خاصہ ہے کہ جب بیماری میں ایسی کیفیت مسرت طاری ہوتی ہے تو مواد تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور بیماری اسی مواد کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اطباء نے زمانہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے لہذا یہاں اسی قدر بیان کر دینا کافی ہے اس سے زیادہ تصریح (مواد کا تحلیل ہونا علم طب کے ذریعہ معلوم کیجا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوستوں کی عیادت بیمار دوستوں کی صحت کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے "لقاء الخلیل شفاء للعلیل" درست کا دیدار بیمار کی شفا کا باعث ہوتا ہے جو ایک طرح سے اس دوا خانے کا شریعت بھی ہے اور لذت مشاہدہ کا حقیقی حصول اس عالم فانی سے منتقل ہونے کے بعد ہی ممکن ہے، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس طرح بشارت دی ہے کہ:-

من بشرني بخروج الصفر بشرته
جو کوئی ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے تو میں
بدخول الجنة۔ اسکو جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دوں۔

آپ کا یہ ارشاد اس بناء پر تھا کہ آپ کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ آپ ماہ ربیع الاول میں اس لالہ زار فانی سے گزارِ سبحانی کی طرف تشریف لے جائیں گے اور گل وصالِ حقیقی کی خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر فرمائیں گے پس یہ امر مسلمہ ہے کہ مرنے کا ذکر ایک طائفہ کے لئے صحت یابی کا موجب ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ فقیر (جہانگیر اشرف) کہتا ہے کہ اس رباعی کو بیمار کے سر پر لٹا کر پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس رباعی میں ضرور کوئی ایسی چیز ہے جو اہل محبت کے لئے سرور و شادمانی کا باعث ہے اور وہ چیز حق تعالیٰ کی طرف سے راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ اِلٰىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّقْنَصِيَةً ۚ ۝۱۰
اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس
حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی ہو۔

اب رباعی کے مطلب و معنی اور مدعا کی طرف متوجہ ہوں کہ حورائے سے مراد "حور و علمان" ہیں کہ جو بیمار کے مرتے وقت اس کی بالین پر اسکو نظر آتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے اور نگار سے مراد وہ روح انسانی ہے جس کو مقامِ محبوبی حاصل ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۖ ۝۱۱ وہ اس کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتا ہے۔

اور ارواحِ انسانی سے مراد عقل کا رضوان ہے جو دل کا دربان، خزانہ قلب کا نگہبان اور بہشتِ دل کا باغبان ہے۔ اخبارِ صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کا اطلاق دل پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان العارفين (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے "اگر عرش اور صد ہزار عرش کے برابر کچھ اور عارف کے دل میں گذریں تب بھی عارف کے دل کو خبر نہ ہو" اس کا تعجب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح حالتِ تسرع

میں اس چیز سے مطلع ہے جس کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے (یعنی فقر حقیقی) خال سیاہ سے مراد وہ ذلت و خواری و انکسار ہے جو مرتے وقت مرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خال سیاہ سے مراد وہ فقر حقیقی ہے جو روح کو عین مشاہدہ میں حاصل ہوتا ہے اور اس رباعی میں یہ معنی یعنی فقر حقیقی سے مراد لینا مستبعد نہیں ہے ابدال سے مراد قوائے نفسانی ہیں کہ تبدل و تغیر باہیت انسانی کے لوازم ہیں اور مصحف سے مراد حقیقت انسانی ہے جو ایک نسخہ جامعہ اور ایک منظر کلی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

سَنُيَسِّرُهُمْ ۱ اِلَيْتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِي ۲
اَنْفُسِهِمْ ۳

عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے دنیا بھر میں اور جو
خودا کے نفوس میں ہیں۔
چنانچہ صاحب مرصاد العباد (شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایہ) کہتے ہیں:-

قطعہ

ای نسخہ نامہ الہی کہ توئی وای آئینہ جمال شاہی کہ توئی

بیردن ز تو نیست ہرچہ در عالم هست در خود بطلب ہر آنچه خواہی کہ توئی

ترجمہ:- اے انسان! تو نسخہ نامہ الہی ہے یعنی نامہ الہی کا متن ہے اور اس بادشاہ حقیقی کے جمال کا آئینہ تیری ہی ذات ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ تیری دسترس سے باہر نہیں ہے، جو کچھ تو چاہتا ہے وہ اپنی ذات کے اندر ہی طلب کر۔

”چنگ زدن“ سے مراد اُن نفوس کی آویزش روح اور زبان سے ہے تاکہ انکو اپنے مرتبہ میں انحراف سے آگاہی ہو سکے۔ اور روح کا علوم مرتبہ یہ ہے جو اس تقریر سے تحقیق کو پہنچا، اس اعتبار سے رباعی کے معنی سرور انگیز اور نشاط افزا ہیں جس کو سنکر بیمار کو شادی اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

بیت

از پیٹی این عشق و عشرت ساختن

صد ہزاران جان بساید بافتن

ترجمہ:- اس عشق و سرور کے پیدا کرنے کیلئے لاکھوں جانیں بھی قربان کر دینی چاہئیں۔

چونکہ سنت الہی اور تقدیر نامتناہی میں یہ مقرر ہے کہ روح کو اس عالم (فانی) میں کچھ مدت کے لئے اسکی تکمیل کے لئے بھیجا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود کو اس قفس سے چھٹکارا دلا سکے (پس موت اس کام کو انجام دیتی ہے) اس تحقیق معانی کے بعد اگر کوئی شخص اس رباعی کو ایسے بیمار کے سامنے پڑھے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ اس رباعی کے معانی سے حالت رجوع یا اس قفس غنصری سے نجات کو سمجھے

تو ضرور اس میں سرور و نشاط کی کیفیت پیدا ہوگی اور عوام کو بھی ان کی نفع اندوزی سے صحت حاصل ہوگی بجاہ
النہی والہ الامجاد

شعر ای مشکل حل و حل مشکل زان سوئی ازل بہرشت منزل

مندرجہ بالا شعر بھی کسی بزرگ سے منسوب ہے اور اس سلسلہ میں خلاصہ معنی یہ ہے کہ یہ ”مشکل حل“ زبان و بیان
حمد ہے یعنی اے وہ ذات عظیم کہ تمام ملائکہ و انبیاء و مرسلین کی زبانیں اور تمام کتب منزلہ کی عبارتیں مشکل دینی کے
حل کا ذریعہ اور تمام دینی معاملات کے اظہار کا واسطہ ہیں، تیری ذات بلند و بالا کے اسرار کے حقیقت کی تشریح سے
قاصر ہیں اور تمام افہام عقول تیری تقدیس کی حقیقت کی معرفت سے عاجز ہیں۔ اس کے بعد حل مشکل کہا گیا ہے وہ
ضرورت شعری کی بناء پر مفعول کو ذکر کر کے فاعل مراد لیا گیا ہے یعنی شکلات کو حل کرنے والا شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے
علیم و دانایا تمام مخلوقات کی اشکال اور تمام موجودات کے اسرار تیرے علم میں آفتاب کی طرح ہو رہے ہیں اور دلوں کے
تمام بصیرت تیری بصیرت کے حضور میں روشن و نمایاں ہیں اور واثقان اسرار کی گتھیاں اور تمام ناواقفوں اور نادانوں
کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جن کے فہم سے وہ قاصر ہیں تیرے تعلیم کی عنایت اور تیرے تصرف کی ہدایت سے اُن
کیلئے سہل و آسان بن گئے ہیں۔

(یہ تھا مصرعہ اول کا مفہوم اب دوسرا مصرعہ لیجئے) یعنی زان سوئی ازل بہرشت منزل“ معلوم ہونا چاہیے کہ
ازل اور ہے ازل ازل اور ہے صرف ازل سے وہ زمانہ مراد ہے جو علم کی اضافت ہے اور یہ عالم ارواح کا مبداء
ہے۔ پس افراد عالم میں سے ہر فرد کا وجود مرتبہ ارواح میں ازلی ہے اور ازل کی ازلیت وجود مطلق کی بقا کے
امتداد سے مراد ہے۔ اور وہ زمانہ سے سبق نہیں ہے اگر اس کو زمانہ سے سبق مان لیا جائے تو اس کا آغاز
عدم سے ہوگا۔ جب بطور مقدمہ ان تصریحات سے آگاہی حاصل ہو گئی تو اب شعر کے مطلب کی طرف رجوع
ہوتے ہیں۔ جانتا چاہیے کہ جب فیض وجود کا آفتاب جو ہویت غیب کے مطلع فیض سے طلوع ہو کر عالم جہانی
کے افق انتہا پر پہنچتا ہے۔ (فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے) تو اس آفتاب وجود کا گزراٹھ
جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔

پہلی منزل مرتبہ حسی ہے۔ اس منزل میں نزول صفت ”حی“ کے فیض سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اس فیض کو
سبب وجود اور سرور و حانی بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری منزل اس منزل سے وہ منزل علم کی طرف نزول کرتا ہے جہاں پہنچ کر وہ صفت عظیمی سے مستفید ہوتا ہے
اس مرتبہ میں اس کو معلوم کہا جاتا ہے۔

تیسری منزل اس (دوسری منزل سے وہ (تیسری) منزل، منزل ارادت میں نزول کرتا ہے۔ وہاں مرید کے رنگ

میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں اسکو مراد کہتے ہیں۔

چوتھی منزل یہاں سے وہ منزل قدرت میں نزول کرتا ہے اور یہاں آثارِ قدیری سے کچھ اثر قبول کر لیتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مقدور کہتے ہیں۔

پانچویں منزل پھر یہاں سے یعنی چوتھی منزل سے وہ منزل سمیعی میں نزول کرتا ہے اور عالم سمیعی کی ایک حقیقت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مسوع کہتے ہیں۔

چھٹی منزل مرتبہ مسوع سے وہ منزل بعیری میں نزول کرتا ہے اس منزل میں سادتِ بینائی اسکی صفت بن جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو ملحوظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ساتویں منزل اس منزل سے وہ منزل کلامی میں نزول کرتا ہے اور اس مرتبہ میں حضرت احدیت کے احکام کے تصرفات کے لئے کلام روحانی کو قبول کرنے کی استعداد اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو کلیم سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہاں پہنچکر افرادِ چہرہ ہر فرد کلمہ از کلمات اللہ سے موسوم ہو جاتا ہے۔

(كَلِمَةٌ مِنْ كَلِمَاتِ اللَّهِ) جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا ہے:-

وَكَلِمَةٌ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ ۖ

اور اس کا کلمہ ہے جسکو مریم کی طرف پہنچایا گیا۔

یہ بھی مراتبِ وجود سے ایک مرتبہ ہے ان اسماء کو "اکثر سبعہ" کہتے ہیں اور منافعِ غیب بھی انکو کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد آٹھویں منزل میں اس کا نزول ہوتا ہے جو عالمِ ادراج ہے۔ اسکو عالمِ ملکوت بھی کہتے ہیں۔ اس عالم میں پہنچکر غیب سے ان صفات کے مکملہ کی صفات پیدا کی جاتی ہیں۔

یہاں سے وہ منزل شہادت میں نزول کرتا ہے اور عالمِ حسی میں وجودِ خارجی کا ظہور ہوتا ہے۔ نصف دائرہ وجود اس کے ظہور سے (تمام) پورا ہو جاتا ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ عالمِ ادراج ہی عالمِ ملکوت ہے۔ اب ازل کو سمجھنا چاہیے

ازل وجود افرادِ واعیان کا عالم معاد ہے اور عالمِ حسی کے افراد کا ہر فرد اس عالم حقیقی میں ہے جو ان موجودات کے لئے ازل ہے اور بہ ازل ازل کا عکس ہے جسکی تعریف پہلے کی جا چکی ہے، وہ ازل ازل امتداد

بقائے ہویت ہے۔ پس شاعر نے جو کہا ہے "زان سوئے ازل بہ ہشت منزل" وہ بالکل بجا اور درست کہا ہے کہ فیضِ وجود ہویتِ غیب کے فیضِ وجود (جعل بسیط) سے مراتب و منازلِ جبروتی کی ساتوں منزلوں سے گذر کر منزلِ ملکوت تک پہنچا ہے جو اعیانِ مقیدہ کا ازل ہے۔ پس حضرت ہویت جو مطلوبِ حقیقی ہے درائے منزلِ ہشتم میں تھا۔

"یہ معانی میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ سے سماعت کئے ہیں"

شعر

ز دریا می شہادت چون نہنگ لا بر آرد ہو
تیم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

ترجمہ ۱۔ دریائے شہادت سے جب لاکے غوطہ خورنے ہو کا نعرہ لگایا تو عین طوفان میں نوح پر تیمم فرض ہو گیا۔

لطف اشرفی کا جامع (یعنی حاجی نظام غریب یمنی) حضرت والا صیف خان کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ فضائل زمانہ جو مشرب صوفیہ سے آگاہی رکھتے تھے، اس شعر کی شرح بیان کر رہے تھے، اور درمیان میں کورشتہ بیان میں پروردہ تھے تو اثنائے بحث میں حضرت صیف خان نے اس خادم کی طرف توجہ کی اور ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ سے منسوب اس شعر کی شرح جو حضرت قدوۃ الکبائرؒ نے کی تھی بیان کر دو ہر چند کہ اس خادم نے انکسار کا اظہار کیا اور نا ضللوں کے زمرے سے خود کو باہر رکھا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس شعر کی شرح میں ضرور کچھ نہ کچھ کہوں، چنانچہ اسکی شرح میں جو کچھ میں نے اپنے مرشد والا (حضرت قدوۃ الکبائرؒ) سے سنا تھا اس طرح بیان کیا کہ:-
دریائے شہادت سے مراد اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ جب طالب صادق اور ذاکر حق کلمہ نفی و اثبات کی تکرار مداومت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرتا ہے تو ہر طرف سے انوار الہی اور اسرار نامتناہی اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ اس وقت نفی (لا) کی طرف سے اسکی نظر ماسوائے ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور کثرت کے آثار اس کی نگاہوں سے مغنی ہو جاتے ہیں اور اثبات (الا اللہ) کی جانب سے صفات ذات و ارادت کلمات اسکی چشم شہود میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ اس عین عالم حصول میں اچانک نہنگ لا (نفی) جس سے ہمیشہ عجیب و غریب فوائد حاصل ہوتے ہیں تجلی ذات کا گوہر جو اس کو صدف ہو سے حاصل ہوا ہے سالک کے ہاتھ میں دے دینا ہے اور نائے ذات کا موتی اس کے دامن مال میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس وقت نوح جس سے سالک مراد ہے کو چاہیے کہ کَذَيْتَمَوْا صَبِيحًا (پس تم مٹی سے تیمم کرو) کے اقتقاد کے بموجب اس خاک کا عزم کرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- تَخْلَقْكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے) یعنی اپنے اصل منشا اور حقیقی مینا جو اس کا عین ثابہ ہے کی طرف رجوع کرے اس طرح وہ فناء الفنا کی منزل میں پہنچ کر تیمم حاصل کرے گا اور (طوفان شعوری) سے نکل کر گر داب بے شعوری سے داخل ہو جائے گا۔

بیٹ

ہر وہ شخص جو تیرے دریائے وصال کی تسبیح پڑھنے	بدریائی وصال ہر کہ سیاح
والا ہے اور ہر وہ شخص جو تیرے صحرائے کمال کا	بصحرائی کمال ہر کہ سیاح
سیاح ہے اس کیلئے بہتر ہے کہ وہ خواص بنے	بود بہتر کہ ادغواص باشد
باہر سے وہ عام ہو اور اندر خاص ہو۔	برون ازعام و اندر خاص باشد
و جدان کے سمندر میں جو ایک مرتبہ غوطہ لگائے گا	زند در بحر و جدان غوطہ یکبار
ترا سکی تہ سے انتہائی قیمتی موتی نکالے گا۔	بر آرد از کمش لولوئی شہوار

۱۔ پ ۵ سورہ نساء ۴ ۲۔ پ ۱ سورہ روم ۲۰

ترجمہ برآسمان جب اس بار امانت کو نہ اٹھا سکا تو پھر قرعہ فال مجھ دیوانے کے نام ڈالا گیا یعنی انسان کے حوالے کر دیا۔ ہر چند کہ ملائکہ ایک پہل کے لئے بھی اس کی عبادت سے غافل نہیں ہیں لیکن ان میں عشق و محبت کا ذرا بھی نشان اور اثر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ وہ لفظ ”دود“ کے معنی سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ ”دود“ اس اسرار امانت کو کہا گیا ہے جس سے وہ مشرف ہیں اور انسان کو نامحرم اس لئے کہا گیا ہے کہ ملائکہ باعتبار قربت زبان و مکان کے اقرب موجودات ہیں برخلاف انسان کے کہ وہ مخلوقات ہیں سب سے زیادہ دور اور انزل موجودات ہے وصول بدنی کے اعتبار سے شریعت میں بھی اسے نامحرم کہا گیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر ملائکہ مشرف جمال الہی کے لائق اور کمال نامتناہی کے ادراک کے قابل ہوتے تو انسان ہرگز اس دولت عشق سے واصل نہ ہوتا اور اسکو یہ شکوہ و خوبی میسر نہ ہوتی جیکہ اسکو یہ حاصل ہے۔

بعض کالمین اور افاضل صوفیہ کا یہ خیال ہے کہ نامحرم سے مراد ملائکہ ہیں اس لئے کہ اگر ملائکہ اسرار الہی کے مدرک اور عبارت خامہ الہی کے ماہر بن جاتے اور اس کے محرم ہوتے تو ادراک اسرار رسالت (منصب نبوت) و نامہ آثار ولایت جن میں حقائق اور معارف الہی مندرج ہیں، انسان کو نہ دیئے جاتے جس طرح ظاہری محبت کی دنیا میں اور دوستی کے معاملہ میں ہوتا ہے کہ نامہ محبوب اُمّی کے حوالے کیا جاتا ہے، قاری کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا۔

شعر

ازان مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش
از انم گیسر می خوانند کہ با مادر زنا کردم

یہ شعر حضرت مولانا رومی قدس اللہ سرہ سے منسوب ہے اور ان کے نادرا شعار میں شمار ہوتا ہے۔ اب اس شعر کے معانی سمجھو۔

مادر سے مراد اس کا اپنا عین ثابتہ ہے جو محل تکثیر اسماء و صفات اور تفصیل صور موجودات کے تصور کا نام ہے۔ اگرچہ معنی لفظ ”اُمّ“ سے یہ معلوم و متبادر ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقت محمدی ہے اسلئے کہ تمام اسمائے کوئی و اسمائے الہی اور موجودات نامتناہی کی اصل مصدر آپ ہی کی ذات اقدس ہے لیکن ”دگر بارہ شدم جفتش“ سے یہ معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے پس اس اعتبار سے یہ معنی ہوں گے کہ راہ الہی کے سالکوں کے وصول کا منتہائے کمال اور بارگاہ الہی کے خلوت نشینوں کے وصول کی نہایت خود ان کا عین ثابتہ ہے۔ پس یہی موزوں اور مناسب ہے کہ مادر سے مراد سالک کا عین ثابتہ لیا جائے اور دیگر ترسا سے اصطلاحی معنی ارباب تصوف نے ظہور حقائق و معارف مراد لئے ہیں اور اپنی حقیقت سے مطلع ہونا سوائے اس کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ عین ثابتہ کا وصول ہو جائے یعنی وصول عین ثابتہ دوسرے مراتب میں مقید ہونا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ جب سالک چست و چالاک اور تیر رفتار سیر کنندہ اپنے عین ثابتہ پر پہنچ جاتا ہے تو ازل سے اب تک کے احوال ساریہ اور حالات جاریہ سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ زنا بما در کردن سے مراد عین ثابتہ

روح کا وصول ہے۔ لغت میں زنا کے معنی ”بر رفتن“ یعنی چڑھنا ہیں جس سے مراد سالک کا عروج ہے کہ وہ ترقی کرتے اور چڑھتے چڑھتے اپنے عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے کہ سالک کا عروج اس میں ثابتہ سے اوپر نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق کردہ صوفیہ کے علم پر موقوف ہے۔

شعر

چند آنکہ آرزوئی تو در سینہ جائی کرد
واللہ کہ آرزوئی خدایم محقر است

ترجمہ:- تیری آرزو نے میرے سینے میں کچھ جگہ بنالی ہے۔ خدا کی قسم! میرے خدا کی آرزو بہت تھوڑی ہے مرقوم بالا شعر حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی قدس اللہ سرہ سے منسوب ہے جو مجددانِ زمانہ کے پیشوا اور محبوبانِ بارگاہِ الہی کے مقدر تھے۔

واضح ہونا چاہیے کہ اس شعر میں خطاب حضرت مطلق (خداوند تعالیٰ) اور ذاتِ صرف سے ہے۔ جب سالک شطار اور عاشق جانپار قطع منازل و رفع منازل سلوک کرتا ہوا چاہتا ہے کہ ذاتِ صرف کا وصول اس کو ہمیشہ ہو۔ ہر چند کہ سالک کے لئے اس مرتبہ ذاتِ صرف کا وصول موجب استہلاک ہے اور اس منصب کا حصول انہماک کا سبب ہوتا ہے لیکن اسکی ہمت بلند پرواز چاہتی ہے کہ ہر دم وہ ذات کی خواہاں اور ہر لحظہ اس غیبی عالیہ کی جویان بنی رہتی ہے۔ حافظ شیرازی نے اسی مقام کے لئے کہا ہے:۔

بیت

دست از طلب بدارم تا کام من بر آید
یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

ترجمہ:- جب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوتا میں اس طلب سے باز نہیں آؤں گا، اس کوشش میں یا تو میں دستِ تک پہنچ جاؤں گا یا جان کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے گا۔

اسم آکہ کا اطلاق حضرت واحدیت پر ہوتا ہے بلکہ واحدیت کے نصف دائرے پر کہ تمام اسمائے الہی اسی دائرہ میں مندرج ہیں اور وجوب صرف اسی کا وصف خاص ہے (یعنی وہ واجب الوجود ہے) پس عاشق جانانہ سالک کے دل میں شوق وصول و ذوق حصول اس طرح جاگزیں اور جائے گیر ہے کہ مرتبہ الوہیت تک پہنچ جانا اسکو حیر معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے کہ آرزوئے خدائی بھی اسکو ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

بعض اکابر نے اس شعر کے معنی اس طرح بیان کئے ہیں کہ ”کل قیامت میں“ حق تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوگا اور کجگئی فرمائے گا تاکہ وہ اس محبوب کی صورت میں لذتِ مشاہدہ سے زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو سکے۔

حضرت شیخ شمس الدین معز بلخی فرماتے تھے کہ اگر کل قیامت میں حق تعالیٰ نے میرے مرشد

شیخ شرف الدین کی صورت میں تجلی نہیں فرمائی تو میں ہرگز اس تجلی کی طرف التفات نہیں کروں گا۔

بیت

اگر فردا نہ بیغم صورت دوست

چہ کار آید مرا گر صورت دوست

ترجمہ:- اگر کل میں دوست کی صورت نہ دیکھ سکا تو اس کی صورت سے مجھے کیا فائدہ؟ کہ اس کی صورت ہے بھی یا نہیں؟

بعض ارباب تصوف کے یہاں یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ تجلی بغیر صورت کے ممکن نہیں ہے۔ عروس معنی کا مشاہدہ بغیر نقاب ظاہری کے نہیں ہو سکتا۔ پس ایسی صورت میں شیخ کی صورت سے بڑھکر اور اعلیٰ تر صورت تجلی اور کون سی صورت ہو سکتی ہے جس سے مرید لذت مشاہدہ حاصل کر سکے۔ پس جبکہ طالب صادق اور مریدِ واقع صورتِ شیخ کے بارے میں اس درجہ اعتقاد رکھتا ہو تو کیا تعجب اگر وہ یہ کہہ دے کہ وہ حظ اور وہ لذت جو میں نے اپنے پیر مرشد کے آئینہ صورت سے حاصل کی ہے اس کے مقابل میں وہ حظ اور وہ لذت جو شیخ کے غیر کی صورت میں ہو خواہ وہ بصورت الوہیت ہی کیوں نہ ہو۔ میرے نزدیک محقر ہے جو مالکِ کامل ہے اس کو اس مشاہدہ پر اس طرح یقین ہوگا کہ اس یقین کی بدولت پردہ حجاب اٹھ جائے گا۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:- لو کشف العطاء ما ازدت یقیناً (اگر پردہ اٹھ جائے تب بھی میرا وہ یقین جو اب ہے زیادہ نہیں ہوگا) لیکن ہر لو الہوس ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ایسا کہنا اس کے جنون کے شایانِ شان نہیں ہے اور نہ ہر زمانہ یہ بات زبان سے نکال سکتا ہے۔

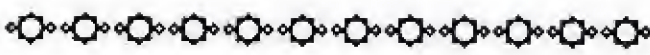
بیت

نہ ہر کس محرم اسرار باشد

نہ ہر دیدار از دیدار باشد

ترجمہ:- نہ تو ہر ایک محرم اسرار ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کے دیدار کو اس کا دیدار کہا جاسکتا ہے۔ مرید کو پیر مرشد کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات جو مندرجہ ذیل ہے اس صفت سے بھی پیر مرشد کو متصف کرے وہ ادلیٰ تر ہے۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ مؤید الدین جندی سے سوال کیا کہ حضرت شیخ صدر الدین قونیوی حضرت مولوی رومی کی شان میں کیا فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز (حضرت شیخ صدر الدین قونیوی) چند مخلص درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات میں حضرت شیخ شمس الدین ابھی، شیخ فخر الدین عراقی، شیخ شرف الدین موصلی اور شیخ سعد الدین فرغانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی شامل تھے۔ اٹلے گفتگو حضرت مولانا رومی کی سیرت و صورت کا ذکر چھڑ گیا اس وقت حضرت شیخ (صدر الدین) نے فرمایا:



اگر حضرت بایزید بسطامی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اس زمانہ میں ہوتے تو اس مرد مردانہ کاغاثیہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر رکھا کرتے اور ان کی اس اجازت پر ممنون احسان ہوتے۔ بیت

جنید از جندیان بارگاہش
سرمی از سرفرازان کلاہش

ترجمہ: جنید اس کی بارگاہ کے لشکریوں میں سے ایک ہیں اور سرمی (سقطی) اس کے کلاہ سرفرازی پانے والوں میں سے ہیں۔

وہ فقر محمدی کے خوان سالار اور لشکر احمدی کے قافلہ سالار ہیں۔ ہمیں انہیں کے طفیل سے ذوق حاصل ہوا ہے۔ تمام حاضرین نے حضرت صدر الدین کے اس قول پر آفرین کہی۔ اس کے بعد شیخ مؤید الدین جندی نے فرمایا کہ میں بھی اس سلطان طریقت کا نیاز مند اور ان کے حاجتمندوں میں سے ہوں۔ یہ فرما کر انہوں نے یہ بیت پڑھا

بیت

لو کان فینا للالوہ صورا

ہی انت لا اکفی ولا اتردد

ترجمہ: اگر ہمارے درمیان خدا کے لئے کوئی صورت ہوتی تو وہ صورت تیری ہی ہوتی، میں یہ کہنے میں نہ کوئی کنایہ کر رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے تردد ہے۔

شعر

آں شد کہ بارمنت ملاح برومی

گو ہر چو دست داد بہ دریا چہ حاجت است

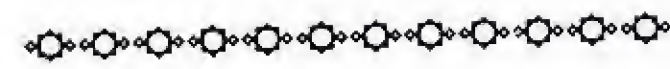
یہ شعر مجذبان الہی کے پیشوا اور محبوبان خدا کی منتخب شخصیت خواجہ حافظ شیرازی سے منسوب ہے اور تشریح اس شعر کی یہ ہے۔

”ملاح سے مراد عقل ہے جس نے مرتبہ اول میں سالک کو ساحل صانع سے گزاد کر دیائے صانع میں پہنچا دیلے جو ہستی مجازی سے نکال کر محوئے حقیقت میں پھرا رہی ہے، گو ہر سے مراد وہ نور جذبہ اور معانی معارف ہیں جنہیں غوامس طریقت نے صدف عقل سے حاصل کیا اور جن کا تعلق بحر تجربہ سے ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جب سالک و طالب ولایت عرفان کی سرحد پہنچ گیا اور وجدان معانی سے اس کی ضیافت و مہمانی ہونے لگی تو پھر عقل جو مشاطہ خیالات انگیز اور دلالہ محالات آمیز تقی طالب و مطاہر کے درمیان سے اپنا بستر اٹھا لیتی ہے

شعر

وصال یار چون گشتہ میسر

کنونم حاجت دلالہ نبود



ترجمہ ۱۔ اب جبکہ وصالِ یار میسر ہو گیا ہے مجھے دلالہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
 دریا سے بحر کثرت مراد ہے کہ خرد کو استدلال سے واسطہ اور عقل کا رابطہ استقبال سے تھا۔ حاصلِ کلام یہ ہے
 کہ جب سالک کے جذبہ کو نور خورشید تک مرتبہ و سلوک حاصل ہو گیا تو پھر چراغِ خرد کے نور کی کیا حاجت رہی جو
 دریا سے کثرت سے استدلال حاصل کرتا تھا۔

بیت

علم بر زد چو خورشید جہاں تاب
 چراغی را نمائند در جہاں تاب

ترجمہ ۲۔ جب خورشید جہاں تاب اپنا علم بلند کرتا ہے یعنی طلوع ہوتا ہے اس وقت چراغ کی روشنی دنیا
 میں باقی نہیں رہتی ہے۔

بعض حضرات صوفیہ نے اس شعر میں یعنی (اُن شد کہ باریت ملّاح بر روی پگہر جو دستِ او بدریا چہ حاجت است)
 ملّاح کے معنی پیر و مرشد کے لئے ہیں اور ذہن بھی اسے تسلیم کرتا ہے اور گوہر سے مقصد حقیقی کے معنی مراد لئے ہیں۔
 (دوسرے مصرعہ میں) لفظ دریا سے بھی شیخ و مرشد کے معنی مراد لئے ہیں کہ اسی ذات سے ارشاد کے موتی اور استفادہ کے
 جوہر حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جس وقت طالب مقصد حقیقی کو حاصل کر لینا
 ہے تو پھر وہ پیر و مرشد سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایسا کہنا اور یہ معنی مراد لینا محققین کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے
 کہ مرید تو کسی حال میں بھی اور کسی وقت بھی مرشد سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، البتہ طرفہ العین کے لئے ایسا اس وقت ہوتا
 ہے جب سالک فنا کی منزل پر پہنچ جاتا ہے لیکن یہ بات بھی مشارب (تعوف) اور مذاہب (طریقت) کے خلاف
 ہے جس کسی کو مزید تحقیق کی ضرورت ہو وہ کامل مشرب معلوم کر لے چنانچہ حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ ”مرید شیخ نے
 ہرگز بے نیاز نہیں ہو سکتا اسکو جو کچھ دولت وصول ہوتی ہے اور جو کچھ شان و شوکت بہم پہنچتی ہے وہ تمام تر شیخ کی
 ہمت کی برکت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے“

بیت

ملکت عاشقی و مہنج طرب

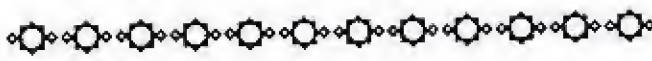
ہو چہ دارم بہ یمن ہمت دوست

ترجمہ ۱۔ عاشقی کا ملک اور گوشہٴ مسرت میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب اسی کا احسان ہے۔
 اور مرشد سے بے نیاز ہو بھی کس طرح کہ وہ تو ایک برزخ ہے جو برزخ البرازخ کا پرتوا اور منظر ہے اور سالک کا
 منہائے مقصود ہی برزخ البرازخ ہے اور وہی اس کے مدعا کی غایت ہے، جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس چیز کو
 تم خدائی کہتے ہو ہم اسکو محمد کہتے ہیں اور جس کو تم محمد کہتے ہو ہم اسکو خدائی کہتے ہیں۔

بیت

بادوست پیام در ننگبند

خود بود کہ خود ہمبیری کرد



بیت مغربی

چشم گواہین است دایرو این و ناز و شیوہ این
الفراق ای زہد و تقویٰ الوداع ای عقل درین

ترجمہ ۱۔ اگر آنکھ یہی ہے، ابرو یہی ہے اور ناز و شیوہ کا یہی انداز ہے تو زہد و تقویٰ تو کیا عقل درین بھی رخصت ہو گئے۔

یہ بیت حضرت شیخ مغربی کی طرف منسوب ہے۔ جب حضرت شیخ کمال خجندی نے یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شیخ مغربی تو ایک بزرگ شخص ہیں وہ ایسا شعر کیوں کہتے ہیں جو تغزل سے بھرپور ہے، سوائے معنی مجازی کے اس میں اور کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ جب شیخ مغربی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے شیخ خجندی کی دعوت کی اور خود ان کے لئے کھانا تیار کرنے لگے۔ مولانا کمال خجندی بھی جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ ہے ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے باورچی خانے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مولانا مغربی کھانا پکاتے جاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے جاتے ہیں۔ مولانا کمال خجندی کو دیکھ کر انہوں نے شعر کی تشریح بیان کرنا شروع کر دی اور فرمایا کہ سنو! چشم کو عین کہتے ہیں اور اس سے اشارہ ہے عین قدیم کی طرف جو ذات باری تعالیٰ ہے اور ابرو حاجب ہے۔ اس سے مراد حجاب ذات ہے اور ناز و شیوہ سے مراد تجلیات اور ادااتِ پیہم ہیں جو ان مظاہر کو فی میں نظر آتی ہیں تو اب زہد و تقویٰ ان تجلیات کے مشاہدہ کے بعد کس طرح باقی رہ سکتا ہے کہ وہ ان تجلیات کا غیر اور اس کے سوا ہے۔ یہ ہیں اس بیت کے حقیقی معنی۔

بیت

ای رومی در کشیدہ بہ بازار آمدہ
خلقی بدین طلسم گرفتار آمدہ

ترجمہ ۱۔ اے وہ کہ جو نقاب رخ الشکر بازار میں آگیا۔ ایک مخلوق ہے جو تیرے سحر میں گرفتار ہو گئی ہے یہ بیت حضرت فرید الدین عطار قدس اللہ سرہ کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اے وہ کہ تو نے اپنے چہرے پر جو ظاہر وجود کا پر تو ہے۔ تعینات وجود کی نقاب ڈال لی ہے اور اس میں اپنے چہرے کو چھپایا ہے اور اسی حال میں بازارِ ظہور میں نکل آیا ہے اور تمام مخلوق اس طلسم صوری میں جو تو نے اپنے رخسار کی تجلیات سے تیار کیا ہے گرفتار ہے کثرت تعینات متبائنہ اور آثار مختلفہ کی درجہ سے بعد و ہجر و غفلت و پندار اور غیریت میں مبتلا ہے یا خود پر تو جمال کی سرایت کے باعث وہ چہرہ خود اس نقاب مظاہر و صورت جمید عشق و محبت کی بلا میں گرفتار ہے یعنی بعض عاشق صورت ہیں اور بعض عاشق حقیقت (معنی) ہیں۔

بیت

بیزارم ازان کہنہ خدای کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدای دگر است

ترجمہ ۱۔ میں تیرے پرانے خدا سے بیزار ہوں۔ میرا خدا تو ہر لمحہ دوسرا تازہ خدا ہے۔
مندرجہ بالا بیت میں زاہدانِ حشویہ اور عابدانِ شہرعیہ کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے شرابِ بزمِ توحید
سے ایک جرم بھی نہیں پیاتے اور نہ زندانِ تفرید کے کباب کا ایک ٹکڑا چکھا ہے اور ان کا عقیدہ بس یہی اقرار
باللسان و تصدیق بالغلبہ 'ازبان سے اقرار اور دل سے تصدیق، اور اسی کلمہ پر قائم و متمکن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں
جن کو زلالِ تجلیاتِ الہی اور وارداتِ لامتناہی کے عطیات سے سیرابی حاصل نہیں ہوتی (ان کرامتوں اور نعمتوں
سے محروم ہیں) جبکہ سالکانِ طریقت ہر لحظہ اور ہر دم **وَهُوَ مَعَكُمْ اِنَّ مَا كُنْتُمْ تَدْعُو** (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں
کہیں بھی ہو) کی شراب سے سرشار ہیں اور قَائِلًا تَوَكَّلُوا فَاَنْتُمْ وَجْهَ اللَّهِ لَكُمْ دَرَمٌ جہاں کہیں یا جس طرف بھی
دیکھو گے وہاں جمالِ الہی موجود ہے، کی سرسبزی اور شادابی سے بہرہ ور اور مستفید ہیں (یعنی ہر لحظہ اور ہر جگہ
ان کے سامنے تجلی الہی پر تو ٹکن ہے)
چونکہ ان زاہدوں اور عابدوں کو اس شراب سے وصولِ عرفان کا موقع حاصل نہیں ہوا اور حصولِ وجدان کی
سرخوشی اور سرستی میسر نہیں ہوئی ہے اسلئے وہ ہمیشہ شرکِ خفی کے خماریں گرفتار ہیں اور نشاءِ وحدت کا ان میں کوئی
اثر نہیں ہے۔

بیت کسی کو ماند در صحرائی طامات چہ داند ذوقِ مستانِ خرابات

ترجمہ ۱۔ جو صحرائے طامات (عاشقِ عظیمِ دہلائے سخت) میں پھنس کر رہ گیا ہے وہ مستانِ خرابات کے ذوق کو کیا جانے؟
ہم اللہ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس مست شرابِ توحید کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ ایسی طعن آیزاد
سخت بات کہیں اسلئے کہ بہت سے ایسے لوگ جو دولتِ شہود سے محروم اور شرکِ وجود سے میجور تھے، اصحابِ وصول
کی اس سرزنش اور اربابِ حصول کی تحریص سے ہوشیار ہو کر حیرمِ عرفان اور گلستانِ وجدان تک پہنچ گئے ہیں۔

لطیفہ ۲۰

سماع و استماع مزامیر

یہ لطیفہ ایک مقدمہ، تین نغمات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

قال الاشرف:

السماع تواجد الصوفیة فی تفہیم المعانی الذی یتصور من الا صوات المختلفة
ترجمہ:- حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ مختلف آوازوں کو سن کر فہم میں جو معانی پیدا ہوتے ہیں ان کے اثر سے صوفیہ کا وجد کرنا سماع ہے۔

مقدمہ

زمانے کے لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جو عقبی کے طلب گار اور دنیا کے ترک کرنے والے ہیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تارکانِ عقبی ہیں، تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو صرف طالبانِ مولیٰ ہیں نہ ان کو دنیا سے سروکار ہے اور نہ وہ عقبی کے خواستگار ہیں اس گروہ کے افراد کے قلوب میں کسی نقطہ غیر کا دخل نہیں ہے۔ اس گروہ کا وصف حال یہ ہے کہ

بیت

ہو امی دیگر می در جانگجہ

درین سر بیٹش ازین سودا ننگجہ

ترجمہ:- کسی دوسری خواہش کی اس جگہ گنجائش نہیں کیونکہ اس سر میں اس سے زیادہ سودا نہیں سما سکتا۔ یہ حضرات کونے محبوب میں منقسم ہیں اور کوچہ مطلوب میں ہمیشہ جھے رہتے ہیں اور یہ درمولہ پر ہمیشہ دربان کی طرح حاضر رہتے ہیں۔ یہ لوگ جس وقت بھی تارِ رباب یا نئے کی آواز سنتے ہیں اور مزار یا تاروں کو جس وقت بھی چھیڑا جاتا ہے تو ان کو اپنا وطن اصلی اور مرکزِ علوی یاد آجاتا ہے اور انوارِ الہی کے عکس ان کے آئینہ دل میں جگمگانے لگتے ہیں اور اسرارِ مثنوی کے فیوض ان کے آئینہ دل میں چمکنے اور دھمکنے لگتے ہیں اور طرقاتِ سبحانی والہاماتِ یزدانی صحرائے غیب و فضا سے لاریب (فضا سے) بارش کی طرح ان پر برسنے لگتے ہیں جس سے ان میں جو شش و خروش پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ہوش گنوا بیٹھے ہیں اور وجد کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی ہے، ہاتھ ہلاتے ہیں (اور اس سے اشارے کرتے ہیں) کہ ہم نے راہِ حق میں کائنات کو جھوٹ دیا ہے اور موجودات کی نقدی سے اپنے ہاتھ خالی کر لئے ہیں۔

قطعہ

ملک دنیا نیست الا جیفہ جیفہ را پیش سگان انداختیم
جیبہ دستار و علم قیل وقال جملہ در آب روان انداختیم
ترجمہ :- دنیا کا ملک ایک مردار ہے۔ اس مردار کو ہم نے کنوں کے سامنے ڈال دیا ہے، یہ جیبہ دستار و قیل وقال کا
علم ہمارے کس کام کا۔ اس کو ہم نے بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا ہے۔
اور ہم نے ملک و ملکوت سے تعلق منقطع کر لیا ہے اور کوئین کو ٹھکرا دیا ہے، نہ ہم و مال و جمال کے طالب ہیں
اور نہ دنیا و مال کی طرح مردار دنیا کے لاشہ پر ہماری نظر ہے۔ ”وہو الذی نادى خرفها“

بیت

مارا ہوائی باغ و سر عند لب نیست
در دیدہ جز خیال جمال حبیب نیست
ترجمہ :- ہم کو نہ باغ کی خواہش ہے اور نہ آوازِ بیل کی تلاش۔ ہماری آنکھوں میں تو سوائے جمالِ دوست کے تصور
کے اور کچھ نہیں ہے۔

اس عالم و جہ میں وہ زمین پر پاؤں مارتے ہیں گویا وہ حدیث غیر کو پامال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولیٰ
کے ہوتے ہوئے غیر کی جگہ کہاں ہے۔ یہ دولتِ سرمدی و شوکتِ ابدی تو اسی شخص کے نصیب میں آتی ہے
جس نے کائنات سے ہمت اٹھالیا ہو اور موجودات کو ٹھکرا دیا ہو۔

رباعی

گروہ نفس پرستان سماع کی دامنہ
بزر پائی بکو بند ہر چہ غیر نیست
ترجمہ :- نفس پرستوں کے گروہ سماع کے متعلق کیا جانیں؟ یہاں میں ایک دو نکتہ سماع کی زبان میں بیان کرتا ہوں
(یہ لوگ) ماسوائے اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالتے ہیں کیونکہ سماع ان سے ہے اور وہ سماع سے ہیں۔
دوسرا گروہ اہل ظاہر کا ہے جن کا بھی تصفیہ باطن اور تنقیہ قلب نہیں ہوا ہے اور وہ ہر دماغی کے درجہ کمال اور مال
علوی و اعلیٰ کی اوج پر نہیں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کی آرزو اور خواہش حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی ہے لیکن ابھی ان کا نفس دنیا
کی طرف مائل ہے۔ چونکہ اس طائفہ کا نفس نواہ ہے احتمال ہے کہ جن زنان، جواری و دوجہ زلف و خال و خدا اور اس قسم کے
دوسرے الفاظ سماع کی حالت میں دنیاوی خیالات پیدا کریں گے۔ ان کے لئے سماع طرب دہو ہے اور بالاتفاق حرام ہے اور جنگی
نظر پر توجہ انکار عالم علوی و ترک اطوار تجرید و آثار تفرید قطع غلائق ہے۔ احتمال ہے کہ ان کے خیالات حرور و تصور و روضہ
جنانی اور دل رویت سبحانی کی طرف جائیں گے جو صفات بالاتفاق حلال ہیں ایسے لوگوں کے لئے مسامحہ مباح کا ہلہ
سماع اہل کیلئے مباح ہے، سماع ایک آئینہ ہے کہ جیسے ہیں ویسے ہی نظر آئیں گے۔ دوسرا گروہ عوام کا ہے جن کی نظر صرف

لاشعہ مرزا اور نفس پر ہے اور جو کچھ سننے ہیں وہ گوشِ نفس سے سننے ہیں۔
رباعی

دلِ شہوت پرست تازا ز عشقت کی خبر باشد ز حسنِ یوسفِ مصری چہ حاصل چشمِ اعلیٰ را
بہ لذتِ ہائی جسمانی غلت را کی فرد شم من کہ دادنِ ابلیہی باشد بیری من و سلویٰ را

ترجمہ: شہوت پرستوں کے دل کو تیرے عشق کی کب خبر ہو سکتی ہے کہ یوسف کنعانی کے حسن سے اندھیں آنکھ بلف انداز نہیں ہو سکتی، میں تیرے غم کو لمبے دوست! ان جسمانی لذتوں کے عوض نہیں بیچوں گا کہ من و سلویٰ کو چھٹ بھرے شخص کے سامنے رکھنا بالکل نادانی ہے۔

نغمہ اول

اباحتِ سماع کے دلائل آیات و احادیث اور اصحابِ جہاد
کے اقوال اور اربابِ ارشاد کے افعال کی روشنی میں

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں علت و حرمت مختلف فیہ ہو اس میں دلیلِ راہ اور بے باکانہ گفتگو نہیں کرنا چاہیے بلکہ غور و تامل کے بعد اس سلسلہ میں بات کرنا چاہیے۔ ایسے ہی مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ سماع بھی ہے کہ اسکو نہ تو مطلقاً حرام کہا جاسکتا ہے اور نہ بغیر قید لگائے حلال کہہ سکتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ ”سماع علی الاطلاق نہ حرام ہے نہ حلال۔ جب تک کہ یہ علم نہ ہو جائے کہ سماع کیا ہے اس کا سننے والا کون ہے

بیت

سماع اسی برادرِ بگویم کہ چہیت
اگر مستمع را بدانم کہ کیست

ترجمہ: میں اسی وقت بتا سکتا ہوں کہ سماع کیا ہے جبکہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ سننے والا کون ہے

سماع اسرارِ الہی میں سے ایک راز ہے اور حق کے انوارِ نامتناہی میں سے ایک نور ہے وہی سعادت مند ہے جس کا دل نورِ شہیدِ سماع کا مطلع بن جائے اور جس کی جان ناہیدِ استماع کی مشرق ہو۔ جبکہ دل میں سماع کا حقیقی ذوق و شوق موجود ہو۔
قطعہ

عشق در پردہ می نواز د ساز عاشقی کو کہ بشنود آواز

ہمسہ عالمِ صدائی نغمہ اوست کہ شنید این چنین صدائی دراز

ترجمہ: عشق نے در پردہ ساز چھڑ رکھا ہے وہ عاشق کہاں ہے جو اس آواز کو سنے، یہ تمام کائنات اسی نغمہ کُن کی آواز ہے کسی نے اتنی لمبی تان کہیں سنی ہے۔

طالب جاں باز اور محرم راز عارف کو چاہیے کہ سماع کی طرف توجہ کرے۔ سماع کی تعریف بزرگانِ طریقت نے اس طرح کی ہے۔ ”بے شک سماع ایک امر مخفی، ایک نورِ علی اور شریعت ہے۔ اس رانہ سے وہی آگاہ ہو سکتے ہیں جو اہل تحقیق ہیں اور علم میں راسخ ہیں اور اللہ والے ہیں، صاحبانِ معرفت ہیں، واصلانِ حق ہیں اور خدا کے ساتھ ہیں جن کے لئے ابتداء میں ذوق ہے اور انتہاء میں شرب ہے۔“

رباعی

مطرب براہِ پردہ در سازِ عود را در دہ بگوشِ ہوش در د و سرور را
از نغمہ مژد کہ گویند فیضِ ادست در پردہٴ سماع در آ در حسود را

ترجمہ۔ اے مطرب سازِ عود پردہ کے راستہ سے اندر لے آ اور در و سرور کی موسیقی کو گوشِ ہوش سے سن۔ نغمہ موسیقی کو اس کا فیض کہتے ہیں سماع کے پردہ میں اسے حاسدین لے آئے ہیں۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو سماع سے یقیناً معزول کر دیئے گئے ہیں۔ ”اِنَّهُمْ عَنْ السَّمْعِ لَمَعْزُوتُونَ“ (وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں) اگر اللہ تعالیٰ ان میں خوبی پاتا تو ان کو ضرور سناتا اگر ان کو سننا بھی دیا جاتا جب بھی وہ پیٹھ پھیر لیتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ”باب سماع“ کے منکر ہیں ان میں بعض ”باب سماع“ کو فاسق کہتے ہیں اور کچھ ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ان کو بدعتی کہتے ہیں۔ بہر حال ان کے درمیان اصحابِ سماع کی تکفیر یا تفسیق پر اتفاق نہیں ہے۔

رباعی

خواہ خلقی گیسر خوانِ دخواہ تر سا خواہ مُغ سجدہ گاہِ قبلہ ابرو تو نتوان گداشت
از ہمہ در بگندرم نگذارش مارا باد از جہانِ توان گذشتن روی تو نتوان گداشت

ترجمہ۔ مخلوق مجھے گبر کچھ خواہ تر سا خواہ مُغ، کچھ کچھ بھی کہے میں تیرے قبلہ ابرو کو جو میری سجدہ گاہ ہے نہیں چھوڑ سکتا، میں سب کو چھوڑ دوں گا اور سب سے منہ پھریں گا۔ دنیا کو بھی ترک کر دوں گا لیکن تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

سماع کے بارے میں آثارِ پاک اور اقوالِ صحیحہ یہ ہیں کہ سماع نفسِ الامری میں مباح ہے۔ سماع کی تعریف یہ ہے کہ السماع صوت طیب موزون مفہوم المعنی محرک القلوب (سماع ایسی پاکیزہ اور موزوں آواز کو کہتے ہیں جس کو سمجھا جاسکے اور دلوں کو حرکت میں لانے والی ہو) پس اس کے اندر کوئی وجہِ حرمت نہیں ہے۔ ”حرام“ وہ چیز ہے جس کا ترک دلیلِ قطعی سے ثابت ہو چکا ہو اور جس کے ثبوتِ ترک میں کوئی مشبہ نہ ہو اور ہم نے سماع کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو لوگ درویشوں کی بزمِ سماع کے منکر ہیں اور مغلِ استماع سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ رباعی ہے۔

رباعی

دنیا طلبا جہان بکامت بادا دین جیفہ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام است سماع مگر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ: اے دنیا کے طالب! یہ دنیا تجھے مبارک ہو، یہ تو ایک مردار ہے، یہ مردار تیرے دام ہی میں رہے اچھا ہے تو کہتا ہے کہ سماع میرے لئے حرام ہے مگر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

سماع کے جوازیں | اب سماع کے جواز کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چند آیات یہ ہیں۔
آیات قرآنی | ۱۔ یُرِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَاءُ ۝۱۷ اللہ تعالیٰ آفرینش میں جو کچھ چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے۔
وَهُوَ الصَّمْتُ الْحَسَنُ - (ادودہ اچھی آواز ہے)

بعض نے قرأت میں "الخلق" غنا نہیں بلکہ "حا" کے ساتھ پڑھا ہے یعنی خلق - (درقرات بعضے فی الخلق بالحار الملہ است - محظوظہ ص ۴۹)

۲۔ اَجِدْ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۝۱۸ اور تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

اور سماع پاکیزہ ترین چیز ہے کہ اس سے دل اور روح خوش ہوتے ہیں۔

۳۔ یَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۝۱۹ اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰی اللّٰهُ وَاُولَٰئِكَ هُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۲۰
جو لوگ کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر
برصیں! یہ لوگ وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی
یہ لوگ صاحبانِ عقل ہیں۔

یہاں لفظ قول تعمیم و عمومیت کے لئے ہے، کا متقاضی ہے کہ وہ قول قرآنی ہو یا احادیث مبارکہ ہو یا حکایت حال مابین ہو یا دان کے اشار غنا ہوں جیسا کہ دجیز (فقہ کی مشہور کتاب) میں صراحت کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مستمع کی تعریف فرمائی ہے یعنی جو سخن کا سننے والا ہے اور اس کا بہترین تابع ہے اور بہ ہدایت عقل اس قول بہترین کے وہ سامع ہیں اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کوئی غنا کو سنتا ہے وہ خداوند تعالیٰ کے قول عموم سے ہوتا ہے
یَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ ۝۱۹ میں شامل ہے آواز پسند یہ کی حکمت پڑا اگر غنا کا اس اعتبار سے کوئی انکار کرے کہ غنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ بطور بازی ہو یا شوق کے طور پر تو یہ مباح ہے۔

و یقول ان الغناء حرام مطلقاً اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ غنا مطلقاً حرام ہے
كالزنا واللواط لہ یکن اللہ جس طرح زنا اور لواطت۔ پس حق تعالیٰ
ہداہم ولا دہبہم العقل و نے ان کو ہدایت یاب نہیں بنایا اور انکو عقل عطا
من کان عاریاً عن الہدایۃ کان نہیں فرمائی ہے اور جو کوئی عاری ہے ہدایت سے

وہ گمراہ ہے۔ اس لئے کہ ہدایت کی ضد گمراہی ہے اور وہ شخص دوزخی ہے اس وجہ سے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے جو غنا بآواز کو خاص کرتی ہو جب کہ غنا بآواز کا دف کے ساتھ ہونا صحبت کو پہنچ چکا ہے اور ثابت ہو چکا ہے ان روایتوں سے جو بخاری، مسلم اور مسند احمد میں ہیں۔ یعنی سماعت فرمانا ضرب دف اور غنا کا حبشیوں سے اور حضور علیہ السلام کا ان کے رقص کے وقت موجود ہونا جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ (انشاء اللہ)

صَلَاةً إِذَا صُنِدَ الْهَدَايَةِ الصَّلَاةُ
وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عَلَى أَنَّهُ
لَيْسَ لَهُ دَلِيلٌ يَخْصُ عَنْهُ الْغَنَاءُ
بِالصَّوْتِ بَلْ صَوِّحَ الْغَنَاءُ بِالصَّوْتِ وَ
الْدَفُّ وَثَبَتَ بِمَادُونِيَاهُ مِنْ أَحَادِيثِ
الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَمِنْ مَسْنَدِ أَحْمَدٍ -
"سَمَاعُ ضَرْبِ الدَفِّ وَالْغَنَاءِ
مِنَ الْحَبَشَةِ وَحُضُورِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَقْتُ الرِّقَصِ مِنْهُمْ كَمَا يَخْبِي
إِنْشَاءُ اللَّهِ تَعَالَى"

اور اس بات پر دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اُن لوگوں کی سخی نیک کی اتباع میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور تم کو شنوائی، بینائی اور دل عطا فرمائے لیکن
کم ہی اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
وَلَا تُفِيدَ كَثِيرًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ ۱۰

حق تعالیٰ اس عطیہ کا بندوں پر احسان جتلا رہا ہے اور یہ تمام سموعات کو شامل ہے سوائے اس ممنوع کے جو فسق کی طرف رغبت دلائے اور فساد کی جانب رجوع کرنے والے ہیں۔

حضرت سنی سے روایت ہے کہ ابن عطاء نے فرمایا کہ شنوائی و بینائی اور دلوں کے عطیہ سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو بخوبی پہچانیں اور حق تعالیٰ کا بخوبی تصور کریں اور حق تعالیٰ کا دل میں مشاہدہ کریں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں اس نے اپنی محبت ڈال دی اور مشتاقوں کو عشق عطا کیا اور عاشقوں کو خدا شناسی کی دولت عطا فرمائی۔

امام قشیری کہتے ہیں کہ اس سے مراد بغیر تامل و دلیل خدا شناسی، شوق باللہ اور حوادث کے وقوع سے دلوں کو پاک رکھنا ہے۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اباحت صوت کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ قرأت قرآنی کے ساتھ مخصوص ہیں یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ پھر اس سے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عنادل کے چھیپے سنا بھی حرام ہیں کہ عندلیب کی نغمہ سرائی قرآن خوانی نہیں ہے اور جبکہ ایسی آواز کا سنا جس کا کوئی مفہوم و معنی نہیں ہے جائز ہے تو پھر ایسی

آواز کا سننا جس کے معنی حکمت و دانائی پر مبنی ہیں اور بغیر لہو و لعب کے اس آواز میں صحیح معنی موجود ہیں اس کا سننا کیونکر جائز نہیں ہوگا؟

سماع میں تو لغزش کے بعد تازہ دم ہو جاتے ہیں اور جو رک کے بعد خرشمالی پیدا ہو جاتی ہے اور اصحاب سماع کے باطن اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذر خواہی کے تکملہ کے لئے کشادہ ہو جاتے ہیں جبکہ وہ شناہ حق کو حق کی جانب خطاب حق کے ذریعہ سنتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک شکل قضیہ میں رمزیت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔

شعر

وَلَوْ جَمَعَا مِنْ دَجَاجٍ قَمْرًا
وَلَعَيْنَاهَا مِنْ عَيْنَيْهَا كَحُلًّا

ترجمہ۔ اور اس کے چہرے سے اس کا چہرہ روشن ہے اور اس کی آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے سرمہ ملتا ہے
تفسیر قشیری میں اسی طرح آیا ہے۔ بعض منکون سماع حرمت سماع میں اس آیت کریمہ سے سند لاتے ہیں
اور شہادت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ
الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ ۱۷

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں
کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے
سمجھ اور اُسے ہنسی بنا لیں اُن کے لئے
ذلت کا عذاب ہے۔

لیکن ان کا یہ سند لانا اور اس آیت کو بطور استدلال پیش کرنا انصاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا باعث
سماع کے جواز پر اعتقاد رکھنے والوں کے ساتھ پرفاش ہے کہ ان کی نظر متعلق پر ہے متعلق پر نہیں ہے اور انہوں نے
حقیقی معنی میں لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ کو نہیں پڑھا اور ان کی زبان اس کے علاوہ:
وَعَلَىٰ آيَاتِهِمْ غِشَاوَةٌ ۝ ۱۸
اور مَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۝ ۱۹
جسے اللہ گمراہ کرے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

کے پڑھنے سے خاموش ہے اور ان احکام کے حقیقی معنی تک نہیں پہنچ سکے ہیں اور قاری یا معترض نے اس آیت
کی شان نزول پر نظر نہیں ڈالی ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا اگر عظیم المرتبت مشائخ کا بھی منکر ہو تو کوئی تعجب کی
بات نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو فریب آمیز باتیں کرتا ہے جو سننے والے
کو حق سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کر دیتا ہے یعنی فسانہ بے اعتبار کو اعتبار کا رنگ دیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے

راستے سے گمراہ کر سکے یعنی دین سے۔ یادہ اپنی قرأت قرآنی سے اپنی جہالت و بے علمی اور بغیر دلیل کے اُن کے لئے خدا کا راستہ روک دے۔ جیسے کوئی ان پر افسوس کر رہا ہے وہ سحر زدہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے خوار اور رسوا کرنے والا ایک عذاب ہے اس دنیا میں قتل و غارت کی صورت میں اور اس کے علاوہ آخرت اور عقبیٰ کا بھی عذاب ہے۔ آیت مندرجہ بالا اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو گمانے والی کینزوں کو خریدتے ہیں اور لوگوں کو اُن کا گانا سنوانے کیلئے بلاتے ہیں اور اس طرح حق کی باتوں کے سننے سے اُن کو روک دیتے ہیں۔ تفسیر القیامی و دزدی اور بھرتاج میں جو قاضی شہاب الدین ہندی سے منسوب ہے اسید طرح صراحت کی گئی ہے۔

اب یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو و لعب کی باتوں کو اس لئے خریدتے ہیں تاکہ ان باتوں کے ذریعہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کریں۔ وہ آیات قرآنی کے ایسی معانی بیان کرتے ہیں جن میں استہزاء کا رنگ ہوتا ہے اور سخرہ بن پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جو ان کو خوار کر دے گا۔

لہو ایسے باطل کو کہتے ہیں جو افعال حسنہ اور اقوال مستحسنہ میں مانع اور مزاحم ہو۔ دینی معاملات اور دینی مہمات سے غافل کر دینے والا ہو جیسے من گھڑت قصے اور بے ہودہ حکایتیں۔ بعض لوگوں نے لہو سے مراد سرود اور مزامیر اور درد کا سننا لیا ہے۔ اور حکم بالا کی تادیل سے وہ سرود اور مزامیر کو حرام جانتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ان اقوال کے مناسب اور ان کی متبدا احادیث بھی پیش کرتے ہیں اور یہ بات نہیں سمجھتے کہ یہ حرمت تو اس سرود و مزامیر پر محمول ہے جو لہو اور بازی کے طور پر ہو اور اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ: ”یہ آیت وَمِنْ الدَّثَالِینَ (الآیہ) نصر بن حارث کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ نصر بن حارث کا معمول تھا کہ وہ قصے گوئیوں کو رقم دے کر شاہانِ فارس کے قصے سناتا تھا اور پھر دوسرے لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم، عابد ثمود کے قصے بیان کرتے ہیں اسی طرح میں بادشاہانِ فارس کے قصے تم کو سناتا ہوں۔ اس طرح وہ لوگوں کو شاہانِ فارس کے قصے سن کر قرآن پاک کے سننے سے باز رکھتا تھا۔

اباحت سماع میں | وہ احادیث جو سماع کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث احادیث نبویؐ | وہ ہے جسکو بخاری و مسلم و ربيع بنت معوذ بن غفران سے روایت کیا ہے۔

ربیع سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے فرش (بستر) پر بیٹھ گئے۔ میرے پاس دو لونڈیاں تھیں جو اس وقت دف بجارہی تھیں اور جنگ بدر پر اپنے باپوں کو قتل اور دوسرے اعمال کے قتل

عن الربیع بنت معوذ بن غفران قالت جاء النبی علیہ السلام و جلس علی فراشی و عندی جارتان تضربان بالدف و یندن من قتل من ابا ثھن یوم بدر فقالت

احدیماً فیما نبی یعلم ما
فی غد فقال النبی علیہ السلام
دعی هذا وقل ما کنت
تقولین ۔

پر مزیہ کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ پس ان
میں سے ایک لونڈی نے کہا کہ ہمارے دریاں
ایک ایسا پینہ موجود ہے جو یہ جانتے کہ کل
کیا ہوگا؟ یہ سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دو اور تم جو کہہ رہی
تھیں وہی کہو۔

یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کی آواز
اور گانے کو سنا اور ان دو لڑکیوں کے اشعار سنے جبکہ جواں سال لڑکیوں سے بغیر ضرورت کے کچھ سننا بغیر پردے
کے حرام ہوتا ہے اور یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور ان کا کلام سن رہے ہیں پس اس صورت میں
غنا اور دف کا مردے سننا تو بطریق اولیٰ جائز قرار پاتا ہے اور کیوں جائز نہ ہو جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے بہ تحقیق حکم فرمایا اس لڑکی کو گانے کا اس صورت میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”تو وہی کہہ جو کہہ رہی تھی“ پس وہ
امر جو قرآن سے خالی ہو اس کو وجوب پر محمول کیا جاتا ہے پس وہ امر استحباب اور اباحت سے تو خالی ہو ہی نہیں سکتا
(الامرا لمجرد عن القران یحکم علی الوجوب فلا یمنع عن النہی والاباحتہ مخطوطہ لطائف ص ۵۲)

حالانکہ اس میں وجوب کی صورت بھی موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اپنے روبرو اس چیز کے
روا رکھنے کا جردہ پہلے کہہ رہی تھی وہ اشعار جو دف پر گارہی تھی اس طرح گائے۔ اور خود حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم سماعت فرما رہے تھے اور ان اشعار کے معانی کی طرف متوجہ تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ طلب
فرمایا ان چیزوں کو ان اشعار کو جس کے معانی کی طرف آپ متوجہ ہوئے تو اس کے ذکر کا وجوب ثابت ہو گیا، جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا
لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لَعَلَّ

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي
يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۖ ۝

پس قول معنی (مغنیہ) کو دوبارہ طلب فرمانا دوبارہ اشعار کے پڑھنے یا گانے کا حکم دینا، راگ یا غنا کا طلب
کرنا کس پر واجب نہیں ہوتا، وہ مخصوص تھا صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پس اتنا ہے کہ اس کو

استحباب و اباحت پر معمول کیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ ۱
انما قالت دخل علينا ابوبکر
وعندها جاريتان تضرعان
بالدف
اور بعض روایتوں میں اس طرح آیا کہ ۱۔

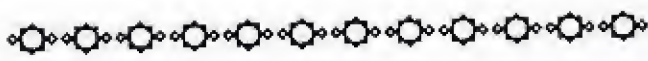
وقالت عائشة دخل علي رسول
الله صلى الله عليه وسلم وعندى
جاريتان تغنيان غناء بعث
فاضطجع على الفراش و غشى
وجهه بثوبه و دخل ابوبكر
فانتهرهما فكشف النجى عليه
السلام عن وجهه فاقبل على
ابوبكر وقال دعهما يا ابوبكر
فاغما يوم عيد۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم میرے پاس (گھریں) تشریف لائے
میرے پاس دو کنیزیں اسوقت غنائے بھات
رجگ بھات سے متعلق اشعار گارہی تھیں۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہلو
کے بل فرش پر لیٹ گئے اور اپنے کپڑے سے
آپ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اسوقت حضرت
ابوبکر (صدیقؓ) تشریف لائے اور ان دونوں
کنیزوں کو جھڑکدنب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے روئے مبارک پر کڑا ہٹایا اور حضرت
ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر! ان کو
بٹھنے دو (چھوڑ دیکر آج روزہ عید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے ۱۔

"عید کا دن تھا اور اس روز حبشی ڈھالوں اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی
ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے عائشہ! کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا "جی ہاں (نعم)
بس آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کیا کہ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا (خدی علی خدہ) آپ فرماتے
جاتے تھے کہ "اے بنی ارفدہ اپنا کام (کھیل) جاری رکھو، میں نے ان کو اتنا دیکھا کہ میں تھک گئی، تب آپ نے یہ محسوس
فرما کر ارشاد کیا کہ بس کافی ہے اب تم جاؤ۔"

یہی روایت صحیح مسلم میں بعض جملوں کے فرق کے ساتھ ہے اور اس طرح آیا ہے کہ ۱۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر آپ کے دوڑنے والے کھدیا تاکہ اس طرح میں ان کے کھیل کو دیکھوں
پس میں ان کے کھیل کو دیکھتی رہی۔ جب تک میں کھڑی رہ سکی اس کے بعد میں واپس چلی آئی۔



مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی دف بجا رہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بندہ صالح ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استفسار) فرمایا کہ کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ محمد بندہ صالح ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ:

ان تنظري الى زفن الحبشة
ولم يكن ذاك اضطراباً الى
مساعدة الاصل خوفاً من الوحشة
والغناء والزفن والمجل هو الرقص
وذلك يكون بفرح و شوق۔

کیا تم حبشہ کا رقص دیکھنا چاہتی ہو؟ اور آپ کا یہ ارشاد رقص و مجل (قسم رقص) غنائے وحشت اور خوف کی مسامتہ اصل کے باعث بطور اضطراب نہیں تھا اور نہ اس میں وحشت و خوف کا عنصر شامل تھا کہ ان کا یہ غنا زفن اور مجل اسوجہ سے ہو بلکہ اس میں فرحت اور شوق کی کیفیت شامل تھی۔

یہ تمام احادیث مذکور صبیح بخاری صبیح مسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غنا، کھیل، دف بجانا اور رقص کرنا حرام نہیں ہے اور یہ تمام احادیث ان امور کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں سماع، غنا اور رقص کے منکرین کا رد ہے۔

فقہ حنفیہ کی روایات وہ اصولی ہوں یا فروعی اور مشائخ مجتہدین وغیرہم کے اقوال اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان ہستیوں پر اعتماد کرتا ہے اور ان کے قول کی پیروی کرتا ہے اس کیلئے سماع، غنا اور وجد کی اباحت کے لئے تمام روایات جو حوالہ کتب کے ساتھ مذکور ہوئیں کافی ہیں۔

شرح بزدوی میں جو نوری کے نام سے موسوم ہے اور ابو القاسم بن محمد بن عبد اللہ دمشقی کی تصنیف ہے یہ تشریح موجود ہے کہ ”معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سماع جس سے ہمارے علماء کو اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو بطور لہو و لعب ہو، فاسقوں کو جمع کیا جائے، شراب نوشوں کا مجمع ہو، تارکین نماز بیٹھے ہوں تو بے شک و شبہ ایسا سماع حرام ہے اور اگر کوئی ایسا صالح شخص سے جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہو اور ارادہ و وظائف کا تارک نہیں ہے، قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتا ہے اس کے لئے سماع حلال ہے، اس سلسلہ میں ہمارے علماء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔“

یہی نوعیت رقص و وجد کی ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بالتحقیق وارد ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام نے ایسا کیا ہے مگر کافی میں مذکور ہیں جو ”المحمدی“ کے نام سے موسوم ہے اور جس کے مصنف محمد بن علی شافعی ہیں۔

ہمارے علماء کرام کے یہاں سماع اس صورت میں مکروہ ہے جو برسبیل لہو و لعب ہو اور گناہ کا ارادہ پایا جائے فاسقوں کو جمع کیا جائے، نماز کی ادائیگی اور قرآن خوانی کو ترک کر دیا جائے لیکن جو اہل نماز ہے اور اہل قرآن ہے اور صاحبین میں سے ہے اس کیلئے سماع حلال ہے اس میں ہمارے علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ایسے

سماع سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا حضور اور اس کا دیدار ہے وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آخرت سے خوف کا اس میں ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ محمود ہے مذموم نہیں ہے یہی صورت تواجد اور رقص کی ہے وہ بھی محمود ہے مذموم نہیں ہے۔ کتاب النافع میں مذکور ہے:-

”غنا کا اپنی زوجہ یا مملوکہ جاریہ سے سننا جائز ہے“ والحالہ عن نفسه فتادی عتابہ میں ہے:-

”امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا کہ آیا غنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ کتاب مقصد الساکین میں مذکور ہے:-

”فتویٰ کی وہ روایات (وہ فتادی) جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر علمائے حرمت سماع پر وارد ہیں، وہ تمام روایات (یعنی فتادی) اسی پر محمول ہیں کہ سماع سے مراد آلات لہو ہیں یعنی وہ غنا جس میں آلات (مزامیر) استعمال ہوتے ہیں، غنائے مطلق مراد نہیں ہے۔ یعنی حرمت کا فتویٰ غنائے مطلق پر نہیں ہے۔

پس جائز نہیں ہے کہ ان روایات فتویٰ کو علی العموم حرمت سماع کی دلیل بنایا جائے تاکہ ان امارت صحیحہ سے انکار نہ ہو جو اباحت سماع میں وارد ہیں جنکو ہم اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں اور تم ان سے واقف اور آگاہ ہو چکے ہو، جیسا کہ فتادی تاتاریہ میں فتادی عتابہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

نغمہ دوم

مشائخ و صوفیہ متقدمین و اکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں

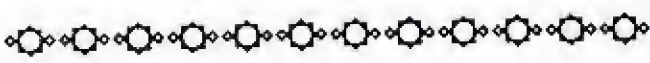
حضرت شیخ ابوطالب مکی قدس اللہ سرہ (صاحب قوت القلوب) نے اباحت سماع کے سلسلہ میں اقوال سلف بیان فرمائے ہیں اور شیخ ابوطالب مکی جو اپنے تبحر علمی اور کمال حال کے اعتبار سے امام معتبر تھے وہ متقدمین کے احوال سے اچھی طرح باخبر تھے، زہد و تقویٰ اور صواب اندیشی میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

عالم متبحر، کامل و دراصل و فروع محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:-

”جس نے سماع کا انکار کیا بطور عموم، تحقیق کہ اس نے صحابہ و تابعین میں سے ستر اولیاء کا انکار کیا ابن ماجہ کے بارے میں مردی ہے کہ وہ ایسی دعوت قبول نہیں کرتے تھے جس میں سماع نہیں ہوتا تھا“

حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسا سماع جس میں لہو و نسق نہ ہو مباح ہے۔ پس سماع کو مطلقاً حرام کہنا درست نہیں تاکہ گناہ نہ ہو۔ حضرت شیخ ابوطالب مکی فرماتے ہیں:-

ولم یزل اهل المدينة مواظبین
لاهل مكة على السماع الى زماننا
اور ہمیشہ اہل مدینہ نے سماع کے سلسلہ میں
اہل مکہ کی متابعت کی ہے یہ سلسلہ ہمارے زمانے



هذا فادركنا ابا مروان القاضى
وله جوار يستمعون التلحين
اعدان للصوفية -
تمک پہنچا۔ قاضی ابو مروان کے پاس کنیزیں
تھیں وہ ان سے الحان سنتے تھے اور یہ کنیزیں
انہوں نے صوفیاء کے لئے مہیا کی تھیں۔

قال وكانت لعطاء جاريتان تلحنان
وكان اخوانه يستمعون اليهما -
شیخ ابو طالب قدس سرہ کا قول ہے کہ شیخ عطاء
کے پاس دو کنیزیں تھیں جو گاتی تھیں اور ان کے
بھائی ان کے الحان (گانے) کو سنتے تھے۔

شیخ ابو الحسن بن سالم سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ سماع سے انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ
سید الطائف جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہم) نے اسکو سنا ہے۔ اور یہ کس طرح
انکار کر سکتا ہوں جبکہ مجھ سے بالتحقیق بہتر شخص نے سماع کو جائز سمجھا اور سنا ہے اور وہ حضرت
عبداللہ بن جعفر طیار ہیں۔ البتہ سماع میں لہو ہو تو تب جائز نہیں ہے

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے عوارف المعارف میں کہا ہے کہ یہ قول صحیح ہے پس منکر سماع
سماع کا انکار کس طرح کرتا ہے؟

السیر الکبیر میں مذکور ہے حضرت جنید و حضرت ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہما) جیسے صلحا سے اور مصر کے
دوسرے مشائخ سے کہا گیا کہ کیا آپ اشعار و طیرہ کا الحان سے سنا جائز سمجھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اں جسطرح
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایا ہے۔

فتاویٰ بسیط میں آیا ہے سماع انتہا مباح من المعنی ومن غیرہ (معنی اور اس کے غیر سے غنا کا سننا
جائز ہے) پس جب بغیر معنی کے سنا جائز ہے تو لمن سے سنا بھی جائز ہوا۔
اب رہا مسئلہ قصائد و اشعار کا تو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”

هو كلام فحسنة حسن و قبيحة قبيح۔ وہ کلام ہے اسکا اچھا اچھا ہے اور اسکا قبیح قبیح ہے۔

پس اچھا کلام وہ ہے جو نصیحت و حکمت، ذکر خدا، نعمت ہائے خداوندی اور اس کے اوصاف پر مشتمل ہو یا
مقیوں کے اوصاف اور صالحین کی نعت پر مشتمل ہو، ایسے کلام کا سننا حلال ہے اور اگر میلوں، منزلوں، زمانوں کا ذکر
ہے جیسا کہ قصائد کی تشبیہ میں پایا جاتا ہے تو ان کا سننا مباح ہے اور وہ کلام جو بھو فسق پر مبنی ہو اس کا سننا
حرام ہے اور اگر کلام (اشعار) میں غلو و خال، قد و زلف (بالوں) کا ذکر ہے تو ان اشعار کا سماع مکروہ ہے،
لیکن عالم حقانی کے لئے جو طبع و شہوات، الہام و دوسوسہ میں تمیز کر سکتا ہے اور جسے مجاہدوں اور ریاضتوں سے اپنے
نفس کو مار ڈالا ہے اور جس کی بشریت کی آگ بجھ چکی ہے اور حظ نفس اس میں باقی نہیں رہا ہے بلکہ نفس کے
حقوق اس پر باقی ہیں۔ ایسے عالم حقانی کے لئے ان اشعار کا سننا مکروہ نہیں ہے۔

بعض مشائخ سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل عبادت و تقویٰ کے لئے مستحب ہے اور لذت پرستوں اور لطف اندوزوں کے لئے مکروہ ہے۔
شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ سے جب سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو بندے کو خدا کے حضور میں پہنچا دے، مباح ہے۔

دستور القضاۃ میں ہے کہ سماع گاہے حرام ہوتا ہے، گاہے مباح، گاہے مستحب اور گاہے مکروہ لیکن وہ سماع حرام ہے جس میں ایسے افراد جمع ہوں جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو پس انہیں حرکت نہیں دیتی وہ چیز جو ان کے دل پر غالب ہے یعنی صفات مذکورہ پس یہ حرام ہے۔
سماع مباح وہ ہے کہ لوگوں کے لئے کوئی حظ نفس اس میں سوائے حسن صوت کے موجود نہ ہو، سماع مکروہ اس شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے تصور میں مخلوق کی صورت کو تو نہیں لاتا، کسی عورت یا مرد کا تصور اس کے دل میں نہیں آتا لیکن وہ اکثر اس کو برسیل لہو سنتا ہے اور سماع مندوب و مستحب اس شخص کے لئے ہے جس پر محبت الہی کا غلبہ ہو اور اس کے دل میں اچھی آواز کے سوا اور کسی چیز سے حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ (دلمن کا یخروٹ اکا صوفی المحمود)

منقول ہے کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے تھے کہ سماع چار قسم کا ہے :-

۱۔ حلال۔ وہ اس طرح کہ جب سنا جائے تو پوری پوری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور مجاز کی طرف مطلقاً رغبت نہ ہو۔

۲۔ مباح۔ یعنی ایسا سماع کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف زیادہ میلان ہو اور مجاز کی طرف بہت کم میلان ہو۔

۳۔ مکروہ۔ یعنی ایسا سماع جس میں مجاز کی طرف زیادہ میلان ہو اور حق کی طرف کم۔

۴۔ حرام۔ سماع حرام وہ ہے کہ سوائے مجاز کے اور کسی طرف قطعی میلان نہ ہو اور اصلاً حق کی طرف نہ ہو۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ ایک شخص نے آپ (نظام الدین اولیاء) سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب

ہے کہ اکثر اوقات سماع کی بنیاد پسندیدہ آوازوں، تاروں اور مزامیر پر ہوتی ہے قرأت قرآن پر سماع کی بنیاد

نہیں رکھتے (قرآن کی قراءت نہیں ہوتی) جب کہ زیادہ مناسب یہی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ :-

"حضرت شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کا بھی عجیب حال ہے کہ غیر قرآنی کلام سن کر تو

وہ حرکت میں آجاتا ہے (وجد کرتا ہے) لیکن قرآن سن کر اس میں یہ حرکت پیدا نہیں ہوتی پس حضرت خواص نے

فرمایا کہ قرآن حکیم سن کر انسان کو ایک دھچکا سا لگتا ہے اس لئے کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی شدت

غفلت کے تاثر کے باوجود حرکت (وجد) میں آجائے۔ اور نعمات کی سماعت تو محض ایک فرحت و راحت

ہے اس لئے (اس سرور و انبساط سے) اس سے ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن جو صاحبان دل ہیں وہ قرآن

سن کر بھی وجد میں آجاتے ہیں جبکہ وہ اثر آفریں کلمات حکمت سننے ہیں۔ قرآن سن کر اثر نہ ہونے کی مثال اس طرح

ہے جیسے کوئی کسی کو آواز دے اور وہ نہ سنے مگر کسی صاحب دل کے چاہنے اور طلب کرنے پر ایک انانی کی بات اگر وہ سن لے تو

اثر پذیر ہو جاتی ہے۔

کے موافق اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور اس کے نزول کے خلاف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ جہاں چاہا کھینچ کر پڑھا اور جہاں چاہا قصر کر دیا، جبکہ اشعار میں ایسا نہیں ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت، اور وہ حق ہے، صفات بشری کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کو برداشت کر سکے یعنی اصل قرآن اللہ تعالیٰ کی صفتِ مشکمی ہے جو غیر مخلوق ہے اور صفاتِ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ اس کا تحمل کر سکے۔ اگر اس کے معانی کا ایک ذرہ بھی قلب پر منکشف ہو جائے تو دل پھٹ جائے اور دہشت زدہ اور متحیر ہو جائے جبکہ لحن لطیف کو طابع کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہے اور یہ مناسبتِ حظ اور لطف کی ہے نسبتِ حقوق نہیں ہے اور شعر میں یہ نسبتِ خلوص موجود ہے۔ شیخ ابو نصر سراج طوسی نے بطور اعتقاد ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ میں مہینے سال تک پرکار کی طرح گردش میں رہا ہوں سفر میں سال گزارا ہے اور بہت سے اکابر و بزرگوار کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور ان کی مجالس میں حاضر ہو کر بہت سے فیوض حاصل کئے ہیں۔ میں نے ان بزرگوں میں سے کسی کو بھی بغیر سماع کے نہیں پایا۔ ان مشائخ میں سے ہر ایک سماع سے شغف رکھتا تھا اور ہر ایک کو اس میں مشغول پایا۔ ہر چند کہ بعض ایسے مشائخ بھی تھے جو سماع سے احتراز کرتے تھے لیکن منکر نہیں تھے۔

مشائخِ مقدّمین میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابو بکر شبلی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت بایزید بسطامی، شیخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ عبداللہ خفیف، شیخ حاجی شریف زندی (قدس اللہ اسرارہم) اور ان حضرات کے علاوہ دوسرے اکابر اور مشائخ جن کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں موجود ہے اور وہ بزرگ جن کا ذکر طبقات الصوفیہ میں ہے ان میں سے اکثر حضرات سماع سے شغف رکھتے تھے اور مشائخ متاخرین میں حضرت فرید الدین، قاضی حمید الدین، خواجہ قطب الدین اور حضرت نظام الدین اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے بارے میں صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات دُجودِ رقص بھی کرتے تھے۔

پس جو کوئی سماع کا منکر ہے اور اس کو حرام کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ ان اولیائے عظام نے امرِ حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال (انکارِ سماع) عداوت پر مبنی ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ جس نے کسی ولی سے عداوت کی اُس نے حق تعالیٰ سے محارَبہ کیا۔

کتاب عوارف العارفین میں بیان کیا گیا ہے کہ ”سماع“ کا منکران تین باتوں سے خالی نہیں ہو گا یا تو وہ اخبار و آثار سے بے خبر ہے یا بزرگوں کے اعمال پر مغرور ہے یا اس کی طبیعت ذوق و شوق سے خالی ہے یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ آثار و اخبار سے بے خبر ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمینوں والی اور حبشیوں کے رقص والی ”احادیث“ کا علم نہیں ہے تو رقص کے بارے میں اس کا جہل اس دلیل سے رفع ہو جائیگا کہ۔ حضور اکرم صلی اللہ وسلم نے (ایک موقع پر) اپنے اصحاب میں سے تین صحابہ کی تعریف فرمائی تو تینوں حضرات خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا و مولانا

(تو میرا بھائی اور دوست ہے) یہ سنکر وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اُنت علی بمنزل ہماردن من موسیٰ (بطرح حضرت موسیٰ کے بھائی اردن تھے بطرح تبریز بھائی ہے) انہوں نے خوش ہو کر رقص کیا اور حضرت جعفر طیار سے فرمایا انت امثبعت خلیق وخلق (تو میری صورت میرت میں مشابہ ہے) یہ نوید سنکر وہ بھی خوشی سے رقص کرنے لگے۔

اور جس شخص کا انکا رجب غرور کے ہے یعنی جو شخص اپنی عباداتِ بدنی پر غرور کرتے ہوئے سماع کا منکر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سماع کا تعلق بدن سے نہیں ہے، وہ ایک لطیفہِ ربیعی ہے جو وارداتِ قلب سے ہے، اور اعمال کا تعلق نیت سے ہے۔ ایک شخص ایک شعر سنتا ہے یا کوئی آواز اس کے کانوں میں پہنچتی ہے تو اس سے اس پر رقص یا وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کہ عابد دل کی عبادتِ بدنی سے ترجیح رکھتی ہے۔ (اور احوالی پدید آید کہ بر عبادتِ بدنی عابدان راجع باشد (مخطوطہ صفحہ ۴۵)

اور کہا گیا ہے کہ جذبة من جذبات الحق توازی عمل الثقلین (یعنی کششِ ہائے حق سے ایک کشش جن دانش کے عمل کے ہم وزن ہوتی ہے) جو شخص جامد الطبع ہے ذوق اور فاسد المزاج ہو تو اس کا کوئی ملاج نہیں ہے جس طرح عینین (نامرد) لذتِ مباشرت کو کیا جانے اور نابینا شخص حسینوں کے حسن و جمال سے کیا محفوظ ہو سکتا ہے۔

بیت

حسن یوسف کجا شناسد کور لحن داؤد را چہ داند کر
قیمت زعفران چہ داند بُز لذت ارغوان چہ داند خر
گادیک سزاخی گاہ باشد نورینہ دہی تباہ باشد

ترجمہ :- حسن یوسف کو ایک اندھا کب جان سکتا ہے اور لحن داؤد کی لذت سے ایک بہرہ کب محفوظ ہو سکتا ہے بکری زعفران کی قیمت کیا جانے۔ گدھے کو ارغوان کی لذت کیا معلوم۔ گائے کو گھاس ہی مناسب ہے، نورینہ دو گئے تو تباہ کر دے گی۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ کہنا چاہئے کہ:

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّغُوا أَصْلَهُ وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں
بِسَبْعٍ أَنْعَامٍ كُتِبَ لَهُمُ الْقِسْمُ بس بعضِ انعام کو اس انعام خاص سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ عارف پر "سماع" میں جو کیفیت طاری ہوتی ہے اور دقت کی جو دولت اس کے حصے میں آتی ہے وہ سوچلوں (اربعین) سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ شدید ریاضتوں سے وہ دولت

دلذت مل سکتی ہے اور اس لذت سے بڑھ کر اور کون سی لذت ہو سکتی ہے کہ جو اس شراب وصول کا ذوق جان کر حاصل ہوتی ہے اور جب وہ شوق سے سیراب ہو جاتے ہیں تو ان کو ایک نئی جان عطا کی جاتی ہے۔

غزل

فرمودہ حضرت جہانگیر اشرف

مما تی نیست گر دیدار باشد	حیات جاودان از یار باشد
زہی مقتول تیغ غمزدہ دوست	شہیدان راسپہ سالار باشد
کسی کو سر بہ زیر تیغ خونخوار	ندارد زیر پای خوار باشد
سماع پردہ اسرار بالہ را	رہ اندر پردہ اسرار باشد
شنیدہ پردہ اسرار گردون	چو صوفی روز و شب دوآر باشد
ز شوق نغمہ توحید اشرف	چو ساز از دل بزر و زار باشد

ترجمہ :- ۱۔ اگر دیدار یار ہو جائے تو موت معنی نہیں رکھتی۔ حیات جاوداں یار کی جانب سے ہے۔

۲۔ اپنے دوست کے اشارہ کی تلوار سے قتل کئے جائے تو شہیدوں کے سپہ سالار ہوتے ہیں۔

۳۔ کوئی بھی عقلمند انسان اگر اپنا سر بغیر کسی تدبیر کے خونخوار تلوار کے نیچے ڈالے گا تو ذلت اور رسوائی اٹھائے گا۔

۴۔ درج کے پردہ راز کو سنا اس پردہ راز کے اندر جانے کا راستہ معلوم ہونے کے مترادف ہے۔

۵۔ وہ صوفی جو رات دن حرکت میں ہو اس عالم کے پردہ راز سے واقف ہو چکا ہو تب ہے چونکہ اس نے اس پردہ راز کو سنا ہوتا ہے۔

۶۔ لے اشرف! توحید کے نغمہ کے شوق میں جو آواز دل سے نکلتی ہے وہی ”رنا“ ہوتا ہے۔

متعدد مشائخ عظام اور صوفیائے کرام خصوصاً صوفیائے متاخرین نے سماع کی حالت میں اپنی جانِ آفرین کے سپرد کی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ نے سماع میں یہ شعر سن کر جان دے دی اور دولتِ وصال سے بہرہ ور ہوئے۔

شعر
کشتگانِ حنجرِ سلیم را
ہر زمان از غیبِ جانِ دیگر است

ترجمہ :- اعامت اور فرمانبرداری کے خیر سے ہلاک ہونے والوں کو ہر زمانے میں غیب سے دوسری زندگی ملتی ہے۔

متقدمین صوفیائے کبار میں متعدد حضرات کا وصال حالتِ سماع میں ہوا ہے ”طبقات الصوفیہ“ میں بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ صوفیاں حضرت ذوالنون مصری، حضرت شبلی، حضرت خراز، شیخ نوری (شیخ ابوالحسن نوری)، شیخ دراج قدس اللہ اسرار ہم کا وصال حالِ سماع میں ہوا۔ ان حضرات میں سے تین حضرات تو تین روز تک بے ہوشی کی حالت

میں زندہ رہے اور تین دن کے بعد وصال فرمایا۔ باقی حضرات کا اسی وقت انتقال ہو گیا۔ ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مشائخ اور مریدان باصفائے جن کا حال سماع میں انتقال ہوا ہے، خواہ وہ سماع قرآن ہو یا سماع الحان یا سماع اشعار۔ چنانچہ حضرت ذراغہ بن ابی اوفی قاضی بصرہ و محراب مسجد میں قرأت قرآنی فرما رہے تھے آپ کے قریب ہی ایک دوسرے صاحب (بزرگ) قرأت قرآن میں مصروف تھے جب انہوں نے یہ آیت پڑھی

فَإِذَا نَفَخْتَ الْنَّافُثَاتِ فَذَٰلِكَ يَوْمُ مَبِیْذٍ
یَوْمَ عَسِیْرٍ ۝

پھر جب مور پھونکا جائے گا تو وہ دن
سزا دن ہوگا۔

تو حضرت ذراغہ نے ایک سچ ماری اور گر پڑے، گرتے ہی جان جسم سے رخصت ہو گئی۔ شیخ الاسلام پیر ہروی حضرت عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ:-

”سماع اُس محبوب کے دیدار کے لئے اس جو انفر دیکھنے مدد معاون ہے جس کے کان اسکی طرف لگے ہیں اور آنکھیں مجھ دیدار ہیں۔ ایسی حالت میں طاقت اور ہوش کی گنجائش کہاں ہے؟“

صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ:-

”میں نے ایک بزرگ کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں سے گزر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:-

اشعار

واللہ ما طلعت شمس ولا غربت
اکلا وانت مثنیٰ قلبی و دو سوا سی
ولا جلست الی قوم احد ثم
اکلا وانت جلیسی بین جلا سی
ولا تنفست محزوناً ولا فرحاً
اکلا و ذکرک مقروناً بافناسی
ولا همت بشریب الماء من عطش
اکلا سآیت خیالاً منک فی الکاسی

نہیں جھوٹ اس میں خدا کی قسم کوئی صبح ہو کر نہ شام ہو
میرے دل میں صرف وہ ہے تو کہ دل کی بس تھپے آواز
مجھے کیا کسی سے غرض بھلا کروں اس سے میں تیرا تذکرہ
مرا ہم نشین ہوا ہے تو کروں اور کس سے میں گفتگو
نہ دہن غم میں کبھی رہا، میں سرتوں سے رہا و راء
تو قریب مجھ سے ہے اس طرح، میرے ہر نفس میں ہے تو ہی تو
رہی برقرار اسی طرح، تیری تشنگی نہ سمجھی، سمجھی
جو بھی تو اس طرح وہ بھی، نظر آیا جا آب میں تو
(ترجمہ منظوم از مترجم)

یہ اشعار پڑھتے پڑھتے وہ یکبارگی گر گئے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

شیخ ابوبکر حمویؒ فرماتے ہیں:- ایک بار میں مکہ میں ایک بزرگ کا مہمان تھا، میزبان کے پاس ایک کنیز تھی، وہ گانا جانتی تھی۔ پس اُس نے گانا شروع کیا اور ابھی اس نے یہ مصرعہ ہی پڑھا تھا کہ

مصرعہ

لا مفی فیک معشر فاقلووا واکثروا

ترجمہ:- تیری محبت میں لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی پھر بھی کم کی۔

وہاں ایک صاحب دل درویش اور بھی موجود تھے، یہ مصرعہ سنتے ہی وہ کھڑے ہو گئے اور چند نعرے لگائے اور کہا تیری محبت میں ملامت کہاں ہے جو تو نے یہ بات کہی؟ یہ بات کہتے ہی وہ بیے ہوش ہو کر گر پڑے اور انکی روح پرواز کر گئی۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ:- ابو عبد اللہ سے منقول ہے کہ شیخ ایوب بن حارث ایک قسروینی کے گھر مکہ مکرمہ میں ایک محفل سماع میں شریک تھے۔ قوال نے فارسی میں کچھ اشعار پڑھے انہوں نے اپنی مکر سیدھی کی، سیدھے کھڑے ہو گئے اور ایک نعرہ مار کر گر پڑے اور بے ہوشی کی حالت میں انکا انتقال ہو گیا۔ شیخ الاسلام سے یہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم شائع کچھ مریدوں کے ساتھ کسی کے یہاں مہمان تھے اور مجلس سماع میں بیٹھے تھے کہ قوال (نغمہ سرا) نے یہ چند اشعار پڑھے:-

اشعار

کل بیت انت ساکنہ غیر محتاج الی السوج
وجھک المیمون جھتنا یوم یاتی الناس بالھجج
لا اماج اللہ لی فرجًا یوم یدعونک بالفرج

ترجمہ:- ۱۔ ہر وہ گھر جس میں تم سکونت پذیر ہو اسے چراغ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ تمہارا مبارک چہرہ ہمارے لئے دلیل اور محبت ہے اس دن کیلئے جس دن لوگ حج کو آتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کشادگی پیدا کرے جس دن لوگ آپ کو اس بات کیلئے پکاریں کہ آپ کشادگی پیدا کر دیجئے۔

یہ اشعار سن کر شیخ ابوالقاسم شائع نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے، جب اُن کو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

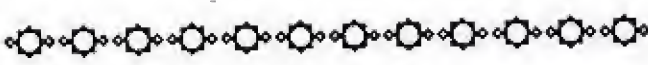
یہ واقعہ بھی شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ ایک صوفی نے بیان کیا کہ:- نیشاپور شہر کے اندر ایک حادثہ پیش آگیا تھا، شہر کے لوگ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے میں ایک مسجد میں تھا، اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک اور درویش پہلے سے موجود تھے۔ اتنے میں ایک قوال (گانے والا) آگیا۔ درویش نے اس سے کہا کہ کچھ سناؤ۔ اُس نے یہ اشعار پڑھے:-

اشعار

القیث بینی و بین الحب معرفۃ لا ینقضہ ابدًا و ینقض الا بد

لا خرجن من الدنیا و حبکم بین الحوائج لعدیثہ بہ احد

ترجمہ:- میں نے محبت اور اپنے درمیان سنا سالی کو ڈال دیا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی اور یہ مدت دنیا ختم



ہو جائے گی۔ میں دنیا سے اس طرح نکلوں گا کہ تیری محبت میرے پہلوؤں کے درمیان اس طرح ہوگی کہ اس کو جاننے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ اشعار سنتے کے بعد وہ درویش تڑپنے لگے اور دو نماز کے وقفہ کے درمیان اسید طرح تڑپتے رہے پھر انکو سکون ہو گیا۔ جب انکو دیکھا گیا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت شیخ الاسلام بیان فرماتے ہیں کہ:- شہر ایلہ میں جو بصرہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے ایک صوفی لگاڑ ہوا۔ وہ چلتے چلتے ایک محل کے نیچے پہنچے۔ رئیس خانہ کی کینز اس وقت گارہی تھی صوفی نے کان لگا کر سنا تو اس کی زبان پر یہ شعر تھا:-

شعر

کل یوم تتلون غیر هذا بلک احسن

کل یوم تتعول غیر هذا بلک اجمل

ترجمہ:- تو ہر روز رزگاریگ ہوتا ہے حالانکہ اس کے بغیر تو بہتر ہے اور ہر روز مال و بحال گھومتا ہے بغیر اذین زیادہ بہتر ہے۔

درویش کو یہ شعر بہت پسند آیا۔ فوراً اس کینز کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ اے کینز تجھے رب کی قسم اس شعر کو پڑھے جا۔ کینز نے اس شعر کی تکرار شروع کر دی اس کے آقا نے کہا کہ تو ایک ہی شعریں دہرا رہی ہے کینز نے کہا کہ محل کے نیچے ایک درویش موجود ہے اس کو اس شعر سے کیفیت آگئی ہے اسی وجہ سے میں اس شعر کو دہرا رہی ہوں۔ اس نے گھر کی سے سر باہر نکال کر اس درویش کو دیکھا تو اس پر دجہ کی کیفیت طاری تھی۔ رقص کرتے کرتے کچھ کہا۔ ایک نعرہ لگایا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ امیر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اسکی حالت میں کچھ عجیب تغیر رونما ہوا۔ اُس نے کینز کو آزاد کر دیا اور شہر کے تمام صوفیوں (درویشوں) کو بلایا اور اس درویش کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

درویش کے دفن کے بعد امیر نے ان درویشوں سے کہا کہ آپ لوگ مجھے پہچانتے ہوں گے میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں آپ سب لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میرے پاس جو مال و متاع اور املاک ہے اسکو میں نے درویشوں کے لئے وقف کر دیا ہے میں اس محل کو بھی راہ خدا میں دیتا ہوں۔ اس امیر کے پاس جو کچھ سونا چاندی موجود تھا وہ اُس نے اسی وقت ان درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اُس نے لباس فاخرہ اتار کر صرف ایک ازار باندھ لیا اور ایک گدڑی پہن کر جنگل کی راہ اختیار کر لی۔ اس کے بعد اس فقیر حال امیر کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی شخص سے اس کے بارے میں سنا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ ابو بکر السوسی کا بیان ہے کہ ایک رات ہم کو سماع کی خواہش ہوئی کہ کوئی شخص ملے تو اس سے کچھ سنا جائے۔ کچھ لوگوں نے ادھر ادھر مغنی کو تلاش کیا لیکن کوئی نہیں ملا۔ آخر کار لوگوں

میں سے کسی شخص نے کہا کہ میں کسی مطرب کو تو نہیں جانتا ہوں ہاں ایک نوجوان سے واقف ہوں جو قریب ہی رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ دوڑ کر جاؤ اور اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ اس کو بلا کر لایا گیا وہ شراب کے نشے میں چور تھا اس نے گانا شروع کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ ایک شعر کا مصرعہ مجھے یاد رہ گیا ہے۔

حدیث :- المقوم اخوانا وصدق بینہم نسب

ترجمہ :- یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے۔

اس کی نغمہ سرائی سے کام بن گیا، ہر ایک کو کیف حاصل ہوا۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ پر بھی کیف طاری ہوا جب سماع سے فارغ ہوئے تو وہ مطرب گالیاں بجنے لگا اس نے شیخ کے سجادہ پر قے کر دی (شیخ نے کہا کہ اسے کچھ نہ کہو اسی طرح سجادہ میں لپیٹ دیا پر آگندہ و بغیر دھوئے اور دوسری جگہ سو گئے۔ جب دن نکلا اور مطرب ہوش میں آیا تو خود کو سجادہ میں پٹا ہوا اور قندیل کی طرح روشن پایا۔ حیران ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ خدا کے لئے بتلیے کہ یہ کیا حالت ہے اور میں اس میں کیسے آؤں۔

ایک شخص نے اسکو تمام واقعہ سنایا اور اسکی مدہوشی کے بارے میں بتایا۔ تمام ماجرا سن کر اس نے اپنا ساز توڑ ڈالا، کپڑے پھاڑ ڈالے اور گدڑی پہن لی اور شیخ ابو بکر موسیٰ کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ عمر طویل پا کر جب شیخ موسیٰ کا انتقال ہو گیا تو اُسی نوجوان مطرب کو انکی جگہ سجادہ پر بٹھایا گیا اس کا وقت خوب سے خوب تر ہو گیا۔ اس نے طریقت کی راہ میں خوب ترقی کی۔ کہتے ہیں کہ اس نوجوان کا نام طبرانی تھا کچھ مدت کے بعد وہ ضعیف ہو چکا تھا۔ در دراز کے مشائخ شیخ طبرانی کے پاس آیا کرتے تھے اور ان سے فرمائش کرتے تھے کہ درویشانہ زندگی اختیار کر نہ کر کا وہ واقعہ سناؤ اور وہ اشعار بھی جن سے یہ انقلاب آیا۔

شیخ عمو نے شیخ احمد کوفانی سے کہا کہ آپ کو وہ تمام اشعار یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بس اس مصرعہ کے سوا مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ مجھے وہ تمام اشعار یاد ہیں اور ایک کتاب میں بھی وہ اشعار میری نظر سے گزرے ہیں۔

اشعار

من المودة لم يعدل به سبب	المقوم اخوان صدق بینہم نسب
وواجب الرضیع المناس ما یجب	تراضعوا ذرۃ الصباء بینہم
ولا یریبک من اخلا قہور یریب	لا یحفظونی علی السکوان نزلتہم

ترجمہ :- یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے اور کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں انہوں نے شراب محبت رضاعت کے دودھ کی طرح پی ہے اور یہ رضاعی بھائی کے حقوق کو آپس میں واجب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سر کی نغرشوں سے محفوظ نہیں رہتے لیکن اس کے باوجود ان کے اخلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے فرمایا سبحان اللہ! سماع میں بھی عجیب راز ہے کہ ساکن و جامد ذوق کی حالت میں متحرک ہو جاتا ہے اور عجیب تریہ کہ متحرک اس کو سنسک سکون پاتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن شردانی جو حضرت جنید، حضرت شبلی اور حضرت ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ اسرارہم کے ہم عصروں میں سے تھے اور اُن سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا تھا، اپنی آخری عمر میں ہر وقت بیٹھے رہا کرتے تھے، اُن سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا، لیکن جب مؤذن اقامت کہتا تو وہ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے، نماز پڑھنے کے بعد پھر بیٹھ جاتے تھے سماع کی حالت میں بھی یہی ہوتا تھا۔ جب وجہ ختم ہو جاتا تو بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ مشائخ متقدمین میں بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ سماع میں اُن پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ حال سے بے حال (نڈھال) ہو جاتے تھے اور عجیب جوش و خروش اُن کے اندر پیدا ہوتا تھا، یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ تو مشائخ کرام کے بارے میں تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اصحاب کے بارے میں ایسی کیفیات کی نسبت سنو:

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”صحابہ کرامؓ اور تابعین کے عمل سے وجد و حال کے سلسلے میں بہت کچھ موجود ہے۔ ان میں سے بعض مدہوش ہوئے ہیں۔ بعض پر گریہ طاری ہوا ہے اور بعض پر غشی طاری ہوئی ہے اور اُن ہی میں بعض ایسے اصحاب ہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۚ مَا كَانَ مِنْ دَافِعٍ ۚ
بے شک تیرے پروردگار کا عذاب ہو کر پہنچے گا
اُسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی آپ نے ایک نفر مارا، آپ بے ہوش ہو گئے، دہاں سے اٹھا کر آپ کو مکان پر لے گئے۔ آپ چند ماہ بحالت علالت گھر میں رہے۔

حضرت علی بن فضیل نے ایک قادی کو یہ آیت پڑھتے سنا:-

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَلَمِينَ ۚ
وہ یہ آیت سنتے ہی بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو قادی نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر جزا دے جو آپ کے واسطے سے جانی گئی۔

اسی طرح صوفیائے کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ایک رات شیخ شبلی مسجد میں تھے، رمضان کا مہینہ تھا، وہ امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے جب یہ آیت پڑھی:

دَلِيلٌ شَيْئًا لَنْذَهَبَتْ بِالْكَذِبِ
اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جہنم نے تمہاری طرف
کی اسے لے جاتے۔

یہ ارشادِ ربانی سننے ہی حضرت شبلی نے ایک نعرہ مارا۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کی روح پرواز کر گئی ہوگی
ان کی حالت یہ تھی کہ چہرے کا رنگ سبز پڑ گیا تھا اور لرز رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہائے ہائے اپنے محبوبوں (دوستوں)
سے بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے، وہ بار بار یہی بات کہتے تھے۔

حضرت بنید قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ ان کے سامنے ایک شخص
مدہوش پڑا ہے جسے دیکھ کر حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی تھی اسکو سنکر یہ مدہوش
ہو گیا ہے۔ میں نے کہا پھر وہی آیت پڑھی جائے۔ (اسکو ہوش آجائیکا) جب اس آیت کو دوبارہ پڑھا گیا تو وہ شخص ہوش
میں آ گیا۔ تب شیخ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ میں نے کہا میں نے قرآن میں پڑھا ہے
کہ حضرت یعقوب کی بیٹائی کا جاتا رہنا ایک فرد کے سبب سے ہوا تھا (یوسف علیہ السلام سے) اور اس کا عود کرنا
بھی ایک شخص ہی کے باعث ہوا (حضرت یوسف علیہ السلام کے باعث ہی دونوں باتیں ہوئیں) حضرت بنید قدس
سورہ کا قول اس شعر کے مصداق ہے۔

شعر

و کاس شربتہ علی لذتہ
میں نے لذت کے ساتھ پالہ پیا

و آخری تداویث منها بہا
اور اب تمہارے علاج بھی اسی سے کر رہا ہوں

اصحاب تصرف میں سے ایک شخص نے قاری سے یہ آیت سنی:

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اذْهَبِي إِلَىٰ رَبِّكِ
اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو۔

اس سامع نے پھر یہ آیت اس قاری سے پڑھوائی، پھر کہا کہ میں کئی مرتبہ اپنی جان سے کہہ چکا ہوں کہ لوٹ جا
لیکن وہ نہیں لوٹتی۔ یہ لکھ کر وہ وجد کرنے لگا، پھر ایک نعرہ مارا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

شیخ محمد بن صبح (مخطوطہ ص ۶۱) سے منقول ہے کہ ایک شخص دریا سے فرات میں غسل کر رہا تھا ایک شخص دریا
کے کنارے سے گزرا وہ یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا:

وَأَمَّا زَادَ الْيَوْمَ أَتَيْتُمَا الْمُبْرِئِينَ
اور اے گنہگارو! آج الگ الگ ہو جاؤ۔

دریا میں غسل کرنے والے شخص نے جوں ہی یہ آیت سنی تو غسل کرنے سے رک گیا اور بے قرار ہو گیا اور اسی
بے قراری کے عالم میں ڈوب گیا۔ (احیاء العلوم کا اقتباس ختم ہوا)

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اسرارِ سماوی سے ناواقف اور انجان لوگ کہتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت

جنید بغدادی اور حضرت روز بہان بقلی نے آخر عمر میں سماع سے رجوع کر لیا تھا۔ سماع کو ترک کر دیا تھا، اللہ توبہ کر لی تھی میں کہتا ہوں کہ یہ قول رجوع یا توبہ کئی معانی پر محمول ہے یا توبہ اسلئے تھی کہ بردان مشرب (اخوان) مجلس سماع میں موجود نہیں تھے یعنی اخوان کا فقدان تھا یا اسلئے تھی کہ بہت سے منکرین سماع اس مجلس میں آگئے تھے، اسوقت منکرین سماع کی موجودگی مزاحم بن جاتی ہے اور خوف و درہشت کا سبب بنتی ہے اور اہل سماع کو ان کی موجودگی سے پریشانی خاطر پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان کا مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اخوان نہ تھا بلکہ وہ منکرین کے مجلس سے نکل جانے کے خواستگار تھے کہ منکرین مذہم کی موجودگی نفرت کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے سماع کی شرائط میں زمان و مکان بھی شامل ہیں۔ جن کی توضیح انشاء اللہ حسبِ محل کی جائے گی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاید سید الطائفہ اسوقت ایسے مقام پر پہنچ گئے ہوں کہ اسوقت اور اس حال میں سماع کا ہونا یا سماع کی طرف کان لگانا تشویش خاطر کا موجب بنتا ہو۔ یعنی اسوقت وہ مشاہدہ جمال کے مقام پر تھے۔ بحالتِ استغراق اگرچہ مشاہدہ حق استغراق ہی سے ہوتا ہے اور سماع بھی اس مشاہدہ سے خالی نہیں ہوتا لیکن مشاہدات کے بھی مراتب ہوتے ہیں، کوئی مشاہدہ میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کوئی مرتبہ وسط پر ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ چشم بصیرت یعنی دیدہ دل سے ہوتا ہے اور سماع اس میں مزاحم ہوتا ہے اور اس رویت بصیرت میں مانع ہوتا ہے۔ اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اس کا ذائقہ پایا ہے۔

شیخ ابو بکر مصری سے منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) اور شیخ ابوالحسن نوری اور بعض دوسرے مشائخ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال کچھ گارہے تھے۔ شیخ نوری اپنی جگہ سے اٹھ کر مجلس سماع میں آگئے اور پھر وہ مجلس سماع سے اٹھ کر حضرت سید الطائفہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اٹھیے۔

اَشْمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۝۱۷ اور بجز اسکے کچھ نہیں کہ جو لوگ سنتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں حضرت جنید نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَعَمَى الْجَبَالِ تَحْسَبُهَا جَامِدًا ۝۱۸ اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ دو جے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوئے بادل کی جال

اسی اعتبار سے بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ ہم اس سماع میں کس طرح عمل کریں جو منقطع ہو جاتا ہے۔ وَلَا ذَاكَ مَا دَتَ مَنْ يَسْمَعُ ۝۱۹ اور جو سنتا ہے وہ مر جاتا ہے، پس اس قول میں یہ اشارہ موجود ہے کہ سماع حق تعالیٰ کی طرف سے بطور دوام موجود ہے۔ گانے والا خود خاموش نہیں ہوتا ہے بلکہ سننے کے لئے کان ہر وقت کھلے نہیں ہوتے ہیں۔

شعر
سراشدہ خود می نگر در خموش
ولیکن نہ ہرقت باز است گوش

ترجمہ:- گانے والا کبھی خود خاموش نہیں ہوتا لیکن ہرقت لوگوں کے کان کھلے نہیں ہوتے۔
انبیاء علیہم السلام اس مشاہدہ دوام میں لذتِ سماع حاصل کرتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ اسبابِ ظاہری میں سے کسی سبب کے محتاج ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین حضرات کا بھی یہی حال ہے۔
حضرت شیخ روز بہان بقول قدس اللہ سرہ کے بارے میں منقول ہے کہ:

”وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں شدید ریاضت میں مشغول رہتے تھے، وہ بڑے ہی صاحبِ ذوق و صاحبِ استغراق تھے، ان پر ہمیشہ وجد و حال طاری رہتا تھا اور ان کو تسکین نہیں ہوتی تھی اور ان کا رونا موقوف نہیں ہوتا تھا اور کسی رقت بھی ان کی بے قراری ختم نہیں ہوتی تھی کسی دم وہ آہِ دزاری سے غافل نہ ہوتے تھے ہر شب گریہ دزاری میں معروف بہتے اور فریاد کرتے تھے اسی غلبہ اور وجد کے عالم میں انہوں نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں یعنی رموزِ معرفت بیان کئے ہیں کہ ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ فرماتے ہیں: قطعہ

آنچہ ندید است دو چشمِ زمان
در گُلِ ما رنگِ نمود است آن
آنچہ کہ نشید دو گوشِ زمین
خیز و بیا در گُلِ ما آن بہ بین
ترجمہ:- وہ جلوۂ افروز رنگ جسے زمانہ کی دونوں آنکھوں نے نہ دیکھا ہے اور نہ جس کے بائے میں زمین کے دونوں کانوں نے سنا ہے، ہمارے وجود کی مٹی میں اس کی نمود موجود ہے اگر اس کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور ہمارے وجود کو دیکھو کہ اس میں اسی کی نمود اور رنگ ہے۔

شیخ روز بہان بقول کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن آخر عمر میں اس کو ترک کر دیا تھا ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:-

”انی لا ستمتع الا ان من ربی عن وجل فاستعرض مما سمعت من غیوہ“

ترجمہ:- اب میں پروردگارِ جل و علا سے شتا ہوں پس میں اس کے غیر کے شننے سے اب اعراض کرتا ہوں۔
بعض کہتے ہیں کہ اخیر عمر میں ان پر فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے سماع کو ترک کر دیا تھا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ ان کے اس معاملہ کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ غور کرنا چاہیے کہ ایک شخص پچاس سال تک سماع میں مشغول رہا اور عمر کے آخری حصہ میں صرف چند روز کے لئے اس سے باز رہا۔ اور اس طرح کہ اس سے انکار نہیں کیا۔ پس اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ اس منزل پر ارتقا ع مراتبِ سول درکار تھے، یہ کیوں سمجھا جائے کہ وہ منکرِ سماع تھے۔

قطعہ

چو نورِ خورشید نہ بسند چشمِ خفاش
اگر یک کس نہ ذوقِ یافت از می
گناہ از جانبِ خورشید نہ بود
شک اندر حکمتِ جمشید نہ بود

ترجمہ :- چمکاؤں نورِ خورشید کو نہیں دیکھ سکا (اسکی آنکھ میں یہ استعداد ہی نہیں ہے) تو اس میں خورشید کا کیا قصور ہے۔ اگر ایک شخص نے شراب کا ذوق نہیں پایا (مے نوشی سے محفوظ نہیں ہوا) تو اس سے جمشید کی حکمت و دانائی میں شک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور ادیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کبھی تبلیغِ رسالت اور نفاذِ احکامِ شریعت و دعوتِ اسلام اور عوم کے ساتھ جہاد میں مشغول رہتے تھے اور کبھی وہ اُن مشاہدوں میں جو اُن کو دیدہ ہائے دل سے حاصل ہوتے تھے، مصروف رہتے تھے، اسبطرِ اولیا و کرام پیالوں کی گردش سے فیضیاب ہوتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے :-

شعر

شربنا الحب کا سا بعد کا ہیں
فما نقد الشراب و ما رویت

ترجمہ :- میں نے محبت کے جام پے پے پے، نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔
اور یہ شراب نہیں ہے مگر اُن بظنون کے لئے جو معلقہ ہیں (ولیس هذا الشراب الا علی اسرار معلقہ)
اور ان ارواح کیلئے ہے جو اجسام سے آزاد کر گئی ہیں اور وہ فیضِ اقدس ہے جسکا آغاز غیب سے باطنِ کیطرف باطن سے روح کی ذات کیطرف اور روح سے باطنِ دل کیطرف اور باطنِ دل سے دل کیطرف اور دل سے بدن کیطرف ہوتا ہے۔ اس کے سبب سے اثرِ بشریت مٹ جاتے ہیں اور خودی محو ہو جاتی ہے۔ پس جسمِ قلب اور غیب ایک ہو جاتے ہیں اور اس فیض کے لئے چند مراتب ہیں یعنی چکھنا، پینا اور سیراب ہو جانا جیسا کہ ایک صوفی نے فرمایا کہ چکھنے والا ایک مست بننے والے شخص کے مانند ہے اور پینے والا مست ہے اور سیراب ہو جانے والا ہوشیار ہے۔ البتہ اربابِ فقہ اور اصحابِ رائے کو اس نوشیدنی (شراب) سے لذت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس معدن سے اُن کو کوئی جوہر نہیں مل سکتا۔ پس جب تک اُن کو سماع سے حصہ نہیں ملے گا وہ اسکی مطلق حرمت کے قائل رہیں گے جسبطرِ نامرد کو لذتِ جماع کا علم نہیں ہے پس اس کا منکر ہونا باتفاقِ اربابِ فکر کچھ بعید نہیں ہے۔

رباعی

ذوقی کہ در سماع بود اہل حال را
از وی نصیب نیست جز اہل کمال را
از لذتِ سرود کہ بیگانہ منکر است
نمود عجیب کہ حیر چہ داند وصال را

ترجمہ :- اہل حال کو سماع سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس سے صرف اہل کمال نے حصہ پایا ہے اور وہ کسی کے حصے

میں نہیں آیا ہے۔ سردی لذت سے بیگانہ اٹھا کر رہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نامرد وصال کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ پس مگر سماع چیز کی طرح ہے۔

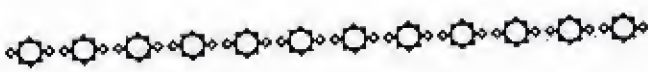
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ عجم میں کسی شہر میں عمدہ گلنے والی کینز ہے اس مغنیہ کا مالک ایک صاحب حال شخص تھا جو اس مغنیہ کو کسی قیمت پر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضرت جنید نے اس مغنیہ کے لئے پانچ سو کوس کا فاصلہ طے کیا (سفر کیا) اور اس شہر میں پہنچ کر اس مغنیہ کو بڑے ذوق و شوق سے خریدا۔ آپ کا مقصد اس مغنیہ کو خریدنے سے اس کے سرود و نغمات سے محظوظ ہونا تھا جب ہی آپ نے اس کو اس ذوق و شوق کے ساتھ خریدا۔

کتاب "تحفۃ" میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی، بہت زیادہ قلق و اضطراب تھا۔ یہاں تک کہ میں نماز تہجد بھی نہ پڑھ سکا۔ جب میں نماز فجر سے فارغ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ مجھے بیمارستان جانا چاہیے۔ وہاں جا کر بیمار اور معیبت زدہ لوگوں کو دیکھوں، ان کو دیکھ کر میرے اندر درد مندی پیدا ہوگی اور شاید میرا اضطراب دور ہو جائے۔ چنانچہ میں یہ خیال کر کے بیمارستان چلا گیا۔ لیکا ایک بری نظر وہاں ایک کینز پر پڑی جو بہت خوب و تھیں اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھیں، ایک عجیب و لطیف خوشبو کا احساس اس کو دیکھ کر میرے دماغ میں پیدا ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں اور ہاتھوں میں زنجیریں پڑی تھیں جیسے ہی اس نے مجھ دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور چند اشعار پڑھے۔ میں نے بیمارستان کے ناظم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ یہ ایک کینز ہے، پاگل ہو گئی ہے، اس کے آقا نے اس کو زنجیریں پہنا دی ہیں اور یہاں علاج کے لئے بھیج دیا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ کینز ہچکیاں بھر کر رونے لگی اور یہ اشعار پڑھے:

ابیات

لے لوگو! میں مجزون نہیں ہوں لیکن میں مست ہوں
اور میرا دل ہوشیار ہے۔ تم نے مجھے زنجیریں پہنائیں
میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، سوائے اس مشقت اور
دکھ کے جو اسکی محبت میں میں نے اٹھائی ہے۔
میں اپنے حبیب کی محبت پر عاشق و مفتون ہوں
اور میں اس کے دروازے سے اٹھنا نہیں چاہتی
بس جس صلاح کا میرے لئے تم نے گمان کیلئے وہ میرے
لئے نسا ہے اور جس چیز کو تم میرے لئے نسا سمجھتے ہو وہ
صلاح ہے اور مالکوں کے مالک کی محبت میں تو کسی کا دخل
نہیں ہے اور جبکہ محبت نے اپنے نفس کیلئے اس گناہ محبت
کو پسند کر لیا ہو۔

معشر الناس ما جنت ولكن
انا سكرانة و قلبی صا حى
اغللتم يدي و لوات ذنباً
غير جهدى فى حبه و اقتضا حى
انا مفتونة بحب حبیبى
لست ابغى عن بابيه من يرا حى
فصلاحى الذى زعمتم فسادى
وفسادى الذى زعمتم صلاحى
ما على من احب مولى الموالى
وارتضاه لنفسه من جنا حى



اس کے ان اشعار سے میرے اندر بھی سوز پیدا ہوا اور میں رونے لگا۔ جب اُس نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو کہنے لگی۔ اے سری! تمہارا گریہ تو محض اس کی صفت کے لئے ہے۔ اگر تم اس کو اس طرح پہچان لو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو اس وقت کیا کر دو گے؟ یہ سنکر میں کچھ دیر کے لئے مدھمکش ہو گیا، جب میں ہوش میں آیا تو میں نے کہا کہ اے جاریہ! اُس نے کہا ٹیک اے سری! میں نے کہا کہ تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے اپنے محبوب کو جانتے اس وقت سے میں جاہل نہیں ہی ہوں میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ہر وقت اپنے محبوب کو یاد کرتی رہتی ہو، تمہارا محبوب کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میل محبوب وہ ہے اور میں اس کو یاد کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی عطایا و بخشش سے ہم سب پر احسان کیا ہے اور جو سب کے دلوں سے قریب ہے اور سوال کرنے والوں کے سوال کو قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں تم کو کس نے مجبور کر رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ سب حاسدوں نے مل کر یہ کام کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک ہنسی مادی اور گر پڑی میں یہ سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آئی تو اس نے پھر اپنے حسب حال چند اشعار پڑھے۔ میں نے ہسپتال کے ناظم سے کہا کہ اسکو یہاں سے رخصت کر دو (دراہم کر دو) میرے کہنے پر ناظم نے اسکو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی (دراہم کر دیا)

میں نے اس سے کہا کہ اب جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ۔ یہ سنکر اس نے کہا کہ اے سری! میں کہاں جاؤں؟ جب کہ میرے دل کے حبیب (مالک) نے مجھے اپنے ایک غلام کا ملوک بنا دیا ہے۔ اگر میل مالک راضی ہو جائے تو البتہ میں چلی جاؤں گی۔ ورنہ مجھ صبر کر لوں گی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ! یہ کینز مجھ سے زیادہ دانشور ہے۔ اتنی دیر میں اس کا مالک بھی آگیا اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری کینز تحفہ کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ اندر ہے اور شیخ سری سقلمی اس کے پاس ہیں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے سلام کیا اور میری بہت تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ تعظیم کے لحاظ سے یہ کینز مجھ سے بلند و بالا ہے بجائے میرے اس کی تعظیم کر دو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسکو زنجیریں کیوں پہنا رکھی ہیں (قید کیوں کیا ہے) مالک نے مجھے بتایا کہ بہت سی باتوں میں اس کی عقل مادی گئی ہے۔ یہ نہ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے اور نہ خود سوتی ہے اور نہ سونے دیتی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ میری تمام پونجی یہی ہے میں نے اپنے تمام مال و متاع کے عوض میں ہزار درہم میں اسکو خریدا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ اتنے ہی نفع پر اس کے اس کمال کے باعث جو اس میں موجود ہے اس کو بیچ کر کما لوں گا۔ میں نے کہا اس میں کون سا کمال ہے اور کیا ہنر جانتی ہے۔ خواجہ نے کہا کہ یہ بہترین مطربہ ہے میں نے کہا کہ اس کی یہ حالت کتنے عرصہ سے ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک سال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی موجودہ حالت دیوانگی کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ خواجہ نے بتایا کہ ایک دن عود اس کی بغل میں تھا اور یہ عود پر یہ اشعار گارہی تھی اے

ابیات

و حَقِّكَ لَا انْقَضَتِ الدَّهْرُ عَهْدًا
وَلَا كَدَرَتْ بَعْدَ الضَّعْفِ وَدَا
كَلَاتِ جَوَانِحِي وَالْقَلْبُ وَجَدَا
فَكَيْفَ الذِّدَا سَلُوْا وَاهْدَا
فِيَا مَنْ لَيْسَ لِيْ مَوْلًى سِوَا
اِسْرَاكٍ تَرْكُنتِيْ فِيْ النَّاسِ عَبْدَا
تیرے حق کی قسم کہ زمانہ نے عہد کو شکستہ نہیں کیا
ہے اور نہ مکدر کیا ہے ضعف نے محبت کو۔
میرے دل کو اور پہلوؤں کو پُر کر دیا ہے وجہ حال سے
پس میں کس طرح لذت، تسلی اور آرام کو حاصل کروں
پس اے وہ کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولا نہیں ہے
میں دیکھتی ہوں کہ تو نے مجھے چھوڑ دیا اور دوسروں کی
غلامی میں دے دیا ہے۔

تحفہ کے آقا نے کہا کہ یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس نے عود کو توڑ دیا اور رونے لگی۔ میں سمجھا کہ اسکو کسی سے
محبت ہوگئی لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تحفہ کے آقا سے یہ تفصیل سنکر میں نے دریافت
کیا کہ کیا یہی صورت حال ہے تو اس نے بادل خستہ و زبان شکستہ یہ اشعار پڑھے۔

خَا طَبَتِي الْحَقُّ مِنْ جَنَانِي
فَكَانَ وَعْظُنِي عَلَى لِسَانِي
قَرَّبَتْنِي مِنْهُ بَعْدَ بُعْدِي
وَحَضَّنِي اللَّهُ وَالصُّفْطَانِي
أَحْبَبْتَ لِمَا دَعَيْتَ طَوْعًا
مَبِينًا لِلذَّمِّ دَعَايَ
وَحُفَّتْ مِمَّا جِئْتَ قَدْ مَأْ
فَوْقَ الْحُبِّ بِالْأَمَانِي
خطاب کیا حق نے مجھ سے میرے دل کے واسطے سے
بس وہ میری نصیحت میری ہی زبان سے تھی
مجھے دوری کے بعد خود سے قریب کیا
اور مجھے حق نے خاص اور برگزیدہ کیا
جس چیز کے لئے مجھے طلب کیا میں نے قبول کر لیا
ظاہر ہے اس کے لئے اُس نے مجھے طلب کیا
اور میں خوفزدہ ہوئی اس بات سے کہ میں پاؤں سے چل کر پہنچی
حالانکہ محبت سے بلند تر آرزوئیں میرے دل میں تھیں۔

پھر میں نے خواجہ سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ سے لے لو، جو تم مانگتے ہو اس سے زیادہ دل کا خواجہ نے
مجھ سے کہا اے دردیش! آپ کے پاس اسکی قیمت کہاں ہے۔ آپ ایک درویش شخص ہیں (قیمت کہاں سے دینگے)
میں نے کہا ”تم مجلہ مت کرو، تم انتظار کرو، میں اسکی قیمت لے کر آؤں گا“ میں وہاں سے روتا ہوا واپس
آیا، خدا کی قسم! میرے پاس اس کی قیمت ادا کرنے کیلئے ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں بہت رات تک اسی حیرانی میں
مبتلا رہا اور خداوند تعالیٰ کے حضور میں تضرع و زاری کرتا رہا سو بھی نہ سکا اور کہتا رہا بارالہ تو میرے ظاہر و باطن سے
خوب واقف ہے، میں نے تیرے فضل و کرم پر اعتماد کیا ہے تو مجھے رسوائی سے بچا۔

اتنے میں ایک شخص نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ آپ
کا ایک دوست میں نے دروازہ کھولا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ چار ملازم ساتھ میں ہیں اور وہ شمع ہاتھ میں لئے

ہے۔ اس نے کہا اے استاد اندر آنے کی اجازت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ جب وہ اندر آگئے تو میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے احمد بن مثنیٰ کہتے ہیں۔ ابھی رات خواب میں مجھے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ پانچ توڑے روپے لے کر ابھی سری کے پاس جاؤ ان کو پیش کرو اور ان کا دل خوش کرو تا کہ وہ اس رقم سے تحفہ کو خرید سکیں۔ تحفہ پر ہماری نظر عنایت ہے، یہ سنکر میں مسجد شکر بجا لایا۔ جب میں صبح کو ہسپتال پہنچا تحفہ کے خواجہ نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید، واقعی حق تعالیٰ کے حضور میں تحفہ کا ایک مقام اور منزلت ہے کہ کل رات ہاتف نے مجھ سے کہا: بے شک اسکو ہماری جانب سے ایک مقام حاصل ہے جو بخشش سے خالی نہیں ہے، وہ ہم سے قریب ہوئی، پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں وہ رتبہ اور مرتبہ کو پہنچی۔ جب تحفہ نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ حق تعالیٰ سے مناجات میں عرض کرنے لگی ”اللہ! تو نے مجھے مخلوق میں مشہور کر دیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تحفہ کا آقا رونے لگا، میں نے اُس سے کہا کہ روتے کیوں ہو؟ میں تحفہ کی آزادی کی قیمت لے کر آیا ہوں۔ جو قیمت تم نے کہی ہے اُس سے پانچ ہزار درہم سود کے ساتھ میں لایا ہوں۔ یہ سنکر تحفہ کے مالک نے کہا کہ نہیں، خدا کی قسم نہیں۔ میں نے کہا اچھا دس ہزار نفع کے ساتھ اس نے کہا نہیں کہ خدا کی قسم اگر تم تمام دنیا بھی اس کے عوض مجھے دے گے تو میں قبول نہیں کروں گا اب وہ آزاد ہے، صرف اللہ سبحانہ کے لئے (اس کی قیمت درکار نہیں ہے) میں نے اس خواجہ سے کہا کہ بتاؤ تو معاملہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اے استاد! رات اس سلسلہ میں مجھے مجبور کیا گیا ہے (تنبیہ کی گئی ہے) اب میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا ہوں، اللہم! کن لے لعبت کفیلہ و یزق جمیلہ (یا الہی میرا کارساز بن اور مجھے اچھا رزق دے) اب میں ابن مثنیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ میں نے ابن مثنیٰ سے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں، خدا تعالیٰ نے مجھے رات جو حکم دیا تھا اور میں نے اسکی تعمیل کی تھی۔ شاید وہ میری تعمیل حکم سے راضی نہیں ہوا اب میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خالصاً اللہ اپنا تمام مال صدقہ کر دیا، یہ سنکر میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کہ یہ سب پر تحفہ کی برکت سے کرم ہوا ہے۔

اس کے بعد تحفہ اپنی جگہ سے اٹھی اور جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے اسکو اتار دیا اور ٹماٹ کا ایک ٹکڑا جسم سے پیٹ لیا اور ہسپتال سے باہر جانے لگی وہ رو رہی تھی، میں نے کہا اے تحفہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو غلامی سے نجات دے دی، تم آزاد ہو گئیں، اب کیوں رو رہی ہو؟ تحفہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا: شعر

ہر بیت منہ الیہ و یکتسب منہ الیہ

وحقہ و هو سوالی لا زالت بین یدیہ

حتی انال و اجولہ بیمار جون لدیہ

ترجمہ: میں اسکی طرف بھاگی اور حاصل اسی سے کیا جاتا ہے اور اسی کا حق ہے لہذا میرا سوال بھی اُسی سے ہے اور ہمیشہ اس کے سامنے میرا سوال ہے یہاں تک کہ میں اُسے پاؤں اور اُجر تو تم ہی دو گے جبکی توقع لوگ تم سے کرتے ہیں۔

یہ شعر پڑھ کر تحفہ روتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ ہم بھی باہر نکلتے، تحفہ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہیں چلا۔ کچھ مدت کے بعد ہم تینوں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن شنیٰ کا راستہ میں انتقال ہو گیا۔ میں اور خواجہ تحفہ مکہ معظمہ پہنچے، ہم طواف کر رہے تھے کہ ایک مجروح کے دل سے نکلنے والی آواز ہماری کانوں میں پہنچی۔ کوئی اپنے زخمی دل سے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اشعار

محب اللہ فی الدنیا سقیم
تطاول سقمہ فدوا کا دا کا
فہام لمحہ بما الیہ
فلیس یرید محبوباً سوا کا
سقاء من محبتہ بکا س
فارواک المہین اذ سقا کا
کذاک من ادعی شوقاً الیہ
یہیم یحبہ حتی یرا کا

اللہ کا محب دنیا میں ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔
اسکی بیماری طویل ہوتی ہے اسکی دوا اسکی بیماری ہی ہے
وہ اسکی محبت میں جبران ہو کر اسی کی طرف بڑھتا ہے
تو وہ اس کے سوا کسی اور محبوب کا طلبگار نہیں ہے
اپنی محبت سے اس نے کئی جام پلائے۔
ان ردحوں کو تقویت پہنچی اور سیرابی حاصل ہوئی
اسی طرح جس نے بھی اس کے شوق کا دعویٰ کیا تو وہ اس خیال
میں ہوتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسکو دیکھ لے۔

میں ان اشعار کو پڑھنے والی ہستی کے پاس پہنچا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا اے سری آپ ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں حاضر ہوں، تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے؟ یہ سنکر مجھے جواب دیا کہ لا الہ الا اللہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچانتا عجیب سی بات ہے۔ میں تحفہ ہوں۔ تحفہ اسقدر نحیف و نزار ہو گئی تھیں کہ بس ایک خیال معلوم ہوتی تھیں۔ میں نے کہا کہ اے تحفہ! تم نے مخلوق سے کنارہ کر لیا، کیا فائدہ اٹھایا؟ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرب میں انس عطا کیا اور اپنے غیر سے میرے اندر وحشت پیدا کر دی میں اس کے قرب سے مانوس ہو گئی اور غیر دل سے مجھے وحشت سی ہو گئی۔

میں نے کہا اے تحفہ! ابن شنیٰ کا راستہ میں انتقال ہو گیا۔ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی اور اسکو ایسی کرامتیں عطا کیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ اسکو بہشت میں میرا ہمسایہ بنایا جائے گا۔ میں نے کہا کہ تمہارا خواجہ بھی میرے ساتھ آیا ہے جس نے تم کو آزاد کیا تھا، یہ سنکر اس نے خاموشی کے ساتھ کچھ دُعا کی اور کعبہ کے قریب زمین پر گر گئی اور روح پرواز کر گئی۔ اتنی دیر میں وہ خواجہ بھی وہاں پہنچ گیا، جب اس نے تحفہ کو مردہ پایا تو اس پر گر پڑا میں اُٹھ کر گیا، اسکو ہلایا لیکن وہ مر چکا تھا۔ میں نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی اور ان دونوں کو دفن کر دیا (رحمہما اللہ تعالیٰ)

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ بعض صوفیاء سماع کی فرضیت کے قائل ہیں جس طرح مرض کیلئے دوا اور نغمات خطاب ہائے راز ظاہر ہوتے ہیں اور جذبات انوار میں حرکت پیدا ہوتی ہے پس سماع قلوب کو اس ذات

کی طرف حرکت میں لانے والا ہے جو غیب کا جاننے والا ہے، ایک بے چارہ عاشق جو دست دیا بریدہ ہے اور جس نے جامِ محبت سے ایک گھونٹ پیسا ہے اور خلعتِ وصول حاصل کی ہے اور دولتِ وصول سے بہرہ مند ہے کہتا ہے کہ صوفیہ کونفحاتِ طیبات کی بدولت قربِ دوست میسر آتا ہے اور ان پاکیزہ نفوس کے سننے سے اوج کو دولتِ حضوری حاصل ہوتی ہے۔ یہ ارشاد حضرت سید محمد گیسو دراز کا ہے جو ایک شہبازِ بلند پرواز تھے کہ وصول الی اللہ (وصول حق) کو میں نے بہت سی چیزوں میں تلاش کیا لیکن نعمات کے سماع اور صورت ہائے زیبا کے دیدار کے سوا اور کسی چیز میں نہیں پایا۔ (صورت ہائے زیبا کے نظارے اور نعماتِ سماع سے حصولِ حق میسر آسکتا ہے) **قول حضرت علیؑ**

ما رأیت شیئاً الا ودایت اللہ فیہ۔

ترجمہ :- میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں صفتِ الہی کا مشاہدہ کیا۔

میں نے اس قول کو جو ایک جلّ متین ہے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور یہ ہر مشکل آسان کرنے والا ہے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ سماع میں کان اور ہی ہوتے ہیں جو کلام حق کو سنتے ہیں بغیر اس کے کہ کلام رب کیلئے کوئی کیفیت ہو۔ شعر

لو سمع داؤد مقالۃ لسا ترغم بالالھان داؤد

غنّت سعاد بصوتھا فتحاً سرت الحان داؤد بالھجل

ترجمہ :- اگر داؤد اس کے قول کو سن لیتے تو پھر وہ اپنے الحان اور ترغم کو بھول جاتے۔ سادہ اپنی آواز میں اس طرح کھل کر گایا کہ حضرت داؤد کے نغمے کی آواز پہاڑوں سے پھیلنے لگی، یا نحن داؤدی پہاڑ سے ظاہر ہونے لگا۔

جس کسی کے لئے ایسے سماع کا دروازہ کھلتا ہے، وہ سماع کو حق سے مستاہلے اور حق کے لئے مستاہلے اور جو کچھ سنتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ اس حالت میں مستمع (سننے والا) رہی ہوتا ہے اور وہی مسوع ہوتا ہے۔ قال تو صرف ایک آلہ سماع ہوتا ہے اور اس حالت میں مزامیر شجرہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہونے (یعنی واسطہ) ایسے سماع کا انکار معرفت نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ مشائخ سلف علماء خلفائے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔

حضرت قدوة الکبرائے فرمایا کہ ”منکرین سماع میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ سہروردی کبھی سماع میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کی اجازت دی ہے“ یہ عجیب بات دہکتے ہیں جب کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے ”اے فرزند! سماع کا انکار نہ کرنا“ بے شک سماع اس کے اہل کے لئے مخصوص ہے۔ پس اس مبالغہ انکار کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سے احادیث و روایات کی مخالفت ہوتی ہے۔ شیخ امام مجد الدین خوارزمی نے امام المتقین شیخ شہاب الدین سہروردی کو اشعار میں لکھ کر بھیجا کہ

اشعار

وانالہ من قربہ ماحوالہ
جعل السماع الی الحبیب رسولہ

یا من سفیر اللہ صرف دوا دہ
ماذا النکیر علی السماع لعا شق

فلقد علمت بان هذا موقف
 شکوے المحب الی الحبيب علیہ
 ترجمہ ۱۔ اے اللہ کے سفیر تو اس کی محبت کو صرف کر اور میں اس کے قرب کی درجہ اس کے
 ارد گرد ہوں۔ اُس عاشق کے لئے سماع سے انکار کیوں ہے جس نے سماع کو اپنے محبوب کی طرف تا حد بنایا ہے
 بس یہ تحقیق مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ تو عاشق کی شکایت ہے معشوق کی طرف اپنی بیماری کی۔
 شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان کو یہ جواب (اشعار) لکھا ہے
 اشعار

انی لا علم ما یقول وارقی
 لك قرب من غفارة ووصله
 واری السماع محل لك حائراً
 لكن غیورك لا اری تحلیلہ
 یا حبذا قرب الحبيب ووصله
 لم تہم اضحی لقربه فقبلہ
 ترجمہ ۲۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں آپ کیلئے اس کے قرب
 کا خواہاں ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سماع آپ کے لئے بطور دوام حلال ہے لیکن آپ کے غیر کے لئے
 میں اسکو حلال نہیں سمجھتا۔ کتنا مبارک ہے حبیب کا قرب اور اس کا وصل اس کے لئے جو اس کا
 آرزو مند ہے۔

حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا کہ اس تحقیق اور تعین میں ایک حکمت ہے تاکہ نااہل کے لئے اس کا جواز نہ ہو
 جائے، اور صورت حال یہ ہے کہ شیخ الشیوخ نے خود ہی وجد کیا ہے جیسا کہ دیوان ابن فارض میں موجود ہے کہ
 ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کو حالت نفع پیدا ہوئی اور بعض جملہ لائق ہوئے اس حال میں شیخ ناظم ان
 کے پاس آئے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین کو اپنا قصیدہ سنایا۔ وہ قصیدے کے اشعار پڑھتے رہے
 جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔
 اشعار

اهلا بمالکنا اهلا الموقفه
 قول المبشر بعد الیاس بالفروح
 لك البشارتہ فاخلع ماعلیک فقد
 ذکرت ثو علی ما فیک من عوج
 ترجمہ ۱۔ اس چیز کے لئے مرجا کہ میں جس کے لئے مستحق نہیں تھا، یعنی بشارت دینے والے کا قول جو
 ناامیدی کے بعد کشادگی پر مبنی تھا۔ "تیرے لئے بشارت ہے پس اسکو باہر کر دے جو نہج پر طاری ہے تحقیق کہ
 تیرا ذکر وہاں کیا گیا۔ باوجود تیری اس کجی کے"
 یہ سنئے ہی شیخ الشیوخ کھڑے ہو گئے اور وجد کرنے لگے۔ اُس وقت آپ کی مجلس میں درجہ
 شیوخ وقت بھی موجود تھے جو بڑے جلیل القدر شیوخ و سرداران اولیائیں شمار ہوتے تھے ان سب نے
 بھی اس وجد میں شرکت کی حضرت شیخ الشیوخ نے سب حاضرین کو خلقیں عطا فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ
 اس وقت چار سو خلعتیں تقسیم ہوئیں۔

منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار خاں ایک سفر میں ملتان پہنچے اور ایک مسجد میں آپ ٹھہرے۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کو ان کے نور فرست کی بناء پر علم ہو گیا۔ آپ نے ایک خادم کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب خادم وہاں پہونچا تو آپ اُس وقت وضو فرما رہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ آپ کے وضو کے پانی کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے ہی ملائکہ ان کو طشت میں لیکر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ خادم بھی ایک صاحب نظر تھے۔ انہوں نے جو دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سے جا کر عرض کیا حضرت بہاؤ الدین زکریا دوڑو ویاں لے کر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دو محفوں میں سے ایک محفہ وہ تھا جو آپ کو حضرت شیخ الشیوخ نے عطا فرمایا تھا وہاں پہنچ کر حضرت خواجہ قطب الدین کو بہت اصرار کے ساتھ خانقاہ میں تشریف لانے کے لئے آمادہ کیا اور اس پالکی میں جو شیخ الشیوخ کا تحفہ تھی حضرت خواجہ قطب الدین کو سوار کرایا اور خود دوسرے محفہ میں سوار ہوئے۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا نے آپ کی دعوت میں بڑا اہتمام کیا اور کسی طرح کی کمی اٹھا نہ رکھی۔ تین روز کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین نے حضرت بہاؤ الدین زکریا سے فرمایا کہ حضرت شیخ نے ہماری خشک دعوت کی ہے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا سمجھ گئے کہ آپ سماع کے لئے فرما رہے ہیں۔ حضرت بہاؤ الدین نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ قوالوں کو بلوایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام اصحاب کو خانقاہ میں بلوایا گیا اور حضرت بہاؤ الدین زکریا ایک عصا لے کر درباری کرنے لگے۔ اندر قوالوں کو اجازت دی گئی کہ سماع شروع کریں۔ سماع میں اس شعر پر حضرت پروردگار ہی ہو گیا ہے

شعر
ما ز طرب عشق کہ داند کہ چہ سازاست
کز نغمہ او نہ فلک اندر تنگ و تازاست

ترجمہ :- کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے۔ چونکہ اس نغمہ سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام ہمراہیوں پر ایسا کیف طاری ہوا کہ درود یوں بھی اس حالت سے متاثر ہوئے۔

بیت

از صدائی نغمہ دایِ مطربان
کوہ اگر جنبد عجب آرا مدان

ترجمہ :- مطربوں کے نغموں کی آواز سے اگر بہاڑیل جائیں تو اسے عجیب نہ سمجھ۔ ان حضرات کی ہاد ہو کے نغمے آسمان تک پہنچنے لگے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مریدوں کو بھی پتہ چلا کہ آج خانقاہ میں سماع ہو رہا ہے۔ شیخ کے بعض مریدین اور کچھ متعلمین شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی خانقاہ میں مشرب (سہروردی) کے خلاف سماع کی مہفل جمی ہوئی ہے۔ آپ نے کیسے اس بات کو جائز رکھا اور گوارہ کیا تو حضرت شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ تم لوگ بھی عجیب دیوانے ہو کہ تم اُس شخص کو سماع سے روکنا چاہتے ہو کہ جس کی درباری بہاؤ الدین جیسا مرد کر رہا ہے متعلمین اصرار کرے گے کہ ان کو روکا جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر تم روک سکتے ہو تو خانقاہ میں جاؤ اور خواجہ قطب الدین کو روک دو یہ لوگ سماع میں پہونچے۔ مجلس میں پہنچتے ہی ان لوگوں کی حالت دگرگوں ہو گئی، بے خود ہو گئے اور خود سماع کرنے لگے۔ اس وقت اُن کو جو نعمت اُس حال میں میسر آئی، آج تک ایسی نعمت نہیں ملی تھی جب حال اذتماع ختم ہوا تو سب لوگوں نے ارادت اور خرقہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ولایت حضرت شیخ بہاؤ الدین کی ہے یہاں مرید کرنا خانوادہ سہروردی کے ساتھ بے ادبی ہے اور خلافت دینا مناسب نہیں ہے۔ جب حضرت خواجہ قطب الدین ملتان سے روانہ ہوئے تو یہ لوگ حضرت کی رکاب معرفت آپ کے ساتھ ہو گئے۔ جب حضرت خواجہ کی سواری قصبہ ہانسی میں پہونچی اور آپ نے یہاں قیام فرمایا تو اُن لوگوں کو جو ملتان سے آپ کے ہمراہ تھے مرید فرمایا اور جو لوگ پہلے سے حضرت خواجہ بہاؤ الدین کے مرید تھے اُن کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ قصبہ ہانسی ولایت مشائخ سہروردی اور دہشت کی سرحد ہے اسی بنا پر میں نے تم کو رخصت دی، یہاں پر مرید کیا اور خلافت دی۔ یہ سب لوگ بڑے مجرمانہ کے ساتھ نعمت سے مشرف ہو کر آپ سے رخصت ہو گئے۔

اسی طرح حضرت محمد باکو کا واقعہ ہے کہ آپ ابتدائی حال میں ابوسعید ابوالخیر کے منکر تھے چونکہ وہ سماع سے شغف رکھتے تھے۔ ایک رات شیخ باکو کو خواب میں دکھایا گیا کہ ہاتف آواز دے رہا ہے۔ قوم و ارقصوا للہ (کھڑے ہو جاؤ اور رقص کرو اللہ کیلئے) انہوں نے خواب سے بیدار ہو کر لا حول و لا قوۃ پڑھا سمجھے کہ شیطانی خواب ہے دوسری رات پھر یہی صورت پیش آئی انہوں نے پھر لا حول و لا قوۃ پڑھا۔ جب تیسری رات بھی یہی آواز سنائی دی تب یہ سمجھے کہ یہ خواب شیطانی نہیں بلکہ خواب رحمانی ہے اور اس کا باعث وہی انکار ہے جو شیخ ابوسعید سے مجھ کو ہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ حضرت ابوسعید کی خانقاہ میں پہنچے۔ شیخ ابوسعید خانقاہ کے اندر سے باہر نکل رہے تھے اور آپ کی زبان پر تھا "قوم و ارقصوا للہ" شیخ عبداللہ کو اس وقت وہ نعمت میسر آئی اور ان پر ایسا حال طاری ہوا جسکی شرح ناممکن ہے حضرت قدوۃ الکبر فرماتے تھے کہ سماع کیلئے ریاضت شرط ہے۔ ریاضات میں نفس کی منفات شکستہ ہو جاتی ہیں جس کا نفس مردہ ہو جاتا ہے اس کا دل زندہ ہوتا ہے۔ یہ صفت اس میں موجود ہونا چاہیئے اور پھر جو کچھ سنے وہ گوش دل سے سنے۔ منقول ہے کہ حضرت شردانی کو چند صوفیہ حضرات نے سماع کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ زمانہ گزر گیا کہ جب نفس و غاشاک میرا بستر ہوتا تھا اور ہاتھ کو مکھی بناتا تھا اُس زلزلے میں میں سماع سنتا تھا۔ اب میری وہ کیفیت نہیں ہے، اس لئے میں مہفل سماع میں شریک نہیں ہو سکتا۔

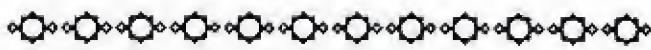
نغمہ سوم

آداب و کیفیتِ سماع و رخصتِ مزامیر

سماع کے آداب، کپڑوں کے پھاڑنے اور قوال یا دوسرے لوگوں کو ان کے عطا کرنے کے بارے میں ایک عارف نے فرمایا ہے جس سے مراد حضرت جنید قدس سرہ ہیں کہ سماع تین چیزوں کا محتاج ہے۔ اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ زمان۔ مکان۔ برادران۔ یعنی سماع کے لیے مناسب وقت، ہوزوں جگہ اور سننے والے حضرات ضروری ہیں۔ اخوان السماع تین قسم کے ہوتے ہیں یعنی برادران نام ایمان یعنی ایمان کے نام میں جو لوگ شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ ۝۱۷۰ مسلمان یا مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ان کی مصاحبت دائماً جائز نہیں کبھی کبھی یہ صحبت ان کی محبت اور فائدہ کیلئے ہو سکتی ہے اور برادران ارادت و محبت عوام کی طرح ہیں جو فقیروں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے اموال اور جاں سے انکی مدد کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ طریق صفا کو حاصل کر سکیں۔ پس اگرچہ یہ لوگ عارفوں کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں پھر بھی ان کی صحبت جائز ہے اس لیے کہ یہ لوگ بھی اپنے ارادت و صدق کے باعث اہل صفا کے دلوں کے انوار سے نور حاصل کر لیتے ہیں جس طرح موم (شمع) آفتاب کی گرمی سے نرم ہو جاتا ہے۔ پس یہ لوگ جب عوام میں واپس جاتے ہیں تو ان سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں تیسرے برادران اخوان الصفا اور صاحبان وجد اور ارباب معرفت و ذوق و کمال، یہ اخوان حقیقی ہیں۔ پس یہ اخوان حقیقی جہاں اور جس وقت بھی جمع ہو جائیں زمان و مکان کی شرائط پوری ہو جاتی ہیں اور سماع واجب ہو جاتا ہے۔ اور اہل معرفت و کلام صفا کے لئے سماع اس طرح واجب ہے کہ جیسے علم سیکھنے کے لئے جاہل کا عالم کی طرف سفر کرنا تاکہ منازل دین کا علم سیکھے۔ اہل صفا و کمال کیلئے مشابہت اور ان کی حرکات و سکنات مریدوں کیلئے مستحب اور معین کیلئے مباح ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰوِدِیْقِیْنَ یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ پس اگر سچے نہ ہو تو کم از کم ان کے ہمراہ تو ہو جاؤ گے۔ اگر غیر جنس کے لوگ موجود ہوں، یعنی جو سماع کے منکر ہیں اور خود کو زائد ظاہر کرتے ہیں (خود ساختہ زاہد ہیں)، اور مفلس ہیں یعنی لطائف دل کی جنس ان کے پاس نہیں ہے یا کوئی ایسا غمخیز جو دنیاوی امارت پر مغرور ہے تو اس کا بھی مجلس سماع میں ہونا غیر مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ارباب وجد کو تشویش و پریشانی میں ڈالنے والے ہیں۔ اب رہی شرط مکان یعنی سماع کے لیے کون سی جگہ مناسب ہے تو آمد و رفت کی عام جگہ پر یا ایسی جگہ پر جو آوازوں



کہ کرید بنانے والی ہر ایسی جگہ پر سماع سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (فقد یكون شارسا عما مطروقا و موضعاً يكون كرهه الصوت فيجتنب عن ذلك الموضع) سماع کے لیے بہترین مقامات مشائخ کی خانقاہیں ہیں۔ خصوصاً گلزار کے اطراف میں جہاں بتنا ہوا پانی ہو عطریات استعمال کیے ہوں اور عود جلایا گیا ہو (ایسی جگہ جہاں ماحول میں خوشبو موجود ہو یا کوئی ایسا مکان جہاں خوشبو پاشی کی گئی ہو اور عود جلا کر اس کو معطر کیا گیا ہو)۔

چنانچہ حضرت قدوة الکبر اسی وجہ سے اکثر اوقات رات کے وقت اصحاب وار باب طریقت کو جمع فرماتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ ایسے مقامات قابل تہجیح ہیں جہاں مشائخ پر کیفیت اور حالت طاری ہو چکی ہو کہ وہاں ان کے آثار بے شمار ظاہر ہوتے ہیں۔ قدوة الکبر انے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت مخدوم زادہ نے (اللہ تعالیٰ ان کو مزید بہرہ و در فرمائے) حضرت مخدوم کی خانقاہ میں اجتماع سماع کیا ، اکابر و اصغر مشائخ وہاں جمع تھے۔ لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہاں ہاتھ اٹھانے کی گنجائش نہیں تھی اور لوگوں کو پر از وق حاصل ہو رہا تھا لیکن بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مخدوم زادہ نے فرمایا کہ ہم جہتیاں (چھوٹے میاں) جا کر سماع سنیں گے چنانچہ وہ ار باب خاص کو لے کر وہاں چلے گئے۔ قوالوں نے بہت کوشش کی لیکن کسی کو بھی وجہ نہ آسکا اور کسی پر کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ وہ جگہ چھوڑ کر مخدوم زادہ بدیمیاں (بڈھے میاں) کے مکان پر چلے گئے وہاں بھی کیفیت میسر نہیں ہوا۔ آخر کار میں نے حضرت مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سماع کے لیے حضرت مخدوم قدس سرہ کی خانقاہ ہی مناسب ہے۔ فرمایا کہ ہاں ہم بھی سمجھتے ہیں کہ آثار مکان کو اس میں دخل ہے لہذا جو لوگ ہمراہ تھے ان سب کو ساتھ لے کر خانقاہ میں تشریف لے آئے۔ خانقاہ میں آتے ہی مریدوں پر کیفیت طاری ہو گئی اور اس کیفیت کا اثر درود یار تک پہنچا۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے سماع کے لیے بہترین جگہ مسجد ہے اس لیے کہ سماع سے مراد عبادت ہے اور عبادت کے لیے مسجد سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے۔ اب رہا زمان کا سوال تو ناز کا وقت اور جب کھانا سمنے لایا جائے یا مصروف ہوں، اگر اضطراب اور بے چینی کی حالت ہو اور فراغ قلب نہ ہو تو اس وقت سماع بے فائدہ ہے۔ رعایت زمان کے یہی معنی ہیں اگر فراغ قلب میسر نہیں ہے تو سماع کا ترک ہی بہتر ہے جبکہ اس کے شروط جیسا کہ ہوں (ذہن پائے جائیں) اور جو لوگ تکلف کے ساتھ وجد کرنے والے ہیں (غیر حقیقی وجہ) ار باب تصرف میں سے جو وجد رقص اور لباس کو چاک کر کے ریاسے کام لیتے ہیں ایسا سماع ار باب تراوید کے لیے تشویش کا باعث ہوتا ہے کیونکہ شروط سماع اس میں موجود نہیں ہیں۔ اور ان چیزوں پر سماع کا وجود موقوف ہے (یعنی جو لوگ تکلف و وجد و رقص اور جامہ درسی کرتے ہیں اس کو سماع نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس میں شروط سماع موجود نہیں ہیں)۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ زمان مکان اور اخوان سماع کی شروط لازمہ ہیں پس ان کی رعایت ضروری ہے تاکہ زیادہ اثر پیدا ہو۔ مکان سماع کے لیے جسم کی طرح ہے اور زمان اس کا دل ہے اور اخوان

بمنزلہ جان کے ہیں۔ جب یہ بینوں سلامت ہوتے ہیں تو رشتے والے کمالات سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کو حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔

حضرت قدوة الکبر کا شاہ ہے کہ سماع کے اول و آخر میں قرآن پاک ضرور پڑھنا چاہیے تاکہ سماع کو مغفرت نصیب ہو حضرت روز بہان بقلی نے کہا ہے کہ قوال خود روا اور سارنہ خوش خور ہونا چاہیے اور اشعار صمیم ہوں اور ان کو لحن ملیح کے ساتھ پڑھا جائے کہ سماع کی محفل میں عارفانِ روضہ گارتین چیزوں سے راحت قلب کے طلب گار ہوتے ہیں، پاکیزہ خوشبوئیں، حسین چہرے اور ملیح آوازیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حسین اور خور و قوال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ حسین قوال کی موجودگی ایسے عارف کامل کے سامنے مناسب ہے جس کی طہارت قلب بحد کمال پہنچ چکی ہو۔ (دل بدرجہ کمال پاک ہو) اور اس کی نگاہیں غیر کے دیکھنے سے بند ہوں۔ تقریباً ان الفاظ میں حضرت قدوة الکبر نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر معین الدین پروانہ نے جوہر روم کے بادشاہ تھے (امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود۔ مخطوطہ لطائف اشرفی ص ۱۷۷) اور حضرت شیخ فخر الدین عراقی کے غلمعین و مریدوں میں سے تھے حضرت عراقی سے درخواست کی کہ آپ مجھے کبھی کوئی خدمت تفویض نہیں فرماتے۔ شیخ عراقی نے جواب دیا کہ اے امیر تم مجھے روپے پر فریفتہ نہیں کر سکتے اگر تم میری کوئی خدمت کرنا ہی چاہتے ہو تو حسین قوال کو ہمارے پاس بھیج دو حسین قوال بہت ہی خوبصورت اور نہایت خوش گو تھا۔ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد بیٹھتے تھے اور اس کے سامنے اس کی عدم موجودگی میں اس کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ جب امیر پروانہ نے دیکھا کہ شیخ عراقی اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس کو طلب کر رہے ہیں تو فوراً اس کے بلانے کے لیے کسی کو روانہ کیا۔ لوگوں کی ہائے ہر سے فراغت کے بعد وہ اس کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ عراقی اور امیر پروانہ اور دوسرے اکابر نے اس کا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو شیخ اسے پاس لے آئے اس کو سلام کیا اور بغلیں جوئے اور شربت طلب کیا۔ شیخ نے اس کو اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا۔ یہاں سے فراغت کے بعد یہ سب لوگ شیخ عراقی کی خانقاہ میں پہنچے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں اور سماع کی محفل گرم ہوئی۔ شیخ عراقی نے اس وقت جو غزلیں کہی تھیں ان میں سے ایک غزل یہ تھی جس کا مطلع ہے۔

ساز طرب عشق که داند که چه ساز است
کو نغمه او نه فلک اندرنگ و تار است

نثر جہد کس کو پتہ ہے کہ عشق سے مرثا آواز کیسی آواز ہے چونکہ اس نغمہ کی زد سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔
حضرت خواجہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اس کے اثرات سے دردِ یو بار بھی متاثر ہو گئے، اصحاب اور اہل مجلس
کا کیا حال ہوگا۔

۱۵ یہ وہی معین الدین پرواز ہے جن کا نام فیہ ما فیہ " میں اکثر لیا گیا ہے اور حضرت مولانا رومی نے ان کو مخاطب فرمایا ہے :-
خط کشید و عبارت امیر معین الدین پرواز کہ بادشاہ روم برد " میں میرے خیال سے لفظ وزیر یا امیر لگایا گیا۔ یعنی امیر معین الدین پرواز کہ
وزیر بادشاہ روم برد۔ مترجم۔

از صدائی نغمہ ہائی مستطربان کونہ اگر جنبید عجیب آزمادان

ترجمہ: اگر مطربوں کے نغموں کی آواز پر پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اس پر تم کو تعجب نہیں کرنا چاہیے۔
بعض تواریخ میں مذکور ہے کہ شیخ ابو حامد الدین کرمانی کی یہ کیفیت تھی کہ جب محفل سماع میں لگے اندر جوش اور گرمی پیدا ہوتی تھی تو وہ مردوں (نوجوانوں) کے پیرہن چاک کر کے ان کے سینے سے سینہ ملاتے تھے۔ جب ایک مرتبہ وہ بغداد گئے خلیفہ بغداد کا ایک حسین و جمیل فرزند تھا اس کے کانوں تک یہ بات پہنچی کہ شیخ ابو حامد الدین کرمانی ایسا کرتے ہیں اس نے کہا کہ وہ بدعتی اور کافر ہے اگر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ جب محفل سماع گرم ہوئی اس وقت شیخ نے اپنی کرامت کے فرزند خلیفہ کے خیالات معلوم کر لئے تھے۔ انہوں نے کہا ہ

قطعہ

سہل است مرا بر سر خنجر بودن در پائی مراد دوست بے سر بودن
شمیر گرفتہ کافر ی را بخشی غازی جو توئی رواست کافر بودن
ترجمہ: مجھے بر سر خنجر ہونا سہل لگتا ہے، کیونکہ دوست کے پاؤں پر بے سہ ہونا اچھا ہے۔
اب تلوار پکڑ کر کافر کو مار ڈال، چونکہ تو غازی ہے اس لئے کافر ہونا روا ہے۔

یہ سنتے ہی خلیفہ کا فرزند اٹھا اور شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اسی وقت ان کا مرید ہو گیا۔
حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی خدمت میں بشکر آباد کا ایک حبشی جسکو "بکروئی" کہتے تھے رہتا تھا۔
حضرت کی خدمت کرتے کرتے وہ بہت ہی بلند مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خلوت سے باہر نہیں آتا تھا۔ حضرت شیخ سماع کے وقت بھی اسکو نہیں ہٹاتے تھے ایک دن محفل سماع گرم تھی اس پر کیفیت طاری ہو گئی۔ مستی اور کیف میں اس نے زمین پر جست لی اور ایک محراب پر جو کافی بلند تھی جا کر بیٹھ گیا۔
طاق سے اترتے وقت وہ شیخ مجدد الدین کی گردن پر کود گیا اور ان کے کندھوں پر بیٹھ کر پاؤں نیچے لٹکائے اور شیخ مجدد الدین اس طرح رقص کرتے رہے، یہ زنگی جبے قد کا قوی ہیکل مرد تھا اور جبکہ شیخ مجدد الدین بہت ہی نازک بدن، خوبصورت اور لطیف طبع شخص تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ میری گردن پر کوئی حبشی ہے یا کوئی چڑیا بیٹھی ہے۔ جب وہ حبشی ان کی گردن سے اترنے لگا تو اس نے شیخ مجدد الدین کا کال کاٹ لیا اور اس کا نشان ان کے رخسار پر رہ گیا۔ کئی بار شیخ مجدد الدین نے فرمایا کہ میرے لیے قیامت میں یہی مغافرت کافی ہے کہ ایک زنگی کے نشانوں کا نشان میرے رخسار پر موجود ہے۔

شعر

ازان ردیم بخت باغ باشد
کہ ہر ردیم چو لالہ داغ باشد

ترجمہ :- یہ داغ جو میرے چہرے پر ہے، جنت کے باغ کی میرے چہرے پر نشاندہی کرتا ہے۔

ایک محقق کہتے ہیں کہ مجلس سماع میں وجد کنندہ ہونا چاہیئے اور سماع کا صرف اس شخص کو ارادہ کرنا چاہیئے کہ وہ ارباب سماع کی صفات سے موصوف ہو اور اس اہل نفس و خواہش نفس کا بندہ نہ ہو بلکہ اس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہونا چاہیئے تب وہ حق کو حق سے سمجھے گا بغیر وسیلہ عقل کے عقل سماع میں جب ذکر کے ذکر کی طرف رجوع ہو تو ادھر ادھر نہ دیکھے بالکل خاموش رہے۔ بظاہر باطن میں اضطراب ہو تو خوب ہے) کھانسنے اور جال لینے سے بچے۔ بس نکر میں ڈوب رہے۔ سر کو جھکا کر بیٹھے۔ اگر وجد کا اس پر غلبہ ہو جائے اور غیر اختیاری طور پر وہ حرکت کرنے لگے تو اس میں اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔ اور جب وہ اختیار کی کیفیت میں آجائے تو وجد کو فوراً ختم کر دے اور قرار و سکون کو اختیار کرے اور جب اختیار میں آجائے تو مناسب نہیں ہے کہ وجد کو اس احساس سے جاری رکھے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کا وجد جلدی ختم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہا جائے گا کہ یہ سخت دل ہے اور یہ شخص صفا درقت نہیں رکھتا ہے۔ جب شیخ کے گرد ایسے مرید موجود ہوں جن کیلئے سماع مضربے تو شیخ کو سماع میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے اور اگر مشغول ہو تو انکو دوسرے کاموں میں مشغول کر دے۔ دوسرے یہ بات بھی خیال میں رہے کہ کبھی کبھی واجد کے ضعیف جسمانی کی وجہ سے بھی عدم وجد کا ظہور ہوتا ہے اور یہ نقصان ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باوجود قوت کے وجد باطن میں پیدا ہوتا ہے لیکن کمال قوت کے باعث جو اس کے جوارح کو حاصل ہوتا ہے وہ وجد نہیں کرتا ہے اور یہ کمال ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حال کے موجود ہونے کے باعث ہر حال میں وجد طاری رہتا ہے اس وجہ سے سماع میں اس کا اثر زیادہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ نہایت کمال ہے کیونکہ ایسا شخص جس پر دائمی طبع پر وجد طاری رہتا ہے وہ رابطہ الحق ہے (حق سے رابطہ رکھنے والا) اور عین الشہود پر مداومت رکھتا ہے پس اس کو حالات متغیر نہیں کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس بات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہو کہ

”پس ہم بھی تمہاری طرح تھے (نرم دل اور رقیق القلب) پھر دل سخت ہو گئے۔“

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں ملاقت پیدا ہو گئی کہ وجد ہر حال میں ہم پر طاری رہتا ہے۔ پس ہم قرآن کے معنی سننے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں (لیکن اب اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ پہلی جیسی رقت اور گریہ و زاری ہم نہیں کرتے ہیں)۔

جو شخص وجد میں پکھاڑیں کھاتا ہے اس کے بارے میں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ساکن شخص سے وجد میں کامل تر ہے۔ اس لیے کہ بہت سے باسکوت افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مضطرب الوجد سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جب کسی صوفی کو وجد آجائے تو پھر کسی کو بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے۔ جب کوئی صوفی وجد میں کھڑا ہو جائے بغیر مریا اور بناوٹ کے یا وہ اختیاری طور پر اظہار وجد کے لیے کھڑا ہو گیا ہے تب بھی دوسری کو کھڑا ہو جانا چاہیئے اس کی موافقت کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات بھی ادب صحبت میں سے ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جمع میں اکابر کی ارواح موجود ہوتی ہیں جبکہ ان کے عرس کا دن ہوتا ہے اور ہر شخص ان اکابر کے عرس میں حاضر ہوتا ہے تو ان اکابر کی ارواح دوسرے عرس تک ایسے شخص کی مدد و معاون رہتی ہیں میں نے اکثر یہ مشاہدہ کیا ہے کہ روحانیہ حضرات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرس کے دن اکابر کے جمع میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور اس روح مقدس و اظہر سے ہم نے استفادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو ادرم کہ یہ دیدار بار بار نصیب فرمائے آمین

شرح نصروس الحکم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت شیخ صدر الدین ایک روز مجلس سماع میں شیخ سعد الدین اور دوسرے مشائخ کے ساتھ موجود تھے۔ مجلس سماع خوب گرم تھی۔ جب اس کی شدت میں کچھ کی ہوئی تو انہوں نے اٹھائے سماع میں اس چوتھے کی طرف دیکھا جو اس مکان میں موجود تھا اور نہایت ادب سے بہت دیر تک کھڑے رہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے پکار کر کہا کہ اے صدر الدین جب شیخ صدر الدین ان کے سامنے آگئے تب انہوں نے ان کے چہرے پر آنکھیں کھولیں، اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف فرما تھے۔ لہذا میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ جن آنکھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ کیا ہے تو انکو پہلے تمہارے چہرہ ہی پر کھولوں (تمہارے سوا کسی اور کو نہ دیکھوں) اس مجلس میں ان کو عروج واقع ہوا اور ان کی روح قالب سے نکل کر عروج پر پہنچی اور یہ تیرہ دن تک اسی طرح رہے۔ ان کا قالب ان تیرہ دنوں میں بالکل مردہ کی طرح تھا اس میں بالکل حرکت نہیں تھی۔ جب دوبارہ روح ان کے قالب میں آئی تو اٹھ بیٹھے اور ان کو مطلقاً خبر نہیں ہوئی کہ وہ اس حالت میں کتنے دن رہے۔ دوسرے لوگوں نے جردہاں موجود تھے ان کو بتایا ہے

بیت

سماع کیں چنین باشد معراج
حرامش گر بگوید از حرام است

ترجمہ :- سماع ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو عروج پر پہنچا دیتی ہے، لہذا اسے حرام کہنا حرام ہے۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے ہیں کہ جو بھی مجلس سماع میں آتا ہے اور اسے ذوق حاصل ہوتا ہے وہ اور خصوصاً حاضران صادق و طالبانِ واثق جو اس مجلس میں آتے ہیں مغفرت سے بہرہ حاصل کرتے ہیں تو انوں سے منقول ہے کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر موجود تھے، قوال آئے اور سماع شروع کیا جب اس شعر پہنچے

بیت

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت
تا بر لب تو بوسہ زخم چو نش بخوانی

ترجمہ :- میں اپنے غزل کے اندر چھپ جاؤں گا تاکہ تیرے لبوں کو بوسہ دے سکوں چونکہ تم اس طرح پڑھ رہے ہو۔

حضرت شیخ پر ایک ایسی حالت طاری ہو گئی کہ اس سے بہتر کوئی حالت نہیں ہو سکتی جب حال ختم ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے؟ بتایا گیا کہ ”عمارہ کا ہے“ یہ سنتے ہی آپ تمام اصحاب اور قوالوں کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں بھی سماع ہوا اور ان پر پھر کیفیت طاری ہوئی، جب غلبہ ختم ہوا تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! گواہ رہو کہ اس شعر کا موجد و سامعین و قوالان اور حاضرین مجلس سب کے سب مغفرت پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا کہ مجلس سماع میں واردات الہی اور الہامات ناشناسی کا منتظر بننا چاہیئے اور دائیں بائیں نہیں دیکھنا چاہیئے سر کو جھکائے رکھنا چاہیئے اور حال کے ورود کا انتظار کرنا چاہیئے اگر ذوق حاصل ہو جائے تو حتی المقدور اس کا تحفظ کریں۔ لیکن جب قابو سے باہر ہو جائے تو پھر سماع شروع کر دینا چاہیئے لیکن سماع بقدر ذوق ہونا چاہیئے ذوق سے زیادہ اضطراب نہ کریں کہ یہ خیانت ہوگی اور اشعار کے معانی کی اپنے ادراک کے بقدر تاویل کریں جو کچھ سنیں اس کو تسبیح حق سمجھیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلہ میں مردی ہے کہ

”حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اصحاب نے کہا ہم کو نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً بے شک مولیٰ باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو ان کی تسبیح کو“

صوفیائے کرام کے نزدیک دُف سے اشارہ ”رنکارنگی“ کی طرف ہے اور اس پر جو کمال چڑھتی ہے اس سے وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے اور دُف پر جو ضرب لگائی جاتی ہے اس سے اشارہ ہے واردات الہیہ کے ورود کی طرف اور اس کے باطن سے مراد وہ ہستی ہے جو مخلوقات سے مقید ہے تاکہ اشیائے ذاتیہ کو باہر نکال دیا جائے (و باطن المبطون علی الوجود المقید بالکائنات لاجل الاشياء الذاتیة) (جہاں بھریا بھیرے) سے اشارہ ہے مراتب نبوۃ اور مراتب ولایت کی جانب مراتب رسالت و مراتب امامت و مراتب خلافت تمام کی طرف اشارہ ہے اور بیہوشی مجبوری ان سے جو آواز نکلتی ہے اس سے اہل کمال اور اولیائے دلوں میں علم مطلق اور حیات الہیہ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اور نفس قوال صوت حق اسلئے ہے کہ وہی ذات تمام اشیاء کو جلوہ گر کرنے والی اور انکی ایجاد کرنے والی ہے اور ان کی مددگار ہے صوت اقوال سے اشارہ ہے ربانی زندگی کی طرف جو درجہ باطن کے درون سے مراتب ارواح کی طرف اور دلوں اور رازوں کی طرف۔ رقص سے اشارہ ہے ذات انسانیہ کی طرف اور حرکت سماع سے اشارہ ہے خطاب اَللّٰهُمَّ بِرَحْمَتِکَ کی جانب حقیقت انسان کے طیران کا۔ اضطراب سے اشارہ یہ ہے کہ روح کبیر مضطرب ہو کر نفس بدن سے نکل کر اپنے حقیقی وطن کی جانب جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”وطن کی

محبت جزو ایمان ہے۔ اس وطن سے مراد ارواح کا وطن ہے۔ جس میں روح کو ڈالا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔ یا روح کا جولان ہر مخلوقات و موجودات کے دائرہ کے گرد تاکہ اسرار تجلیات کو قبول کر سکے اور تنزیلات سے مستفید ہو سکے۔ اور یہ عارف کا حال ہے کہ اس کا حرکت حال میں ایستادہ ہونا اشارہ ہے اپنے باطن میں روح کا حق تعالیٰ سے واقف ہونیکا اپنی ہستی کے ساتھ اور اپنی نظر کو اور فکر کو جولان کرنا مراتب مخلوقات میں اور یہ حال محقق ہے اور اس کی حرکت فوق کی طرف اشارہ ہے مقام انسانی کے آغاز سے مقام احدیت کی طرف۔ پس جبکہ اس کی روح پردہ سے باہر آتی ہے۔ اور مراتب صفات کی طرف پہنچتی ہے تو وہ اپنے سر کو کھول دیتا ہے پس جس وقت وہ ماسولے حق سے مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے کپڑے اتار ڈالتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال اور صاحب مقام ہے تو باس اس کی طرف پھینک دیتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال نہیں ہوتا تو اس کی طرف جامہ کا پھینکنا بے انصافی ہے اس لئے کہ صاحب حال کا جامہ اس کی صورت حال ہے اور کوئی اسے قبول کرنے کا مستحق نہیں سوائے اس کے جو مرتبہ میں اس کا ہمسر ہو اگر قوال کی نیت برکت کے حصول کیلئے جامہ حاصل کرنا اور عطا کر نیوالے کی نیت قوال کو دے دینے کی ہو تو اس صورت میں زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ ہدایت غیر کا طالب ہے اور نہیں بھیجا تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر اور اگر سامع اپنے مقام عالی کی طرف ترقی کرے اور قوال ادنیٰ اشعار گارم ہو پس مال کے مناسب شعر اسکو بتائے اور اگر کوئی امر غیبی اس کیلئے مشکل بن جائے اور غیب اس کے حال سے آگاہ ہو جائے تو وہ اس کے لئے کو اسکی مدد کرے تاکہ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔

اکثر مشائخ کرام نے قوال کو جامہ دخرقہ عطا فرمایا ہے خواہ وہ قوال صالح ہو یا فاسق۔ انہوں نے اپنی نیت کے لحاظ سے ایسا کیا ہے (قوال کے فسق و پارسانی کو پیش نظر نہیں رکھا ہے) حضرت سید محمد گیسو دراز سے منقول ہے کہ ار باب سامع، سامع میں آسمان کے صفت طبق سے بھی گزر جائے ہیں تو اگر وہ محض اپنے جامہ کو نہ چھوڑ دیں تو تعجب کی بات ہوگی۔ تقریباً حضرت نے ان الفاظ میں فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت کے درویش جنت میں تو نگروں سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال برابر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خورسند اور مسرور ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے سامنے شجر پڑھے ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پڑھو تو اس بدوی نے یہ اشعار پڑھے:-

اشعار

قد لسعت حية الهوى كبدى فلا طيب لها ولا راق
الا الحبيب الذى شغفت به فعنده رقيتى و ترياقي

ترجمہ :- مار عشق نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس نہ اس کے لئے کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی افسول کرنا والا صرف وہ معشوق ہے جس پر فریفتہ ہوں۔ پس اسی کے پاس میرا افسول اور تریاق ہے۔

یہ اشعار سن کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ کے اصحاب بھی وجد فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی ردائے مبارک اس وجد میں آپ کے دوش اطہر سے گر گئی جب اس وجد سے فراغت پائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ فروکش ہوا تو حضرت معاذ بن ابی سفیان نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی تفریح کس قدر پسندیدہ تھی (ما احسن لعبکم یا رسول اللہ) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ یہ کوئی صاحب کرم ایسا نہیں ہے جو ذکر حبیب پر جنبش نہ کرے اس کے بعد آپ نے ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم فرمادی۔

حضرت سلطان المشائخ کے پاس جب کبھی سوال آتے تو ان پر نظر پڑتے ہی (یعنی سوالوں کو دیکھتے ہی) حضرت شیخ کے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ آپ کے اصحاب نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ سوال محبوب کا پیغام سنانے والے لوگ ہیں لہذا میں جو نہیں انہیں دیکھتا ہوں تو محبوب کے پیغام کی جھلک نظر آ جاتی ہے اور میرے آنسو اُمڈ آتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں سماع کا بہت رواج تھا۔ اور حضرت بہت زیادہ سنتے تھے اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے علماء اور بہت سے لوگ اس کا انکار کرتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس پر محض تیار کیا گیا مولانا ضیاء الدین بدایونی نے محض تحریر کیا تھا جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔ (تاریخ فیروز شاہی مرتبہ ضیاء الدین برنی)

اب سازوں، منازیم وغیرہ کے ساتھ سماع سننے کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ عود ایک مشہور ساز ہے (جس میں تار ہوتے ہیں) کہتے ہیں کہ سب سے اول عود کہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ملک نے اس وقت تیار کیا تھا جب اس کے بیٹے کا انتقال ہوا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اہل ہند کی ایجاد ہے۔ انہوں نے عود کو انسانی طبیعت کی مناسبت سے بنایا تھا۔ تاروں واسطے سازوں کے سلسلہ میں جو کافی مشہور ہیں علماء کا اختلاف ہے اور ان میں ائمہ مذاہب اربعہ مشہور ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کا بجانا اور سننا دونوں حرام ہے۔ لیکن کچھ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن جعفر، عبد اللہ بن زبیر، معاذ بن ابی سفیان و عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اس ساز کو سنا ہے۔ حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبد الرحمن بن عثمان، سعید بن المسیب، عطاء بن ابی رباح، شعبی، ابن ابی عقیق (رضی اللہ عنہم) اور اکثر فقہائے مدینہ نے سنا ہے۔ امام مالک سے بھی اس کا سنا ایک روایت میں منقول ہے۔ لیکن امام مالک کے احباب کے یہاں یہ بات مشہور نہیں ہے۔ البرک بن مزیلی مالکی اپنی تصنیف شرح ترمذی میں جس کو انہوں نے "فارضیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

یہاں اباحت عطا کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اگر اس گانے والے کے ساتھ عود کا ہرنا مان لیا جائے تو وہ بھی حضرت البرکہ صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں داخل ہو گا کہ ”شیطان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں“ اور اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”دعہ فائدہ لیوم عید“ جانے دو انہیں چڑ دو آج ان کی عید کا دن ہے۔

اس طرح اگر طنز و مبالغہ کے ساتھ ہر تب بھی حرمت میں وہ موثر نہیں ہو گا۔ تحقیق کہ یہ تمام ایسے آلات ہیں جن سے صغیفوں کے دل قوی ہوتے ہیں اور ان کی آواز سے نفوس میں کش دگی پیدا ہوتی ہے اور عود اسی طنز و مبالغہ کے بغیر نہیں۔

عود کے مباح ہونے کے سلسلہ میں علامہ ماوردی بعض شافعیہ سے نقل کرتے ہیں کہ استاد ابو منصور بغدادی اس سے رغبت رکھتے ہیں اور شیخ ابو اسحاق شیرازی (شافعی) سے منقول ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا یعنی اباحت پر ان کا فتویٰ تھا۔ امدان کے بارے میں یہ بات مشہور عقل اور تحقیق کے ساتھ کسی عالم سے کوئی ایسی بات مشہور نہیں ہے کہ جس سے ان کا انکار ثابت ہوتا ہو۔ اس کو طاهر مقدسی نے بیان کیا ہے اور وہ شیخ کے ہم عصر تھے۔ امدانہوں نے اس کو اہل مدینہ سے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ان علماء کے یہاں اس کی اباحت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ مدینہ میں سے ابراہیم بن سعید اس کی اباحت کے قائل تھے اور جب تک وہ خود نہیں بجا لیتے تھے کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ (دلائل حدیث حدیث شافعی بصری) ایک بار وہ بغداد میں آئے اور خلیفہ ہارون رشید کے یہاں تمام اکا بردار شراف و علماء جمع ہوئے۔ ہارون رشید نے ان سے کہا کہ اسے ابراہیم کوئی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا عود مذکور ہے ہارون نے کہا تمہاری مراد عود سے مجھ میں جلائی جانے والی عود ہے (عود الحمر) یا عود الفلہ ہے انہوں نے کہا کہ مجھے غنا کا عود درکار ہے پس ان کے لیے عود غنا منگایا گیا اور انہوں نے اسکو بجا یا اور گایا اس کے بعد حدیث بیان کی اور ابراہیم بن سعید امام شافعی کے اساتذہ میں تھے ان سے امام بخاری نے بھی روایت لی ہے اور وہ مشہور معتبر نیک، ثقہ اور معتمد علیہ امام اور مجتہد تھے۔ جب انہوں نے ہارون الرشید کے سامنے عود بجا یا تب ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابراہیم! تمہارے علماء میں سے عود کی تحسیریم کا کون قائل ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین وہ جو اللہ سے ملانے والا ہے۔

امام ابن عساکر اپنی کتاب ”مختصر“ میں کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید عود کے ساتھ غنا کو مباح سمجھتے تھے اور اس کو نقل کیا ہے امام ماوردی نے ان کے اصحاب سے اور عبد الحکیم کہتے ہیں کہ وہ مکروہ ہے۔ امام عزیز الدین بن عبد السلام کہتے ہیں کہ وہ مباح ہے۔ ان حضرات میں جنہوں نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا ہے اس کے گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہونے میں اختلاف ہے اور متاخرین شافعیہ کے نزدیک گناہ صغیرہ ہے اور امام الحرمین (حونی) نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس کو اہی کو سنا کہ اس قول کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

(دکلا تردبسماعۃ شہادۃ)
امام ماوردی نے شرح تلقین میں ابن عبدالحکیم سے روایت کی ہے کہ ان کا قول ہے کہ شادی کے موقع پر اس کو منع نہیں کیا جاسکتا اور اس کی اباحت کے رد میں کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔

خاتمہ

حضرت قدوة الکبراءؒ نے فرمایا اگر سماع کی مجلس یا اجتماع میں کوئی بدحواس ہو جائے (حواس سے جاتا رہے) یا نعرہ لگائے تو اسے صدق پر محمول کرنا چاہیے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جو کوئی مکہ سے نعرے لگانے والے پر انکار کرتا ہے اس کے مکہ کے سبب سے تروہ کبھی صدق کو نہیں پاسکتا یعنی اس طرح وہ اصل کا انکار کر رہا ہے۔ اے شخص تجھے اس کے مکہ سے کیا سروکار۔ مکہ کو اس کے لیے چھوڑ دے تو دوستی کو دیکھ تاکہ بہرہ مند ہو سکے۔ سماع میں پیر کے سامنے نہیں آنا چاہیے سوائے اس صورت کے جبکہ اجازت دی گئی ہو یا پیر مرید کا بازو پکڑ کر وجد کرے اس کے علاوہ سامنے آنا ادب کے خلاف ہے اور اگر مجلس میں اکابر ہوں جن کا حال غالب ہو تو ممکن ہو سکے تو حفظ کرے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک کا حال دوسرے پر غالب آجاتا ہے اور اسکا ذوق بڑھ جاتا ہے۔ مجلس سماع میں کھانا پینا بھی ادب کے خلاف ہے۔
حضرت قدوة الکبراءؒ فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت کی سنت ہے کہ سماع کے روز کسی کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ تقسیم ضرور کرنا چاہیے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو تھوڑے سے چنے لاکر ہی اصحاب و احباب میں تقسیم کر دیں۔

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن وجد کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تو حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا اے ترک اللہ (اے خضر) آدم قرال بنو اور میں قاری بنتا ہوں چنانچہ حضرت شیخ نے پانچ آیتوں کی تلاوت فرمائی اور حضرت امیر خسروؒ نے اپنی غزل گائی۔

غزل

ماہ ہلال ابروئی من عقل مرا شیدا مکن
غمز زبان زانسو میا آہنگ جان ماکن
گر زلف سوئی رخ بری کہ خال زیر لب نہی
جان دارد آخر آدمی چندین بلا پیدا مکن
گفتم کہ از ہجو نتوئی ز نار بندم گفت رو
دکفر ہم صادق نہ ز نار رسوا مکن

ترجمہ :- اے میرے ابرو کے چاند! میری عقل کو مات نہ کرو۔ ساز کے اس جانب (ساز کے پس پرہ) سے یار کے ایسے اشارے آرہے ہیں کہ میری جان لے لیں گے۔

۲۔ کبھی اپنے زلف کو رخسار پر رکھتے ہو اور کبھی تل کو اپنے لب (ہونٹوں) سے چھپاتے ہو

آخر انسان جاندار چیز ہے اس کیلئے ایسی اداؤں سے بلائیں پیدا نہ کرو۔

۳۔ میں نے کہا کہ یہ طوق ایسا نہیں ہے کہ میں گلے میں ڈالوں، اُس نے کہا کہ چلے جاؤ چرکہ تم خود کفر میں پچے نہیں ہو (تمہاری نیت صحیح نہیں ہے) لہذا طوق کو بُرا بھلا مت کہو۔

ان کے یہ غزل گاتے ہی سب پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور اس دن ایسا کیف آیا کہ اس سے بہتر تصور میں نہیں آسکتا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ نے تھوڑے بخود (چپے) لاکر تقسیم کئے۔

حضرت قدوة الکبرا کا بھی یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کیف پیدا ہوتا تھا اور کوئی چیز تقسیم کرنے کیلئے موجود نہ ہوتی تھی تو تھوڑا سا شربت اور پتے تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ مریدوں کو بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس سنت کو جاری رکھو۔

استماع مزامیر

استماع مزامیر مذاہب مختلف میں جاری رہا ہے لیکن بعض نے اس کو جائز نہیں کہا ہے لیکن بغیر جہانجہ کے دف مشائخ نے سنا ہے۔ بعض حضرات نے رباب بھی سنا ہے۔ بعض نے جلاجل (جھانجھ) کے ساتھ دف بھی سنا ہے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے یہاں شاہین، رباب، نلے، نئے بجائے جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں بلبل اور دف میں فرق ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ دف بجایا گیا ہے اور ادنیٰ آواز سے شادی بیاہ کی محفلوں میں گایا بھی گیا ہے۔

حضرت قدوة الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کے منکرین کے مقابلہ میں ہمارا آخری جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے پیروں اور مرشدوں کا طریقہ رہا ہے ہم نہیں گے اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم انکار کرو۔

اشعار

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا ایں جیفہ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام است سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا
ترجمہ:- دنیا طلبوں کو دنیا مبارک ہو، چونکہ یہ فاسد اور مردار چیز انہیں کو زیب دیتی ہے۔ تو نے کہا کہ میرے نزدیک سماع حرام ہے، اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

اگر اصحاب (مریدوں) میں سے کوئی فرد مطرب کی کچھ خدمت کرنا چاہے جیسے عطاء خرقة وغیرہ تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے جس وقت حضرت کعب بن زہیر نے آپ کی نعت میں تعصید (موسومہ بہ بابت سعاد) پڑھا تھا تو آپ نے اپنا خرقة مبارک ان کو عطا فرمایا۔ کچھ لوگوں نے حضرت شبلی سے کہا کہ آپ تو اس محبت میں جس کے آپ دعویٰ دار ہیں خوب فریبہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ ایں کا تقاضا لاغری ہے (یعنی آپ کو کمزور لاغر ہونا چاہیئے تھا) انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا ہے

شعر

احب قلبی وما دردی بدنی
ولو دردی ما اقام فی الغمی

ترجمہ ۱۔ وہ میرے دل کو دوست رکھتا ہے اس کو میرے بدن سے کیا تعلق اگر وہ اس کو جان لینا تو پھر قیام نہ کرتا۔

حضرت شبلی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایک ایسا شخص سماع میں شریک ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جا رہا ہے وہ اس کو نہیں سمجھتا تو پھر کیا صورت ہوگی وہ کیا کرے۔ حضرت شبلی نے جواب میں یہ اشعار پڑھے

اشعار

رب و رقاء هتوف بالحملی ذات اشجر صدحت فی فتنی
ولقد اشکوفما افهمها ولقد نشکوفما تفهمنی
غیرانی بالهوی اعرفها وهی ایضاً بالهوی تعرفنی
ذکرت الفأ ودهراً صالحاً فبکت شجواً وهاجت شجنی

ترجمہ ۱۔ بس اوقات کسی ایسے درخت سے جو فتنوں میں گھر جائے تو گرمی کی شدت سے بلند آواز آنے لگتی ہے۔

۲۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اور خود اس کو سمجھ نہیں پاتا اور کبھی ہم شکایت کرتے ہیں تو تم اس کو نہیں سمجھ پاتے ہو۔

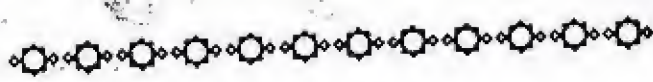
۳۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ میں اس کو سمجھتا ہوں کہ محبت کے سبب سے ہے اور اسی محبت کی وجہ سے تم بھی پہچانتے ہو۔

۴۔ ہزاروں سال اور ایک طویل زمانے تک میں روتا رہا ہوں، میں رویا غم سے اور اس غم نے میرے اندر ایک ہیجان پیدا کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت شبلی کے نہیں ہیں بلکہ مجنون (قیس عامری) کے ہیں پھر آپ نے حضرت شیخ خواجگی کی یہ غزل پڑھی ہے

غزل

سماعی درده ای مطرب بیکبار کہ ایمان افکند در قلب کفار
ازو لطیفورستان بخود و زار وزود منصور رقصان بر سر دار
بشوی سینہ صوفی از اغیار از سر تانہ پا کند مشتاق دیدار
قلند زود شود از خویش ہزار برقصند حیدری ستان بر تار



ہر آن عالم کہ داد در دل افکار
مسلمانان از دوسوزند و کفار
سرد و خواجگی میگوئی ہر بار
ازین حالت کہ گوید باتو اخبار
بقوالان دہم ذراع و دستار
بیک سو خرقہ دیگر سوئی زنار
بزن آتش درین دکان و بازار
درین مجلس کسی چون نیست ہشیار

- ترجمہ : ۱۔ اے قوال ایک دفع سماع سنا دے تاکہ کافروں کے دل میں نور ایمان آجائے۔
۲۔ اُن مست و بے خود پرندوں کی طرح منسوب بھی تختہ وار پر رقصاں ہو جائے۔
۳۔ سماع صوفی کے سینہ سے خیال غیر نکال دیتا ہے اور سر سے پاؤں تک مشتاق دیدار بناتا ہے۔
یعنی اللہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے)
۴۔ مرد قلندر سماع میں خودی کی نفی کرتا ہے اور چہری ایک ستانہ کی طرح تار پر رقص شروع کر دیتا ہے۔
۵۔ ہر وہ عالم جس کے دل میں جذبہ فکر ہے محفل سماع میں قوالوں کو اپنی پگڈنڈی اور خرقہ دے دیتا ہے۔
۶۔ کافر مسلمانوں سے ملتے ہیں (دشمنی کرتے ہیں) کیونکہ ان کے پاس خرقہ ہے اور دوسری طرف طوق ہے۔
۷۔ ہر دفعہ تم ترانہ خواجگی پڑھتے ہو، آگ لگا دو ان دکانوں اور بازاروں میں۔
۸۔ اس حالت کی خبر تمہیں کون دے رہا ہے کیونکہ اس مجلس میں کوئی ہوش میں نہیں ہے۔

☆ نذرانہء عقیدت ☆

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار
اثر ف صاحب اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ
عالیہ سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ
کچھوچھو شریف و مفتی اعظم پاکستان
احاج مولانا محمد وقار اندیس صاحب
و رحمۃ اللہ علیہ -

-: منجانب :-

گنج بخش انٹرپرائزز، کراچی
حاجی غلام نبی اشرفی



مسجد عثمان بن عفان رضي الله عنه
في مدينة دمشق

Maktabah Mujaddidiyah

www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.